ضیاء الاُمت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی حیات و خدمات
کے حوالے سے مقالات و مضامین کا دلکش مرقع

تجلیاتِ ضیاء الاُمت

محمد اکرم ساجد

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن، ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
کی حیات و خدمات کے حوالے سے نامور اہلِ قلم کے بہار آفریں
مقالات و مضامین کا دلکش مرقع

تجلیاتِ ضیاء الامت

مرتب

محمد اکرم ساجد

فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

111599

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	تجلیات ضیاء الامت
مرتب	محمد اکرم ساجد (گولڈ میڈلسٹ)
تاریخ اشاعت	فروری 2006ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z16
قیمت	350/- روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net,pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

انتساب

☆ روحانیت کے اس شمس منیر کے نام

☆ جوافق سیال شریف سے طلوع ہوااوراس کی ضیاء باریوں نے ساری دنیا کومنور کردیا۔

☆ جواپنے پیرومرشد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کی بارگاہ میں شان محبوبیت پر فائز ہوا۔

☆ جس کی وجہ سے خانقاہوں کوان کا کھویا ہوامقام نصیب ہوا۔

☆ جس نے زہدوتقویٰ، خلوص وللٰہیت، اللہ مستی وحب رسول ﷺ کی نئی داستانیں رقم کیں۔

☆ جس کے مریدوں کا شمارتو دور کی بات ہے، خلفاء کا شمار ہی مشکل ہے۔

☆ جس کے روضہ مقدسہ پرآج بھی انوارِالہیہ کی بارش ہورہی ہے۔

یعنی قدوۃ العاشقین، زبدۃ العارفین، حجۃ الکاملین، شمس العارفین، شمع محفل چشتیاں، خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

خاک راہِ شمس العارفین

محمد اکرم ساجد

Marfat.com

اے شمع تجھ پہ رات یہ بھاری ہے جس طرح
میں نے تمام عمر گزاری ہے اس طرح

Marfat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ	رضاء الدین صدیقی	10
حرف اول	محمد اکرم ساجد	11
زیرِ مزار وہ شہ خوباں چلا گیا	سید عظمت علی شاہ ہمدانی	13
سوال میرا ارشاد ان کا	پروفیسر سید مقصود حسین راہی	14

باب اول

سوانح حیات		17
ضیاء الامت کا دور طالب علمی	حکیم خلیل الرحمٰن رضوی	19
حضرت ضیاء الامت ایک عہد آفریں شخصیت	افتخار الحسن میاں	22
ضیاء الامت کی شخصیت کے تشکیلی عناصر	محمد اسلم الوری	32
حضرت ضیاء الامت کا مختصر ذکر جمیل	ڈاکٹر محمد اختر چیمہ	37
علم و حکمت کا روشن ماہتاب	پیر محمد امین الحسنات شاہ	40
عالم باعمل	پیر محمد امین الحسنات شاہ	43
ضیاء الامت سراپا ادب مرید	سید عظمت علی شاہ ہمدانی	45
پیر محمد کرم شاہ بطور مرشد کامل	ڈاکٹر نعیم اللہ طاہر	52
حضرت ضیاء الامت کی روحانی سرفرازیاں	علامہ سید نذیر حسین شاہ	55
حضرت ضیاء الامت ایک ہمہ جہت شخصیت	ڈاکٹر حسن محمود عبداللطیف شافعی	61
حضور ضیاء الامت ایک ہمہ جہت شخصیت	حافظ محمد رمضان سیالوی	64
حضرت ضیاء الامت کی ہمہ جہتی خدمات	حق نواز چشتی	68
حضور ضیاء الامت کا انداز تربیت	مولانا محمد عبید اللہ	71
پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ضیاء پاشیاں۔	علامہ شہباز احمد چشتی	76
حضرت ضیاء الامت کی ضیاء پاشیاں	قاضی محمد عظیم الفاروق چشتی	80
اسلامی شخصیت کے خدوخال اور حضور پیر محمد کرم شاہ الازہری	سید محمد اکرم شاہ جیلانی	85
نسبتوں کا پاسبان	مولانا محمد منشاء تابش قصوری	94
حضرت پیر محمد کرم شاہ ایک تحریک، ایک دور	مفتی علی احمد سندھیلوی	96
حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری ایک ادارہ، ایک انجمن، ایک عہد	مولانا عبدالرشید ارشد	100
حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری ایک عہد ساز شخصیت	پروفیسر محمد یاسین قمر	104
جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ایک نابغۂ روزگار ہستی	فضائل اسرار احمد	108

Marfat.com

عقیدۂ ختم نبوت اور حضور ضیاء الامت کی علمی خدمات	گل محمد فیضی	112
عقیدۂ ختم نبوت اور حضرت ضیاء الامت	ریاض محمود	117
پیر محمد کرم شاہ عالی ظرف اور بے لوث کردار	محمد اکرم رانجھا	126
میں نے تجھ کو تیرے دامن کو بہت یاد کیا	خواجہ شریف احمد	129
میرے حضور ضیاء الامت	مفتی محمد زبیر تبسم	132
ضیاء الامت اور اتباع رسول ﷺ	مولانا عزیز احمد گوندل	137
ضیاء الامت حقیقت شناس نگاہ کے حامل	سید ارشد حسین شاہ گردیزی	143
حکیم الامت اور ضیاء الامت	محمد ہمایوں عباس شمس	151
سراپا کرم	پروفیسر ریاض محمود	161
وادی نور کا مسافر	پروفیسر محمد اکرم رضا	168
پیر محمد کرم شاہ الازہری سے چند یادگار ملاقاتیں	سید محمد عبداللہ قادری	173
ترجمان عقائد اہلسنت	پروفیسر سید شبیر حسین شاہ	181
دل غمیں کے موافق نہیں ہے موسم گل	طارق اسماعیل ساگر	191
وہ ایک شخص جو تھا شاداب بہاروں جیسا	طارق اسماعیل ساگر	193
کاش تو نے میرے ضیاء الامت کو دیکھا ہوتا!	محمد عبد الجبار رضوی	198
جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفےٰ ﷺ	محمد اسلم رضوی	205
دید و شنید	ملک نعیم شہباز اعوان	209
انجمن طلباء اسلام اور انوار کرم	محبوب الرحمٰن	213
حضور ضیاء الامت کی یادیں	مختار احمد مجاہد	217
پارس	آسیہ پیرزادہ	224
حضرت ضیاء الامت کا ایک علمی سفر	پروفیسر حافظ احمد بخش	228
حضرت ضیاء الامت سے ریڈیو قاہرہ کا انٹرویو	عبد اللطیف چشتی	235
ضیاء الامت اور عصری مسائل	ڈاکٹر حافظ محمد طفیل	241
تعلیمات حضور ضیاء الامت	محمد حفیظ الرحمٰن غزالی الازہری	243
امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر حافظ احمد بخش	248
امیر السالکین کا انداز تربیت	قاضی محمد ایوب	257
غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ صاحب	مفتی محمد زبیر تبسم	260
شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی	غلام کمال الدین معظمی	270

باب دوم

Marfat.com

تعارف تصانیف 277

تکمیل ضیاء القرآن کی نورانی تقریب	علامہ محمد معراج الاسلام	279
تفسیر ضیاء القرآن	مولانا شاہ احمد نورانی	282
کراچی میں جشن ضیاء القرآن	پروفیسر حافظ احمد بخش	283
تفسیر ضیاء القرآن	طالب ہاشمی	288
تفسیر ضیاء القرآن	نظیر لدھیانوی	295
تفسیر ضیاء القرآن	پروفیسر کرم حیدری	300
ضیاء الامت بحیثیت مفسر قرآن	محمد اقبال قریشی	308
ضیاء النبی ﷺ پر ایک نظر	صاحبزادہ غلام نصیر الدین نصیر	312
ضیاء النبی ﷺ (مختصر تعارف	محمد رضاء الدین صدیقی	317
ضیاء النبی ﷺ لفظ لفظ خوشبو، حرف حرف روشنی	صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی	326
ضیاء النبی ﷺ پر تبصرہ	ڈاکٹر محمد طفیل	330
ضیاء النبی ﷺ (ضیاء الامت کا ایک حسین تحفہ)	پیرزادہ سردار احمد قادری	335
حضرت ضیاء الامت بحیثیت سیرت نگار	محمد صدیق ہزاروی	352
ضیاء النبی ﷺ (پاکستان ٹیلی ویژن پر مجلس مذاکرہ)	مفتی محمد زبیر تبسم	357
ضیاء النبی ﷺ کی تعارفی تقریب منعقدہ لاہور	محمد اسلم سعیدی	364
ضیاء النبی ﷺ کی تعارفی تقریب منعقدہ اسلام آباد	افتخار الحسن میاں	367
مقالات ضیاء الامت (ریڈیو پاکستان کی نظر میں)	پروفیسر خالد بزمی	374
مقالات ضیاء الامت	محمد رضاء الدین صدیقی	377
سنت خیر الانام ﷺ	طالب ہاشمی	385
سنت خیر الانام ﷺ	نظیر لدھیانوی	388
ضیاء حرم	علامہ سید نذیر حسین شاہ	389
سر دلبراں کی حسن دلبری	پروفیسر محمد عمر حیات انصاری	392
ایک یادگار استقبالیہ	پروفیسر خالد بزمی	397

باب سوم

ضیاء الامت کی چند نادر تحریریں 401

توحید باری تعالیٰ	403
انسانی حقوق اور تعلیمات نبوی ﷺ	415
مغرب سے صاف صاف باتیں	425

Marfat.com

بے تاب جذبے 437

فتنۂ مرزائیت اور پاکستان 443

آداب زیارت حرمین شریفین 454

ایک اعتراض کا علمی جائزہ 459

روس میں تیرہ دن (سفرنامہ) 471

فارغ التحصیل علماء سے خطاب 488

بھیرہ شریف کے فضلاء کے لئے لائحہ عمل 495

باب چہارم

ضیاء الامت کی یاد میں کانفرنسیں 505

حضرت ضیاء الامت کا سفر آخرت	حافظ محمد نعیم الدین	507
روداد ختم چہلم	پروفیسر حافظ احمد بخش	512
ضیاء الامت کی یاد میں تعزیتی ریفرنس، اسلام آباد	شمیم چشتی	521
ضیاء الامت کا پہلا سالانہ عرس پاک	میاں نعیم الدین	529
ضیاء الامت سیمینار، لاہور	میجر محمد ابراہیم شاہ	537
ضیاء الامت سیمینار، وزیرآباد	محمد الیاس چشتی	540
پیر محمد کرم شاہ کانفرنس، بلوچستان	حافظ محمد طاہر سومرو	545
ضیاء الامت کانفرنس برطانیہ	الحاج جلال الدین	549
انٹرنیشنل الکرم کانفرنس برطانیہ	مسعود عالم خان	558
تذکرۂ ضیاء الامت، بلوچستان	حافظ طاہر چشتی	570
خراج عقیدت	جسٹس سعید الزمان صدیقی	576
مشرق و مغرب میں سب ان کا غم بکھر گیا	ڈاکٹر ظفر اقبال نوری	578
آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے	افتخار محمود	581
نفس مطمئنہ کی حقیقتوں کا مظہر	میجر محمد ابراہیم شاہ	583
عرس مبارک ضیاء الامت، جامعہ الکرم انگلینڈ	نجم صفدر	585

باب پنجم

جانشین ضیاء الامت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ 591

اس آئینے میں عکس رخ یار دیکھنا	محمد رضاء الدین صدیقی	593
پیر محمد امین الحسنات شاہ کی تعلیم سے فراغت	ایس ایم زاہد	594
پیر محمد امین الحسنات شاہ کا دورۂ مصر	حافظ محمد منیر	603

Marfat.com

ضیاءالامت کے فیض سے مہکتی فضائیں		609
بین الاقوامی کنونشن جماعت جنداللہ امریکہ	علامہ افتخار علی چشتی	617
ختم نبوت کنونشن لین کسٹر امریکہ	افتخار الحسن میاں	525
البریلویہ کا جائزہ	پیر محمد امین الحسنات شاہ	637

باب ششم

متفرقات

متفرقات		647
حضور ضیاءالامت کے چند باوفا ساتھی	علامہ عبدالمجید ارشد	649
پیر کامل کا مرید صادق	افتخار الحسن میاں	664
صوفی محمد اکرم میرپوری	حاجی محمد اعظم	668
انٹرویو، سید نذیر حسین شاہ	ملک لیاقت علی	674
انٹرویو، مولانا مختار احمد ضیاء	ملک لیاقت علی	680
انٹرویو، سید زاہد صدیق شاہ	امتیاز احمد	688
انٹرویو، پیرزادہ محمد امداد حسین	محمد الیاس قادری	693
انٹرویو، حافظ محمد خان نوری		702
انٹرویو، قاضی محمد ایوب صاحب	سعید احمد	711
انٹرویو، مولانا محمد سعید اسعد	قاری شفیق اللہ	717
بین الاقوامی سنی کانفرنس برمنگھم	مصباح الحق	724
کل پاکستان سنی کانفرنس، لاہور	محمد نواز کھرل	730
پہلا سالانہ اجتماع دارالعلوم ریاض المدینہ گوجرانوالہ	محمد صدیق زاہد	736
جلسہ دستار فضیلت وعرس مبارک بھیرہ شریف	محمد رضاء الدین صدیقی	740
ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے اعزاز میں تقریب، اسلام آباد	افتخار الحسن میاں	745
تقریب دستار فضیلت وتقسیم اسناد، بھیرہ شریف	سید سخاوت رضا گیلانی	751
علماء ومشائخ کنونشن، اسلام آباد	حافظ احمد بخش	756
فارغ التحصیل علماء کنونشن، بھیرہ شریف	حافظ احمد بخش	767
امریکہ سے ایک نومسلم کا خط	عابد نظامی	775
ایک دینی سفرنامہ	محمد ظریف	779

Marfat.com

پیش لفظ

علامہ محمد رضا الدین صدیقی

حضرت ضیاء الامت پیر محمد شاہ الازہری اس دور کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو علم کا بہرہ وافر عطا فرمایا، لیکن اس پر مستزاد کرم فرمائی یہ بھی ہوئی کہ آپ فکر و بصیرت میں بھی ایک ممتاز اہمیت کے حامل ٹھہرے۔ علم، فکر اور بصیرت کے ساتھ ساتھ آپ نے عمل کے اعتبار سے بھی ایک نہایت ہی فعال اور نتیجہ خیز زندگی گزاری۔ یوں آپ نے اپنے افکار اور اپنے کردار و عمل سے اپنے زمانے پر ایسے انمٹ نقوش ثبت کئے ہیں جنہیں مرور ایام کسی بھی صورت میں مٹا نہ سکیں گے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو مجتہدانہ بصیرت سے سرفراز کیا اور مجددانہ مزاج اور صلاحیت عطا فرمائی۔ آپ کو ذرا بھی قریب سے دیکھنے والے بے ساختہ اعتراف کرتے

ع ہو جیسے کوئی عہد رسالت کا مسلماں

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسی بے مثال شخصیت کی زندگی کے حالات و واقعات اور افکار و تعلیمات سے زمانے کو روشناس کروایا جائے۔ آج مسلمان مجموعی طور ایک فکری افلاس کا شکار نظر آتے اور اس پہلو سے شدید احساس کمتری میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں کہ ہمارے ہاں بڑے لوگ پیدا نہیں ہو رہے۔ حضرت قبلہ پیر صاحب کی شخصیت سے آگاہی اس احساس کو دور کرنے کا سبب ہوگی۔

ہمارے دوست جناب محمد اکرم ساجد صاحب نے تجلیاتِ ضیاء الامت کے نام سے ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ انہوں نے اس مجموعہ میں حضرت ضیاء الامت نے حوالے سے بہت سا مواد یکجا کر دیا ہے۔ اس میں آپ کے حالات زندگی بھی ہیں۔ آپ کی کچھ اپنی تحریریں بھی ہیں۔ آپ کی شخصیت اور تعلیمات سے متعلقہ سربرآوردہ اہل علم کی نگارشات بھی اس مجموعہ میں شامل کر دی گئیں ہیں۔ یہ تالیف حضرت قبلہ پیر صاحب سے تعلق رکھنے والے اہم علمی سرمایہ کی یکجائی کا سبب بن گئی ہے۔

اس طرح یہ مواد مستقبل میں تحقیقی خدمات انجام دینے والے احباب کے لئے بڑی سہولت کا باعث بن گیا ہے۔

اللہ رب تبارک و تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہماری نسل نو کے لئے اسے شعور و آگہی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

زاویہ نشین

محمد رضاء الدین صدیقی

چیئرمین زاویہ فاؤنڈیشن، لاہور

Marfat.com

حرفِ اول

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین اما بعد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضیاء الامت عالیجناب حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز کی تابندہ تر از مہر و ماہ شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی خدمات اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احصاء مشکل ہے۔ آپ کے فضائل وکمالات کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

بلا شبہ آپ اپنے وقت کے عبقری تھے۔ ہم عصر اکابر نے آپ کی عظمت شان کا اعتراف کیا۔ فقرائے زمانہ نے آپ کی غوثیت و مجددیت کو تسلیم کیا۔ بہت سے ایسے شواہد میسر آئے جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو بارگاہ مصطفوی ﷺ میں مقام محبوبیت حاصل تھا۔ آپ کے چہرۂ انور کی زیارت سے دلوں کی کلیاں کھل اٹھتی تھیں۔

حضرت ضیاء الامت کے بارے میں تحریری کام زوروں پر ہے۔ مختلف یونیورسٹیوں میں آپ کی حیات و خدمات کے حوالے سے ایم۔ اے، ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ جات لکھے جا رہے ہیں۔ ماضی قریب میں کئی حسین وجمیل کتب شائع ہو چکی ہیں۔

عرصہ سے بندۂ ناچیز کی خواہش تھی کہ میں بھی اپنے پیر و مرشد (حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ) کے بارے میں کوئی تحریری کام کروں۔ کافی غور و فکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مختلف رسائل و جرائد میں آپ علیہ الرحمہ کے بارے میں بکھرے ہوئے مضامین کو یکجا کر کے ایک حسین وجمیل گلدستہ تیار کروں۔ اس سلسلے میں مسعود ملت، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی سے خط و کتابت ہوئی تو آپ نے جوابی مکتوب میں فرمایا:

"تجلیات ضیاء الامت کی تدوین وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس مہم میں آپ کو کامیاب وکامران فرمائے۔ آمین"

(مکتوب محررہ 14 جنوری 2002ء، بنام راقم الحروف)

اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اس کار عظیم کی تکمیل کی سعادت ارزانی فرمائی۔

Marfat.com

کچھ مضامین نئے لکھوا کر بھی شامل کیے گئے ہیں۔

اس مجموعہ میں آپ کو محبت و الفت کے مہکتے پھولوں، پیار کی نازک کلیوں، جذب و کیف کی شوخ و شنگ آبجوؤں کے ساتھ ساتھ سوگوار عنادل کے درد و غم میں ڈوبے ہوئے نالے بھی سنائی دیں گے۔

درحقیقت یہ سب کچھ ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی محبوبیت اور دلربائی کی جلوہ سامانیاں ہیں جو مختلف روپ دھار کے خوابیدہ روحوں، زنگ آلود دلوں، شکستہ حوصلوں اور پژمردہ ذہنوں کے درد کا درماں کر رہی ہیں۔

ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے کارپرداز جگر گوشہ ضیاء الامت صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ جن کی ہمت مردانہ سے یہ عظیم کتاب اس دیدہ زیب صورت میں منظر عام پر آ رہی ہے۔

خاکپائے حضور ضیاء الامت

حافظ محمد اکرم ساجد

جامعہ شیخ الاسلام سبزہ زار سکیم H۔ بلاک ملتان روڈ لاہور

فون: 042-7845411-0321-4205292

5 ربیع الثانی 1423ھ

17 جون 2002ء، بروز پیر

Marfat.com

زیرِمزار وہ شہِ خوباں چلا گیا

رحمان کا وہ بندۂ ذیشاں چلا گیا
واحسرتا کہ پیکرِ ایماں چلا گیا
عشقِ نبی ﷺ کی جوت جگائی تمام عمر
ناموسِ مصطفٰے ﷺ کا نگہباں چلا گیا
پھیلائی جس نے سارے زمانے میں روشنی
رُشد و ہُدٰی کا نیرِ تاباں چلا گیا
ضیاء القرآں جس کی ہے تصنیف ذی قدر
وہ عالمِ معارفِ قرآں چلا گیا
ضیاء النبی ﷺ ہے جس کا ضیاء بار شاہکار
سیرت نگار سرورِ دوراں چلا گیا
اپنی مثال آپ تھا اپنی نظیر آپ
فردِ زماں یگانۂ دوراں چلا گیا
اے موت! تجھ سے کوئی بھی بچتا نہیں مگر
میرا تو آج سارا ہی ساماں چلا گیا
لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے وہ پیکرِ جمال
زیرِ مزار وہ شہِ خوباں چلا گیا
کیسے نہ روؤں اس کی جدائی میں رات دن
دل کا سکون، درد کا درماں چلا گیا
عظمتؔ ہمیں وہ چھوڑ کر، روتا سرِ مزار
زیرِ مزار جانبِ رضواں چلا گیا

(سید عظمت علی شاہ ہمدانی)

Marfat.com

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا۔ آپ ایک آدمی کا سہارا لئے اپنے حجرہ شریف سے باہر تشریف لائے۔ ایک اور شخص بھی آپ کے ساتھ تھا۔ راقم تقریباً تین سیڑھیاں نیچے اتر چکا تھا کہ بلایا، بغلگیر ہوئے۔ دست شفقت پھیرا اور فرمایا کہ ہم سے ملا کرو۔ بیداری کے بعد یہ نظم سوالاً جواباً تحریر ہوئی۔

سوال میرا ارشاد ان کا

میں نے کہا کھلتے نہیں راز ہائے بند
آئی ندا کہ دیدۂ دل وا کیا کرو
میں نے کہا کہ دل میں کوئی چاشنی نہیں
آئی ندا کہ ذکر ہمیشہ کیا کرو
میں نے کہا کہ جاتا نہیں ذہن کا خلل
آئی ندا کہ محو تماشا رہا کرو
میں نے کہا کہ سوجھتا اب آسرا نہیں
آئی ندا کہ ذکرِ حبیب ﷺ خدا کرو
میں نے کہا کہ ہوں گے مسلماں بھی کامراں
آئی ندا کہ ایک ہوں بس یہ دعا کرو
میں نے کہا اسیر ہوا وہوس ہیں لوگ
آئی ندا کہ دنیا ہے بچ کے چلا کرو
میں نے کہا کبھی تو نگاہِ کرم ادھر
کہنے لگے کہ میری کتابیں پڑھا کرو
میں نے کہا سراپا کرم آپ کی ہے ذات
فرمایا پاؤں دیکھ کر تم بھی چلا کرو
میں نے کہا کہ ''سنتِ خیر الانام'' واہ
کہنے لگے کہ جلووں میں تم گم رہا کرو

Marfat.com

میں نے کہا کہ دیکھ لیا شرق و غرب کو
کہنے لگے کہ سیرِ کتابِ خدا کرو
میں نے کہا کہ زخم ہیں کاری لگے ہوئے
آئی ندا وظیفۂ کرب و بلا کرو
میں نے کہا کہ چین کی صورت نہیں ہے اب
آئی ندا کہ ذکر سے دل کی جلا کرو
میں نے کہا کہ اُمید نہ بر آئی اب تک
آئی ندا کہ آخرِ شب کو اٹھا کرو
میں نے کہا قوائے عمل مضمحل ہوئے
آئی ندا حلال پہ بس اکتفا کرو
میں نے کہا بدل گئے طور و طریق بھی
فرمایا بھول کر نہ خلاف حیا کرو
میں نے کہا ضیاء النبی ﷺ ہے بہت پسند
آئی ندا کہ وقت سحر یہ پڑھا کرو
میں نے کہا کہ ضیاء القرآں بھی خوب ہے
کہنے لگے کہ سینے میں اس کی جگہ کرو
میں نے کہا کہ زینت بزم عدل ہیں آپ
فرمایا فیصلے جو کیے ہیں پڑھا کرو
میں نے کہا محبت و عشق نبی ﷺ کیا ہے
آئی ندا کہ سانس آہستہ لیا کرو
میں نے کہا کہ آپ کے جو جانشین ہیں
فرمایا فیض ان پہ ہے ان سے ملا کرو
مقصود پر کرم ہو اے شاہ ذی کرم
فرمایا بھیرہ پہنچ کے کاسہ بھرا کرو
(پروفیسر سید مقصود حسین راہی راولاکوٹ)

Marfat.com

حرفِ چند

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوجوان قلمکاروں میں جناب محمد اکرم ساجد زید مجدہ ایک ممتاز و نمایاں نام ہے۔ خداوند قدوس نے انہیں علم کے بکھرے موتیوں کو دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق اکٹھا کرنے کا جو ڈھنگ عطا کیا ہے وہ بہت کم لکھاریوں میں نظر آتا ہے۔ ایک موضوع پر لکھے گئے مجموعہ ہائے مقالات میں حسن انتخاب اور حسن ترتیب، بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وافکار پر منتشر مقالات کو انہوں نے جمع کیا تو یہ دونوں خوبیاں ان میں بدرجہ کمال نظر آئیں۔ یہ مجموعہ قبلہ پیر صاحب کی ہمہ جہت شخصیت پر کام کرنے والوں کے لئے ایک موسوعہ ثابت ہوگا۔

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ اسلامیات
جی سی یونیورسٹی، لاہور

Marfat.com

باب اول

سوانح حیات

Marfat.com

Marfat.com

ضیاء الامت کا دورِ طالب علمی

حکیم خلیل الرحمان رضوی

استاذیم مولانا محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ واہ فیکٹری کے پاس ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ہمارے ان سے خاندانی مراسم تھے۔ میں نے مولانا کو لکھ دیا کہ امسال آپ جہاں بھی پڑھانے جائیں گے میں بھی آپ کے پاس آجاؤں گا تا کہ آپ سے کتب منطق پڑھوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس سال میں بھیرہ کے پیر صاحب کے صاحبزادے کو پڑھانے کے لئے جارہا ہوں۔ لہٰذا وہاں آجانا۔ پتہ بھی لکھ دیا۔ میں مقررہ تاریخ پر گھر سے روانہ ہو گیا۔ بھیرہ عشاء کے وقت گاڑی پہنچی۔ اسٹیشن سے اترا۔ میں نے دیکھا کہ دو اور طالب علم بھی اترے ہیں۔ میں ان کے پاس گیا۔ سلام کے بعد ان سے معلومات حاصل کیں تو انہوں نے: کہا ہم جامع مسجد میں حضرت مولانا بگوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جائیں گے۔ تم بھی ہمارے ساتھ آؤ، صبح پیر صاحب کے مدرسہ میں پہنچا دیں گے۔

صبح میں استاذیم مولانا محمد دین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گیا۔ درس گاہ میں آئے تو حضرت ضیاء الامت سے ملاقات ہوئی۔ پہلی ملاقات میں مجھے یوں لگا کہ دیرینہ رفیق ہیں۔ شیریں گفتگو، محبت بھرے الفاظ، بے پناہ اپنائیت، میں نے جانا کہ مجھے دل کی راہ مل گئی ہے۔

ہم نے علم منطق کی کتاب شرح تہذیب شروع کی۔ استاذیم مرحوم منطق کے امام تھے۔ جب سبق پڑھاتے تو یوں محسوس ہوتا کہ علم کی بارش ہو رہی ہے۔ ہم دو ہی پڑھنے والے تھے۔ حضرت صاحب کی ذہانت تو مسلمہ تھی اور میری ذہنی حالت بھی بہت اچھی تھی۔ حضرت استاذیم ہم سے بہت خوش تھے۔ محبت و پیار سے پڑھاتے تھے۔ شاگرد اچھے ہوں تو استاد پوری توجہ سے پڑھاتے ہیں۔

ہمارا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ صبح 8 بجے سے لے کر بارہ بجے تک ہم درس گاہ میں پڑھتے تھے۔ پھر شام کو مغرب کی نماز کے بعد جناب استاذیم کی قیام گاہ پر حاضر ہوتے۔ صبح جو پڑھا ہوتا وہ سنتے۔ مولانا اس کی اصلاح فرماتے۔

حضرت ضیاء الامت کے ساتھ رہتے ہوئے یہ محسوس نہیں ہوا کہ میں سفر میں ہوں۔ اس طرح رہتے تھے جس طرح دو بھائی رہتے ہیں۔ مجھے اپنے ساتھ مساوی درجہ دیتے تھے۔ عام ہم نے صاحبزادگان کی طرح نہیں تھے کہ اپنی شان میں رہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ اس کے درجہ کے مطابق سلوک فرماتے تھے۔ مجھے کبھی ''تو'' کہہ کر مخاطب نہیں کیا۔ میرے ساتھ چھوٹے بھائی جیسا

Marfat.com

برتاؤ فرماتے تھے۔

بڑے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ پر بہت کرم کرتے تھے۔ راستہ میں جہاں بھی ملاقات ہوتی اپنے پاس بلاتے۔ سر پر ہاتھ پھیرتے۔ حضرت ضیاء الامت کو مطالعہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ ہم دونوں رات ایک بجے تک صبح کے سبق کی تیاری کرتے تھے۔ حضرت استاد مکرم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو پڑھنے کا لطف آ جاتا۔ بعض اوقات استاد مکرم فرماتے: متوجہ ہو جاؤ، میں ایک خاص علمی نکتہ بیان کرنا چاہتا ہوں ہم سنبھل کر بیٹھ جاتے۔ تو حضرت مولانا منطق کا مسئلہ بیان فرماتے، پھر ہم سے پوچھتے: سمجھتے ہو؟ ہم جواب اثبات میں دیتے تو حضرت استاد مکرم فرماتے: آج اگر عالمگیر بادشاہ زندہ ہوتا تو مجھے سونے کے ساتھ تول دیتا۔

حضرت ضیاء الامت حلیم الطبع اور نہایت مشفق تھے۔ کم و بیش چار سال کا طویل عرصہ ہم اکٹھے رہے۔ مگر اتنے طویل عرصہ میں ہمارے درمیان کبھی شکر رنجی پیدا نہیں ہوئی۔ آپ نے مجھے کبھی کرخت آواز میں نہیں بلایا۔ نرم دم گفتگو کا علمی نمونہ تھے۔ چہرہ پر ہر وقت دلربا مسکراہٹ رہتی تھی۔ میں نے کبھی ان کے چہرہ پر پریشانی کے آثار نہیں دیکھے۔ ہر وقت پھول کی طرح مسکراتا چہرہ تھا۔ اگر کوئی بات پوچھی جائے تو مسکرا کر اس کا جواب دینا ان کا معمول تھا۔

جب ہم فقہ، تفسیر، صرف و نحو، منطق و فلسفہ وغیرہ علوم ختم کر چکے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تشریف لے گئے اور حضرت مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی۔

ان دنوں اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ قرآن کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن شائع ہوا۔ حضرت قبلہ پیر صاحب نے ایک جلد میرے لئے تحفۃً بھیجی، جو لاہور دار العلوم میں مجھے موصول ہوئی۔ آج تک میں روزانہ اس پر تلاوت کرتا ہوں۔ پہلے صفحہ پر نوٹ لکھا ہے کہ یہ قرآن شریف حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے لئے مراد آباد سے بتاریخ 29/7/43 کو تحفہ بھیجا ہے۔

حضرت ضیاء الامت مراد آباد سے فارغ التحصیل ہو کر بھیرہ تشریف لائے اور جامعہ الازہر جانے کا پروگرام بنایا اور میں فارغ ہونے کے بعد کاکول اکیڈمی میں خطیب ہو گیا۔ حضرت صاحبؒ نے مجھے خط لکھا کہ ڈاکٹر نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ 4 ماہ کا عرصہ مری، ایبٹ آباد قیام کروں تاکہ صحت اچھی ہو جائے اور مصر کا سفر بآسانی گزر جائے۔ میں نے موقع کو غنیمت جانا اور فوراً جواب دیا کہ آپ میرے پاس تشریف لے آئیں۔ خوب وقت گزرے گا جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ چنانچہ حالات کا جائزہ لینے کے لئے میرے پاس ایبٹ آباد تشریف لائے اور چار دن میرے مہمان رہے۔ بڑے سوچ و بچار

Marfat.com

کے بعد فرمانے لگے: آپ کو معلوم ہے کہ ہم وقت پر کبھی کھانا نہیں کھاتے۔ کسی موضوع پر بات چیت ہو رہی ہو تو جاری رہتی ہے۔ رات کا کھانا ہم بارہ بجے یا اس کے بعد کھاتے ہیں۔ تو بھابھی کہیں تنگ نہ ہو جائے۔ میں نے گزارش کی: آپ بے فکر رہیں۔ آپ کی بھابھی بڑی خدمت گزار ہے۔ انہیں کوئی شکوہ پیدا نہیں ہوگا۔

چار ماہ کا عرصہ آنکھ جھپکتے گزر گیا اور واپسی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ جب الوداع کا وقت آیا۔ ہم گلے لگے۔ معانقہ کیا اور آب دیدہ ہو گئے۔ اس وقت دل کی کیا کیفیت تھی۔ الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ آج بھی وہ حالات جو اتنی طویل سنگت میں گزرے ہیں فلم کی طرح میرے ذہن میں چل رہے ہیں اور دوسری طرف جب حضرت ضیاء الامت کی وفات کا تصور کرتا ہوں۔ تو آب دیدہ ہو جاتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت ایک عہد آفریں شخصیت

افتخار الحسن میاں

عالم اسلام کے نامور مفسر و سیرت نگار، ممتاز روحانی پیشوا اور معروف ماہر تعلیم حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی ذات گرامی ہیرے کی مانند تھی۔ ان کی شخصیت اور فکر و عمل کا ہر پہلو اتنا تابناک تھا کہ نظر خیرہ اور عقل حیران رہ جاتی ہے۔ قدرت نے بہت کم شخصیات کو یہ سعادت بخشی ہے کہ وہ انسانیت کے فکر و عمل کو نئی جہتیں عطا کر کے لوحِ دنیا پر اپنے انمٹ نقوش ثبت کر سکیں۔ فرقہ واریت اور تنگ نظری کے موجودہ زہرناک ماحول میں وہ ایسی واحد ہستی تھے جنہیں ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء و عوام میں عقیدت و احترام کا بلند اور بے مثال مقام حاصل تھا۔ آج یہ قوم اپنے اس عظیم محسن سے محروم ہو چکی ہے، جس کا دل دردمند قوم و ملت کی معمولی سی تکلیف پر تڑپ اٹھتا تھا اور جس کی ہر سانس اپنے رب کی رضا کی خاطر امتِ مسلمہ کی اجتماعی شان و شوکت کے لئے وقف تھی۔

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ولادت یکم جولائی 1918ء کو ضلع سرگودھا کے قدیم تاریخی قصبہ بھیرہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے والد ماجد غازیٔ اسلام حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قائم کردہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے کیا۔ جنہوں نے اپنے نورِ بصیرت سے بھانپ لیا تھا کہ رب العزت ان سے اپنے دین متین کی خدمت لے گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لختِ جگر کی اعلیٰ تربیت کے لئے برصغیر پاک و ہند کے نامور ماہرین فنون اساتذہ کی خدمات حاصل کیں۔

ان علماء ربانیین نے اس دُرِّ نایاب کو مزید آبدار بنانے کے لئے اپنی صلاحیتیں وقف کر دیں۔ عنفوانِ شباب کو پہنچنے تک وہ دینی علوم و فنون میں کمال مہارت حاصل کر چکے تھے۔ حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ جدید عصری علوم کی اہمیت سے بھی غافل نہ تھے۔ اس لئے انہوں نے جہاں بھیرہ کی پسماندہ بستی میں مسلمانوں کے لئے پہلا پرائمری سکول قائم کیا وہاں اپنے بیٹے کو جدید علوم سے آراستہ کرنے کے لئے بھی بھرپور توجہ دی۔ حضرت ضیاء الامت نے 1941ء میں پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج سے مولوی فاضل کے امتحان میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی اور 600 میں سے 513 نمبر حاصل کر کے یونیورسٹی میں ریکارڈ قائم کیا۔ جبکہ 1945ء میں پنجاب یونیورسٹی سے امتیازی حیثیت سے بی۔ اے کیا۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دورہ حدیث شریف کے لئے

111599

Marfat.com

1943ء میں مراد آباد بھارت میں اس وقت کے نامور شیخ الحدیث اور ولی کامل اور امام احمد رضا خان بریلوی کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دورۂ حدیث شریف کی اختتامی تقریب میں حضرت صدر الافاضل نے آپ سے فرمایا کہ آج میرا دل مطمئن ہوگیا ہے اور اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے جو امانت میرے سپرد کی، آج وہ میں نے اس کے اہل شخص کے حوالے کر دی ہے۔

حضرت مراد آبادی دورہ حدیث کے دوران اکثر آپ کو یہ دعا دیا کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حسنات و برکات سے مالا مال فرمائے۔ جب حضرت ضیاء الامتؒ کو اللہ تعالیٰ نے اولا دِ نرینہ عطا فرمائی تو انہوں نے اپنے بڑے صاحبزادے کا نام محمد امین الحسنات شاہ اور چھوٹے کا نام حفیظ البرکات شاہ رکھا اور آخری وقت تک اپنے اساتذہ کا ذکر خیر بڑے عقیدت و احترام سے کیا کرتے تھے۔ خصوصاً حضرت صدر الافاضل کی یاد ان کے دل سے کبھی محو نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے استاد کے فیوض و برکات اپنی نسل کی طرف منتقل کرنے کے لئے اپنے پوتے کا نام محمد نعیم الدین (پیر امین الحسنات شاہ صاحب کا فرزندِ ارجمند) رکھا۔ استاد کامل اور پاک طینت و قدر داں ہو تو پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیاں تیار ہوتی ہیں۔

حضرت ضیاء الامت کی جوانی کے ایام میں تحریک پاکستان بھی اپنے شباب پر تھی۔ یہ برصغیر پاک و ہند کی غلامی کی برسوں پرانی زنجیر کے ٹوٹنے کا وقت تھا۔ مگر پاکستان کے مخالفین جس میں انگریز استعمار اور ہندو بنئے کے علاوہ کانگریس سے متاثر بعض ناسمجھ و کم نظر علماء بھی شامل تھے، اس کے قیام کی راہ میں طرح طرح کی مشکلات پیدا کر رہے تھے۔

ان حالات میں حضرت ضیاء الامت نے اپنی تعلیمی مصروفیات موقوف کر دیں اور تحریک پاکستان میں سرفروشانہ کردار ادا کرنے لگے۔ آپ مسلم لیگ سرگودھا کے صدر اور مسلم لیگ پنجاب کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ قیام پاکستان کا دارومدار 1946ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ کی واضح کامیابی پر تھا۔

بھیرہ اس وقت ہندوؤں کا گڑھ تھا۔ یہاں کے ہندو بڑے بڑے جاگیردار، دکاندار اور اثر و رسوخ کے مالک تھے۔

علاقے کے مفلوک الحال اور ناسمجھ مسلمان ان کے زیر اثر تھے۔ انتخابی مہم کے دوران جب مہاتما گاندھی نے بھیرہ آکر زوردار جلسہ کیا تو مسلم لیگ کی ہائی کمان نے اس جلسے کا اثر زائل کرنے اور مسلمانوں کو قیام پاکستان کے حق میں ووٹ دینے پر آمادہ کرنے کے لئے حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کو کہا۔

انہوں نے گاندھی کے جلسے کے جواب میں ایک زبردست جلسہ کیا۔ بھیرہ اور اس کے گردونواح سے ہزاروں مسلمانوں نے اس جلسہ میں شرکت کی۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس جلسے میں ایسی موثر تقریر فرمائی کہ مسلمان ووٹر کانگریس کے سحر سے آزاد ہو گئے اور قیام پاکستان کی جدوجہد میں سرگرم حصہ لینے لگے۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رابطہ عوام مہم بڑی جانفشانی سے جاری رکھی۔ اس کی وجہ سے بھیرہ اور اس کی نواحی ہندو آبادی انتخابات سے قبل ہی مسلم لیگ کی فقید المثال کامیابی کو بھانپ گئی اور بھارت منتقل ہونا شروع ہو گئی۔ آپ نے پنجاب کے دیگر اضلاع جن میں سیالکوٹ بطور خاص قابل ذکر ہے تک جدوجہد آزادی کا دائرہ بڑھا دیا۔

آپ کے والد ماجد غازی پیر محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی پیرانہ سالی کے باوجود تحریک پاکستان میں انتہائی فعال کردار ادا کرتے رہے جس سے علاقے کے ہندو بوکھلا اٹھے۔ چنانچہ ان کے اثر و رسوخ کی وجہ سے انگریز استعمار نے آپ کو پابند سلاسل کر دیا۔ مگر اس سے ان کی جدوجہد آزادی میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ جیل سے اپنے عقیدت مندوں کے ذریعے پیغام بھجوا کر مختلف علاقوں کے مسلمانوں کو قیام پاکستان کے حق میں ووٹ دینے پر آمادہ کرتے رہے۔ انہوں نے 1946ء میں انتخابات سے چند ماہ پیشتر اپنے تمام ارادتمندوں کو ایک حکم نامہ جاری کیا۔ اس میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ انتخابات کوئی روایتی قسم کے انتخابات نہیں بلکہ یہ برصغیر کے مسلمانوں کی بقاء کی جنگ ہے۔ یہ معرکۂ حق و باطل ہے۔ اس نازک موقع پر جس مسلمان نے کانگریس کو ووٹ دیا اس کا ہم سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ تحریک پاکستان کے ایسے ہی مجاہد صفت رہنماؤں اور سرفروش کارکنوں کی جانگسل محنت کو رب کائنات نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے صدقے شرف قبول بخشا اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی نظریاتی آزاد مملکت ...... پاکستان مرحمت فرما دی۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمۃ ایک بار پھر اپنی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ 1951ء میں عالم اسلام کی مشہور یونیورسٹی جامعہ الازہر مصر تشریف لے گئے اور 1954ء تک وہاں مقیم رہے اور وہاں مقیم رہ کر اسلامی قانون میں ایم۔ اے آنرز اور اسلامی نظام عدل میں تخصص کیا۔ یہ چھ سالہ کورس انہوں نے انتہائی جگرکاوی سے کام لے کر ساڑھے تین سال کے قلیل عرصہ میں مکمل کیا اور الازہر یونیورسٹی میں سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔ وطن واپس آ کر وہ دو سال تک اپنے بیمار والد ماجد کی تیمارداری میں ہمہ تن مصروف رہ کر ان کی دعاؤں سے اپنے دامن کو مالا مال کرتے رہے۔

1957ء میں حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد کے وصال کے بعد آستانہ

Marfat.com

عالیہ امیر السالکین بھیرہ شریف اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی جملہ علمی وروحانی ذمہ داریاں آپ کو تفویض ہوئیں تو آپ نے دارالعلوم کو نئے خطوط پر استوار کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

غلامی کے ایام میں برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کے دو بڑے تعلیمی ادارے وجود میں آئے تھے۔ جو بعد میں علمی تحریکات کا درجہ اختیار کر گئے۔ ان میں سے ایک سرسید احمد خان کی علی گڑھ یونیورسٹی اور دوسرا دارالعلوم دیوبند تھا۔ یہ دونوں ادارے دو مختلف انتہاؤں میں مصروف عمل رہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی ساری توجہ مسلمانوں کو انگریزوں کے قریب لانے اور ان کو انگریزی زبان کے ذریعے جدید علوم سے روشناس کرانے پر مرتکز رہی۔ یہ کام اس ادارے نے بڑی خوبی سے سرانجام دیا۔ اس کے تیار کردہ افراد نے تحریک پاکستان میں اساسی نوعیت کا کام سرانجام دیا۔ مگر دینی علوم کی مناسب آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ افراد پاکستان کے اصل مقاصد کو قرار واقعی اہمیت نہ دے سکے۔ آزادی کے بعد اب تک محض جدید علوم سے آراستہ افراد ملک میں شریعت کے نفاذ کو اہمیت اس لئے بھی نہیں دیتے کہ انہیں شریعت اسلامیہ کی ہمہ گیری اور اس کی برکات کا کما حقہ ادراک ہی نہیں۔ دوسری طرف دارالعلوم دیوبند کی ساری توانائیاں محض درس نظامی پر مشتمل قدیم دینی علوم کی ترویج پر صرف ہوتی رہیں۔ اس ادارے کے تیار کردہ افراد میں بڑے نامی گرامی علماء شامل تھے۔ مگر وہ جدید علوم سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے عصر حاضر کے تقاضوں کا پورے طور پر درست ادراک نہ کر سکے۔ چنانچہ وہ انگریزوں اور ہندوؤں کی دوہری غلامی سے آزادی کے حصول اور قیام پاکستان کے انتہائی اہم مسئلہ پر بھی دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ان دو مختلف نظام ہائے تعلیم سے نکلنے والے افراد مسٹر اور مولانا کے طبقوں میں بٹ گئے۔ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کے منفی اثرات قیام پاکستان کے نظریاتی اور اساسی مقاصد پر مرتب ہوئے۔ ان دو متضاد اور باہم متحارب نظام ہائے تعلیم کے پاکستانی معاشرے پر پڑنے والے تباہ کن اثرات نے حضرت ضیاء الامتؒ کو بے حد پریشان کر رکھا تھا۔ انہوں نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہی سب سے پہلے درس نظامی کے صدیوں پرانے نصاب تعلیم کو از سرنو مرتب کرنے کا فیصلہ کیا اور انتہائی قلیل مدت میں ایک ایسا نصاب تیار کیا جو جدید عصری اور قدیم دینی علوم کا حسین امتزاج تھا۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے مروجہ درس نظامی سے ایسی کتب کو خارج کر دیا جو جدید سائنسی ترقی اور عصری تقاضوں کے تناظر میں اپنی افادیت کھو چکی تھیں۔ انہوں نے ان کتب کی جگہ اسلامی علوم وفنون کے میدان میں لکھی گئی جدید اہم کتب شامل نصاب کیں۔ ٹھوس دینی علوم کے پہلو بہ پہلو میٹرک، ایف۔ اے اور بی۔ اے تک انگریزی، اقتصادیات، سیاسیات اور فلسفہ جیسے جدید

Marfat.com

علوم کو بھی دار العلوم کے نصاب میں شامل کیا۔ دینی علوم کی اس تازہ کاری سے ان کا مقصد ایسے ٹھوس علماء کرام تیار کرنا تھا جن میں مسلم معاشرے کو درپیش نت نئے چیلنجوں سے نبرد آزما ہونے کی پوری اہلیت ہو اور ان کا دائرہ کار صرف مساجد تک محدود نہ ہو نیز علماء اور جدید تعلیم یافتہ دونوں طبقوں کے درمیان روز بروز بڑھنے والی خلیج کو دور کیا جا سکے تا کہ آزادی کے بعد ایک متحدہ قوم وجود میں آ سکے۔

1957ء میں جب آپ نے اپنے مرتب کردہ نصاب کے مطابق تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو انہیں ملک کے دینی و مذہبی طبقے کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ یاروں نے اس نصاب کو دینی علوم کے خلاف سازش سے تعبیر کیا۔ ان علماء کا کہنا تھا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک طالبعلم ایک طرف حدیث شریف کی کتاب پڑھے اور دوسری طرف ساتھ ہی انگریزوں کی زبان پڑھے مگر حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ اللہ پر توکل کر کے اپنی راہ کی ہر مشکل کو خندہ پیشانی سے جھیلتے ہوئے مصروف عمل رہے۔ کیونکہ انہیں اللہ کی دستگیری اور اپنے تیار کردہ نصاب کی افادیت پر پورا یقین تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے اس نصاب کی افادیت کو ثابت کر دکھایا۔ یہ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت کا فیضان ہے۔ آج ملک کے تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس میں قدیم دینی علوم کے علاوہ مختلف سطحوں پر جدید علوم کی تدریس کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ ان کے افراد کو جدید عصری علوم میں ماہر ہونے کی وجہ سے کہیں بھی اجنبیت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ علماء ہوں یا جدید تعلیم یافتہ سکالر سبھی انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کو حصول علم سے عشق تھا۔ شب و روز مطالعہ کتب میں مصروف رہنا ان کی فطرت ثانیہ تھی۔ اپنے عالم شباب میں رات کو عشاء کی نماز کے بعد لالٹین کی روشنی میں مطالعہ کا آغاز کرتے تو لالٹین کی روشنی پر پروانوں کا ہجوم ہو جاتا۔ وہ فرماتے کہ علم کا پروانہ جیتتا ہے یا روشنی کے۔ مطالعہ جاری رہتا یہاں تک کہ فجر کی اذانیں فضا میں گونجنے لگتیں تو انہیں رات کی تنگ دامانی کا احساس ستاتا۔ حضرت پیر محمد کرم شاہؒ کی حصول علم کے لئے شب بیداریوں کو دیکھ دیکھ کر ان کے طلبہ میں بھی جانفشانی سے تعلیم حاصل کرنے کا ذوق پیدا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ادیب عربی، فاضل عربی، میٹرک اور ایف۔ اے بورڈ کے امتحانات میں مسلسل پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کرنے کی فقید المثال روایت قائم کی۔ سرکاری ایجوکیشن بورڈ کے امتحانات میں تسلسل کے ساتھ اعلیٰ ترین کارکردگی کا جو اعزاز و افتخار دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کو حاصل ہے اس کی نظیر حکومتی سرپرستی میں چلنے والا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیمی ادارہ پیش نہیں کر سکتا۔

ان کے کئی شاگرد الازہر یونیورسٹی مصر کی مختلف فیکلٹیز (کلیات) میں بھی ایم۔ اے کی سطح پر پہلی

Marfat.com

اور دوسری پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کا قائم کردہ دارالعلوم ملک کا واحد تعلیمی ادارہ ہے جس کی ڈگری الازہر یونیورسٹی مصر میں تسلیم کی جاتی ہے۔ دارالعلوم کے عدیم النظیر نصاب تعلیم اور ماہر اساتذہ کے فیض سے دارالعلوم کے کسی طالب علم کو فراغت کے بعد کبھی بے روزگاری کے مسئلہ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس کے محبت آمیز نظام تعلیم وتربیت کی وجہ سے اندرون و بیرون ملک سے ہر سال ہزاروں طلباء داخلے کے لئے درخواستیں دیتے ہیں مگر ناکافی گنجائش کی وجہ سے صرف محدود تعداد میں طلبہ کو داخل کیا جاتا ہے۔ باقی سے انہیں معذرت کرنا پڑتی ہے۔

اس وقت دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی اندرون و بیرون ملک درجنوں برانچیں فروغ علم میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں جبکہ مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں چھ سو سے زائد طلبہ اور طالبات کے شعبہ الکلیۃ الغوثیۃ للبنات میں 400 سے زائد طالبات کو تعلیم کے علاوہ طعام وقیام کی سہولتیں مفت فراہم کی جارہی ہیں۔ یہ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایسا صدقہ جاریہ ہے جس سے انشاء اللہ تا قیامت امتِ مسلمہ فیض یاب ہوتی رہے گی۔

حضرت پیر صاحب نے بندے کا اپنے رب سے بندگی کا تعلق مستحکم کرنے کے لئے قرآن حکیم کی شستہ اور بلیغ اردو میں پانچ جلدوں پر مشتمل تفسیر ''ضیاء القرآن'' تصنیف کی جسے آج مقبول ترین اردو تفسیر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس تفسیر کا اعجاز یہ ہے کہ اسے پڑھ کر انسان خود کو اللہ تعالیٰ کے حضور محسوس کرتا ہے اور یوں اس کے لئے اللہ کے احکام پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ تفسیر بالماثور کے تفسیری رجحان کی نمائندہ ہے۔ علمی و تحقیقی پہلو سے اسے تمام مکاتب فکر کے اہل علم مستند تفسیر سمجھتے ہیں۔ اس میں کسی مکتبہ فکر کی وکالت نہیں بلکہ قرآن حکیم کے مفاہیم ومعانی کو ان کے اپنے اصل مطالب میں پیش کر دیا گیا ہے۔ تکلفاً مطلب نکالنے کی کوشش اس میں نظر نہیں آتی۔ فرقہ واریت سے چُور جسدِ اُمت کے لئے حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر مرہم کا درجہ رکھتی ہے۔

وہ اپنے قاری کو آیت کی مناسبت سے جھنجھوڑتے ہیں۔ اسے خواب غفلت سے بیدار کر کے وحدت فکر و عمل کی طرف دلنشیں انداز میں متوجہ کرتے ہیں۔ ضیاء القرآن میں شامل ترجمہ جو اب الگ سے جمال القرآن کے نام سے شائع ہو چکا ہے، کتاب الٰہی کی بلاغت اور اعجاز کلام کا امین ہے۔ یہ تحت اللفظ ہونے کے باوصف بامحاورہ اور مسلسل ترجمے جیسی روانی وسلاست لئے ہوئے ہے۔ یہ ترجمہ چند بار گہرے ذوق سے پڑھنے سے قاری میں یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ قرآن حکیم کو بعد میں ترجمہ کا سہارا لئے بغیر سمجھ سکے۔ زندگی کے تمام شعبوں اور طبقوں کے لوگ چاہے وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں یا کم خواندہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق قرآن حکیم کے حیات بخش پیغام کو اس ترجمہ کی مدد سے سمجھ سکتے ہیں

Marfat.com

اور اس کے لعل و گہر سے اپنے دامن مالا مال کر سکتے ہیں۔ زبان و بیان کے اعتبار سے تفسیر ضیاء القرآن کی اردو زبان کے تفسیری لٹریچر میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ عظیم تفسیر تصنیف کر کے اسلامیان پاکستان پر فہم قرآن کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ انہوں نے سیرت طیبہ کے میدان میں سات ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب ''ضیاء النبی ﷺ'' بھی اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ اس کا ہر صفحہ قاری کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم، نور مجسم محمد رسول اللہ ﷺ سے قریب تر کر دیتا ہے۔ اسے پڑھتے ہوئے قاری کی آنکھیں آنسوؤں سے وضو کرتی ہیں۔ اور اس کا دل عشق رسول ﷺ سے معمور ہو جاتا ہے۔ سیرت طیبہ پر لکھی گئی کوئی کتاب واقعات کی صحت کے باوجود اگر صاحب سیرت (رسول اکرم ﷺ) کی ذات اقدس سے تعلق محبت پیدا نہ کرے تو وہ تاریخ کی کتاب تو ہو سکتی ہے مگر اسے سیرت رسول ﷺ کی کتاب قرار دینا مشکل ہے۔ ضیاء النبی ﷺ کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ قاری خود کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں محسوس کرنے لگتا ہے اور اس کا دل نور نبی ﷺ سے منور ہو جاتا ہے۔ امتی کو سرکار دو عالم ﷺ کے عشق کی دولت سے مالا مال کر دینا حضرت پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمۃ کے قلم کا اعجاز ہے۔ یہ نعمت لکھنے والوں کو کم نصیب ہوتی ہے۔

ممتاز مذہبی سکالر ڈاکٹر محمد میاں صدیقی کے مطابق گذشتہ پچاس سالوں میں سیرت طیبہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں ضیاء النبی ﷺ سب سے مفصل، مستند اور زبان و بیان کے اعتبار سے عمدہ ترین کتاب ہے۔

سنت کی شرعی حیثیت کا انکار کرنے والوں کے اعتراضات کے جواب میں حضرت ضیاء الامت نے نہایت علمی اور محبت آمیز انداز میں سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی جو اپنے موضوع پر شاہکار کتاب مانی جاتی ہے۔ انہوں نے بحیثیت سجادہ نشین اور روحانی پیشوا راہ طریقت میں بھی کئی گلستان آباد کئے۔ ان کا ہاتھ دست سوال نہیں دستِ عطا تھا۔ کسی سے کچھ طلب کرنا تو درکنار کسی کے اصرار پر بھی انہوں نے کبھی کچھ نہ لیا۔ فیلڈ مارشل ایوب خان سے لے کر موجودہ وزیر اعظم نواز شریف تک سب حکمران اصرار کرتے رہے کہ اپنے لئے نہ سہی دار العلوم کے لئے ہی کچھ قبول فرمالیں۔ مگر ان کا ایک ہی جواب ہوتا کہ جس کا یہ دار العلوم ہے، وہی ذات اقدس اس کے لئے کافی ہے۔ یہ شانِ استغناء انہی ہستیوں کو ارزانی ہوتی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص دستِ کرم ہو۔

آپ خانقاہی نظام کو پھر سے علم و عرفان کے جیتے جاگتے مراکز میں تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ اپنی اس تمنا کو عملی شکل دینے کے لئے وہ ایک تحریک کے انداز میں ملک کے تمام قابل ذکر آستانوں پر

Marfat.com

تشریف لے گئے۔ سجادہ نشین انہیں نذرانے پیش کرتے تو وہ فرماتے: مجھے ان نذرانوں کی حاجت نہیں۔ مجھے اپنا کوئی لائق صاحبزادہ دیجئے۔ میں اسے اپنے دارالعلوم میں پڑھا کر عالم دین بناؤں گا تا کہ وہ واپس آ کر اسلام کی ٹھوس خدمت کر سکے۔ ایسے پیرزادگان کی تعلیم و تربیت پر وہ خصوصی توجہ دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک عالم دین بن جائے تو اس درگاہ سے وابستہ ہزاروں لاکھوں افراد شریعت کے تابع ہو جاتے ہیں۔ ان کی خواہش تھی کہ ہر آستانے پر دارالعلوم قائم ہو تا کہ وہاں کے عقیدت مند دینی و عصری علوم سے فیضیاب ہو کر صحیح معنوں میں اپنی دنیا و آخرت سنوار سکیں۔ وہ بعض آستانوں پر ہونے والے غیر شرعی کھیل تماشوں کا انسداد بڑی جرأت مندی سے کیا کرتے تھے۔

حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل کا پیکرِ جمیل تھے۔ تواضع و انکساری نے ان کی عالمانہ شان کو چار چاند لگا رکھے تھے۔ کسی کی دل آزاری جیسے ان سے ممکن ہی نہ تھی۔ ان سے پہلی بار ملنے والا آدمی یہ محسوس کرتا جیسے برسوں سے تعلق خاطر ہو۔

حضور سرکار دو عالم ﷺ کی لاڈلی امت سے انہیں عشق تھا۔ اسے پہنچنے والی معمولی تکلیف بھی انہیں بے چین کر دیا کرتی تھی۔ کشمیری مسلمانوں کی آزادی کے لئے ہمہ وقت دعا گو رہتے تھے۔ اسلام اور پاکستان ان کا معیارِ محبت تھا۔ انہیں ہر اس شخص سے محبت تھی جو اسلام کے فروغ اور پاکستان کے استحکام کے لئے کوشاں ہوتا۔ وہ اسلام کو پاکستان کی بقاء و استحکام کی ضمانت سمجھتے تھے۔ ان کی عزیز ترین خواہش تھی کہ پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کامل طور پر نافذ ہو۔ یہاں نہ صرف ملکی قوانین شریعت کے مطابق ہوں بلکہ ملک کا اقتصادی و سماجی نظام بھی اسلام کی ہمہ گیر تعلیمات کے عین مطابق ہو۔ اسی جذبے کے زیر اثر انہوں نے 1981ء میں وفاقی شرعی عدالت کا جج بننا قبول کیا۔ 1982ء میں انہیں ترقی دے کر سپریم کورٹ کی شریعت اپیلیٹ بینچ کا ممبر (جج) مقرر کر دیا گیا۔ اس دوران انہوں نے متعدد ایسے فیصلے تحریر فرمائے جو ملکی قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کا باعث بنے۔ آپ سترہ سال کا طویل عرصہ اعلیٰ ترین عدلیہ سے وابستہ رہے۔ مگر کبھی تنخواہ نہ لی۔ بے غرضی کے ساتھ شریعت کے نفاذ کی کوشش ہی ان کا مطمع نظر تھا۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ دین کے لئے دور دراز کے سفر کی صعوبتیں بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا کرتے تھے۔ آپ نے اندرون و بیرون ملک سینکڑوں علمی کانفرنسوں میں تحقیقی مقالات پڑھے۔ ان میں سے کچھ "مقالات ضیاء الامت" کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ جبکہ کچھ مقالات ہنوز دستِ ترتیب کے منتظر ہیں۔

اکتوبر 1970ء میں حضرت ضیاء الامت نے دینی و علمی مجلہ ماہنامہ ضیائے حرم کا اجراء فرمایا۔

Marfat.com

آپ نے 1981ء تک بحیثیت مدیر اعلیٰ اس کی ادارتی ذمہ داریاں سرانجام دیں۔ اس دوران وطن عزیز کئی مدوجزر کا شکار رہا۔ آپ کا اداریہ سر دلبراں ضیائے حرم کی روح رواں ہوتا تھا۔ اس میں آپ حالات حاضرہ پر نہایت دلنشین انداز میں قلم اٹھاتے۔ حکمرانوں کی بے اعتدالیوں پر ان کی گرفت کرتے ہوئے صحیح طرز عمل کی نشاندہی بھی فرماتے۔ ان کی تنقید بغض کی بنیاد پر نہیں بلکہ خیر خواہی کے جذبوں سے معمور ہوتی تھی۔ ضیائے حرم کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے آپ نے اس کے کئی وقیع نمبر شائع کئے جنہیں اپنے اپنے موضوع پر انسائیکلوپیڈیا مانا گیا ہے۔ ان میں چند خصوصی اہمیت کے نمبر یہ ہیں: فاروق اعظم نمبر، صدیق اکبر نمبر، میلاد النبی نمبر، شمس العارفین نمبر اور شیخ الاسلام نمبر۔

حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سب سے اہم حیثیت میری نظر میں بہترین معلم کی تھی۔ مفسر، سیرت نگار، ماہر تعلیم، سپریم کورٹ کے جج اور صاحب سجادہ ہونے کی حیثیتوں میں بھی آپ ملک و ملت کے معلم کا فریضہ سرانجام دیتے نظر آتے ہیں۔ آپ نے قرطاسِ عالم پر ایسے سبق آموز نقوش ثبت کئے ہیں جن سے ملت اسلامیہ ہمیشہ استفادہ کرتی رہے گی۔ آپ کے کارنامے اتنے متنوع، وقیع اور دوررس ہیں کہ کئی ادارے مل کر بھی ان میں سے کوئی ایک یا ان جیسا کوئی ایک کارنامہ بھی سرانجام نہیں دے سکتے۔

ان انقلاب آفریں کارناموں اور کامیابیوں کی سب سے بڑی وجہ ان پر فیاضِ عالم کا خصوصی دستِ کرم تھا، جس نے ظاہری وسائل کی کم یابی اور حالات کی ناسازگاری کو بھی ان کے راستے کی چٹان نہ بننے دیا۔ ہر کٹھن موقع پر اللہ رب العزت کا دستِ قدرت ان کا ہاتھ تھام کر بامراد کر دیتا۔ اس کی دوسری وجہ اپنے مقدس مشن کی حقانیت کا یقینِ کامل اور منزل کا واضح تعین تھا۔ جب تک یہ اثاثہ سفر انسان کے ہم دوش نہ ہو اس وقت تک کامیابیاں خواب وخیال ہی رہتی ہیں۔ اللہ ورسول ﷺ کی رضا کی چادر ہمیشہ حضرت ضیاء الامت پر سایہ فگن رہی۔ ایک لمحہ کے لئے منزل ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوئی۔ آپ آدم گر تھے۔ آدمی کو انسان بنانا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ مگر یہ کام انہوں نے کس احسن انداز میں سرانجام دیا۔ یہ آپ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ شریف تشریف لے جا کر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

آپ کو درس وتدریس سے عشق تھا۔ آپ نے صحت وحضر میں کبھی اپنے طلبہ کو پڑھانے میں ناغہ نہ کیا۔ سپہر علم وحکمت کے آفتاب ومہتاب ہونے کے باوصف ہمیشہ اسباق کا مطالعہ اور تیاری کے بعد اسباق پڑھایا کرتے تھے۔ اپنے طلبہ کو بھی مطالعہ کرنے کی تاکید فرماتے۔ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے پرتو دارالعلوم کے فاضل اساتذہ بھی ہمیشہ بھرپور تیاری کے بعد طلباء کو پڑھاتے ہیں۔ اس طرزِ تعلیم نے دارالعلوم کے معیار کو رشکِ صد عالم بنا دیا ہے۔ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ طلباء کو ان

Marfat.com

کے اسباق پڑھانے کے دوران ایسے لطیف نکات بیان فرماتے جو تعمیر سیرت کے لئے ناگزیر ہوتے۔ کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کی شہادت دے رہا ہوتا تھا۔ اس لئے جو کچھ زبانِ مبارک سے جاری ہوتا سننے والوں کے دلوں پر نقش ہو جاتا تھا۔ طلباء اس پیکرِ اخلاق کے قالب میں ڈھلتے جاتے۔

آپ کے طلباء کو ملنے والے اجنبی انہیں دیکھ کر ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے پاکیزہ اطوار اور ذہین وفطین طلباء کا ذکر ہی کیا راقم ایسے نالائق وکم فہم بھی زمانے کی نگاہوں میں عزیز ہیں۔

حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ ایامِ صحت میں جب بھیرہ شریف تشریف فرما ہوتے تو جامع مسجد امیر السالکین میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے اور اس کے لئے گھنٹوں مطالعہ فرماتے۔ آپ اپنے طلباء کو بھی گاہے بگاہے یہ نہایت ضروری ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ اگر آپ حضرات کسی مسجد میں خطبہ جمعہ دیتے ہیں اور وہاں آدھ گھنٹہ تقریر کرتے ہیں جسے سننے کے لئے ایک سو افراد مسجد میں موجود ہیں تو گویا انہوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے آپ کو 50 گھنٹے دیئے ہیں۔ اس لئے آپ پر لازم ہے کہ آپ بھی حقوق العباد اور ان کے ذوقِ سماعت کا احساس کرتے ہوئے خطبہ جمعہ کے لئے پانچ چھ گھنٹے مطالعہ کریں۔ مساجد کے خطیب حضرات اگر ضیاء الامت کی اس ہدایت کو حرز جاں بنالیں تو آج بھی مسجدوں کی رونق دوبالا ہو سکتی ہے۔

حضرت ضیاء الامتؒ پر اللہ رب العزت کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور شوکت اسلام کے لئے آپ کی خدمات جلیلہ کو شرفِ قبولیت بخشے اور انہیں اپنے حریم قرب میں بلند مقام عطا فرمائے۔

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین

Marfat.com

ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے تشکیلی عناصر

محمد اسلم الوری

علم و فضل میں نمایاں...... تقویٰ و پرہیزگاری میں یکتا...... اعلائے کلمۃ الحق میں سرگرم...... تعمیر و اصلاحِ قوم میں سرگرداں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے فکر مند...... علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ مقام مصطفیٰ ﷺ کا محافظ...... نظامِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں...... عالمی سطح پر امت مسلمہ کو درپیش خطرات سے باخبر...... تلامذہ پر شفیق...... ارادت مندوں پر مہرباں...... قلم معجز رقم...... زبان حقیقتوں کی ترجمان...... بلند قامت و سربلند...... آنکھیں چشم کرم...... نظریں سوئے حرم...... سخن دلنواز...... طبیعت گداز...... ذہن جدت طراز...... خواص میں ممتاز...... عوام میں بندہ نواز...... نرم دم گفتگو...... گرم دم جستجو...... لب کھولے تو موتی رولے...... قرآن کا ترجمہ کرے تو ہر لفظ جمال ٹھہرے...... تفسیری نکات بیان کرے تو کتابِ مبین کی ضیاء پاشیوں سے قلب و روح منور ہو جائیں کمالاتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قلم اٹھائے تو نوکِ خامہ چشمہ نور بن جائے...... صفحہ ہستی پر یہ نقوش ابھریں تو جو پیکرِ جمیل بنتا ہے اسے دنیا ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

سچ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ روز پیدا نہیں ہوتے...... اور ہو بھی کیسے سکتے ہیں؟ انسان سازی کوزہ گری نہیں کہ جو جب جتنے چاہے بنالے...... یہ سنگ تراشی نہیں...... انسانی پیکر تراشا ہے۔ اس کا خمیر مقام خاص سے آتا ہے۔ یہ وہ غنچہ ہے جس کی حنا بندی خود فطرت کرتی ہے...... 1918ء میں رمضان المبارک کو جنم لینے والے محمد کرم شاہ کو پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ بننے کے لئے جن صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ اس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو تخلیق و تشکیل کے جانگسل تجربہ سے واقف ہیں۔

وہ اپنے معاصرین میں جنم دن سے ممتاز تھے بھیرہ کی مردم خیز سرزمین پر علم و حکمت سے لبریز روحانی خانوادے میں آنکھ کھولی ہاشمی خون رگوں میں شامل تھا...... ایک عابدہ صالحہ ماں کا دودھ پی کر لقمہ، حلال سے پرورش پائی۔ شعور کی آنکھ کھولی تو قبلہ والد محترم کے علاوہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے مولانا محمد قاسم بالاکوٹی، مولانا محمد دین اور مولانا غلام محمود جیسے قابل و باصلاحیت اساتذہ تعلیم و تربیت کو موجود تھے۔ یہ وہی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ ہے جو 1925ء میں مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے موقع پر حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر پنجاب میں سب

Marfat.com

سے پہلے وجود میں آیا۔ مقامی اساتذہ سے علوم وفنون کی تکمیل پر نوجوان محمد کرم شاہؒ کی علمی پیاس دوچند ہوتی گئی...... علم وعرفان کی چوٹیاں سر کرنے کا عزم لے کر یہ باہمت نوجوان بادۂ علم کی جستجو میں مولانا وہاج الدین اور مولانا کافی مراد آبادی جیسے مجاہدین جنگ آزادی کی عظیم سرزمین مراد آباد (بھارت) کا رخ کرتا ہے۔ یہاں برصغیر میں چمنستانِ حجاز کے پیمانہ بردار مجدّد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فیوض و برکات کا چشمہ جاری کیے ہوئے ہیں۔

یہ صدر الافاضل کون ہیں؟ علوم وفنون کا ہمالہ...... امام احمد رضا کے افکار وتعلیمات کا امین...... تاریخی وتہذیبی تقاضوں سے باخبر...... سیاستِ حاضرہ اور مسائل جدیدہ کے ماہر...... اصلاح وتعمیر کے جذبہ سے سرشار...... اعلیٰ صحافتی اقدار کے نقیب...... عمدہ تنظیمی صلاحیتوں کے مالک...... حکیمانہ اسلوب اور بصیرت وآگہی کے حامل...... تخیل پاکستان کے اولین موید وصورت گر...... بحر العلوم مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔

نووارد کا اشتیاق علمی وباطنی استعداد ذہنی وقلبی رجحانات بلندیٔ خیال کچھ کر دکھانے کی امنگ اور حق وصداقت کے لئے تن من دھن کی قربانیاں دینے کا عزم وحوصلہ دیکھ کر گویا مدت دراز سے کسی گوہر کے متلاشی استاد کی امید بر آئی... کردار سازی کا فن انہیں خوب آتا تھا۔ مفتی اعظم ابوالبرکات سید احمد، مفتی احمد یار خان نعیمی، مفتی نور اللہ بصیر پوری اور مفتی محمد حسین نعیمی رحمہما اللہ علیہ جیسے اکابر علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ اب گوہر آبدار ہاتھ آیا تو انہوں نے تعلیم وتربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ امام احمد رضا کا عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فقہی بصیرت اور محدث کچھوچھوی کا اسلوب بیان، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ کی حق گوئی وبے باکی اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمہما اللہ علیہ کا تنظیمی شعور آپ نے یہ ورثہ نوجوان محمد کرم شاہ کو سپرد کرتے ہوئے طمانیت قلب کا اظہار کیا اور فرمایا...... ''میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے جو امانت میرے سپرد کی تھی، آج وہ میں نے اس کے اہل شخص کے حوالے کر دی۔''

1943-44ء کا دور بڑا ہی پرآشوب تھا۔ نوجوان محمد کرم شاہ مراد آباد سے تبلیغ دین، علوم اسلامیہ کی ترویج، سواد اعظم کی شیرازہ بندی، اتحاد ویگانگت اور برصغیر میں مسلمانوں کے لئے ایک آزاد وخودمختار اسلامی مملکت کا مشن لے کر نکلے تھے۔ صدر الافاضلؒ کی سرپرستی میں نکلنے والا ہفت روزہ الفقیہ امرتسر 1942ء کے اوائل ہی سے اپنی لوح پر الفقیہ امرتسر (پاکستان) لکھنے لگا۔

یہ تھا وہ فیضان اور نصب العین کی صداقت پر ایمان جس نے پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو پنجاب کی

Marfat.com

صوبائی مجلس عاملہ کا رکن اور سرگودھا مسلم لیگ کا صدر بنا ڈالا۔ تحریک پاکستان میں مقامی یونینسٹ جاگیرداروں اور کانگریس واحرار کے خلاف آپ کی جدوجہد آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

صدر الافاضل کے بعد جس شخصیت نے آپ کے افکار و خیالات کو متاثر کیا وہ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات تھی۔ فکرِ اقبال اور امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے افکار میں قدر مشترک تھی۔ علامہ اقبال امام احمد رضا کی تحریک پر ہی تحریک ترک موالات میں عملی شرکت سے گریزاں رہے۔ دونوں کی فکر کا سرچشمہ ذاتِ رسول ﷺ اور برصغیر میں مسلم تشخص کا احیاء دونوں کا مطمع نظر تھا۔ صدر الافاضل اس فکری اشتراک کے سب سے اہم موید و معاون تھے۔ کلامِ اقبال کے مطالعہ نے پیر محمد کرم شاہ کے اندر خودداری، فقر غیور، اتحادِ اسلامی، عشقِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جہدِ مسلسل کے ان جذبات کو پروان چڑھانے میں مدد دی جو گھریلو تربیت، اساتذہ کی صحبت اور صدر الافاضل کے زیر اثر ان میں پہلے ہی فروغ پا چکے تھے۔ حکیم الامت کے افکار سے انہیں فقہ اسلامی کی عصری تقاضوں کی روشنی میں تدوینِ نو اور اجتہاد کی ضرورت و اہمیت جیسے مسائل کے ادراک میں مدد ملی۔ اکتوبر 1970ء میں برصغیر کے ممتاز نعت گو اور صحافی حافظ مظہر الدین کی تحریک پر ماہنامہ ضیائے حرم کا اجراء ہوا تو آپ نے اسے فقرِ غیور اور عشقِ خود آگاہ کے نقیب کے طور پر متعارف کرایا۔

آپ کی روحانی تربیت میں آپ کے والدین کے بعد جس شخص نے نمایاں کردار ادا کیا۔ وہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔ آپ صوفیاء چشت کے چشم و چراغ، مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی کے سلسلہ تلمذ سے وابستہ اور علوم شریعت و معرفت کے بحر بیکراں تھے۔ خلوص وللّٰہیت، سادگی و درویشی، فقر و استغناء برطانوی سامراج سے گریز و نفرت، اشتراکی نظریات کے خلاف علمی و عملی جہاد اور وطن میں ایک صحیح اسلامی و فلاحی ریاست کی تشکیل آپ کی شخصیت کے ایسے پہلو ہیں جنہوں نے پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر بھی دوررس اثرات چھوڑے۔

حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی تشکیل میں ایک اور اہم عنصر دنیائے اسلام کی معروف درس گاہ جامعہ الازہر کا ماحول ہے۔ جہاں آپ 1951ء سے 1954ء تک قیام پذیر رہے۔ دورانِ تعلیم یہاں آپ کو دنیا بھر کے مسلم طلباء و اساتذہ سے میل جول اور ان کے علاقائی مسائل کی تفہیم کا موقعہ ملا۔ جامعہ الازہر کے اساتذہ کے زیر اثر مختلف مذاہب فقہ کا تقابلی مطالعہ بھی آپ کے افکار و خیالات میں اعتدال پسندی اور رواداری کا باعث بنا۔ مصر اور خاص کر جامعہ الازہر کے حلقوں میں علامہ اقبال کے افکار کی مقبولیت نے آپ کے اندر انفرادی و گروہی مسائل پر توانائیاں صرف کرنے

Marfat.com

کے بجائے ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی مسائل پر غور وفکر کرنے کے رویوں کو پروان چڑھایا۔ وسعت نظر، عمیق فکر، معاملات میں رواداری، علمی مباحث کو عناد سے محفوظ رکھنے، دوسروں کی رائے کو وقعت دینے، اختلافی نقطہ نظر اور تنقید کو بلند حوصلگی سے برداشت کرنے اور اتحاد بین المسلمین جیسے رویوں کی تشکیل میں جامعۃ الازہر کے اثرات نمایاں دکھائی دیتے تھے۔

جامعہ الازہر میں آپ کی آمد نہ صرف علمی ترقی اور وسعت میں معاون ثابت ہوئی بلکہ بطور پاکستانی طالب علم آپ کی محنت شاقہ، علم سے لگن، معمولات زندگی اور حسنِ عقائد نے نجدی علماء کے زیر اثر امام احمد رضا خان بریلوی اور خصوصاً صوفیاء ہند و پاک کے خلاف جاری مذموم پروپیگنڈے کے اثرات کو زائل کرنے میں بھی بے حد مدد دی۔ آپ 1954ء میں اسلامی قانون میں امتیازی شان سے ایم۔اے آنرز کرنے کے بعد کامیاب و کامران وطن لوٹے تو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ جامعہ الازہر کے سامنے نامکمل سا نظر آنے لگا۔ کانوں میں ابھی تک حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ گونج رہے تھے:

> ''میدان عمل کی وسعت عقل کو حیران کرتی ہے۔ دشمن کی سبھائیں اور تعلیم گاہیں ملک کے گوشہ گوشہ میں کام کر رہی ہیں۔ ایسی حالت میں بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ملک کے اطراف و جوانب اور صوبہ صوبہ سے باثر علماء اور حامیانِ ملت کو حرکت دی جائے۔ قصبات میں محلہ وار مدرسے کھولے جائیں اور نصاب مقرر کیا جائے۔ ملک میں دو چار ایسے کامل النصاب مدرسہ ہونے ضروری ہیں جو جملہ علوم وفنون کی تکمیل کا عمدہ ذریعہ ہوں اس کو مدرسہ عالیہ کہنا چاہئے۔ باقی مدارس اس کے ماتحت ہوں۔''

1957ء میں والد ماجد کے وصال کے بعد مدرسہ و خانقاہ کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو آپ نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کو اپنے مشاہدات و تجربات کی روشنی میں نئے سرے سے تشکیل دیا کہ ایک کامل النصاب مدرسہ عالیہ کے قیام کا دیرینہ خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس اپریل 1946ء میں آپ کے شیخ طریقت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں منظور ہونے والی ابتدائی تعلیم کے فروغ، مرکزی دارالتبلیغ، مرکزی دارالافتاء، معیاری دارالتصنیف، بیت المال، دارالمبلغین، دارالقضاء کے قیام اور خانقاہوں کی اصلاح کی قراردادیں ایک طویل المیعاد پروگرام کے طور پر عمر بھر آپ کے پیش نظر رہیں۔ آپ ان مقاصد حسنہ کے حصول کے لئے عمر بھر سرگرم عمل رہے۔ 1970ء میں شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی کی قیادت میں جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت، بعد ازاں خواجہ صاحب کی مسند صدارت سے سبکدوشی کے بعد

Marfat.com

بطور نائب صدر اول خواجہ صاحب کی نیابت، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بھرپور شرکت، اشتراکی نظریات اور الحاد و بے دینی کے خلاف علمی و قلمی جہاد اور بھٹو حکومت کے خاتمہ کے بعد نفاذِ شریعت کے لئے مرحوم صدر ضیاء الحق کے ساتھ اشتراک کار...... ان سب مراحل میں ملی مصالح، دین حق کی سربلندی، حقوق اہلسنّت کا تحفظ اور اتحاد اسلامی کے پاکیزہ مقاصد ہی آپ کے پیش نظر رہے۔

یہ اعلیٰ حضرت کا جذبہ حُبِ رسول ﷺ، صدر الافاضل کا دیا ہوا تنظیمی شعور، اقبال کا عشق خود آگاہ، شیخ الاسلام کا فقر غیور اور والدین و اساتذہ کی تربیت کا ثمرہ تھا کہ ضیاء الامت نے بطور معلم و مدرس، شیخ طریقت، وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے جج، ضیائے حرم کے مدیر اعلیٰ قومی تعلیمی و اقتصادی کمیشنوں کے رکن، ملکی و غیر ملکی جامعات کے مشیر...... ایک بھرپور اور ارفع زندگی گزاری اور قومی زندگی کے ہر اہم شعبہ پر اپنی شخصیت کے گہرے نقوش ثبت کئے۔

حیات مستعار کے اسی برس ہونے کو آئے تو قریباً زندگی کے تمام اہداف مکمل ہو چکے تھے۔ 1918ء میں جنم لینے والا محمد کرم شاہ...... ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری بن کر آسمانِ علم و حکمت پر جگمگا رہا تھا...... قادیانی دجّال کے خلیفہ حکیم نور الدین بھیروی کے وجود سے آلودہ بھیرہ کی سرزمین نے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر دیا تھا۔ اکیلے پیر محمد کرم شاہؒ نے وہ کام کر دکھایا جو سینکڑوں افراد اور ادارے مل کر نہ کر سکے۔

7 اپریل کو آخر کار وہ ساعت آن پہنچی جس کے لئے ہر پیکرِ خاکی کو جان عطا کی جاتی ہے۔ وقتِ رخصت بس ایک دل آویز مسکراہٹ تھی کہ لبوں پر رقصاں تھی...... تعمیر کاروان کی محنت رنگ لائی تھی...... محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا اقبال بلند تھا۔ اپنے دامن میں دین و دنیا کی نعمتیں سمیٹے وہ دوسروں کے لئے ایسی حجت بن چکے تھے جس پر خود شمس و قمر نازاں تھے...... صحنِ ذات میں حُسنِ عمل کے پھول کھلے تھے...... شبستان وجود قرآن و سنت کی ضیاء پاشیوں سے روشن تھا...... سوگوار چہروں پر ضیاء الامت سے عقیدت کی شبنم برس رہی تھی اور خود ان کی روح نفسِ مطمئنہ کا روپ دھار کر اپنی مساعی جمیلہ کی کامیابی پر مسرور شاداں و فرحاں حریم کبریا کی جانب محو پرواز تھی۔ افلاک سے ابدی سعادتوں کا اعلان ہو رہا تھا...... ''اے نفسِ مطمئن واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی (اور) وہ تجھ سے راضی...... پس شامل ہو جاؤ میرے (خاص) بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں''۔

(سورۂ فجر آیت 27 تا 30)

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت کا مختصر ذکرِ جمیل

ڈاکٹر محمد اختر چیمہ

جناب پیر صاحب نور پیکر محمد کرم شاہ ماہ منور

حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری چشتی بھیروی رحمۃ اللہ علیہ علم و عرفان کے علمبردار، عشق و عمل کے قائل اور تالیف قلوب کے ماہر تھے۔ موجودہ دور کے چند چیدہ سر برآوردہ اور جید علمائے اہل سنت اور فقرائے ملت پاکستان میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت ضیاء الامت نے سن شعور سے لے کر وصالِ یار تک ہر مرحلے میں تبلیغ دین مبین اور احترام شریعت محمدی علیہ السلام کو ملحوظ خاطر رکھا۔ جامعۃ الازہر مصر سے سند فراغت پانے کے بعد فروغ علم کو اپنا مطمع نظر اور زندگی کا حاصل قرار دیا۔ آپ بیک وقت مؤسس، مدرس، معلم، مقرر، مدبر، مفکر، مؤلف، مصنف، مفسر، محدث، متصوف، محسن، منصف مزاج، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت نگار کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کی دینی، علمی، ملی، سماجی اور عرفانی خدمات ہمہ جہت ہیں۔ اس مختصر تحریر میں فقط چند پہلوؤں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔

1۔ ضیاء القرآن کے عنوان سے آپ نے پانچ جلدوں پر مشتمل تفسیر قرآن حکیم تصنیف فرمائی جو جملہ تفاسیر میں اپنی مثال آپ ہے۔ پیر صاحب کا اسلوب نگارش علیحدہ اور طرز کلام عمدہ ہے۔

2۔ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی سے پیر محمد کرم شاہ صاحب نے سات جلدوں میں اپنے رشحات قلم سے سیرت طیبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے جس کی ہر دل عزیزی بے نظیر ہے۔ انہوں نے نہایت عشق و دل بستگی اور ادب و ارادت کے ساتھ سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ سیرت کی یہ تالیف لطیف نور علیٰ نور ہے۔

3۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اور بھیرہ سے تقریباً گزشتہ اٹھائیس سال سے تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ بلا انقطاع شائع ہو رہا ہے۔ اس کے متعدد خاص نمبر بھی اشاعت کے مراحل سے گزر کر خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ہر شمارہ قارئین اور اہل دانش پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دینی اور صوفیانہ مجلات میں اس کا معیار سربلند ہے۔ بڑے بڑے عالم فاضل لوگ اور محققین اس کے مقالہ نگاروں میں شامل ہیں۔

4۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کی اسلامی کتب خانوں اور ناشرین میں اپنی ایک الگ حیثیت ہے۔ کتابوں کی طباعت اور متعلقین اور خریداروں کے ساتھ معاملات میں کبھی کسی کی زبان سے حرف

Marfat.com

شکایت سننے میں نہیں آیا۔

5۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف نے روز تاسیس سے لے کر آج تک پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی اور سرپرستی میں ماشاء اللہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کی ہے۔ اس کی پیروی میں آپ کے بعض مخلص محبین نے اندرون اور بیرون ملک بھی کئی شاخیں کھولی ہیں جو بحمد اللہ کامیابی کے ساتھ اپنے علمی سفر پر رواں دواں ہیں اور ان اداروں سے فارغ التحصیل طلباء وطن عزیز پاکستان اور دنیا کے مختلف حصوں میں علمی، ادبی اور دینی سرگرمیوں میں خلوصِ نیت سے مصروف کار ہیں۔

6۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب کی نسبت طریقت سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ کے خانوادہ سیالویہ سے مربوط ہے اور آپ نے سلوک وطریقت کے میدان میں بھی خوب کمال حاصل کیا ہے۔ ہزاروں ارادت مند اور مریدین آپ کے حلقہ احباب اور حلقہ ارادت میں شامل ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے علاوہ باہر بھی متعدد ممالک میں آپ کے خدام تبلیغ دین اور تصفیۂ قلوب میں مشغول ہیں اور عاشقان الٰہی اور سالکان طریقت کے دلوں کو گرما رہے ہیں۔

7۔ اولاد امجاد میں آپ کے سبھی صاحبزادگان علم وآگہی کے زیور سے آراستہ ہیں۔ آپ کے قائم کردہ مختلف اداروں کی سرپرستی فرما رہے ہیں اور آپ کی روشن کردہ شمعوں کے ذریعے علم دین کی ضیاء پاشیاں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔

8۔ حضرت پیر صاحب نے عرصہ دراز تک اسلام آباد میں بیٹھ کر بطور جسٹس وفاقی شرعی عدالت انصاف کے ایوانوں میں خدمات انجام دیں اور بغیر لگی لپٹی کے اپنے فرائض منصبی بطریق احسن انجام دیئے۔

9۔ جناب پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان کے ممبر اور چیئرمین بھی رہے۔ آپ نے بلا مصلحت اور بلا تفریق بے لوث اپنے فرائض کو پورا کیا۔

10۔ محترم پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان، استحکام پاکستان، ردمرزائیت، پاکستان میں قیام نظام مصطفیٰ ﷺ اور اسلامی ممالک میں نظام اسلام کے انعقاد کی خاطر بڑے ایثار سے کام لیا۔ آپ کی ملکی، ملی، سیاسی، سماجی، منصبی، دینی، عرفانی، ادبی، علمی، شرعی، نشریاتی، اشاعتی اور تبلیغی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تحریری نمونہ بہ اختصار پیش خدمت ہے۔

''وہ صحرا جو صدیوں سے سنسان پڑے تھے، وہ وادیاں جہاں موت کا سناٹا خیمہ زن تھا، وہ وسیع وعریض فضائیں جہاں ہر وقت ''ھو'' کا عالم طاری تھا۔ اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو اس نے اپنی حیات بخش کرنوں سے وہاں کی دنیا ہی بدل ڈالی۔

حضور سرکار دوعالم ﷺ کے فیض تربیت سے صحرائے عرب کے بدو چند سالوں میں ہی

Marfat.com

ایک ایسی عالمی طاقت بن کر ابھرے کہ مشرق و مغرب میں ان کا پرچم لہرانے لگا اور عالم انسانیت کی راہبری کے فرائض اس طرح انجام دیئے کہ چرخِ نیلوفری نے اس کی مثال نہ اب تک دیکھی تھی اور نہ پھر کبھی دیکھے گا"۔

صاحبزادہ میجر محمد ابراہیم فرماتے ہیں:

"وہ شخص چلا گیا جس نے عشروں تک انسانوں میں جہالت کی دولت بانٹنے والوں کے خلاف جہاد اکبر کیا۔ متلاشیان علم کو علم کی دولت سے مالا مال کیا۔ جو حق سمجھا وہی کیا اور پھر اس پر ڈٹ گیا۔ وہ شخص نہیں رہا جس نے حلال کمایا اور حلال کھایا اور کھلایا۔ اس مادیت زدہ دور میں کارخانے اور کوٹھیاں بنانے کی بجائے اسلام کے قلعے تعمیر کیے۔"

بقول شخصے حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے آباؤ اجداد حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح شریعت وطریقت کی ضیاء اور علم وادب کا روشن چراغ تھے۔ آپ کی ساری زندگی حصول علم اور فروغ علم کا حوالہ بن چکی ہے۔ آپ کا علم اتنا مستند کہ خود ایک حوالہ قرار پایا۔ آپ کا طرز تحریر جدید ادب کا انوکھا باب اور مثالی قرار دیا گیا۔ آپ کا طرز تدریس مدرسین کے لئے نمونہ اور طلباء کے لئے ہر دل عزیز مشہور ہو گیا ہے۔

اسلام کی عالمگیر دعوت وتبلیغ کے لئے دنیا کے کثیر ممالک میں نہ صرف سفر کیے بلکہ اپنے تیار کردہ مبلغین و فاضلین کو دور دراز علاقوں میں خدمت دین کے لئے مقرر فرمایا۔ جامعہ الازہر سے سند کیا لی کہ خود ایک سند بن گئے۔ آپ کے قلم سے نکلا ہوا ہر لفظ علم وادب کا سرمایہ اور قرآن وسنت کی ضیاء ہے۔ آپ کا مقام جاننا ہو تو ضیاء القرآن پڑھ لیں۔ اس کی کیفیت ولذت محسوس کرنی ہو تو ضیاء النبی ﷺ میں غور کر لیں۔ اس کی استقامت کا جائزہ لینا ہو تو وفاقی شرعی عدالت سے پوچھ لیں اور اس کا مشاہدہ کرنا ہو تو بھیرہ شریف جا کر دیکھ لیں۔ ضیاء القرآن فروغ علم وفکر کی تحریک کا نام ہے۔ جو مسجد سے لیکر وفاقی شرعی عدالت اور بھیرہ شریف سے لیکر دنیا تک پھیل گئی۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز　　یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

اللہ کریم بوسیلہ جلیلہ سید المرسلین ﷺ قبلہ پیر صاحب موصوف کی مساعی جمیلہ اور علمی ودینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ ان کے پسماندگان اور پیروکاروں کو نونہالان چمن کی بہتر تعلیم وتربیت اور آبیاری کی توفیق مزید عنایت کرے۔ آپ کے جاری کردہ منصوبوں کو ہر طریقے سے دوام بخشے اور خانوادہ محترم کے متوسلین، معتقدین اور مریدین کو ہمیشہ آپ کے فیوض وبرکات سے سرفراز فرمائے آمین۔

ناز میخانہ و مے نام ونشان خواہد بود　　سر ما خاک رہ پیر مغان خواہد بود

Marfat.com

علم وحکمت کا روشن ماہتاب

پیر محمد امین الحسنات شاہ

9/10 ذی الحجہ کی درمیانی شب علم وحکمت کا روشن ماہتاب پردوں کی اوٹ میں چلا گیا۔ اس رات ہزاروں دلوں کی دھڑکن اور لاکھوں روحوں کا قرار چھن گیا۔ اس رات وہ عظیم انسان رخصت ہوا جس کے سوگواروں میں ہم ہی نہیں سارا عالم اسلام شامل ہے۔ کیونکہ محسنِ دین وملت ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ پوری ملت اسلامیہ کا مشترکہ اثاثہ تھے۔ انہوں نے اپنی آفاقی سوچ اور ایمانی بصیرت سے زندگی کے سارے شعبوں میں راہنما تعلیمات پیش فرمائیں۔ وہ تجدید علوم دین کے پیامی بھی تھے اور راہ سلوک وتصوف کے مسافر نواز قائد بھی۔ انہوں نے تشنگان علم وحکمت کو قرآنی حکمتوں سے بھی نوازا اور تعلیماتِ نبوی علیٰ صاحبہا افضل الصلوات واجمل التسلیمات کی لذتوں سے بھی شاد کام کیا۔ آپ کی تجویز کردہ راہِ عمل اپنے اندر بیکراں وسعتیں رکھتی ہے۔ اندرون ملک اور سمندر پار تعلیمی ادارے، شعبہ صحافت میں ضیائے حرم، اشاعتی ادارہ ضیاء القرآن اور اس کی مختلف شاخیں، حکومتی وغیر حکومتی اداروں میں خدمات کے علاوہ متعلقین ومتوسلین کی دلجوئی اور ان کے دکھ سکھ میں شمولیت کے علاوہ کتنے ایسے میدان ہیں جہاں وہ اکیلے محو پرواز رہے۔ اب ان سارے محاذوں پر الگ الگ منظم اور انتہائی مستعد ٹیم کی ضرورت ہے۔ جہاں میرا دل ان ساری ذمہ داریوں کے بوجھ کے احساس سے لرز رہا ہے وہاں میں اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت بھی سمجھتا ہوں کہ انہوں نے مجھے تنہا نہیں چھوڑا بلکہ مجھے بے پناہ محبتوں کے امین بھائیوں کی معیت کے ساتھ ساتھ مختلف علمی میدانوں کے ماہر اور سراپا خلوص افراد کا ایک ایسا کاروان عطا فرمایا ہے جن کے ارادے محکم اور ہمتیں جوان ہیں۔ یہ لوگ آفاقی افکار سے مزین اور اکتاہٹ سے ناآشنا طبیعتوں کے مالک ہیں۔ ان کی رفاقت میں مشکل راہیں یقیناً آسان ہوں گی اور مجھے اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔

زندگی کے اس انتہائی اہم اور مشکل موڑ پر اپنے سارے باوفا ساتھیوں کے غم میں برابر کا شریک ہوں اور انہیں کامل یقین دلاتا ہوں کہ مہر ووفا کی ان روشن راہوں پر چلتے ہوئے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس نقوش پا ہی میرا سب سے بڑا سرمایہ ہیں۔

Marfat.com

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کے موقع پر ملک بھر کے سجادہ نشین حضرات اور مشائخ وعلماء کی ایک کثیر تعداد نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ بنفس نفیس تشریف لا کر دلجوئی کی یا بذریعہ مکتوبات ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ ایسی تمام مقتدر ہستیوں کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بیرون ملک اور اندرون ملک کے دور دراز کے علاقوں میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے ان گنت قافلے ہمارے غم میں شریک ہوئے۔ میں، میرے جملہ بھائی اور رفقاء ان تمام دوستوں کے بھی انتہائی شکر گزار ہیں۔

امت مسلمہ کی بچیاں اور بزرگ خواتین لگاتار دعاؤں کے ذریعے ہمارے حوصلوں کو مہمیز لگا رہی ہیں۔ میں ان کی ہمدردیوں اور احساسات کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف، پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف اور ان کے والد محترم میاں محمد شریف کا بھی میں احسان مند ہوں کہ وہ ہمارے غم میں شریک ہوئے اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود تشریف لا کر ہمیں حوصلہ بخشا۔

مختلف سیاسی جماعتوں اور حکومتی حلقوں کے لیڈروں اور کارکنوں کی طرف سے تعزیت کے پیغامات موصول ہوئے۔ ان کا شکریہ ادا کرنا بھی میری بنیادی ذمہ داری ہے۔

قارئین ضیائے حرم جو ایک مدت سے اس ادارہ کے ساتھ وابستہ ہیں، جنہوں نے ہر مشکل لمحہ ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ ہماری چھوٹی موٹی فروگزاشتوں کے باوجود ہمارے ساتھ رشتہ الفت میں منسلک رہے ہیں۔ ان کی طرف سے بھی اس موقعہ پر بے پناہ محبتوں کا اظہار ہوا ہے۔ میں انہیں بھی سلامِ عقیدت پیش کرتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ ہمدردی کا اظہار کریں گے اور ہمارے معاملات کو سلجھانے میں فعال کردار ادا کریں گے۔ آخر میں اب قادر و قیوم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ

''اے ناممکن کو ممکن بنانے والے، اے ذرہ ناچیز کو رشک آفتاب بنانے والے، اے گداؤں کو تاجِ سروری عطا فرمانے والے۔ اے بے نواؤں کو کجکلاہی بخشنے والے۔

مجھے اپنی کم عقلی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس ہے۔

مجھے اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا مکمل ادراک ہے۔

تو مجھے اس مردِ درویش و حق آگاہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرما اور اس کے ساتھ محبت کرنے والوں اور دین کی خدمت کے حوالے سے اس کے ساتھ قدم بقدم چلنے والوں

Marfat.com

کی توقعات پر پورا اترنے کی قوت عطا فرما۔ بے شک تو احکم الحاکمین ہے۔

اپنے رؤف ورحیم نبی فداہ وابی وامی ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں التجا کرتا ہوں کہ اپنی محبتوں کے وہ ارمغان جو تو نے اپنے غلام اور میرے والدِ گرامی کو مرحمت فرمائے تھے اس شراب ناب سے ایک قطرہ مجھے بھی عنایت فرما تا کہ میں ان بہتے اشکوں اور پھیلے دامن کی لاج رکھ سکوں جن کا عنوان میری ذات ہوتی تھی۔

بے شک تیری ذات رحمۃ للعالمین ﷺ ہے''۔

Marfat.com

عالم باعمل

پیر محمد امین الحسنات شاہ

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرا تعلق بے شمار جہتوں سے ہے اور میرے تعلق کی نوعیتیں زیادہ متنوع ہیں۔ نسبی اور روحانی حوالے سے، ایک ماتحت، ایک شاگرد، ایک بے لوث کارکن اور ایک بیٹا ہونے کی حیثیت سے میں آپ کی جلوت وخلوت کا عینی شاہد ہوں۔ آپ کی جس صفت نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ آپ کی ٹھوس شخصیت اور حقیقت پسندی ہے۔ علم، عمل، روحانیت یہ بے شک بہت بڑے حوالے ہیں لیکن میرے خیال میں حضور ضیاء الامت کی شخصیت کا سب سے مضبوط پہلو یہی ہے کہ آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی بیرونی سہارے کو قبول نہیں کیا اور حقائق کو حقائق سمجھ کر دیکھا ہے۔ آپ کی جو شخصیت محفل میں تھی وہی شخصیت آپ کی گھر میں تھی۔ جو منبر پر کہتے تھے وہی خلوت میں ہمیں تلقین فرمایا کرتے تھے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ جو کچھ آپ نے باہر کہا ہو گھر آ کر اس کے متضاد فرمایا ہو یا عمل کیا ہو۔ میں یہاں ایک مثال دیتا ہوں۔ جب آپ مصر میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھے تو میری پھوپھی نے آپ کو خط لکھا کہ محمد امین الحسنات آپ کو بہت یاد کرتا ہے (میری عمر اس وقت دو یا تین سال تھی)۔ جب کوئی طیارہ گزرتا ہے تو کہتا ہے کہ اس میں میرے ابو آئیں گے اور میرے لئے کار لے کر آئیں گے۔ اب اس خط کا جواب آیا تو آپ نے لکھا ''مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ محمد امین الحسنات کاروں کا ذکر کرتا ہے۔ اسے بتاؤ کہ ہم درویش لوگ ہیں۔ درویشی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ کی رضا اور خوشنودی مانگتے ہیں۔ اپنا دل کاروں اور گاڑیوں میں نہ لگاؤ بلکہ اللہ کی رضا میں لگاؤ۔'' یہ الفاظ اس انسان کے ہیں جو جوان ہے۔ جس نے زندگی کا سفر طے کرنا ہے لیکن اتنا حقیقت پسند ہے کہ اپنی اولاد کے لئے اتنا بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ وہ توقع رکھے کہ میرا والد میرے لئے کاریں اور اس قسم کی چیزیں لے آئے گا بلکہ شروع ہی میں یہ کہہ دیا کہ اپنا دل اللہ کی رضا میں لگاؤ۔ یہ میری زندگی کا پہلا دور ہے۔

اب میری عمر کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جب میں طالب علم تھا۔ انہیں دنوں کویت سے ایک پیر بھائی حاضر ہوئے اور آپ کو ایک خوبصورت کمبل پیش کیا۔ انہیں دنوں مشرقی پاکستان کا سانحہ رونما ہو چکا تھا اور بہت سے بہاری ہمارے شہر میں آئے۔ مجھے حضرت صاحب نے حکم دیا کہ ان کے لئے کھانا، رضائیاں اور دیگر چیزیں لے جاؤ۔ وہ بہاری گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب

Marfat.com

ہم وہ سامان دے کر واپس آئے تو کچھ لوگ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ گھر تشریف لائے اور وہی خوبصورت کمبل مجھے دیا اور حکم فرمایا کہ ان بہاریوں کو دے آؤ۔ میں نے کچھ پس وپیش کی تو آپ نے فرمایا: میرے آقا کا فرمان ہے کہ اللہ کی راہ میں وہ چیز صدقہ کرو جو تمہیں سب سے زیادہ پسند ہو۔ جاؤ اور یہ کمبل ان کو دے آؤ۔ میری تعلیم مکمل ہوتی ہے۔ مکہ مکرمہ سے واپسی سے تقریباً دس دن بعد آپ نے مجھے طلب فرمایا اور کہا کہ میں نے تمام رشتہ داروں سے تمہارے متعلق مشورہ کیا ہے تو سب نے یہ کہا ہے کہ چونکہ یہ سب معاملات میں آپ کا نائب ہے۔ اس لئے تینوں اداروں (دارالعلوم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز اور ضیائے حرم) سے اس کی تنخواہ مقرر کر دی جائے تا کہ فکرِ معاش سے آزاد ہو کر یہ دین کی خدمت کر سکے۔ بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کی: میرے لئے جو آپ حکم فرمائیں گے وہی میرا فیصلہ ہوگا۔ مجھے اتنا معلوم ہے جو آپ فرمائیں گے وہ سچ ہوگا اور میرے لیے مفید ہوگا تو آپ نے فرمایا: جب سے یہ ادارے بنے ہیں، میں ان کے بارے میں روزہ دار ہوں۔ میں نے ان اداروں سے ایک روپیہ بھی اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔ میری یہ خواہش ہے کہ تم بھی یہی روزہ رکھ لو۔ میں خود تمہارے مالی معاملات کا انتظام کروں گا۔ یہ چند واقعات ہیں ورنہ آپ کی زندگی اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ میں نے اتنا حقیقت پسند انسان آج تک نہیں دیکھا جس کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو۔ اولاد کی خوشیاں کسے عزیز نہیں ہوتیں اور اگر کوئی اولاد کو سہولت دے تو اس کو برا بھی نہیں سمجھا جاتا لیکن آپ نے یہ گوارا نہ کیا بلکہ اپنی جیب سے میری تنخواہ مقرر فرمائی۔ یہ وہ پہلو ہے کہ جس نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔

Marfat.com

ضیاءالامت سراپا ادب مرید

سید ابوالازہر عظمت علی شاہ ہمدانی

سیدی ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی جامع الکرامات اور ہمہ جہت ضیاء بار شخصیت کی متنوع، پر بہار و پرانوار جہات اور ان سے متعلق متعدد عنوانات میں سے عنوان بالا کے تحت اظہار خیالات کا باعث یہ ہے کہ مجھ بے بضاعت کو سب سے پہلے اس روح پرور اور کیف بخش جہت سے روشناس اور فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

1961ء کا میری زندگی کا وہ یادگار اور بخت یار دن جب مجھے مرکز علم و عرفان دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں داخلے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی دن سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد باکمال پیر سیال لجپال حضرت شیخ الاسلام والمسلمین علامہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرزادے خواجہ عطاء اللہ خان تونسوی (حال سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف) کے ہمراہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ میں داخلہ کے لئے بنفس نفیس بھیرہ شریف رونق افروز ہوئے۔ اس سے پہلے مجھے نہ تو مرشدی الکریم حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور نہ ہی سیدی الکریم حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی۔

رب کریم نے ایسا کرم فرمایا کہ کریمین کی زیارت سے مشرف فرمایا۔

کتنا سہانا اور پر کیف منظر تھا جب یہ جمال و کمال کے پیکر دار العلوم محمدیہ غوثیہ کو رونق بخش رہے تھے۔ حسن اتفاق کہئے یا حسن انتظام کہ یہ نورانی شخصیتیں سفید نورانی لباس میں ملبوس تھیں۔ دونوں کے سروں پر سفید عماموں کے نورانی تاج سجے ہوئے تھے۔ بدن پر سفید کرتے اور سفید تہبند جیسے نور کی چادر تنی ہو۔ خواجہ عطاء اللہ تونسوی بھی سفید شلوار قمیص میں ملبوس تھے۔ آگے آگے خواجہ ہیں ان کے پیچھے حضور شیخ الاسلام پیکر ادب و نیاز اور آپ کے پیچھے حضور ضیاء الامت ہاتھ باندھے، سر جھکائے اپنے پیر و مرشد کے نقوش پا کو خضر راہ بناتے ہوئے سراپا ادب مرید کا نمونہ پیش فرما رہے تھے جو اپنی مثال آپ ہیں۔

دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے در و بام نور سے جگمگا رہے تھے۔ فضا نور سے معمور تھی۔ ہر طرف نور ہی نور تھا۔ ایمان کا نور...... عرفان کا نور...... علم کا نور...... عمل کا نور۔ تقویٰ کا نور...... اخلاص کا نور...... ایثار کا نور...... وفا کا نور...... ولاء کا نور...... محبت کا نور...... عقیدت کا نور...... طریقت کا نور...... شریعت کا

Marfat.com

نور...... روحانیت کا نور...... للّٰہیت کا نور۔

ہر سُو نور کی بہار تھی۔ میں نے اس سے پہلے ایسا پر بہار و پر انوار منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ الوداعی مرحلہ آیا تو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز حضرت خواجہ عطاء اللہ صاحب کی قدم بوسی اور زمین بوسی فرما رہے تھے اور حضرت ضیاء الامت قدس سرہ العزیز حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کی قدم بوسی اور زمین بوسی فرما رہے تھے۔ عظمت و کمال کی رفعتوں پہ فائز ارفع و اعلیٰ شخصیتوں کا یوں سراپا ادب مرید کی حیثیت سے نیاز مندی کا یہ منظر میرے لئے انوکھا بھی تھا اور نرالا بھی، یہ منظر انتہائی حیرت انگیز بھی تھا اور رقت انگیز، دلنواز اور دلگداز بھی، سیدی ضیاء الامت قدس سرہ اپنے پیر و مرشد کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان میں پیروں کی تو کوئی کمی نہیں لیکن مرید اگر کوئی ہے تو وہ بس خواجہ محمد قمر الدین ہی ہے۔ آپ کے اس ارشاد کا مصداق جس طرح آپ کے پیر و مرشد کی ذات اقدس تھی اسی طرح اس کا مصداق آپ کی ذات گرامی بھی تھی۔ آپ نہ صرف اپنے پیر و مرشد کے لئے سراپا ادب تھے بلکہ پیر سے تعلق اور نسبت رکھنے والے ہر فرد اور ہر شے کے لئے، پیر کی اولاد امجاد اور عزیز و اقارب سے لے کر پیر خانہ کے خادموں، غلاموں اور نوکروں چاکروں بلکہ پیر خانہ کی خاک کے ذروں تک کے لئے بھی۔ اس کی تصریح آپ نے اپنی ایک تحریر دلپذیر میں اس طرح فرمائی ہے:

''میں سیال شریف کے خاک کے ذروں کو سرمہءِ بصیرت تصور کرتا ہوں اور وہاں کی غلامی پر ناز کرتا ہوں۔'' آپ کے اس ارشاد گرامی کا عملی نمونہ مشاہدہ کرنے کی سعادت مجھے پہلی بار آپ کی معیت میں سیال شریف کی حاضری کے دوران نصیب ہوئی، جب میں دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں سال اول کا طالب علم تھا۔ حضور اعلیٰ پیر سیال حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی تقریب میں شمولیت کے لئے آپ نے جن خوش بخت طلباء کو اپنا ہم سفر بننے کا شرف بخشا ان میں سے ایک میں ناکارہ بھی تھا۔ اس سفر عقیدت میں آپ کے عم محترم حضرت پیر فتح شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے۔ یہ کاروان عقیدت آستانہ عالیہ سیال شریف کی حدود میں پہنچا تو سراپا عقیدت میر کارواں سیدی ضیاء الامت نے اپنے قدمین سے نعلین اتار دیئے۔ سراپا ادب مرید برہنہ پا پیر کے آستانہ سعید کی حدود میں داخل ہوا تو اس کی اک اک ادا قابل دید تھی۔

یہ پیکرِ عشق و وفا کوچہء جاناں میں پہنچا تو اس پر وارفتگی اور شیفتگی کی کیفیت طاری تھی۔ وہ ساکنانِ کوچۂ جاناں کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کئے، ادب و عقیدت کے پھول نچھاور کر رہا تھا۔ کسی کو دست بستہ تسلیمات پیش کر کے، کسی کو جھک کر آداب بجا لا کے، کسی کی دست بوسی اور پابوسی کرتے ہوئے نذرانۂ عقیدت پیش کر کے۔ یہ عاشق وفا شعار کوئے یار کے در و دیوار کو آنکھوں سے لگا کر، بوسے دے

Marfat.com

کر اوراس کی خاک کے ذروں کو آنکھوں کا سرمہ بنا کر نیاز کیشی اور وفاداری کا انوکھے اور نرالے انداز میں اظہار کر رہا تھا۔ اس کی ہر ادا اتنی دلربا اور دلکشا تھی کہ مرکزِ دل ونگاہ بنی ہوئی تھی۔

یہ دلنواز اور دلگداز ادائیں دن بھر حیرت انگیزی اور رقت انگیزی کے اثرات مرتب کرتی رہیں اور رات کو جب سونے کی تیاری کا مرحلہ آیا تو وہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور رقت انگیز تھا۔ اس زمانے میں سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کا رہائشی کمرہ روضہ شریف کی شمالی جانب تھا جس کا دروازہ جنوبی جانب (روضہ شریف کی طرف) کھلتا تھا اور کھڑکی شمالی جانب کھلی فضا میں۔ اس کمرے میں چار چار پائیوں کی گنجائش تھی۔ مغربی جانب سیدی ضیاء الامت اور آپ کے عم محترم حضرت پیر فتح شاہ کے لئے دو چار پائیاں بچھائی گئی تھیں۔ مزارات مقدسہ کے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ چار پائیاں الٹی بچھائی گئی تھیں اور مشرقی جانب (سوتے ہوئے آپ کے قدمین کی جانب) آپ کے رفقاء کے لئے فرشی استراحت کا انتظام تھا۔ جن میں آپ کے خادم، مرید اور شاگرد شامل تھے۔ ان میں دو سید زادے بھی تھے اور دونوں سال اول کے طالب علم تھے۔ سونے لگے تو یہ دیکھ کر کہ آپ کے پاؤں سید زادوں کی طرف ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میری چار پائی باہر نکال دیں، میں شاہ صاحبان کی بے ادبی نہیں کر سکتا۔

ہم نے دست بستہ عرض کی کہ ہم آپ کی خاک پا کے برابر بھی نہیں اور ہم نے از حد کوشش کی کہ آپ کمرے میں ہی آرام فرمائیں۔ مگر آپ کمرے سے باہر شمالی جانب کھلی فضاء میں چار پائی بستر لگوا کر سو گئے۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ ایسی برفانی رات جس میں کمرے کے اندر ہی لحاف سردی سے بچاؤ کے لئے کافی نہیں تھا۔ آپ نے ایک لحاف پہ اکتفا کرتے ہوئے اپنا کمبل بھی ہمیں عطا فرما دیا۔ آپ کے خادم سمیت ہم سب کمرے میں آرام سے سو گئے۔ ہمارے پاس کمبل بھی تھے، لحاف بھی اور افراد بھی کافی تعداد میں تھے۔ خوب مزے کی نیند آئی۔ سیدی ضیاء الامت سحری کو نماز تہجد کے لئے اٹھے تو آپ کا خادم بھی کمرے میں نیند کے مزے لے رہا تھا۔ وضو کے لئے کوزہ وغیرہ بھی اندر کمرے میں اور آپ کا کمبل اور گرم لباس بھی کمرے میں تھا۔ آپ ایک قمیص اور تہبند میں ملبوس برفانی رات زمستانی ہوا میں شدید سردی میں باہر کھڑے ہیں اور اپنے رفقاء کے آرام کے پیش نظر کسی کو جگاتے نہیں۔

اتفاق سے ایک ساتھی قضائے حاجت کے لئے اٹھا۔ اس نے کھڑکی کھولی تو آپ باہر شدید سردی میں کھڑے کھڑکی کھلنے کا انتظار فرما رہے ہیں۔ ہمیں انتہائی ندامت بھی ہوئی اور حیرت بھی۔ میں نے اس سے پہلے ایسے حیرت انگیز اور رقت انگیز مناظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اس کے بعد تو 1961ء سے لے کر 1997ء تک 37 سالوں میں ایسے مناظر بار بار دیکھنے کے بے شمار مواقع نصیب ہوتے رہے۔

Marfat.com

میں یہاں صرف ایک ہی روح پرور اور کیف بخش منظر بیان کرنے پہ اکتفا کرتا ہوں۔

11 نومبر 1972ء کو غازیِ اسلام، مجاہد ملت، رہبر شریعت وطریقت حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر عظیم مادرِ علمی مرکز علم وعرفان دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا پہلا جلسہ تقسیم اسناد و دستار فضیلت منعقد کیا گیا تھا، جس کی صدارت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی اور خصوصی خطاب شہباز خطابت حضرت صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آلو مہار شریف نے فرمایا تھا۔ اس موقع پر جانشین ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے بھی ولولہ انگیز خطاب فرمایا تھا اور یہ کسی جلسہء عام میں آپ کا غالباً پہلا خطاب تھا۔ صدارتی خطاب حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا، جس میں آپ نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی اعلیٰ کارکردگی کی تحسین وتعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ یہاں میری توقعات سے کہیں بڑھ کر کام ہو رہا ہے۔

ایسے مواقع پر مدارس و جامعات کے سربراہ اپنے کارناموں کو بڑے فخر و مباہات سے بیان کرتے ہیں اور کیسے کیسے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔ مگر اس کے بالکل برعکس سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ سراپا ادب مرید کی حیثیت سے خطاب کے لئے اٹھے تو عجز وانکسار، تشکر وامتنان اور نیاز مندی ونیاز کیشی کا پیکر بنے خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (الاحقاف)

اس کے بعد چند مختصر جملوں پر مشتمل آپ کا عاجزانہ، مؤدبانہ، مخلصانہ اور نیاز مندانہ خطاب کچھ یوں تھا:

اس فقیر کا خاندان ایک گمنام خاندان تھا۔ جسے کوئی نہ جانتا تھا۔ یہاں تک کہ اس فقیر کے جدّ امجد امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضور اعلیٰ پیر سیال لجپال حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے وابستہ ہوئے تو رب کریم نے اپنی بے پایاں نعمتوں سے مالا مال فرما دیا۔ یہ فقیر اس پہ نازاں بھی ہے اور شکر گزار بھی کہ اپنے اسلاف کی راہ پہ ثابت قدم رہ کر پیر سیال کی غلامی اور نیاز مندی پہ کاربند ہے۔ میں نے اتنے عرصہ کی شبانہ روز جانفشانہ محنت وکاوش سے توشہء آخرت کے لئے یہ دین کے چند خادم تیار کیے ہیں۔ میں یہ حقیر نذرانہ اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں بصد ادب و نیاز پیش کرتا ہوں اور آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ اسے رب کریم کی بارگاہ میں پیش فرمائیں۔

Marfat.com

اس کے بعد حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے ہماری دستار بندی فرمائی اور اسناد عطا فرمائیں۔ان اسناد پر رئیس دارالعلوم کی حیثیت سے حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ہیں اور عمید دارالعلوم کی حیثیت سے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے۔

چوں تمام افتد سراپا نازمی گردد نیاز قیس را لیلیٰ ہمی نامند در صحرائے من

کے مصداق سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ادب پیرو مرشد میں کمال حاصل فرما کر وہ مقام محبوبیت پایا کہ پیرو مرشد کی آنکھ کا نور بن گئے۔اس حقیقت کا اظہار آپ کے پیرو مرشد حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے سیال شریف میں ایک جلسہء عام سے خطاب کرتے ہوئے ان الفاظ میں فرمایا:

''پیر محمد کرم میری آنکھ کا نور ہے،صرف یہی نہیں بلکہ پیر سیال کے روضہ کا مینار ہے۔''

مرشد کامل کے دل ونگاہ میں آپ کی قدرومنزلت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مرشد کامل ہر اہم معاملہ میں آپ سے مشاورت فرمایا کرتے۔جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جمعیت العلماء پاکستان کے مرکزی صدر تھے تو آپ نے اپنے دست راست اور معتمد خاص کے طور پر جمعیت کا نائب صدر سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر فرمایا تھا اور اہم مواقع پر اپنی نمائندگی آپ ہی کو تفویض فرمایا کرتے۔

سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے پیر خانہ میں اس قدر مقبولیت اور قدرومنزلت تھی کہ پیرو مرشد کے بھائی،صاحبزادے اور تمام اعزہ واقارب آپ کی بے حد قدردانی فرماتے ہوئے آپ پر شفقت و مہربانی فرماتے۔مجھے جب بھی سیال شریف حاضری کی سعادت نصیب ہوتی اور حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے برادر عزیز حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ کا پہلا استفسار یہ ہوتا کہ بھیرہ سے ہو کر آئے ہو یا اب جاؤ گے؟اگر میں بتاتا کہ بھیرہ شریف سے ہو کر آیا ہوں تو سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خیریت دریافت فرماتے اور اگر میں کہتا کہ جانا ہے تو آپ سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے محبت وشفقت بھرے سلام و پیام سے نوازتے اور سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کسی ضیاء پاشی کا ذکر چھیڑ کر تعریف وتحسین فرماتے جاتے۔

متعدد بار سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی انفرادی اور امتیازی حیثیت کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:''شاہ صاحب (ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ) نے جس طرح توازن قائم رکھا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔علوم ظاہری میں بھی پورا تبحر حاصل ہے اور فیوض باطنی میں بھی۔شریعت کے معاملات بھی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں اور طریقت کے بھی۔حکومتی اداروں سے وابستہ بھی ہیں اور حکومت کے غلط اقدامات کے خلاف صدائے حق بھی بلند کرتے رہتے ہیں۔حزب اقتدار میں بھی قدرومنزلت سے دیکھے جاتے ہیں اور حزب اختلاف میں بھی۔اندرون ملک بھی نمایاں حیثیت سے

Marfat.com

خدمات انجام دے رہے ہیں اور بیرون ملک بھی۔ متعدد محاذوں پر برسر پیکار رہ کر اپنے پیر خانہ کے ساتھ نیاز مندی میں بھی کوئی کمی اور کوتاہی واقع نہیں ہونے دیتے۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ لیکن شاہ صاحب اسے حسن وخوبی سے کر رہے ہیں۔

سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے پیر خانہ میں مقبولیت اور قدر ومنزلت اس پہلو سے بھی آشکارا ہے کہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی تمام اہم تقریبات کی صدارت اور سرپرستی آپ کے پیرومرشد حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ، ان کے برادر عزیز خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند ارجمند و جانشین امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ فرماتے رہے اور فرماتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ سیدی ضیاءالامت رحمۃ اللہ علیہ کے سفر آخرت میں بھی آپ کے پیر خانہ کی بھرپور نمائندگی اور سرپرستی تھی۔ نماز جنازہ آپ کے پیرزادے جانشین شیخ الاسلام سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی نے پڑھائی۔ حضرت خواجہ غلام فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ حاجی رب نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات بھی جنازہ میں شریک تھے۔

صاحبزادہ حاجی رب نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو تدفین کے آخری مراحل تک روضہ شریف میں موجود تھے۔ رب کریم نے مجھ ناکارہ کو بھی یہ سعادت نصیب فرمائی۔ اس وقت دل بیقرار کی حالت زار یوں پیکر گفتار میں آشکار ہو رہی تھی:

لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے وہ پیکر جمال — زیر مزار وہ شہ خوباں چلا گیا
کیسے نہ روؤں اس کی جدائی میں رات دن — دل کا سکون درد کا درماں چلا گیا
عظمت ہمیں وہ چھوڑ کر روتا سر مزار — زیر مزار جانب رضواں چلا گیا

دوسرے روز جمعرات 11 ذوالحجہ 1418ھ مجھے سیال شریف حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ حضرت خواجہ غلام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ انتہائی اندوھناک انداز میں رنج وافسوس کا اظہار فرما رہے تھے۔ ایک گھنٹہ سے زیادہ آپ کے ساتھ نشست رہی۔ آپ سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت اور خدمات پر روشنی ڈالتے رہے اور اظہار افسوس فرماتے رہے۔ بہت ہی افسوس ہے۔ بہت ہی صدمہ ہے۔ بہت ہی مفید آدمی تھے۔ بڑی عظیم شخصیت تھی۔ دین کی بہت خدمت کی ہے۔ یہ سعادت کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ بہت مقبولیت حاصل تھی۔ عوام میں بھی اور حکومت میں بھی۔ جنازہ میں بہت اژدہام تھا۔ دھکے لگتے رہے، ٹکے لگتے رہے لیکن ہم ٹکے لگنے سے بچ گئے۔

Marfat.com

اس کے بعد صاحبزادہ رب نواز صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے ساتھ بھی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک نشست رہی۔ آپ بھی سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور خدمات کو سراہتے رہے اور اظہار رنج و افسوس کرتے رہے۔ آپ فرما رہے تھے: حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے بعد علمی و روحانی اعتبار سے شاہ صاحب کی شخصیت تھی، جس سے رہنمائی لی جا سکتی تھی۔ مگر اب کوئی شخصیت نظر نہیں آتی۔ سجادہ نشین ہو جانا اور پیری و مریدی کا سلسلہ چلائے رکھنا اور بات ہے۔ لیکن شریعت، طریقت، سیاست وغیرہ تمام جہات میں قیادت اور رہنمائی کا حق ادا کرنا یہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شاہ صاحب ہی کر سکتے تھے اور انتہائی خوش اسلوبی سے کرتے رہے۔

سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کی تقریب سعید میں آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت امیر شریعت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ بھی رونق افروز تھے اور حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ بھی۔ حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی نے سیدی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور خدمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

مشائخ کی نشانی یہ ہے کہ انہیں دیکھ کر اللہ یاد آ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر دور میں کبھی حضرت شیخ الاسلام والمسلمین کی صورت میں اور کبھی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں اپنے بندے بھیجتا رہتا ہے۔ ان بندگان خدا کے نقش قدم پر چلو گے۔ تو کامیاب ہو جاؤ گے آپ نے مزید فرمایا:

آج سے چالیس دن قبل حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ ہم میں موجود تھے لیکن آج ظاہرا موجود نہیں لیکن وہ کام کر گئے ہیں کہ ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ وہ سرمدی زندگی پا گئے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

Marfat.com

پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ بطور مرشدِ کامل

ڈاکٹر نعیم اللہ طاہر

مرشد کا لفظ رُشد سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہدایت یا رہنمائی کے ہیں۔ اس لحاظ سے مرشد کے معنی ہدایت دینے والا سیدھی راہ بتانے والا اور ہادی کے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ دعا کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرماتا ہے: اے اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے اپنا کرم کیا۔ اصطلاحی طور پر مرشد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو صراط مستقیم پر گامزن ہو کر معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے اور پھر اپنے شاگرد کو بھی ان ہی راستوں سے گزار کر اللہ تک پہنچاتا ہے جن پر وہ خود گامزن ہوتا ہے۔ مرشد کامل سے مراد دراصل یہ ہے کہ وہ روشنی، نور اور تجلی کی منازل سے گزرتے ہوئے معرفت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ ہمارے ہاں ایک بڑی تعداد خرق عادات واقعات مثلاً کشف و کرامات کو ولایت کی نشانی خیال کرتی ہے۔ جبکہ حقیقتاً معرفت اس سے بھی ارفع مقام ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سلوک کے سو درجے ہیں جن میں سے سولھواں درجہ کرامات کا ہے۔'' اس لئے جو اس میں پھنس گیا وہ مقصود حقیقی کو نہیں پا سکتا۔ مرشد کامل کی پہلی پہچان یہ قرآنی آیت ہے۔ ''بلاشبہ اللہ کے دوستوں کو نہ تو کوئی خوف ہوتا ہے نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے۔'' مرشد کامل اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ اور خوف وغم سے آگے نکل چکا ہوتا ہے۔ مرشدِ کامل کی دوسری پہچان یہ ہے کہ وہ روایت پرست نہیں بلکہ محقق ہوتا ہے۔ تیسری پہچان یہ ہے کہ وہ اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے کہ اس کا ہر عمل اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ مرشد کامل کی چوتھی نشانی یہ ہے کہ اس کی محفل میں صرف چند منٹ گزارنے سے ذہن اللہ کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اہل روحانیت کا قول ہے: اللہ کے دوستوں کی ایک لحہ کی صحبت سو سالہ اطاعت بے ریا سے کئی درجہ بہتر ہے۔ مرشد کامل کی فکر میں گہرائی اور باتوں میں سچائی ہوتی ہے اور اس کی باتوں میں تاثیر ہوتی ہے جو دل میں اتر جاتی ہیں۔ ان تمام نشانیوں اور خوبیوں کو جب ہم پیر محمد کرم شاہ الازہری کی شخصیت اور تصنیفات سے تلاش کرتے ہیں تو آپ کی بے پناہ روحانی بصیرت، وسیع النظری اور ہمہ گیر شخصیت کو دیکھ کر عقل حیران اور جبین عقیدت سے جھک جاتی ہے۔ 1954ء کے قریب جامعہ ازہر مصر سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد وطن لوٹے تو ان کی شہرت کا دن بدن چرچا ہوتا گیا۔ آپ واپس آئے تو کارگاہِ حیات میں قدم زن ہو کر احسان و سلوک کی منازل طے کیں۔

Marfat.com

سنت نبوی ﷺ کو اوڑھنا بچھونا بنایا۔ تعلیم وتصنیف کو اپنا مقصد قرار دیا۔ ہمیشہ حق بات کہی اور حق بات کا ساتھ دیا۔ قرآنی تعلیمات کے لئے آپ نے اپنے والد محترم پیر محمد شاہ کی قائم کردہ درسگاہ کو مزید انتہائی مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ جس سے ہزاروں طلباء وطالبات اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔ راقم الحروف کو اگرچہ آپ کی صحبت میں بیٹھنے کی سعادت بہت کم نصیب ہوئی۔ مگر وہ چند گھڑیاں میری زندگی کی سب گھڑیوں سے کئی درجہ بہتر تھیں جن پر مجھے فخر ہے۔ جب میں پہلی دفعہ آپ کی صحبت میں بیٹھنے کی سعادت سے ہمکنار ہو کر اپنی تقدیر بدلنے کے لئے آپ کی دعا کا منتظر تھا تو مجھے اپنے اندر انجانی سی مسرت محسوس ہوئی اور جب میں آپ کی بیعت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ کے نورانی چہرے سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ وہ منظر ہر لمحہ میری آنکھوں میں رہتا ہے۔ پھر مجھے بڑی شفقت اور محبت سے اپنا نورانی خوبصورت رومال عنایت فرمایا جس سے میں سر کو ڈھانپ کر بیعت کی سعادت حاصل کر سکوں اور پھر اس احقر کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیارے مبارک خوبصورت ہاتھوں میں لے کر دبایا تو مجھے بے پناہ سکون واطمینان نصیب ہوا جو پہلے کبھی بھی میں نے محسوس نہ کیا تھا۔ میں نے پہلی بار آپ کو دیکھا تو پھر بار بار دیکھنے کی آرزو اور حسرت رہی۔ درمیانہ قد سرخ وسپید خوبصورت چہرہ جس سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ مدھری آنکھیں، خوبصورت گھنی داڑھی، سر پہ پٹے اور سفید ململ کی کلف لگی ٹوپی، گاہے مسکراتے لیکن اکثر سنجیدہ اور متفکر و باوقار چہرہ جتنی دیر سامنے رہتے ان کے چہرے سے نظر نہیں ہٹتی تھی۔ یہ تھے جامعہ ازہر سے فارغ التحصیل، مصر کی حکومت کے سب سے بڑے ایوارڈ کے مستحق بننے والے پیر محمد کرم شاہ الازہری لیکن آپ کی اصل کیفیت دیکھی نہیں محسوس کی جاسکتی تھی۔

اسلامی ثقافت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے آپ فرماتے کہ اسلام ہر چیز لے کر آیا ہے۔ کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں اسلام نے رہنمائی نہ کی ہو۔ آج کل ثقافت فقط ننگے ناچ کا نام ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ''عورتیں اپنی زینت کی چیزوں کو ظاہر نہ کریں۔'' تصویرکشی اور خطاطی ہماری ثقافت ہے۔ لیکن صرف ایسی چیزیں بنانا جائز ہے جن سے بے حیائی کو فروغ نہ ہو آپ فرمایا کرتے تھے: عالم دین کے لئے جدید علوم کو جاننا اشد ضروری ہے۔ انگریزی عالمی زبان ہے۔ اس کو ضرور سیکھنا چاہئے، پڑھنا چاہئے۔ اسی طرح عالم دین کو اکنامکس کا مطالعہ بھی ضرور کرنا چاہئے تاکہ سود کے بارے میں مطالعہ کر سکے کیونکہ یہ حرام ہے۔ اسے سیکولرازم، سوشلزم، سرمایہ داری اور دیگر نظاموں کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے۔ تب ہی وہ اسلام کی برتری ثابت کر سکتا ہے۔ آپ فرماتے: دولت کی بنیاد پر کسی قوم نے ترقی نہیں کی۔ اخلاقی کردار ہی کسی قوم کو نیچے سے اٹھا کر بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔ افسوس کی بات ہے

Marfat.com

کہ یہاں ہر شخص ناصح کا کردار سرانجام دینے پر زور دیتا ہے۔صرف واعظ اور ناصح کا کردار سرانجام دینے سے کوئی تبدیلی نہیں آئے گی جب تک کہ ہم خود اس پر عمل پیرا نہ ہوں۔صحیح معنوں میں آپ ایک ہمہ گیر بلند پایہ شخصیت، بہت بڑے روحانی سکالر اور اللہ کے نیک بندے تھے۔آپ کے کوچ فرمانے کے بعد قرآنی تعلیمات کے میدان میں جو خلاء پیدا ہو گیا ہے وہ شاید کبھی بھی پورا نہ ہو سکے۔پورا عالم اسلام سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پابند ولی کامل سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو گیا ہے۔آپ نے اپنی زندگی کے ساتھ پورا انصاف کیا۔اپنے طالب علموں کو دینی، دنیوی اور اخلاقی تعلیم سے بہرہ ور کیا اور اپنی بے مثال جدوجہد سے علمی تصنیفات سے نوازا جو رہتی دنیا تک آپ کا نام روشن رکھیں گی۔یوں کامیاب و کامران ہو کر خدا کے حضور جا پہنچے۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپ کی تعلیمات سمجھنے کی توفیق دے۔آمین

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی روحانی سرفرازیاں

علامہ سید نذیر حسین شاہ چشتی نظامی

بچپن ہی سے کسی مردِ عارف کی ملاقات کا اشتیاق تھا۔قسمت نے یاوری فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ خصوصی کرم فرمایا کہ مجھے علوم دینیہ کے حصول اور روحانی تسکین کے لئے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی حاضری نصیب ہوئی 63ء تا 70ء دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا تعلیمی نصاب مکمل کیا اور تعلیم وتربیت کی منازل طے کیں۔

آپ کی نگاہِ لطف وکرم نے پہلی ہی ملاقات سے تقدیر کو بدل دیا۔آپ نے علم منطق کے کچھ سوالات پوچھے۔جوابات سن کر از حد مسرت کا اظہار فرمایا۔آپ نے فرمایا: آپ سید تو نہیں ہیں؟ جب میں نے ''ہاں'' کہا تو پھر آپ نے کوئی سوال نہیں پوچھا۔داخلہ کے لیے عرض کیا تو آپ کی آنکھوں سے عشق ومحبت کے موتی گرنے لگے اور ارشاد فرمایا کہ میں آپ کو کیوں داخل نہیں کروں گا۔آپ تو سید ہیں اور سید میری آنکھوں کا نور ہے۔مزید فرمایا کہ میرے دارالعلوم میں داخلے کی شرائط ہیں لیکن سادات خاندان اور سیال شریف سے تعلق رکھنے والوں کے لئے کوئی شرط نہیں۔

آپ نے دارالعلوم کے اغراض ومقاصد بیان فرمائے کہ میں نے یہ دارالعلوم کیوں بنایا ہے؟ فرمایا: مدارس تو بے شمار ہیں لیکن علم یقین کی کمی ہے۔میں اپنے فضلاء کو علم یقین کی نعمت سے مالا مال کرنا چاہتا ہوں۔آخر میں آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب! ہمیشہ یہ یاد رکھنا کہ علم ع

چراغ راہ ہے منزل نہیں

فراغت تعلیم کے بعد دوبارہ بیعت کی غرض سے بھیرہ شریف حاضر ہوا۔آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کرلیا۔دوران تعلیم اکثر مجھے تنہائی میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایک خاص چیز ہے جو میں نے آپ کے لئے سنبھال کر رکھی ہے۔وہ میں آپ کو ضرور دوں گا۔دورانِ تعلیم بھی آپ نے کئی فیوض وبرکات عطا فرمائے۔

آپ سیالکوٹ تبلیغی دورہ پر تشریف لائے۔واپسی پر مجھے فوراً بھیرہ شریف حاضری کا حکم دیا۔جب میں حاضر ہوا تو نماز عشاء کے بعد مجھے لائبریری کے کمرہ میں لے گئے۔دروازے بند کر دیئے اور وہ کیبن جہاں آپ ''تفسیر ضیاء القرآن'' لکھا کرتے تھے: وہاں مجھے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سیالویہ کی زبانی خلافت عطا فرمائی اور معمولات زندگی سے آگاہ کیا اور روحانی فیوض وبرکات سے مالا مال کیا۔یہ

Marfat.com

سارا سلسلہ زبانی تھا اور میرے اور حضور ضیاء الامت کے درمیان تیسرا کوئی نہیں تھا۔

صبح غالباً سوموار کا دن تھا۔ آپ مجھے حضور امیر السالکین رضی اللہ عنہ کے دربار میں لے گئے اور روضۂ انور کی چادر اٹھا کر اس میں اپنا سر انور بھی چھپایا اور میرا بھی۔ پھر خصوصی دعا فرمائی اور بعد میں ایک مصلیٰ اور ایک ٹوپی عنایت فرمائی۔ زبان پر یہ کلمات جاری تھے کہ شاہ صاحب! فقیر کے پاس تو یہی دولت ہے جو میں نے آپ کو دے دی ہے۔ پھر باہر حاضرین کو مبارک دی کہ میں نے شاہ صاحب کو خلافت دی ہے۔

پھر آپ لائبریری میں تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے سندِ خلافت لکھی۔ فرمایا کہ روحانی اجازات زبانی ہوا کرتی ہے لیکن میں آپ کو لکھ کر دوں گا تاکہ میرے اور آپ کے تعلق میں کوئی شک نہ کرے۔

آپ نے دورانِ تحریر خود ہی کہا کہ کیا آپ ترمذی سید ہیں، حالانکہ میں نے کبھی نہیں بتایا تھا۔ میں نے عرض کیا ''ہاں''۔ آپ نے سندِ خلافت میں الچشتیہ النظامیہ السیالویہ کے الفاظ تحریر فرمائے۔ السیالویہ کا لفظ پڑھ کر مجھے ایک بڑا پیارا خواب یاد آیا کہ ایک دفعہ جب میں بھیرہ شریف میں کافی بیمار تھا تو دیکھا کہ ایک کار آئی جس میں سے تین بزرگ نمودار ہوئے۔

بتایا گیا کہ ان تینوں کا تعلق سیال شریف سے ہے۔ چونکہ میں بیماری کی وجہ سے بڑا پریشان تھا۔ انہوں نے فرمایا: بیٹا صبر کیا کریں، گھبرائیں نہیں، ہماری طرف سے آپ کو فیض ملے گا۔ حضور ضیاء الامت نے جو سند لکھی اس میں ''السیالویہ'' کے لفظ نے میرے خواب کی تصدیق فرما دی اور یہ بھی یقین ہوا کہ حضور ضیاء الامت کا فیض حضور پیر سیال کا فیض ہے۔

سند تحریر فرمانے کے بعد جناب صوفی خدا بخش صاحب مرحوم اور جناب تاج دین صاحب دونوں تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: شاہ صاحب! آپ کی قسمت بہت اچھی ہے۔ یہ دونوں حضرات وہ ہیں جن پر آخری وقت حضور ثانی صاحب حضرت قبلہ پیر محمد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ راضی تھے۔

آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ میں نے سید نذیر حسین شاہ صاحب کو خلافت دی ہے، آپ گواہ بن جائیں اور سند پر دستخط کریں۔

آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب اتنا عرصہ میرے پاس رہے ہیں لیکن انہوں نے کبھی اس چیز کا اظہار نہیں کیا۔ میں نے خود ہی انہیں یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی تعلقات کو خواب میں اس طرح مشاہدہ کیا کہ جب میں گھر واپس آیا تو خواب دیکھا کہ میرے گھر میں حضور خواجہ خواجگان سیدنا معین الدین چشتی اجمیری

Marfat.com

رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ آپ نے وہی مصلیٰ جو حضور ضیاء الامت نے مجھے دیا تھا، ایک اونچی جگہ پر بچھایا اور مجھے اس پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ لیکن میں ادباً اس پر نہیں بیٹھ رہا تھا۔ بالآخر آپ کے اصرار پر مجھے بیٹھنا پڑا اور آپ مجھے دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے۔

اس خواب سے مجھے حضور ضیاء الامت کی روحانی مقبولیت کا پتہ چلا۔ حضور پیر سیال خواجہ قمر الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ خواب میں ملے۔ ان کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ آپ نے وہ مجھے عنایت فرمائی اور آپ نے حضور ضیاء الامت کی طرف چہرہ کر کے فرمایا کہ میں نے شاہ صاحب کو یہ چیز دے دی ہے۔

خاندان چشت اہل بہشت کی موجودہ چہار تر کی ٹوپی کے متعلق میرے ذہن میں خیال رہتا کہ یہ کہاں سے شروع ہوئی۔

تقریباً 66ء کی بات ہے میں نے دیکھا کہ ایک صحراء ہے جس میں ایک غار ہے۔ بتایا گیا کہ اس غار میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ مجھے اندر داخل ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ میں نے اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز ادا فرما رہے ہیں اور آپ ﷺ نے یہی چشتیہ خاندان کی ٹوپی پہن رکھی ہے۔ آپ کے سر انور پر یہ ٹوپی دیکھ کر یقین ہو گیا کہ یہ بارگاہ نبوی میں مقبول ہے۔

میں نے کئی ایسے خواب دیکھے جن سے حضور ضیاء الامت کی روحانی عظمتوں کا پتہ چلتا ہے۔ بچہ بچہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ کے ساتھ آپ کو کتنا عشق و محبت تھا۔

جب میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں داخل ہوا تو نئے سال کے آغاز پر درود پاک پڑھا گیا۔ محفل کے اختتام پر جب میں اپنے کمرے میں سویا تو میں نے دیکھا کہ بزرگان دین کا جم غفیر ہے۔ بڑے بڑے کاملین، حسن و جمال کے پیکر، جن پر وجد آفرین کیفیت طاری تھی، تشریف فرما تھے۔

اور ایک منادی بلند آواز سے اعلان کر رہا تھا کہ تم سب کو مبارک ہو کہ ابھی ابھی جو یہاں درود پاک پڑھا گیا تھا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبول فرما لیا ہے۔

اس خواب نے مزید استقامت و ثابت قدمی سے نوازا۔

ایک دفعہ خواب میں میں نے حضور ضیاء الامت کے ساتھ اپنے آپ کو پاکپتن شریف میں دیکھا۔ اچانک آپ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ میں آپ کو تلاش کرتا کرتا ایک نورانی کمرہ کے اندر پہنچا۔ وہاں بے شمار خلق خدا موجود تھی ان کے درمیان میں نے حضرت فرید الحق والدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف فرما ہیں جو حضور بابا صاحب کے بالکل قریب

Marfat.com

دست بستہ کھڑے ہیں اور حضور بابا صاحب اپنی نورانی آنکھوں سے آپ کے چہرہ کو دیکھ رہے ہیں۔
اس خواب سے آپ کا بابا صاحب سے روحانی تعلق بھی واضح ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک اور خواب دیکھا کہ ملتان شریف کی سرزمین ہے۔ حضور ضیاء الامت کے ساتھ مجھے بھی رفاقت میسر ہے۔ آپ اچانک حضور غوث العالمین بہاؤ الدین زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ کے روضہ انور کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ دروازے بند تھے۔ آواز آئی کہ دروازے کھول دو۔ کرم شاہ صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ جب آپ روضۂ انور کے اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضور غوث العالمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا نورانی چہرہ روضۂ انور سے باہر نکالا اور حضور ضیاء الامت کے چہرہ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھا۔ سُبحَانَ اللہ! کتنا ہی حسین وجمیل منظر تھا۔

شہنشاہِ بغداد حضور غوث الثقلین جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، کے ساتھ آپ کی روحانی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے مجھے خود بتایا (حضور ضیاء الامت نے) کہ مجھے خواب میں حضور غوث پاک کی زیارت ہوئی اور آپ مجھ سے فارسی زبان میں گفتگو فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کی حضور! منکرین کراماتِ اولیاء کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ میرا جملہ سُن کر جلال میں آگئے اور فرمایا کہ منکرین نزد ما آیند و ملاحظہ می کنند۔

اور سب سے بڑھ کر جو آپ کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے تھا۔ اہل نظر اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ میں نے خود حضور ضیاء الامت کو حضور نبی کریم عَلَیہِ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

آپ بار بار حرمین شریفین حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے! کرم شاہ صاحب کو مدینہ منورہ بلایا جا رہا ہے۔ جب میں نے تصدیق کی تو واقعی آپ مدینہ منورہ حاضری کے لئے جا چکے تھے۔ جب میں بھیرہ شریف حاضر ہوا تو میں نے خواب عرض کیا تو فرمایا: "واقعی آپ کا خواب سچا تھا اور جیسے آپ نے بتایا ہے ویسے ہی ہے"۔

ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ غالباً آپ مدینہ شریف میں ہیں اور آٹا گوندھ رہے ہیں۔ کسی نے بتایا کہ کرم شاہ صاحب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور آپ کے غلاموں کے لئے آٹا گوندھ رہے ہیں (میرے نزدیک میرے اس خواب کی تعبیر ضیاء النبی شریف تھی)۔ جب میں نے بھیرہ شریف میں حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں اپنا خواب سنایا تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ اس کی تعبیر ضیاء النبی شریف ہے۔

1991ء کی بات ہے، میں سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک بڑا تیز رفتار جہاز میرے سر کے اوپر سے گزرا میں لرز اٹھا۔ پھر پتہ چلا کہ اس جہاز میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جہاز سے ایک ڈبہ گرا،

Marfat.com

جس میں میٹھا تبرک تھا۔ آپ کا جہاز ایک مکان کے پیچھے جا کر اترا۔ اس مکان کے اندر مخلوق کا ہجوم ہے۔ وہاں ایک استقبالیہ جماعت بھی ہے جس میں حضور ضیاء الامت جلوہ فرما ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس محفل میں تشریف لے گئے اور سیدھے حضور ضیاء الامت کی طرف تشریف لے گئے۔

اس خواب کی وضاحت اس وقت ہوئی جب میں 1991ء میں بوقت صبح سوا پانچ بجے بھیرہ شریف الفرید آڈیٹوریم میں میلاد پاک کی محفل میں حاضر ہوا۔ محفل کی کیفیت عجیب وغریب تھی۔ اچانک ایک بزرگ کھڑے ہوئے۔ جنہوں نے حفیظ جالندھری کا یہ سلام پڑھنا شروع کیا:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی   سلام اے فخر موجودات، فخر نوع انسانی

تیرے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں   شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے   ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی

تو فوراً خواب کا وہ حسین منظر میری آنکھوں کے سامنے آ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ تو اسی خواب کا منظر ہے۔ جو چند دن قبل میں نے دیکھا تھا۔

اور جو تبرک تقسیم کیا گیا وہ بھی اسی قسم کا تھا جیسا مجھے خواب میں ملا تھا۔ یہ اختصار کے ساتھ میں نے رقم کیا ہے۔ یہ وہ پاکیزہ خواب ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

روحانی تصرفات کا یہ عالم تھا کہ آپ کی زبان مبارک سے جو نکل جاتا ویسے ہی ہو جاتا۔ آپ کی محفل میں جب حاضری ہوتی تو جو خیالات ذہن میں موجود ہوتے، آپ کی زبان پر وہی کلمات جاری ہو جاتے۔ اس چیز کا میں نے اکثر مشاہدہ کیا۔

آپ کے زمانہ حیات کے بعد بھی آپ کے روحانی تصرفات کا یہ عالم ہے کہ خواب میں آپ جس طرح فرماتے ہیں، بیداری میں اس کی عملی صورت نظر آ جاتی ہے۔

77ء میں جب تحریک نظام مصطفیٰ چلی، گولیاں چلیں، علماء گرفتار ہوئے، آپ نے بھی گرفتاری پیش فرمائی اور میں نے بھی حتی الامکان اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ہر جمعہ ایک نیا خطرہ لے کر آتا۔

حضرت صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ ڈٹ کر کام کریں۔ آپ کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ لوگ حیران تھے کہ شاہ صاحب کو کیوں گرفتار نہیں کیا گیا۔ کسی ذمہ دار آدمی نے کہا کہ شاہ صاحب کے پیچھے کوئی بہت بڑی روحانی قوت ہے۔ جس کی وجہ سے وہ گرفتار نہیں ہوئے۔

میں آپ کی زندگی میں اکثر مہینہ میں ایک دو دفعہ ضرور بھیرہ شریف حاضر ہوتا۔ جب کبھی دیر ہو جاتی تو خواب میں ملتے کہ آپ نے دیر کیوں کر دی؟ فوراً حاضری کا شرف حاصل ہوتا تو جاتے ہی آپ فرماتے کہ آپ اتنی دیر سے کیوں آتے ہیں؟

Marfat.com

ایک دفعہ دار العلوم سیالکوٹ کینٹ کے بارے میں بڑا پریشان تھا۔ آپ خواب میں ملے اور فرمایا کہ آپ کیوں پریشان ہیں؟ میں نے تو سارا سیالکوٹ آپ کے حوالے کر دیا ہے۔ فوراً میں بھیرہ شریف حاضر ہوا اور آپ کے سامنے اپنی مشکلات کا اظہار کیا تو آپ نے عجب قسم کا تبسم فرماتے ہوئے وہی خواب والا جملہ ارشاد فرمایا کہ آپ کیوں پریشان ہیں؟ میں نے تو سارا سیالکوٹ آپ کے حوالے کر دیا ہے۔

اس وقت میرے ساتھ علامہ محمد جمیل صاحب بھی تھے۔ میں نے عرض کیا: حضور! آپ نے خواب میں بھی یہی فرمایا تھا۔ حضور ضیاء الامتؒ کے ارشاد عالیہ کی برکت سے خدا نے کرم فرمایا کہ سیالکوٹ میں عقیدت مندوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ کئی ایسے نوجوان ہیں جو میرے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور انہیں خواب میں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ لوگوں نے حضرت ضیاء الامت سے پوچھا! یہ کون ہیں؟ آپؒ نے فرمایا یہ میرے مرید ہیں۔ آپ کے روحانی فیوض و برکات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی ہے۔ صرف تلخیص کے طور پر بطور تبرک یہ چند گذارشات پیش کی ہیں۔ حضور ضیاء الامت کی ذات گرامی کو جب دیکھا کرتا تھا تو حضرت علامہ اقبال کا یہ شعر وردِ زباں بن جاتا۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

بارگاہ نبوی کے ساتھ جو آپ کا روحانی تعلق ہے، میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جب بھی عالم تصور میں حضور ضیاء الامت کی ذات اقدس کا خیال کرتا ہوں تو فوراً سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ رحمہ اللہ کی مقبولیت اور کیا ہو سکتی ہے۔

العبد الضعیف

سید نذیر حسین شاہ چشتی نظامی

پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت ایک ہمہ جہت شخصیت

تحریر: ڈاکٹر حسن محمود عبداللطیف شافعی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

اردو ترجمہ: علامہ محمد اکرم الازہری

مفکرِ اسلام حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا تذکرہ کئی پہلوؤں سے کیا جاسکتا ہے۔ قبلہ کے اوصاف حمیدہ، شاہراہ حیات پر آپ کے مریدین اور تلامذہ کے لئے مینارۂ نور کا کام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں سے دین، علم اور حکمت کے جو چشمے جاری فرمائے ہیں ان سے سینکڑوں لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ حضرت صاحب کی دینی تعلیم میں لگن اور متعدد دینی مدارس کا قیام یقیناً آپ کی حیات مقدسہ کا قابل ذکر نورانی پہلو ہے اور آپ کا یہ فیض جاری و ساری ہے۔

حضرت پیر صاحب کا یہ عظیم کام آپ کی جہد مسلسل اور سعی بلیغ کا نتیجہ ہے جس کی بنیاد آپ کا علم، اعلیٰ اخلاق، بلند کردار اور خدا شناسی ہے۔ عالم ربانی کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ وہ علم، عمل اور تربیت سبھی کا حامل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۟ۙ (آل عمران)

حضرت صاحب کو خصائلِ حمیدہ کا وافر حصہ ورثہ میں عطا ہوا۔ آپ اس خاندان میں پروان چڑھے جس کا مسلمانوں کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا مشن تھا۔ آپ نے اپنے والد گرامی کے گہوارہ علمی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں آنکھ کھولی۔ تحصیل دین سے آپ کی فکر روشن ہوئی اور دل حق کی جانب مائل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو جلیل القدر اساتذہ میسر آئے جنھوں نے آپ میں علم کی قدر و منزلت کو راسخ کر دیا اور آپ میں اس مشن کو پورا کرنے کے لئے وہ اہلیت پیدا کی جو بعد میں آپ کی زندگی کا نصب العین بن گیا۔ ان میں سے چند قدسی صفات اساتذہ کے اسمائے گرامی ہم ذکر کرتے ہیں: مولانا محمد قاسم بالاکوٹی، مولانا محمد دین بدھوی، مولانا غلام محمود (میانوالی)۔

اس کے بعد آپ نے علوم حدیث وسنت کی تحصیل کے لئے عظیم محدث صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمیذ طے کیے۔ آپ اپنے شیخ کے منظور نظر اور قابل فخر تلامذہ میں سے تھے۔ اپنے ملک میں دینی علوم میں دسترس اور عصری علوم میں گریجوایشن

Marfat.com

کرنے کے بعد آپ کے علمی شوق نے آپ کو سیر وسیاحت کی راہ پر ڈال دیا اور حصول علم کے لئے سیاحت زمانہ قدیم سے علماء کا شیوہ رہی ہے۔ اس مقصد کے لئے حضرت صاحب نے عالم اسلام کی مشہور عظیم یونیورسٹی جامعہ الازہر (قاہرہ) کا سفر اختیار کیا جو اسلامی علوم کا عظیم قلعہ شمار ہوتا ہے۔ وہاں آپ اس جدید نظام تعلیم سے آگاہ ہوئے جو عالم اسلام کے مختلف علاقوں سے آنے والے طلباء کے لئے رائج کیا گیا ہے۔ آپ نے اس سے خوب استفادہ کیا اور اپنے علم وافکار کو وسعت دی۔۔ آپ نے اس دور کے ممتاز علماء سے اکتساب فیض کیا جو آپ کی خداداد صلاحیتوں اور علمی لگن پر بڑے نازاں تھے۔ انہوں نے آپ کے علمی شوق کو خوب نکھارا اور فکری متانت کو روشن کیا جن میں امام شیخ ابوزہرہ اور شیخ محمد مصطفیٰ شلبی قابل ذکر ہیں۔

آپ نے جامعہ کے کلیہ شریعہ کے شعبہ اصول فقہ سے ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ آپ عمر بھر جامعہ ازھر کے ساتھ اپنے تعلق کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے رہے۔ اسی وجہ سے آپ الازہری مشہور ہوئے۔ آپ ازھر کے عظیم مشن کے حامل تھے اور پھر آپ نے اس مشن کو پاکستان میں چلایا۔ اس غرض سے آپ پاکستان میں قریباً 25 اور بیرون ملک 7 دینی مدارس کا قیام عمل میں لائے۔

امام ترمذی حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرتے ہیں: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور ارض وسماء کے مکین یہاں تک کہ چیونٹی اپنی بل میں اور مچھلی سمندر میں لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے دعا کرتے ہیں۔ آپ اپنے مشائخ کی طرح اپنے معاشرہ کے باکردار اور سرگرم فرد تھے اور ہمیشہ مسلمانوں کی خدمت میں کوشاں رہے۔ آپ پہلے فیڈرل شریعت کورٹ کے جسٹس تھے۔ پھر سپریم کورٹ کے جسٹس مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اندرون اور بیرون ملک میں بہت سی علمی وفکری مجالس میں شرکت کی۔ ان عظیم مناصب کی ذمہ داریوں کے باوجود آپ نے اپنے مریدین کی علمی وروحانی تربیت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ نے حسنِ اخلاق، راہِ رشد وہدایت میں پیہم سعی اور دنیا کی تنگ نظری پر صبر کرنے میں کامل اتباع رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کر کے مریدین کے لئے بہترین نمونہ اور عمدہ مثال پیش کی۔

آپ کی یہ تمام مصروفیات آپ کے تصنیف وتالیف کے کام میں حائل نہ ہوئیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت کے موضوع پر شیخ کی گراں قدر تالیفات ہیں۔ پانچ مجلدات میں آپ کی مشہور تفسیر "ضیاء القرآن" اس کی بہترین مثال ہے اور سیرت کا عظیم انسائیکلوپیڈیا ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

فخر اور رشک اہل علم ہی کو زیبا ہے۔ وہی طالبین حق کی راہ ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے

Marfat.com

والے ہیں۔

پس علم حاصل کرو۔ ابدی اور دائمی زندگی پاؤ گے۔ بے علم مردہ ہیں اور اہل علم زندہ ہیں۔

حضرت صاحب تقریباً 80 سال بقید حیات رہے۔ آپ نے اپنی زندگی کو اسلام اور اہل اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ لوگ آپ کی محبت کے گرویدہ تھے۔ آپ کی خدمات جلیلہ کی وجہ سے ہی اپنے مریدین اور معتقدین کے قلوب میں آپ کی یادیں روشن اور زبانوں پر دعائیں مچلتی ہیں۔ میں بھی بارگاہ خدا میں دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو زمرۂ صالحین میں کرے۔ آپ کی اسلام اور اہل اسلام کے لئے عظیم خدمات پر اجر عظیم عطا فرمائے اور انہیں آپ کے میزان عمل میں رکھے اور آپ کی اولاد، مریدین اور راہِ خیر میں کوشاں حضرات میں پاکستان اور مسلمانوں کے لئے آپ کا کوئی جانشین پیدا فرمائے۔

Marfat.com

حضور ضیاء الامت ایک ہمہ جہت شخصیت

حافظ محمد رمضان سیالوی جھنگ

مفسرِ قرآن حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات وصفات، دین اسلام کی حقانیت اور صداقت کی ایک برہان قاطع تھی۔ ان کے سینے میں علوم ومعرفت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ان کے قلب مبارک میں محبت الٰہی اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی فروزاں قندیل، ذکرِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت آپ کی آنکھوں سے سیلِ اشک کی روانی، دم گفتگو ان کے کلام کی شیرینی، ان کی استقامت الغرض آپ کی سیرت کے جس گوشے کو بھی دیکھا جائے، آپ کی زیبائی اور رعنائی دلوں کو موہ لیتی ہے۔ ہر انصاف پسند یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ جس دین کا یہ پیروکار ہے بلاشبہ وہ سچا دین ہے۔ بلاشبہ یہ دین کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ رب العالمین کا اپنا دین ہے۔ جس کو اس نے اپنی صفات کا مظہر بنا کر بنی نوع انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اپنے حبیب کبریا ﷺ کے ذریعے بھیجا ہے۔ حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی اکیس رمضان المبارک 1918ء شب بعد از نماز تراویح بھیرہ شریف میں ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کی آمد سے قبل سرزمین بھیرہ کی خاک کے پیاسے ذرے مدت سے ایسے مردِ حق آگاہ کے لئے اپنے خشک ہونٹوں اور بے قرار نگاہوں سے وقف انتظار تھے جو ان کی حد سے بڑھتی ہوئی تشنگی پر رحم کرتے ہوئے ان پر سحابِ کرم بن کر برسے۔ اپنے حیات بخش قطروں سے انہیں نئی زندگی عطا فرمائے۔ رحمتِ الٰہی نے خشک فضاؤں اور پیاسے ذروں کی فریادسنی اور بھیرہ کے دور افتادہ شہر کی علمی وروحانی آغوش میں پل کر اس مردِ مجاہد نے اللہ کے دین کو حاصل کرنے کے لئے برصغیر کی وادیوں سے لے کر سرزمین مصر کا سفر کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے عشق کا جو بے پناہ خزانہ حضرت پیر سیال رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ شفقت سے قبلہ پیر صاحب کو مرحمت فرمایا تھا اور فصاحت وبلاغت کی جو نعمت آپ کو بڑی فیاضی سے عنایت فرمائی تھی اس نے آپ کی شخصیت کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ آپ کے علوم کو بھی عجیب اثرات سے مزین فرما دیا تھا۔ اس طرح آپ کے فیوض وبرکات کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا۔ آپ کے حلقہ ارادت نے پھیل کر سارے پاکستان کو اپنے احاطے میں لے لیا۔ آپ کو نبی کریم ﷺ کی ذات سے بے پناہ عشق تھا۔ اس کے باعث آپ نے ساری زندگی اپنی جملہ ذہنی، روحانی اور جسمانی توانائیاں ان کے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے فرض کی ادائیگی سے غفلت نہ برتی۔ دار العلوم محمدیہ

Marfat.com

غوثیہ بھیرہ شریف میں جب آپ حدیث پاک کا درس دیتے تو طلباء اور سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی اور کچھ بعید نہیں کہ اس محفل میں شریک ہونے والے نوری ملائکہ بھی دم بخود تصویر حیرت بنے آپ کے جذبہ عشق ومحبت پر تحسین وآفرین کے پھول نچھاور کر رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا یہ والہانہ جذبہ اور سنت نبوی ﷺ کی خدمت کا یہ بے پایاں شوق اس قدر پسند آیا کہ آپ جب حضور اکرم ﷺ کا نام مقدس یا نعت رسول پاک ﷺ سنتے تو آپ کی آنکھیں موسلا دھار بارش کی طرح برسنے لگتیں۔ آپ کی دہلیز پر دین ودنیا کے کسی بھی کام کے لئے کوئی بے گانہ بھی آ جاتا تو آپ اس کے آنسو ضرور خشک کرتے۔ مجھ جیسے ناچیز کو اپنے لطف وکرم سے ہمیشہ نوازتے۔ ملتان شریف یا بہاول پور انجمن طلباء اسلام کے یا جماعت اہل سنت کے کسی جلسے میں تشریف لے جاتے ہوئے یا واپسی پر مجھ جیسے ناچیز پر ضرور کرم فرماتے اور ہمیشہ قدم بوسی کا موقع عنایت فرماتے۔ سیال شریف یا حضرت پیر امیر شاہ صاحب کے عرس پر اپنے بچوں کی طرح محبت کی نگاہ سے دیکھتے۔ 1994ء میں رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں جب آپ اعتکاف میں تھے، ایک شخص بریلی شریف انڈیا سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عصر کے وقت آپ باب الفہد کے نزدیک قیام فرما تھے۔ حرم شریف میں انگلینڈ سے آئے ہوئے چند اور بھی پیر بھائی تھے۔ وہ شخص آپ کو کہنے لگا: حضور مجھے بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا ہے، آپ مجھے بیعت کریں۔ آپ مسکرا کر فرمانے لگے کہ بھائی! آپ کو تو بابا صاحب نے بھیجا ہے لیکن بابا حضور نے مجھے تو حکم نہیں فرمایا کہ اس کو بیعت کر لو۔ اس آدمی نے افطاری وہیں کی اور پھر چلا گیا۔ بعد از عشاء تراویح ہوئی۔ صلوۃ کے بعد روزہ رکھا، تہجد پڑھی۔ پھر فجر کی اذان کے بعد نماز سے فارغ ہوئے تو اشراق کے بعد آپ اپنی نشست گاہ پر تھوڑی دیر آرام فرمانے کے لئے سو گئے۔ پندرہ منٹ گزرے تھے کہ جلدی سے آپ اُٹھ بیٹھے۔ مجھے حکم فرمانے لگے کہ کل جو آدمی بریلی شریف سے آیا تھا، اس کو تلاش کرو۔ میں نے عرض کیا: غریب نواز انتہائی زبردست رش ہے۔ اب وہ کس طرح ملے گا۔ آپ نے فرمایا: آنحضور ﷺ کے قدمین شریفین کی طرف جاؤ۔ وہاں مل جائے گا۔ جب میں حضرت صاحب کے حکم کی تعمیل میں وہاں پہنچا تو وہ شخص وہاں رومال گلے میں ڈال کر مانگ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ بھائی آپ کو قبلہ پیر صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ وہ یہ سن کر خوشی سے دوڑتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ فرمانے لگے: آؤ بھائی مجھے بابا حضور نے اب حکم دیا ہے۔ وہ جواب میں کہنے لگے کہ پیر صاحب میں نے بھی ابھی رسول پاک ﷺ کو درخواست کی تھی اور ساتھ ہی آپ نے بلا لیا۔ ایک دفعہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ میں بھی حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب کے ساتھ تھا۔ آپ حضور اکرم ﷺ کے رُخ انور کے سامنے سلام پیش کر رہے تھے تو

Marfat.com

پاکستان بہاولنگر کا ایک آدمی رو کر حضور ﷺ کو عرض کر رہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے پیچھے دشمن ہیں۔ میری جائیداد پر قابض ہیں اور مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہیں تو آپ نماز کے بعد فارغ ہوئے اور مجھے فرمایا کہ رمضان میاں اس بندے کو بلا دو۔ میں اس کو ساتھ لے کر حضرت صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ آپ سیدنا عثمانِ غنیؓ کے مزار مبارک پر سلام پیش کر رہے تھے تو میں نے عرض کیا: غریب نواز! یہی وہ آدمی ہے جو سرکار دوعالم ﷺ کو اپنے دکھ درد سنا رہا تھا۔ قبلہ پیر صاحب نے فرمایا کہ بھائی! آقائے دوجہاں ﷺ کو ایسی باتیں جو ہمارے دشمنوں کو غرق کر دیں یا قتل کرا دیں نہ کہا کریں بلکہ دعا کیا کریں۔ اگر آپ بہت دکھی ہیں تو سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی لفظ دوہرائیں انشاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تین دن بعد وہی شخص آپ کو چھتریوں کے نیچے ملا اور کہنے لگا: پیر صاحب! جو میرے مخالف تھے انہیں بجلی کا کرنٹ لگا اور موقع پر ہلاک ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا: فقیر اس بات پر خوش نہیں ہوتے، ہم نے تو ان کی ہدایت کے لئے دعا کی تھی۔

1994ء میں عید الفطر کے موقع پر حرم شریف میں زبردست رش تھا۔ اور ساتھی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم قبلہ پیر صاحب کے ساتھ ساڑھے تین بجے تہجد کی اذان کے وقت حرم شریف میں آ کر بیٹھ گئے۔ ساڑھے سات بجے عید ہوئی۔ رش کے متعلق بیان نہیں کیا جا سکتا کہ سعودیہ سیکورٹی بے بس ہو گئی۔ لوگ گر گر کر پاؤں تلے روندے جانے لگے۔ میں نے عرض کیا: حضور زبردست رش ہے اور لوگوں کو انتہائی تکلیف ہو رہی ہے۔ کسی طرف سے مواجہ شریف جانے کے لئے جگہ نہیں۔ بہتر ہو گا کہ ہم دو گھنٹے ٹھہر جائیں۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میری اس عید کا کیا فائدہ کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہو کر آپ کو مبارکباد نہ دوں۔ میرے آقا ﷺ بلا رہے ہوں اور میں یہاں کھڑا رہوں۔ آپ غریب نواز باب صدیق اکبر سے حرم سے باہر تشریف لے گئے۔ باب السلام سے دوبارہ اندر داخل ہوئے۔ آپ کے ساتھ کم و بیش ہم دس آدمی تھے۔ تین آدمی مصر کے تھے۔ جب مواجہ شریف کی طرف بڑھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کچھ لوگ پیچھے ہٹ کر حضرت صاحب کے لئے راستہ بنا رہے ہیں حتیٰ کے لاکھوں کے جم غفیر میں آپ آسانی سے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں تشریف لے گئے۔ سلام پیش کرنے کے بعد عید کی مبارکباد پیش کی۔ بارہا میری آنکھوں کا دیکھنا ہے کہ برصغیر میں موجودہ دور کے اندر علماء مکہ اور مدینہ یا انتظامی امور کے سربراہان کسی کو پاکستان میں ادب کی نگاہ سے دیکھتے تھے تو وہ ذات حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تھی۔

حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری سات اپریل بروز منگل طویل عرصہ علالت کے بعد کمپلیکس ہسپتال اسلام آباد میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ

Marfat.com

راجعون) آپ کی رحلت کے بعد پیدا ہونے والا خلا کبھی پر نہیں ہوسکتا۔ پیر محمد کرم شاہ صاحب کی ذات گرامی اپنے علمی کارناموں، دینی عظمت، سیاسی وملکی خدماتِ جلیلہ کے باعث فخر روزگار ہے۔ مولا کریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مقدس کے نقش پاء کے طفیل اس عظیم ہستی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کے درجات میں اضافہ فرمائے۔ آپ کے سارے خاندان اور صاحبزادگان کو آپ کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت کی ہمہ جہتی خدمات

حق نواز چشتی

موت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ حکم ربانی کے تحت ہر ذی روح کو اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ لیکن جب کوئی ایسی شخصیت دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف منتقل ہوتی ہے جس کی زندگی علم و عمل اور مخلوق خداوندی کے لئے شفقت و راحت سے عبارت ہو تو یہ موت ایک فرد کی موت نہیں ہوتی بلکہ پورا ماحول موت کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرتا ہے۔ حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملال کا جانکاہ حادثہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات سے ایک فردِ انسانیت کی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ علم و حکمت اور رشد و ہدایت کا وہ چشمہ جس سے لاکھوں افراد سیراب ہو رہے تھے، اچانک بند ہو گیا۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اس علمی اور روحانی خانوادے کے چشم و چراغ تھے جو رشد و ہدایت کا مرکز اور باطل کے لئے ننگی تلوار ہے۔ کسی شخصیت کی زندگی کے کسی بھی پہلو پر لکھنا تب ممکن ہے جب اس شخصیت کا پس منظر کماحقہ معلوم ہو۔ اس کے سلسلہ حیات کی ہر کڑی اور اس کی زندگی کا ہر لفظ صحیح سوچ کی زنجیر میں پابند ہو۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ بہت کچھ ہیں لیکن انؒ کی ذات اعلیٰ کمالات اور عظمیٰ صفات کے ساتھ ایسی مربوط و مضبوط ہے کہ صفات کو تحلیل کر کے ایک ایک کو زیر تحریر لانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ولادت یکم جولائی 1918ء کو بھیرہ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بھیرہ کے گورنمنٹ ہائی سکول سے حاصل کی۔ دنیاوی علوم کے حصول کے بعد آپ اعلیٰ اسلامی تعلیمات کے لئے جامعۃ الازہر مصر چلے گئے۔ وہاں پر آپ کو حسنِ کارکردگی کا سرٹیفکیٹ دیا گیا۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ نے اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت اسلام کی بیش بہا خدمات سرانجام دیں جس کی وجہ سے لوگ آپ کو نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی جانتے ہیں۔ چونکہ بھیرہ آپ کا آبائی شہر تھا۔ اس لئے ان کی وجہ سے بھیرہ کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی۔ آپ کے وصال کی خبر جہاں ان کے خاندان اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہزاروں عقیدت مندوں کے لئے روح فرسا تھی۔ وہاں ہمارا ملک پاکستان ایک نامور عالم دین اور عظیم مذہبی سکالر سے بھی محروم ہو گیا۔ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ مدتوں تک پُر نہ ہو سکے گا۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے نئی نسل کو دینی علوم سے فیض یاب کروانے کے لئے دینی اور دنیاوی تعلیم کو یکجا کر کے ایسا مثالی نصاب مرتب کیا

Marfat.com

جس سے آج کے دور کا طالب علم بھرپور طریقہ سے استفادہ کرسکتا ہے۔

پیر صاحب نے اپنے والد ماجد کے قائم کردہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ انہوں نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی آبیاری کے لئے بیشمار مشکلات کے باوجود جس ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی مذہبی خدمات کی بدولت اس وقت کے صدر مملکت جنرل ضیاء الحق نے ایک دفعہ کہا تھا کہ شاہ صاحب پاکستان کی ایسی عظیم شخصیت ہیں جن کو سونے میں تولا جاسکتا ہے۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی شاخیں اس وقت ملک کے طول وعرض میں موجود ہیں۔ سیالکوٹ، بھکر، میرپور آزاد کشمیر، کراچی سمیت تقریباً پندرہ مختلف شہروں میں قائم ہیں۔ اس کے علاوہ بیرون ملک بھی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی شاخیں انگلینڈ، ناروے، امریکہ اور جنوبی افریقہ میں قائم کی گئی ہیں۔ جہاں ہزاروں کی تعداد میں طالب علم دینی اور دنیاوی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کو اس سے بھی کہیں زیادہ ترقی کرتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن الحمدللہ اس وقت بھی دارالعلوم سے فارغ التحصیل بے شمار طلبہ فروغ دین کے لئے جہاں دنیا بھر میں کوشاں ہیں وہاں بہت اہم عہدوں پر بھی فائز ہیں۔ بھیرہ میں طلباء کے ساتھ ساتھ طالبات کی تعلیم کا مرکز بھی قائم کیا گیا ہے۔ جہاں طلباء وطالبات کی رہائش اور کھانے کا انتظام ادارہ مفت کرتا ہے وہاں یہ ادارہ کئی مزید خدمات بھی سرانجام دے رہا ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے ایک عظیم مذہبی سکالر کی حیثیت میں اپنی زندگی درس وتدریس کے ساتھ ساتھ دینی کتب کی تصنیف وتالیف میں گزاری۔ آپ نے ضیاء القرآن تفسیر کی پانچ جلدیں اور ضیاء النبی ﷺ سات جلدیں، سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام، پیر اور مرید کے علاوہ متعدد کتب تحریر کیں جن کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ آپ نے نگران اعلیٰ کی حیثیت سے جدید دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ''ضیائے حرم'' کے نام سے ایک ماہنامے کا اجرا کیا جو اپنا وسیع حلقہ رکھتا ہے۔ آپ کا سلسلہ مسلک حنفی العقیدہ ہے اور آپ کا سلسلہ بیعت آستانہ عالیہ سیال شریف (سرگودہا) سے ہے اور اسی آستانے سے آپ کو خلافت ملی۔ چونکہ میرا تعلق بھی اسی آستانے سے ہے اس لئے آپ سے ملاقات کا شرف رہا۔ آپ کو فیصل آباد میں ضلع کونسل کے جناح ہال میں ''شیخ الاسلام'' حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی یاد میں منعقد ''شیخ الاسلام'' کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے سنا۔ آپ کا بیان نہایت ہی سادہ اور دلنشین تھا۔ آپ نے محفل کو کبھی بے رونق نہیں ہونے دیا۔ سرکار دو عالم ﷺ سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ آپ کی صورت وسیرت سے سنت نبوی ﷺ کی جھلک نظر آتی تھی۔

Marfat.com

ایک دفعہ سیال شریف آپ اپنے کمرے میں جلوہ فرما تھے کہ ایک پیر بھائی جو ایک چلہ میں تھا، کافی پریشانی کے عالم میں آپ کے پاس آیا اور آپ کو سارا واقعہ بیان کیا جس پر آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا آپ ایسے کام کرتے ہیں۔ اس نے عرض کی حضور غلطی ہو گئی۔ آپ نے فوراً کچھ پڑھ کر پہلے اس کے دائیں کان میں اور پھر بائیں کان میں پھونک ماری، پیر بھائی بالکل ٹھیک ہو گیا۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے پیر خانے میں حاضری دیتے اور سیال شریف میں ایسے ہی رہتے جیسے باقی پیر بھائی رہتے ہیں کوئی آپ کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ آپ اسی آستانے کے خلیفہ ہیں۔ ایسے نفوس قدسیہ اپنی مجاہدانہ زندگی کی بدولت خدائے کریم سے حیات ابدی کا صلہ پاتے ہیں۔ دنیا میں وہ مر کر بھی زندہ اور دنیا چھوڑ کر بھی زندہ ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری وفات کے وقت تک شریعت کورٹ کے جسٹس تھے۔ اس کے علاوہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور دارالمال اسلامی سپروائزری بورڈ کے ممبر بھی رہے۔ آپ کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چھ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے فارغ التحصیل ہیں جن کو شاہ صاحب نے اپنی زندگی میں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور جو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے پرنسپل ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے پیر محمد محسن شاہ سابقہ ایم۔ پی۔ اے ہیں۔ باقی صاحبزادوں میں صاحبزادہ حفیظ البرکات شاہ، صاحبزادہ محمد ابراہیم شاہ، صاحبزادہ ابوالحسن اور صاحبزادہ فاروق بہاء الحق شاہ ہیں۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی نماز جنازہ نائب شیخ الاسلام امیر شریعت حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی زیب سجادہ آستانہ عالیہ سیال شریف نے پڑھائی۔ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ کے آخری دیدار اور نماز جنازہ کے لئے ملک بھر بشمول آزاد کشمیر سے آپ کے لاکھوں عقیدت مند اور مریدین بھیرہ پہنچے۔ جنازہ میں شریک ہر عقیدت مند اور مرید کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب تھا اور شدت غم سے نڈھال تھا۔ آپ کا مزار اقدس پھولوں کی پتیوں سے لد گیا۔ عیدالاضحیٰ کے باوجود بھیرہ شریف میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ ہر طرف آہیں، سسکیاں اور چیخ وپکار تھی۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے تقریباً اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔ قبلہ شاہ صاحب بظاہر ہماری آنکھوں سے نہاں ہو گئے لیکن ان کی عقیدت ومحبت کے چراغ ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔

Marfat.com

حضور ضیاء الامت کا اندازِ تربیت

مولانا محمد عبید اللہ منڈی بہاؤالدین

میں مئی 1966ء میں بھیرہ شریف دار العلوم میں داخل ہوا۔ اس وقت موجودہ تدریسی بلاک کی تعمیر ابھی مختصر تھی۔ سامنے والے آٹھ کمرے، دار المطالعہ اور لائبریری ہال پر مشتمل اس عمارت کا صحن ناہموار اور کھلا تھا۔ حضور ضیاء الامت کبھی کبھی اس صحن میں چارپائی پر تشریف رکھتے، اخبار کا مطالعہ فرماتے، مریدین، متوسلین سے ملاقات فرماتے اور زیرِ تعلیم طلبہ کی دلجوئی کے لئے ان سے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال فرماتے۔

ایسی ہی ایک مجلس میں لنگر شریف سے آپ کے لئے چائے لائی گئی۔ ابھی چائے پیالی میں نہیں ڈالی گئی تھی کہ آپ نے محفل میں موجود احباب پر نظر ڈالی اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''عبید اللہ خان! پانی لاؤ'' میں بالکل نووارد طالب علم تھا۔ پانی کہاں سے لانا ہے۔ گلاس کہاں سے ملے گا؟ تعمیل حکم کے لئے تیزی سے نکلا۔ لیکن شدت اضطراب میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ کیا کروں؟ ایک دوست نے کہا: فلاں کمرے سے صاف گلاس مل جائے گا، وہاں سے لے لو۔ گلاس مل جانے پر نلکے کو چند دفعہ ہلا کر پانی لیا اور اپنے مربی ومحسن پیر ومرشد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے گلاس منہ سے لگایا اور دو دفعہ کلی کر کے گلاس ساتھ ہی رکھ دیا اور چائے پینا شروع کر دی۔ میرے ذہن میں یہ بات راسخ ہوگئی کہ آپ پانی پینا نہیں چاہتے تھے بلکہ محض کلی کرنے کی غرض سے منگوایا تھا۔ جب آپ چائے سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ آپ اُٹھے، ساتھ ساتھ اہل مجلس بھی مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ چند قدم اٹھنے کے بعد آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ مجھے اپنے قریب کیا۔ آپ چلتے بھی جاتے تھے اور ساتھ ساتھ انتہائی اپنائیت اور پیار کے ساتھ مجھے اپنی بغل میں لے کر ارشاد فرما رہے تھے: بیٹا! جب کوئی آدمی چائے سے پہلے پانی مانگے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے پینے کے لئے ٹھنڈے پانی کی ضرورت ہے۔ اب مجھے احساس ہوا کہ میں نے نلکے سے ٹھنڈا پانی نکالے بغیر محض گرم پانی آپ کو پیش کر دیا تھا۔ آپ کی قوت برداشت تھی کہ پیاس پر کنٹرول کر لیا۔ نہ مجھے ڈانٹا، نہ اس وقت احساس دلایا کہ تم گرم پانی لے کر آئے ہو اور نہ کسی اور کو پانی لینے کے لئے بھیجا کہ میری دل شکنی نہ ہو۔

کہاں سے ملے گا یہ انداز تربیت؟ اللہ تعالیٰ ان من موہنی اداؤں والے میرے کریم مربی کو جنت الفردوس میں بیش از بیش سرفرازیوں سے نوازے۔

Marfat.com

لنگر شریف کی مہندی کی لکڑیاں آپ کی زمینوں سے شہر لائی گئیں۔ ایندھن کا سٹور اندر تھا۔ اس لئے لکڑیاں گلی میں اونٹوں سے اتار دی گئیں۔ استاذی المکرم حافظ محمد خان نوری صاحب نے طلبہ کو حکم فرمایا کہ سارے چلو تا کہ لکڑیاں اندر حویلی میں رکھ دی جائیں۔ ہم تمام دوست لکڑیاں اٹھا اٹھا کر حویلی میں سٹور کر رہے تھے اور کمسن صاحبزادہ محمد محسن شاہ صاحب کمروں کی چھت پر کھڑے آوازیں لگا رہے تھے۔ ''طالب علمو! لکڑیاں پئے سُٹد ے او''۔ ''طالب علمو! لکڑیاں پئے سُٹدے او''۔ اسی اثنا میں حضور ضیاء الامت تشریف لائے۔ صاحبزادہ محمد محسن شاہ صاحب کی آواز آپ نے سن لی۔ آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''محسن ایسا نہ کہو'' بلکہ یوں کہو۔ بھائیو! ''لکڑیاں پئے سُٹدے او''۔ پانچ سال کے محسن شاہ صاحب نے یہی الفاظ کہنے شروع کر دیئے ''بھائیو! لکڑیاں پئے سُٹدے او'' اور دیر تک یہی الفاظ دہراتے رہے۔ بظاہر اس تنبیہ میں ایک لفظ کی تبدیلی تھی یعنی طالب علمو کی جگہ بھائیو کے الفاظ تھے۔ لیکن فی الحقیقت صاحبزادہ صاحب کے ذہن میں یہ بات راسخ کرنا مقصود تھا کہ دور دراز سے دین کی خاطر سفر کرنے والے بچے بھی تمہاری طرح ہی ہیں۔ کوئی بھی صاحبزادہ ان دین کے طالب علموں کو کمتر خیال نہ کرے۔ آپ کے اس انداز تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضور ضیاء الامتؒ کے جملہ صاحبزادگان اور آپ کے خاندان کے تمام افراد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ حد درجہ محبت سے پیش آتے ہیں۔ نہ صرف محبت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ان کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جب تک آپ بقید حیات رہے، ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ وہ دارالعلوم کے ساتھ اظہار یکجہتی کر کے آپ کی رضا حاصل کرے اور آپ کی دعاؤں سے شاد کام ہو۔

قارئین یہ سن کر یقیناً حیرت محسوس کریں گے کہ ایک دن کسی صاحب نے آپ سے پوچھا! آپ کے بیٹے کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین سو کے لگ بھگ ہوں گے۔ مہمان نے حیرت واستعجاب سے سوال دہراتے ہوئے کہا: حضور میں نے آپ کے بچوں کے بارے میں سوال کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: دارالعلوم میں پڑھنے والے جملہ طلبہ میرے ہی تو بچے ہیں۔ پھر آپ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: اگر میں کہوں کہ یہ طلبہ مجھے اپنی نسبی اولاد سے زیادہ پیارے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ لوگ کہیں کہ مبالغہ کر رہا ہے لیکن میں یہ سچ کہہ رہا ہوں کہ دارالعلوم کے طلبہ مجھے نسبی اولاد سے کم پیارے نہیں۔

ستمبر 1974ء بروز بدھ جناب مختار احمد ضیاء صاحب، جناب حافظ احمد بخش صاحب، جناب الٰہی بخش کوثری صاحب، جناب غلام علی قمر صاحب اور بندہ ناچیز نے مل کر کمرہ نمبر چھ میں دوپہر کا کھانا کھانا شروع کیا ہی تھا کہ حضور ضیاء الامت کا پیغام موصول ہوا کہ آپ مجھے طلب فرما رہے ہیں۔ اس طرح خصوصیت سے یاد فرمانے پر دل مچل مچل جایا کرتا تھا کہ آپ نے خصوصیت سے یاد فرمایا ہے اور کبھی

Marfat.com

کبھی دل ڈوب جایا کرتا کہ کہیں کوئی خطا سرزد نہ ہوگئی ہو۔ خوشی و انبساط اور حزن و ملال کے ملے جلے جذبات اور دل کی تیز دھڑکنوں کے ساتھ گول سیڑھیوں سے ہوتا ہوا لائبریری کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ آپ کی برادری کے ایک صاحب تشریف فرما ہیں اور آپ ان سے محو گفتگو ہیں۔ ماحول انتہائی خوش گوار دیکھ کر دل کو قرار آیا۔ اجازت طلب کرنے پر آپ نے بائیں طرف بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ جونہی بیٹھا تو انتہائی شفقت و محبت سے آپ نے میرے بائیں کندھے پر اپنا دایاں ہاتھ رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: شاہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ ان کی جامع مسجد تخت پوش والی میں اپنے ایک طالب علم امامت و تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ کچھ دنوں کے لئے گھر چلے گئے ہیں۔ ان کے واپس آنے تک تم ان کی جگہ امامت کے فرائض سرانجام دو۔

دارالعلوم میں علماء وفضلاء، قراء اور حفاظ کی کثیر تعداد کی موجودگی میں آپ کا بندہ ناچیز کو یاد فرمانا یقیناً باعث صد افتخار تو تھا لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ میں نہ قاری، نہ حافظ اور نہ ہی امامت کے آداب سے شناسا۔ آپ مجھے ہی کیوں حکم دے رہے ہیں؟ بعد میں پتہ چلا کہ یہ آٹھ سالہ تعلیم کا پریکٹیکل ہو رہا تھا جس سے میں یقیناً بے خبر تھا۔ جب واپس کمرہ میں آیا تو ساتھیوں نے پوچھا کہ حضور ضیاء الامت نے کیوں یاد فرمایا؟ سارا واقعہ سنایا۔ وہ بھی تعجب کرنے لگے اور ساتھ ہی معنی خیز تبسم میں کہنے لگے کہ لو جی عبیداللہ صاحب بھی آج امام بن گئے۔

حسب ارشاد اس ذمہ داری کو نبھانے کی خاطر کمربستہ ہوگیا۔ بڑے اہتمام کے ساتھ نماز ظہر تا عشاء امامت کے فرائض سرانجام دیئے اور نماز فجر کی جماعت کروانے کے لئے رات سے ٹائم پیس کا اہتمام کرلیا کہ کہیں سوتے میں نماز کا وقت بیت نہ جائے۔ صبح کی اذان کے ساتھ بیدار ہوا اور بروقت نماز پڑھائی۔ اگلے دن جمعرات تھی۔ میں اسباق پڑھنے کے بعد حسب معمول گھر چلا گیا۔ جمعہ کو واپسی ہوئی لیکن امامت کی ذمہ داری ذہن سے نکل گئی۔

بروز ہفتہ حسب پروگرام دوپہر کے کھانے کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ یہ پیغام موصول ہوا کہ آپ یاد فرما رہے ہیں۔ پیغام ملتے ہی مجھے احساس ہوگیا کہ مجھے غفلت نے مار دیا۔ بہرحال لڑکھڑاتے قدموں سے لائبریری ہال پہنچا۔ اب جمال پر جلال غالب تھا۔ لیکن انتہائی تمکنت کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں کہ ساتھی کیسا پیش آرہے ہیں۔ آپ وقت پر پہنچ جاتے ہیں؟ اگرچہ شاگردوں کے لئے بھی ''لفظ آپ'' فرمانا آپ کا معمول تھا۔ لیکن فی الوقت بندہ کوتاہ کے لئے بھی لفظ'' آپ'' یقیناً تنقیداً تھا۔ مزید استفسار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: کتنے نمازی ہو جاتے ہیں؟ تمام نمازی خوش ہیں۔ آپ مطمئن ہیں؟ ملفوظات سن کر میں سر جھکائے ندامت سے غرق غرق ہو رہا تھا۔ گم سم بیٹھا دل ہی دل میں اپنے مقدر کو

Marfat.com

کوس رہا تھا کہ کاش میری زندگی میں یہ دن نہ آتا۔ اگرچہ مسجد کی انتظامیہ کی جانب سے میری غیر ذمہ داری کا ثبوت فراہم ہو چکا تھا لیکن آپ میری زبان سے یہ سب کچھ سننا چاہ رہے تھے۔ بالآخر دبے الفاظ میں یہ فقرہ زبان سے ادا ہو ہی گیا۔ حضور میں جمعرات کو گھر چلا گیا تھا۔ یہ فقرہ سنتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ اس دن ہی کہہ دیتے کہ امامت والا کام میں نے پہلے کبھی نہیں کیا۔ یہ ہمارے شایان شان نہیں ہے۔ ہمارا معیار بہت بلند ہے تو میں کسی درویش کے ذمہ لگا دیتا۔ اچھا بڑی مہربانی جاؤ۔

اب ناراضگی کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہوئے مسند مبارک سے اٹھے اور کیبن میں تشریف لے گئے۔ دروازے کو بند کرتے ہوئے اندر سے چٹخنی لگالی۔ اب کیبن سے باہر لائبریری میں صرف میں تھا یا میری سسکیوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ آنسو چھم چھم گر رہے تھے۔ کبھی نظر اٹھا کر دیکھتا کہ کوئی آئے تو اسے داستان غم کہہ سکوں اور معافی کی خیرات مانگ سکوں۔ کبھی آستینوں سے آنسو خشک کرتا اور کبھی گھٹنوں پر سر رکھ کر اپنی نالائقی کا ماتم کرتا۔ کافی دیر ماحول پر اجنبیت طاری رہی۔ جب مایوسی بڑھنے لگی تو کسی نے کندھے کو جھنک کر پوچھا۔ کیا بات ہے؟ جو سر اٹھا کر دیکھا تو میاں تاج دین صاحب ساکن بھاگووال تھے۔ جناب میاں صاحب کو دیکھتے ہی دل ناتواں کو سہارا مل گیا۔ مایوسی مسرت و انبساط میں بدل گئی۔ ان کے پوچھنے پر سارا واقعہ عرض کر دیا۔ انہوں نے افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے کہا: آپ نے اچھا تو نہیں کیا لیکن فکر نہ کرو۔ ابھی معافی کے لئے عرض کرتا ہوں۔ جناب میاں صاحب نے کیبن کے دروازے پر دستک دی اور بن پوچھے آپ بار بار عرض کرتے رہے کہ خادم تاج دین۔ لیکن کوئی جواب نہیں آرہا۔ حالانکہ اس سے قبل میاں صاحب کا علم ہوتے ہی انتہائی مصروفیت کے باوجود دروازہ کھل جاتا تھا۔ لیکن سماں بدلا ہوا تھا۔ حالات اور واقعات آپ کی ناراضگی کی غمازی کر رہے تھے۔ بالآخر بار بار عرض کرنے پر دروازہ کھلا تو سہی لیکن میاں صاحب کے داخل ہوتے ہی کنڈی لگ گئی اور میں وہیں دروازے پر کھڑا دیکھتا رہ گیا۔ اب غم و اندوہ سے دل نڈھال ہو چکا تھا۔ دل اس صدمہ سے چور چور ہو چکا تھا۔ آنکھیں اس من موہنے ماہی کی ایک جھلک تکنے کے لئے بے تاب ہو رہی تھیں۔ سسکیوں کا پھر وہی تانتا بندھ گیا۔ جن میں تھوڑی دیر پہلے ٹھہراؤ آیا تھا۔ چند لمحات بعد دروازہ کھلا اور یہ کہتے ہوئے سنا کہ میاں تاج دین صاحب فرما رہے تھے کہ اندر آجاؤ۔ اس مانوس اور بھلی آواز نے ڈھارس بندھائی۔ اندر داخل ہوتے ہی بے ساختہ سوز و گداز سے معمور اپنے مربی و مرشد کے قدموں پر گر پڑا اور زور زور سے رونے لگا اور ساتھ ساتھ یہ الفاظ دہرانے لگا کہ مجھے معاف کر دیجئے۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ حضور ضیاء الامت" نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور مجھ خطا کار کو سینے سے لگاتے ہوئے پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے ہاتھ مبارک میری آنکھوں پر پھیرتے ہوئے فرمایا۔ "اب چپ ہو جاؤ۔" بڑے پیار و محبت

Marfat.com

سے ساتھ والی چارپائی پر بٹھایا۔ جب میں مکمل پرسکون ہو چکا تو آپ ارشاد فرمانے لگے: مجھے معلوم تھا کہ تو نہ حافظ ہے، نہ قاری۔ تو نے جماعتیں بھی کبھی نہیں کروائیں لیکن بسا اوقات تھوڑی سی ذمہ داری عائد کر کے اندازہ لگانا مقصود ہوتا ہے کہ یہ بچہ مستقبل میں کتنی بڑی ذمہ داری نبھا سکتا ہے۔ میری آپ سے کافی امیدیں وابستہ ہیں اور آنے والے وقت میں آپ پر کافی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جنہیں آپ نے نبھانا ہوگا۔ دعائیں دیتے ہوئے انتہائی محبت کے ساتھ اجازت فرمائی۔

حضور ضیاء الامت کے اس منفرد انداز تربیت نے میری پوری زندگی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور مستقبل میں بڑی سے بڑی ذمہ داری سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ عطا فرمایا اور اپنے کام کے ساتھ لگن کا قرینہ سکھا دیا۔ اس کے بعد راقم الحروف نے اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھانے کی حتی المقدور کوشش کی۔

مجھے امید واثق ہے کہ اس مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے فارغ التحصیل شاہین صفت علماء کرام اس دارالعلوم اور اس کی ذیلی شاخوں میں زیر تعلیم طلبہ حضور ضیاء الامت کے اس فرمان کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنائیں گے اور اپنے اوپر عائد تمام تر ذمہ داریوں سے بطریقہ احسن سرخرو ہوں گے۔

Marfat.com

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ضیاء پاشیاں

علامہ شہباز احمد چشتی

عالم اسلام کی عبقری اور یکتائے روزگار شخصیت ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ جو بیک وقت ایک مفکر، مفسر، محقق، سیرت نگار، ادیب اور اقلیم فقر و درویشی کے سکندر تھے۔ آپ کا وصال بیسویں صدی کا وہ عظیم سانحہ ہے جو کئی صدیوں تک نہیں بھلایا جاسکے گا۔ آپ کی شخصیت کے جملہ پہلوؤں کو شرح و بسط سے احاطہ تحریر میں لانے کے لئے ایک ضخیم کتاب کے اوراق درکار ہیں۔ لیکن میں اپنی کم علمی کے باوجود آپ کی شخصیت کا ایک اجمالی خاکہ پیش کر رہا ہوں۔ تاریخ اس بات کی شاہد عادل ہے کہ مجرد نظریات اس وقت تک پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچتے جب تک ان نظریات کے پیچھے ایک متحرک اور فعال شخصیت آئینے کی طرح صاف و شفاف نظر نہیں آتی۔ کمیونزم کو لیجئے۔ یہ نظریہ کارل مارکس نے پیش کیا۔ لیکن لینن اور سٹالن جیسی شخصیات نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے امت مسلمہ کے سامنے اسلام کے آفاقی اصولوں پر مبنی نظریہ دین پیش کیا تو ساتھ اپنی بے داغ شخصیت بھی پیش کر دی۔ شاید اسی وجہ سے علامہ اقبال نے کہا۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں ✻ تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

آپ نے عالم اسلام کی علمی درسگاہ جامعۃ الازہر سے اپنے شاندار تعلیمی کیریئر کی تکمیل کے بعد ملت اسلامیہ کی ہچکولے کھاتی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے کے لئے جدید و قدیم علوم کے سنگم سے ایسا نصاب تعلیم مرتب فرمایا جس نے ملاں کی قدامت اور مسٹر کے تجدد کو ختم کر دیا۔ آپ نے مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز کر کے دین کے طالب علموں کو ایک طرف معقولات و منقولات اور اصول حدیث اور اصول فقہ جیسے ادق دروس سے آگاہی بخشی تو دوسری طرف معاشیات و سیاسیات جیسے جدید مضامین کا ذوق عطا فرمایا۔ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے علم کے جس میدان میں قدم رکھا وہاں اپنی لیاقت و ذہانت کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ آپ نے قرآن مجید کے بحر عمیق میں غواصی کرنے کے بعد قرآن کے حکمت و دانش بھرے موتیوں کو عام کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے صاحب قرآن ﷺ کے در اقدس سے پھوٹنے والے علم ربانی کے چشمے سے اپنی نوک قلم کو خوب سیراب کیا اور علمی پختگی اور محبت و عشق کی وارفتگی سے قرآن کے اسرار و رموز کو ''تفسیر ضیاء القرآن'' کی مالا میں پرو کر اُمت مسلمہ کے سامنے پیش کیا۔ اس میں جہاں کہیں خدا تعالیٰ کی توحید کا ذکر آیا، پیر

Marfat.com

صاحب نے رب تعالیٰ کی یکتائیت پر دلائل کے انبار لگا دیئے اور جہاں رسالت مصطفویﷺ کا تذکرہ چھڑا وہاں تاجدار انبیاءﷺ کی قرآنی عظمت و رفعت بیان کرنے میں کمال کر دیا اور جہاں قرآنی نظریہ فکر و تدبر کی وضاحت فرمائی وہاں مسلمانوں کی زبوں حالی اور قرآن سے بے رغبتی کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانان عالم کو قرآن مجید سے فلاح کے موتی تلاش کر کے دنیا کی امامت و قیادت کرنے پر برانگیختہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ''تفسیر ضیاء القرآن'' پڑھتے ہوئے قاری اکتاہٹ کا احساس کرتا ہے نہ علمی تشنگی کا۔ (راقم الحروف کے نزدیک تفسیر ضیاء القرآن لکھتے وقت پیر محمد کرم شاہ صاحب پر قرآنی معارف اور لطائف و حقائق کا نزول ہوتا رہا)۔

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہؒ نے قرآنی ضیاء مسلمانوں میں بانٹنے کے بعد سلطان حسینان عالم کی ذات اقدس پر قلم اٹھایا تو سب سے پہلے کشکول گدائی کو جمال محمدیﷺ کی خیرات سے لبریز کیا۔ پھر حسنِ مصطفویﷺ کی ضیاء پاشیوں کو ''ضیاء النبیﷺ'' کی صورت میں سینۂ قرطاس پر منتقل کر دیا۔ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ کا ضعفِ پیری کے باوجود محمد عربیﷺ کے لبوں کی لالی سے ضیاء النبیﷺ کے صفحات کو رنگنا یقیناً ایک کرامت سے کم نہیں ہے۔ ضیاء النبیﷺ کا قاری صرف کالے حروف ہی نہیں پڑھتا بلکہ عاشقوں کو تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ان صفحات پر عشق رسولﷺ کے ستارے چمک رہے ہیں اور یہ کمال صرف قلم ضیاء الامتؒ کا ہے۔ سیرت نبویﷺ پر سات جلدوں پر مشتمل کتاب لکھ کر امت مسلمہ کا کئی صدیوں کا قرض چکا دیا ہے۔

ضیاء النبیﷺ صرف تاریخ کے بند دریچوں کو ہی نہیں کھولتی بلکہ قاری ہر صفحہ پر عشق رسولﷺ سے مغلوب ہو کر کیف و مستی سے جھومنے لگتا ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ لکھتے تھے تو الفاظ قلم کا نوالہ بننے کے لئے خود بخود حاضر ہو جاتے تھے۔

بقول ساغر صدیقی ؎

ہم الٹ دیتے ہیں صدیوں کے نقاب　　ہم زمانوں کی خبر رکھتے ہیں

میرے نزدیک پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے محبوب خداﷺ کی دلنواز مسکراہٹوں، کنڈل والی زلفوں کے بل، لبوں کی لالی، رخساروں کی سرخی، غزالی آنکھوں کے حیاء، رتجگوں کے گداز، مسجد نبوی کی امامت و خطابت، عسکری کارناموں، مدینہ کی ریاست کے آئینی ڈھانچہ کی تیاری اور معاملات دنیوی غرض آقاﷺ کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو ایسے حسین انداز میں ''ضیاء النبیﷺ'' میں یکجا کیا ہے کہ دور نبویﷺ کا نقشہ آنکھوں میں گھومنے لگتا ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری تاریخ کا ایک ایسا نام ہے جس کے دیباچے سے لے کر اختتامیے تک ہر ہر

Marfat.com

باب، ورق اور سطر پر عشق و ادب رسول ﷺ کی شمعیں جگ مگ کر رہی ہیں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے تفسیر و سیرت کے علاوہ مسند حدیث پر بیٹھ کر احادیث نبوی علیہ السلام کے نور سے طالبان حق کے سینوں کو منور فرمایا ہے۔ دوران درس کئی بار دیکھا گیا کہ آنکھیں کبھی وصال یار تو کبھی فراق محبوب ﷺ میں رو رہی ہوتی تھیں اور آنسو موتیوں کی طرح رخساروں پر لڑھک رہے ہوتے تھے۔ احادیث نبوی ﷺ کی تشریحات کو آپ کے ایک شاگرد قاضی محمد ایوب صاحب نے ضیاء البخاری کی صورت میں مدون کیا ہے، جو درس حدیث دینے والوں کے لئے ایک انمول تحفہ ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ ایک کتاب کا نام ہے جو پیار، محبت اور شفقتوں کا نصاب ہے۔ ایسی کتاب جو حقائق کے موتی ہی نہیں لٹاتی بلکہ انسان کو حقیقی آدمی بناتی ہے کیونکہ

کورس تو فقط لفظ سکھاتے ہیں آدمی ہی آدمی بناتے ہیں

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے اس عظیم سلسلہ کے بانی بھی تھے جس کی سینکڑوں شاخیں اندرون ملک اور بیرون ملک پھیلی ہوئی ہیں۔ پیر صاحب دار العلوم محمدیہ غوثیہ کو ایک تحریک کہا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے خلوص، لگن، جذبے کی سچائی، مقصد کی پختگی، صلابت رائے، قلب و جگر کے خون اور مسلسل محنت کے نتیجے میں نکلنے والے پسینے سے اس تحریک کا ڈھانچہ تیار فرمایا اور اس کا نصب العین انسانیت کے چہرے سے الحاد اور لادینیت کی سیاہی مٹا کر اسے خوفِ خدا اور عشق رسول ﷺ کے نور سے چمکانا قرار دیا اور دنیا کو دعوت دی

کھول کر آنکھیں میرے آئینہ افکار میں آنے والے دور کی اک دھندلی سی تصویر دیکھ

اسی وجہ سے اس تحریک کا ہر رکن اور مجاہد اپنے بازوؤں میں قوتِ حیدری، آنکھوں میں حیاء عثمانی، جرأت فاروقی اور دل میں جذبہ حسینی رکھتا ہے۔ نیز جو غزنوی و ایوبی کے کردار کا بھی مالک ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے امتِ مسلمہ کی فکری و نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ماہنامہ مجلہ ضیائے حرم کا اجراء فرمایا۔ ضیائے حرم کے اداریتی صفحات گواہ ہیں کہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے ہمیشہ زرد صحافت اور ملک دشمن سیاست دانوں کا پردہ چاک کیا اور ہر اہم ملکی ایشو پر حکومت پر تعمیری تنقید کی بلکہ ضیائے حرم کے ذریعے جابر اور مطلق العنان حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کیا، جس کی پاداش میں آپ کو پابندِ سلاسل بھی کیا گیا۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ جب گفتگو فرماتے تو منہ بند غنچے صحنِ چمنستان میں نغمے سنا کرتے تھے۔ جب آپ تقریر فرماتے تو لوگوں کا ہجوم یوں ساکت و جامد ہوتا تھا جیسے قلعوں میں رکھی ہوئی مورتیاں ہیں یا کتاب کے اوراق پر جمی ہوئی سطریں یا کنواری آنکھوں میں حیاء کے ڈورے ہیں۔ الغرض انہوں نے خود اپنا زمانہ بنایا، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی زندگی میں اسوۂ رسول ﷺ کی جھلکیں

Marfat.com

دکھائی دیتی ہیں اسی وجہ سے خواجہ نصیرالدین گولڑوی نے فرمایا:

نسبت ہے نبی ﷺ سے تکیہ اللہ پہ ہے
دولت پہ، نسب پہ، نہ منصب و جاہ پہ ہے
ہے شاہِ کرم جن کا لقب عالم میں
اک خاص کرم ان کا کرم شاہ پہ ہے

الغرض پیر محمد کرم شاہ الازہری کی شخصیت علم و ادب کا ایک روشن چراغ تھی جس سے علم و آگہی کی کئی شمعیں روشن ہوتی رہیں گی۔ پیر محمد کرم شاہ صاحب کی مذکورہ ملکی و دینی خدمات کی بنا پر انہیں تاریخ ساز شخصیت کہا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت کی ضیاء پاشیاں

قاضی محمد عظیم الفاروق چشتی

نباضِ عصر، مفکر اسلام، سالار کارواں عشق رسول ﷺ حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے تو قلب کیف و مستی سے مسرور ہو کر جھومنے لگتا ہے اور قرطاس محبت سے لبریز قلم کو چومنے لگتا ہے۔ ایک ایسی ہستی کا وجود مبارک آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا ہے جس کی پیشانی اللہ رب العزت کے سجدوں سے معمور اور غزالی نگاہیں نشہء توحید سے مخمور نظر آتی ہیں۔ جو اپنوں اور بے گانوں سبھی کے لئے یمن و سعادت کا باعث ہے۔ جو دوست و دشمن سبھی کے لئے نیک خواہشات کا حامل ہے۔ جس کے فیض علم و حکمت سے ہر پیاسا اپنی پیاس بجھا سکتا ہے اور نصیب جگا سکتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت رمضان المبارک کے لمحوں میں 21 ویں شب کو بعد از صلوٰۃ التراویح بھیرہ شریف میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم ایک عظیم مجاہد اور کامل ولی اللہ تھےؒ جنہوں نے آپ کی تعلیم و تربیت منہج قرآنی کے اسلوب کے عین مطابق کی۔ آپ نے 1936ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور 1945ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا اور اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے جامعہ الازہر مصر تشریف لے گئے جہاں آپ کے علم و عمل میں نکھار پیدا ہو گیا اور آپ کی شخصیت ایک ایسے پھول کی مانند ہو چکی تھی جسے دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ 1954ء میں جب آپ کا مبارک قدم سرزمین پاکستان پر پڑا تو پاک سرزمین کا ذرہ ذرہ خوشی سے جگمگانے لگا۔ کیونکہ آپ کی خواہش بھی یہی تھی ؎

جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت

آپ ایمان افروز بصیرت کے حامل قائد تھے۔ آپ کی نگاہ ہمیشہ بلندی کی طرف اٹھی، پستی کا کبھی تصور بھی نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے کٹھن اور پر آشوب دور میں بھی آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آئی۔

یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز

آپ کی ذات سنت مصطفوی ﷺ کا پیکر مجسم نظر آتی ہے۔ آپ کے کردار اور گفتار میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ آپ کی زبان سے جو الفاظ صادر ہوتے، آپ کا کردار ان کی ترجمانی کرتا۔ سیدھی سی بات ہے کہ آپ کردار کے غازی اور گفتار کے بھی غازی تھے۔ آپ عجز و انکسار کی ایک روشن مثال تھے۔

Marfat.com

آپ کے قدوم میمنت لزوم جب اٹھتے تو ایک مومن کی مثال دکھائی دیتی۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

آپ قرآن پاک سے بڑی محبت کرتے تھے۔ آپ کی شدید خواہش تھی کہ قرآن پاک کی تعلیم سے لوگوں کو آشنا کیا جائے تاکہ لوگ اس صحیفہ رشد و ہدایت کے فیض سے فیض یاب ہوسکیں۔ آپ کی یہ خواہش ضیاء القرآن کی صورت میں رونما ہوئی جو علم و حکمت کا ایک روشن چراغ بھی ہے اور عشق مصطفیٰ ﷺ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی۔ آپ نے عالم اسلام کو روشن مستقبل کے لئے اس سمندر میں غواصی کرنے کی دعوت دی۔

قرآن میں غوطہ زن ہو اے مرد مسلماں اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

آپ ایک دانشور کی حیثیت سے جانتے تھے کہ امت مسلمہ کی زبوں حالی کا سبب تعلیمات قرآنی سے دوری ہے۔ آپ ضیاء القرآن میں اس قوم کو جھنجھوڑتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اے درماندہ راہ قوم! قرآن تمہیں عظمت و عزت کی بلندیوں کی طرف آج بھی لے جاسکتا ہے بشرطیکہ تم اس کی قیادت قبول کرلو۔ اے اپنی قسمت برگشتہ پر آہ و فغاں کرنے والے نوجوانو! دنیا کی امامت تمہاری متاع گم گشتہ ہے۔ تمہیں یہ واپس مل سکتی اگر تم میں اس کی واپسی کی تڑپ ہو۔ قرآن تمہیں واپس دلا سکتا ہے اگر تم اسکا حکم ماننے کے لئے تیار ہو۔

آپ ایک سچے اور پکے عاشق رسول ﷺ بلکہ سفیر عشق رسول ﷺ بلکہ مجھے یہ کہنے دیجئے کہ سالار کاروانِ عشق رسول ﷺ تھے۔ آپ جہاں سے بھی گزرے عشق مصطفیٰ ﷺ کے موتیوں سے لوگوں کے دامن بھرتے گئے۔ نیکی کی راہیں ہموار کرتے گئے اور بدی کے قلعے مسمار کرتے گئے۔ خیر کے پھول کھلاتے گئے اور شرک کے کانٹے اٹھاتے گئے۔ عشق سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترانے سناتے گئے۔ آپ کی ہمہ وقت یہی خواہش رہتی کہ

ذکر چھیڑیں پھر سرور کونین ﷺ کے اسوہ کا شافع محشر شاہ ابرار کی باتیں کریں
جس نے انسان کو دیا درسِ اخوت اے قمر کیوں نہ اس صاحب کردار کی باتیں کریں

آپ صبر و استقامت کی چٹان تھے جس کو گرانے کے لئے کئی آندھیاں اٹھیں، کئی طوفان آئے جو خود اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔ اسے گرانا تو درکنار ہلا بھی نہ سکے۔ آپ کی زبان ہمیشہ حق کی ترجمان رہی۔ آپ کبھی بھی کسی ظالم و جابر حکمران کے سامنے نہیں جھکے۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں آپ نے ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ اعلائے کلمۃ الحق کی پاداش میں آپ کو 37 دن جیل میں بھی گزارنے پڑے۔ جب مریدین و متوسلین آپ سے ملنے کے لئے جاتے تو آپ ارشاد فرماتے کہ

Marfat.com

محبت کی راہ کے کانٹے پھولوں سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ الغرض آپ امن کی ساعتوں میں بھی اور ظلم کی راتوں میں بھی منزل جاناں کی طرف رواں دواں رہے اور کیفیت یہ بن گئی کہ ۔

ہوا ہے گو تندو تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ظاہری و باطنی حسن کی دولت سے وافر مقدار عطا فرمادی تھی۔ ظاہری حسن سے مراد آپ کی صورت ہے اور باطنی حسن سے مراد آپ کی سیرت ہے۔ آپ اتنے حسین تھے کہ بڑے بڑے حسینوں کے حسن آپ کے سامنے ماند پڑ جاتے تھے اور آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا دکھائی دیتا ۔

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسین ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں

خودداری، غیرت وحمیت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ نے ساری زندگی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے: جس خدائے وحدہ لاشریک کے دین متین کی سربلندی کے لئے ہم کوشاں ہیں، وہی اسے نقطۂ کمال تک پہنچانے والا ہے۔ ایمان داری سے کہتا ہوں کہ آپ کی مبارک زبان نے حق کی آواز بلند کرنے میں کبھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ وہ ایک فرد جس کا دامن خودداری اور عزت نفس کے خوبصورت موتیوں سے بھرا ہوا تھا، ایک تحریک کی شکل اختیار کر چکا تھا۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ ایک انجمن ایک تحریک ہے
سوچ اس کی بڑی بلند نوک قلم بڑی باریک ہے

حضور ضیاء الامت ایک باوفا دوست اور باحیا انسان تھے۔ ایک ایسا انسان جس پر تاریخ نوع انسانی فخر کرتی ہے اور خالق کائنات بھی محبت بھرے جملوں میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ وحسن اولئک رفیقا۔ اور کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ آپ نے اپنی دن کی جلوتیں اور رات کی خلوتیں، اپنا جینا مرنا، اپنی دوستی و دشمنی، اپنی صلح و جنگ سب اللہ کی رضا کے تابع کر دیں۔ آپ قرآن کی اس آیہ مبارکہ کی عملی تصویر نظر آتے ہیں۔ ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین۔ بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ حضور ضیاء الامت کا شمار ان پاکان امت میں ہوتا ہے جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعامات اور لطف و کرم کی مسلسل بارش ہوتی ہے۔

آپ وہ عظیم انسان ہیں جو شان سے جیتے ہیں اور شان سے مرتے ہیں۔ جن کے نقش پا نوع انسانی کے

Marfat.com

لئے مشعل راہ ہوتے ہیں۔ جو اپنا اوڑھنا بچھونا سنت رسول ﷺ کو بنا کر فاتبعونی کی عملی تصویر بن کر رب کے محبوب بن جاتے ہیں۔ آپ نے دولت، شہرت یا عنان حکومت سے کبھی محبت نہیں کی بلکہ آپ کی محبت کا مرکز ومحور صرف ذات رب محمد ﷺ تھی اور گنبد خضراء کے مکین ﷺ کے غلام کی شان بھی یہی ہے۔

وَالَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ۔

اور وہ سب سے زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

آپ نے بھیرہ شریف میں ذکر خدا کا چراغ روشن کیا جس کی روشنی سے سرزمین بھیرہ جگمگا اٹھی۔ پھر اس چراغ نور (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ) سے اکتساب نور کرتے ہوئے کئی چراغ روشن ہوئے جن سے پاکستان کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔ آپ کا عزم صمیم تھا کہ

جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوز پنہاں سے
تیری تاریک راتوں میں اجالا کر کے چھوڑوں گا

آپ کا شمار ان برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے چہرے میدان حشر میں چمک رہے ہوں گے اور نور کے منبروں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اور انہیں خوف وہراس نہیں ہوگا۔

جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمع انجمن بھی ہے

ایک عظیم مفکر کی حیثیت سے آپ کی سوچ نے ہمیشہ مثبت نتائج مرتب کیے۔ ایک اچھے سیاستدان کی حیثیت سے آپ نے کبھی منفی روش اختیار نہیں کی بلکہ مصطفوی سیاست کو اجاگر کیا۔ ایک منصف کی حیثیت سے آپ نے عدل کے تمام تقاضے پورے کیے اور ناانصافی کا کبھی ارتکاب نہیں کیا اور آنے والوں کے لئے نادر مثالیں چھوڑیں اور بتا دیا کہ

ہم ایک خدا کے قائل ہیں پندار کا ہر بت توڑیں گے
ہم حق کا نشان ہیں دنیا سے باطل کو مٹا کر دم لیں گے

آپ ایک عظیم مفسر، ماہر قلم کار اور روشن ضمیر پیر تھے، جن کی صحبت اور سنگت اختیار کرنے کا حکم اللہ رب العزت نے خود دیا ہے کہ ان پاکیزہ لوگوں کی معیت میں آجاؤ جو صبح وشام دیوانہ وار اپنے رب کو پکارتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس کی رضا اور مکھڑے کے دیدار کے طلبگار رہتے ہیں۔ ان بوریا نشینوں کی طرف سے اپنی توجہ نہ ہٹاؤ۔

Marfat.com

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

حضور ضیاء الامت کا شمار ان نادر روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جو صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہی وہ لوگ ہیں جو فرش پر بیٹھ کر عرش کی خبریں دیتے ہیں۔ نگاہ جن کے جلووں سے شاد کام ہونے کے لئے ترستی اور تڑپتی رہتی ہے۔

ترستی ہے نگاہ نارسا جس کے نظارے کو وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں

آپ اپنے وقت کے غوث و مجدد اور مجتہد تھے۔ آپ کی نگاہ ناز لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیتی تھی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

بعض اوقات میرے ذہن میں خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ علامہ اقبال کے افکار اور حضور ضیاء الامت کے نظریات میں بڑی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو جواب ملتا ہے۔ وہ بھی مومن تھے: یہ بھی مومن ہیں۔ وہ حکیم الامت تھے اور یہ ضیاء الامت ہیں۔ وہ بھی عاشق رسول تھے یہ بھی عاشق رسول ہیں بلکہ بعض اشعار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ضیاء الامت سے حکیم الامت کہہ رہے ہیں کہ

تیرے سینے میں پوشیدہ ہے راز زندگی کہہ دے مسلمان سے حدیث سوز و ساز زندگی کہہ دے

اور حضور ضیاء الامت نے اپنی زندگی کے مبارک لمحوں سے لوگوں کو یہ سبق از بر کرا دیا۔

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

میں اس سے زیادہ کیا لکھ سکتا ہوں کہ حضور ضیاء الامت نے اپنی زندگی کے انمول لمحوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے دین کو سر بلند کرنے میں گزار دیا۔ اللہ رب العزت نے انہیں سر بلند کر دیا۔ آپ نے اللہ کی اور اس کے عبد منیب کی اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی بسر کی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کو آپ کا فرمانبردار بنا دیا۔ تاریخ انسانیت اس بات کی گواہ ہے کہ

جو حضور کے غلام بن جاتے ہیں وہ کائنات کے امام بن جاتے ہیں

آخر میں حضور ضیاء الامت کے حضور عرض کروں گا۔

کر دو کرم اے پیکر جود و کرم میری دنیا بڑی تاریک ہے

Marfat.com

اسلامی شخصیت کے خدوخال اور
حضور پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری

سید محمد اکرام شاہ جیلانی

اسلام دین فطرت، پیغام حق کی آخری کامل صورت، تکمیل انسانیت کے لئے ہدایت اور عقلی معیار (Practical Guidence and Rationalistic approach) پر پورا اترنے والا ہر حوالے سے مکمل دین ہے۔ اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے تمام پہلوؤں میں راہنمائی عطا کرنے والا مکمل نظام حیات ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرما کر قرآن، حدیث اور سیرت الرسول ﷺ حتیٰ کہ فقہ وتفسیر تک کے تعبیری علوم کی حفاظت کے بھی ٹھوس انتظامات فرما دیئے ہیں اور یوں تکمیل دین کی شکل میں اتمام نعمت عظمیٰ اور اپنی رضا اور کفار کی اب اس دین کو مٹانے کے ناپاک ارادوں میں ناکامی اور مایوسی کا اعلان بھی قرآن حکیم میں واضح الفاظ میں یوں فرما دیا ہے کہ

اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (المائدہ:3)

''آج کافر لوگ تمہارے دین سے مایوس ہو گئے پس (اے مسلمانو!) تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرا کرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام بطور دین (یعنی مکمل نظام حیات) پسند کر لیا۔''

اس حفاظت اور فروغ دین کے لئے حفاظ، علماء ومفسرین اور مفکرین ومجتہدین دین وملت کے بے شمار سلسلے بھی ہر اسلامی ریاست میں پیدا فرما دیئے ہیں مگر پھر بھی موجودہ دور کی عالمی صورت حال کے پیش نظر بعض ذہنوں میں پیدا ہونے والا سوال تشنہ جواب رہتا ہے۔ اس لئے کہ ان کا مشیت ایزدی کے عرفان، فطرت الٰہیہ کے قرآنی فرمان اور احیاء اسلام کے عملی منہاج پر اعتماد وایقان کمزور ہو چکا ہے۔

ایسے بعض کمزور ذہن موجودہ مسلمانوں کے معروضی حالات دیکھ کر اپنی سوچ بنا لیتے ہیں اور پھر بعض اوقات سوال کرتے ہیں کہ اسلام آخری، کامل اور اس کے رسول ﷺ اور عام فرشتوں کا بھی

Marfat.com

پسندیدہ دین ہے مگر پھر بھی زوال کیوں ہے؟

دنیا کی ہر زبان میں اسلام کا لٹریچر، ہزاروں دینی مدارس و اساتذہ، لاکھوں سکول و کالج اور یونیورسٹیاں اور ماہر محققین، ریسرچ سکالر اور سائنسدان بھی موجود ہیں۔

روزانہ سینکڑوں کتب اور رسالے بھی شائع ہو رہے ہیں مگر پھر بھی اسلامی ممالک میں اسلام غالب کیوں نہیں ہے؟

آیئے ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس سوال کا تسلی بخش حل تلاش کریں۔ تاریخ انسانیت اس بات پر شاہد ہے اور جملہ مفکرین فطرت کے ان اصول کی ترجمانی کرتے ہیں کہ

''موثر شخصیات ہی کسی غالب قوم کی اصل قوت اور سرمایۂ افتخار ہوتی ہیں اور قحط الرجال (موثر شخصیات کا فقدان) ہی کسی قوم اور نظریئے کی ہلاکت وزوال کا حقیقی سبب ہوتا ہے''۔

اس آفاقی اصول کے مظاہر ہمیں ہر دور کے عروج وزوال کی تاریخ میں بآسانی مل سکتے ہیں کہ جب کوئی قوم اپنے کسی قابل فخر سپوت کی خداداد صلاحیتوں کا اعتراف کر کے اسے اپنا راہنما مان کر اس کی تقلید پر متفق ہو کر منزل مراد کی طرف چل نکلتی ہے تو ہر قدم پر منزلیں خود آ کر ان کے قدم چوم لیتی ہیں۔ ایسی شخصیات ہی قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ اور انمول ہیرا ہوتی ہیں جو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت وعظمت کی عظیم شاہراہ کی طرف قوم کا رخ موڑ دیتی ہیں۔ تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہنے والی ان شخصیات میں سے ملک پاکستان کی عظیم شخصیت حضرت پیر طریقت، مفسر قرآن، مجددِ دین وملت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری سہروردی چشتی نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی کا نام نامی اسم گرامی ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ آپ بلاشبہ امت مسلمہ مسلکِ اہلسنت وجماعت کے عظیم محافظ اور داعی تھے۔ آپ نے قرآن وحدیث اور سیرت وسنت کی عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق خدمت کا حق ادا کرنے کے علاوہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی صورت میں فروغ و اشاعت دین کے لئے ایک دائمی فیضان کا چشمہ جاری کر دیا ہے اور اصلھا ثابت عشق و روحانیت مصطفیٰ ﷺ سے ثابت اور مضبوط ہیں اور فرعھا فیضان رسالت مصطفویٰ ﷺ کے موثر عالمگیر ابلاغ کے لئے آسمان مشرق ومغرب تک پھیل چکی ہیں۔ پوری دنیا کے مختلف ممالک میں فیضان ضیاء الامت کی تمازت پہنچانے والی ان شاخوں کے علاوہ جامعہ الکرم انگلینڈ اور غوثیہ مسلم سوسائٹی ناروے آپ کی عالمگیر خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضور ضیاء الامت کی شخصیت ہمہ صفات اہل شریعت واہل طریقت کی جامع تھی اور آپ کے کام کی مجتہدانہ اور مجددانہ نوعیت کو اکابر اہلسنت نے تسلیم کیا ہے۔

Marfat.com

اسلام کا وقار ایسی ہی باوقار شخصیات اپنی خدمات سے بلند کر سکتی ہیں۔ اسلام ایسی ہی شخصیات کے کردار اور اخلاق کو ایک مردِ مومن کی صورت میں راہنمائی و ہدایت کا نمونہ بنا کر عوام الناس کے لئے پیش کرتا ہے۔

اسلامی شخصیات اپنی خداداد قابلیت اور صلاحیت کی بنا پر معاشرے پر اثر انداز ہو کر اسلام کی حقانیت کو ایمان لانے والوں کے دلوں پر نقشِ حقیقت بنا دیتی ہیں۔ یہ اسلام کی ظاہری و باطنی حقیقتوں کو اپنے کردار کے آئینے میں ڈھال کر ماننے والوں کے لئے آسان عملی نمونہ بنا دیتی ہیں۔ خدا کی برکتیں اور فضل و انعام اس کے وسیلے سے مخلوق خدا تک پہنچتا ہے۔ اس صورت میں ایسی شخصیات اہل زمین کے لئے احسان خداوندی اور انعامات الٰہیہ کا مظہر ہوتی ہیں۔ یہ اللہ کے شعائر اور چلتی پھرتی نشانیاں ہوتی ہیں۔ جن کے قدموں کی برکت و نسبت سے شجر و حجر شعائر اللہ بنتے ہیں اور ان معزز شخصیات کا دل سے احترام حصول تقویٰ کا آسان ذریعہ اور ان کی بلاوجہ مخالف اللہ سے جنگ مول لینے کا سبب بنتی ہے۔

من عادلی ولیاً فقد اذنته بالحرب۔ (رواہ البخاری)

جس نے میرے کسی دوست سے عداوت رکھی پس اس نے مجھ سے جنگ کا ارادہ کیا۔

اسلام کو اب ایسے مسلمان ہیں درکار

احیاء اسلام کی تحریکیں ایسی ہی انقلابی شخصیات کی مرہون منت ہوتی ہیں۔ انسانی معاشرے کے اندر اسلام انہی کے دم قدم سے فروغ پاتا ہے مگر نکتہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ان کا سہارا ہوتا ہے اور یہ اسلام کا سہارا ہوتی ہیں اور مخلوق پر رحمت خداوندی کی نمود ان کا وجود مسعود ہوتا ہے۔ جب کوئی قوم زوال کی تاریکیوں میں کھو کر اپنی پہچان بھول جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی شخصیات کو ایک چنگاری کی طرح پیدا فرماتا ہے اور اسی مردہ قوم میں پھر سے زندگی کے آثار ظاہر فرماتا ہے اور ان کے شخصی اوصاف معرفت الٰہی کا سبب بنتے ہیں اور ان کی تعظیم قرب الٰہی کا مؤثر ترین وسیلہ بنتی ہے۔ ایسی شخصیات کا اٹھ جانا علم و معرفت الٰہیہ کے اٹھ جانے کا سبب ہوتا ہے اور زوال اور مایوسی اس قوم پر طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ آج کا دور اس کی تصویر بن چکا ہے لہٰذا یہ دور تقاضا کرتا ہے کہ حضور ضیاء الامت جیسی شخصیات اس دور کی ضرورت ہیں۔

اسلامی شخصیات کے خدوخال

قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلامی شخصیت کے خدوخال اور تصورکشی اس خوبصورت انداز سے

Marfat.com

کی گئی ہے کہ انسان کے ناقص ذہن میں پیدا ہونے والے دور حاضر کے تمام اشکالات رفع ہو جاتے ہیں اور اسلام دشمن عناصر کے منفی اعتقادی منصوبے بھی ناکام ہو جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انبیاء اور صالحین کو جو مقام جن عظیم مقاصد کے لئے عطا فرماتا ہے اگر ان ہی مقاصد کو سمجھا جائے تو کفر وشرک کی بنیادیں اور اہل حق پر شرک و بدعت کے بے محل الزامات خود بخود زائل ہو جائیں گے اور لوگ انعام یافتہ بندوں کی دل سے تعظیم کریں گے۔ سورۂ فاتحہ جو سارے قرآن مجید کا مقدمہ اور نچوڑ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کو پانے کے لئے پہلے سے انعام یافتہ بندوں کی صحبت ونسبت حاصل کرنے کی خود تلقین فرما رہا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ)

''اے اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما ان بندوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔''

صحبت صالح۔ قرب الٰہی کا ظاہری ذریعہ

ان آیات بینات کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر عبارت النص سے سمجھ آ رہی ہے کہ صراط مستقیم مقصود اور انعام یافتہ بندے وسیلہ و ذریعہ ہیں۔ مقصود حقیقی قرب وحضوری تک کی ہدایت ربانی ہے جو ''اھدنا'' کے لفظ سے واضح کر دی گئی ہے لہٰذا سبق دیا جا رہا ہے کہ اے میرے بندو! تمہارا مقصود و مطلوب میری ذات و بارگاہ کا قرب ہے لہٰذا اس کے لئے مجھ سے خاص ہدایت کی طلب کا دامن پھیلایا کرو جب بھی تم نماز کی کسی بھی رکعت کو ادا کرنے لگو اور یاد رکھو کہ میرا قرب فقط صراط مستقیم پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے سے نصیب ہوتا ہے۔

اور صراط مستقیم اور کسی چیز کا نام نہیں بلکہ میرے انعام یافتہ بندوں کی سیرت و کردار کے نمونے ہر دور میں شمع ہدایت بن کر مخلوق تک میری فیض رسانی کا ذریعہ بنتے ہیں لہٰذا جو تم میں سے متقی ہیں وہ میرے انعام یافتہ بندوں کی صحبت اور ان کے آداب کا راستہ اختیار کر لیں۔ سورۂ توبہ میں اس بات کو اور واضح انداز میں اللہ تعالیٰ نے حکما یوں ارشاد فرمایا ہے:

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (التوبہ)

''اے لوگو! جو ایمان لے آئے ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور اہل صدق کی صحبت اختیار کر لو۔''

یہ آیت کریمہ بھی اسلامی شخصیت کی عظمت کے اعتراف، حصول ہدایت کا ظاہری سبب، اہل ایمان کے لئے مزید قرب خداوندی حاصل کرنے کا وسیلہ اور ادب بارگاہِ اولیاء صالحین کی تعلیم خداوندی

Marfat.com

کا واضح ثبوت ہے مگر یہاں اولیاء صالحین کے کردار، عبادات اور معاملات کی غالب صفت صدق کو قرار دیا گیا ہے جو کہ بہت بڑے مقام کی علامت ہے۔

اسلامی شخصیت کا منصب۔امامتِ متقین

اسلام میں شخصیت سازی کا بنیادی مقصد مخلوق خدا کے لئے ہدایت کا وسیلہ بنانا ہوتا ہے نہ کہ ذاتی تشخص کو پوجا کروانا مقصود ہوتا ہے۔تا کہ اہل ایمان اپنے اکابرین کی تعظیم، خدمت اور آداب بجالا کر صدق وصفا کا سامان کرلیں۔ان مقدس شخصیات کی صحبت سے اللہ کی بندگی کا ذوق، ان کے ادب سے اللہ کی محبت اور ان کی تعلیمات سے معرفت الٰہی حاصل کر کے منزل مقصود کو پالیں اور ان اللہ والوں کی ذاتی خواہش وارادہ بھی فقط یہی ہوتا ہے کہ لوگ ان سے تقویٰ کی تعلیم حاصل کر کے قرب الٰہی کی منزل کو پالیں اور قربِ خداوندی کے طالبوں کو کامیاب ہوتا دیکھ کر ان اللہ والوں کی آنکھیں اور دل شکر الٰہی کے جذبے سے ٹھنڈک محسوس کریں کیونکہ ان کے طالب جو ان کی اولاد کی طرح ہوتے ہیں جیسے نبی کے لئے امت اولاد کی طرح ہوتی ہے ان کی کامیابی اللہ کی بارگاہ میں ان کی مقبولیت اور قرب خاص کا سبب بنتی ہے۔اس بات کی طرف سورۂ فرقان میں اللہ تعالیٰ اسلامی شخصیات کی قلبی ہمدردی اور اُمت سے پیار کا یوں اظہار فرمارہا ہے کہ

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۝ (الفرقان:74)

''اور وہ لوگ جو یوں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری عورتوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقین کی راہنمائی کا شرف عطا فرما۔''

اسلامی شخصیات کی تعظیم خدا خود کرواتا ہے

اسلام ہر قدم پر اکابر اسلامی شخصیات کی عزت وتعظیم کا جو درس دیتا ہے دراصل یہ منشاء خداوندی کا اظہار ہے۔اللہ تعالیٰ جنہیں مخلوق کی ہدایت وراہنمائی کے لئے منتخب فرمالیتا ہے ان کی تعظیم بھی خود کرواتا ہے۔انہیں تمام حلقوں میں اخلاق وکردار میں ممتاز بنا کر عزت دیتا ہے۔تا کہ ان کی شخصیت کو تمام حلقوں میں مرکزیت حاصل ہو جائے اور لوگ دل سے ان کا ادب کریں تا کہ جب وہ شخصیت معاشرے کے ایک خاص حلقے پر اللہ تعالیٰ اور اسلام کی نسبت سے اثر انداز ہوگی تو لوگ اس کی ہر ہر ادا کو عزیز جان کر احترام کریں گے اور یوں اس کے اخلاق، اعمال اور کردار سے تقویٰ کا شوق اور خشیت الٰہی کا ذوق لوگوں تک منتقل ہوتا رہے گا اور اس مقبول بندے کی نسبت سے لوگ آسانی سے میرا قرب

Marfat.com

اور ہدایت پالیں گے لہٰذا اس کی عزت میری عزت ہے۔

اور اس کی بے ادبی میری نسبت کی بے ادبی ہے جو اس کو حاصل ہے۔ بڑے ہی واضح لفظوں میں سورۂ منافقون میں اس اسلامی اصول کو یوں بیان فرمادیا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝

''بے شک حقیقی عزت تو اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور اس کے ایمان والے بندوں کے لئے ہے لیکن جو منافقین ہیں وہ جانتے نہیں''۔ (المنافقون)

اسی مضمون کو حدیث مبارکہ میں یوں بیان فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی روحانی کیفیت اور عرش الٰہی سے لے کر فرش زمین تک اس کے لئے الگ الگ روحانی نظام جو خدا نے تشکیل دیا ہے اس کی طرف بڑے خوبصورت انداز سے یوں اشارہ فرمایا ہے۔

ان اللّٰہ تعالیٰ اذا احبّ عبداً دعا جبرئیل فیقول انی اُحبّ فلاناً فاحِبّہٗ......(الخ)

''بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے پیار کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: اے جبریل میں اس بندے سے پیار کرتا ہوں تو بھی اس سے پیار کر پھر جبرئیل کو فرماتا ہے کہ آسمان والوں کو بھی میرا پیغام دے دے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے پیار کرتا ہے۔ تم سب بھی اس سے پیار کرو۔ پھر وہ سب اس کو پیار کرتے ہیں۔

پھر فرمایا: اس کی محبت اہل زمین کے دلوں میں رکھ دی جاتی ہے۔

اسلامی شخصیات کا ادب و تعظیم تصور دین میں شامل کیوں کیا؟

قرآن و حدیث کے بے شمار حصوں میں انبیاء، اولیاء، شہداء، ان کی ازواج مطہرات، ان کی اولادیں حتیٰ کہ ان کے مقدس مزارات، جائے سکونت، ان کی چلہ گاہیں، ان کے قدموں سے لگنے والی زمین اور پہاڑ ان کے تبرکات، ان کی سواریاں اور حتیٰ کہ ادب کرنے والا کتا تک بھی قابل ذکر بنادیا گیا۔ الغرض ان سب چیزوں میں جس چیز کو مرکزیت حاصل ہے وہ اسلام کی راہنما اکابر و مقدس شخصیات ہیں۔ یہ آخر کسی ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تصور دین میں ان مقدس شخصیات کو اتنا داخل کیوں کردیا گیا ہے اور بعض مادیت زدہ کمزور ذہن اور بالخصوص یورپ کے علم یا ماحول یا لبرل ازم کے شکار ذہنوں میں پیدا ہونے والی فطری بات سوال بن کر یا اعتراض بن کر زبانوں اور میڈیا میں بحث کی صورت میں بھی سامنے آجاتی ہے، کہ مسلمان شخصیت پرست ہیں اور اس غلط فہمی کا شکار ہونے والے مسلمان جو اسلام کے معاشرتی فروغ کے نظام کی حکمتوں سے واقف نہیں ہوتے کہ اسلام ہمیشہ مقدس

Marfat.com

شخصیات کے عملی کردار و اخلاق سے پھیلا ہے جس کی وجہ سے ان اسلامی شخصیات کو تصورِ دین میں ہمیشہ سے مرکزیت حاصل رہی ہے۔ وہ کمزور علم مسلمان بھی اس شک کو ذہنوں میں رکھ کر بیمار ذہنیت کی وجہ سے اسلام کی برکات سے محروم رہ جاتے ہیں کہ کیا اسلام میں شخصیات پرستی جائز ہے؟ اس بات کو پچھلی چند آیات اور احادیث سے ہی واضح ہو جانا چاہئے مگر چند چیزیں مختصراً آسان طریقے سے اور پیش کی جاتی ہیں کہ شخصیت پرستی اور تعظیم شخصیت کا ذہنی تصور کھل کر سامنے آجائے۔

شخصیت پرستی کہتے ہیں بلا مقصد کسی نااہل آدمی کی تعظیم کرتے رہنا جس سے دین کا کوئی تعلق اور نہ کوئی فائدہ ہو رہا ہو لیکن اگر وہ شخصیت اپنی ذات کے لئے دنیاوی مفاد کی طالب نہ ہو بلکہ فی سبیل اللہ مخلوق خدا کی راہنمائی، تعلیم و تربیت، تبلیغ دین اور اللہ کی بندگی اور یاد کو ذہنوں اور دلوں میں اتارنے کے لئے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر کے فقط اللہ کی رضا کی طالب ہو تو اس کے چند عملی نمونوں کا تذکرہ کر کے اپنے دلوں کو یقین کی لذت سے روشناس کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

1۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروانا

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں ذکر فرمایا کہ اے فرشتو! آدم کو سجدہ کرو۔ واقعہ کی تمام تفصیلات سے ہٹ کر ذرا اپنے موضوع کے حوالے سے سوچا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کونسی بات سمجھانے کے لئے آدم کو سجدہ کروایا۔

اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ فی الارض کی تعظیم اور تعارف کروانا مقصود تھا اور فرشتوں کو یہ سمجھانا مقصود تھا کہ جس شخصیت کو تم سب سے زیادہ میرا اقرب اور میرا انعام عطا ہو جائے وہی حقیقی عزت و تعظیم کے قابل ہے۔ اس کی دلیل اس کا علم اور تواضع سے بھرپور کردار ہے جو آدم کی عاجزی و توبہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

2۔ قرآن حکیم میں انبیاء سابقین کی فضیلتوں، معجزات اور پیروی کا حکم شخصیت پرستی کی بنیاد رکھنے کے لئے کیا گیا ہے یا مقدس شخصیات کی سیرت و کردار کی اطاعت و اتباع کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے؟

3۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کا 40 سال بعد اعلان نبوت فرمانا۔ سید المرسلین ﷺ جب تشریف لائے تو 40 سال پاکیزہ زندگی گزارنے کے بعد اعلان فرمایا کہ میں اللہ کا آخری نبی اور رسول بن کر آیا ہوں، میری پیروی کرو۔ 40 سال بے مثل شخصیت کو صادق اور امین بنوا کر اللہ کی روشن دلیل بنوانا تھا تاکہ لوگ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ اُمی ہو کر کمال انسانیت پر فائز ہے۔ ساری عمر ہمارے

Marfat.com

سامنے رہا کوئی بھی علم کسی سے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر چاند سورج، شجر و حجر، جانور پرندے جنگلی درندے ہر کوئی اس کی بات مانتے اور قدموں پر گرتے ہیں، پتھر اور درخت اس کو سلام کرتے ہیں۔ اس پر سایہ کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر یہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دے تو خدا بھی اس کی کوئی بات نہیں موڑتا۔ فوراً بارش برسنے لگتی ہے۔ اگر کہہ دے رک جائے تو بادل پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ بیمار شفا پاتے ہیں۔ رزق اس کی برکت سے بڑھ جاتا ہے یہ جس پر خوش ہو جائے خدا اس پر راضی ہو جاتا ہے اور جس سے یہ ناراض ہو خدا بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے لہٰذا خدا اس کے اتنا قریب ہے کہ بن دیکھے خدا کے ہونے کا یقین ہو رہا ہے لہٰذا خدا کے ہونے کی اتنی بڑی اور روشن دلیل مصطفےٰ کریم ﷺ کو بنا کر فرمایا: اے پیارے حبیب ﷺ! اب اعلان فرما دیں کہ میں اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں اس لئے تاکہ فقط تیری ذات و شخصیت کو ہی دیکھ کر لوگ خدا کے ہونے کو مان جائیں لہٰذا اسلام میں انبیاء و صالحین کی مؤثر علمی و روحانی شخصیات کا ادب و تعظیم اور پیروی کے حکم سے غیر اللہ کی عبادت، شرک و بدعت اور شخصیت پرستی متصور نہیں تھی اور نہ ہے بلکہ انسان کو تعمیر شخصیت کی عملی تربیت اور قرب و معرفت الٰہی کا ذریعہ فراہم کرنا مقصود ہے۔

اسلامی شخصیات کے معاشرتی اثرات اور احسانات

اسلام کی یہ اکابر شخصیات صرف مذہبی و روحانی فیوضات کے حوالے سے ہی مقبول عام نہیں ہوتیں بلکہ مادی اور ظاہری معاشرتی اثرات و برکات بھی ان کی ذات سے تقسیم ہوتے ہیں۔ دنیا کے ظاہری نظام کی اصلاح اور راہنمائی کر کے یہ مخلوق خدا کی سرپرستی کا دنیاوی حق بھی ادا کرتے ہیں۔

(1) اسلام کی یہ مؤثر شخصیات انسانوں کے قیمتی وقت اور تمام مالی و جسمانی قوتیں بھی ضائع ہونے سے بچا لیتے ہیں اور قبل از وقت اچھی نصیحت سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

(2) بھٹکے ہوئے انسانوں کو بغیر مشقت اور بھاری معاوضے کے علم ہدایت تقسیم فرماتے ہیں اور شکریہ اور جزاء کے طالب بھی نہیں ہوتے جس کی بدولت عام انسان کامیابی اور عروج کی دینی اور دنیاوی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے۔

(3) زندگی کی ہر نعمت سے محروم غربت و افلاس کی ماری ہوئی قوم کو ظلم سے نکال کر ظالموں سے غلبہ و اقتدار چھین کر غریب و بے سہارا عوام کو تخت و سلطنت کا وارث بنا دیتے ہیں۔ ہر نبی کی سیرت اور اکابرین اسلام کی جہادی و انقلابی کوششوں کی تاریخ پڑھ کر دیکھ لیں۔

(4) ان کی قیادت مظلوموں کو ظالم و جابر بادشاہوں کی غلامی سے نکال کر حقیقی انسانی آزادی اور ہر خوف

Marfat.com

وغم سے آزادزندگی کی لذت سے آشنا کرتی ہے۔

(5) خدا کی جستجو کرنے والوں اور سالوں کے مجاہدوں اور رہبانیت کی تاریک راہوں میں بھٹکنے والوں کو اپنی روحانی نسبت اور محبت میں کچھ عرصہ رکھ کر معرفت خداوندی اور مشاہدۂ حق سے فیضیاب کر دیتے ہیں۔ یہ زلیخا کو جو یوسفؑ کی طالب ہوا سے خدا سے ملا دیتے ہیں۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ اسلام کی ان اکابر شخصیات میں سے ایک تابندہ ستارہ کی مانند تھے جن کی ضیاء باریاں انشاءاللہ پھیلتی رہیں گی اور اسلامی شخصیت کے خدوخال اور نقوش سیرت جو آپ کی ذات نے اس دور میں مختلف علمی، عملی، روحانی، قانونی اور معاشرتی سطحوں پر تقسیم فرمائے ہیں، آپ کے ورثاء اور جانشین ان کو مزید عام کرنے کی سعی تمام مزید جانفشانی سے کرتے رہیں گے تاکہ لوگ آپ کے شاہین صفت جانشینوں کی جولانیاں دیکھ کر اس ماہتاب عالمتاب جو نصف صدی تک اپنی ضوفشانی سے ان کمزورتنوں کو طاقتور بناتے رہے اور اب پردے میں بیٹھ کر ان چنگاریوں کو شعلوں میں بدلتے دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک بخشنے کو تیار ہیں وہ دیکھ لیں کہ لوگ آج بھی ان کی لگائی ہوئی علمی وادبی کھیتیوں کا پھل کھا کر انہیں دعا دیتے ہیں۔

ان کی صحبت کے پروردہ ان کی کھیتی کو مزید قلوب واذہان میں کاشت کاری سے کئی گنا بڑھانے اور احسان ضیاء الامت کی حفاظت اور فروغ کا حق ادا کر کے اپنی معصوم شخصیات میں ان کی عظیم شخصیت کا عکس اتارنے کی سعی میں شب وروز کوشاں ہیں۔ یہی حقیقی زندگی کا تسلسل ہے جو ایک بڑی شخصیت سے لاکھوں شخصیات کو منتقل ہوتا رہتا ہے اور سورج ڈوب بھی جائے مگر پھر بھی زندگی چھوڑ جاتا ہے۔

Marfat.com

نسبتوں کا پاسبان

علامہ محمد منشا تابش قصوری مرید کے

مفسرِ قرآن، صاحب عرفان، سرچشمہء فیضان، بہار چمنستانِ چشتیاں، محسنِ امت، ضیائے ملت حضرت الحاج پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات ستودہ صفات بے شمار خوبیوں کی مالک تھی۔ جدید وقدیم علوم سے مرصع اور شریعت وطریقت کا مرقع تھی۔ بھیرہ شریف کی تاریخ کو آپ نے بام عروج بخشا ہے۔ بلکہ بھیرہ شریف کو آپ نے ایسے اوصاف اور کمالات سے نوازا ہے کہ صدیوں تک یہ سرزمین آپ کی ممنون احسان رہے گی۔

آپ نے اپنے علوم وفنون سے قوم وملت میں ایک نئی روح پھونکی۔ ضیاء القرآن، ضیاء النبی ﷺ اور سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی معرکۃ الآرا اور یادگار تصانیف ہیں جن سے ہر طبقہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔ ''دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف'' علوم جدیدہ وقدیمہ کا ایک ایسا حسین سمندر ہے جس سے ہزاروں طالبانِ دین غواصی کرتے رہیں گے۔ صنفِ نازک کی تعلیم کا اہتمام نئے دور کا تقاضا تھا جسے آپ نے بڑے احسن پیرائے میں پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی طرح ڈالی۔

آپ ان مقبولات بارگاہ میں سے تھے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ﴿۷۶﴾ (یوسف) ہم جس کے لئے چاہتے ہیں درجات بلند فرما دیتے ہیں اور ہر علم والے سے برتر علم والا ہے۔ آپ کی نگاہ فراست مستقبل پر تھی اسی لئے قوم وملت کے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے اپنے آپ کو ہر وقت کمر بستہ رکھا۔ آرام وراحت کو علماء وطلباء کی تعلیم اور معتقدین ومریدین کی تربیت سے مقدم نہ سمجھا۔ آپ کی بابرکت مجلس میں روحانیت کے سوتے پھوٹتے نظر آتے۔ آپ اس مقام پر فائز تھے کہ چاہتے تو بغیر کسی جیل وحجت کے شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرتے مگر آپ نے اپنے عمل وکردار سے نہ صرف عوام بلکہ علماء کرام ومشائخ عظام کو بھی سبق دیا کہ دین حنیف کے لئے مصائب وآلام پر راحت وآرام کو غالب نہ آنے دو۔

چنانچہ آپ نے تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہاں تک کہ قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے مگر پسِ دیوار زنداں اپنے مشن کو ایک نئی جہت سے پورا کرنے کے لئے مساعی جمیلہ کو بروئے کار لائے کہ تفسیر ضیاء القرآن کا زیادہ تر حصہ ''جیل'' کی بہترین یادگار ہے۔ راقم السطور کو آپ کی خدمت میں متعدد بار باریابی کا موقع نصیب ہوا۔ آپ کو نہایت

Marfat.com

متواضع، منکسر المزاج اور عاجزی وانکساری کا پیکر پایا۔ یہاں تک کہ دعا کی درخواست کی جاتی تو بڑے شفقت بھرے انداز میں فرماتے: آپ دعا کریں۔ ''چہ نسبت خاک را باعالم پاک'' اور یہ تمام تر فیضان تھا حضرت شیخ الاسلام والمسلمین الحاج الحافظ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جنہوں نے آپ کو اس مقام پر فائز فرمادیا تھا کہ شاید ہی کوئی ان کے خلفاء میں وہاں تک پہنچا ہو۔

حضور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں عاجزی، انکساری اور تواضع کے بادشاہ تھے۔ میں نے آپ کے ہمعصر علمائے کرام اور مشائخ عظام میں آپ سے بڑھ کر کسی کو متواضع نہیں پایا۔ آپ کے وصال سے انکساری وتواضع کی کمر ٹوٹ گئی۔ ہاں البتہ ان کی نگاہوں کے پروردہ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ اس وصف میں وزارت عظمیٰ پر فائز تھے۔ وہ یوں کہ آپ کو بزرگان دین سے والہانہ محبت تھی، اولیائے کرام سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ راقم السطور اپنے بھانجے ضیاء المصطفیٰ قصوری لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج ٹاؤن شپ، لاہور کو دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں داخلہ کے لئے ایسے وقت پر لے کر حاضر ہوا جب دار العلوم کے شیڈول (قواعد وضوابط) کے مطابق داخلہ نہیں مل سکتا تھا۔ کیونکہ وقت سے تین ماہ بعد جانا ہوا۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس وقت تک میں آپ کی زیارت سے بہرہ ور بھی نہیں ہوا تھا۔ البتہ ماہنامہ ضیائے حرم کے آغاز سے ہی میں نے رسالہ کے خریدار بنانا شروع کر دیئے۔ اس عمل کو حضرت مولانا محمد سعید اسعد صاحب اور میاں غلام مرتضیٰ صاحب خوب جانتے ہیں۔ میں عموماً 60 سے 100 تک ہر سال خریدار مہیا کرتا۔ میرے اس جذبہ سے حضرت قبلہ پیر صاحب بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ بھیرہ شریف انہی دو محسنوں کی وساطت سے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاضری کا مقصد بیان کیا۔ آپ نے ہونٹوں پر حسب معمول تبسم بکھیرا اور فرمایا: داخلے کا وقت تو نکل چکا ہے۔ راقم الحروف خاموشی سے بیٹھا رہا۔ چند منٹوں کے بعد مسکراتے ہوئے فرمانے لگے'' ۔ آپ قصور شریف سے تشریف لائے ہیں اور ہمارے پاس حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تبرک نہیں تھا۔ لہٰذا اسے حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تبرک سمجھتے ہوئے داخل کر لیتے ہیں۔ الحمد لله علی منه و کرمه میرے عزیز کو آپ نے داخلہ مرحمت فرمایا اور بحمدہ تعالیٰ آج ضیاء المصطفیٰ قصوری زید مجدہ بھیرہ کے ممتاز علماء وفضلاء میں سے ایک ہیں جن پر حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی نگاہ تھی۔ ضیاء النبی ﷺ کی پروف ریڈنگ کا شرف بھی انہیں نصیب ہوا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ ﷺ آپ کے لگائے ہوئے علم وعرفان کے باغ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کو سدا بہار رکھے اور آپ کے جملہ صاحبزادگان، تلامذہ، مریدین ومعتقدین کو آپ کے روحانی فیضان وبرکات سے ہمیشہ نوازتا رہے۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

حضرت پیر محمد کرم شاہ
ایک تحریک۔ایک دور

مفتی علی احمد سندھیلوی لاہور

ہرقوم، ہر دور اور ہر خطۂ ارض میں رحمتِ الٰہی کوئی عبقری شخصیت پیدا کرتی رہتی ہے۔ جب وہ پیدا ہوتی ہے تو مسائل اور مشکلات کا ایک انبار اس کے سامنے ہوتا ہے۔ پھر وہ مرد حق اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرتا ہے۔طوفانوں سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ مصائب ومشکلات کا مقابلہ کر کے بالآخران پر قابو پالیتا ہے اور ایک ایسی شاہراہ بنا دیتا ہے کہ بعد میں آنے والے بلاخوف وخطر اس شاہراہ پر چلتے رہتے ہیں۔ ان ہی عبقری شخصیات میں سے ایک ضیائے ملت وضیاء النبی ﷺ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کریمہ بھی ہے۔

حضرت پیر صاحب سے غائبانہ تعارف مجھے اس وقت ہوا جب 1965ء میں جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف، حضرت ملک العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوا۔ مگر 1971ء میں سرگودھا کمپنی باغ میں منعقد ایک کانفرنس میں پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ اس کانفرنس میں جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف کے طلبہ بھی شرکت کے لئے آئے۔ راقم الحروف بھی ان میں تھا، ہم پنڈال کی طرف جارہے تھے۔ ایک کار کے قریب پہنچے تو کار کے پاس تن تنہا، حسن ظاہری اور جمال معنوی کا دلآویز امتزاج، کھلتا ہوا گندمی رنگ، قد درمیانہ، سفید قمیص شلوار، سفید ٹوپی پہنے نظر نیچے کیے ایک پیکر نورانی نظر آیا۔ پہچاننے والوں نے بتایا، یہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری ہیں۔ ہم سب ساتھیوں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے بڑے شفقت بھرے لہجے میں ہمارے سلام کا جواب دیا۔ دست اقدس ملایا، خیریت پوچھی، میں بڑا حیران ہوا کہ اتنا بڑا آدمی اکیلا کھڑا ہے۔ عموماً پیران عظام کے ہمراہ مریدین اور متعلقین کا بڑا ہجوم ہوتا ہے بلکہ ہمارے معاشرہ میں جتنے زیادہ لوگ کسی کے گرد جمع ہوں اتنا ہی بڑا لیڈر اور پیر سمجھا جاتا ہے۔ یہاں اس کے بالکل برعکس تھا۔ حضرت کی نورانی شکل اور معصومانہ سادگی، متانت اور سنجیدگی نے مجھے اپنا گرویدہ بنالیا۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً ملاقات ہوتی رہی۔ راقم نے 1985ء میں جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور میں بحیثیت صدر مدرس فرائض سنبھالے تو وہاں حضور ضیاء الامت کے ایک شاگرد جناب

Marfat.com

مولانا عبدالعزیز ضیاء صاحب بھی بطور مدرس کام کر رہے تھے۔ ان کی وساطت سے ملاقات ہوتی رہی۔ جب بھی آپ سے ملاقات ہوتی آپ مجھے بھیرہ شریف جانے کے لئے فرماتے۔ مگر میں ہر دفعہ معذرت کرتا رہا۔

ایک روز مولانا عبدالعزیز ضیاء صاحب مدظلہ العالی نے بتایا کہ آپ کو حضرت پیر صاحب نے ملاقات کے لئے بلایا ہے۔

چنانچہ 8 محرم 1406ھ 23/9/86 بروز پیر مولانا عبدالعزیز صاحب اور راقم الحروف حضرت پیر صاحب کو وحدت کالونی لاہور ملنے کے لئے گئے۔ آپ نے بہت کرم فرمایا۔ بڑے پرتپاک انداز سے ملے، گلے لگایا۔ بڑی بندہ نوازی فرمائی اور باقاعدہ بھیرہ شریف تدریس کی دعوت دی۔ فرمایا: بھیرہ شریف چلیں وہیں کام کریں۔ آپ کو وہاں لائبریری کے لئے جگہ بھی دیں گے۔ جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں آپ کی بڑی ضرورت ہے۔

احقر نے عرض کیا: فی الحال بندہ لاہور کو ہی ترجیح دیتا ہے۔ اس لئے کہ میں نے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف میں پڑھا ہے کہ آپ نے لاہور کو قطب البلاد فرمایا ہے کہ لاہور میں جتنا کام زیادہ ہوگا اتنا ہی اس کا اثر دوسرے علاقوں میں زیادہ ہوگا۔

نیز میرا دلی ارادہ ہے کہ ندوۃ العلماء کی طرز پر ادارہ بنایا جائے، جس میں فارغ التحصیل طلبہ وعلماء کو تالیف وتصنیف کی تربیت دی جائے۔ حضرت نے فرمایا: یہ کام بھیرہ شریف سے بآسانی ہوسکتا ہے۔ آپ وہاں صرف مسلم شریف پڑھائیں۔ جو جامعہ سے فارغ ہوں گے آپ کے حوالے کردیا کریں گے، آپ ان کی تربیت کریں۔

آپ کے اصرار کو دیکھ کر میں شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہوگیا۔ واقعی آپ اسم بامسمّیٰ ہیں کہ مجھ ایسے ناکارہ ونالائق کو ادارہ میں لے جانے کے لئے اتنا اصرار فرما رہے ہیں، بڑے بڑے اصحاب علم و فضل کی کتنی قدر فرماتے ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: حضرت! دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف بالخصوص آپ کے زیر سایہ اور زیر تربیت تدریسی خدمات انجام دینا میرے لئے یقیناً باعث سعادت ہے۔ اس پر میں جتنا اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے۔ مگر لاہور چھوڑنے کے لئے شرح صدر نہیں ہو رہا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اس بارے میں میرا سینہ کھول دے۔

میں نے مزید عرض کیا: اگر آپ لاہور میں جامعہ محمدیہ غوثیہ کی شاخ کھول لیں تو اس میں میری تدریسی خدمات حاضر ہیں۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا: یہاں ہمارے ادارے جامعہ نظامیہ رضویہ

Marfat.com

اور جامعہ نعیمیہ کام کر رہے ہیں۔اس لئے یہاں شاخ کھولنے کی ضرورت نہیں۔

اب چند سال سے جامعہ محمدیہ غوثیہ داتا نگر لاہور میں بھیرہ شریف کی شاخ قائم ہو گئی ہے جہاں فاضل اور تجربہ کار اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ہر دور میں قدر دان شخصیات موجود رہتیں ہیں جو اپنے زیر انتظام اداروں کی ترقی کے لئے اہل علم کی تلاش میں رہتی ہیں۔ان کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ اہل علم ہماری درسگاہ میں تعلیم دیں۔

حضرت شاہ صاحب کا تعلق بھی اصحاب عزیمت کے اسی گروہ سے تھا۔آپ اساتذہ کے چناؤ اور طلبہ کی تعلیم وتربیت میں بڑی دل سوزی سے کام لیتے۔اوراس کا نتیجہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ان کے مدرسہ کی بیسیوں شاخیں اندرون و بیرون ملک علم کی روشنی پھیلانے میں مصروف ہیں اور ہزاروں طلباء اکتساب فیض کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت پیر صاحب کے فیوضات کے ان منبعوں کو ہمیشہ جاری وساری رکھے۔آمین

وسعت نظر، وسعت مطالعہ، رسوخ فی العلم اور ذکاوت، تحمل و بردباری، عاجزی وانکساری، شفقت ومودت، ادب اکابر اور رحمت اصاغر میں حضرت ضیاء ملت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظیر اس وقت مشکل ہے۔تصنیف وتالیف کے لحاظ سے وہ عصر حاضر کے عظیم مصنفین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

انہوں نے تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء النبی ﷺ، سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہ کتب لکھ کر امت پر احسان عظیم کیا۔یہ زندہ کتابیں انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہیں گی اور ان کی ضیاؤں سے ہمیشہ دل منور وروشن ہوتے رہیں گے۔

اس ایک آدمی نے تن تنہا وہ کام کیا جو پورے پورے ادارے اور منظم جماعتیں کرتی ہیں۔بلکہ بسا اوقات تو وہ بھی نہیں کر پاتیں۔ان جیسا آدمی برسوں میں پیدا ہوتا ہے اور اب ان جیسا آدمی شاید برسوں میں بھی پیدا نہ ہو۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

وہ بیک وقت معقولات کے دقیق النظر اور کامل الفن عالم، وسیع النظر محدث، نکتہ شناس اور نکتہ آفریں مفسر، بالغ النظر فقیہ، متکلم عصر، وسیع النظر مؤرخ ومدرس، شیخ ومربی، حقیقت پسند وباخبر عالم، محب اسلام اور درد وسوز سے بھرا ہوا دل رکھنے والے عالم، عہد جدید اور نسل جدید کے نبض شناس تھے۔

ضیائے ملتؒ کے فیضان نظر سے ہزاروں غافل اب اشکِ سحر گاہی سے وضو کرتے ہیں۔آپ نے مادیت، نفسانیت اور حیوانیت کے بڑھتے ہوئے تہذیبی طوفان کے سامنے عشق نبی اکرم ﷺ کی

Marfat.com

سیسہ پلائی زریں دیوار کھڑی کی۔ آپ نے دلوں کی ویران بستیوں میں محبت الٰہی اور عشق نبی اکرم ﷺ کے سدا بہار گلستان اگائے۔ آپ کے وجود سے مستنیر کرنیں ملک کے کونے کونے میں علم و معرفت کے چراغ جلا رہی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ کفر و شرک کے فتوؤں سے گریز کیا۔ غور و فکر کے بعد جس بات کو حق سمجھا اس پر جم گئے اور بلا خوف لومۃ لائم اس کا اظہار بھی فرمایا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالعزیز ضیاء صاحب اور راقم الحروف لاہور میں حضرت شاہ صاحبؒ کی عیادت کے لئے گئے۔ ان دنوں آپ نے ''تحذیر الناس میری نظر میں'' تحریر کی تھی اور اس پر فریقین کے علماء میں بڑی گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا عبدالعزیز ضیاء صاحب نے عرض کیا: جناب علماء! ''تحذیر الناس میری نظر میں'' پر بہت ناراض ہیں آپ اس پر نظر ثانی فرمائیں۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا ''میں نے جو کچھ صحیح سمجھا ہے لکھ دیا''۔

عموماً بڑے لوگ بالخصوص پیران عظام و مشائخ کرام کی کثرت انسان بننے کی بجائے مافوق الفطرت مخلوق بلکہ ماوراء الخلوق بننے کی کوشش میں رہتی ہے۔ مگر حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے مافوق اور ماوراء مخلوق پر انسان ہی بننے کو ترجیح دی اور انسانیت سکھائی۔ حضرت پیر صاحب کی کامیابیوں کا سہرا ان کے والدین کریمین، حضرت صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی اور دیگر اساتذہ و شیوخ کے سر ہے۔ وہ ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں جنہوں نے حضرت پیر صاحب کو انسانیت کا سبق از بر کرایا۔ حضرت کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ اس سبق کو یاد رکھا اور پوری زندگی اس پر عمل کیا اور اپنے متعلقین کو اس کی نصیحت کرتے رہے۔ خدا کرے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے مافوق الفطرت اور ماوراء الخلوق بننے کی کوشش میں وقت ضائع کرنے والے بھی اس نکتہ کو سمجھ جائیں کہ

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے میں مسجود ملائک ہوں مجھے انسان رہنے دو

Marfat.com

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری
ایک ادارہ۔ایک انجمن۔ایک عہد

مولانا عبدالرشید ارشد

چند روز پیشتر ملک کے ایک تاریخی قصبہ بھیرہ کی معروف خانقاہ آستانہ عالیہ حضرت پیر امیر شاہ کے سجادہ نشین اور عصر حاضر کے نامور عالم دین، مفکر اور مصنف حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب انتقال فرما گئے۔(اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی، علمی و عملی تمام خوبیوں سے نوازا ہوا تھا۔ وجیہہ شکل وصورت، باوقار اور پرانوار چہرہ، سرخ و سپید رنگت، متوازن قد و قامت، ذہانت وفطانت کی غماز چمکدار آنکھیں، دینی ذوق کا آئینہ دار سفید اجلا اور شفاف لباس، کردار و گفتار میں ہمہ تن متانت، رفتار اور اطوار میں پیکر شرافت، علم و دانش، فہم وفراست میں اپنے اسلاف کے حقیقی جانشین تھے۔ بہت سی علمی وروحانی نسبتوں کے حامل گویا کہ اپنی ذات میں ایک ادارہ، ایک انجمن اور ایک عہد تھے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری یکم جولائی 1918ء کو بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ الاسلام بہاؤالحق زکریا ملتانی سہروردی سے ملتا ہے۔ تقریباً تین سو سال قبل حضرت شیخ الاسلام کے خاندان کے ممتاز فرد پیر فتح شاہ بھیرہ میں تشریف لائے۔ ان کا روشن کیا ہوا چراغ ہدایت پیر محمد شاہ اور پھر ان کے فرزند پیر محمد کرم شاہ تک پہنچا۔ آپ کے والد پیر محمد شاہ نے تحریک پاکستان میں گرم جوشی سے حصہ لیا۔ آزادی کشمیر کی جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علامہ پیر محمد کرم شاہ نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں حاصل کی۔ دورہ حدیث کے لئے مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ 1943ء میں دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔ 1945ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ 1951ء میں آپ جامعہ الازہر مصر تشریف لے گئے۔ وہاں تین سال کے قیام کے بعد جامعہ کی اعلیٰ سندات حاصل کیں۔ جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد آپ وطن واپس لوٹے اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں تدریس شروع کی۔ اس کے علاوہ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' جاری کیا جو اپنے علمی و تحقیقی مضامین کے باعث خاص وعام میں مقبول ہے۔ پیر محمد کرم شاہ، خواجہ ضیاء الدین سیالوی اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد خواجہ قمر الدین سیالوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور

Marfat.com

خلافت سے مشرف ہوئے۔

یوں تو حضرت پیر محمد کرم شاہؒ صاحب کے آباؤ اجداد کی روحانیت کا سلسلہ فیض رسانی صدیوں کی تاریخ پر مشتمل ہے اور برصغیر پاک و ہند کے علاوہ اقطار عالم میں پھیلا ہوا ہے اور آج تک لوگوں نے اس خانوادہ سے ظاہری علم، باطنی فیض اور روحانی تسکین حاصل کی ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے مگر حضرت پیر محمد کرم شاہؒ نے ضیاء القرآن جیسی شہرۂ آفاق تفسیر تالیف فرما کر اس سلسلہ فیض رسانی کو ہمہ جہت، ہمہ گیر اور ابدی بنا دیا ہے۔ منشائے خداوندی کے مطابق ہر عہد اور ہر دور میں ایسے باصلاحیت افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں جو اپنی ذہانت و فطانت، فکر و نظر، روشن دماغی اور روشن ضمیری کی تمام تر خوبیوں کو قرآن و سنت کی تعلیم و اشاعت اور احیاء دین کی تحریک ترویج میں سمو دیتے ہیں اور اس طرح بقائے دین کا کام جاری و ساری رہتا ہے۔ چونکہ دین کی اساس اور اصل الاصول کتاب الٰہی ہے۔ اس لئے ان تمام مصلحین نے جو امت میں اصلاح و احیاء کے فریضے کو انجام دینے کا داعیہ رکھتے تھے نے قرآن کریم کی تفسیر و تعبیر کو ہی اپنی دعوت کی بنیاد بنایا اور پھر بڑی تندہی اور جانفشانی کے ساتھ عصری تقاضوں اور ضرورتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور تفسیر بالرائے کے جرم سے مکمل احتراز کرتے ہوئے قرآن کریم کی روشنی میں امت کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ اس صدی میں قرآن کریم کی بہت سی ایسی اردو تفاسیر ہمارے سامنے آئی ہیں جنہوں نے امت میں قرآن فہمی کا ذوق سلیم اور جذبہ فراواں پیدا کیا اور لوگوں نے اپنے قلب و نظر کو قرآن کریم کی نورانی تعلیمات سے جلا بخشی۔ ان تفاسیر میں جن کو اہل علم کے ہاں بڑے وسیع پیمانے پر پذیرائی اور قبولیت حاصل ہوئی، ان میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی تفسیر، مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن اور مفتی محمد شفیع کی معارف القرآن کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن عصری تقاضوں، زبان کی سلاست، بیان کی بلاغت اور عام فہمی کے لحاظ سے جو مقبولیت مولانا مودودی کی تفہیم القرآن، مولانا امین احسن اصلاحی کی تدبر قرآن، مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی تفسیر ماجدی اور پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ الازہری کی ضیاء القرآن کو ملتی ہے، اس کی بھی کوئی مثال نہیں۔ مؤخر الذکر تفاسیر میں سے پیر صاحبؒ مرحوم کی تفسیہ کو مزید یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں رواں دواں اور سلیس تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ ''ادب'' کی چاشنی کو سمونے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے جس کا اندازہ بیک وقت ضیاء القرآن کے مقدمے کے درج ذیل اقتباس سے بآسانی ہوسکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''یہ صحیفہ بیک وقت کتاب بھی ہے اور علم معرفت کا آفتاب جہاں تاب بھی، جس میں زندگی کی حرارت اور ہدایت کا نور یکجا ہیں۔ اس کا حسن و جمال قلب و نگاہ کو یکساں متاثر کرتا

Marfat.com

ہے۔اس کی تجلیات سے دنیا وعقبیٰ دونوں جگمگا رہے ہیں۔اس کا فیض ہر پیاسے کو اس کی پیاس کے مطابق سیراب کرتا ہے۔اس کا پیغام اگر عقل وخرد کو لذت جستجو بخشتا ہے تو قلب و روح کو شوق فراواں سے مالا مال کرتا ہے۔اس کی تعلیم نے انسان کو خود شناس بھی بنایا اور خدا شناس بھی''۔

مرحوم پیر محمد کرم شاہؒ الازہری کی تفسیر ضیاء القرآن میں اس امر کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے کہ فرقہ وارانہ تنگ نظری اور گروہی تعصبات سے آلودہ نہ ہونے پائے۔اگر اختلافی مسائل پر اظہار خیال کیا بھی جائے تو اپنے نقطۂ نظر پر اصرار کے باوجود دوسروں پر کسی قسم کی طنز وتعریض کرنے سے مکمل گریز کیا جائے اور اگر کہیں ذکر ناگزیر بھی ہوگیا تو جادلھم بالتی ھی احسن کی قرآنی تعلیمات سے تجاوز نہ کرنے پائے۔اس خوبصورت اہتمام بالالتزام نے تفسیر کی قدر وقیمت میں بیش بہا اضافہ کردیا ہے اور اس طرح یہ تفسیر کسی گروہ کی نمائندگی کے بجائے دین کی نمائندہ بن گئی۔موجودہ فرقہ پرستی اور گروہ بندی کے دور میں یہ اسلوب اختیار کرنا دین فہمی، اسلامی شعور، ملی بہبود اور قومی وقار کی شاندار پاسداری کی واضح اور روشن دلیل ہے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اس مختصر مضمون میں حضرت مرحوم کے اس نقطہ نظر کے باقاعدہ اہتمام کرنے کی زیادہ مثالیں پیش کرنا تو ممکن نہیں جو قرآن کی تفسیر میں جابجا نظر آتی ہیں۔تاہم آغاز ہی میں سورۃ الفاتحہ کی آیت ایاک نستعین کی تفسیر میں مرحوم کا اسلوب اس پورے رویے کی نمائندگی کے لئے کافی ووافی ہوگا جو انہوں نے تفسیر قرآن میں اختیار فرمایا ہے۔لکھتے ہیں:''ہاں اگر کسی ولی، شہید یا نبی کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ یہ مستقل بالذات ہے اور خدا نہ چاہے تب بھی یہ مدد کرسکتا ہے تو یہ شرک ہے اور ایسا کرنے والا مشرک ہے''۔

اس حقیقت کو حضرت شاہ عبدالعزیز نے نہایت بسط کے ساتھ اپنی تفسیر میں رقم فرمایا ہے اور اس کا ماحصل مولانا محمود الحسن صاحب نے اپنے حاشیہ قرآن میں ان جامع الفاظ میں بیان کیا ہے: اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔

(بحوالہ ضیاء القرآن جلد اول تفسیر ایاک نستعین)

غرضیکہ پیر محمد کرم شاہ جیسے اصحاب علم وفراست جوامت میں باہم رواداری، یکجہتی، وسعت نظری

Marfat.com

اور دینی اقدار کو فروغ دینے کے داعی اور علمبردار ہیں، ان کا وجود امت کے لئے باعث رحمت ہے۔
مرحوم انہیں پاکیزہ خیالات اور اعلیٰ اقدار کے بلند داعی اور ایسی ہی قابل تقلید سیرت و کردار کے مالک تھے جو اس وقت امت کی سب سے اہم ضرورت ہے اور مرحوم کے جانشینوں کو بھی اسے برقرار رکھنا ہو گا۔ مرحوم کی باقیات حسنات میں جہاں ان کے نیک سرشت متعلقین اور متبعین ہیں اور جہاں ایک علوم دینیہ کا وقیع اور شاندار ادارہ شامل ہے وہاں ان کی زندہ جاوید تفسیر ضیاء القرآن ان کی آخرت کو تابناک اور ضیاء بار کرنے میں ممد و معاون ہو گی اور وہ قیامت کو اپنے رب کے حضور یہ عرض گزار کر سرخرو ہو سکیں گے کہ

روز محشر ہر کسے با خویش دارد نامہ را
من نیز حاضر می شوم بہ تفسیر قرآن در بغل

اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ امت کو ان کا بدل اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

Marfat.com

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری
ایک عہد ساز شخصیت

پروفیسر محمد یٰسین قمر

انسانی زندگی کے آغاز سے لے کر آج تک انگنت انسان کارزار حیات میں آئے اور چلے گئے۔ آمد و رفت کا یہ سلسلہ جانے کب شروع ہوا اور جانے کب تک جاری رہے۔ بہت سے لوگ ایسے آئے جنہیں تاریخ یاد رکھنے کا تردد نہیں کرتی مگر کچھ لوگ

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں   تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

کے مصداق کارزار حیات میں یوں آئے کہ تاریخ و مؤرخ کے لئے ان کو نظر انداز کرنا محال و ناممکن ہے۔ بلکہ چشم فلک اس بات کی گواہ ہے کہ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا تاریخ اپنا افتخار گردانتی ہے۔ چمنِ حیات انہی کی آب و تاب سے روشن ہے۔ زیست انہی کے جمال سے درخشاں ہے۔ زندگی کی رعنائی دراصل ایسے افراد ہی کے دم قدم سے ہے۔ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ الازہری کا تعلق بھی ایسے ہی افراد کے اس عظیم گروہ سے ہے، تاریخ جن پر فخر کرتی ہے، حیات جن پہ نازاں ہے۔

حضرت ضیاء الامت ایسے نفیس الطبع، حلیم و بردبار، عاشق رسول ﷺ کب بار بار پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا تاریخ کو بھی انتظار رہتا ہے۔ ایسے لوگ دراصل تاریخ انسانی کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ آپ کی زندگی ایک عاشق باصفا کی عملی زندگی تھی۔ ہادی برحق، مُخبرِ صادق ﷺ کے ارشاد و فرامین ان کے حرزِ جاں تھے اور معلم علم و حکمت کا یہ فرمان

"اطلبوا العلم من المهد الی اللحد"

تو گویا ان کی کل کائنات تھا۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی کی تشکیل و ترتیب حضور ﷺ کے اس فرمان کے مطابق کی۔ انہوں نے اپنے آپ کو ایسے سانچے میں ڈھالا جہاں علم و فروغ علم کے سوا کوئی اور دلچسپی دکھائی نہیں دیتی۔ انہوں نے اس حوالے سے اندرون ملک و بیرون ملک نگر نگر سفر کیا۔ اپنے اپنے علوم میں کامل دسترس رکھنے والے اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کے شاگرد ہی اس بات پر نازاں نہیں ہیں کہ انہوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا بلکہ ان کے اساتذہ بھی اس بات پر فخر کرتے تھے کہ پیر محمد کرم شاہ ان کے شاگرد ہیں۔

Marfat.com

حضرت ضیاء الامتؒ اس بات کا مصمم ارادہ کر چکے تھے کہ وہ معاشرے سے جہالت کے اندھیرے دور کر کے رہیں گے۔ وہ دلوں کے آبگینے چمکا کے رہیں گے۔ وہ خیال و ذہن کی کھیتیوں کو علم سے سراب کر کے دم لیں گے۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف اور اس سے ملحق دوسرے مدارس ان کی ترویج علم کی کوششوں کے شاہد ہیں۔ ان کی علمی کاوشوں ''ضیاء القرآن''، ''ضیاء النبی ﷺ'' کے نام ہی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے نہاں خانہ فکر میں ایک ہی عزم تھا کہ وہ عوام و خواص کے قلوب و اذہان کو ضیائے حب نبی ﷺ سے ضیاء پاش کر کے رہیں گے۔

ملت اسلامیہ کا درد ان کے دل میں کوٹ کوٹ بھرا ہوا تھا۔ عالم اسلام کی زبوں حالی انہیں مغموم رکھتی تھی۔ اخلاقی بے راہروی، معاشرتی جبر، معاشی استحصال، عدم مساوات، ناانصافی کے خلاف انہوں نے ہمیشہ آواز بلند کی۔ انہوں نے تحریر و تقریر ہر دو طریقوں سے ان معاشرتی برائیوں کے استیصال کی انتہائی سنجیدہ کوشش کی۔ وہ ملت اسلامیہ کو پھر اوجِ کمال پر دیکھنے کے متمنی تھے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ان کی دیرینہ خواہش تھی۔

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی زندہ جاوید اور معرکۃ الآراء تفسیر ''ضیاء القرآن'' احقر العباد کے کئی سالوں سے زیر مطالعہ ہے۔ اللہ اللہ تحریر میں کیا چاشنی ہے، الفاظ میں کتنی مٹھاس ہے، لہجے میں کیا شیرینی ہے، اسلوب کتنا دلکش و ممتاز ہے، علوم متداولہ پر کتنا عبور ہے۔ ''ضیاء القرآن'' کا لفظ لفظ ان کی تحقیق و جستجو کا گواہ اور ان کے تبحر علمی کا شاہد ہے۔ تحریر میں تعصب کا نام تک نہیں۔ اختلافی موضوعات کے حوالے سے ''وجادلھم بالتی ھی احسن'' کا قرآنی حکم ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتا ہے۔ وہ اپنے موقف کو انتہائی ٹھوس دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور طعن و تشنیع سے ہرگز کام نہیں لیتے۔ حضور فخرِ کونین، شافع دارین، مصدر حیات، مقصودِ کائنات، ناز بشر، خیر البشر، جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے ان کی قلبی، روحانی اور جذباتی وابستگی نے انہیں فنا فی الرسول ﷺ کا منصب جلیلہ عطا کیا۔ قرآنی الفاظ کی لغوی و اصطلاحی تحقیق کرتے ہوئے، گرامر کی باریکیوں پر بحث کرتے ہوئے گمان گزرتا ہے جیسے عربی ان کی مادری زبان ہو۔ عربی زبان میں ان کی مہارت معلمین و متعلمین ہر دو کیلئے ایک روشن مثال ہے۔ جتنی مرتبہ ''ضیاء القرآن'' کا مطالعہ کیا، ہر مرتبہ ایک نیا لطف و سرور حاصل ہوا۔ ہر دفعہ فکر و نظر کے کئی گوشے وا ہوئے اور جستجو و شوق کے نئے افق ہویدا ہوئے۔ ایک امتی کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی مبارک سیرت کا بنظر عمیق مطالعہ کرے۔ ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ'' کا ارشاد اس بات کا واضح حکم ہے کہ ہر مومن مسلمان آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی میں اپنے لئے کردار و عمل کے حوالے سے خدوخال تلاش کرے۔

Marfat.com

تفسیر کے بعد ان کا دوسرا بڑا کارنامہ ''ضیاء النبی ﷺ'' ہے۔ یہ بیان ہے اس سراپا حسن و خوبی، صاحب خلق عظیم کا جس کا تذکرہ مردہ دلوں کو رعنائی عطا کرتا ہے۔ حضرت ضیاء الامت نے اپنی اس تحقیقی و علمی کاوش کو مرتب کرتے وقت عرب وعجم کے ہر قابل ذکر سیرت نگار کی کاوش کا بغور مطالعہ کیا۔ جس طرح مالی مختلف النوع پھولوں کو اکٹھا کر کے ان کو گلدستے کی شکل دے دیتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے سیرت طیبہ پر بہترین افکار سے ''ضیاء النبی ﷺ'' کی تشکیل و ترتیب کی ہے۔ انہوں نے جہاں دیکھا کہ کسی مصنف نے عظمت و رفعت مصطفیٰ ﷺ کا ادراک کرنے میں ٹھوکر کھائی ہے وہیں انہوں نے انتہائی مضبوط دلائل سے شان مصطفیٰ ﷺ کا دفاع کیا۔ ''ضیاء النبی ﷺ'' کیا ہے؟ مہکتا ہوا ایک گلاب ہے۔ رنگ و نور کا ایک حسین امتزاج ہے۔ عکس ذات مصطفیٰ ﷺ ہے۔ جس کے ہر ہر لفظ سے روشنی پھوٹتی نظر آتی ہے۔ جس کی ہر ہر سطر آئینہ جمال خیر الوریٰ ﷺ ہے۔ جس کا ہر ایک جملہ عقیدت و نیاز کا غماز ہے۔ جس کا ہر موضوع سیرت اطہر کا روشن حوالہ ہے۔ جس کا ہر عنوان ضیاء و نور کا پیامبر ہے۔ حضور ﷺ کی ولادت کا ذکر ہے یا آپ کے حسین بچپن کا تذکرہ۔ آپ ﷺ کی شیر خوارگی کے ایام کی بات ہو یا نوجوانی کے عالم کی، عنفوان شباب کی حکایات ہوں یا بعثت کا بیان، خلوتوں کی بات ہو یا جلوتوں کی، قیام مکہ کا ذکر ہو یا مدنی زندگی کا کوئی حوالہ، ہجرت کے مبارک سفر کی داستان ہو یا قبا میں قیام کے ایام، مقدس غزوات زیر بحث ہوں یا ''انا فتحنا لک فتحاً مبیناً'' کی آیات جانفزا کا شان نزول، فتح مکہ کا معرکہ ہو یا ''لا تثریب علیکم الیوم'' کا عام معافی کا اعلان، آپ ﷺ کی ذات بابرکات بحیثیت کمانڈر انچیف زیر موضوع ہو یا ایک مبلغ و داعی، بطور سربراہ مملکت آپ ﷺ کی ذمہ داریوں کا بیان ہو یا بطور باپ کے الطاف و کرم کی بات ہو یا جاہ و حشم کی، فقر و غنا، جود و سخا کے خدوخال واضح کرنا ہوں یا ان کے حلم و حکم کے قصے، حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب کا قلم نقوش سیرت اطہر کو یوں واضح کرتا چلا جاتا ہے کہ قاری اپنے آپ کو اس عہد زریں میں سانس لیتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے واقعات اس کی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہو رہے ہوں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری کی زندگی کے کارہائے نمایاں کا احاطہ کرنے کے لئے ایک طویل و بسیط مقالے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انہوں نے یک و تنہا جو کچھ کیا ہے، اتنا کام بڑی بڑی فاؤنڈیشنز اور ادارے بھی عام طور پر کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا قیام بذات خود بہت بڑا کام ہے۔ اس ادارے نے طباعت و اشاعت میں قابل قدر کردار ادا کیا ہے۔ اہل السنت والجماعت کی گوشہ گمنامی میں پڑی تحریروں کو اشاعت کے زیور سے آراستہ کرنے کا کریڈٹ اسی کو جاتا ہے۔ اس ادارے کا قیام و کارکردگی اہل حق کے لئے بادنسیم کا ایک ٹھنڈا جھونکا ہے۔ ''ضیائے حرم'' کی اشاعت کا

Marfat.com

تسلسل ایک اور بڑا کام ہے۔ آپؒ کے نوک قلم سے نکلے ہوئے "ضیائے حرم" کے سر دلبراں کے عنوان سے اداریے ان کے ملک وقوم کے ایک ماہر نباض ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہ اداریے "بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے" کے فرمان کی حسین وجمیل تفسیر ہیں۔ ان کے علاوہ "مقالات" کی دو جلدیں بھی ان کے علمی کمالات کی مظہر ہیں۔ حضرت ضیاء الامت، سرکار دوعالم ﷺ سے کس غایت درجہ کی محبت رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعے سے احسن طور پر ہو سکے گا، جو راقم سے ملک کے ممتاز نعت گوشاعر جناب حافظ لدھیانوی نے بیان کیا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بھیرہ جانے کا اتفاق ہوا تو ہم ضیاء الامتؒ کے ہاں ٹھہرے۔ موسم سرد تھا۔ فضا میں خنکی تھی اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ ہلکی ہلکی پھوار پڑنا شروع ہوگئی۔ غالباً نماز عشاء کے بعد کا وقت تھا۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ حضرت ضیاء الامت چائے کا ٹرے بذات خود اٹھائے چلے آرہے ہیں۔ میں نے گذارش کی کہ اس خنک موسم میں جبکہ بارش بھی ہو رہی ہے آپ نے بذات خود اتنی تکلیف کیوں فرمائی۔ چائے کسی خادم کے ہاتھ بھجوادی ہوتی۔ اس پر آپ نے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمانے لگے: حافظ صاحب! آپ مداح حبیب لبیب ﷺ ہیں۔ سرکار ﷺ کے ثنا گو ہیں۔ طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ خادم کے ہاتھ چائے بھیجوں۔ بلکہ سعادت محسوس کی کہ اپنے ہاتھ سے آپ کو چائے پیش کروں۔ ایک ثنا گو کا اتنا اکرام وتعظیم آپ کی حضور شافع محشر ﷺ سے قلبی وابستگی ووارفتگی پر دال ہے۔ راقم نے آخری بار آپ کی زیارت اس وقت کی جب آپ روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے گئے۔ احقر العباد ریاض الجنۃ میں تھا۔ جب آپ میرے پاس سے گزرے، میں پیچھے پیچھے ہولیا کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری کے آداب سیکھ لوں۔ دیکھوں وہ کس طرح محبوب ذوالمنن ﷺ کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ مواجہہ شریف پر کس طرح اپنے آقا ومولا ﷺ کے حضور سلام پیش کرتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سنہری جالیوں کے قریب ہوتے چلے گئے۔ نگاہیں جھکی ہوئیں، انداز میں عجز، کمر خمیدہ۔ وہ چند لمحے مواجہہ شریف پر رکے، سلام عرض کیا اور آگے بڑھ گئے۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر | نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

کی عملی تفسیر راقم نے اس دن دیکھی۔ حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ نے بطور مصلح، مبلغ اسلام، مقرر، مفسر، سیرت نگار اور مدرس ومصنف جو کردار ادا کیا ہے، وہ فقید المثال بھی ہے اور مشعل راہ بھی۔ آج کے طالب علم، استاد، جج، مفکر اور رائٹر کو ان کی تحریروں اور طرز زندگی سے راہنمائی کے لئے بہت کچھ مل سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کے پسماندگان کو ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے | بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

Marfat.com

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
ایک نابغۂ روزگار ہستی

فضائل اسرار احمد بٹ

تاریخ ساز روحانی شخصیات کی سیرت و کردار اور کارناموں پر کچھ لکھنا، بڑی کاوش کا تقاضا کرتا ہے۔ کیونکہ انہیں بیان کرنے کے لئے اعلیٰ علمی و مشاہداتی قابلیت و مہارت درکار ہوتی ہے۔ جسٹس قبلہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور کارناموں پر کچھ لکھنے کے لئے راقم الحروف کو اپنی کم مائیگی اور بے بساطی کا بڑی شدت سے احساس ہے۔ لیکن ان کو خراج عقیدت پیش نہ کرنا بھی بہت بڑی بے مروتی اور احسان ناشناسی شمار ہوگی۔

یہ بات بطور خاص ملحوظ خاطر رہے کہ اس وقت میں ان کی شخصیت و کردار یا کارناموں پر کوئی تحقیقی مضمون قلم بند نہیں کرنا چاہتا بلکہ ان کی پاکیزہ سیرت کے صرف چند روشن پہلو، اس وقت میرے سامنے ہیں۔ مجھے براہ راست ان کا شاگرد ہونے کے ناطے ان سے اکتساب فیض کا اعزاز اور فخر حاصل ہے۔

ان کے ساتھ میرے تعلق کی ابتداء اس وقت ہوئی جب میں نے آٹھویں کا امتحان پاس کر کے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی عظیم درس گاہ میں داخلہ لیا اور یوں تعلق کا یہ سلسلہ تکمیل نصاب کی آٹھ سالہ مدت سے لے کر ھنوز جاری ہے۔

دارالعلوم میں داخلہ کے وقت اگرچہ بچپن کا زمانہ تھا لیکن اس کے باوجود قبلہ پیر صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت، آپ کا حسن کردار اور حسن سیرت روز بروز غیر مرئی انداز میں اثر کرتا رہا۔ آپ کی لطافت زبان، گفتگو کی مٹھاس، محبت و شفقت کے ان گنت انداز اور تعلیم و تربیت کا ہنر، ہر بات کمال درجے کی تھی۔ ہر آنے والا دن، ہر گزرے ہوئے دن سے زیادہ پراثر اور جاذب قلب و روح تھا۔ آپ کی نمازیں، دیگر عبادات کی ادائیگی، اسلامی مسائل کا بیان، ملکی و بین الاقوامی مسائل و معاملات پر گفتگو ہر عمل نہایت فکر انگیز تھا۔ ہزارہا مریدین، متوسلین اور عام زائرین کے ساتھ دن بھر ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہتا لیکن کبھی ماتھے پر شکن تک نہ آئی بلکہ ہر ملاقاتی کے ساتھ چہرے کی شگفتگی اور مسکراہٹ کا دل موہ لینے والا مخصوص انداز، حال احوال کا دریافت کرنا، آپ کے اخلاق کریمانہ کا جزو لازم تھا۔ ہر شخص یہی تاثر لیتا کہ قبلہ پیر صاحب علیہ الرحمہ اس کے ساتھ خصوصی شفقت و محبت کا برتاؤ فرما رہے ہیں۔ مختصر

Marfat.com

یہ کہ جتنا جس کا تعلق ہوتا، اتنا ہی وہ آپ کی محبت اور کرم نوازیوں سے حصہ پاتا۔
طبیعت میں شگفتگی اور دلآویزی مثالی تھی۔ کسی حال میں بھی ملنے والے کو آپ سے اکتاہٹ کا ہرگز احساس پیدا نہ ہوتا تھا۔ آپ کی محبت و شفقت، بے لوث اور پرخلوص تھی۔ بے طلب دعائیں دیتے۔ ایک مجلس میں موجود، سینکڑوں افراد کے لئے فرداً فرداً دعائیں مانگتے۔ جس کسی کو ذاتی مسائل و مشکلات کا سامنا ہوتا موقع پر ہی خصوصی وقت عطا فرماتے۔ مسائل و مشکلات سنتے، ان کا حل بتاتے اور دعائیں دے کر رخصت فرماتے۔ ہر کوئی مطمئن اور خوش و خرم واپس جاتا۔ کسی کو ناامیدی یا مایوسی کا احساس تک نہ ہوتا۔

زائرین کے طعام و قیام اور آرام کا خصوصی خیال رکھتے۔ دارالعلوم بھیرہ شریف، اس کی شاخوں، ان کے اساتذہ کرام، فارغ التحصیل علماء و فضلاء، زیر تعلیم طلباء، مالی معاونین، متعلقین، متوسلین اور دیگر تمام وابستگان سے خصوصی لطف و کرم کا اظہار فرماتے۔ آپ کے ارادت مندوں میں مشائخ عظام، علماء کرام، وقت کے حکمران، ماہرین علوم جدیدہ، اعلیٰ ملکی اداروں پر فائز معتبر شخصیات اور عوام الناس سب ہی تھے۔ آپ سب کو ایک ہی نظر سے دیکھتے بلکہ غرباء، فقراء، مساکین، دریشوں اور متوسط طبقوں سے تعلق رکھنے والوں سے زیادہ بندہ نوازی کا سلوک فرماتے لیکن درجوں کا معیار، تقویٰ اور پرہیزگاری کے مطابق مقرر فرماتے۔

منزل کے حصول اور مقصد کے پالینے کے لئے سخت محنت اور ان تھک جدوجہد کے قائل تھے۔ سخت کوشی، راتوں کو دیر تک جاگنا اور طویل وقفوں تک مطالعہ میں مصروف رہنا، آپ کی حیات طیبہ کے خصوصی امتیازات تھے۔ سستی اور سہل انگاری سے آپ کو شدید نفرت تھی۔ اہل اسلام اور علماء و طلباء کو خصوصی طور پر خون جگر جلانے اور مسلسل کام کرنے کی تاکید فرماتے نیز موقع و محل کے مطابق حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے اشعار سے لہو گرماتے۔

قائداعظم علیہ الرحمہ اور علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔ کلام اقبال پر تو آپ کو عالمانہ تبحر حاصل تھا۔ تمام عمر کلام اقبال (فارسی و اردو) آپ کے مطالعہ کی میز پر موجود رہا۔ اپنے فارغ التحصیل فضلاء، علماء اور زیر تعلیم طلباء کو اکثر کلام اقبال کے مطالعہ کا شوق اور ترغیب دلاتے۔

آپ کی تقریریں اچھوتی اور انوکھی ہوتی تھیں۔ علمی نکات عام فہم انداز میں بیان کرنے کی اعلیٰ صلاحیت رکھتے تھے۔ مشکل سے مشکل مسئلے کا جواب، آسان زبان میں سمجھانے پر قدرت کاملہ رکھتے تھے۔ مخاطب کی علمی حیثیت کے مطابق گفتگو فرماتے۔ عجز و انکساری اور بے حد تواضع، آپ کے اخلاق کریمانہ کی اہم خصوصیت تھی۔ خوف خدا کی علامت تھے اور عشق رسول ﷺ میں ہر وقت

Marfat.com

سرشار رہتے تھے۔

تعلیم قرآن اور تفہیم حدیث پر آپ کو خصوصی ملکہ حاصل تھا۔آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم کی کسی بھی آیت سے جو بھی اشکال اور مسئلہ پیدا ہوتا ہے اس کا جواب اور حل وہیں موجود ہوتا ہے۔ اصول فقہ (اسلامی اصول قانون) کے مضمون میں آپ کو خصوصی مہارت حاصل تھی۔اپنے باصلاحیت فارغ التحصیل علماء، فضلاء اور محنتی طلباء کو اس مضمون میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کی ترغیب اور شوق دلاتے رہتے تھے۔

سخت ترین مصروفیات اور تکالیف کے باوجود روزانہ تلاوتِ قرآن کریم اور وظائف و اوراد پر ہمیشہ کاربند رہتے تھے۔ درود شریف کی تلاوت آپ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا۔آپ کا اٹھنا بیٹھا، سوگنا، جاگنا غرضیکہ تمام معمولات زندگی مثالی اور قابلِ تقلید تھے۔آپ کے پاس بیٹھ کر طمانیت قلبی اور ذہنی سکون کی نعمت حاصل ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کی اطاعت اور محبت کا جذبہ پروان چڑھتا تھا۔آپ کی تمام زندگی، قرآن کریم کی آیت مبارکہ "ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین" کی عملی تفسیر و تشریح تھی۔آپ کو یہ شعر بہت ہی پسند تھا۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آپ کی شخصیت بڑی دلربا تھی۔ جادو اثر اور سحر آمیز تھی۔ کردار سازی پر بڑا زور دیتے تھے۔دل ونگاہ کی پاکیزگی کو ایمان کی علامت سمجھتے تھے۔آپ کی ذاتِ اقدس، ایک مکمل ادارہ تھی جس میں ہر کسی کو اپنے لئے جگہ نظر آتی تھی۔ جو ایک دفعہ آپ کے دامن سے وابستہ ہوا، پھر ٹوٹنے نہ پایا۔ جو بھی بھول کر ٹوٹا، پھر لوٹ کر آیا۔آپ کی شخصیت میں بلا کی کشش اور جاذبیت تھی۔ چہرے کی نورانیت دل موہ لیتی تھی۔ بیماری کے ایام میں بھی اس میں کمی نہ آئی۔ زائرین اس بات کے ذاتی طور پر گواہ ہیں۔"سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود" کی تفسیر آپ کے چہرہ مبارک پر واضح طور پر جھلکتی تھی۔

حیرت انگیز قوت برداشت کے مالک تھے۔ بڑی بڑی مشکلات کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ تھکاوٹ، کمزوری، گرتی ہوئی صحت اور بیماری کے عالم میں بھی کام، کام اور صرف کام کا شوق دامن گیر رہتا تھا۔فراغت کو وبال جان سمجھتے تھے۔

آپ کا وجود، اُمت مسلمہ کے لئے ایک نعمتِ عظمیٰ وغیر مترقبہ تھا۔آپ عالم اسلام کا حقیقی اور انمول سرمایہ تھے۔ مادیت کے اس ظلمت کدے میں، روشنی اور راہنمائی کا بہت بلند مینار تھے۔گم کردہ راہوں کے لئے ہدایت کا چراغ تھے۔ٹوٹے دلوں کو جوڑنے کا فن جانتے تھے۔نفرت کے الاؤ، محبت اور پیار کے پھولوں میں بدلنے کا ہنر جانتے تھے۔تفسیر قرآن کریم اور سیرت النبی ﷺ آپ کے

Marfat.com

خصوصی موضوعات تھے۔آپ نے اپنے علمی ورثہ میں منجملہ دیگر تصانیف ومقالات ومضامین کے ضیاء القرآن (تفسیر شریف) اور ضیاء النبی ﷺ (سیرت رسول ﷺ) جیسی محققانہ اور گراں قدر تالیفات چھوڑی ہیں۔ تمام مکاتب فکر میں آپ کو خصوصی عزت و احترام کا درجہ حاصل تھا۔ ایسی شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

وہ امت مسلمہ کا زیور تھے۔تقویٰ اور پرہیز گاری میں قرون اولیٰ کی جلیل القدر ہستیوں کی تصویر تھے۔آپ کی ذات ستودہ صفات، سنت رسول ﷺ کا عکس جمیل تھی۔آپ جیسی شخصیات اپنے اعلیٰ اور جلیل القدر کارناموں کی بدولت، تاریخ کے ماتھے کا جھومر ٹھہرتی ہیں اور قیامت تک زندہ رہتی ہیں۔

آپ نے 7اپریل 1998ء بروز منگل رات تقریباً ساڑھے نو بجے 9:30 اس دار فانی کو الوداع کہا اور وصال فرمایا۔آپ کی رحلت سے لاکھوں لوگ صدمہ سے نڈھال ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو ان کی للٰہیت، محبت رسول ﷺ، نیک اعمال، تقویٰ، امت مسلمہ اور دین اسلام کی اعلیٰ ترین اور بے لوث خدمات کے صلے میں جنت کے ارفع ترین درجوں پر فائز فرمائے (آمین) اور ہمیں اس صدمہ جانکاہ کو برداشت کرنے کی قوت اور توفیق عطا فرمائے (آمین)

سرود رفتہ باز آید کہ نہ آید　　نسیمے از حجاز آید کہ نہ آید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے　　دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

Marfat.com

عقیدہ ختم نبوت اور حضور ضیاء الامت کی علمی خدمات

گل محمد فیضی

عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے ایمان کا مرکز و محور ہی نہیں، ان کی بقا اور سلامتی کا ضامن بھی ہے۔ اس پر ایمان متزلزل ہو جائے تو ملت اسلامیہ کا شیرازہ، چشم زدن میں سوکھے پتوں کی طرح بکھر جائے۔ یہ عقیدہ ہی انہیں متحد، منظم اور پرعزم رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غلامان مصطفیٰ ﷺ نے ہر دور میں اپنی جان پر کھیل کر اس کا تحفظ کیا۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ اپنے آقائے نامدار ﷺ کے نام پر ایسی قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جھوٹی نبوت کا فتنہ مسیلمہ کذاب کے روپ میں سامنے آیا۔ لیکن خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری ایمانی قوت سے اس فتنے کو ختم کر کے دم لیا۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف صحابہ کرام کے ایثار کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس جنگ میں شہادت کی سعادت حاصل کرنے والوں میں سات سو تو صرف حفاظ کرام تھے۔

رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات سے مسلمانوں کا یہی والہانہ تعلق تھا کہ جب بھی کسی بدبخت نے عقیدہ ختم نبوت میں نقب لگانے کی کوشش کی تو انھوں نے علمی اور فکری میدان کے ساتھ ساتھ میدان کارزار میں بھی مقابلہ کیا اور جھوٹی نبوت کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیئے۔

عصر حاضر کے مسیلمہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو علماء حق اور مشائخ عظام میدان میں نکل آئے اور انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ مہر عالم تاب پیر سید مہر علی شاہ، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی اور ان کے ہم عصر علماء کی خدمات اس سلسلے میں ہماری تاریخ کا روشن باب ہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ نے جس طرح مرزا قادیانی کا تعاقب کیا اس نے مرزا قادیانی کے دجل و فریب کا پردہ چاک کر دیا۔ حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری بھی اسی سلسلۃ الذہب کی حسین کڑی تھے۔ دین اسلام کی خدمت کا جذبہ اور رسول اکرم ﷺ سے والہانہ عقیدت آپ کو روحانی اور خاندانی طور پر ورثے میں ملے تھے اور اپنے والد مکرم حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت نے ان مقدس جذبوں کو دوآتشہ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی سے ہی ان لوگوں کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہو گئے جو کسی بھی انداز میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں سوقیانہ نظریات رکھتے ہیں۔ 1951ء میں آپ مصر کی

Marfat.com

جامعہ الازہر میں زیر تعلیم تھے کہ برصغیر میں فتنہ انکار سنت سر اٹھانے لگا۔ محمد عربی ﷺ کے سچے غلام کی حیثیت سے آپ نے قلم اٹھایا اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے ''سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام'' ایسی معرکۃ الآراء کتاب تصنیف فرمائی کہ جسے بلاد عرب وعجم میں ہر جگہ سراہا گیا اور اہل علم نے اس پر آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اسے ہر طبقہ فکر میں مقبولیت حاصل ہوئی۔

جامعہ الازہر سے آپ کی واپسی نہیں ہوئی تھی کہ پاکستان میں 1953ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہو گیا تھا جس میں آپ کے خاندان نے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ اگرچہ مصر میں تھے مگر آپ کا دل و دماغ پاکستان میں اس تحریک میں شامل رہا۔ آپ نے اپنے خطوط کے ذریعے اس دوران جن جذبات، جس اضطراب اور بے چینی کا اظہار کیا اس سے آپ کی قلبی کیفیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ مطمئن اس لئے تھے کہ آپ کے خاندان کا ہر فرد اس تحریک میں علماء و مشائخ کے ساتھ شامل تھا اور ان کا کردار قائدانہ رہا۔

بھیرہ میں قادیانی تحریک کو اس لئے بھی اہمیت حاصل تھی کہ مرزا قادیانی کے پہلے جانشین حکیم نور الدین کا تعلق اسی شہر سے تھا اور قادیانی اس شہر بلکہ اس علاقے کو خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ اس لئے یہاں نسبتاً زیادہ جدوجہد کی ضرورت تھی اور اللہ کا شکر ہے کہ خاندان ہاشمیہ کے ان فرزندوں نے ہر قسم کے حالات میں قادیانی اور قادیانی نواز عناصر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

1974ء میں جب قادیانی غنڈوں نے ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر طلبا کو تشدد کا نشانہ بنایا تو ضیاء الامت تڑپ اٹھے۔ ایسے ملک میں جوان کے بزرگوں نے ہندو اور انگریز سے لڑ کر محمد عربی ﷺ کے نام پر حاصل کیا تھا اس میں انگریز کا تیار کردہ فتنہ آج بھی مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج کر رہا تھا۔ آپ نے جہاں علمی اور قلمی میدان میں اپنی زیر ارادت شائع ہونے والے ماہنامہ ''ضیائے حرم'' میں ملک بھر کے مسلمانوں کو جھنجھوڑا وہاں عملی طور پر پورے ملک کے دورے کر کے مختلف دینی اور مذہبی شخصیات سے ملاقاتیں کیں اور انہیں قادیانی فتنہ سے آگاہ کیا اور ملک بھر میں قادیانیوں کے خلاف تحریک کو منظم کرنے کے لئے کام کیا۔ اس ساری تگ و دو کے ساتھ ساتھ آپ بھیرہ شہر اور علاقے سے بے نیاز نہ رہے۔ بلکہ یہاں پر ''الفتح'' کے نام سے تنظیم قائم کی جس کے پلیٹ فارم پر لوگوں کو منظم کیا۔ آپ کے خاندان کے ہر فرد نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خاص کر نوجوان صاحبزادہ امین الحسنات کا جذبہ اور وارفتگی ناقابل بیان تھی۔ انہوں نے نوجوانوں کو بیدار کرنے میں تاریخی کردار ادا کیا۔ تحریک ختم نبوت کی مقامی سطح پر قیادت کی اور الفتح کے پلیٹ فارم سے قادیانی عزائم کو ناکام بنانے کے لئے دن رات جدوجہد کی۔ جہاں حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ ملک بھر میں رابطے اور ملاقاتیں کر رہے تھے اور

Marfat.com

ضیائے حرم کے ورق مسلمانوں میں ایمانی بجلیاں بھر رہے تھے وہاں صاحبزادہ محمد امین الحسنات نے پورے ضلع سرگودھا میں تحریک کو منظم کر کے آقائے نامدار ﷺ کی غلامی کا فرض ادا کیا۔آپ کی جدوجہد اس قدر نمایاں تھی کہ آپ دشمن اسلام کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔چنانچہ قادیانی غنڈوں نے یہ محسوس کر لیا کہ یہ نوجوان آج بھی اور کل بھی مستقبل میں ان کے راستے کی بڑی رکاوٹ ہے جس پر انہوں نے رات کی تاریکی میں جب آپ علاقے کا دورہ کر کے واپس آ رہے تھے آپ پر حملہ کیا لیکن اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی مہربانی سے آپ مکمل طور پر محفوظ رہے۔قادیانیوں کی اس ناپاک سازش کے بعد بھیرہ کے حالات انتہائی کشیدہ ہو گئے اور اگر حضرت ضیاء الامت صبر و تحمل کی تلقین نہ کرتے تو علاقے میں ایک بھی قادیانی نہ بچ سکتا۔لیکن آپ نے اپنی حکمت اور تدبر سے علاقے کے امن و امان کو تباہ کر دینے والی دشمنان اسلام کی اس سازش کو بھی ناکام بنا دیا اور تحریک جاری رکھی۔

حضور ضیاء الامت نے تحریک ختم نبوت 1974ء کے سلسلے میں شاہی مسجد لاہور میں منعقدہ جلسے میں جو خطاب فرمایا وہ اپنی اہمیت اور افادیت کے حوالے سے تاریخی تھا۔ایک ایک لفظ سے عشق مصطفیٰ ﷺ کے سوتے پھوٹتے تھے اور محبت رسول ﷺ کا گلستان مہکتا محسوس ہوتا تھا۔بالآخر یہ جدوجہد کامیاب ہوئی اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا گیا۔

قادیانیوں کو پاکستان کی اسمبلی کی طرف سے اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد غلامان مصطفیٰ ﷺ ایک نئی آزمائش سے دوچار ہو گئے۔قادیانیوں نے دنیا بھر میں پاکستان اور پاکستان کے غیور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے کا محاذ کھول دیا۔وہ برطانیہ، جرمنی، کینیڈا، امریکہ، جنوبی افریقہ غرضیکہ ہر جگہ پھیل گئے اور خود کو مظلوم ظاہر کر کے اسلام، مسلمانوں اور پاکستان کو بدنام کرنے لگے۔چنانچہ حضور ضیاء الامت نے اس طرف توجہ دی اور مختلف ممالک کے دورے کیے۔آپ نے ہر جگہ وہاں کے مسلمانوں اور دیگر شہریوں کو اصل صورت حال سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ ان کا پراپیگنڈہ ان کی نبوت ہی کی طرح جھوٹ اور کذب و افتراء پر مبنی ہے۔

1977ء میں لندن کے عالمی اجتماع میں آپ نے شرکت کر کے اظہار خیال فرمایا اور قادیانی دجل و فریب کا پردہ چاک کر دیا۔آپ کے مریدین، عقیدت مند اور شاگرد اس وقت پوری دنیا میں موجود ہیں۔آپ نے انہیں تاکید کی کہ وہ ناموس رسالت کے تحفظ اور دفاع کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر دیں اور سچی بات یہ ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ کے ان غلاموں نے ہر جگہ فتنوں کا پوری طرح سے مقابلہ کیا اور کر رہے ہیں۔آپ نے لندن کے عالمی اجتماع میں قادیانیوں کا مباہلے کا چیلنج قبول کرنے کا اعلان کیا اور فرمایا کہ انشاء اللہ مرزا قادیانی کی باقیات کو محمد عربی ﷺ کے غلاموں کے

Marfat.com

سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ اور ایسا ہی ہوا۔ آپ کامیاب وکامران لندن سے واپس آئے جس پر حضور خواجہ قمر الدین سیالوی نے آپ کو مبارک باد کا خط لکھا جس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ ساری مبارکیں آستانہ عالیہ سیال شریف کو ہیں۔

یہ 1988ء کا ذکر ہے، مرزائیوں نے ایمنسٹی انٹرنیشنل کے صدر دفتر جنیوا میں ایک درخواست دی کہ ان پر ظلم ہو رہے ہیں اور انہیں ان کی جائز مراعات سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ حکومت پاکستان کے لئے عالمی سطح پر ایک بڑی پریشان کن صورتحال تھی کہ اقوام متحدہ کے ایک ادارے میں اس کے خلاف قرارداد پاس ہو جائے لیکن مشکل یہ تھی کہ پاکستان ہیومن رائٹس کے سب کمیشن کا اس وقت ممبر نہ تھا۔ اس لئے پاکستان کا کوئی نمائندہ نہ تو اس فورم پر اظہار خیال کر سکتا تھا اور نہ ہی کسی رکن کے اعتراض کا جواب دے سکتا تھا اور نہ ہی ووٹنگ میں حصہ لے سکتا تھا البتہ بطور ممبر اجلاس میں شرکت کی اسے اجازت تھی۔ یہ ایک ایسی صورت حال تھی کہ کوئی بھی اس کمشن کے اجلاس میں جانے کے لئے تیار نہ تھا کیونکہ ناکامی کا خوف تھا۔ اس وقت ملک کے صدر شہید جنرل ضیاء الحق تھے۔ بالآخر ان کی نظر انتخاب حضرت ضیاء الامت پر پڑی۔ آپ فرماتے ہیں: ”مجھے اس قسم کے اجتماعات میں نمائندگی کا کوئی تجربہ نہ تھا، پہلے تو میں سہما اور خیال کیا کہ صدر محترم سے معذرت کر لوں لیکن پھر مجھے رسول اکرم ﷺ کا فرمان یاد آیا۔ جس منصب اور ذمہ داری کا کوئی شخص مطالبہ کرتا ہے اور وہ منصب اسے دے دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی ذاتی قابلیت کے حوالے کر دیتا ہے لیکن اگر بن مانگے کوئی منصب اور ذمہ داری کسی کے حوالے کی جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس شخص کی مدد اور راہنمائی فرماتا ہے“۔

چنانچہ جنیوا تشریف لے گئے۔ پاکستانی سفیر نے آپ کا استقبال کیا اور سفارت خانے میں صورت حال پر بریفنگ دی اور بتایا کہ کام خاصا مشکل ہے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لیا اور اس کا حل یہ نکالا کہ اجلاس میں بطور مبصر شریک ہوئے۔ اس کے بعد روزانہ تین ممالک کے نمائندوں کو کھانے کی دعوت دیتے اور اس موقع پر اپنا موقف اس خوبصورتی سے پیش کیا کہ کمیشن کے تمام ارکان اس سے مطمئن ہو گئے اور کوئی قرارداد مخالفت میں پاس نہ ہو سکی۔ یہ محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کرم تھا۔ ورنہ ایسے اداروں میں پورے سرکاری وسائل جھونک دینے کے باوجود بھی نتائج غیر تسلی بخش ہی رہتے ہیں۔

الغرض یہ ایک طویل داستان ہے جسے لکھنے کے لئے دفتر اور بیان کرنے کے لئے وقت چاہئے۔ مختصر یہ کہ حضور ضیاء الامت ایک تحریک تھے۔ انہوں نے تن تنہا وہ کام کیا جو بڑے بڑے ادارے نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

ان کا کردار شبنم سے زیادہ پاکیزہ تھا۔ وہ امام ابوحنیفہ کی فقہی بصیرت اور خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی تعلیمات کے امین تھے۔ مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ جوانی اسی تڑپ میں گزاری اور پیری بھی جوان جذبوں کے ساتھ اسی آرزو میں گذری۔ ان کی وجہ سے بھیرہ ایک ایسا مرکز بن گیا جہاں ناموس رسالت پر کٹ مرنے کا درس دیا جاتا ہے، دلوں میں محبت رسول ﷺ کی بجلیاں بھری جاتی ہیں اور اس کی فضائیں منقبت رسول ﷺ کے نغموں سے معمور ہیں۔

ان کے سینے میں ایک دل تھا اور اس میں محبت مصطفیٰ ﷺ کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ علم و حلم اور انکساری کا پیکر تھے۔ ان کے جانے سے ایک دنیا سونی سونی ہوگئی ہے۔ فضائیں اداس ہیں اور دلوں کی دنیا میں ایک عجیب اضطراب کا ڈیرہ ہے۔ ان کا وجود فخر نظام حیات تھا۔ وہ محض ایک ذات نہیں کائنات تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بھیرہ کی سرزمین جو قادیانی حکیم نور الدین کو جنم دے کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں شرمسار ہوگئی تھی، آپ کے وجود مسعود کے باعث وہ اپنے خالق کے حضور کفارہ پیش کر کے سرخرو ہوگئی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را
ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

Marfat.com

عقیدہ ختم نبوت اور حضرت ضیاء الامت رح کی علمی خدمات

ریاض محمود

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا
نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ
كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝ (الاحزاب)

جناب صدر گرامی قدر عزت مآب جناب صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب دامت برکاتھم العالیہ!

محترم مکرم معزز سامعین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج اس تقریب سعید کا موضوع سخن ہے۔
''عقیدہ ختم بنوت اور حضور ضیاء الامت کی علمی خدمات''

حضور ضیائے امت قدس سرہ العزیز میرے استادِ محترم ہیں۔ مجھے بے پایاں فخر ہے کہ مجھ ہیچمد ان کو قبلہ ضیائے امت سے شرف تلمذ رہا۔ آٹھ سال تک آپ کے سایہ عاطفت میں رہنے کا یہ اعزاز کہ آپ کے شب وروز میرے لئے مشعل راہ رہے۔ دنیاوی اصول ہے کہ قرب میں خامیوں کے دریچے کھلتے ہیں لیکن قبلہ ضیائے امت کی بارگاہ میں قرب محبت وعقیدت کو بڑھاتا ہے۔

آپ عابد شب زندہ دار، میدان شریعت کے شاہسوار، محبتوں کے گوہر آبدار، صوفی باصفا، ذی جاہ وذی وقار، وادی علم وعمل میں گل وگلزار، امت مسلمہ کے غمگسار، بے مثل خطیب، نابغہ روزگار ادیب، مشفق ومہرباں مدرس، مفسر قرآن، محدث ذی شان، غزالی دوراں، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی زندہ تصویر، تحریر وتقریر میں عدیم النظیر، صاحبان علم کے لئے سراپا توقیر، ہمہ صفت موصوف، محبتوں کا سفیر، ظاہر وباطن دلپذیر، آپ کی جملہ صفات پر محبت رسول اللہ ﷺ کی صفت غالب تھی۔ آپ سراپا حوصلہ، صبر اور کرم تھے لیکن جب کبھی کسی بدباطن کا ہاتھ ردائے عظمت ناموس مصطفیٰ ﷺ کی طرف بڑھا، آپ کا جمال جلال میں بدل گیا لیکن اس جلال میں بھی متانت وعدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا۔

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کے پیش نظر دلائل باہرہ وبراہین

Marfat.com

قاطعہ سے کج رو اذہان کو راہ راست پر لاتے۔ ختم نبوت کے محل کے نقب زن مرزا قادیانی کا بھی آپ نے علمی طور پر محاسبہ و مواخذہ کیا اور روشن دلائل سے اس پر سخت گرفت فرمائی۔ فتنہء مرزائیت کے خلاف قبلہ ضیائے امت کا کام ٹھوس اور جامع ہے۔ آپ نے تحریر و تقریر سے اس فتنہ کا سد باب فرمایا۔ آپ کی اس علمی کاوش کی جھلک پیش کرنے سے پہلے اس فتنہ کا پس منظر عرض کرتا چلوں۔

انگریز جب اپنی چالاکی، مکر و فریب سے برصغیر پر قابض ہو گیا تو مسلمانوں کے سوا دیگر اقوام نے انگریز کی حاکیت کو تسلیم کر لیا۔ لیکن مسلمانوں نے انگریز کے سامنے سر نہ جھکایا۔ اسے دل سے تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف آزادی کی جنگ لڑتے رہے۔ انگریز نے سزاء کے طور پر مسلمانوں پر تعلیم اور روزگار کے دروازے بند کر دیئے۔ مدارس اور مساجد کے اوقاف اپنے قبضے میں لے لئے اس کے باوجود مسلمان ڈٹے رہے اور سر تسلیم خم نہ کیا۔ تب انگریز دانشور سر جوڑ کر بیٹھے کہ مسلمانوں کی قوت کو کیسے ختم کیا جائے۔ انگریز دانشوروں کا متفقہ فیصلہ یہ ٹھہرا کہ

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

کہ مسلمانوں کو اپنے نبی ﷺ سے شدید محبت ہے۔ اس محبت کی دیوار میں دراڑیں ڈال دی جائیں۔ اس محبت کے رشتہ کو منقطع کر دیا جائے۔ جب اس منظم قوم کا تعلق اپنے نبی ﷺ سے ٹوٹ جائے گا تو یہ قوم خود بخود اپنی موت آپ مر جائے گی۔ ایک نیا نبی پیدا کر دیا جائے کہ مسلمان اپنے اصل نبی کو بھول جائیں تو انگریزوں نے مرزائیت کا پودا لگایا۔ اس کی آبیاری کی اور مکمل طور پر اس کی حفاظت کی۔ اس فتنہ گری کے لئے انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو تیار کیا جو انگریز کا انتہائی وفادار پالتو ایجنٹ تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تفسیر تریاق القلوب صفحہ 310 پر لکھتا ہے: میں تمام مسلمانوں میں سے اول درجے کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں کیونکہ مجھے تین باتوں نے اول درجے کا خیر خواہ بنا دیا ہے۔ اول والد مرحوم کے اثر نے، دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے، سوم خدا تعالیٰ کے الہام نے۔

کتاب البریہ صفحہ 3 پر لکھتا ہے کہ میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرے والد غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک فرمانبردار اور خیر خواہ آدمی تھے۔ دربار گورنر میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفنڈ کی تاریخ دبستان پنجاب میں ہے۔ 1857ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے پہنچا کر عین زمانہء غدر کے وقت سرکار انگریزی کی مدد میں دیئے تھے۔ انگریز قوم جہاد سے بہت زیادہ خوف زدہ ہے۔ اپنے خود ساختہ پالتو نبی کو کہا کہ جہاد کے خلاف لکھو۔ چنانچہ مرزا قادیانی اپنا حق نمک ادا کرتے ہوئے اپنی تصنیف تبلیغ رسالت جلد نہم میں لکھتا ہے:

Marfat.com

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے — دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

تریاق القلوب صفحہ 15 پر لکھتا ہے:

میں نے ممانعت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ اس ضمیر فروش انسان نے پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا پھر مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا پھر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور آخر میں مستقل نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

اپنی تصنیف ازالۃ الاوھام میں لکھتا ہے: میں نے ہرگز دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں، میں مثیلِ مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور خوارق و عادات اللہ تعالیٰ نے میری فطرت میں رکھے ہیں۔ پھر کشتی نوح میں لکھتا ہے: ''اور یہی عیسیٰ ہے جس کا انتظار تھا اور الہامی عبارتوں میں ابن مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔'' ایک غلطی کا ازالہ 10 نومبر 1901ء میں لکھتا ہے کہ اپنی نسبت نبی اور رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں جبکہ خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں۔ ''محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علیٰ الکفار۔ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔''

اربعین صفحہ نمبر 4 پر لکھتا ہے: ''مجھے اپنی وحی پر ایسے ایمان ہے جیسے تورات، انجیل، اور قرآن پر''۔

البشریٰ جلد اول میں لکھتا ہے: سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ حضور قبلہ ضیائے امت نے مرزا قادیانی کا رد بڑی تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ اپنی تصانیف میں فرمایا ہے۔ سارے حوالہ جات کو یکجا کیا جائے تو علیحدہ ایک کتاب بن سکتی ہے۔ قلتِ وقت کے پیش نظر میں صرف چند حوالے عرض کرتا ہوں۔ حضرت قبلہ ضیائے امت تفسیر ضیاء القرآن میں سورۂ آل عمران کے تعارف میں رقمطراز ہیں: تمام انبیاء ایک ہی دین کے داعی اور مبلغ تھے اس لئے ہر نبی نے اپنے سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء ورسل کی تصدیق کی اور اپنی اپنی امتوں کو بعد میں آنے والے انبیاء پر ایمان لانے کی ہدایت کی۔ اسی سنت پر حضور کریم ﷺ نے عمل فرمایا اور تمام انبیاء ورسل سابقین کی تصدیق کی لیکن حضور اکرم ﷺ کے بعد کیونکہ کوئی اور نبی مبعوث ہونے والا نہیں تھا۔ اس لئے کسی نئے نبی پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا۔ ختم نبوت کی یہ واضح دلیل ہے۔

وَاِذْقَالَ اللّٰہُ یٰا عِیسیٰ اِنِّیْ متوفیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کی تشریح میں قبلہ ضیائے امت نے

Marfat.com

فرمایا کہ امام ابن جریر لکھتے ہیں کہ اَوْلی الْاَقْوَالِ عِنْدَنا قَوْلُ مَنْ قَالَ مَعْنیٰ متوفیک اِنِّی قَابِضُکَ مِنَ الْاَرْضِ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ لِتَوَاتُرِ الْاَخْبَارِ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ یعنی میرے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھے زمین سے قبض کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں کیونکہ حضور ﷺ کی احادیث متواتر سے یہی چیز ثابت ہے کہ آپ کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا۔ حضرت قبلہ ضیائے امت پارہ 22 سورۂ احزاب کی آیت نمبر 40۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کی تشریح و توضیح فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ جس نے اپنے محبوب ﷺ کو رسول بنایا اور پھر اس کی ذات پاک پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔ دنیا کے حالات ہزاروں پلٹے کھائیں، معاشی اور سیاسی میدانوں میں کتنے ہی انقلاب کیوں نہ برپا ہوں ہر قوم کے لئے ہر زمانہ میں فلاح دارین کا راستہ دکھانے کے لئے اب کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں۔ یوں نہیں ہے کہ سلسلۂ نبوت بند کرنے کا فیصلہ کسی ایسی ہستی نے کیا ہو جو آنے والے حالات سے بے خبر ہے۔ مختلف قوموں اور ملکوں کی ضرورتوں سے ناواقف ہے۔ بلکہ یہ فیصلہ اس ذات والا صفات کا ہے جو کائنات کی ہر چیز سے واقف ہے اور ان تمام امور سے بھی باخبر ہے جن پر عالم انسانیت کی بقا و فلاح کا انحصار ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے ان چند بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر امت کا اجماع رہا ہے۔ اگرچہ بدقسمتی سے امت اسلامیہ کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے۔ باہمی تعصب نے بارہا ملت کے امن و سکون کو درہم برہم کیا اور فتنہ و فساد کے شعلوں نے بڑے المناک حادثات کو جنم دیا۔ لیکن شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے اس پر متفق رہے ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ گذشتہ تیرہ صدیوں میں جس شخص نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا اس کو مرتد قرار دیا گیا۔ اس کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اس کی جھوٹی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا۔ مسیلمہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اس کے خلاف لشکر کشی کی اور تب چین کا سانس لیا جب اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بے شک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بھی شہید ہوئے جن میں سینکڑوں حفاظ کرام اور جلیل المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تھے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنے کو کچلنا ضروری سمجھا۔

آپ نور صدیقیت سے دیکھ رہے تھے کہ اگر ذرا بھی تساہل برتا تو یہ امت سینکڑوں گروہوں میں نہیں سینکڑوں امتوں میں بٹ جائے گی۔ ہر امت کا اپنا نبی ہوگا اور وہ اسی کی سنت اور شریعت کو اپنائے گی۔ اس طرح اس رحمۃ للعالمین ﷺ کے زیر سایہ اسلام کے پلیٹ فارم پر انسانیت کے اتحاد کی

Marfat.com

ساری امیدیں ختم ہو جائیں گی اور اِنّیِ رَسُوْلُ اللہ الیکم جَمِیْعًا کا سہانا منظر کبھی بھی نظر نہیں آئے گا۔ ناظرین کو یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہئے کہ مسیلمہ کذاب حضور ﷺ کا منکر نہ تھا بلکہ اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ وہ حضور ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھا۔ چنانچہ حضور خاتم الانبیاء والرسل کی ظاہری زندگی کے آخری ایام میں اس نے جو عریضہ ارسال خدمت کیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

من مسیلمہ رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ کہ یہ خط مسیلمہ کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہے محمد رسول اللہ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔ علامہ طبری نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اس کے ہاں جو اذان مروج تھی اس میں اشھدان محمدا رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا۔ بایں ہمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی اور اس کو واصل جہنم کر کے آرام کا سانس لیا۔ اسلام کی تیرہ صد سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سرپھرے طالع آزمایا فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اس کو قتل کر دیا گیا۔ انگریز کی غلامی کے دور میں ملت اسلامیہ کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا اسی طرح ایک جھوٹی نبوت قائم کر کے امت میں انتشار پیدا کر دیا گیا۔ وہ مدعی نبوت بظاہر عیسائیت کا رد کرتا تھا اور پادریوں سے مناظرے کرتا تھا۔ اس کے باوجود انگریز کا پرلے درجے کا وفادار تھا۔ ملکہ انگلستان کی شان میں اس نے ایسے تعریفی پمفلٹ لکھے کہ کوئی باغیرت مسلمان ان کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتا۔ انگریز کی اسلام دشمنی اظہر من الشمس ہے۔ جنہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹا۔ سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کیا۔ ایسی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کو وفاداری کا یقین دلانا اسلام سے غداری نہیں تو اور کیا ہے؟ انگریز نے اس کی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سائے میں پروان چڑھنے کا موقع دیا اور اس کے قبول کرنے والوں کے لئے بے جا نوازشات کے دروازے کھول دیئے۔

مرزائیوں نے لفظ خاتم کے معنی میں غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ قبلہ حضور ضیائے امت نے بڑی شدت سے مرزائیوں کا رد کیا۔ بے شمار حوالہ جات دیئے۔ میں صرف ایک حوالے پر اکتفا کرتا ہوں۔ لسان العرب میں تہذیب کے حوالہ سے لکھا ہے:

وَالْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ مِنْ اَسمَاءِ النبی ﷺ وَفِی التَّنْزِیْلِ الْعَزِیْزِ ولکنْ رسُولَ اللہ وَخَاتَم النبیین الیٰ اٰخرہ ومن اسمائہ العاقبُ ایضاً ومعناہ اٰخرُ الانبیاءِ۔ یعنی خاتم اور خاتم نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی سب نبیوں سے پیچھے آنے والا اور حضور ﷺ کے اسماء میں سے العاقب بھی ہے اس کا معنی آخر الانبیاء ہے۔ اہل لغت کی ان تصریحات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خاتم کی تا پر زیر ہو یا

Marfat.com

زبر ہو۔ اس کا معنی آخری ہے۔ اگر خاتم بمعنی مہر کیا جائے تو اس صورت میں خاتم النبیین کا مطلب یہ ہو گا کہ پہلے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور اس پر مہر لگا دی گئی تا کہ کوئی کذاب و دجال اس میں داخل نہ ہو سکے۔ اگر کوئی شخص زبردستی اس زمرہ میں گھسنا چاہے گا تو پہلے مہر توڑے گا۔ جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا پھر اسے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

خاتم النبیین کے معنی کی وضاحت کے لئے حضور قبلہ ضیائے امت نے کئی احادیث صحیحہ بطور حوالہ پیش کی ہیں۔ میں صرف دو احادیث عرض کرتا ہوں۔ بخاری کتاب المناقب میں ہے: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمال بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ لوگ اس عمارت کے اردگرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ اگر آپ اس ایک حدیث میں غور کریں گے تو بلاغت نبوی کے اعجاز کا آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ جب ایک عمارت مکمل ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی خالی جگہ نہیں رہتی تو کوئی ماہر سے ماہر انجینئر بھی اس میں ایک اینٹ کا اضافہ نہیں کر سکتا۔ حضور کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قصرِ نبوت مکمل ہو گیا۔ اب اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہیں۔ یہ ایک حدیث ہی اتنی جامع اور اتنی معنی خیز اور اتنی بصیرت افروز ہے کہ ختم نبوت کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ ابن ماجہ میں یہ حدیث پاک ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو وہ ضرور تمہارے اندر ہی نکلے گا۔ اس حدیث پاک سے جس طرح حضور ﷺ کا آخر الانبیاء ہونا ثابت ہو رہا ہے اسی طرح حضور ﷺ کی امت کا آخر الامم ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔ امام ابوداؤد نے کتاب الفتن میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ علامہ ابن کثیر متوفی 774ھ متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فقد اخبر الله فی کتابه ورسوله ﷺ فی السنة المتواترة عنه انه لا نبی بعدهٗ لیعلموا ان کل من ادعی هذا المقام بعده فهو کذاب افاک دجال ضال مضل۔

Marfat.com

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول کریم ﷺ نے سنت متواترہ میں بتایا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تا کہ ساری دنیا جان لے کہ جو شخص بھی حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے، جھوٹا ہے، دجال ہے گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ علامہ سید آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں:

و کونه ﷺ خاتم النبیین مما نطق به الکتاب و صرحت به السنة واجمعت علیه الامة فیکفر مدعی خلافه و یقتل ان اصر

یعنی حضور ﷺ کا خاتم النبیین ﷺ ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح قرآن وسنت نے کی ہے۔ جس پر امت کا اجماع ہے۔ پس جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس دعویٰ پر مصر رہا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ عقیدہ ختم نبوت پر عقلی دلائل دیتے ہوئے قبلہ ضیائے امت تفسیر ضیاء القرآن میں رقمطراز ہیں: جب حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت جملہ اقوام عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ جب حضور ﷺ پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے۔ جب سرور عالم ﷺ کی سنت مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب الٰہی کی تشریح وتوضیح کر رہی ہے۔ جب شریعت اسلامیہ روز اول کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے شعبوں میں ہماری راہنمائی کر رہی ہے۔ جب قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ آج بھی اعلان کر رہی ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا تو پھر کسی اور نبی کی بعثت کا کیا فائدہ ہے۔ اور اس سے کس مقصد کی تکمیل مطلوب ہے۔ آفتاب محمدی ﷺ طلوع ہو چکا۔ عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے تو دن کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قرین دانشمندی نہیں ہے۔

مزید غور فرمایئے، نبی کی آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتا کہ نبی آیا۔ جس نے چاہا مان لیا اور جس نے چاہا انکار کر دیا اور بات ختم ہوگئی بلکہ نبی کی بعثت کے بعد کفر اور اسلام کی کسوٹی نبی کی ذات بن کر رہ جاتی ہے۔ کوئی کتنا ہی نیک، پاک باز عالم باعمل ہو اگر وہ کسی سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرے گا تو اس کا نام مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا اور کفار ومنکرین کے زمرہ میں اس کا نام درج کر دیا جائے گا اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ اب ذرا عملی دنیا میں مرزا صاحب کی آمد کا جائزہ لیجئے۔ مسلمانوں کی تعداد کم سے کم اعداد وشمار کے مطابق پچاس کروڑ سے زائد ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں۔ تمام انبیاء جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ان کی نبوت اور صداقت کا اقرار کرتے ہیں۔ قیامت کی آمد کے قائل ہیں۔ اس پاک امت

Marfat.com

میں آکر مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ ان کی آمد سے پہلے تو سارے کے سارے مسلمان تھے۔ اب حقیقت حال یہ ہے کہ پچاس سالہ کوششوں کے باوجود چند لاکھ کی نفری نے مرزا جی کو نبی مانا۔ اور باقی پچاس کروڑ نے ان کو دجال اور کذاب قرار دیا۔ نبی کو ماننا اسلام ہے اور انکار کفر ہے۔ مرزا صاحب نے اپنا سبز قدم جب دنیائے اسلام میں رکھا تو یہ بہار آئی کہ سارے کے سارے مسلمان مرتد قرار پائے اور اسلام سے محروم ہو کر کفر میں مبتلا ہو گئے۔ صرف گنتی کے چند آدمی مسلمان باقی رہے۔
اب آپ خود فیصلہ کریں کہ دنیائے اسلام کے لئے عملی طور پر مرزا صاحب کی آمد برکت کا باعث بنی یا نحوست کا؟ احادیث طیبہ میں مسیح موعود کا حلیہ مبارک، نام، والدہ کا نام، مقام اور وقت نزول، آپ کے کارہائے نمایاں سب کے سب مذکور ہیں۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کا نام بھی عیسیٰ نہیں حالانکہ ہزاروں مسلمان اس نام کے موجود ہیں۔ اس کی والدہ کا نام بھی مریم نہیں حالانکہ ہزاروں مسلمان عورتیں اس نام کی اب بھی ہیں اور خود قادیان میں اس نام کی کئی لڑکیاں ہوں گی۔ صلیب کو توڑنا، خنزیر کو قتل کرنا، عیسائیت کو نیست و نابود کرنا تو کجا مرزا صاحب ساری عمر عیسائی حکومت کے جھولی چک بنے رہے اور اس کی خیرات پر پلتے رہے اور اس کی اسلام کش سرگرمیوں پر تعریف و توصیف کے قصیدے لکھتے رہے۔ ساری دنیا کو دارالاسلام بنا کر جزیہ ختم کرنا تو بڑی دور کی بات ہے خدائے مصطفیٰ ﷺ نے تو یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ قادیان کا خطہ پاکستان کا حصہ بنے۔ اب بھی جو لوگ انہیں مسیح موعود مانتے ہیں ان کی نادانی قابل صد افسوس ہے۔
قبلہ ضیائے امت کو علامہ اقبال سے بڑی محبت تھی محبت کی جہاں کئی وجوہات اور بھی ہوں گی ایک وجہ محبت یہ بھی تھی کہ حضرت علامہ اقبال نے عقیدہ ختم نبوت کو اپنی مثنوی اسرار خودی میں برملا اور واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے:

پس خدا برما شریعت ختم کرد — بر رسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را — او رسل را ختم و ما اقوام را
خدمت ساقی گری باما گزاشت — داد مارا آخریں جامے کہ داشت
لانبیَّ بَعْدِیْ ز احسان خدا است — پردۂ ناموس دین مصطفیٰ ﷺ است
قوم را سرمایہ قوت ازو — حفظ سر وحدت ملت ازو
حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ شکست — تا ابد اسلام را شیرازہ بست
دل زغیر اللہ مسلمان برکند — نعرہ لا قَوْمَ بَعْدِیْ می زند

کروڑ ہا رحمتیں اور برکتیں ہوں خداوند قدوس کی حضرت ضیائے امت کی روح طیبہ پر جن کی زندگی کا ہر

Marfat.com

لمحہ اشاعت دین کے لئے وقف رہا۔ جن کی زندگی کا نصب العین محبت رسول ﷺ رہی۔

جن کا مقصودِ حیات عشق رسول ﷺ رہا۔

جن کا محور زندگی تحفظ ناموس مصطفیٰ ﷺ رہا۔

جن کی جنبش قلم اسیر زلف حبیب کبریا ﷺ رہی۔

جن کے قلب ونظر میں تصویر گنبدِ خضریٰ رہی۔

جن کے پیش نظر تا حیات علامہ اقبال کا یہ شعر رہا ؎

بمصطفی ﷺ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
گر باونہ نہ رسیدی تمام بو لہبی است
خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

جبر و تسلط کی شبِ دیجور میں پیام صبحگاہی

پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

عالی ظرف اور بے لوث کردار

محمد اکرم رانجھا

قدیم مؤرخین نے بھیرہ کو جہاں بے راہ لکھا ہے وہیں دوسری جانب اسے خطہ یونان بھی قرار دیا ہے۔ یہاں کئی ماہر فن اور نابغہ عصر ہو گزرے ہیں۔ میراں سید مہندی (میر سید احمد) کے مزار مبارک کو وہ مقام بلند نصیب ہے جو بڑے صاحبان مینڈیٹ کو بھی حاصل نہیں ہو پاتا۔

یہاں طب اسلامی کا ماہر خانوادہ ہو گزرا ہے جو حکیم اجمل خان دہلوی سے بھی خراج تحسین حاصل کر چکا تھا۔ یہاں گیلانی سادات اور حجرہ شاہ مقیم والوں کے اخلاف کی گدی بھی موجود ہے۔ بگوی خاندان کی خدمت اسلام کا چرچا بھی موجود تھا اور فقہ جعفریہ کی بلند و بالا شخصیات بھی نواح بھیرہ میں مرجع عقیدت تھیں، لیکن پیر محمد کرم شاہ کی بات ہی دوسری ہے۔

1950ء کے لگ بھگ جبکہ میں ابھی 14-13 سال کا لڑکا تھا میں نے سنا کہ بھیرہ میں ایک پیرزادہ ایم۔ اے کرنے کے بعد جامعہ ازہر مصر سے ڈگری حاصل کر کے وطن لوٹا ہے۔ اس نوجوان پیرزادہ کا چرچا دن بدن زیادہ ہوتا چلا گیا اور ان کا انداز گفتگو انوکھا اور جدت آموز ہونے کے باوجود لوگوں کو اپیل کرتا چلا گیا۔

جناب پیر محمد کرم شاہ جب اس کارگاہ حیات میں قدم زن ہوئے تو انہیں چومکھی جنگ لڑنا پڑی۔ مذہبی اور دینی محاذ پر ان کا مقابلہ ان پیروں سے تھا جو کہ اخلاف تو بڑی بڑی ہستیوں اور پاکیزہ شخصیتوں کے تھے لیکن اب ان کا کام صرف تعویذ فروشی اور قبروں کی تجارت کرنا رہ گیا تھا۔ بقول پنجابی شاعر

اوتھے کاں جلال کلول کردے   جتھے پیلاں پاندے مور آہے

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن (اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

دوسری جانب سیاسی محاذ پر پراچہ اور نون خاندان کا جدی پشتی تسلط موجود تھا اور کوئی پتہ بھی ان دونوں کی مرضی کے بغیر نہیں ہل سکتا تھا۔ مسند ارشاد کا کام صرف یہ تھا کہ دعا گو بن کر رہیں۔ کبھی نونوں سے انعام کی توقع کر لی اور کبھی پراچوں سے دعا کے دام کھرے کر لئے۔ لیکن پڑھا لکھا یہ پیرزادہ

Marfat.com

انوکھے انداز میں رزم آرا ہوا کہ اس نے علم و معرفت کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ان موروثی سیاسی قوتوں کو بھی للکارا اور دوسری جانب ان پڑھ اور جاہل و اجڈ لوگوں کو بھی روشنی اور ہدایت کی جانب متوجہ کیا۔ یہ ایک نئی اور تیسری قوت تھی جو بیک وقت سیاسی اور مذہبی ماحول میں نمودار ہوئی اور ظلم و تسلط کے اندھیروں کو مار بھگانے میں کامیاب ہوئی۔

سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی معروف گدی (پیر سیال) کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور پیر محمد کرم شاہ بھیروی کی روحانی و اخلاقی تزئین و آرائش میں کامیاب و کامران ہوئی بقول شاعر

وڈھی پھلاہی ہووے دودھ بغدادی　　جاگ سیالاں لائی ہووے

1950ء کی دہائی میں حیرت ہوئی تھی کہ یہ بے نوا پیرزادہ کس بل بوتے پر علاقے کی مسلمہ قوتوں کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا ہے۔ طرفہ تماشہ یہ دیکھنے کو ملا کہ پیر محمد کرم شاہ ایک وقت میں دونوں سرخیل قوتوں کو آڑے ہاتھوں لیتا۔ دوسری جانب علم و عرفان کے میدان میں بھی وہ اپنی سی کوشش کرنے پر تلا ہوا تھا۔ احسان و سلوک کی منازل طے کرنے کے لئے حب رسول ﷺ کو حقیقی زاد راہ قرار دیتا اور سنت رسول ﷺ کی پابندی کا اتنا اہتمام کرتا کہ رائی برابر بھی خلاف ورزی کو جائز نہ سمجھتا۔

میں نے پہلی بار پیر محمد کرم شاہ صاحب کو دیکھا تھا اور بار بار دیکھنے کی آرزو رہ گئی۔ درمیانہ قد، چھریرا بدن، سرخ و سپید خوبصورت چہرہ، غلافی مدبھری آنکھیں، ستواں ناک، خوبصورت گھنی داڑھی، سر پر خوبصورت پٹے، سفید ململ کی کلف لگی ہوئی ٹوپی، گاہے مسکراتے لیکن اکثر سنجیدہ اور متفکر اور باوقار چہرہ، یہ تھے پیر محمد کرم شاہ جو ایم۔ اے بھی تھے لیکن ان کی اصل کیفیت دیکھی نہیں محسوس کی جا سکتی تھی۔ انہوں نے از راہ کرم قومی اتحاد اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے میرے کئی انتخابی جلسوں کو خطاب کیا اور ہماری انتخابی مہم کو آگے بڑھایا۔

انتخابی جلسوں کا آغاز تلاوت کلام پاک اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوتا۔ میں دیکھتا کہ آیات قرآنی اور نعتیہ اشعار پر وہ جھوم جھوم جاتے اور بعض اشعار پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ بھابھڑہ کے انتخابی جلسہ میں کسی نے میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ کا شعر پڑھا

میں نیواں میرا سائیں اچا میں اچیاں دے سنگ لائی
میں صدقے جاواں اونہاں اوچیاں کولوں جنہاں نیویاں نال نبھائی

تو بلاشبہ پیر صاحب کی ہچکی بندھ گئی اور بار بار یہ شعر پڑھا کر سنا۔ رقت ہر وقت ان پر طاری رہتی تھی۔ پیر صاحب کو صدر ضیاء الحق مرحوم اونچے عدالتی عہدے پر لے گئے اور پیر صاحب نے وہاں رہ کر بھی عہدے کا حق ادا کر دیا۔ اب آنجناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ تھے۔

Marfat.com

بھیرہ میں اپنی آبائی خانقاہ کی ترقی سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ پیر صاحب سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی طلائی زنجیر کی خوبصورت کڑی تھے۔

سلسلہ چشتیہ کا روحانی صحت کے لئے مشہور نسخہ ہے: قلت کلام، قلت طعام اور قلت نوم۔ میں نے پیرؒ صاحب کو اس نسخہ پر عمل پیرا ہی نہیں پایا بلکہ اس نسخہ شفاء کو تقسیم کرتے پایا۔ 1977ء میں ان کی جرأت ایمانی کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ نہ وہ پیپلز پارٹی جیسی فسطائی قوت کے سامنے جھکے اور نہ اپنی علاقائی اندھی بہری سیاسی موروثی قوتوں کو انہوں نے پرکاہ کے برابر اہمیت دی۔ وہ انتخابی جلسوں میں فرمایا کرتے تھے

وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ — ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے

کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا — کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی

پیر صاحب قبلہ کو میں نے بڑا ہی عالی ظرف اور وسیع القلب پایا۔ وہ اتحاد کے نقیب تھے۔ اتحاد امہ ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ میں جماعت اسلامی کے کوٹہ سے ملک نور حیات خان نون مرحوم کے مقابلہ میں الیکشن لڑ رہا تھا لیکن پیر صاحب نے اپنی ذاتی کار اور پٹرول کا استعمال کر کے دور دراز کچے علاقوں میں میری کنویسنگ فرمائی۔ صرف اس لئے کہ میں قومی اتحاد کا امیدوار تھا۔ اسی طول وطویل سلسلہ ہائے سفر میں، میں نے پیر صاحب کو مختلف مساجد میں نماز پڑھتے دیکھا۔ وہ جہاں بھی گئے، سارے مکاتب فکر کے علماء نے ان کے پیچھے نماز ادا کرنا باعث سعادت سمجھا۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب کی عظمت کردار کا میں خود شاہد تھا، تاہم میں اس امر کا بھی خود شاہد ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پاک باز انسان کی عظیم خدمت کا صلہ اسے اس انداز میں عطا فرمایا کہ جائے رشک ہے۔

1950ء کے لگ بھگ تعلیم مکمل ہوئی ہوگی اور ایک نو آموز طالب علم کی حیثیت سے وہ کارگاہ حیات میں قدم زن ہوئے ہوں گے۔ احسان وسلوک کی منازل طے کیں۔ سنت نبوی ﷺ کو اوڑھنا بچھونا بنایا۔ تعلیم وتصنیف کو اپنا کیریئر قرار دیا۔ ہمیشہ حق بات کی اور حق بات کا ساتھ دیا۔ بڑے بڑے جدی پشتی جاگیردار نوابوں کو ہمیشہ اپنی جوتی کی نوک پر رکھا۔ روکھی سوکھی کھائی، ٹھنڈا پانی پیا اور شکر بجا لائے۔ جو کچھ انہیں ملا اس پر صبر کیا۔ یہ داستان جدوجہد دنوں ہفتوں یا مہینوں کی بات نہ تھی بلکہ نصف صدی کا قصہ ہے: نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

مساجد کے قرب میں دفن ہونا بھی سنت محبوبانِ الٰہی ہے۔ بابا فرید الدین مسعود، سلطان باہو اور مخدوم علی ہجویری رحمہما اللہ علیہ اور کئی دوسرے نابغہ عصر عمر بھر مسجدوں کی زینت بنے رہے اور آخر کار دفن بھی مساجد کے قرب میں ہوئے۔

Marfat.com

میں نے تجھ کو تیرے دامن کو بہت یاد کیا

خواجہ شریف احمد

سابق ایڈووکیٹ جنرل پنجاب

میرے خیال میں یہ قحط الرجال کا دور ہے۔ یہی سبب ہے کہ روشن چہرے، روشن ضمیر، روشن دل اور روشن نگاہ لوگوں کو زمانے کی خاک چھان کر ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ پھر بھی افراد کے اس جنگل میں کسی سچے اور سُچے انسان کا ملنا بہت محال بلکہ نصیب کا کمال ہے۔ یہ معاشرہ دراصل بند ہوتے ہوئے بازار کی مانند ہے۔ اس میں اگر کہیں کوئی ایک چراغ بھی روشن ہو تو سجدۂ شکر بجالانا چاہئے۔ یہ بازار دنیا ہے۔ یہاں فرعون، موسیٰ کے لہجے میں بات کرتے ہیں۔ یزید وقت بھی حسینؑ کا نام جپتا ہے۔ یہ ہر لحاظ سے عہدِ منافقت ہے۔ جلوت اور خلوت میں طویل فاصلے پیدا ہو کر رہ گئے ہیں۔ بعض اوقات دن کی روشنی میں جو فرشتے دکھائی دیتے ہوں، وہ رات کے اندھیرے میں ''مقدس شیطان'' نظر آتے ہیں۔ لوگوں کے ظاہر و باطن میں باہم کوئی رشتہ باقی نہیں رہ گیا۔ گفتار و کردار میں ہم آہنگی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ پاکباز، پاک طینت، پاک نظر، پاک باطن اور پاک نفس، لاکھوں میں تو کوئی نہیں، شاید کروڑوں میں ایک مل جائے۔ بلاشبہ یہ تاریک دور ہے مگر اس تاریک دور میں پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا وجود فی الواقع ایک تحریک تھا بقول شاعر

سانس لینا ہی نہیں ہے زندگی　　زندگی کا مدعا کچھ اور ہے

ترکی کا ایک معروف شاعر کہتا ہے کہ بعض لوگ اس دنیا میں آتے ضرور ہیں مگر وہ جاتے کبھی بھی نہیں ہیں۔ پیر صاحب بھی ان خوش قسمت ترین لوگوں میں سے ایک ہیں۔ وہ لوگ جو صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو فنا کو بھی بقا عطا کر جاتے ہیں۔ پیر صاحب خانقاہی نظام سے تعلق رکھتے تھے، جس کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ زمین بنجر ہو چکی ہے کہ اب یہاں کسی نخل سبز کی نشو ونما ممکن نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مدت ہائے دراز سے یہاں خار مغیلاں ہی فروغ پاتے اور سر اٹھاتے ہیں۔ بعض حلقوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اب خانقاہی حوالہ، اس عورت کی مانند ہے جو بانجھ ہو چکی ہو۔ اس کے بطن میں ایک گوہر بھی پوشیدہ نہیں رہ گیا۔ اس کی کوکھ میں شاید اب کوئی بھی تازہ پھول نہیں کھلے گا۔ مگر بھیرہ کی سرزمین میں جنم لینے والا یہ عبقری تمام مفروضے غلط ثابت کر گیا۔ ضلع سرگودھا میں واقع ایک قصبے کی خانقاہ کا یہ سجادہ نشین، درحقیقت نابغہ روزگار تھا۔

Marfat.com

حکیم الامت ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم نے اورنگ زیب عالمگیر کو ہندوستان میں ملت اسلامیہ کے ترکش کا آخری تیر قرار دیا تھا۔ یہی بات باالفاظ دیگر پیر صاحب کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ موصوف حسن نیت، حسن عمل، حسن ذوق اور حسن خیال کے اعتبار سے گدی نشینوں کے حلقے میں شاید اپنے اسلاف کی آخری نشانی تھے۔

میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ تاجدارِ گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے بعد اگر کسی خانقاہی حلقے میں علم وفضل کے نور کا ظہور ہوا تو وہ ''بھیرہ'' ہے۔ یہی آفتاب بھیرہ تھا، جو چند دن پیشتر غروب ہو گیا۔

ہم کرتے ذوق عشق کا دعویٰ سند سے ہیں　　دل کے ورق پہ ثبت ہیں صد مہر داغِ عشق

جیسا کہ ہم جانتے ہیں، حضرت قبلہ پیر صاحبؒ، ایک عرصہ سیاست میں سرگرم، رویئت ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور وفاقی شرعی عدالت کے جج بھی رہے۔ باوجود اس کے بے بہا اور وسیع علمی وفکری ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں۔ میرے ناقص فہم کی رو سے اگر آپ شعبہء سیاست، رویت ہلال کمیٹی کی صدارت اور کسری عدالت سے وابستہ نہ ہوتے تو قوم وملک کو اس سے کہیں زیادہ گوہر ہائے تابدار سے نواز سکتے تھے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ پیر صاحب، متذکرہ شعبہء ہائے حیات سے وابستگی کے لمحات کا عملی کفارہ ہمیں تحقیقات وتخلیقات کی صورت میں عطا کر گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے ایام زندگی کا ایک ایک دن باوقار اور یادگار ہے۔ ان کے پیمانہ شب وروز کا لمحہ لمحہ زندہ وتابندہ ہے۔ پیر صاحب ہمارے دلوں اور دماغوں میں زندہ رہیں گے۔ ضیائے حرم میں زندہ رہیں گے۔ ضیاء القرآن کی صورت میں زندہ رہیں گے۔ ضیاء النبی ﷺ کی چادر میں زندہ رہیں گے۔ مجھے اپنے انداز میں کہنے دیجئے کہ پیر صاحب تو زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے مگر دلوں کے زخم کے لئے کوئی مرہم نہ ہونے کے سبب مرہم گئے ہیں

ہم نے دیکھا ہی نہ تھا موسم ہجراں جاناں　　ہم کہ روٹھی ہوئی رت کو بھی منا لیتے ہیں

ڈ صاحب ضیاء القرآن ہر لحاظ سے ایک آفاقی شخصیت تھے۔ نصاب عشق رسول ﷺ پڑھنا پڑھانا ان کا حاصل زندگی قرار دیا جاسکتا ہے۔ میں نے چند برس پہلے انہیں حرم نبوی ﷺ میں بحالت اعتکاف دیکھا اور بار بار دیکھا تھا۔ ہر بار اعتبار بڑھتا تھا، کیونکہ وہ ہر وقت درود شریف کی تلاوت میں محو ہوتے یا پھر ان کی بے تاب نگاہ، مرکزِ حسن وتجلی، گنبد خضراء پر پڑی رہتی۔ ایک دفعہ جب میرے بیٹے نے قرآن پاک حفظ کیا تو میری مخلصانہ التجاء پر باندازِ درویشانہ غریب خانے پر قدم رنجہ فرمایا۔ نشست منکسرانہ، برخاست فقیرانہ۔ ان کے بارے میں میرا پہلا اور آخری تاثر یہ تھا کہ بابا سچائی کا خوگر اور رعنائی کا پیکر ہے۔ مدینہ پاک کے ذکر سے ان کی آنکھوں میں بار بار پسینہ آجاتا۔ آرزو اور آنسو میں بھی کیا نسبت

Marfat.com

ہے۔ آنکھ کو ہمہ وقت باوضو رکھنا ایک کمال ہے، الغرض یہ کہ ان کے قلب و جاں اور عقل و ایمان کا سارا سامان مدینے میں رہتا تھا۔ میں نے سوچا کہ جب پیر صاحب نیند کی آغوش میں کھو جاتے ہیں تو ان کا طاہر روح، سوئے شہر نبی ﷺ پرواز کر جاتا ہوگا۔ اب کے دس ذوالحجہ، یوم عید قربان ان کی جاں بھی سرکار مدینہ ﷺ کے پاک قدموں کے نشان پر قربان ہوگئی ہوگی۔ مدینہ منورہ میں آنا جانا تو روز کا معمول تھا مگر فرقت کی مزید کوئی گھڑی قبول نہ تھی۔ یوں ہوا کہ جسم ادھر رہ گیا اور جاں ادھر۔ مکاں، یہاں رہا اور مکین، وہاں چلا گیا۔

اسے اعجاز الفت گر نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں
کہ لیلیٰ پھرتی ہے دشت میں اور مجنوں ہے محمل میں

اس مرحلے پر ایک احساس دامن گیر ہے۔ رہ رہ کے ذہن میں ایک ہی سوال سر اٹھا رہا ہے کہ حضرت قبلہ پیر صاحب کے قلم کا وارث کون ہے؟ ان کا عزم اب کس دل میں جواں رہے گا؟ ان کے فکر و شعور کو سنبھالنے اور اجالنے والا کون ہے؟

اللہ کرے ان کے فرزند دلبند اور جانشین پیر محمد امین الحسنات شاہ ان کا مقدس مشن جاری رکھیں اور تشنگانِ علم و معرفت کی پیاس کا مداوا کرتے رہیں۔

محسن احسان نے کیا خوب کہا ہے۔

اشک بہہ بہہ کے مرے خاک پہ جب گرنے لگے
میں نے تجھ کو، تیرے دامن کو بہت یاد کیا

Marfat.com

میرے حضور ضیاء الامت

مفتی محمد زبیر تبسم

میرے حضور ضیاء الامتؒ تاجدار علم و حکمت، محرم راز حقیقت، قافلہ سالار کاروانِ محبت، قائد تحریک ختم نبوت، مخزن جود و سخاوت، پاسدار ناموسِ رسالت، سلطان سلاطین اقالیم ولایت کی ذات والا صفات ان نادر الوجود ہستیوں میں سے ایک تھی جنہیں قدرت صدیوں بعد اپنے بندوں کی راہنمائی کے لئے مقرر فرماتی ہے اور جن کے انتظار میں صدیوں گردش لیل ونہار محوِ خرام رہتی ہے:

مدتوں روتی ہے چشم حسرت اہل چمن　　سالہا رہتے ہیں گریاں دیدہ چرخ کہن
تب کہیں ہوتا ہے ایک نخل گلبدن　　زندگی رہتی ہے برسوں غوطہ زن درخاک وخون
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بیروں

آپ ایسے مرد حق آگاہ، عاشق مصطفیٰ ﷺ، غلام غوث الوریٰ، حق و صداقت کی صدا، اسیر گیسوئے مصطفیٰ، دین وملت کی ضیاء، جن کی کتاب زندگی کا ہر ہر ورق عشق رسول مقبول ﷺ سے عبارت تھا، ضیاء القرآن کی ہر ہر سطر سے محبت مصطفوی ﷺ کے سوتے پھوٹتے ہیں۔

آپ خود ضیاء القرآن عرض کناں ہیں ﷺ

تیری محبت سے میری شمع حیات روشن رہے　　تیری بندگی کا نشان میری جبیں پر ہمیشہ تابندہ رہے

تیرے پیارے حبیب ﷺ کے عشق سے میرا حریم دل منور رہے۔ تیرے رسول مکرم ﷺ کی غلامی کا طوق زیب گلو رہے

ہوائے خلعت شاہی ندارم　　بگردن حلقہ طوق غلامی

حضور ضیاء الامت قدس سرہ العزیز کی ذات اقدس ایک ایسی کثیر الجہت نگینہ تھی جس کی ہر ہر جہت اپنی آب و تاب اور چمک دمک کے اعتبار سے جداگانہ شان کی حامل نظر آتی ہے۔ آپ اپنے ہر ہر وصف اور شخصیت کے ہر ہر پہلو کے اعتبار سے نابغہء روزگار تھے۔ آپ علم وعمل کے ایسے پیکر حسین، زہد و ورع کی ایسی صورت دل نشین تھے جنہیں دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا، کیوں نہ ہو کہ پیر کامل کی دید رب کی دید ہوتی ہے۔

پیر کامل صورت ظلِ الٰہ　　یعنی دید پیر دید کبریا

آپ کی ذات گرامی علم و معرفت کا آفتاب عالمتاب تھی۔ جن کی صورت ظل الٰہی کا حسین پرتو، جن

Marfat.com

کی سیرت اسوہ رسول اللہ ﷺ کی ضو، جن کا دل عشق الٰہی سے معمور، جن کی آنکھیں محبت مصطفوی ﷺ سے معمور، جن کا سینہ علوم و معارف کا گنجینہ، جن کا قلب مبارک کملی والے ﷺ کی یادوں کا مدینہ، جن کی زبان پر ہمہ وقت قال اللہ اور قال الرسول کے نغمے، جن کی نگاہوں میں حسن یار کے جلوے، جن کے چہرے پر عفت و عصمت کا نور، جن کی آنکھوں میں بادۂ محبت کا سرور، جن کی زبان پر ہر لحظہ ذکر خدا اور رسول ﷺ، ہونٹوں پر ہمہ وقت تبسم کے پھول، جن کی زیارت کرنا عبادت، جن کی صحبت میں بیٹھنا سعادت، جو صاحب جذب دروں بھی اور شریک زمرہ لایحزنون بھی، علم جن کا زیور اور غیرت جن کا تیور، عشق جن کی مستی، دانش جن کی بستی، جن کی رعنائی علم پر روح فطرت جھوم رہی ہے اور جولانی قلم کو زبانِ حکمت چوم رہی ہے۔ جن کے علم و فضل کی گواہی مشائخ نے دی۔ جن کے قصائد علماء و فضلاء نے پڑھے۔ جن کے چرچے عالم اسلام میں، جن کے تذکرے دیار حبیب ﷺ میں، جن کے محامد و محاسن عرب و عجم میں سنے جاتے ہیں۔ جن کے شہرے مشرق و مغرب میں۔ جن پر اساتذہ نے اعتماد کیا اور مکتوبات گرانمایہ اور القابات عظیمہ سے سرفراز فرمایا۔ جن کی پوری زندگی حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس شعر کی آئینہ دار ہے ؎

فان ابی ووالدتی و عرضی لعرض محمد ﷺ عنکم وقاء

حضور ضیاء الامت قدس سرہ العزیز ان نابغہ روزگار اور تاریخ ساز شخصیتوں میں سے تھے جو صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں اور جب یہ قدسی صفات لوگ انسانوں کی بستی میں تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و خطابت، سیاست، معاشرت، فضل و کرامت اور علم و بصیرت کی روشنی پھیلا کر راہی ملک عدم ہوتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کی لہر تھم گئی ہے اور دلوں کی حرکت منجمد ہوگئی ہے۔ حضور ضیاء الامت قدس سرہ العزیز کے وصال باکمال کے بعد یونہی محسوس ہوتا ہے۔ جب لاکھوں کروڑوں لوگ ایک باعظمت انسان کے فراق میں اشکبار ہوں تو سمجھا جاتا ہے ایک پورا دور، ایک عہد بلکہ ایک پوری تاریخ کا اختتام ہوگیا ہے۔

چند لمحوں کے لئے فصل وفا مہکی تھی آج ہر گوشۂ گلزار میں ویرانی ہے

آپ کے وصال سے علم و دانش کا وہ آفتاب غروب ہوا جس کی روشنی کو دنیا ترسے گی۔ آپ کا غم فراق ایک مکان کا غم نہیں ایک جہاں کا غم ہے۔ دل کو یقین نہیں آتا یہ قیامت گزر گئی ہے۔

وہ ایک آفتاب تھے۔ وہ ایک مہتاب تھے۔ وہ بارانِ کرم تھے۔ ظلمت کے مارے اب کہاں جائیں۔ پیاس کے مارے اب کیا کریں۔

کھویا کھویا سا پھر رہا ہوں گویا صحرا میں لٹ گیا ہوں

Marfat.com

آپ مفسر قرآن تھے۔ سیرت نگار تھے۔ محدث تھے۔ دانائے عصر تھے۔ پیکر رشد وہدایت تھے۔ عظمت اسلام کے امین تھے۔ اسلامی اقتدار کے علم بردار، علم وعمل میں یکتائے روزگار، اوصاف و کمالات میں سلف صالحین کی یادگار، حسن عمل کے بحر زخار تھے۔ جو زندگی بھر قرآن مجید کے اسرار سمجھاتے رہے، حدیث مبارکہ کے انوار لٹاتے رہے، توحید الٰہی کے اسباق پڑھاتے رہے، بارگاہ نبوت ﷺ کے آداب سکھاتے رہے، علم کے جواہر لٹاتے رہے، عشق کے چراغ جلاتے رہے، محبت کے نغمے سناتے رہے، حرم کی ضیاء بکھیرتے رہے۔ عظمت اسلام کے پرچم لہراتے رہے، دین کے باغات لگاتے رہے، سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام سکھاتے رہے۔

سرور علم پاتا ہے جو پی لے ایک جام ان سے زمانہ سیکھتا ہے سنت خیر الانام ﷺ ان سے

میرے حضور ضیاء الامت سیدی ومرشدی غریب نواز قدس سرہ العزیز کی تدریسی خدمات کا سلسلہ مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے لے کر مسجد نبوی ﷺ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس حقیر کو دو جگہ حضور غریب نوازؒ سے درس لینے کی سعادت ہوئی۔ جبکہ دوسری طرف مشرق سے لے کر مغرب میں END OF THE WORLD تک حدیث طیبہ کے دروس کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے جن کا تذکرہ انشاء اللہ دوسرے مقام پر کیا جائے گا۔ آپ کی پوری زندگی عشق رسول ﷺ سے عبارت ہے اور جو عشق مصطفیٰ ﷺ پر مر جاتا ہے۔ جو شہید جمالِ مصطفیٰ ﷺ ہوتا ہے، وہ کبھی مرتا نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ و عالم دوام ما

حضور ضیاء الامت قدس سرہ العزیز کے وصال باکمال پر ہر آنکھ اشک بار ہے۔ ہر دل رو رہا ہے۔ کون روکے گا ان آنسوؤں کو، کون مرہم رکھے گا ان زخموں پر، کون رفو کرے گا ان چاکوں کو، کون پلائے گا جامِ محبت، کون بیدار کرے گا مشائخ کو، کون جگائے گا خواب غفلت میں سونے والوں کو، کون مریدوں کو درس لا الٰہ دے گا، کون روکے گا کفر کے ایوانوں کو، کون مسمار کرے گا قادیانیت کے قلعوں کو، کون دشمنان دین کی سازشوں کو بے نقاب کرے گا، کون مدارس کے جال بچھائے گا، کون توڑے گا نفرت کی دیواروں کو، کون گرائے گا ظلم کے میناروں کو، کون ادا کرے گا رسم شبیری کو، کون علمائے حق کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرے گا، ہر کوئی پریشان حال ہے۔ حوصلے شل اور جذبات زندگی اپنی تب وتاب کھو چکے ہیں اور افسردہ ہواؤں کا ہر ہر جھونکا زبان حال سے کہہ اٹھا کہ

تھی وہ اک شخص کے تصور سے اب وہ رعنائی خیال ...... کہاں

آپ کی ذات والا صفات مرجع خلائق تھی۔ عقیدت مند دور دراز سے حاضر خدمت ہوتے۔

Marfat.com

اندرون ملک و بیرون ملک سے لوگ حاضر ہوتے۔ اپنی درخواستیں اور عرضداشتیں حضور کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ ہر ایک کی سنتے۔ ہر ایک کے زخم پر مرہم رکھتے۔ حوصلہ افزائی فرماتے۔ ہر ایک کے دامن مراد کو بھر کر واپس لوٹاتے۔ کسی کو خالی واپس نہ کرتے اور عشق کی ایسی مے پلاتے کہ زندگی کے دوسرے سارے نشے ختم ہو جاتے۔ اب اگر کوئی نشہ ہوتا تو بس عشق الٰہی کا نشہ اور اگر عشق ہوتا تو فقط عشق محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آپ کی تحریروں میں علم کا نور بھی ہے، معرفت کا سرور بھی، حسن کی رعنائی بھی اور عشق کی رنگینی بھی، ادب کی چاشنی بھی ہے اور بہار کی دلفریبی بھی، الفاظ ہیں گویا آب کوثر سے دھلے ہوئے لگتے ہیں۔ فقرے ہیں گویا تسنیم میں ڈوبے ہوئے لگتے ہیں۔

لفظ جب تک وضو نہیں کرتے　　　ہم تیری گفتگو نہیں کرتے

حضور ضیاء الامت قدس سرہٗ العزیز کی پوری زندگی اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبارت تھی۔ آپ کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا غرض ہر ہر ادا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تھی۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ وطہارت میں آپ مقام رفیع پر فائز تھے۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن ونوافل کا وہ اہتمام فرماتے کہ باید و شاید۔ شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات والا صفات شرافت ومتانت، جرأت و استقلال، تمیز ووقار، پاکیزگی وشائستگی، ادب وسلیقہ، ہمدردی وخیر خواہی، نظم و ضبط، حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، ایثار وقربانی، علم وعمل، تواضع وانکساری، شیریں کلامی، خدا ترسی اور پرہیز گاری کا مرقع تھی۔ اتباع شریعت اور استقامت وعزیمت آپ کی سیرت طیبہ کا اصل جوہر تھا۔ عاجزی وفروتنی آپ کے ماتھے کا جھومر اور استغناء وتوکل آپ کی زینت تھے۔

آپ کی ذات گرامی محسن علم و ادب　　　آپ کی طبع رسا گوہر فشاں مثل بہار

یوں تو حضور ضیاء الامت حضرت قبلہ عالمؒ کے احسانات اس ملت اسلامیہ پر اتنے ہیں کہ جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے تفسیر ضیاء القرآن لکھ کر اہل سنت کی لاج رکھ لی ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی عشق ومحبت میں ڈوبی ہوئی تصنیف لطیف ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل دل کے ہاتھوں میں ہے۔ جبکہ ماہنامہ ضیائے حرم مشرق ومغرب میں مقبول ہے۔ آپ کے سینکڑوں مقالات اور ان گنت کتب اہل علم سے خراج عقیدت پا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کا وہ فیض جو گھر گھر پہنچ رہا ہے، آپ کے وہ ہزاروں شاگرد ہیں جو اس مادیت گزیدہ دور میں عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ جلا رہے ہیں۔ یوں تو ہزاروں علماء آپ نے پیدا کیے لیکن ان میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی حصول برکت کے لئے تحریر کر رہا ہوں جو آسمان علم وحکمت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے ہیں۔ اندرون ملک و بیرون ملک

Marfat.com

درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور ارشاد وتبلیغ کے ذریعے رشد وہدایت میں مصروف ہیں۔ چند حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب ایم۔اے اسلامک لاء مکہ شریف، شیخ التفسیر مولانا محمد خان نوری، شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب، شیخ الادب مولانا ملک عطا محمد، شیخ الادب مولانا محمد سعید اسعد، مولانا عبداللہ نیازی، پروفیسر حافظ احمد بخش، مولانا سید نذیر حسین، مولانا صاحبزادہ محمد بشیر الدین، علامہ پیرزادہ محمد امداد حسین، مولانا سید عظمت علی شاہ، مولانا عبدالرسول ارشد، مولانا محمد عبدالباری، مولانا عبد الرزاق، مولانا مختار احمد ضیاء، مولانا رب نواز، مولانا غازی محمد کریم سلطانی، مولانا حافظ محمد خان چشتی، مولانا شبیر حسین ربانی، مولانا حافظ محمد ارشد جمیل، مولانا افتخار علی چشتی، مولانا محمد انور قریشی، مولانا عبد العزیز ضیاء، مولانا غلام جیلانی، مولانا سید لخت حسنین شاہ، مولانا محمد عارف، مولانا محمد اکرم لاہوری، مولانا محمد عارف، مولانا محمد حنیف، مولانا مختار احمد مجاہد، صاحبزادہ عابد حسین، مفتی عبدالعزیز گجراتی، مولانا الطاف حسین الازہری، مولانا محمد سعید الازہری، مولانا خان محمد قادری، مولانا محمد ریاض۔

حضور ضیاء الامتؒ کے صاحبزادگان والا تبار علم وعمل کے حسین زیور سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔ ان کی قیادت میں ان شاء اللہ فیضان ضیاء الامت جاری رہے گا۔ علم کے چشمے پھوٹتے رہیں گے۔ عشق کی خیرات بٹتی رہے گی۔ مدارس کا جال بچھتا رہے گا۔ تصنیف وتالیف کا قافلہ رواں دواں رہے گا۔ گلشن اسلام کی آب یاری ہوتی رہے گی۔ آستانہ عالیہ سے ہر ایک کو اس کا حصہ ملتا رہے گا۔ علم وعمل اور فکر ونظر کے چراغ تابندہ رہیں گے ان شاء اللہ العزیز

الٰہی ان کی تربت خلد زار نور ہو جائے نسیم شہر خاموشاں شمیم طور ہو جائے

وصال باکمال سے چند گھنٹے قبل خواب میں تشریف آوری

حضور ضیاء الامت قدس سرہٗ العزیز نے وصال سے چند گھنٹے قبل کرم فرمایا اور خواب میں تشریف لائے۔ سحری کا وقت ہے۔ حضور نے نیا لباس زیب تن فرمایا ہوا ہے۔ محسوس ہوتا ہے حضور نے ابھی ابھی غسل فرمایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایک بڑی خوبصورت گاڑی میں سوار ہیں۔ میں نے عرض کی: حضور آپ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ آج ہم ہسپتال سے فارغ ہو گئے ہیں۔ اسی دن شام کو یہ روح فرسا خبر ملی کہ حضور غریب نواز وصال فرما گئے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

Marfat.com

ضیاء الامت اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عزیز احمد گوندل منڈی بہاؤالدین

اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے نظام رسالت قائم فرمایا۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس مرکز دین اور مرجع کائنات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال و اعمال نمونہ حیات ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع قرب خداوندی کا ذریعہ اور وسیلہ نجات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کامل ہی کمالات ظاہری اور فیوضات باطنی کے حصول کا راستہ ہے۔ اسلامی تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ آج تک جس خوش نصیب کو بھی قرب خداوندی کی دولت نصیب ہوئی، اسی بارگاہ سے ہی نصیب ہوئی۔ بقول امام اہل سنت

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور خود زبانِ قدرت نے بار بار اعلان فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:8)۔ یعنی اتباع خدا اسے ہی نصیب ہوئی جس نے اتباع رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راستہ اختیار کیا اور جس نے اس صراط مستقیم کو چھوڑ کر قرب الٰہی کا ارادہ کیا، وہ ضلالت و گمراہی کی وادیوں میں گم ہو گیا۔ بقول شاعر

خلاف پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسے راہ گزید　　　که هرگز به منزل نخواهد رسید

علمائے ربانیین جن کو زبان رسالت نے اپنا وارث قرار دیا اور انبیائے بنی اسرائیل کی مثل فرمایا، وہ اسی شاہراہ پر گامزن ہو کر اس مقام رفیع تک پہنچتے ہیں۔

میرے ممدوح مکرم ضیاء الامت انہی برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے نقوش پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دلیل راہ بنا کر اور سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا کر حریم خداوندی تک رسائی حاصل کی۔

آپ کے جدِ امجد کی بشارت

حضور ضیاء الامت کی ولادت باسعادت کے وقت آپ کے جدِ امجد امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ نے آپ کا نام محمد کرم شاہ تجویز فرمایا۔ یہ نام کوہستانِ نمک ضلع جہلم کے ایک عظیم ولی کامل پیر محمد کرم شاہ، پیر آف کھارا شریف کے نام پر رکھا گیا۔ بعض لوگوں نے کہا محض نام رکھنے سے پیر کرم شاہ نہیں بن سکتے تو حضرت امیر السالکین نے فرمایا کہ وہ فقر کے بادشاہ تھے لیکن میرا پوتا تاجدارِ کشورِ علم بھی ہوگا اور

Marfat.com

بادشاہ اقلیم عرفاں بھی۔

یہ پیشینگوئی آپ کے حق میں حرف بحرف پوری ہوئی اور حضور ضیاء الامت نے حصول علم کے لئے اپنی زندگی کا نصف اول وقف فرما دیا۔ دور دراز سفر اور شب و روز کی محنت شاقہ سے قدیم و جدید علوم سے آراستہ ہو کر میدان عمل میں قدم رکھا اور دعوت دین کا کام زندگی کے آخری سانس تک جاری رکھا۔ اس میدان میں بھی سنت مصطفیٰ ﷺ کا ہی راستہ اپنایا۔

بعثت مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے تین فرائض نبوت کا ذکر فرمایا ہے:

(1) تلاوتِ آیات بینات (2) تزکیہ نفس (3) تعلیم کتاب وحکمت

حضور ضیاء الامت کی حیاتِ مبارکہ اور تبلیغ ودعوت کی مساعی کو دیکھا جائے تو سنتِ رسول ﷺ کا عکسِ جمیل نظر آئے گا۔ آپ کا اندازِ بیان اور اسلوب گفتگو مخالفین کو ساکت وصامت کر دیتا تھا۔ آپ کے لبوں پر قرآن وحدیث کے الفاظ آتے ہی سامعین کے دلوں میں اتر جاتے تھے۔ کوئی بات ہو، کسی موضوع سخن پر گفتگو ہو، آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کے علاوہ نہیں ہوتی تھی اور استدلال اتنا دلنشین ہوتا کہ سننے والا یوں سمجھتا کہ اس آیت کو آج ہی سنا ہے اور فرمانِ رسول ﷺ کا مفہوم آج ہی سمجھ میں آیا ہے۔ زبان وبیان میں وہ تاثیر تھی کہ بڑے بڑے باغی اور گمراہ توبہ کرنے پر مجبور ہو جاتے اور بقول غالب۔

دیکھنا تقریر کی لذت جو اس نے کہا ۔ میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

مولانا محمد انور قریشی صاحب نے اپنے گاؤں ھاتھی وِنڈ میں ایک خطیب کو دعوت دی جس کے جارحانہ انداز بیان سے گاؤں کے اہل تشیع بھر گئے اور اہل سنت بھی اپنے مسلک کی حمایت میں ڈٹ گئے۔ قریشی صاحب کے بیان کے مطابق گاؤں کی مذہبی فضا مکدر ہو گئی۔ فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا تو مولانا اشتیاق احمد عباسی صاحب کی وساطت سے حضور ضیاء الامت کی خدمت اقدس میں عرض کی گئی۔ آپ فوراً تشریف لائے اور نماز ظہر کے بعد شانِ صحابہ کے موضوع پر گفتگو شروع فرمائی۔ قرآن مجید کو کھول کر سامنے رکھ لیا اور آیاتِ قرآن میں صحابہ کرام کی شان کے وہ جلوے دکھائے جو خالق کائنات نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو عطا کئے تھے۔ مخالفین بھی مسجد میں آ گئے اور جھوم جھوم کر داد دینے لگے کہ تقریر ہو تو ایسی ہو اور فتنہ کے شعلے دب گئے۔ مطلع صاف ہو گیا اور امن واطمینان کے جھونکے آنے لگے، جس کے اثرات آج تک ھاتھی وِنڈ کی بستی میں محسوس ہوتے ہیں۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضور کے ایک حلقہ بگوش سید زاہد صدیق شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میرے گاؤں بوکن شریف میں حضور ضیاء الامتؒ تشریف لائے، میں نے ایک آدمی سے کہا کہ آج

Marfat.com

میرے پیر صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ مسجد میں آؤ اور آپ کا وعظ سنو۔ اس نے جواب دیا کہ شاہ جی! ہم نے بڑے پیر دیکھے ہیں۔ سگریٹ میں نشہ بھر کر کش لگانے لگا لیکن جونہی حضور کا خطاب شروع ہوا، اس نے سگریٹ پھینک دیا اور مسجد میں آ گیا۔ اس کی کیفیت بدلنے لگی اور آپ کے پاؤں پکڑ لئے۔ اپنی کسی تکلیف کا ذکر کیا۔ آپ نے گڑ منگوا کر دم کر دیا جس سے اس کی تکلیف رفع ہو گئی اور وہ ہمیشہ کے لئے حضور کے دامان کرم سے وابستہ ہو گیا۔

میرے ایک مخلص دوست اور ہم جماعت مولانا مسعود احمد تائب اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں لاہور، ملتان فیصل آباد کے علاقوں میں کئی مدارس میں داخلہ کے لئے گیا مگر دل مطمئن نہ ہوا۔ ایک دن حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب آبلہ شریف والوں نے ''فاروق اعظم نمبر'' عنایت فرمایا۔ سر دلبراں کی سطور نظر سے گزریں تو دل نے گواہی دی کہ پیر صاحب کی زیارت کروں گا۔ مولانا نیاز احمد صاحب کی وساطت سے بھیرہ شریف پہنچا، آپ کی زیارت سے شادکام ہوا، پہلی نظر میں ہی گرفتار ہو گیا۔ بقول شاعر۔

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی　　دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں ڈیرے ڈال دیئے۔ سال اول میں داخلہ لیا۔ دست بوسی کی سعادت ہوتی رہتی تھی مگر باقاعدہ تعارف نہ ہوا۔ ایک دن دارالحدیث کے قریب پلاٹ میں صاحبزادہ غلام کمال الدین صاحب، محمد مسعود احمد صاحب اور ناچیز کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ حضرت تشریف لائے اور ہم سب نے دست بوسی کی سعادت حاصل کی۔ مسعود احمد صاحب سے تعارفی گفتگو ہوئی، کمال الدین صاحب سے شفقت فرمائی اور چل پڑے، میں نے سوچا کہ یہ کیسے پیر ہیں۔ میں تو صرف ان کے لئے بھیرہ شریف آیا ہوں اور مجھ سے پوچھا تک نہیں۔ آپ اس وقت لنگر شریف کے کمروں تک پہنچ چکے تھے۔ فوراً واپس تشریف لائے اور آتے ہی مجھ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟
یوں محسوس ہوا کہ صدیوں سے تعارف ہے۔ بڑی شفقت سے نوازا اور تشریف لے گئے۔ مگر دل کی کیفیت کچھ یوں تھی۔

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں　　دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

1984ء میں مرکز کی اجازت سے ہم نے گوجرانوالہ بورڈ میں فاضل عربی کا امتحان دیا اور ایک اطلاع کے مطابق سید لخت حسنین اور راقم الحروف کو امتحان میں کامیاب قرار دیا گیا تھا۔ ہم مبارکباد کے لئے بارگاہ ضیاء الامت ؒ میں حاضر ہوئے اور مبارکباد پیش کی۔ حضور نے شاہ صاحب کی مبارکباد قبول فرمائی لیکن میری باری فرمایا کہ ہم ایسی مبارک قبول نہیں کرتے۔ میں بہت پریشان ہوا اور اپنے امتحانی نتیجہ

Marfat.com

کے بارے میں تشویش ہوگئی۔ اپنے ایک قریبی ساتھی تائب صاحب کے ساتھ گوجرانوالہ پہنچا۔ ادھر نور الحسن تنویر صاحب نے ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع کردی تھی، ادھر ہم نتیجہ کا پتہ کرکے بھیرہ شریف پہنچے، ہم دونوں ساتھی یعنی راقم اور لخت حسنین شاہ صاحب بالترتیب بورڈ میں اول اور دوم پوزیشن حاصل کرکے اعزاز کے ساتھ کامیاب ہوئے۔ اب معلوم ہوا کہ حضور کے اس جملہ کے پیچھے کیا حکمت تھی۔ حضور نے ہمیں خود یاد فرمایا، ہم حاضر خدمت ہوئے، قدم بوسی کی سعادت حاصل کی تو آپ نے سینے سے لگالیا اور فرمایا''اب مبارک دو'' سر چوما، دعائیں دیں اور دیر تک اپنی شفقتوں سے نوازا۔ آج دین کی جو خدمات سرانجام دینے کے قابل ہوئے ہیں تو انہی نگاہوں کا فیض اور انہی دعاؤں کا اثر ہے ورنہ

من آنم کہ من دانم

فیض ہے تیرے خدنگ ناز کا

ہم کہاں تھے آشنائے دردِ دل

بارگاہ نبوت ﷺ سے جو فیوض و برکات ضیاء الامت کو نصیب ہوتے ہیں انہی کے آثار اندرون ملک و بیرون ملک نمایاں نظر آتے ہیں۔ آپ کی نگاہ کرم نے حضرت حافظ محمد خان نوری صاحب کو ابدال گاؤں سے نکال کر شیخ التفسیر والحدیث کے منصب پر پہنچا دیا اور قاضی محمد ایوب صاحب کو فقیہ عصر بنا کر مسندِ افتاء پر بٹھا دیا۔ آپ کی نگاہِ ولایت نے پیرزادہ امداد حسین صاحب جیسے مبلغ، غازی محمد کریم سلطانی جیسے خطیب، پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب جیسے ادیب، میاں افتخار احمد صاحب جیسے مدرس، سید نذیر حسین شاہ صاحب جیسے شیخ طریقت پیدا کیے اور تعلیم کتاب و حکمت کے یوں گلشن آباد کئے کہ ہر طرف دین کی بہار نظر آرہی ہے اور جدید و قدیم علوم کو یکجا کرکے ایسا نصاب ترتیب دیا جس سے اہل دین اور اہل دنیا کے درمیان بُعد ختم ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ آپ نے گلشن کرم کو یوں سینچا کہ چند سالوں میں اس کے بہار آفرین پھولوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

وہ لوگ جو حضور ضیاء الامت کے پیش کردہ نصاب کو ہدف تنقید بناتے تھے وہ اپنے جگر گوشوں کو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے حوالے کرنے پر مجبور ہوگئے۔ جو علماء مسلک اہل سنت کی نمائندگی میں حضور ضیاء الامت کے طریقہ کار کو نرمی سے تعبیر کرتے تھے، ضیاء القرآن اور ضیاء النبی ﷺ کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے اور ان عظیم دینی کارناموں پر فخر کرنے لگے۔ حضور کے طریقہ بیان اور انداز نگارش نے اپنوں کو اور بیگانوں کو مطمئن کردیا۔ آپ نے بجائے طعن و تشنیع، فتویٰ و تکفیر کی زبان میں بات کرنے کے ٹھوس علمی دلائل سے منکرین کو بھی گھائل کردیا۔ جو حق کے متلاشی تھے، حلقہء عقیدت میں داخل ہوگئے اور آپ کی انہی کاوشوں نے ملک کی مذہبی فضاء کے تناؤ کو ختم کردیا اور فریقین ایک دوسرے کو قریب سے

Marfat.com

دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔ بقول اقبال آپ نے دینی اور علمی حلقوں کو فکر و تحقیق کی نئی جہتوں سے آشنا کیا۔

اک ولولہ تازہ دیا تو نے دل کو — از ارض بخارا تا خاکِ سمرقند

حضور ضیاء الامت نے سنت مصطفوی ﷺ کی پیروی میں تزکیہءقلوب اور تعلیم کتاب وحکمت کا راستہ اختیار فرمایا اور اتباع کامل کا نمونہ پیش فرمایا۔ آپ نے ملک کے طول وعرض میں تبلیغی اجتماعات میں شرکت فرمائی۔ مگر اس کے عوض کوئی خدمت اور نذرانہ وصول نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اتباع رسالت مآب ﷺ میں اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللہ پر عمل فرماتے، آپ نے ساری زندگی درس وتدریس میں بسر فرمائی۔ طلباء اور طالبات کو سارا دن پڑھاتے، رات ذکر وعبادت کے علاوہ مطالعہ کتب وتدریسی مواد کی تیاری میں گزرتی مگر آپ نے زندگی بھر دارالعلوم سے حق خدمت وصول نہ فرمایا۔ آپ نے اٹھارہ سال کا طویل عرصہ وفاقی شرعی عدالت اور شریعت ایپلیٹ بنچ سپریم کورٹ میں بطور جسٹس فرائض عدل وقضا انجام دیئے مگر آپ نے اصرار کے باوجود تنخواہ وصول کرنے سے اجتناب فرمایا۔ اسی احتیاط کے باعث آپ کو حکومت وانصاف کے ایوان میں بڑی قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ نے صحافت کے میدان میں بھی قدم رکھا اور احقاق حق وابطال باطل کا حق ادا کر دیا۔ حضور کے انہی خصائص کے پیش نظر میرے دوست مسعود احمد تائب نے شہر بھیرہ کو مخاطب کر کے اپنے ممدوح کی عظمتوں کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

وہ سواد شہر بھیرہ وہ امین علم و فن — سادگی جس کے تکلفات پر ہے خندہ زن
جس کے فیض علم سے آباد ہیں کوہ و دمن — جس کے زیر سایہ پلتے ہیں خدایان سخن
جن دنوں سے اس پہ ہے ابر کرم، چھایا ہوا — آسماں بھی اس کی رفعت سے ہے شرمایا ہوا

حضور ضیاء الامت کے خلوص، للٰہیت، زہد وورع، اطاعت خدا واطاعت رسول ﷺ، محبت خدا اور عشق رسول ﷺ، شیخ طریقت سے نسبت روحانی اور مشائخ وبزرگان سے عقیدت نے آپ کو سراپا کمال بنا دیا۔ آپ کا ظاہر وباطن عشق رسول ﷺ واتباع مصطفےٰ ﷺ کے انوار سے جگمگانے لگا، جن کی ضیاء پاشیوں سے کئی مشکلات ومصائب میں گرے ہوئے لوگوں کو اطمینان نصیب ہوا۔ استاذی المکرم مولانا عبدالرزاق صدیقی صاحب روایت فرماتے ہیں کہ ڈالوال (ضلع چکوال) کے ایک ڈاکٹر صاحب نے زرِکثیر صرف کر کے اپنے گھر میں کنواں کھدوایا مگر اس کا پانی کھارا نکلا، ڈالوال کے قریب مولانا محمد انور مگھالوی کے گاؤں مگھال میں حضور ضیاء الامت تفسیر ضیاء القرآن کی تالیف وتصنیف کے سلسلہ میں قیام پذیر تھے۔ آپ کی صحت ناساز ہوگئی۔ حضور کے برادر حقیقی ڈاکٹر غلام حیدر صاحب نے

Marfat.com

نسخہ تجویز فرمایا جو کہ ہلکی قوت کی دواؤں پر مشتمل تھا۔ ڈاکٹر موصوف نے جب حضور کو چیک کیا تو انہوں نے اپنے پاس سے اعلیٰ قسم کی دوائیں پیش کیں۔ حضور جب صحت یاب ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب نے آپ کو اپنے گھر پر مدعو کیا اور موقع پا کر اپنے کنوئیں کی کڑواہٹ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: پانی لاؤ۔ ایک گلاس پانی پیش کیا گیا۔ آپ نے آدھا گلاس پانی پی کر آدھا کنوئیں میں گرانے کا حکم دیا۔ جب دوبارہ کنوئیں سے پانی نکالا گیا تو اس کا پانی میٹھا تھا۔

راقم کے پھوپھی زاد بھائی، غلام قادر اور نادر خان موضع حسن میں رہتے ہیں جو آبلہ ریلوے اسٹیشن کے قریب واقع ہے۔ 1977ء میں ان کے ہاں آتا جاتا تھا۔ ان کے پاس سات سات آٹھ آٹھ بچیاں تھیں۔ نرینہ اولاد نہ تھی۔ میں نے انہیں حضرت زکریا اور سیدہ مریم کا واقعہ سنایا تو وہ کہنے لگے کہ کیا یہ اب بھی ممکن ہے کہ دعا سے بچہ ملے؟ میں نے کہا: میرے پیرو مرشد حضور ضیاء الامت کے پاس جا کر دعا منگواؤ شاید اللہ تعالیٰ مہربانی فرمادے۔ ان کی مایوسی امید میں بدل گئی اور بھیرہ شریف میں حاضر ہو کر دعا کروائی۔ آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دونوں بھائیوں کو تین تین بیٹے عطا فرمائے جو اب بھی سلامت ہیں اور میرے پیر کی زندہ کرامت ہیں۔

میرے ایک دیرینہ ساتھی مسعود احمد تائب فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، جو حضور کے غلام بھی ہیں آپ کے پاس حاضر ہوئے، ان کے ہاں دو بچیاں تھیں، نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپ نے استفسار: فرمایا کوئی بچہ ہے؟ عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو بچہ دے گا۔ واپسی اجازت کے لئے حاضر ہوئے، حضور، ضیاء النبی ﷺ کی تدوین وتصنیف کے سلسلہ میں الفرید آڈیٹوریم میں محو مطالعہ تھے۔ آپ نے بڑی شفقت سے پوچھا: کوئی بچہ ہے؟ عرض کیا گیا کہ نہیں۔ تو فرمایا کہ اب ان شاء اللہ بچہ ہوگا۔ آپ کی دعا سے اللہ نے بچہ عطا فرمایا، آپ اس وقت لندن میں تھے۔ اس لئے صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب سے رابطہ کیا تو آپ نے محمد نعیم الدین نام تجویز فرمایا۔ انہی کی دعا سے مجھے بار بار عزیز بچہ عطا فرمایا۔

اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں کہ آپ نے اسم مبارک، ''محمد کرم''، کا مصداق کامل بن کر دکھایا اور حضور ﷺ کا جو کرم آپ پر ہوا اس سے دنیا کو شادکام کرتے رہے اور اپنے آقا ومولیٰ کی اتباع میں خالی دامن پر کرتے رہے۔

جدھر جدھر سے وہ گزرے کرم ہی کرتے گئے
کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولی بھرتے گئے

Marfat.com

ضیاء الامت حقیقت شناس نگاہ کے حامل

علامہ سید ارشد حسین شاہ گردیزی
راولاکوٹ آزاد کشمیر

1۔عہد طفولیت میں ادراک

19/12/83 کے دوران راقم ثانوی تعلیم کے حصول میں کوشاں تھا۔ایک روز دادی مرحومہ (جن کے ساتھ راقم کو والہانہ لگاؤ تھا) سے عرض کی کہ مجھے سحری کے وقت اپنے ساتھ بیدار فرمائیں تا کہ صیام کی برکتوں سے محظوظ ہوسکوں۔دادی جان نے ازراہ شفقت منع فرمایا کہ ابھی تم عہد طفلی میں ہو، سن رشد میں پہنچ کر فرض ادا کر لینا۔چونکہ ہمارے خطۂ کشمیر کے بچے بڑوں کی دیکھا دیکھی روزہ رکھنے کے شوقین ہوتے ہیں، پس یوں ہی راقم نے اپنے شوق کے خلاف فیصلہ صادر ہوتے دیکھا تو دل ملول نیند کی آغوش میں چلا گیا۔دفعتۂ سحری کے وقت آنکھ کھل گئی۔دادی مرحومہ نے فرمایا: اب اٹھ ہی گئے ہو تو منہ ہاتھ دھو کر اپنی ضد پوری کرلو۔

راقم نے لوٹا اٹھا کر اک قدیمی مکتب کی جانب راہ لی جس کے مدرس اول راقم کے پڑدادا حضرت پیر سید ولی شاہ شاگرد رشید و خلیفہ مجاز حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ تھے۔درس گاہ اور مکتب کیا تھا گویا تاریخ کا ایک باب تھا۔گردونواح کی آبادی نے اس سے جامعہ کی طرح فیض پایا۔یہ مکتب پتھر کی چند سلیں باہم سلیقے سے جوڑ کر ایک چوکور فرش کی طرح کی سطح زمین سے بالا ایک قطعہ تھا۔تعلم و تعلیم کا سلسلہ چونکہ ایک قریبی مسجد میں منتقل ہو گیا اس لئے وہ چوک راقم کے اہل خانہ کے اثری ورثہ میں داخل قرار پایا۔ اس لئے راقم لوٹا لے کر اس کے قریب بیٹھ گیا تا کہ ہاتھ منہ دھولے۔دریں اثنا کیا دیکھتا ہوں کہ اس چوک کے نشیبی کھیتوں کی جانب سراپا سفید جامے میں ملبوس سفید نورانی داڑھی اور عمامے والے بزرگ کو اپنی جانب آتے دیکھا۔فاصلہ اتنا کم رہ گیا کہ راقم کو ڈر ہوا کہ یہ مجھے پکڑنے آئے ہیں۔میں بھاگ کھڑا ہوا۔جب بھاگم بھاگ گھر کے برآمدہ تک پہنچا تو دادی جان نے چیخ و پکار اور خوفزدگی کی وجہ دریافت فرمائی۔راقم نے من وعن واقعہ سنا دیا۔راقم سے فرمانے لگیں: بھلا یہاں سحری کے وقت کون آ سکتا ہے۔اور ادھر ادھر نگاہیں دوڑا کر کہنے لگیں: معلوم نہیں تمہیں کیا نظر آیا ہے۔

لوٹ لیتے ہیں دھڑکنیں دل کی   جب نظر سے کلام کرتے ہیں.....!

Marfat.com

1985ء کی بات ہے کہ راقم نے والد گرامی سے علم دین کے حصول کی خاطر کسی معیاری درسگاہ میں داخلہ کی تمنا ظاہر کی۔ والد گرامی جو افواج پاکستان میں تھے، انہوں نے ایک ساتھی سے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا پتہ حاصل کیا اور دفتر درسگاہ سے ترسیلی رابطہ کر کے حافظ احمد بخش صاحب سے مفصل حالات دریافت کیے۔ الغرض راقم اپنی مادر علمی میں آ پہنچا۔

بعد از نماز مغرب والد گرامی کی معیت میں آستانہ عالیہ بھیرہ شریف پر حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے استاذی المکرم پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب سے ملاقات ہوئی جبکہ استاذی المکرم ملک محمد بوستان صاحب ان کے ہمراہ تھے۔ علی الصبح داخلہ کی کارروائی انجام پائی۔ اس طرح والد گرامی مجھے چمنستان کرم میں چھوڑ کر اپنے کارمنصبی کی جانب عازم سفر ہوئے۔

ناموافق آب و ہوا اور اس پر طرہ یہ کہ پردیس ہر دو چیزیں راقم کے قدم راسخ کو لرزیدہ کرنے کا تہیہ کیے ہوئے تھیں۔ اسی پریشان خیالی میں تھا کہ طالب علم کی نفسیات کے ماہر اور فساد قلبی کے معالج جناب پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری سے شرف ملاقات ہوا۔

سر سے پا تک وہ گلابوں کا شجر لگتا ہے
باوضو ہو کے بھی چھوتے ہوئے ڈر لگتا ہے

تعارف ہوا۔ نام و پتہ مکمل بتایا۔ نرم و نازک ہاتھوں سے پکڑ کر بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا: ''شاہ صاحب! اساتذہ کی تادیب، جیب خرچ، ہم مکتبوں کی شرارت کے باعث مدرسہ ہرگز نہ چھوڑنا۔ کتنی ہی بڑی تکلیف آن پڑے بغیر مجھے آگاہ کیے دارالعلوم نہ چھوڑنا۔ وعدہ ہے؟ عرض کی وعدہ''۔ بعد ازیں تغیر حال کے پیش نظر یکے بعد دیگرے تین مرتبہ دارالعلوم کو خیر باد کہا لیکن دل حضرت کی وادی کا اسیر تھا اور دارالعلوم سے نکلنے کو تیار نہ تھا۔

ناکامی کے ڈر سے محبت چھوڑ نہیں سکتا
وعدہ کیا تھا آپ سے اسے بھلا نہیں سکتا

حسب وعدہ دارالعلوم سے نکلنے اور آنے کے اسباب عرض کر دیتا، جناب والا تشفی فرما دیتے۔ بچپن میں جو صورت نورانی سحری کے وقت چوک سے نظر آئی تھی دارالعلوم پہنچنے پر ایک روز ''عرس حضرت پیر امیر شاہ صاحب'' کی تقریبات کے دوران ایک تصویر میں نظر آئی، استفسار کیا تو پتہ چلا کہ یہ غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ صاحبؒ ہیں جو قبلہ ضیاء الامت کے والد گرامی ہیں۔ گویا غازی اسلامؒ نے ہاتف غیبی کے طور پر مجھے خدمت دین کے لئے چن لیا تھا اور حضرت کی کرامت ہی تھی کہ دارالعلوم چھوڑے چھوڑ نہ سکا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ قبلہ ضیاء الامت نے مجھے بھرپور شفقتوں اور مہربانیوں سے نوازا، جس کا راقم کو گمان تک نہ تھا۔ اس امر کے شاہد دارالعلوم کے بکثرت طلباء اور اساتذہ کرام ہیں۔

Marfat.com

ایک روز جامع مسجد پیرامیر شاہؒ میں امام صاحب کی عدم موجودگی کے باعث نماز مغرب کی امامت پر راقم کو استاذی المکرّم حافظ محمد خان صاحب نوری نے مامور فرمایا۔ برقی رو کی بندش کی وجہ سے مسجد تاریک تھی۔ حضرت ضیاء الامت سفر سے نماز کے وقت ہی دار العلوم پہنچے اور شریک جماعت ہوئے۔ نماز کے اتمام پر حجرہ کی جانب مراجعت فرمائی اور خلفاء سے پوچھا نماز مغرب کس نے پڑھائی؟ کسی نے راقم کا نام لے کر کہا حضرت فلاں طالب علم نے پڑھائی۔ نماز عشاء کا وقت ہوا تو حضور جماعت کی خاطر مسجد میں تشریف لائے اور پوچھا: ''شاہ صاحب'' کدھر ہیں؟ انہیں جا کر کہو کہ امامت فرمائیں۔ لیکن اس دوران راقم القمر رہائش گاہ میں تھا۔ بعد از نماز آپؒ نے حجرہ پہنچ کر حافظ محمد اسحاق اور جمیل اکرم (انگلینڈی) سے فرمایا: یہ ٹیوب لائٹ لو اور جا کر ارشد حسین شاہ کو لے آؤ۔ مذکوران نے آ کر کہا کہ تمہیں حضرت صاحب یاد فرما رہے ہیں۔ آج تمہاری نماز مغرب کی امامت کا ذکر پیر صاحب نے کیا اور نماز عشاء پر تمہیں تلاش کیا، تم وہاں نہ تھے۔

راقم نے یہ سمجھا کہ نماز مغرب کی امامت میں کہیں سہو ہوا جسے بتانے اور تصحیح کرنے کے لئے حضرت صاحب نے بحضور یاد فرمایا۔ تعمیل ارشاد کے طور پر حاضر خدمت ہوا۔ مسکرا کر دیکھا اور گویا ہوئے سنا ہے: آج نماز مغرب ''سید'' نے پڑھائی ہے۔ راقم نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: آواز بہت سریلی تھی بہت خوشی ہوئی، یقین تو نہیں آتا تھا۔ آپ نے تاکیداً فرمایا: مسجد کے امام یوسف صاحب نماز فجر میں بھی موجود نہ ہوں گے۔ نماز فجر بھی پڑھا لینا۔ کسی طالب علم کو بھیج دوں یا خود ہی آ جاؤ گے۔ عرض کی: حضرت مؤذن عبدالحمید سیالوی میرے روم میٹ ہیں، جب اذان کے لئے آئیں گے تو ان کی ہمراہی میں پہنچ جاؤں گا۔ پھر حضرت صاحب کے لئے لنگر شریف سے لایا جانے والا دودھ حاضر کیا گیا جسے آپ طبعاً سونے سے قبل نوش فرمایا کرتے تھے۔ قبلہ نے اپنے ہاتھ سے ایک پیالی میں ڈالا۔ پہلے راقم کو عطا فرمایا۔ جب راقم پی چکا تو باقی ماندہ خود نوش فرمایا اور مجھے ہمراہیوں کے ساتھ جانے کی اجازت دی اور روشنی کا اہتمام کر کے القمر ہاسٹل پہنچانے کی تاکید فرمائی۔

الغرض راقم نے حسب ہدایت نماز فجر پڑھائی اور فراغت پر حضرت اپنے ہمراہ حجرہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا: آپ ہمارے امام ہیں، تکریماً آج ہم ایک ساتھ ناشتہ کریں گے۔ ناشتہ کے بعد اسمبلی ہوئی اور اس کے بعد آپ نے راقم کو اجازت مرحمت فرمائی۔

تیرے کرم نے سنوارے میرے کام آج سارے
میرے کام ہی نہ آئی کبھی عقل و ہشیاری

Marfat.com

جناب والا نے راقم کی تمام خواہشات کا احترام فرمایا یہاں تک کہ کسی طالب علم کے داخلہ کی بھی سفارش کی تو جناب نے تمام فنی مشکلات سے صرف نظر فرماتے ہوئے حامی بھرلی۔

ہائے اس چاندسی صورت کو کہاں پائیں گے — جیتے جی ہجر میں ہم آپ کے مرجائیں گے
ہم غریبوں کی نہ اب بات کوئی پوچھے گا — جا کے دنیا سے کبھی آپ نہ پھر آئیں گے
کون اس پیار سے ہمیں اپنے پاس بلائے گا — اس محبت کو کہاں ڈھونڈنے اب جائیں گے

28 نومبر 1994ء میں مظفر آباد میں حکومت آزاد کشمیر نے سیرت النبی ﷺ کی محفل آپ کے زیرِ صدارت منعقد کرنے کا پروگرام بنایا۔ حکومت آزاد کشمیر نے سیرت کی اعلیٰ پایہ کی کتاب ضیاء النبی ﷺ تصنیف کرنے پر اول انعام ڈیڑھ لاکھ روپے کا اعلان آپ کے لئے کیا جسے ضیاء الامت نے خدمت دینی کی شرط پر واپس کر دیا۔ سیرت کانفرنس کے بعد بذریعہ کار آپ راولا کوٹ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ اس پروگرام کے محرک اس وقت کے ضلع پونچھ کے ڈپٹی کمشنر اور آئی بی کے ڈائریکٹر جناب گل احمد خان صاحب تھے۔

ولی راولی می شناسد کے محاورہ کے مصداق جب دوران سفر آپ کا گزر پانیولہ سے ذرا آگے کوٹھڑی سیداں المعروف زیارت شریف سے ہوا تو جناب ضیاء الامت نے اپنی روحانی فراست اور باطنی رسائی سے صاحب مزار کا مقام روحانی پہچان لیا۔ آپ گاڑی سے اتر کر مزار کے اندر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔ چونکہ کوٹھڑی سیداں میں آسودہ خاک حضرت پیر جنید شاہ صاحب بھی سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ تھے جبکہ ضیاء الامت کا تعلق بھی اسی سلسلہ تصوف سے تھا۔ اسی وجہ سے جناب ضیاء الامت نے اپنے سلسلہ کے بزرگ کے مزار کو فوراً پہچان لیا۔ میرا ایقان کہتا ہے کہ دعا کے ساتھ ساتھ آپ نے مزار پرانوار کے اردگرد طائرانہ نظر ڈالی ہوگی اور دل میں سوچا ہوگا کہ کبھی یہ بستی روحانیت کا مرکز رہی ہے لیکن آج اس مزار کے علاوہ دور دور تک روحانی آثار مفقود ہیں آخر کیوں؟

دعا کے بعد آپ آگے پہنچے تو مجاہد آباد کے مقام پر جناب گل احمد صاحب کی زیرنگرانی ایک مدرسۃ البنات علمی اور دینی خدمات انجام دے رہا تھا۔ آپ نے طالبات میں اسناد فراغت تقسیم فرمائیں اور راولاکوٹ شہر کی جانب سفر شروع کر دیا۔ آپ نماز ظہر سے دو گھنٹے قبل راولاکوٹ پہنچ گئے۔

راولاکوٹ کے کونسل ہال میں آپ نے دور جدید کے معروف و مشہور مسئلہ "تعلیمی انحطاط کے اسباب اور استاذ اور شاگرد کا باہمی تعلق" کے موضوع پر موثر اور جامع لیکچر دیا۔ اہل علم اور علماء اور وکلاء نے بڑے غور سے سنا اور سراہا۔

Marfat.com

پھر آپ جامع مسجد اور ملحقہ مدرسہ محمدیہ غوثیہ کی جانب تشریف لے گئے۔اس مسجد کا چونکہ سنگ بنیاد آپ ہی نے رکھا تھا اس لئے آپ نے اب مسجد کے مینار کا سنگِ بنیاد رکھا اور دعائے خیر کے بعد بذریعہ ہوائی جہاز اسلام آباد پہنچے اور نماز مغرب کے وقت دارالعلوم بھیرہ واپس پہنچ گئے۔آپ کی مراجعت کا سن کر دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء آپ کے حجرے میں جمع ہوئے تاکہ آپ سے دورہ آزاد کشمیر کے مشتملات معلوم ہوسکیں۔سب کے ساتھ یہی مقصد دل میں لئے راقم بھی حاضر خدمت ہوا۔حضرت ضیاء الامت نے فرمایا: آزاد کشمیر حکومت نے حوصلہ افزائی کی، ایوارڈ بھی دیا، انعام بھی۔ آپ نے راقم سے مخاطب ہوکر فرمایا: سید بادشاہ کا گھر کہاں تھا؟ راقم نے عرض کی: جناب نے زمینی سفر کیا یا ہوائی؟ فرمایا: زمینی، تو عرض کی: اس ضعیف العمری میں ٹوٹی پھوٹی شکست خوردہ سڑک پر آپ نے سفر کیسے کیا۔آپ نے فرمایا: وادی کے حسن و جمال کا قریبی مشاہدہ کرنے کے لئے زمینی سفر اختیار کیا۔راقم نے عرض کیا: ارجہ سے چڑھائی پر ایک مقام پانیولہ آتا ہے جس کے قریب ہی خطہ پونچھ کی مشہور ترین ہستی حضرت پیر سید جنید شاہؒ کا مزار ہے۔جناب قبلہ نے فرمایا: میں وہاں رکا اور فاتحہ پڑھی۔ میں نے عرض کیا: مزار کے قرب وجوار میں جو آبادی ہے وہیں میرا گھر ہے۔

آپ نے مخصوص انداز سے متبسم ہوکر فرمایا: میری روانگی سے قبل بتادیتے تو میں تمہارے گھر سے تمہارے لئے پنجیری (کھانے کی میٹھی چیز) لے آتا۔اس کے معاً بعد آپ نے فرمایا: مزار دیکھ کر اک گونہ مسرت بھی ہوئی اور حسرت بھی۔مسرت اس لئے کہ آپ کو ایک ولی کامل کا قرب میسر ہے اور حسرت اس لئے کہ مزار کے متصل مسجد و مدرسہ نہ تھا اور اصول تصوف میں مزار کا مسجد و مدرسہ سے جدا رہنا درست اقدام نہیں۔

راقم نے عرض کی: مسجد مزار سے قبل ہی تھوڑے سے فاصلے پر تعمیر کر دی گئی تھی۔اب مزار سے متصل مسجد بننے سے پہلی مسجد کی اجتماعیت کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے جب کہ مدرسہ محکمہ اوقاف کی ذمہ داری میں ہے، اس لئے وہی مزار پر قابض ہے اور آمدنی سمیٹ کر لے جاتا ہے۔آپ نے فرمایا: یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔بلکہ یہ تو تمہارے ذمہ فرض ہے۔راقم نے عرض کی: ہماری زمین مزار سے متصل نہیں تو کیسے مدرسہ بنایا جائے؟ آپ نے فرمایا: رب پر توکل کرو۔کیا رب پر توکل نہیں؟ عرض کی: رب پر توکل ضرور ہے مگر آپ کے مساوی نہیں۔آپ نے فرمایا: آج سے درس توکل ذہن نشین کرلو۔کسی بھی جگہ کمرے کرائے پر حاصل کر کے مدرسہ کا کام شروع کرلو۔اللہ بہتر فرمائے گا۔یہ زمین اللہ کی ہے اور انسان کی ملکیت عارضی ہے۔اللہ پاک خود ہی کسی شخص کو یہ سعادت دے گا کہ مدرسہ کے لئے زمین

Marfat.com

وقف ہو جائے گی۔ بعد ازاں آپ نے توکل پر قائم رہنے پر اصرار اً تاکید فرمائی۔

ارادے باندھتا ہوں سوچتا ہوں توڑ دیتا ہوں
کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے

بالآخر اس پُر خار وادی میں قدم رکھ ہی لیا۔ پھر قبلہ سے عرض گزار ہوا کہ اس درس گاہ کا سنگِ بنیاد آپ رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لئے میرا خون حاضر ہے۔ جب آغازِ تدریس کا ارادہ کیا تو افتتاح جناب قبلہ ضیاء الامت کے بابرکت درس سے کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس پروگرام کو لے کر جب بھیرہ شریف حاضر خدمت ہوا۔ تو جناب قبلہ ضیاء الامت ضعف اور ناتوانی کے باعث دشوار سفر نہ کر سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری نیت خود ہی بہتر ہے خود ہی اسباق کا افتتاح فرمائیں۔ واپس آ کر 5 مئی 1997ء بروز پیر افتتاح کیا۔ آغاز تدریس سید صغیر حسین شاہ صاحب کے گھر سے کیا۔ بعد ازاں جگہ ناکافی ہونے کے باعث سید شاکر حسین شاہ صاحب سیکرٹری قانون سے گھر کرائے پر لیا اور درس وتدریس کا کام جاری رکھا لیکن عرصہ قلیل بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ مذکورہ سیکریٹری صاحب اعداء کی چالوں میں آ کر مکرنیاں اور حیلے بہانے کرنے لگے۔ تب راقم نے یہ فیصلہ کیا کہ کمرشل عمارت کرایہ پر حاصل کر کے اپنے کام کو جاری رکھا جائے تو مزار پرانوار کے نزدیک ہی ایک عمارت کی دوسری منزل کرائے پر لے لی، جس کا کرایہ مدرسہ کی ماہوار آمدنی سے بھی زائد ہے۔

اس مشکل سے نکلنے کی سوچ ذہن پر غالب تھی کہ اسی دوران کسی دوست نے مظفر آباد سے خبر دی کہ امور دینیہ آزاد کشمیر کے سیکرٹری جناب محمد الطاف کیانی صاحب جو اپنی سخن سازی میں مشہور و معروف ہیں، اب اپنے عہدے سے سبکدوش ہونے کے قریب ہیں۔ کسی نادان کی غلط راہنمائی پر امور دینیہ کے سربراہ کہنے لگے کہ چیئرمین صاحب! سیکرٹری قانون کے گھر میں جاری مدرسے کا اندراج منسوخ کر لو۔ وہاں پڑھنے پڑھانے والا کوئی نہیں۔

جگمگاتے ہوئے شہروں کی حقیقت معلوم ان چراغوں کو نچوڑوں تو اندھیرا نکلے
وجہ لکھوں گا برے حالات کی جب کبھی حالات بہتر ہو گئے

خبر دینے والے دوست نے رات دس بجے فون پر بتایا کہ معاملہ بانجا برسید۔

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیمانے نگاہ یار سلامت! ہزار مے خانے

از حد پریشانی ہوئی اور انہی دنوں قبلہ حضرت ضیاء الامت رحلت فرما گئے اور پریشانی دوچند ہو گئی۔

قبل ازیں قبلہ ضیاء الامت نے مفصل پریشانی کا باعث بننے والے محرکات سے آگاہ فرما دیا تھا اور

Marfat.com

کہا تھا کہ تین سال پریشانیوں کی بوچھاڑ ہوگی اور مسلسل اعتراضات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ثابت قدم رہنا ان شاء اللہ سب پریشانیاں دور ہوں گی۔

یہ بات نہیں ان سے دوری کا کوئی غم نہیں
موقع ملا تو زخم انہیں اپنا ضرور دکھائیں گے

اسی کیفیت میں نصف شب کے قریب بستر پر جا لیٹا اور دلی جذبات الفاظ کے تلاطم کی شکل میں یوں ظاہر ہوئے۔

میری چاہتوں کا جہاں ہے تو، میرے من میں جلوہ فشاں ہے تو
میری صبح بھی تو، میری شام بھی تو، میرے ولولوں کی زبان ہے تو
یہ باغ میرا عروج ہے، اسی بات پر ہے میرا یقین
ہو تیرا کرم تو ذی وقار، جو نہ ہو کرم تو میں کچھ بھی نہیں

عالم جذبات میں ہی نیند کی آغوش میں اتر گیا اور راقم کی آبائی قدیمی آموزگاہ گورنمنٹ ہائی سکول نجھا کھ سے متصل آبی کھیتوں میں حضور ضیاء الامت کی زیارت ہوئی۔ شرف لقا سے نوازتے ہوئے ماتھا چوما اور سینے سے لگایا۔ اس وقت میری کیفیت احاطہ الفاظ سے باہر تھی

تمہاری یاد آتے ہی نکل پڑتے ہیں آنسو
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں

قبلہ ضیاء الامت کو گھر لے آیا جو راقم کے پردادا قبلہ ولی شاہ کا تعمیر کیا ہوا تھا اور تا حال موجود ہے۔ چارپائی پر قبلہ ضیاء الامت نے تشریف فرما کر از راہ تکریم سرہانے بٹھایا اور شفقت سے گویا ہوئے کہنے لگے: کافی دن سے ناراض اور پریشان لگتے ہو۔ پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ مدرسے کی تعمیر و ترقی کی جانب توجہ رکھو۔ مدرسہ کا اندراج کوئی منسوخ نہیں کرسکتا۔

جب صبح بیدار ہوا تو میرے دامن میں خوشیاں تھیں۔ گھر سے نکل کر زیارت شریف آیا۔ جب حضرت پیر جنید شاہ صاحب کے مزار کے قریب پہنچا تو ماموں اکبر حسین شاہ صاحب کو کھڑے دیکھا۔ ماموں صاحب نے راقم سے کہا: آج مدرسہ سے چھٹی کر کے راولاکوٹ چلو، میں نے دوسرے بھائی کو بھی مدرسہ کے بارے میں بتایا ہوا ہے۔ الغرض ہم تینوں راولاکوٹ پہنچے اور دونوں ماموؤں نے دو کنال اراضی برضاء و رغبت مدرسہ کے نام وقف کر دی۔ چونکہ یہ اراضی مالکان میں جو دو بھائی اور ایک بہن تھی مشترک تھی۔ بہن بھائیوں نے باہمی مشاورت کر کے کمرشل اور نہایت ہی موزوں خطہ اراضی

Marfat.com

مدرسہ کے نام وقف کر دیا اور یوں نگاہِ حقیقت شناس کے حامل قبلہ ضیاء الامت کی مدرسہ کی زمین کے متعلق بشارت پوری ہوئی۔ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مئی 1998ء میں جگر گوشہ ضیاء الامت حضرت پیر جناب امین الحسنات شاہ صاحب راولاکوٹ برانچ میں تشریف لائے۔ وہاں سے میری گزارش پر زیارت شریف تشریف لے آئے اور الکلیۃ الغوثیہ کے لئے وقف شدہ خطہ اراضی کا معائنہ فرمایا۔ اللہ کے فضل وکرم سے مدرسہ تعمیر و ترقی کے مدارج طے کر رہا ہے اور مخالفین اپنے تمام مخالفانہ حربوں کے باوجود خائب و خاسر رہے۔ اللہ کرے میرے مرشد کا لگایا ہوا پودا کئی گمراہان طریقت کی ہدایت کا باعث بنے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ قبلہ ضیاء الامت کی روح پرفتوح کو اولیاء کاملین کے ساتھ محشور فرمائے اور آستانہ عالیہ کو قبلہ ضیاء الامت کے فیض کا سرچشمہ بنائے اور چمنستان کرم کی شاخوں کو سدا بہار فرمائے۔

وہی آبلے، وہی جلن، کوئی سوزِ دل میں کمی نہیں
جو آگ تم نے دی ہے مجھے وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

Marfat.com

حکیم الامت اور ضیاء الامت

(فکری مماثلت کے چند گوشے، تفسیر ضیاء القرآن کی روشنی)

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

بیسویں صدی عیسوی میں حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے اپنی فکر کے جو اثرات چھوڑے ان کا اثر ہر دن گزرنے کے بعد بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اقبالؒ کے بعد ہر فکری تحریک کے قائد و رہنما نے اقبال کا گہرا مطالعہ کیا اور آپ کے افکار کو اپنی تحریروں کی زینت بنایا اور انہیں حرف آخر کے طور پر رکھا۔

بیسویں صدی میں پیر محمد کرم شاہ ایسی ہی علمی و روحانی شخصیت ہیں جن کا اقبال شناسی میں بلند مقام ہے۔ یہ آپ ہی کا ادارہ ہے جس سے فارغ التحصیل ہونے والا ہر طالب علم اقبال کا شاہین ہے۔ ان طلباء کا نمائندہ مجلہ شاہین ہی کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ یہ اقبال کی بلند نگاہی کا وہ سبق ہے جو پیر محمد کرم شاہؒ نے ہر صاحب علم کو یاد کروایا ہے۔ اس سے نہ صرف ''بلند فکر'' کے جذبہ کی نمو ہوتی ہے بلکہ خودداری و غیرت کا جذبہ بھی پروان چڑھتا ہے۔ اقبال کے آپ پر کتنے گہرے اثرات تھے اس کا اندازہ صاحبزادہ محمد امین الحسنات کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے جو ضیاء الامت نمبر میں شائع ہوئی، جس میں انہوں نے آپ کو ''اقبال کا مردِ مومن'' کہا۔ (ص:19) اسی شمارہ میں چوہدری محمد عنایت گوندل کا مضمون ''سیرت ضیاء الامت فکر اقبال کی روشنی میں'' اس بات کا مظہر ہے کہ حضور ضیاء الامت، حکیم الامت کے مردِ مومن کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ اقبال کے مردِ مومن کی صفات جہاں آپ کی حیات کا حصہ ہیں وہیں تحریروں میں بھی اس کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن میں جہاں حضور ضیاء الامت نے اقبال کے اشعار نقل کیے ہیں۔ وہاں آپ کی فکر اور فکر اقبال کی مماثلت ثابت کرنے کے لئے چند مقامات نقل کئے گئے ہیں۔ اقبالؒ کے اشعار اور حضور ضیاء الامت کے تفسیری نکات پڑھ کر عیاں ہوگا کہ ''فکر اقبال کے ترجمان'' نے اقبال پر قرآن کے اثرات کی کتنی عمدہ ترجمانی کی ہے۔

نبی کی بتائی ہوئی ہر چیز کو سچا جانے اور نبی کے ارشادات کے مفید اور نفع مند ہونے پر اس درجہ یقین ہو کہ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود وہ ان کو عملی جامہ پہنانے پر آمادہ ہو۔ اعتماد اور اطاعت کا یہ مقام جب تک کسی کو میسر نہیں آتا وہ قرآن کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا بلکہ بے یقینی اور تذبذب کی یہ

Marfat.com

کیفیت اس کے تمام اعمال کو بے نتیجہ کر دیتی ہے۔

سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار...... غلامی سے بتر ہے بے یقینی (جلد اول ص 30) یعنی تو محسوس کر رہا ہو ''کانک تراہ'' گویا تو اپنے معبود کو دیکھ رہا ہے، ورنہ کم از کم اتنا تو ضرور ہو کہ "فانہ یراک" کہ تیرا رب تجھے دیکھ رہا ہے اس ذوق وشوق سے ادا کی ہوئی نماز ہی وہ نماز ہے جسے دین کا ستون اور مومن کی معراج فرمایا گیا ہے ورنہ

میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب (ص 31)

بعثت نبوی سے پہلے کے حالات کا ذکر فرمانے کے بعد حضور ضیاء الامت لکھتے ہیں:

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا جس نے آکر انسان کی آنکھ سے جہالت کی پٹی کھولی۔ اس کی چندھیائی ہوئی آنکھوں کو تازہ بینائی مرحمت فرمائی اور اسے بتایا کہ یہ مہر و ماہ، ارض و سما، کوہ و دمن دریا و صحرا تیرے مسجود نہیں، تیرے معبود نہیں بلکہ تیرے غلام ہیں۔ تو قدم شوق اٹھا تو سہی، ان کی ساری نخوتیں تیری راہ میں پامال ہونے کے لئے بے چین ہیں، تو چشم جہاں بیں کھول کر تو دیکھ، ان کی ساری رعنائیاں اپنے نقاب الٹنے کے لئے بے تاب ہیں اور تو ان سے ڈر کر مرعوب ہو کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے اور جب بھاگ نہیں سکتا تو غش کھا کر سجدہ کناں ان کے قدموں پر گر پڑتا ہے۔ فاران کی چوٹیوں سے ایک مسیحا نے انسان کی خوابیدہ قوتوں بلکہ انسان کے خوابیدہ بخت کو جھنجھوڑا ہے

جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قم باذن اللہ   وہی زمیں وہی گردوں ہے قم باذن اللہ
کیا نوائے انا الحق کو آتشیں جس نے   تیری رگوں میں وہی خون ہے قم باذن اللہ

(ص 131-130)

اگر کامل مرشد اور مربی مل جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے:

اگر کوئی شعیب آئے میسر   شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

(ص 225)

اور اللہ تعالیٰ نے سالکان راہ حقیقت کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اس لئے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر ہے

Marfat.com

دم عارف نسیم صبحدم اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے

(ص466)

پھر درج بالا شعر نقل کیا ہے یہی اشعار جلد پنجم ص 120 پر ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے احسانات اور صحابہ کی عظمت و شوکت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ان اعتراضات کرنے والوں پر تو ہمیں حیرت نہیں افسوس ہمیں ان مسلمانوں پر ہے جو دشمن کے اس دام فریب میں پھنس جاتے ہیں اور ان مقدس ہستیوں کے متعلق بے باکی کی جرأت کرتے ہیں جن کے دفتر حیات کی ہر سطر آفتاب و مہتاب سے تابندہ تر ہے

عاشقان اوز خوباں خوب تر خوش تر و زیبا تر و محبوب تر

(ص260)

کسی قوم کے لئے بے حسی اور بے بسی سے بڑا کوئی عذاب نہیں ہوسکتا۔ کاش! ہم نے ذات پاک حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کو تو ہدف تنقید نہ بنایا ہوتا۔ کاش یار لوگوں کی زبانیں بارگاہ رسالت ﷺ میں گستاخی سے تو باز رہتیں

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

(ص262)

دل میں خوف خدا پیدا ہو گیا تو انسان کا ظاہر اور باطن سنور گیا اور اگر دل خوف خدا سے ہی آشنا نہیں تو پھر زبان سے پارسائی کے ہزاروں دعوے کئے جائیں نفس اصلاح پذیر نہیں ہوسکتا۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(ص:401)

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے تقویٰ اختیار کرنے، وسیلہ تلاش کرنے کے علاوہ ہر دم مصروف جہاد رہنا بھی ضروری ہے۔ جہاد اصغر بھی اور جہاد اکبر بھی۔ کفار سے بھی اور نفس امارہ سے بھی اور ان تمام نظریات اور افکار سے بھی جو کسی حیثیت سے اسلامی عقائد اور مسلمات سے ٹکراتے ہیں۔ تب جا کر فلاح و کامرانی نصیب ہوگی

Marfat.com

چوں می گویم مسلمانم بلرزم   کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

(ص:466)

اس نازک وقت میں اسلام کی امداد کے لئے سر بکف نکلنے والے صرف وہی لوگ ہوں گے جوان صفات سے متصف ہوں گے وہ اللہ کے پیارے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا محبوب ہوگا۔ اہل ایمان کے لئے وہ نرم، شفیق اور سراپا لطف وعنایت ہوں گے اور کافروں کے لئے فولاد کی چٹان کی طرح سخت

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم   دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

(ص:483)

جلد دوم میں ص 267 پر اس شعر سے پہلے لکھا:

قرآن حکیم نے جابجا مومن کی یہ شان بیان کی ہے کہ وہ اپنے اسلامی بھائیوں کے ساتھ بڑا نرم خو اور حلیم الطبع ہوتا ہے لیکن اسلام کے دشمنوں کے سامنے وہ بپھرا ہوا شیر ہے، جس کی گرج سے سینوں میں دل پانی پانی ہو جاتے ہیں۔ "اشدآء علی الکفار رحماء بینھم"

جلد چہارم ص:385 پر ہے: "مومن مغلوب اور ضعیف پر تو رحم کرتا ہے لیکن جو قوت وطاقت کے نشے میں اس کو لتاڑنا چاہے تو اس کی وہ ٹانگیں توڑ دیتا ہے وہ ہاتھ جن میں ظلم کی تلوار ہوتی ہے کاٹ دیے جاتے ہیں اور وہ آنکھ پھوڑ دی جاتی ہے جو ان کی طرف بری نیت سے اٹھے"۔

جلد چہارم میں اس شعر سے پہلے یہ الفاظ لکھے ہیں:

حقیقت تو یہ ہے کہ آج بھی اس اعلان کی ذمہ داریوں کو قبول کرنے کا پورا احساس کرتے ہوئے یہ کہنا "اِننی من المسلمین" بڑے ہی دل گردے کا کام ہے۔ اسی لئے تو علامہ مرحوم نے فرمایا تھا۔

(ص:346)

بسا اوقات کسی چیز کی قدر و قیمت کا انداز لگاتے وقت اس کی ظاہری شکل وصورت کو ہی پیش نظر رکھا جاتا ہے اور اس کے جوہر ذاتی سے قطع نظر کر لی جاتی ہے۔

(بعض لوگ حضور رحمۃ للعالمین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی ظاہری بشریت میں یوں کھو کر رہ جاتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ کی جلوہ سامانیوں کو ان کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی)

دل بینا بھی کر خدا سے طلب   آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

(جلد دوم ص:15-14)(ص:451)،(جلد سوم ص:710)

Marfat.com

فرعون کے جادوگروں کے ایمان کا تذکرہ کرنے کے بعد حضور ضیاء الامتؒ لکھتے ہیں: ''قربان جائے انسان حق کی دلربائی اور رعنائی پر''

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود   جان چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

جب وہ ایمان لانے کے بعد اتنے جری اور نڈر ہو گئے تو خاندان نبوت کا کیا کہنا جن کے فیض نگاہ سے دنیا بھر کو ایمان، صداقت، شجاعت کی دولت ملی۔ کیا انہوں نے کسی کے ڈر سے، کسی مصلحت کے پیش نظر تقیہ کیا ہوگا ہمارا تو ایمان ہے ۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(ص:71)

دوسرے درختوں پر سال میں ایک بار پھل لگتا ہے اور وہ بھی کبھی زیادہ کبھی کم پکتا ہے اور کبھی کچا ہی گر جاتا ہے۔ لیکن شجر ایمان کا کیا کہنا۔ ہر سال بارہ مہینے اس کی فلک بوس شاخیں میٹھے اور لذیذ پھلوں سے لدی ہوئی جھومتی رہتی ہیں۔ ایک لمحہ بھی تو ایسا نہیں آتا کہ اس کی شاخیں ثمر سے خالی ہوں۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند   بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

(ص:515)

الٰہی! ہمارے جوانوں کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار فرما۔ ان کے دلوں کو حقیقت سے آشنا کر دے۔ انہیں اپنی دینی اور قومی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی لگن بخش دے۔ ان تن آسانوں کو سوز آرزو سے تڑپا دے ۔

خرد کو غلامی سے آزاد کر   جوانوں کو پیروں کا استاد کر
جگر سے وہی تیر پھر پار کر   تمنا کو سینوں میں بیدار کر
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے   دل مرتضٰی سوز صدیق دے

(ص:536)

آخری شعر 535 جلد سوم پر بھی ہے۔

سورہ یٰسین میں حق کے علمبردار حبیب نجار پر ظلم وستم کے ضمن میں آپ لکھتے ہیں:

قوم نے ظلم کی حد کر دی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیے لیکن ہمدردی کا جذبہ سرد نہیں ہوتا۔ کہتا ہے

Marfat.com

کاش! میری قوم کو پتہ چل جائے، اسے جا کر کوئی بتا دے کہ سرفروشی اور جانبازی کی راہ پر چل کر تمہارے اس مقتول بھائی نے کچھ کھویا نہیں کچھ پایا ہے۔ میرے قصور میرے رب نے معاف کر دیئے ہیں اور مجھے ان لوگوں کی صف میں جگہ دے دی ہے جن کو اس نے ابدی عزتوں اور لافانی کرامتوں سے سرفراز فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس پر سچے دل سے ایمان لایا تھا اور جب امتحان کے میدان میں مجھے کھڑا کیا گیا میں نے جان دے دی لیکن اپنے ایمان پر آنچ نہیں آنے دی۔ حضرت علامہ مرحوم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

(جلد چہارم ص:176)

جلد پنجم میں اس شعر کے حوالے سے لکھا:

جان کو بحفاظت رکھنے میں تمہاری سلامتی نہیں تمہاری سلامتی اس میں ہے کہ اس کے نام کو بلند کرنے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دو اور اپنا سر قربان کر دو۔ تمہیں حیات جاوید بخش دی جائے گی۔ موت تمہارا دامن چھو تک نہ سکے گی۔ (جلد پنجم ص:244)

جس اسلام کی دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام دیا کرتے تھے اس کا عملی مظاہرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس ادا سے زیادہ حسین اور دلکش کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے۔

شاعر مشرق فیلسوف اسلام نے یوں ہی تو نہیں کہا۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

(جلد چہارم ص:211)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے ضمن میں حضور ضیاء الامت لکھتے ہیں:

یہ ہے اسلام کی ساری تعلیم کا خلاصہ، اپنے آپ کو، اپنی ہر چیز کو اپنے مالک حقیقی کی رضا کے لئے قربان کر دینا۔

غریب و سادہ رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

(جلد چہارم ص:212)

Marfat.com

وہ قوم جو قرآن جیسی کتاب کی حامل ہے، بے حسی اور جمود کی آغوش میں اونگھ رہی ہے، اسے اونگھتے صدیاں بیت چکی ہیں اور ابھی تک وہ جاگنے کا نام نہیں لیتی۔ اقبال نے اسی لئے بددعا یا دعا کی تھی ؎

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے　　　کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

(جلد چہارم ص:453)

اس انقلاب کے لئے ضروری ہے کہ قوم میں فکری اتحاد ہو اور قیادت اتنی جاندار اور نور ایمان سے مالا مال ہو کہ مخالفین کی غوغا آرائی میں قرآن کی اس آیت پر **فاتبعها و لا تتبع اهواء الذين لايعلمون** پر عمل پیرا ہونے کی ہمت رکھتی ہو۔

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں　　　گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ وفرات

(جلد چہارم ص:456)

غلامان مصطفیٰ ﷺ کہلا کر اگر تم فسق وفجور سے اپنا دامن نہیں بچاتے تو بڑی بے حیائی اور افسوس کی بات ہے۔ حضرت علامہ نے کیا خوب کہا ؎

گر نہ داری از محمد ﷺ رنگ و بو　　　از زبان خود میالا نام او

یعنی اگر تمہاری سیرت اور کردار اپنے محبوب کے رنگ و بو سے بہرہ ور نہیں تو تمہیں قطعاً زیب نہیں دیتا کہ اپنی ناپاک زبان سے اس کا پاک نام لو۔ (جلد چہارم ص:595)

سحری کا وقت کس قدر بابرکت ہے اور جو لوگ اللہ کی جناب میں اس وقت حاضر ہو کر دامن طلب پھیلاتے ہیں ان پر کیسی کیسی نوازشات کی جاتی ہیں اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں یہ توفیق نصیب ہوئی۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں ؎

ہر گنج سعادت کہ خداداد بحافظ　　　از یمن دعائے شب و ورد سحری بود

اور حضرت علامہ اقبالؒ کا ارشاد بھی سنئے۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو　　　کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

(جلد چہارم ص:630)

حضور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو بھی سحری کے وقت جاگنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ صحابہ

Marfat.com

کرام بڑے ذوق وشوق سے سحری کے وقت بیدار ہوتے اور مصروف عبادت رہا کرتے۔ انہی ارشادات نبوی ﷺ کے طفیل اولیائے امت اور صالحین سحری کے وقت جاگ کر اپنے رب کے ذکر اور اس کی یاد میں مصروف رہتے۔ (جلد پنجم ص:399)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلندئ مراتب اور رفعِ درجات کا ذریعہ ایمان اور علم ہے۔ ایک ایمان دار شخص نادار و مفلس کیوں نہ ہو، کافر رئیسوں سے اس کا درجہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت بلند ہے۔ علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں

قطرۂ آب وضوءِ قنبرے
خوب تر از خونِ ناب قیصرے

یعنی قنبر جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اس کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ قیصر کے خون سے زیادہ عزت والا ہے۔ (جلد پنجم ص:147-146:492)

رسالت محمدیہ علی صاحبہا اجمل الصلوٰۃ واطیب السلام کی شان کا پتہ اسی وقت چلتا ہے جب انسان اس معاشرے پر نظر ڈالتا ہے جو حضور ﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف ہوا۔ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں بھٹک رہے تھے لیکن حضور ﷺ کے فیضِ نظر سے ریگزار عرب کے حقیر ذرے آفتاب و مہتاب بن کر چمکنے لگے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

امیٔ بود کہ ما از اثر حکمت او
واقف از سر نہاں خانہ تقدیر شدیم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
علامہ اقبال نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے ؎

نمی دانی کہ سوز قرأت تو
دگرگوں کرد تقدیر عمر را

(جلد سوم ص 101)

اگر ہم اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ نماز سے رحمتوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ ابر کرم آکر برستا ہے۔ مصیبتوں کے سیلاب کے سامنے بند بندھ جاتا ہے تو یقیناً ہم ایسا نہ کریں جو کرتے ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے آدمی کو دیتا ہے نجات

(جلد سوم ص:147)

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی عظمتوں اور شان اولیت کا ذکر کرنے کے بعد حضور ضیاء الامت لکھتے ہیں:

حضرت علامہ اقبال نے حامل لواء الحمد اور صاحب مقام محمود ﷺ کی مدح سرائی میں جب یوں گل فشانی کی ہوگی تو کیا عجیب سماں ہوگا ۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سیناء
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

(جلد سوم:192)

اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے شامل حال ہے۔ دنیا کی کوئی قوت تمہیں مٹا نہیں سکتی۔ یہ ارشاد کتنا حوصلہ افزا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے دلوں میں اپنی کمزوری اور بے سروسامانی کا احساس ختم ہو کر رہ گیا ہوگا۔ ان کے جذبہ جان نثاری کو نئی زندگی اور نیا ولولہ نصیب ہوا ہوگا اور سچ تو یہ ہے کہ آج بھی مومن کے پاس سب سے بڑا سہارا یہی وعدہ ہے ۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ — مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

(جلد سوم ص:219)

دختران اسلام ذرا خود ہی انصاف کریں کہ جو باریک دوپٹے وہ اوڑھتی ہیں اور جس طرح انہیں سر کے بجائے اپنے کندھوں پر ڈال لیتی ہیں اور سینہ تان کر سر بازار چلتی ہیں ان کا یہ طریقہ کار اسلام کی تعلیمات کے کتنا منافی ہے۔ علامہ اقبال نے کتنے درد بھرے انداز میں دختران ملت کو عریانی اور بے پردگی سے باز آنے کی تلقین کی ہے۔

بہل اے دخترک ایں دلبری ہا — مسلماں را نہ زیبد کافری ہا
منہ دل بر جمال غازہ پرورد — بیاموز از نگاہ غارتگری ہا

پھر فرماتے ہیں:

اگر پندے ز درویشے پذیری — ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر — کہ در آغوش شبیرے بگیری

یعنی تو ایک درویش کی نصیحت کو قبول کر لے تو ہزاروں امتیں فنا ہو سکتی ہیں لیکن تو ہمیشہ زندہ رہے گی۔

Marfat.com

حضرت فاطمۃ الزہراؑ بتول جنت کا شیوہ اختیار کر اور زمانہ کی نگاہوں سے چھپ جا تا کہ تیری گود میں شبیر جیسا فرزند پرورش پا سکے۔ (جلد سوم ص:317)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

رحم اللہ من عمل عملاً فاتقنہ۔

خداوند عالم اس پر رحم کرے جو جس کام کو کرے بڑی عمدگی سے کرے۔

پختگی، پائیداری اور نفاست کون سی چیز ہے جس کا ذکر اس مختصر جملہ میں نہ آ گیا ہو۔ حضور ﷺ اپنے غلاموں سے اسی چیز کی توقع رکھتے ہیں اور اسی کی تلقین فرماتے ہیں۔ فنی، صنعتی اور دیگر میدانوں میں کام کرنے والوں کو چاہئے کہ اس حدیث کو لکھ کر اپنے سامنے آویزاں کریں۔ علامہ اقبال نے بھی کیا خوب فرمایا ہے ع

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر (جلد سوم ص:470)

ہمارے اسلاف نے قرآن میں غور و فکر کر کے جو تحقیقات کیں ان کا ذکر کرتے ہوئے حضور ضیاء الامت لکھتے ہیں:

جب اپنے اسلاف کے علمی، تحقیقی اور تخلیقی کارناموں سے فائدہ اٹھانے کا وقت آیا تو ہم غفلت کی چادر تان کر سو گئے۔ شاعر مشرق نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

دانہ آں صحرا نشیناں کاشتند　　حاصلش افرنگیاں برداشتند

یعنی علم و حکمت کا بیج تو عرب کے صحرا نوردوں نے بویا تھا لیکن جب فصل پک گئی تو ان کی آنے والی نسلیں سو گئیں اور فرنگی اس فصل کو کاٹ کر لے گئے۔ (جلد سوم ص:617)

Marfat.com

سراپا کرم

پروفیسر ریاض محمود

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

دور ہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

قبلہ حضرت ضیاء الامت، ہمہ صفت موصوف مفسر، محدث، قابل رشک فقیہ، جامع معقول ومنقول، حسن وجمال کا پیکر، روحانی پیشوا، اپنے نام کی طرح سراپا کرم، رہبر جادۂ عشق، نابغہ ءروزگار، مشفق ومہربان استاد، ہرزاویہ نگاہ سے کامل، ہر شعبہ زندگی میں اکمل، جس صفت کاملہ سے مجھے واسطہ پڑا وہ آپ کی شفقت، حلم اور نرم دلی ہے۔

1961ء میں دارالعلوم محمدیہ رضویہ پپلاں، ضلع میانوالی میں صرف، نحو پڑھ رہا تھا۔ قبل ازیں فاضل فارسی اور مڈل کا امتحان دے چکا تھا۔ مولانا شیخ الحدیث مشتاق احمد صاحب چشتی انوار العلوم ملتان والے 1961ء میں بھیرہ شریف دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں پڑھاتے تھے۔ حضرت علامہ موصوف نے درس نظامی کی تکمیل دارالعلوم محمدیہ رضویہ میں کی تھی جہاں ان کے برادر اکبر مولانا فیض احمد صاحب اور قبلہ مولانا محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ پڑھاتے تھے۔ حضرت علامہ موصوف نے مجھے خط لکھا کہ تم پڑھنے کے لئے بھیرہ آجاؤ۔ یہاں قدیم وجدید علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ خط ملنے کے بعد قبلہ والد صاحب سے اجازت لے کر بندہ بھیرہ شریف پہنچ گیا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ نماز ظہر کے بعد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ پہنچا۔ قبلہ ضیاء الامت کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ حسن وجمال کا پیکر، نورانی چہرہ کہ نگاہ نہ تک سکے نہ ہٹ سکے۔ میرے لئے شربت منگوایا گیا۔ خیریت وعافیت دریافت کرنے کے بعد اسباق پوچھے، میرے اسباق کچھ پہلی کلاس کے تھے، کچھ دوسری کلاس کے۔ قبلہ حضرت صاحب نے انتہائی شفقت سے پوچھا: کس کلاس میں بیٹھو گے؟ عرض کیا: دوسری میں، اجازت فرمادی گئی۔ میں سمجھتا ہوں مجھ پہ خاص کرم وعنایت فرمائی کہ پہلی کلاس کی تکمیل کے بغیر دوسری کلاس میں بٹھا دیا گیا۔

Marfat.com

وہاں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ قبلہ حضرت صاحب میرے دادا جان مولانا غلام محمود کے شاگرد ہیں۔ قبلہ دادا جان 5 سال بھیرہ شریف میں رہ کر قبلہ حضرت صاحب کو پڑھاتے رہے اور اس نسبت کی وجہ سے قبلہ حضرت صاحب ہمیشہ میرا بہت خیال رکھتے تھے۔ بلکہ آپ کی محبت وشفقت کا انداز اس طرح تھا کہ ہر طالب علم سمجھتا تھا کہ جو محبت ومہربانی قبلہ حضرت صاحب میرے ساتھ فرماتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں فرماتے۔ میری کلاس کے اسباق میں سے انشاء کا سبق قبلہ حضرت صاحب خود پڑھاتے تھے۔ 1969ء میں دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے کورس کی تکمیل ہوئی۔ احادیث کی کتب میں سے مسلم شریف قبلہ حضرت صاحب سے پڑھی۔ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے دستار بندی کا شرف حاصل ہوا۔

دار... علمی کے واقعات میں سے دو تین عرض کرتا ہوں۔ ماں اللہ جوائی رحمۃ اللہ علیہا جو طلبہ کے لئے لنگر پکا کرلاتی تھی، کی کسی بات سے طلباء ناراض ہو گئے اور کھانے کا بائیکاٹ کر دیا۔ رات کا کھانا اور دوسرے دن دوپہر کا کھانا نہ کھایا۔ ہمیں پتہ چلا کہ قبلہ حضرت صاحب نے بھی ان دو اوقات کا کھانا تناول نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا: میرے طلبہ بھوکے ہوں تو میں کھانا کیسے کھا سکتا ہوں۔ قبلہ حضرت صاحب کی محبت وشفقت کے اس انداز نے طلباء کو شرمندہ ونادم کر دیا۔ اپنی غلطی کی معافی چاہی اور مائی اللہ جوائی سے صلح کر لی۔ ایک دن نمازِ عصر کے بعد قبلہ حضرت صاحب ایک طالب علم سید عظمت علی شاہ صاحب کی بیمار پرسی کے لئے اس کے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ بندہ بھی ساتھ تھا۔ وہاں پتہ چلا کہ شاہ صاحب نفلی روزے زیادہ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے نقاہت وکمزوری ہے۔ قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا: شاہ جی! طالب علمی کے دور میں نفلی روزوں اور نفلی عبادات سے اپنے اسباق کے یاد کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔ سید عظمت علی شاہ صاحب آج کل دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی کے مہتمم ہیں۔

قبلہ حضرت صاحب طلباء کی صحت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ نماز عصر کے بعد ہر طالب علم کو کھیلنے کی ترغیب دیتے تھے۔ دار العلوم کے طلباء نماز عصر کے بعد والی بال، فٹ بال، کرکٹ، بیڈمنٹن وغیرہ کھیلتے تھے۔ ایک طالب علم سید نذیر حسین شاہ صاحب جو جسمانی طور پر قدرے کمزور تھے وہ کسی کھیل میں حصہ نہ لیتے تھے۔ مجھے وہ منظر اچھی طرح یاد ہے، قبلہ حضرت صاحب سید نذیر حسین شاہ صاحب کو کمرے سے باہر لائے۔ ان کے ساتھ خود بیڈمنٹن کھیلے تاکہ ان کی جھجک دور ہو۔ استاد کی شفقت کا یہ انداز نہ آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا۔ یہ صرف قبلہ حضرت صاحب کا خاصہ تھا۔ قبلہ حضرت صاحب کو حضرت علامہ اقبال کے کلام سے بڑی محبت تھی۔ آپ نے ایک بار دوران سبق ارشاد فرمایا کہ جامعہ الازہر مصر میں دوران تعلیم جس شخصیت کے کلام نے میرے قلب وذہن کو تقویت دی وہ علامہ اقبال ہیں۔

Marfat.com

ایک بار قبلہ حضرت صاحب کہیں باہر تشریف لے جانے لگے تو طلباء کو فرمایا کہ تمہاری آج چھٹی ہے۔ گارا کر کے مسجد کی چھت لیپ دو۔ قبلہ حضرت صاحب تشریف لے گئے تو طلباء نے گارا کیا۔ دارالعلوم ھٰذا کے موجودہ اساتذہ عطا محمد صاحب، حافظ محمد خان صاحب نوری، قاضی محمد ایوب وغیرھم اس وقت تیسری کلاس کے طالب علم تھے۔ طلباء کی کل تعداد اس وقت 30 یا 35 ہوگی۔ گارا بناتے اور چھت پر لے جاتے۔ طلباء کی شرارتیں جاری رہیں۔ جو طالب علم اپنے جسم کو یا لباس کو گارے سے آلودہ ہونے سے بچاتا تو دیگر طلباء گارا اٹھا کر اس کے جسم ولباس پر لیپ دیتے۔ مولانا محمد عبداللہ نیازی نے ابھی تک اپنے آپ کو بچا رکھا تھا۔ طلباء نے ان پر گارا پھینکنے کا پروگرام بنایا۔ وہ گلی میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ دوسرے طالب علم گارا ہاتھوں پر اٹھائے ان کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ کچھ دور گلی میں جا کر گارا مولانا موصوف پر ڈال دیا۔ ان ساری شرارتوں کو امام مسجد حافظ کرم علی صاحب دیکھ رہے تھے۔ حافظ صاحب مزاج کے سخت تھے۔ طلباء کی ان شرارتوں پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمارہے تھے۔ نماز مغرب پر قبلہ حضرت صاحب مسجد میں تشریف لائے۔ ابھی اذان مغرب نہ ہوئی تھی۔ طلباء سارے موجود تھے کہ حافظ کرم علی صاحب نے شکایت کر دی کہ جناب پیر سائیں! آپ نے یہ سنڈھے (بھینسے) پال رکھے ہیں۔ انہوں نے آج شرارتیں کیں۔ گلیوں میں دوڑتے پھرے۔ طلباء دم بخود کہ قبلہ حضرت صاحب ناراض ہو کر ڈانٹیں گے۔ قبلہ حضرت صاحب شکایت سن کر مسکرائے اور علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اور کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔ آپ شش جہات آئینہ محبت تھے۔ آپ کی مصروفیات کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ تفسیر ضیاء القرآن لکھ رہے ہیں۔ طلباء کو اسباق پڑھا رہے ہیں۔ کتب کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ مریدین کو وعظ ونصیحت فرما رہے ہیں۔ ان کو تعویذات عنایت فرما رہے ہیں۔ ان کی روئداد الم سن کر انہیں تسلی وتشفی دے رہے ہیں۔ مذہبی اجلاس میں تقاریر فرما رہے ہیں۔ سرکاری وغیر سرکاری تقاریب میں مقالہ جات ارشاد فرما رہے ہیں۔ تعزیت وتہنیت کی تقاریب میں شرکت فرما رہے ہیں۔ طلباء کی اخلاقی تربیت فرما رہے ہیں۔ اپنے وظائف معمول کے مطابق ادا فرما رہے ہیں۔ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین نوافل میں باقاعدگی ہے۔ واقعی آپ کی ذات ہمہ صفت موصوف تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مزار پرانوار پر کروڑ ہار حمتیں نازل فرمائے۔ آمین

میں ایک انتہائی نالائق، ناکارہ اور سست آدمی ہوں۔ اس کے باوجود لوگ مجھ پر حسن ظن رکھتے

Marfat.com

ہیں۔ یہ حسن ظن قبلہ حضرت صاحب کی کرامت ہے۔ اس سراپا کرم کی نگاہِ لطف و کرم ہے۔ بقول شاعر

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

کبھی میں اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے کسی کلاس فیلو سے الجھ پڑتا اور میری شکایت آپ کی بارگاہ اقدس تک جا پہنچتی تو آپ میرے کلاس فیلو اور رومیٹ ملک شیر محمد صاحب ٹوانہ کو بلا کر فرماتے کہ ٹوانہ صاحب اپنی عادت ٹھیک کرلو۔ ٹوانہ صاحب واپس آکر مجھ سے شکایت کرتے کہ یار غلطی تمہاری ہوتی ہے ڈانٹ مجھے پڑتی ہے۔ سرزنش کا یہ انداز بھی تربیت کا ایک اعلیٰ انداز تھا۔ جیسے عاقل کے لئے اشارہ ہی کافی ہو۔

ضلع خوشاب کا دیہاتی علاقہ بجار قبلہ حضرت صاحب کے مریدین کا علاقہ ہے۔ ایک بار بندہ بھی قبلہ حضرت صاحب کے ساتھ بجار حاضر ہوا۔ دیہاتی لوگ سراپا خلوص ہوتے ہیں۔ ہر مرید درخواست کرتا کہ برکت کے لئے میرے گھر قدم رنجہ فرمائیں۔ قبلہ حضرت صاحب بخوشی تشریف لے جاتے۔ بعض مرید تو یہاں تک بھی جسارت کر جاتے کہ جناب والا آپ میرے جانوروں کے باڑہ میں تشریف لائیں تا کہ آپ کے قدم کی برکت سے میرے جانور بیماریوں سے محفوظ رہیں، ان کی درخواست پر مجھے غصہ آتا کہ ایسی ہستی سے یہ کیسی درخواست کر رہے ہیں۔ لیکن قبلہ حضرت صاحب کی جبین پاک پر کوئی شکن نہ آتی۔ مرید کی دلجوئی کے لئے یہ درخواست بھی قبول فرماتے۔ میں نے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے دارالعلوم محمد یہ رضویہ پپلاں میں ابتدائی اسباق پڑھانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پرائیویٹ طور پر ایم۔ اے اسلامیات اور ایم۔ اے عربی کا امتحان پاس کرلیا۔ قبلہ حضرت صاحب نے دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی میں بحیثیت مدرس بھیج دیا۔ وہاں تقریباً تین ماہ تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ کراچی کا پانی موافق نہ آیا، صحت خراب ہوگئی۔ حضرت صاحب سے صورت حال عرض کی تو انہوں نے واپس گھر آنے کی اجازت دے دی۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کا گرامی نامہ مجھے موصول ہوا کہ مگھال مجھے آکر ملو۔ مگھال ضلع چکوال کا ایک گاؤں ہے، جہاں موسم گرما کی چھٹیوں میں قبلہ حضرت صاحب تفسیر ''ضیاء القرآن'' لکھا کرتے تھے۔ حسب حکم میں مگھال حاضر ہوا۔ قبلہ حضرت صاحب کا خیمہ جنگل میں نصب تھا اور خدمت کے لئے مولانا محمد سعید اسعد صاحب موجود تھے۔ قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا: برطانیہ کے شہر برمنگھم سے قاری مشرف حسین صاحب کا خط آیا ہے۔ انہیں اپنی مسجد و مدرسہ کے لئے دارالعلوم محمد یہ غوثیہ کا فارغ التحصیل عالم چاہئے۔ لہٰذا تم وہاں جاؤ۔ میں نہ اچھا مقرر تھا اور نہ ہی اچھا مدرس۔ بہر کیف آپ کے حکم پر سر تسلیم خم کر لیا۔ آپ نے اسی خیمہ میں کچھ نصائح ارشاد فرمائے۔ ساتھ ہی وظائف چشتیہ کی کتاب بھی پڑھنے کے لئے عنایت فرمائی اور وظائف پڑھنے کی ترکیب و ترتیب بھی سمجھائی۔ اس دن جمعہ تھا۔ مگھال کی جامع

Marfat.com

مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور سورۃ الملک کی آیت الذی خلق الموت والحیاۃ پر وعظ فرمایا، جس کا خلاصہ آج بھی میری بیاض میں موجود ہے۔ایک دن دوران سبق آدھے دردسر کی شکایت لے کر آیا۔آپ نے دم فرمایا۔پھر کرم فرماتے ہوئے اپنے قلم سے میری بیاض پر وہ وظیفہ رقم فرمادیا جو آج بھی میری بیاض میں بطور برکت موجود ہے۔وہ وظیفہ اور دم یہ تھا:

سج ابھریا ابھر سروں لتھا　　　ہولی سج واریا　　　میں جیتا تدھ ہاریا

ایک بار فقیر شیر محمد قریشی جانڈلو رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر قبلہ حضرت صاحب ڈنگ شریف ضلع میانوالی تشریف لائے۔وہاں سے میرے غریب خانہ پپلاں بھی تشریف لائے۔رات کا قیام میرے پاس فرمایا۔دادا جان کا ذکر خیر فرماتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے دادا جان سرخ وسپید رنگت والے قابل رشک صحت رکھتے تھے لیکن سادہ طبیعت اور سادہ لباس والے تھے۔جملہ علوم نقلیہ وعقلیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔اس کے علاوہ تعویذات اور عملیات میں بھی ماہر تھے۔ان کے عملیات میں سے تم نے بھی کچھ اپنے والد صاحب سے سیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: قبلہ! مجھے عملیات وتعویذات کا شوق نہیں بلکہ اس کی تاثیر پر یقین نہیں کیونکہ تعویذات تو آج کل جنتریوں میں بھی لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔لیکن کوئی اثر نہیں رکھتے۔فرمایا: نہیں! تمہاری سوچ درست نہیں۔کلام الٰہی میں یقینی اثر ہے۔صرف شرط یہ ہے کہ عامل متقی، پرہیزگار ہو۔پھر آپ نے ایک عقلی مثال بیان فرمائی کہ اگر تم بندوق کا کارتوس اپنے ہاتھ سے کسی آدمی کی طرف پھینکو تو شاید اسے کوئی چوٹ نہ لگے یا معمولی چوٹ لگے۔لیکن اس کارتوس کو بندوق میں رکھ کر فائر کرو تو مطلوبہ شخص کو چھلنی کر کے موت کی وادی میں پہنچا دے گا۔لہٰذا کلام الٰہی کا کسی مرد کامل کی زبان سے ادا ہونا بندوق والے کارتوس کی طرح اثر رکھتا ہے۔میں جب برطانیہ کے شہر برمنگھم میں خطیب ومدرس کے فرائض سرانجام دے رہا تھا تو قبلہ حضرت صاحب برمنگھم میرے پاس تشریف لائے۔میری مسجد کے نمازیوں کی درخواست پر وہاں درس بھی دیا جس کی کیسٹ آج بھی میرے پاس موجود ہے۔"خلق الانسان ھلوعا" کے موضوع پر آپ کی تقریر دلپذیر ہے۔آپ میرے کمرے میں تشریف فرما تھے کہ ایک دوست نے اپنے بچے کے لئے تعویذ مانگا تو قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ریاض محمود سے تعویذ کیوں نہیں لیتے؟ اس دوست نے کہا جناب یہ تو لکھتے نہیں۔رخ انور میری طرف پھیر کر فرمایا: تعویذ کیوں نہیں لکھ کر دیتے؟ عرض کیا: خود کو اس قابل نہیں سمجھتا۔فرمایا تمہارے چند حروف لکھنے سے کسی کو فائدہ ہوتا ہے تو تمہارا کیا نقصان؟ اسے تعویذ لکھ کر دو۔اور میرے دوست کو فرمایا: تعویذ اسی سے لینا۔میں نے آپ کے اس حکم کو اجازت جان کر تعویذ لکھ دیا۔اب بھی کوئی ضرورت مند تعویذ مانگے تو قبلہ حضرت صاحب کے فرمان کے پیش نظر انکار کی جرأت نہیں ہوتی۔

Marfat.com

1985ء میں قبلہ والد صاحب مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر برمنگھم چھوڑ کر اپنے وطن واپس آ گیا۔ ایک بار عرس کی محفل میں بھیرہ شریف حاضر ہوا۔ ملک شیر محمد صاحب ٹوانہ میرے ساتھ تھے۔ ٹوانہ صاحب آج کل سرسید ہائی سکول کٹاس میں عربی ٹیچر ہیں۔ بڑی باغ و بہار طبیعت کے مالک ہیں۔ قبلہ حضرت صاحب کے مرید ہیں۔ قبلہ حضرت صاحب اکثر ٹوانہ صاحب کی طبیعت کی شگفتگی اور بذلہ سنجی سے محفوظ ہوتے تھے۔ عرس کی محفل کے اختتام پر مریدین حضرات واپسی کی اجازت لے کر گھروں کو جا رہے تھے۔ میں اور ٹوانہ صاحب بھی اجازت کے لئے حاضر ہوئے۔ دارالاضیاف کے جنوبی طرف جو کمرہ تھا، قبلہ حضرت صاحب وہاں جلوہ افروز تھے۔ کمرے سے باہر ٹوانہ صاحب نے جیب سے سو روپے کا نوٹ نکالا کہ قبلہ حضرت صاحب کو نذرانہ پیش کردوں گا اور ساتھ مجھے بھی کہا تم بھی نذرانہ کی رقم نکالو۔ تم بھی شاگرد ہو۔ تم پر بھی لازم ہے کہ نذرانہ پیش کرو۔ میں نے ٹوانہ صاحب سے کہا: قبلہ حضرت صاحب مجھ سے نذرانہ وصول نہیں فرماتے۔ کئی بار کوشش کی ہے۔ بلکہ اپنے کرم بے پایاں سے عنایت فرماتے ہیں۔ ٹوانہ نے اصرار کیا کہ نہیں، نکال کر اپنے ہاتھ میں پکڑو۔ پھر اندر چلتے ہیں۔ میں نے پچاس روپے کا نوٹ نکالا۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔ کمرہ مریدین سے بھرا تھا۔ مریدین کو رخصت فرما رہے تھے۔ ہم دونوں کو دیکھا۔ فرمایا: جانا چاہتے ہو؟ عرض کیا: جی ہاں۔ ٹوانہ صاحب دست بوسی کے لئے پہلے آگے بڑھے اور دست بوسی کے ساتھ نذرانہ بھی پیش کر دیا جو قبول کر لیا گیا۔ دوسرا نمبر میرا تھا۔ دست بوسی کے لئے آگے بڑھا اور ہاتھ میں موجود نوٹ قبلہ حضرت صاحب کے دست مبارک میں چھوڑنا چاہا تو قبلہ حضرت صاحب نے میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھ مبارک میں تھاما ہوا تھا اور فرمانے لگے: جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے وہ تم لے لو۔ میں نے بڑی منت سماجت کی، جناب میرا حقیر نذرانہ قبول فرمائیں۔ آپ نے حکم دیا کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے تم لے لو۔ اسی کشمکش و پیچ میں ہاتھ پکڑے دو تین منٹ گزر گئے۔ سارے مریدین یہ نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ ناچار، الامر فوق الادب، کے تحت جو کچھ قبلہ حضرت صاحب کے دست مبارک میں تھا، لے کر باہر آ گیا۔ باہر آ کر گنا تو وہ ساڑھے تین سو روپے تھے۔ ٹوانہ صاحب سے عرض کیا: دیکھ لو، بحر کرم کے جود و سخا کی رفعتوں کو، دیکھ لو! اس لجپال جادۂ وفا کے شاہسوار کی وفاداریوں کو کہ دادا جان سے نسبت کا کس قدر خیال ہے۔ یہ ذات گرامی کس قدر لجپال ہے۔

قبلہ حضرت صاحب کے مزاج گرامی میں انتہا درجے کی انکساری تھی۔ دوران سفر بعض اوقات مجھ جیسے گناہ گار کو نماز پڑھانے کے لئے آگے کر دیتے۔ جو طالب علم اور شاگرد آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتا، اسے مولانا کہہ کر خطاب فرماتے۔ 1998ء میں آپ کی ناسازی طبع کے موقع پر حاضری کا

Marfat.com

موقع نصیب ہوا۔ نماز ظہر کے بعد آپ کے حجرہ مقدس میں حاضر ہوا۔ تو خادم نے فرمایا کہ قبلہ حضرت صاحب نماز ظہر پڑھ کر ابھی لیٹے ہیں اور آپ کو نیند آ گئی ہے۔ لہٰذا پھر کسی وقت حاضر ہونا۔ میں سیڑھیوں سے نیچے اتر آیا۔ ابھی مکمل طور پر دار العلوم سے باہر نہ گیا تھا کہ خادم خاص مولانا مختار احمد صاحب نے آواز دی کہ قبلہ حضرت صاحب بلا رہے ہیں۔ ساتھ ہی وضاحت کی کہ تم کمرے سے باہر آئے تو حضرت صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ پوچھا کہ کون تھا؟ خادم نے عرض کیا: ریاض محمود تھا۔ فرمایا: بلاؤ۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو نقاہت، کمزوری، بیماری کے باوجود وہ سراپا کرم، وہ سراپا شفقت، وہ سراپا محبت، ماں سے زیادہ مہربان استاذی المکرم سیدی وسندی فی الدنیا والآخرۃ عصا مبارک پر ٹیک لگائے میرے استقبال کو کھڑے ہیں۔

آپ کے اخلاق کی بلندی و کرم نوازی دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ قبلہ آپ مجھ گناہ گار کے لئے کھڑے ہیں۔

حقیقۃً آپ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کا مصداق تھے:

اصنع بنا ما انت اھلہ، ولا تفعل بنا ما نحن اھلہٗ

باخلق کرم کن چو خدا با تو کرم کرد

آپ کے اخلاق کریمانہ سے یقین ہوا کہ راہ طریقت بجز محبت خلق نیست، آپ تو سرخیل صوفیاء تھے۔ آپ کا طریق فقط محبت تھا۔

میرے سانس کی آمد و رفت، میرے بدن کا ہر رواں، بارگاہ ایزدی میں دست بدعاء التجا کناں ہے کہ سلطنت محبت، اقلیم شفقت کے عظیم حکمران کے مزار پر انوار پر رب تعالیٰ کی کروڑ ہا برکتیں و رحمتیں نازل ہوں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

عارف کھڑی شریف کی زبان سے فقط یہی عرض کناں ہوں۔

میں نیواں میرا مرشد اچا
تے میں اچیاں دے سنگ لائی
صدقے جاواں انہاں اچیاں توں
جہاں نیویاں نال نبھائی

Marfat.com

وادی نور کا مسافر

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری ☆

پروفیسر محمد اکرم رضا

زمانہ ماہ و سال کی گردش کے جال بنتا ہے۔ کاروانِ حیات ہر سنگ میل کو ٹھکراتا ہوا منزلِ ابد کی جانب رواں دواں رہتا ہے۔ زندگی لمحوں کے بطن سے مہینوں، سالوں اور صدیوں کے پیکر تراشتی ہوئی پائندگی کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے۔ تاریخ کی اوٹ سے جھانکتا ہوا وقت کا گراں پیکر پہیہ مسلسل حرکت کرتا ہوا لیل و نہار کی مسافرت جاری رکھتا ہے۔ فطرت کا یہ تمام ترعمل کسی ایسے دانائے راز کی تلاش کے لئے ہے جو اپنے نقوشِ عمل سے سفرِ حیات کے ہر سنگِ میل کو منزلِ ایمان کا حسن عطا کر سکے۔ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کا وجود بھی ایک ایسے ہی دانائے حیات کی حیثیت رکھتا ہے جس نے پامردی سے آگے بڑھتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھنا نہیں سیکھا۔ بلکہ جس کی کمند شوق علوم فطرت کی انتہائی بلندیوں کو نخچیر بنانے کی آرزومند رہتی ہے کہ ؏

یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ ایک نام۔ ایک تابندہ حقیقت۔ ایک نام ابدی سچائی۔ ایک نام رشد و ہدایت کا روشن استعارا۔ ایک نام جمال تقریر اور کمال تقریر کی آبرو۔ ایک نام تحقیق و جستجو کے نام پر ازلی حقائق کے لئے محو آرزو۔ ایک فرد تنہا اپنی ذات میں انجمن کی شان لئے ہوئے۔ فرد یکتا فکری نظری کوہ پیمائی کی آن لئے ہوئے۔ خطیب دلپذیر، ادب و انشاء کا مہکتا ہوا گلستان لئے ہوئے۔ رہبر طریقت کہ سلوک و معرفت کی پہچان لئے ہوئے۔ صاحب اسلوب ادیب کہ جس کا قلم تحقیق کے جواہر لٹانا جانتا ہو۔ مفسرِ قرآن کہ جو معارفِ قرآن کی رفعتوں کو پہچانتا ہو۔ رہبر بے مثال کہ جو راہِ تحقیق میں منزل کو بھی نشانِ منزل مانتا ہو۔ جس کی نوک قلم نگہت ہی نگہت، جس کی فکر سربلند ثنائے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مدحت ہی مدحت، جو محو گفتگو ہو تو مدحت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پھول جھڑیں، جو جلوہ آرائے خطابت ہو تو اسرارِ حیات کے ساز چھڑیں۔

جس کے لفظوں میں بیان کی ندرت، جس کے تکلم میں تاثیر کی قدرت۔ وہ یعنی ضیاء الامت۔ ضیاء

☆ یہ مضمون حضرت ضیاء الامت کی حیات ظاہری میں لکھا گیا۔

Marfat.com

الامت ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است

آج جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کا نام ایک تابندہ روایت میں ڈھل چکا ہے۔ ''ضیاء القرآن'' کی صورت میں یگانہء روزگار تفسیر قرآن سے لے کر ''ضیاء النبی ﷺ'' کے نام سے پیش کی جانے والی سیرت رسول عربی ﷺ تک پیر محمد کرم شاہ الازہری نے علم وعرفان اور تبلیغ دین کا جو سفر طے کیا ہے، وہ بہار آفریں بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ ''ضیاء القرآن'' کی مقبولیت کے بارے میں یہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ اھل ایمان کے قلوب کی زینت بن چکی ہے۔ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے کنز الایمان کے بعد ایک عرصہ تک عشاق سرور کونین ﷺ کو جس فکری تہی سامانی کا شکار ہونا پڑا، ضیاء القرآن نے اسے علوم ومعارف قرآن کے حوالے سے ایمان ویقین کی بہار ابد قرار میں بدل دیا ہے۔

تفسیر ضیاء القرآن نے ضیاء الامت کو مفسرین عالم کی صف اول میں لا کھڑا کیا۔ اطراف واکناف عالم میں اس کی خوشبو پھیلتی چلی گئی۔ اصحاب شوق ایک مدت سے تفسیر ضیاء القرآن کی فکری موشگافیوں میں کھو کر اس تحیر آفریں شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے میں ابھی محو ہی تھے کہ افق ادب سے سیرت سلطان دوعالم ﷺ کی تب وتاب لئے ہوئے ایک مہر منور طلوع ہوا۔ اس مہر منور کا نام ''ضیاء النبی ﷺ'' تھا اور اس مہر منور کے طلوع کے پیش نظر میں کوہ فاران کی بلندیوں سے ابھرنے والے آفتاب عالمتاب ﷺ کی لازوال محبت کی جگمگائیں جلوہ گر تھیں۔ ''ضیاء النبی ﷺ'' جناب ضیاء الامت کا دوسرا بڑا کارنامہ ہے۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی خوش بختیوں میں کس قدر ضیائیں شامل ہیں۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء النبی ﷺ، ماہنامہ ضیائے حرم اور ان کے پس پردہ خود میرے ممدوح ضیاء امت اسلامیہ، معلوم نہیں ابھی اور کتنی ضیا باریاں دور مستقبل کے حوالے سے ملت اسلامیہ کا مقدر بنیں گی ؎

اسلام کی ضیاء ترا جب کہ خطاب ہو
ایسا کہاں سے لاؤں جو ترا جواب ہو

اس وقت ہمارے زیر تبصرہ سیرت مصطفوی ﷺ کے حوالے سے پیر محمد کرم شاہ الازہری کی رقم کردہ ''ضیاء النبی ﷺ'' ہے، جس کی تین جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ یہ تین جلدیں ولادت حضور ﷺ کی شب دیجور سے لے کر ولادت حضور ﷺ کی صبح نور تک اور ہجرت سلطان دوعالم ﷺ سے لے کر غزوۂ احد تک محیط ہیں۔

Marfat.com

عربی اور پھر فارسی میں سیرت حضور ﷺ کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا۔ یہ تو "وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ" کا زمزمہ قدسی ہے جو سماعتوں اور بصارتوں کا اعزاز بن کر ہر عہد کے اصحاب تحقیق سے عظمت حضور ﷺ کا خراج لیتا رہے گا۔ اردو ادب میں فضائل و کمالات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن اس ضمن میں یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ سیرت حضور ﷺ کے مروجہ اسالیب کے حوالے سے بہت کم کتب دستیاب ہیں۔ اس وقت جو تذکار سیرت دستیاب ہیں وہ کچھ یوں ہیں:

رحمۃ للعالمین ﷺ از قاضی محمد سلیمان منصور پوری

سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی

سیرت رسول عربی ﷺ از نور بخش توکلی

سیرت المصطفیٰ ﷺ از محمد ادریس کاندھلوی

ہم نے صرف طبع زاد کتب سیرت کی بات کی ہے۔ تراجم یا فضائل و مناقب کے حوالے سے لا تعداد کتب کے بیش بہا خزانے کا تذکرہ نہیں کیا۔ ان کتب سیرت کے درمیان سے ضیاء النبی ﷺ کا علمی و تحقیقی انفرادیت کے ساتھ منصۂ شہود پر ابھرنا ایک کار عظیم ہے جسے پیر محمد کرم شاہ الازہری جیسی نابغۂ روزگار شخصیت ہی انجام دے سکتی تھی۔ پیر صاحب شبلی نعمانی کی طرح "خدا کا شکر ہے کہ یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا" کہہ کر اواخر عمر میں سیرت نگاری کی وادی نور میں داخل نہیں ہوئے بلکہ ان کی نثر نگاری کا آغاز ہی ثنائے مصطفوی ﷺ سے ہوا تھا اور یہ بھی

نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

اپنی طویل علمی ریاضت، تحقیقی لگن اور مطالعہ کی بناء پر اس حقیقت کا بلا خوف تردید اعلان کرنا تحدیث نعمت سمجھتا ہوں کہ "ضیاء النبی ﷺ" کی تصنیف و تکمیل کے بعد پیر محمد کرم شاہ الازہری عصر حاضر کی واحد شخصیت ہیں جو بیک وقت مفسر قرآن بھی ہیں اور سیرت نگار رسول ﷺ بھی۔ تفسیر قرآن اور سیرت نگاری کے لئے الگ الگ اسلوب اور پیمانے ہوتے ہیں۔ تفسیر قرآن جلالت خداوندی کے احساس سے لرزیدہ کر دیتی ہے تو سیرت نگاری کا احساس وفور شوق کے چشمہ نور میں غوطہ زن ہونے کا ادراک عطا کرتا ہے۔ اسلوب جدا جدا ہیں تو انداز نگارش بھی جدا جدا۔ یہی وجہ ہے کہ نامور مفسرین جب تفسیر قرآن سے عہدہ برآ ہوئے تو معارف قرآن ہی میں گم ہو کر رہ گئے اور جنہیں سیرت نگاری کی سعادت عطا ہوئی وہ زندگی بھر اس قلزم نور کے غواص بنے رہے۔ مگر ہاشمی خاندان کے مقدس لہو کو رگوں میں موجزن رکھنے والے۔۔۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری۔۔۔

Marfat.com

آپ تو روح عصر بن کر جگمگا رہے ہیں کہ آپ مفسر بھی ہیں اور سیرت نگار بھی۔ آپ مدبر بھی ہیں اور لوح وقلم کا افتخار بھی۔ آپ محقق بھی ہیں اور ادب وانشاء کا وقار بھی۔ نامور مؤرخ بھی ہیں اور ظلمات وقت میں آگہی کا روشن مینار بھی۔ لفظوں کے جوہری بھی ہیں اور سراسر شوکت اظہار بھی۔

تو مفسر تو محدث اور تو سیرت نگار
اھل حق کے واسطے تو رحمت پروردگار
ہے تو وہ دانائے فطرت جس کی خاطر بالیقیں
بزم ہستی مدتوں رہتی ہے محو انتظار

(رضا)

''ضیاء النبی ﷺ'' کی پہلی جلد کا عنوان ''شب دیجور'' ہے جس میں سلطان دوعالم ﷺ کی ولادت مقدسہ سے قبل اقوام عالم کی نام نہاد تہذیبوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ جلد انتہائی محققانہ ہے کہ ذہن بار بار ہزاروں سال پہلے کے ظلمت کدوں میں بھٹکنے لگتا ہے، جہاں شمع مصطفوی ﷺ کے اجالے بکھرنے کو تھے۔ دوسری جلد ''صبح نور'' ہے۔ اس میں تحقیق اور تلاش حق کو خضر راہ بنا کر عشق و عقیدت کا راھوار منزل ایمان کی جانب جادہ پیما نظر آتا ہے۔ تیسری جلد ہجرت سے لے کر غزوۂ احد کی تاریخ ساز ساعتوں تک کا احاطہ کرتی ہے اور ابھی قاری کا ذہن تیسری جلد کے اختتام پر پہنچ کر آگے بڑھنے کے لئے پرتول رہا ہے کہ اسے یکبارگی رک جانا پڑتا ہے اور وہ اقبال کے اس شعر کو وسیلۂ اظہار بنا کر مستقبل میں زیور اشاعت ☆ سے آراستہ ہونے والی جلدوں کے لئے سراپا التجا ہو جاتا ہے کہ

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

''ضیاء النبی ﷺ'' بلاشبہ مرحلہ ہائے شوق کو سر کرنے کی داستان ایمان آفریں ہے۔ اس مرحلہ شوق سے گزرتے ہوئے ہمارے ممدوح پیر صاحب خدا کے حضور کس طرح حسن طلب کی چاندنی بکھیرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''الٰہی جو شان، جو فضل و کمال، جو حسن و جمال، جو صوری محاسن اور معنوی خوبیاں تو نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں، ان کا صحیح عرفان اور پہچان بھی نصیب فرما اور ان کو اس طرح بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرما جس کے مطالعہ سے تاریک دل روشن ہو جائیں۔ مردہ روحیں زندہ ہو جائیں۔ ذوق وشوق کی دنیا آباد ہو جائے۔ جہاں غفلت کی تاریکیاں

☆ ضیاء النبی ﷺ سات جلدوں میں شائع ہو کر عاشقان باوفا کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور بن چکی ہے۔ (اکرم ساجد)

Marfat.com

پھیلی ہوئی ہیں وہاں تیرے ذکر پاک اور تیرے محبوب مکرم ﷺ کی مبارک یاد کی قندیلیں فروزاں ہو جائیں۔"

"ضیاء النبی ﷺ محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گلدستہ ہے جس کا ہر پھول عطر بیز ہے تو ہر کلی عنبر فشاں۔ ہر جملہ مہکبار ہے تو ہر لفظ جان بہار۔ دیگر کتب سیرت کی نسبت اس کو انفرادیتیں حاصل ہیں۔ ولادت حضور ﷺ سے پہلے کے دور ظلمات کا تفصیلی جائزہ، ولادت مصطفوی ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے خامہ عنبر فشاں کی جولانیاں، یوم ولادت حضور ﷺ 12 ربیع الاول کا تفصیلی اور تحقیقی جائزہ جو قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ میلاد کی محافل کے انعقاد کے بارے میں بعض مدعیان علم و دانش کی غلط اندیشیوں کا مدلل جواب۔ عظمت و شان حضور ﷺ کے حوالے سے معترضین اور گستاخان بارگاہ نبوت ﷺ کے بعض اعتراضات کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب۔ عشاق سرور کونین ﷺ کا ذکر حسین کہ جس کے مطالعہ سے روح فکر کو بالیدگی عطا ہو۔

فاضل مصنف ایک عظیم محقق ہی نہیں بلکہ بہت بڑے انشاء پرداز اور قابل فخر محب رسول ﷺ بھی ہیں۔ انہوں نے تحقیق، انشاء اعلیٰ اور عشق حضور ﷺ کے پھولوں کو چن کر "ضیاء النبی ﷺ" کی صورت میں جو گلدستہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نذر کیا ہے اس کی بدولت پیر محمد کرم شاہ الازہری شہرت عام، بقائے دوام کے حقدار قرار پائیں گے۔ تحقیق و جستجو کی خار دار وادیوں سے گزرتے ہوئے ادب عالیہ کے شہپارے تخلیق کرنا پیر صاحب ہی کا اعزاز ہے۔ میں ضیاء النبی ﷺ کو پیر صاحب کے معجز نگار قلم سے پھوٹنے والے خورشید تازہ سے تعبیر کرتا ہوں۔ وہ خورشید تازہ کہ جس کی ہر شعاع و الشمس وطٰہٰ کی تابانیاں لئے ہوئے ہے۔ میری دعا ہے کہ ضیاء الامت کا قلم تاریخ و تحقیق کے پیرائے میں سیرت حضور ﷺ کے ایوان نور میں یونہی روشنی بکھیرتا رہے۔ خدائے کریم اپنے حبیب ﷺ کے وسیلہ سے ہماری دعاؤں کے نام پر حضور ضیاء الامت کو صحت کاملہ، فرصت اور سازگاری حالات سے نوازتا رہے تاکہ ہم سے خستہ سامانوں کو وادی نور کے اس خوش بخت مسافر کا اثاثہ فکر و قلم میسر آتا رہے۔ ضیاء النبی ﷺ کی عظمتوں کے حضور اپنی کوتاہ نظری اور فکر محدود کا اعتراف کرنے کے لئے پھر علامہ محمد اقبال کا سہارا مستعار لوں گا کہ

سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لولہ

Marfat.com

پیر محمد کرم شاہ الازہری
سے چند یادگار ملاقاتیں

سید محمد عبداللہ قادری

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری چشتی نظامی (جولائی 1918ء تا 1998ء) ابن حضرت پیر محمد شاہ غازی بن امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہے۔ وہ بڑی بلند و بالا علمی، ادبی اور روحانی شخصیت تھے۔ 1951ء تا 1954ء جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم و تحقیق میں مصروف رہ کر "الشہادۃ العالمیۃ" و "تخصص فی القضاء" کی سندیں حاصل کیں۔ جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی نشأۃ ثانیہ کا اہتمام کیا۔

پیر صاحبؒ کو شدت سے احساس تھا کہ اہل سنت و جماعت کے لیئے کوئی رسالہ شائع کیا جائے۔ آپ نے 1970ء میں ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کا اجراء کیا۔ الحمدللہ ضیائے حرم آج تک بڑی آب و تاب سے جاری و ساری ہے۔ کافی عرصہ تک پیر صاحب خود رسالہ کے مدیر اعلیٰ رہے۔ آپ مفسر قرآن ہیں، تفسیر ضیاء القرآن، اور سیرت رسول عربی ﷺ پر کامیاب کتاب ضیاء النبی ﷺ، کئی جلدوں میں تحریر کی جو آپ کے فن تحریر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ آپ بڑے سادہ انداز میں تقریر فرماتے تھے۔ بڑے کامیاب استاد تھے۔ ہزار ہا لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا۔ آپ کے شاگرد اور مریدین دنیا بھر میں آپ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پیر صاحب کے صاحبزادگان بھی آپ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور بہت اچھا کام کر رہا ہے بلکہ اس وقت پورے لاہور پر چھایا ہوا ہے۔

راقم السطور کی بھی پیر صاحب سے چند یادگار ملاقاتیں ہیں جو میں نے اپنی بیاض میں درج کی تھیں۔ اس حوالہ سے یہ مضمون تیار کیا ہے۔ پیر صاحب کے میرے والد مکرم، ماہر اقبالیات، محقق، سید نور محمد قادریؒ (مئی 1927ء، تا نومبر 1996ء) چک 15 شمالی ضلع منڈی بہاؤالدین سے گہرے علمی و ادبی مراسم تھے۔ سید صاحب، اقبال کا آخری معرکہ، اقبال کے دینی اور سیاسی افکار، میلاد شریف اور علامہ اقبال، قطب العارفین، اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر، اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت کے مصنف تھے۔

Marfat.com

23 مارچ 1978ء

صبح سویرے عرس کے انتظامات بڑے زور و شور سے شروع ہوئے۔ ہر سال مارچ میں بوکن، گجرات میں حضرت حکیم سید محمد سعید شاہ بخاری صاحب کی زیر نگرانی عرس نبی پاک ﷺ درگاہ حضرت سید عبدالشکور شاہ صاحبؒ پر منایا جاتا ہے۔

جلسہ کی صدارت مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ قریشی الازہری بھیروی نے فرمائی تھی۔ پہلے نعت خوان حضرات نے حضور انور، نورِ مجسم سیدنا حضرت محمد ﷺ کے حضور نعت پیش کی۔ علماء کرام نے تقریریں کیں۔ آخری حصہ میں صاحبِ صدر، پیر محمد کرم شاہؒ نے تقریر فرمائی۔ اپنی مادری زبان پنجابی میں اور سرگودھا کی علاقائی زبان میں فرمانے لگے:

''ہر شے اپنے اصل ول جاندی اے، جس نوں اوچاہندا اے چن لیندا اے۔ دل کرے تے بلال حبشی جیسے کالیاں نوں چن لے۔'' نبی پاک ﷺ دی شان بیان کر دیاں ہویاں پیر صاحب آکھن لگے: ''کملی دینا ریس کریندی ڈھولے نال۔ اوہ لوک جیہڑے آکھدے نے: حضور ﷺ ساڈے وڈے بھائی جیڈے آہان۔ تیرے بھرادی تھوک کسے بھانڈے وچ ڈگ پیوے تے سارا ٹبر اوس نوں رنج ہوندا اے۔ جے حضور پاک ﷺ دا لب مبارک ڈگ پیوے تے کوڑے کھوہ مٹھے ہو جاندے نے۔ پیر صاحب اہدے نے: جس ویلے مین ایہہ ماہیا یاد آوندا اے تے میریاں اکھاں تو اتھرو وگن لگ پیندے نیں۔

گڈی دیاں دو لیناں جتھے ماہی یاد آوے اوتھے بہہ کے رو لینا

20 جولائی 1978ء

میں عرصہ دراز سے واہ کینٹ میں بطور اڈیٹری۔ او۔ ایف۔ اے میں ملازم ہوں اور میری عارضی رہائش 13G/236 میں ہے۔ دن کو دفتر گیا۔ سپہر کو جناب زاہد صدیق ولد سید محمد شاہ صاحب بوکن، گجرات (سید زاہد صدیق دار العلوم ضیاء القرآن بوکن گجرات کے آج کل پرنسپل (مختار کل ہیں) اور ان کے ہمراہ مولانا محمد عبید اللہ صاحب ساکن واڑہ عالم شاہ فارغ التحصیل بھیرہ شریف تشریف لائے۔ راقم السطور (سید محمد عبد اللہ قادری ولد سید نور محمد قادری) کو لے کر وہ اپنے دیرینہ دوست چوہدری فضل بانٹھ گجرات کے ہاں 18G/671 میں گئے۔ معلوم ہوا کہ چوہدری صاحب گھر گئے ہوئے ہیں۔ رات کا کھانا جناب محمد اشرف چغتائی (م جون 1995ء) ولد میاں غلام حسین چغتائی کے ہاں کھایا۔ چغتائی صاحب ان دنوں 18G میں رہائش پذیر ہیں۔ میرے نہایت ہی مخلص دوست و مہربان ہیں۔

Marfat.com

ان کے چھوٹے بھائی محمد اکرم چغتائی میرے کلاس فیلو ہیں۔انہیں دونوں بھائیوں کی وجہ سے میں واہ کینٹ سی۔او۔ایف میں ملازم ہوا۔

چوہدری فضل بانٹھ کے کوارٹر سے واپس آئے تو سر بادلی واہ کینٹ سٹاپ پر ایک گاڑی نے ہارن دیا۔ جب دیکھا تو اس میں ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری تشریف فرما تھے۔ انہوں نے گاڑی کھڑی کی۔راقم الحروف،سید زاہد صدیق،مولانا عبیداللہ صاحب سے مصافحہ کیا۔آج رات کو پیر صاحب کی جامعہ رضویہ انوار العلوم 24ایچ واہ کینٹ میں ''دو روزہ نظام مصطفیٰ ﷺ کانفرنس'' کا اہتمام تھا۔اس کے محرک مولانا عبدالقادر صاحب پرنسپل دار العلوم مذکورہ ہیں۔

رات کو اس کانفرنس میں ہم تینوں (سید زاہد صدیق،مولانا عبیداللہ،سید محمد انور قادری) نے شرکت کی۔کانفرنس میں حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب،سید مشتاق حسین چشتی ایم۔اے،مولانا سید عبد الرحمٰن سلطان پوری (اٹک) نے تقاریر کیں۔محفل رات 3 بجے ختم ہوئی۔ہم تینوں رات تین بجے اپنے کوارٹر پہنچے۔رات گفت وشنید میں گزری۔یہ رات یادگار ہے۔

25مارچ1978ء

دن کو دفتر گیا۔احباب سے ملاقات ہوئی۔آج شام کو 13G کی جامع مسجد میں ایک جلسہ کا انتظام تھا۔اس میں حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے تقریر فرمائی۔ان کے ہمراہ دار العلوم جامعہ رضویہ انوار الاسلام 24ایچ واہ کینٹ کے پرنسپل مولانا عبدالقادر صاحب بھی ساتھ تھے۔صلوٰۃ وسلام پر محفل ختم ہوئی۔

مولانا عبدالقادر صاحب نے پیر محمد کرم شاہ صاحب سے میرا یوں تعارف کرایا: یہ محترم سید محمد عبد اللہ قادری صاحب ہیں اور اہلسنت کے مایہ ناز محقق ونقاد جناب سید نور محمد قادری مدظلہ العالی کے فرزندِ ارجمند ہیں اور واہ کینٹ میں ملازمت کرتے ہیں۔میں نے پیر صاحب سے آٹوگراف کی استدعا کی تو انہوں نے میری آٹوگراف بک پر ایک شعر تحریر فرمایا۔آٹوگراف کے الفاظ یوں ہیں ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے   ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

محمد کرم شاہ

5اپریل1979ء

آستانہ عالیہ بوکن گجرات میں زیر اہتمام حکیم سید محمد سعید شاہ صاحب بخاری،سید زاہد صدیق

Marfat.com

صاحب، عرس پاک کی محفل منعقد ہوئی۔ نبی رؤف رحیم ﷺ کے حضور جناب محمد علی ظہوری قصوری صاحب نے نعت شریف پیش کی۔ جناب مفتی عزیز اللہ (دینہ) اور حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے تقریریں کیں۔ محفل کے اختتام پر حضرت پیر صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جناب سید زاہد صدیق صاحب (میرے خالہ زاد ہیں) نے حضرت پیر صاحب سے میرا تعارف یوں کروایا:

''حضرت قبلہ پیر صاحب! سید محمد عبد اللہ قادری، میرے ماموں جناب سید نور محمد قادری چک 15 شمالی گجرات کے صاحبزادے ہیں۔ تو پیر صاحب نے فقیر کو دو تین بار گلے سے لگایا۔ ملے اور دعائیں دیں۔ رات کو پیر صاحب میرے خالہ زاد سید زاہد صدیق صاحب کے گھر تشریف لائے۔ میری والدہ بھی پیر صاحب سے ملیں۔ وہاں سے اٹھے تو راقم بھی ساتھ تھا۔ سید زاہد صدیق شاہ صاحب اور دوسرے احباب جناب صابر حسین ولد حافظ غلام حسین (درزی) کے گھر تشریف لے گئے۔ دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ صابر حسین صاحب کی والدہ ماجدہ نے پیر صاحب کو روپوں کی شکل میں نیاز پیش کی۔ پیر صاحب نے قبول فرمائی۔ رات آٹھ بجے واپس آئے۔

15 اپریل 1983ء

میں ان دنوں اپنے دفتری فرائض سی ایم پی لاہور میں بطور اڈیٹر ادا کر رہا ہوں۔ میری رہائش، والد صاحب سید نور محمد قادری کے دیرینہ دوست وکرم فرما حکیم اہلسنت محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کے مطب 55 ریلوے روڈ لاہور کے بالائی کمرہ میں ہے۔ فارغ اوقات میں حضرت حکیم محمد موسیٰ صاحب سے فیض یاب ہوتا ہوں۔

صبح اٹھا، نماز ادا کی، میرے والد مکرم کے ماموں سید بشیر حسین شاہ بوکن گجرات کے صاحبزادے سید اظہر حسین بھی میرے ہاں تھے۔ ناشتہ کیا۔ دوسری بار ناشتہ راقم الحروف کے محترم بزرگ برادر طریقت حاجی مستری عبد الرشید سلطانی صاحب پریم گلی لاہور نے کروایا۔ دن کو دفتر گیا۔ مطب حکیم محمد موسیٰ امرتسری پر پہنچا تو حکیم صاحب نے شاعرِ مشرق حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''حفیظ جالندھری کی ساری شاعری ایک طرف ہو تو بھی اقبال کا ہر شعر وزنی ہے۔''

مطب پر جناب محمد اقبال مجددی تشریف رکھتے تھے۔ مجددی صاحب کہنے لگے: ایک انگریز محقق نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب سے زیادہ انگلش جاننے والے 4 شخص ہیں: 1۔ مولانا محمد علی جوہر 2۔ قائداعظم محمد علی جناح 3۔ حضرت علامہ اقبال 4۔ گاندھی

حضرت علامہ محمد اقبال، لاہور میں حضرت مولانا اصغر علی روحی کے ہاں تبادلہ خیال کرنے جایا

Marfat.com

کرتے تھے، یہ بات حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری نے بتائی۔

سپہر کو جناب سائیں ظفر فریدی، سید اطہر حسین بوکن، راقم (سید محمد عبداللہ قادری) میو ہسپتال لاہور گئے۔ حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب بھکھی شریف کی عیادت کی۔ ہمیں علم ہوا کہ حضرت مولانا مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری وفات پا گئے ہیں۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ" اتنے بڑے عالم دین کا داغ مفارقت دے جانا بہت بڑا سانحہ ہے۔ مفتی صاحب کے کمرے کے سامنے مفتی عبد القیوم ہزاروی لاہور، سید مظہر قیوم مشہدی لختِ جگر حضرت جلال الدین شاہ صاحب اور نامور مبلغ، شعلہ بیان خطیب حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن بھی موجود تھے۔ ہم تینوں بھی وہاں کھڑے ہو گئے۔ جب مفتی محمد نور اللہ صاحب کے جسد انور کو بصیر پور لے گئے تو اس کے بعد ہم حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب کی عیادت کے لئے گوراوارڈ میو ہسپتال کے کمرہ نمبر 4 میں گئے۔ پیر صاحب ٹانگ کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے داخل تھے۔ ہمارے ساتھ مفتی عبد القیوم ہزاروی اور صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب بھی تھے۔ سید فیض الحسن شاہ صاحب کو پیر صاحب نے دم کرنے کے لئے کہا تو سید صاحب نے پیر صاحب کی ٹانگ پر دم کیا۔ پیر صاحب فرمانے لگے: "سید صاحب! مینوں تہاڈے جیہاں لوکاں دے دم دی لوڑ اے۔"

16 اپریل 1983ء

دفتر گیا۔ "روزنامہ نوائے وقت" کی بڑی سرخی، مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری صاحب کی وفات کی تھی۔

دوپہر کا کھانا جناب بشیر احمد نقشبندی، موتی بازار انارکلی لاہور کے ہاں کھایا۔ بشیر احمد نقشبندی شرقپور شریف میں میاں غلام اللہ صاحب کے مرید ہیں۔

سوا چار بجے میو ہسپتال کے گوراوارڈ کمرہ نمبر 4 میں گیا۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب کی عیادت کی۔ پیر صاحب کو والد مکرم سید نور محمد قادری چک 15 شمالی (گجرات) کی تازہ تصنیف "اقبال کے دینی اور سیاسی افکار" کی ایک کاپی دی۔ پیر صاحب کے پاس جناب عابد نظامی صاحب (ایڈیٹر ضیائے حرم) بھی تشریف رکھتے تھے۔ پیر صاحب نے عابد نظامی صاحب سے میرا تعارف یوں کروایا:

یہ (سید محمد عبداللہ قادری) سید نور محمد قادری کے صاحبزادے ہیں۔ پیر صاحب آکھن لگے: سید نور محمد قادری جیہاں لوکاں نوں پندرہ چک وچ چھپ کے نئیں رہناں چاہی دا پر، بھیرہ انج غیر معروف اے۔ پیر صاحب نے دسیا: جدن میرے نال اک دورے تے ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال، مالدیپ گئے۔ جدن ساڈا جہاز اڈیا تے گلاں کر دیاں ڈاکٹر جاوید اقبال ہوراں نے سید نور محمد قادری ہوراں دا ذکر کجھ انج کیتا۔ آکھن لگے: سید نور محمد ہوراں نے مینوں علامہ اقبال دے متعلق اوہ کجھ دسیا اے جیہڑا میرے علم وچ نئیں سی۔ اونہاں دیاں دسیاں ہویاں گلاں تو میں بڑا ای فائدہ اٹھایا اے۔ سید نور محمد

Marfat.com

قادری ہوری بڑا کم پئے کردے نیں۔ سن وی فائدہ اٹھانا چاہیدا اے۔

جناب پیر محمد کرم شاہ صاحب کول ایک بزرگ بیٹھے سن۔ اوہ آکھن لگے: پیر صاحب! اقبال توں بعد کوئی ہور اقبال تے نہیں جمیا اے۔ پیر صاحب فرمان لگے: اقبال جیہے بڑیاں صدیاں پچھو جمدے نیں، جاوید جیہے جم پیون تاں وی بڑی گل اے۔ اقبال جیہاں دے گھر جاوید جیہے وی گھٹ جمدے نیں۔

21 اپریل 1983ء

اپنے دفتر سی ایم پی لاہور گیا۔ سہ پہر کو حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ کے مطب 55 ریلوے روڈ لاہور پر پہنچا۔ جناب افتخار علی بھٹی (یہ نوجوان مطب حکیم محمد موسیٰ پر کام کرتے ہیں) اور میں (سید محمد عبداللہ قادری) میو ہسپتال گئے۔ حضرت پیر سید محمد جلال الدین صاحب شیخ الحدیث بھکھی شریف، سے سیالکوٹ وارڈ میں ملاقات کی۔ سید صاحب آکھن لگے: تسی او سے پندرہ چک دے اوناں جیہڑا ساڈے کول اے (یعنی بھکھی کے نزدیک)؟ میں نے جواب دیا: ''جی ہاں۔'' ''فیر تے تسی اپنے ہوئے کہ'' سید محفوظ مشہدی صاحب سے پنڈال (میو ہسپتال) میں ملاقات ہوئی جو گھاس پر تشریف فرما تھے۔ وہاں سے اٹھا تو حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب کی عیادت کے لئے گیا تو پیر صاحبؒ فرمان لگے: تہاڈے والد سید نور محمد قادری ہوراں دی ساری کتاب ای چنگی اے پر ہک نواں تے دلچسپ مضمون ''مولانا الوری کا تکفیری فتویٰ'' اے۔ سید نور محمد قادری ہوری جس ویلے لاہور آون تے سب توں پہلاں میرے کول لے آؤناں، تہاڈی بڑی مہربانی ہوسی''۔

پیر صاحب کی عیادت کے بعد سینٹ ہال لائبریری گیا۔ وہاں مرزا محمد منور، اقبال اکیڈمی لاہور کی کتاب خصوصاً اقبال پر لکھی گئی کتب کا تعارف تھا۔ مہمان خصوصی ڈاکٹر جاوید اقبال تھے۔

24 اپریل 1983ء

اپنے دفتر سے سی ایم پی لاہور کینٹ گیا۔ دفتری فرائض سرانجام دیئے۔ احباب سے ملاقات ہوئی۔ دفتر کے بعد اپنی قیام گاہ، مطب حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی فخری، پر پہنچا تو میرے والد مکرم، سید نور محمد قادری صاحب زاد الطافہ چک 15 شمالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (حال ضلع منڈی بہاؤالدین) تشریف لائے ہوئے تھے۔

سہ پہر کو والد مکرم صاحب کے ساتھ جناب محمد طفیل صاحب، نقوش، لاہور کے ہاں گیا۔ دونوں بزرگ بڑی دیر تک گفت وشنید کرتے رہے۔ میں پاس بیٹھا سنتا رہا۔ نقوش کے دفتر سے اٹھے تو سیدھے میو ہسپتال لاہور کے گوراوارڈ کمرہ نمبر 4 میں پیر محمد کرم شاہ کی عیادت کے لئے گئے۔

Marfat.com

جب پیر صاحب نے والد مکرم سید نور محمد قادری صاحب کو دیکھا تو گلے لگالیا۔ پھر راقم کو بھی گلے لگا کر ملے کیونکہ وہ اٹھنے سے معذور تھے۔ پیر صاحب کرتہ اور تہبند زیب تن کئے ہوئے تھے۔ والد مکرم کے لئے انہوں نے چائے بنوائی، فروٹ منگوایا۔ دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ پیر صاحب میرے والد صاحب سے کہنے لگے: جب میں اور جسٹس جاوید اقبال مالدیپ دورہ پر گئے تو سارے راستہ میں جاوید صاحب آپ کی ہی باتیں سناتے رہے (علمی باتیں) اقبالؒ پر آپ نے جوان کو معلومات مہیا کی تھیں۔

پیر صاحب فرمانے لگے: سید صاحب آپ کی کتاب پڑھی ہے۔ بڑی نئی معلومات ہیں خصوصاً مولانا الوریٰ کا تکفیری فتویٰ، والد مکرم سید نور محمد قادری نے جواباً کہا: پیر صاحب! بات یہ ہے کہ علماء کرام میں بہت سوں کا تاریخ کا مطالعہ (جنرل نالج) نہ ہونے کے برابر ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا: سید صاحب! آپ کی یہ بات بالکل درست ہے۔ وہاں سے اٹھے تو حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب بھکھی سے سیالکوٹ وارڈ میں عیادت کی، سید محفوظ مشہدی صاحب سے ملاقات ہوئی، مطب حکیم محمد موسیٰ امرتسری پر واپس آئے۔ میاں زبیر احمد قادری ضیائی سے ملاقات ہوئی۔ رات کا کھانا اپنے پیر بھائی محترم و بزرگ حاجی مستری عبد الرشید سلطانی قادری پریم گلی لاہور کے ہاں کھایا۔ سلطان صاحب، سید نور محمد قادری اور میں (عبداللہ) سبھی صاحبزادہ محبوب عالم قادری سجادہ نشین دربار آوان شریف (حضرت قاضی سلطان محمود قادری) کے مرید ہیں۔

ستمبر 1981ء تا نومبر 1983ء تک مجھے لاہور کی ایک علمی، ادبی شخصیت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ولد حکیم فقیر محمد چشتی نظامی فخری کے ہاں رہنے کا موقع میسر رہا۔ میری رہائش ان کے مطب پر ہوتی تھی۔ حکیم صاحب کی شناخت کا ایک اہم نام ''مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور'' ہے۔ اس عرصہ کے دوران مجھے حکیم صاحب سے بہت کچھ ملا ہے۔ بہت سی باتیں اور معلومات میرے سینے میں دفن ہیں۔

ایک بار حکیم صاحب نے بتایا کہ'' حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب جب جامعہ ازہر سے فارغ ہو کر پاکستان تشریف لائے تو آپ لاہور میں اکثر میرے مطب پر تشریف لایا کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پیر صاحب کے علمی رابطے کم تھے یا یوں کہیں کہ ابتداء تھی۔'' مجلس صداقت اسلام لاہور'' کے زیر اہتمام 2 جون 1968ء اتوار کو یوم رضا منایا گیا۔ اس یوم رضا میں حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب بھی بحیثیت مقرر شامل تھے۔ یوم رضا کے اشتہار کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

'' مونس ملت، مقتدائے اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری قدس سرہ، کی تقریب عرس کے سلسلے میں'' یوم رضا'' 2 جون 1968ء، اتوار صبح 8 بجے برکت علی محمڈن ہال (موچی دروازہ) لاہور زیر صدارت'' جسٹس سید شمیم حسین قادری (ہائی کورٹ) لاہور (مقررین) ☆ پیر محمد کرم شاہ

Marfat.com

ازہری ☆ قاضی عبدالنبی کوکب ☆ مولانا عبدالستار خان نیازی ☆ مولانا غلام علی اشرفی ☆ مفتی اعجاز ولی رضوی ☆ ڈاکٹر عابد احمد علی

جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری، میر حسان حیدری اور عابد نظامی بھی مقالات پڑھیں گے۔ جناب بشیر حسین ناظم اور صوفی اللہ دتہ صاحب کلام رضا پیش کریں گے۔ عصر حاضر کے معروف، غزل گو، نعت گو، منقبت گو اور تاریخ گو حضرت عبدالقیوم طارقؔ سلطانپوری حسن ابدال (اٹک)، نے علماء کرام، مشائخ عظام، ادباء، فضلاء، محققین، مستشرقین، کے قطعہ ہائے وصال تحریر کیے ہیں۔ طارق سلطان پوری صاحب سے میرے علمی روابط ہیں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق انہوں نے ایک منقبت لکھی، ملاحظہ ہو:

''کرم شاہ''

حکمت کی ضیاء علم کی تنویر کرم شاہ — تابانی قندیل حرم پیر کرم شاہ
وہ نابغہ عصرِ رواں، شارح قرآں — اک صاحب دل، صاحب تفسیر کرم شاہ
مرعوب رہا طنطنۂ خسروی جس سے — اس دبدبۂ فقر کی تصویر کرم شاہ
ملت کے بزرگوں کا جواں ولولہ قائد — مخدوم جوانان حرم پیر کرم شاہ
فخر اہل بصیرت کا، وقار اہل نظر کا — دیدہ وروں کی عزت و توقیر کرم شاہ
پاکیزگی قلب و نظر، خوبیِ کردار — تحسین عمل، فکر کی تطہیر کرم شاہ

طارقؔ سلطانپوری 25 جنوری 1986ء

طارق سلطانپوری صاحب نے پیر محمد کرم شاہ الازہری چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کا قطعہ تاریخ وصال یوں لکھا ہے۔

چند مادے:

''نابغہ عصر'' 1418ھ ''غروب شمس اوج فقر'' 1998ء ''باب مرکز تجلی چشت'' 1418ھ

سن وصال ہاتف نے فرمایا طارقؔ — ہیں وہ زیب خورشید علم و بصیرت
سن عیسوی میں بھی سال وصالش — کہا ہے ''کرم شاہ بازیب عظمت''

1998ء

Marfat.com

ترجمان عقائد اہل سنت

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد

تاریخ و تحقیق اور علم و فہم نے آج تک جتنے محقق، مدبر، مقنن، قلم کار اور صاحب فن پیدا کیے ہوں گے، ان میں اپنے اپنے فن سے متعلقہ خوبیاں ضرور ہوں گی۔ تبھی تو انہوں نے نام پایا ہے، مگر بھیرہ شریف کے عظیم سپوت، علم و عمل سے بھرپور، قول و فعل کو قائم رکھنے والے عظیم روحانی پیر بزرگ، استاد، صاحب بصیرت و صاحب دل مرحوم و مغفور حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب فخر الازہر یونیورسٹی کا مقام ہر شعبۂ فن میں خصوصی کمال کی اعلیٰ مثال بن کر سامنے آیا۔ اگر آپ عالم دین کے طور پر ابھرے تو خطابت و نجابت نے آگے بڑھ بڑھ کے آپ کے قدم چومے اور اگر آپ روحانی پیر و استاد کے طور پر منظر عام پر آئے تو سلسلہ چشتی سیالوی(1) کو چار چاند لگا دیئے۔ اگر آپ کا علم القرآن والتفسیر کا ذوق ظاہر ہوا تو ضیاء القرآن(2) جیسی مستند و ادبی اور قدیم و جدید کا مجموعہ تفسیر قرآن شائقین علم و ادب کی پیاس بجھانے کے لئے تخلیق ہوئی۔ اگر سیرت النبی ﷺ جیسے اہم، متبرک اور نازک موضوع پر قلم اٹھایا تو سیرت نگاری کا حق(3) ''ضیاء النبی ﷺ'' کے ذریعے ادا کر دیا جس کی خوبی و تحسین کا شہرہ ملک ملک، نگری نگری، شہر شہر اور زبان زبان عام ہے۔

علم حدیث پر قلم اٹھایا تو سنت خیر الانام (ﷺ) کے نام سے وہ معرکۃ الآراء کتاب منصۂ شہود پر آئی جو حفاظت و صیانت سنت نبوی (ﷺ) اور ابطال منکرین پر حرف آخر ہے۔ اصل میں یہ کتاب نوجوان مسلمانوں کی تشکیک وغیرہ کو رفع کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اگر مقالہ نگاری کے فن کو آزمایا تو ''مقالات''(4) کی دونوں جلدوں کے ذریعے صاحبان تنقید و تحسین سے فن کا لوہا منوایا۔ اگر ادارت نگاری کے شوق کو ہوا و جلا دینا چاہی تو(5) ''ضیائے حرم'' کے ادبی، دینی، ایمانی، تحقیقی، سیاسی، تاریخی، مناظراتی، حوالہ جاتی اور تبصراتی رہنمائی کے خصائص آپ کے فن کی بلندیوں پر گواہ ہیں۔ پیری سنبھالی تو منصب و مسند کے وقار و جمال کو قائم رکھا۔ منصفی (جسٹس وفاقی شرعی عدالت) قبول کی تو عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا۔ اشاعتی ادارے کی داغ بیل ڈالی تو ضیاء القرآن پبلی کیشنز(6) کے پلیٹ فارم سے ہزاروں علمی، تحقیقی، نورانی و وجدانی کتب کو اہل ذوق تک پہنچایا۔ آنے والی نسلوں کو ارادت و سیادت کے لئے عمل و ایمان کاملہ کے مجموعے اولادہائے صالحہ کا تحفہ دیا(7) جو آج بھی زندگی کے مختلف میدانوں میں اپنے مرحوم اباجی کے نام کی عظمت کو مزید بلندی کی طرف لے جا رہے ہیں اور

Marfat.com

حق گوئی وصالحیت کی تصویر ثانیہ ہیں۔ مکتب و درس کو بھی وہ تقدس و وقار عطا فرمایا کہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا ڈنکا مدینہ یونیورسٹی، الازہر یونیورسٹی اور شام کی جامعات کے علاوہ وطن عزیز کے تمام اداروں میں دور ونزدیک بج رہا ہے۔ جگہ جگہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی شاخیں اذہان وقلوب کو معطر کر رہی ہیں اور گھر گھر، گلی گلی، جمال القرآن (8) کے نسخے پیر عصر کی شخصی وعلمی وجاہت اور فنی وتصرفاتی کرامت اور عطائے رب کریم کی بے حد و بے حساب عنایات مہربانہ و جمالات خسروانہ کی تصویر پیش کر رہے ہیں۔ غرضیکہ کیا کیا کہوں کیا کیا پیش کروں۔ کوزے میں دریا اس طرح بند ہوسکتا ہے، اگر کہوں:

وہ ایک مرد حق تھے میدان فن میں

زیر نظر مقالہ میں پیر گرامی علیہ الرحمۃ کی تحقیق نگاری وتدقیق شناسی پر گفتگو کرنا مقصود ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی وقیع تصانیف سے علمی، ادبی، تحقیقی، روحانی اور ایمانی اقتباسات نذر نظر کیے جاتے ہیں:

مسائل پر گفتگو

پیر صاحب نے متنازعہ فیہ اور طے شدہ مسائل پر کھل کر گفتگو فرمائی ہے اور لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر حق کو حق کہنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

(1) مسئلہ علم غیب پر گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ایسی بے شمار احادیث صحیح موجود ہیں جن میں حضور اکرم (ﷺ) کے مقامات رفیعہ اور درجات سنیہ کا ذکر ہے۔ حضور سرور عالم (ﷺ) نے تو اپنے متعدد غلاموں کے بارے میں نام لے لے کر ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ عشرہ مبشرہ کے اسمائے گرامی سے کون واقف نہیں۔ حسنین کریمین کے متعلق فرمایا: **سیدا شباب اھل الجنۃ۔** (9) حضرت ثابت بن قیس کے بارے میں فرمایا "**اما ترضیٰ ان تعیش حمیداً و تقتل شھیداً و تدخل الجنۃ**" (10) خود اپنے بارے میں ارشاد گرامی ہوا: "**انا سید ولد ادم ولا فخر بیدی لواء الحمد ولا فخر وادم وما سواہ تحت لوائی ولا فخر۔** (11) حضرت حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راز دان رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا "**واللہ انی لا علم الناس بکل فتنۃ ھی کائنۃ فیما بینی و بین الساعۃ وما بی الا یکون رسول اللہ ﷺ اسرالی فی ذالک شئی۔**" الخ (12)

حضرت ثوبان سے فرمایا **سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی** (13) (تفسیر ضیاء القرآن جلد چہارم تفسیر سورہ احقاف آیہ 9 ص 79-478)

(2) مسئلہ معراج پر گفتگو کرتے ہوئے پیر صاحب رقمطراز ہیں:

حضور اکرم ﷺ ایک رات خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں آرام فرما رہے تھے کہ جبرائیل امین علیہ

Marfat.com

السلام حاضر خدمت ہوئے اور خواب سے بیدار کیا اور ارادۂ خداوندی سے آگاہی بخشی۔ حضور اکرم ﷺ اٹھے۔ چاہ زمزم کے قریب لائے گئے۔ سینہ مبارک کو چاک کیا گیا۔ قلب اطہر میں ایمان و حکمت سے بھرا ہوا طشت انڈیل دیا گیا اور پھر سینہ مبارک درست کر دیا گیا۔ حرم سے باہر تشریف لائے تو سواری کے لئے ایک جانور پیش کر دیا گیا جو براق کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی تھی، وہاں اس کا قدم پڑتا تھا۔ حضور ﷺ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور جس حلقہ سے انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں، براق کو بھی اس سے باندھ دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے، جہاں جملہ انبیاء سابقین حضور اکرم ﷺ کے لئے چشم براہ تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں سب نے نماز ادا کی۔ اس طرح لتومنن به کا جو عہد روز ازل ارواح انبیاء سے لیا گیا تھا۔ (کہ تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا) کی تکمیل ہوئی۔ ازاں بعد موکب ہمایوں بلندیوں کی طرف پر کشا ہوا۔ مختلف طبقات آسمانی پر مختلف انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ساتویں آسمان پر اپنے جد کریم ابو الانبیاء حضرت خلیل نے مرحبا بالنبي الصالح والابن الصالح (14) کے محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے۔ حضور اکرم ﷺ آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو انوار ربانی کی تجلی گاہ تھی۔ عقاب ہمت یہاں بھی آشیاں بند نہیں ہوا اور آگے بڑھے۔ کہاں تک گئے اسے ما و شما کیا سمجھیں۔ زبان قدرت نے مقام قرب کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (15) وہاں کیا ہوا یہ بھی میری اور آپ کی عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی (16) علامہ سید سلیمان ندوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں پھر شاہد مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام عطا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت بار الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی (سیرۃ النبی ﷺ جلد 3) اسی مقام قرب اور گوشہ خلوت میں دیگر انعامات نفیسہ کے علاوہ پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرضداشت پر حضور ﷺ نے کئی بار بارگاہ رب العزت میں تخفیف کے لئے التجا کی۔ چنانچہ نمازوں کی تعداد پانچ کر دی گئی اور ثواب پچاس کا ہی رہا۔ فراز عرش سے محبوب رب العالمین ﷺ مراجعت فرمائے خاکدان ارضی ہوئے۔ ابھی یہاں رات کا سماں تھا۔ ہر سو رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ سپیدۂ سحر کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ (ضیاء القرآن ج دوم تفسیر سورہ بنی اسرائیل آیہ 1 ص 624)

(3) وما اهل لغير الله به پر محققانہ گفتگو فرماتے ہوئے آپ یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں: ”آیت کا جو مفہوم سلف صالحین اور علماء متقدمین نے خود سمجھا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے وہ تو یہ ہے کہ اگر کسی جانور کو

Marfat.com

اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ جانور حرام ہے۔ جس طرح مشرکین باسم اللات والعزی(17) کہہ کر جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے۔ امام ابوبکر جصاص حنفی اپنی شہرۂ آفاق تفسیر احکام القرآن میں اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "ولا خلاف بین المسلمین ان المراد به الذبیحة اذا اهل لغیر الله عند الذبح"۔(18) بیضاوی، قرطبی، رازی اور دیگر مفسرین اسلاف نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ اہل بمعنی ذبح پر گفتگو کرتے ہوئے لغوی و علمی دلائل دیتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا ارشاد ہے: اذا سمعتم الیهود والنصاری یهلون لغیر الله فلا تاکلوا واذلم تسمعوهم فکلوا فان الله قد احل ذبائحهم وهو یعلم ما یقولون (19) (فتح البیان ج اول ص 222) امام فخر الدین رازی رقمطراز ہیں: (20) قال الا صمعی الاهلال اصله رفع الصوت فکل رافع صوته فهو مهل ...... وهذا معنی الاهلال فی اللغة (20)۔ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں: واصل الاهلال رفع الصوت وکل رافع صوته فهومهل وکذالک قوله عزوجل وما اهل لغیر الله به هو ماذبح للا لهة وذالک لان الذابح کان یسمیها عند الذبح فذلک هو الاهلال۔ (21) صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں: اصل الاهلال رفع الصوت ...... حتی قیل لکل ذابح مهل وان لم یجهر بالتسمیه۔ ترجمہ: اہلال کا لغوی معنی آواز بلند کرنا ہے۔ حتیٰ کہ ہر ذبح کرنے والے کو مہل کہا جانے لگا اگرچہ وہ بلند آواز سے تکبیر نہ بھی کہے۔ علامہ نووی شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں: اما الذبح لغیر الله ان یذبح باسم غیر الله (22)

حضرت شاہ ولی اللہ نے یوں ان آیات کا ترجمہ کیا ہے: وآنچہ ذکر کردہ شد نام غیر خدا بر ذبح وے۔ (23) (تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم سورہ نحل آیۃ 115 صفحہ نمبر 612-609) اس طرح حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت کر دیا کہ قربانی کو کسی کے نام سے موسوم کرنا اسے حرام نہیں کرتا بلکہ بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارنا اسے حرام کر دیتا ہے۔

(4) حضور ﷺ کے "حاضر و ناظر" ہونے پر کلام فرماتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں: الشهادة والشهود الحضور مع المشاهدة اما بالبصرا والبصیرة۔ (24) یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ نے یہ تو فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر شاہد بنایا اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادت نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی۔ یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت کا اظہار مطلوب ہے۔

حضور ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کے اعمال پر گواہی دیں گے۔

Marfat.com

علامہ ثناء اللہ مظہری پانی پتی لکھتے ہیں: شاهد اعلیٰ امتک (25) اپنی اس تفسیر کی تائید میں یہ روایت پیش کی ہے: ليس من يوم الا و يعرض على النبیﷺ امته غدوة و عشية فيعرفهم بسيماهم ولذالک يشهد عليهم۔ (26) علامہ ابن کثیر نے اس سلسلے میں یہ فرمایا ہے: شاهد اعلى الله بالوحدانية وانه لا اله غيره وعلى الناس باعمالهم يوم القيامة (27) علامہ آلوسی لکھتے ہیں: شاهد اعلى من بعثت اليهم تراقب احوالهم و تشاهد اعمالهم و ...... وتوديها يوم القيامة اداء مقبولا في مالهم وماعليهم (28) مولانا جلال الدین رومی نے یہی بات اپنے اس شعر میں کہی ہے کہ ؎

در نظر بودش مقامات العباد   زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد (29)

یہ تمام روایات تفسیری وتبصرے حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر دلالت کرتے ہیں، جنہیں حضرت ضیاء الامت نے اپنی مشہور عالم تفسیر ضیاء القرآن جلد چہارم تفسیر سورہ احزاب آیہ 45 ص 81-80 میں بیان کیا ہے۔

(5) سماع موتی پر مدلل، محقق اور مفصل گفتگو کرتے ہوئے حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخالفوں کے امام علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب الروح میں لکھا ہے:

موت سے حالت تبدیل ہوتی ہے انسان فنا نہیں ہوتا (ان الموت ليس بعدم محض وانما هو انتقال من حال الى حال)۔

برزخ میں ارواح ادھر سے ادھر جہاں چاہیں حرکت کرسکتی ہیں (ان ارواح المومنين في برزخ من الارض تذهب حيث شائت)۔

برزخ میں روح جسم سے جدا ہونے کے باوجود جسم سے متعلق ہی ہوتی ہے (تعلقها به في البرزخ فانها وان فارقته وتجردت عنه)۔

بعد از موت ارواح حرکت کرتی ہیں۔ وہ آزاد بھی ہوتی ہیں اور محبوس بھی، اعلیٰ بھی ہوتی ہیں اور سفلی بھی (وان لها شانا غير شان البدن وانها مع كونها في الجنة فهي في السماء وتتصل بفناء البقر و بالبدن فيه وهي اسرع شئي حركة وانتقالاً وصعودا وهبوطا وانها تقسم الى مرسلة ومحبوسة وعلوية و سفلية) شہداء کے بارے میں فرمان قرآن احياء عند ربهم يرزقون فرحين بما اتهم الله من فضله پر گفتگو کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ صاحب نے لکھا: "وہ مجاہدین جن کو کفار قتل کر دیتے ہیں، وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ وہ بڑے خوش اور مسرور رہتے ہیں۔ جب ظاہری طور پر موت طاری ہونے کے باوجود

Marfat.com

شہداء کا یہ حال ہے تو صدیقین اور انبیاء جن کا رتبہ شہداء سے بدرجہا اعلیٰ اور ارفع ہے، ان کی کیفیت کیا ہوگی۔ علامہ ابن قیم کے دلائل حیات انبیاء پر یہ ہیں:

(ا) شب معراج میں حضور ﷺ کی کل انبیاء سے ملاقات ہوئی۔

(ب) سفر معراج میں آسمانوں پر پھر انبیاء سے ملاقات سلام وکلام ہوا۔

(ج) حضرت موسیٰ سے آسمان ششم پر بار بار ملاقات اور سفر اسریٰ میں حضور ﷺ کا انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا\ ان دلائل کے بعد یہ بات ثابت ہوئی کہ بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندر کھم وان کانوا موجودین احیاء)(30)

(تفسیر ضیاء القرآن ج سوم سورہ روم آیہ 52 ص 583)

(6) حضور اکرم ﷺ کی صفات جلیلہ نور و بشر پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت ضیاء الامت یوں رقمطراز ہیں: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور صفت بشریت سے متصف ہیں اور حضور کی بشریت کا مطلقاً انکار غلط سر تا پا غلط ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور ﷺ کو بشر کہنا درست ہے یا نہیں، جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور پرنور کی تعظیم وتکریم فرض عین ہے اور ادنیٰ سی بے ادبی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: وتعزروہ و توقروہ اب دیکھنا یہ ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص ادب واحترام ہے یا سوء ادبی۔ پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہوگا اور دوسری صورت میں ناجائز ہوگا۔ ابن قطان نے اپنی کتاب ''احکام'' میں حضرت امام علی زین العابدین سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ''کنت نوراً بین یدی ربی قبل خلق ادم باربعۃ عشر الف عام'' (31) مسند عبدالرزاق میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نور بدیں الفاظ نقل ہوئی ہے: یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک (32) علامہ خفاجی نے یہ ''حدیث نور'' بھی پیش کی ہے یسبح ذالک النور و تسبح الملائکۃ بتسبیحہ۔(33) یاد رہے کہ ان صحیح احادیث کی تصحیح وتوثیق مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی مشہور کتاب ''نشر الطیب'' میں کی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی دیگر صفات کی طرح نور و بشریت حضور اکرم ﷺ کی صفتیں ہیں۔ اہل معرفت کی اصطلاح میں اس نور کی حقیقت محمدیہ ﷺ حقیقۃ الحقائق ہے۔ علامہ زرقانی نے مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ

''وبھذا الاعتبار سمی المصطفیٰ بنور الانوار و باب الارواح'' (34)

حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں: جاننا چاہئے کہ پیدائش محمدی ﷺ تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش

Marfat.com

کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتی کیونکہ آنحضرت ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے **خلقت من نور الله**۔ کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ کی پیدائش اس امکان سے ہوئی ہے جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے۔ ممکنات عالم کے صحیفہ کو خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن آنحضرت ﷺ کا وجود مشہود نہیں ہوتا بلکہ ان کی خلقت وامکان کا منشاء عالم ممکنات میں ہے ہی نہیں کیونکہ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا۔ نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب جہان میں ان سے لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ (مکتوب نمبر 100 دفتر سوم(35))

امام المفسرین ابن جریر طبری سورۃ المائدہ کی آیہ 15 "**قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین**" کی شرح میں یوں لکھتے ہیں: "**یعنی بالنور محمدا ﷺ الذی انار الله به الحق و اظهر به الاسلام و محق به الشرک فهو نوراً لمن استناربه**" (36) جب اللہ اپنے محبوب علیہ السلام کو نور فرماتا ہے تو کسی کو کیا اعتراض۔ کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے یہ کہنا کہ نور سے بھی قرآن کریم مراد ہے درست نہیں کیونکہ واؤ عاطفہ تغایر پر دلالت کرتی ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن ج اول تفسیر سورہ المائدہ آیہ 15 ص 453)

(7) حضور ﷺ کو قبل از نبوت و بعد از نبوت کسی بھی قسم کی لغزش، کوتاہی، خطا، بھول چوک اور بے راہروی سے پاک قرار دیتے ہوئے حضرت ضیاء الامت فرماتے ہیں (**تفسیر ووجدک ضالا فهدی**)

علماء اہلسنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی عقیدہ وعمل کی ہر کجی سے معصوم تھے۔ حضور ﷺ نے اس مشرکانہ ماحول میں عمر بسر کی مگر ایک لحہ کے لئے بھی شرک نہیں کیا۔ زمانہ جاہلیت کی لغویات سے حضور ﷺ کا دامن ہمیشہ محفوظ رہا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عرب معاشرہ جس قسم کی فکری اور عملی گمراہیوں میں مبتلا تھا، حضور ﷺ ان سے ہمیشہ بالکل منزہ اور مبرا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی سابقہ زندگی کو آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ **فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ** (37) (سورہ یونس)

سورہ النجم کی اس آیت **ماضل صاحبکم وما غوی** میں بھی حضور ﷺ سے عقیدہ وعمل کی گمراہی کی نفی کی گئی ہے ان آیات کی موجودگی میں تاریخ کی اٹل شہادت کے باوجود یہاں ضالاً کا معنی گمراہ یا بھٹکا ہوا کرنا خود بڑی ضلالت ہے۔ العیاذ باللہ۔ (ضیاء القرآن جلد پنجم تفسیر سورۃ الضحیٰ آیہ 7 ص 589)

Marfat.com

تلک سبعة کاملة یہ چند نمونے تھے جو میں نے حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب مرحوم ومغفور کی علمی وحوالہ جاتی تفسیر "ضیاء القرآن" سے اپنے قارئین کو دکھائے ہیں۔ ورنہ پوری تفسیر مبارکہ حقہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی تشریح وتوضیح اور تشہیر وتبلیغ کا شاہکار ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب وما عندی علم**

حوالہ جات

(1) آپ کا تصوف کا سلسلہ چشتی سیالوی ہے یہ اس طرف اشارہ ہے مگر اس سے یہ ہرگز مقصود نہیں کہ آپ دوسرے سلاسل ہائے طریقت سے دور تھے۔

(2) انیس سال میں لکھی 35 سو صفحات پر مشتمل پانچ عظیم وضخیم مجلدات میں یہ علمی وتحقیقی روحانی ووجدانی اور عشق وعقیدت کا مرقع تفسیر ہر خاص وعام کے دل میں جگہ پا چکی ہے۔ نہایت مستند اور حوالہ جاتی کتاب ہے۔

(3) سیرت النبی ﷺ پر اس اعلیٰ پائے کی کتاب میں قرون اولیٰ کے مسلمان محقق سیرت نگاروں کی مستند روایات کو تفصیلاً اور ادیبانہ رنگ کو عشق واردات کے ساتھ سات جلدوں میں سمو دیا گیا ہے، جو تمام شائع ہو چکی ہیں۔

(4) دو جلدوں میں 32 مقالات ہیں، جن میں سیرت، شخصیات، عقائد، نکتہ ہائے نظر، سیاسیات، نظریات، تاریخ اور تصوف پر مضامین ہیں۔

(5) ضیائے حرم اپنی عمر کے انتیسویں سال میں ہے۔ پیر صاحب کے قلم سے نکلے ہوئے اداریے "سر دلبراں" کے نام سے آج بھی ان کے فن کی گہرائی، گیرائی اور ادبی چاشنی کی دلیل ہے۔

(6) ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز 1394ھ میں قائم کیا گیا۔ یہاں سے ہزاروں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ چھ سو سے زیادہ اس کی ایجنسیاں ہیں اور اس کے روح رواں پیرزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ اور میجر ریٹائرڈ ابراہیم شاہ صاحب ہیں۔ یہ اشاعتی ادارہ ملک عزیز کے بڑے اداروں میں سے ایک ہے۔

(7) آپ کی اولاد میں یہ پیرزادے کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں: پیرزادہ محمد امین الحسنات شاہ، پیرزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ، پیرزادہ میجر ریٹائرڈ ابراہیم شاہ۔

(8) "جمال القرآن" قرآن کریم کا بامحاورہ، شستہ اور آسان ترجمہ ہے جو اعلیٰ حضرت کے بے نظیر ترجمہ کے تتبع میں لکھا گیا ہے یہ یک جلدی ترجمہ بڑے خاصے کی چیز ہے۔

(9) ترجمہ:۔ اہل جنت کے جوانوں کے سردار۔

(10) ترجمہ:۔ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو زندگی آرام سے گزارے اور شہید ہو اور جنت میں

Marfat.com

داخل ہو۔

(11) ترجمہ:۔ میں بنی آدمؑ کا سردار ہوں گا اور اس پر میں فخر نہیں کرتا۔ میرے ہاتھ میں ''لواءحمد'' ہوگا (روز قیامت) اور اس پر فخر نہیں کرتا اور آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔

(12) اللہ کی قسم! بے شک میں سب لوگوں سے زیادہ ہر فتنہء کائنات کے بارے میں جانتا ہوں جو میرے اور قیامت کے درمیان آئے گا اور میں (خود) نہیں جانتا مگر رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں مجھے ہر بات سے مطلع فرمایا ہے۔

(13) ترجمہ:۔ میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے وہ سب کے سب یہ دعویٰ کریں گے کہ بے شک وہ نبی ہے اور (جبکہ) میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(14) ترجمہ:۔ خوش آمدید اے نبی صالح اور صالح بیٹے۔

(15) پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

(16) ترجمہ:۔ پس وحی کی اللہ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف جو وحی کی۔

(17) ترجمہ:۔ لات اور عزیٰ کے نام کے ساتھ۔

(18) ترجمہ:۔ سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

(19) ترجمہ:۔ جب تم سنو کہ یہود و نصاریٰ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور اگر نہ سنو تو کھالو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحہ کو حلال کیا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

(20) ترجمہ:۔ اصمعی نے کہا کہ اھلال آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں۔ تو ہر آواز بلند کرنے والا مہل کہلائے گا۔ یہ اہلال کا لغوی معنی ہے۔

(21) ترجمہ:۔ اور اہلال کی اصل آواز بلند کرنا ہے اور ہر آواز بلند کرنے والا مہل (کہلاتا) ہے۔ جیسے کہ اللہ عزوجل کا قول ہے وما اھل لغیر اللہ بہ وہ جو ذبح کیا گیا معبودوں کے لئے اور یہ کہ ذبح کرنے والا ذبح کے وقت نام بلند کرے پس یہ اہلال ہے۔

(22) ترجمہ:۔ جس کو اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام سے ذبح کیا جائے۔

(23) ترجمہ:۔ ذبح کے وقت جس پر غیر خدا کا نام لیا جائے۔

(24) ترجمہ:۔ شہادت اور شہود حاضر ہو کر دیکھنا ہے خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نور سے۔

(25) ترجمہ:۔ اپنی امت پر گواہی (شہادت) دینے والے ہیں۔

Marfat.com

(26) ترجمہ:۔ ہر روز صبح و شام حضور ﷺ کی امت حضور ﷺ پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ﷺ ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ ان پر گواہی دیں گے۔

(27) ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ پر گواہ اس کی وحدانیت کے بارے میں اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور لوگوں پر قیامت کے دن ان کے اعمال کے بارے میں گواہ۔

(28) ترجمہ: حضور ﷺ اپنی امت پر گواہی دیں گے کیونکہ حضور ﷺ ان کے احوال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور روز قیامت ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

(29) ترجمہ:۔ کہ بندوں کے مقامات حضور انور ﷺ کی نگاہ میں ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام ''شاہد'' رکھا ہے۔

(30) ترجمہ:۔ انبیاء کرام کی موت کا فقط یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ ہم ان کو نہیں پا سکتے حالانکہ وہ زندہ موجود ہیں۔ سید انور شاہ محدث کشمیری اپنی کتاب فیض الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں: (ترجمہ) میں (سید انور شاہ) کہتا ہوں کہ سماع موتی کے ثبوت کے لئے اتنی احادیث ہیں جو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ جب کوئی شخص میت کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کا جواب دیتا ہے۔ اگر صاحب مزار دنیا میں اس کو پہچانتا تھا تو اب بھی اس کو پہچان لیتا ہے۔

(حوالہ ضیاء القرآن ج سوم تفسیر سورہ روم آیہ 55 ص 88-587)

(31) ترجمہ:۔ میں نور تھا اور آدم علیہ السلام کی آفرینش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے دربار میں حاضر تھا۔

(32) ترجمہ:۔ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے چیزوں میں سب سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا۔

(33) ترجمہ:۔ نور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتا اور فرشتے حضور اکرم ﷺ کی تسبیح سن کر اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے۔

(34) ترجمہ:۔ اس وجہ سے حضور ﷺ کو نور الانوار اور تمام ارواح کا باپ کہا جاتا ہے۔

(35) ترجمہ:۔ تفسیر ضیاء القرآن جلد سوم تفسیر سورہ کہف آیہ 110 ص 56 تا 60)

(36) ترجمہ:۔ نور سے مراد یہاں ذات پاک محمد ﷺ ہے، جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کر دیا۔ اسلام کو ظاہر فرمایا۔ شرک کو نیست و نابود کیا۔ حضور پر نور ﷺ نور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرنا چاہے۔

(37) ترجمہ:۔ اور بے شک میں اس سے پہلے اپنی تمام عمر تمہارے درمیان گزاری ہے پھر کیا تمہیں عقل نہیں ہے (کہ سمجھو)۔

Marfat.com

دلِ غمیں کے موافق نہیں ہے موسمِ گل ☆

طارق اسماعیل ساگر

اہل پاکستان آج جب ہم سب ماہ صیام کی برکتیں سمیٹنے میں مصروف ہیں۔ آج جب سارا عالم اسلام اپنے اللہ کے حضور سربسجود اپنے ماضی پر پشیمان، حال میں غلطاں اور مستقبل کے لئے فریاد کناں ہے تو جان لیجئے کہ وہ مومن اور صاحب لولاک کہ جس کی فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا۔ وہ خاک راہ کو راز الوندی بتانے والا، ضمیر پاک و نگاہ بلند، مستی جذب وشوق کا حامل، صاحب کشف وکمال، پیر باصفا ہمارا ہی نہیں عالم اسلام کا خیرخواہ، اللہ کے کلام قرآن کا شعور دینے والا جس کی لکھی تفسیر کے ہر لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن پھوٹ پڑتا ہے۔ جس کی تفسیر اہل دل کے لئے درد وسوز کا ارمغان لئے ہوئے ہے جو قرآن کی حکمتوں کو ایک ایک لفظ میں پوشیدہ اسرار ورموز کو قرآن پڑھنے والے کے دل پر نقش کرتا چلا جاتا ہے۔ جس کی سالوں کی عرق ریزی شب زندہ داری کے بعد خون جگر سے لکھی تفسیر قرآن ''ضیاء القرآن'' نے آج اردو زبان میں لکھی گئی تمام تفاسیر میں پذیرائی حاصل کر لی ہے۔ جسے بلاتفریق رنگ ونسل فرقہ ومسلک تمام مسلمان ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں اور جس کے قلم سے نکلے ایک ایک لفظ کو اپنے دل میں سرایت ہوتا محسوس کرتے ہیں۔ وہ عالم بے بدل، وہ صاحب لولاک جن کے متعلق علامہ اقبالؒ نے کہا تھا۔

بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی
کیا ہے اس نے فقیروں کو وارث پرویز

جس نے وادی عشق میں قدم رکھا تو سکوت لالہ وگل سے کلام پیدا کیا۔ سید کونین ﷺ کی سیرت ضیاء النبی ﷺ لکھی تو اپنے اللہ کے حضور سربسجود ہو کر التجاء کی ''الٰہی! جو شان، جو فضل وکمال، جو حسن وجمال، جو صوری محاسن اور معنوی خوبیاں جو تو نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں ان کا صحیح عرفان اور پہچان بھی نصیب فرما اور ان کو اس طرح بیان کرنے کی توفیق مرحمت عطا فرما جس کے مطالعہ سے تاریک دل روشن ہو جائیں، مردہ روحیں زندہ ہو جائیں، ذوق وشوق کی دنیا آباد ہو جائے، جہاں غفلت کی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں وہاں تیرے ذکر پاک اور تیرے محبوب مکرم ﷺ کی مبارک یاد کی قندیلیں فروزاں ہو جائیں۔'' اے اہل دل! ہمارے تاریک دلوں کی روشنی کا متمنی، ہماری مردہ روحوں

☆ حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ کے مرض وصال میں لکھا گیا

Marfat.com

کو زندگی کی دعا دینے والا، ہمارے ذوق وشوق کی اجڑی دنیا آباد کرنے والا، ہمارے زنگ آلود دلوں سے، خون روتی آنکھوں سے بہتے عرق انفعال کے ذریعے ساری سیاہی کو دھو کر وہاں نورانی کیفیت پیدا کرنے کی تمنا رکھنے والا، امت مسلمہ کا غم خوار، غم گسار، جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اصلاح امت کی نذر رہا۔ وہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیریہ بھیرہ شریف حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری آج اسلام آباد کے ایک ہسپتال میں بسر علالت پر فروکش ہیں۔ صاحبو! اس عالم قحط الرجال میں پیر کرم شاہ صاحب کی ذات گرامی ہم راہ گم کردہ پاکستانیوں کے لئے عطیہ خداوندی ہے۔ اپنے سینے میں آفتاب ومہتاب رکھنے والے اس روشن ضمیر کا دم غنیمت جانئے کہ ایسے دل، ذہن اور روح والے کم یاب ہو گئے ہیں۔

اے اہل دل! آؤ اپنے اللہ کے حضور سر بسجود ہو کر دعا کریں کہ اے بار الٰہ! اس متاع بے بہا کو ہمارا نصیب بنائے رکھنا۔

اے مالک ارض وسما! تیری قدرت سے کچھ بعید نہیں۔ اے قطرے کو سمندر کرنے والے عالم اسلام کے اس رجل رشید کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھنا۔ یا اللہ! ہم تہی دست ہیں، تہی دامن ہیں، پیر محمد کرم شاہ جیسی ہستیاں ہم نمانے بندوں کا مان ہیں۔ اس ظلمت کدے میں جبکہ ہمارے عمل گناہوں کی آلودگی سے سیاہ ہو چکے ہیں پیر صاحب کی ذات بابرکات ہمارے لئے روشنی اور امید ہے۔

یا اللہ! امید کے اس دیئے کو روشن رکھنا! ہمیں ناامیدی کے اندھیروں سے بچائے رکھنا۔

کہہ گئیں راز محبت پردہ دار یہائے شوق......!
تھی فغاں وہ بھی جسے ضبط فغاں سمجھا تھا میں

Marfat.com

وہ ایک شخص جو تھا شاداب بہاروں جیسا☆

طارق اسماعیل ساگر

مجھے ابتداء ہی میں اپنی بے پناہ کم علمی اور کم مائیگی کا اقرار کرنا ہے کہ ایک پیشہ ور ادیب ہو کر الفاظ سے کھیلنا جس کا پیشہ رہا ہو، آج جس ہستی کا ذکر خیر کرنے کھڑا ہوں، اس کے محاسن بیان کرنے کے لئے لفظوں کی جھولیاں خالی دکھائی پڑتی ہیں۔ افراد سے تعلق محبت و عقیدت ان سے نسلی اور خونی رشتوں کے سبب ہوتا ہے۔ پھر تعلقات کی نوعیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ جتنا تعلق خاطر ہو اس کے مطابق انسان انسانوں کے دلوں میں بس جاتے ہیں۔ انہیں اپنا بنا لیتے ہیں اور جن کے دلوں کو وہ اپنا گھر بنا لیں ان کی زندگی پھر ان کی نہیں رہتی۔

تب زندگی کے سارے حوالے اسی ہستی سے منسوب و مربوط ہو جاتے ہیں۔ جو ان کی تاریک راہوں اور گمراہ زندگیوں کو روشنی عطا کرتی ہے اور اپنے چاہنے والوں کو کسی بڑے مقصد، کسی بڑے نصب العین، ہمہ گیر اور ہم جہت زندگی کے لئے تیار کرتی ہے۔ حضرت قبلہ پیر محمد کرم شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی ایسی ہی یکتائے روزگار ہستی تھی کہ جس کی نگاہ سے دلوں کے فیصلے ہو جایا کرتے ہیں۔ میں نے قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کو شاید 86ء یا 87ء میں نوائے وقت کے ایک مذاکرے میں اور دو مرتبہ مختصر وقت کے لئے دینی مجالس میں دیکھا۔ ان کا بیان گو مختصر ہوتا تھا لیکن جذبات کی گہرائیاں لب ولہجہ سے سمجھ میں آتی تھیں۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں پاک دل اور پاک باز تھے۔ ہر ایک کے لئے حسن ظن، خلوص تھا۔ محبت، شفقت، ہمدردی، بہی خواہی تھی اور سب سے بڑھ کر الطاف کا اعتدال اور توازن تھا۔ حفظ مراتب تھا، جذبات واحساسات کی کمی بیشی میزانِ عدل وقسط کو متاثر نہیں کرتی تھی۔ نہ کسی کا اچھا برا سلوک دینی فرض میں حائل تھا۔ نہ ارباب بسط وکشاد کی سرد مہری وگرم جوشی، فرائض، واجبات پر اثر انداز ہوتی تھی۔ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ ملنے کے بعد ایسا دکھائی پڑتا تھا کہ ان کے سامنے روشن شاہراہ ہے۔ نگاہیں منزل مقصود پر جمی ہیں جو لمحہ بھر کے لئے بھی ''تصور'' سے صرف نظر نہیں کرتیں اور نہ مطلوب سے غافل ہوتی ہیں۔ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کی زندگی کیا تھی۔ قرآن کے الفاظ میں ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کی تفسیر تھی۔ اپنے ہزاروں مریدین، متوسلین اور عقیدت مندوں کیلئے مرکز حیات تھے۔ جن کے ساتھ رہتے ہوئے، جن

☆حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی تقریب چہلم کے لئے لکھا گیا۔

Marfat.com

کے خیال اور جذب دروں سے دلوں کو مہلت نہیں ملتی تھی، جن کے دیدار سے آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں طمانیت دمک آتی تھی۔ جو آپ سے ایک مرتبہ ملا نہال ہو گیا۔ اس کی زندگی کا ہر خانہ مزین ہو گیا۔ فکر و عمل، چاہت و لگن کے ہر جذبے کو اس کی منزل مل گئی۔ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کی قربت قلب و نظر کی جنت بن جاتی تھی۔ آپ کے ارشادات عالیہ سن کر بے اختیار علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا یہ شعر زبان پر آتا تھا کہ

شوق مری لے میں ہے شوق مری نے میں ہے
نغمہ اللہ ہو مرے رگ و پے میں ہے

جس نے اس شعر کی تشریح جاننی ہو۔ مفسر قرآن، مفکر اسلام، نباض عصر ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی تفسیر ضیاء القرآن کا مطالعہ کرے اور ضیاء النبی ﷺ کا ایک ایک ورق چیخ چیخ کر گواہی دے رہا ہے کہ

کافر ہندی ہوں میں دیکھ میرا ذوق و شوق
دل میں صلوٰۃ و درود، لب پر صلوٰۃ و درود

دینی تعصب کے اس دور میں تعصب سے بالاتر، اور دنیائے اسلام کے عظیم مفکرین اور اسلاف سے قلبی و کیفی اور علمی رابطے نے حضرت ضیاء الامت کو ہمیشہ اپنے ہم عصروں سے ممتاز رکھا۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

قطرہ خون دل، سل کو بناتا ہے دل
خون جگر سے صدا سوز سرور سرود

حضور ضیاء الامت نے جو لکھا، خون جگر سے، عشق مصطفیٰ ﷺ میں ڈوب کر لکھا اور آپ نے محبت الٰہی، تعلق باللہ اور عشق رسول اللہ ﷺ کی جوت جگا دی۔ اسلاف سے علمی، کیفی اور قلبی رشتے کی استواری خاک نشینوں کو ذوق و شوق پرواز اور شاہین بچوں کو بال و پر عطا کرتی ہے۔ اپنے دین کی خدمت کے لئے اللہ تعالیٰ جن برگزیدہ بندوں کا انتخاب فرماتا ہے، حضرت قبلہ ضیاء الامت ان لوگوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ضیاء الامت کو ایسا سوز مستی اور جذبہ عشق سے معمور دل عطا فرمایا کہ جو ہر لمحہ ہر حال میں اپنے رب کی طرف پلٹتا تھا۔ "وجاء بقلب منیب" جس نے اپنی جان و مال جنت کے عوض اس مالک حقیقی کو فروخت کر دیئے تھے۔ جنہوں نے اپنی جلوتوں اور خلوتوں کو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے اور عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لئے وقف کر رکھا۔ جنہوں نے "لتکونوا شهداء علی الناس" کے فرض منصبی کو انفرادی اور اجتماعی طور پر تحریر و تقریر کے ذریعے قریہ قریہ تک ادا فرمایا۔ یہاں تک کہ جب صاحب فراش تھے تب بھی اپنے مشن پر مامور رہے۔ ان کے چاہنے والے

Marfat.com

جانتے ہیں کہ ان کی ہر یاد اللہ بزرگ و برتر کے ذکر سے مضبوطی سے بندھی ہے۔ ناممکن ہے کہ حضور ضیاء الامت کا ذکر ہو اور اللہ تعالیٰ کی یاد نہ آئے۔ اس کی محبت دل میں جوت نہ جگائے۔ عشق رسول ﷺ سے قلب مسخر نہ ہوں۔ یہ حق تعالیٰ کی قدرت ہے۔ کہ اس نے حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ سے تعلق میں اتنی روحانی، ظاہری و باطنی اور دینی و دنیاوی مسرتیں، طمانیتیں اور قلبی محبتیں عطا فرمائیں کہ

اس عشق حجازی نے اللہ سے محبت کرنا سکھایا

محبت کے نازک و لطیف لفظوں کا ادراک بخشا

صوفیاء کے فناء و بقاء کا مسئلہ سمجھایا

اخلاص کی بلند چوٹیاں سر کرنے کے لئے نفس کی نفی کی اہمیت کا اندازہ ہوا اور اے اہل دل یہ بھی مان لیجئے کہ اس درجہ کی محبت اور عشق ایسی ہستی ہی سے ہو سکتا ہے جو صفات عالیہ سے بہرہ مند ہو۔ جس کے لئے عشق و ادب کے جذبات دل کی گہرائیوں سے پھوٹیں۔ جو عامیانہ روش سے بلند ہو۔ جو حلم و بردباری کا پیکر ہو۔ جو نرم خو اور مہربان ہو۔ جو انتہائی خندہ پیشانی سے ہر ایثار کے لئے آمادہ ہو۔ جو صاحب علم، صاحب تقویٰ اور صاحب نظر ہو۔ جس کی جلوت و خلوت پاکیزگی اور حسن اخلاق کی یکساں گواہی دے۔ جس کی زندگی دن کے اجالے سے زیادہ رات کی تاریکی میں روشن اور حسین ہو۔ حضور ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی ذات بابرکات مقامات قدسیہ کا ایک گلدستہ تھی۔ جس کی خوشبو اور تازگی لازوال رہے گی۔ "احسن عملاً" کی قندیل تھی جس کے نور سے زندگی کے ظلمت کدوں میں ہم ایسے ناہنجار راستہ پاتے تھے۔ اپنے اخلاص و انہماک کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن فہمی کا خصوصی انعام عطا فرمایا۔ ضیاء القرآن میں آپ کے رشحات قلم کی اثر آفرینی اور زبان و بیان میں لذت و شیرینی طالب قرآن کے دل میں دور اندر تک اترتی چلی جاتی ہے۔ آپ کی تحریروں اور خطابات میں قرآن کی روح ناطق ہوتی تھی۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کے معاملات و مسائل میں قرآن سے راہنمائی اتنے موثر اور دل نشین انداز میں بہم پہنچاتے ہیں کہ پڑھنے والوں کے دل مسخر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اخلاص و للہیت، عظمت قرآن، فکر آخرت و دنیا سے بے نیازی اور دور جدید اور اس کے چیلنج جیسے اہم موضوعات قرآنی میں آپ کی بصیرت اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ خصوصی نعمت تھی۔ حضور ضیاء الامت نے اپنی تحریروں اور تقاریر کے ذریعے مختلف اوقات میں اپنی جن خدمات کا نذرانہ بارگاہ رب العزت میں پیش کیا وہ تا قیامت آپ کی زندگی کی شہادت دیں گی اور عالم اسلام کو فوز و فلاح کی راہ دکھاتی رہیں گی۔ ستم ظریفی زمانہ کہئے یا ہماری بدقسمتی کہ آج خوب و ناخوب کے پیمانے بدل رہے ہیں اور لوگوں کے دنیوی مقام کو دنیوی مناصب کی روشنی میں معین کیا جا رہا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ دھن دولت، مال و جاہ، منصب

Marfat.com

وعزت اور شہرت سب جھوٹے سہارے ہیں۔ وقتی ڈھکوسلے ہیں۔ اس ڈھلتی چھاؤں کا کیا اعتبار، اس گرتی دیوار کا کیا بھروسہ۔ جس نے اسے معیار بنایا بڑا کمزور سہارا تلاش کیا۔

اللہ! اللہ! ضیاء الامت کہ منصب جن کے دروازے پر ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا تھا۔ لیکن آپ نے علامہ اقبال کے بقول:

من کی دنیا، من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا، تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

وہ درویش خدا مست دنیاوی جاہ و منصب سے بے نیاز ساری زندگی اپنے مشن پر گامزن رہا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مفہوم ہے کہ جب انسان کو موت آجائے اس کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے: اولاً وہ صدقہ جو زندگی میں کیا، ثانیاً وہ علم جو لوگوں کو نافع ہو، ثالثاً وہ اولاد صالحہ جو نیک کام کرے:

حضور ضیاء الامت خوش قسمت تھے کہ تینوں معاملات میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بدرجہ کمال نوازا۔ حضور قبلہ ضیاء الامت کے محاسن کو ضبط تحریر میں لانے کا یارا اس ناکس کو تو نہیں ہے۔ جانتا ہوں حضرت قبلہ کے جنت مکانی ہونے سے آپ کے عقیدت مندوں کے دل غم واندوہ سے پھٹ گئے ہیں۔ آنکھیں خون روتی ہیں۔ مرشد و محبوب کی جدائی سے زندگیوں کے مفہوم بدل جایا کرتے ہیں۔ دن رات کی گردش میں فرق آجایا کرتا ہے۔ صبح و شام کی کیفیتیں بدل جاتی ہیں۔ مسکراہٹوں کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ محفلیں خلوت کدے بن جاتی ہیں۔ خلوتیں سراپا سوز ہو جاتی ہیں۔ پھولوں کی خوشبوئیں تارِ غم کا مضراب بن جاتی ہیں۔ پرندوں کے نغمے نالہ و شیون میں بدل جاتے ہیں۔ ماہ تاباں غم دل کا آئینہ بن جاتا ہے۔ موسم کی نیرنگیاں فسانہ درد کا عنوان بن جاتی ہیں۔ رنگ اپنی کشش کھو دیتے ہیں۔ دل ہمہ تن درد عشق بن جاتے ہیں۔

زندگی بہر حال نعمت رب جلیل ہے، اس کی عطا ہے۔ یہی جنت اور یہی جہنم بھی ہے۔ یہی رب کریم کا دیدار اور یہی پرتو اسوۂ حسنہ ہے۔ یہی اسفل السافلین، یہی نقش پائے رسول مبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہی پیغام جبرئیل علیہ السلام ہے۔ یہی رشک ملائکہ ہے۔ یہ ہماری قسمت اور حسن انتخاب ہے کہ اس کی کیا قیمت مقرر کرتے ہیں اور کیا بناتے ہیں۔

اللہ جل شانہ کی ذات بابرکات مبدءِ خیر ہے۔ اس کی طرف سے جو بھی پیش آئے خیر ہی خیر ہے۔

Marfat.com

خواہ دل چوٹ کھائے، آنکھیں خون روئیں۔ اللہ کے حضور نہ مجال شکوہ ہے نہ سوء ظن ہے۔ اگر کچھ ہے تو یہی ہے کہ "لا الٰہ الا انت سبحانک" دل کی ساری تمنائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں۔ قلب وروح کا ازلی وابدی نغمہ "الحمد للّٰہ" ہے۔ چند روزہ زندگی میں غم واندوہ کے تلخ گھونٹ ہمیشہ کی زندگی میں محبوب ہستیوں کی معیت میں اونچی مسندوں پر تسنیم وکوثر کے جام شیریں سے شادکام کردیں تو اے اہل دل! اے اہل نظر! اے حضور ضیاء الامت کے جانثارو! یہ سودا مہنگا تو نہیں بڑے نصیبوں کی بات ہے۔

اول و آخر فنا، ظاہر و باطن فنا
نقش کہن ہو کہ نو منزل آخر فنا
ہے مگر اس نقش میں رنگ ثبات و دوام
جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام
مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام

Marfat.com

کاش تو نے میرے ضیاء الامت کو دیکھا ہوتا

محمد عبدالجبار رضوی

جنگ عظیم اول اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ روبزوال تھی۔ مکار انگریزوں کے سرغنے اسلام کی متحدہ طاقت کو منتشر کرنے کے لیے تمام میر جعفروں کو میدان عمل میں لا چکے تھے لیکن سلطنتِ عثمانیہ ابھی تک ان کی آنکھوں کا تنکا بنی ہوئی تھی۔ یوں اس کی تکا بوٹی کا فیصلہ صادر کر دیا گیا۔ تمام وعدہ ہائے ضرورت کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔ ''جب خمیر ہی وعدہ خلافی سے اٹھا ہو تو ایفائے عہد کی توقع عبث ہے۔'' یہود و ہنود کے گزیدہ مسلم اس نرالی تقسیم پر کانپ سے جاتے ہیں۔ ٹکڑے ٹکڑے نعشیں، پھٹی پھٹی آنکھیں، آس و یاس میں اٹھکیلی کرتی سسکیاں، آبگینہ رنگ گنبد نیلوفری کی جانب اٹھ رہی ہیں۔ اس کے گوشے گوشے کو تاڑتے تکتے، اپنے جگر پاروں کے لاشے تڑپتے سامنے رکھے، وہ رحمت الٰہی کی زنجیر کو ہلانے کی سعی پیہم میں مصروف ہیں۔ اس امید پر کہ شاید ان کی آہیں اور سسکیاں ہی سحاب کرم کا روپ دھار لیں۔ رحمٰن کی رحمت بھی تو ''بہانہ می جوید بہانمی جوید'' یوں انہیں ''رحمت بھرے'' ایام سے نوازا جاتا ہے تا کہ ٹوٹے ہوئے حزیں دلوں کی تسکین کا کچھ سامان تو ہو لیکن ستم رسیدہ ہندوستانی تو کسی مسیحا جانفزا کے لیے دامن طلب آنگن کیے ہوئے تھے۔ وہ تو کسی معافی و سائبان کے منتظر تھے جو بے دردوں کو پناہ اور تشنہ لبوں کی شادابی و فرحت کا انتظام کرے۔

نزولِ رحمت کا مہینہ اور جون کی کڑکتی دھوپ، یہی ایام تھے کہ ملاء اعلیٰ میں ''باب مدینۃ العلم'' کے یوم شہادت کے استقبال کی تیاریاں ہونے لگتی ہیں۔ قدسیوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ اس دفعہ باب علم کو وا کر کے کس صاحب علم کو اس شہادت گہ الفت میں قدم رنجہ ہونے کی سعادت بخشی جاتی ہے۔

یہی ایام ہیں کہ دریائے جہلم کے کنارے مسافر دنیا کی حقیقی عکاس ایک کٹیا میں ایک فقیر جو ''امیر'' کے نام سے مشہور ہے، اپنے آقا کی دریوزہ گری میں بڑی لجاجت سے مصروف ہے۔ جس کے ایام اپنے محبوب کی انسانیت ساز تعلیم کی تدریس میں رطب لسانی کرتے گزر جاتے ہیں تو اس کی شبیں اپنے کریم کی بارگاہ میں کھلے سیپ کی مانند ہاتھ اٹھائے بسر ہو رہی ہیں۔ مفلوک الحال، ترسیدہ مسلمانوں کی دل پیچ حالت زار پر یہ بھی موتی پروئی لڑیاں پیش کر رہے ہیں۔ نمناک سوال و رحمت لازوال کے انہی احوال میں منادی نداء دیتا ہے کہ بروز شہادت ہم اس کھلی سیپ میں اپنے ''کرم'' جاویداں کا ایک قطرہ ڈالنے والے ہیں، جس سے ایسا موتی جلاء افروز ہوگا جو میرے علی کا صحیح وارث ہوگا۔ جو میرے

Marfat.com

''محبوب شاہ کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا ایک خاص کرم ہوگا۔ جو ''بے راہ'' چلتے قافلوں کو منزل آشنا کرے گا۔ کسی کے درد کا درماں اس کی من موہنی صورت بنے گی تو کسی جوئیندۂ منزل کو اس کی سیرت میسّر ہوگی۔ کوئی سائل اس کے بکھرے موتیوں سے دامن مقصود گوہرِ مراد سے بھرے گا تو کوئی مظلوم اس کی دادرسی سے تسکین پائے گا۔ کوئی خشک مزاج ادب کا متوالا اس کے قلم سے پھوٹتی ''ضیاء القرآن'' پر سر دھنتا رہ جائے گا تو کوئی مردہ دل ''ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی چاشنی سے راہ راست پر آجائے گا۔

یوں جولائی اور عشرۂ رحمت کا پہلا دن ہے جب یہ گوہر فرید منصۂ شہود پر نمود پذیر ہوتا ہے۔ جہلم کے کنارے وہ امیر فقیر اس نعمتِ مسؤلہ پہ مُعطی کو بھول نہیں جاتا۔ اگرچہ وہ زبان حال سے کہہ رہا ہوتا ہے:

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھے مانگ کر اٹھتے نہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

لیکن وہ کوئی ناشکرا انسان بھی نہیں۔ اس کے بعد وہ اس نعمت عظمیٰ پر اظہار تشکر کے لیے اپنے سابقہ معمولات اور محبوب کے لیے صوم وصال تا یوم وصال جاری رکھتا ہے۔

اس موتی کو ایک خاص نسبت کی بناء پر ''کرم'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پہلے دن ہی آپ کے جدامجد آپ کے کان میں **اشھد ان لّا الہ الا اللّٰہ** اور **اشھد ان محمّدًا رسول اللّٰہ** کے روح سوز کلمات کا رس گھلا کر آپ سے عہد لیتے ہیں کہ بیٹا! اس دنیا میں آمد بے مقصد نہیں۔ کسی بھی میدان میں تمہیں ان شہادتین کا عملی ثبوت دینا پڑے تو قدم پیچھے نہیں ہٹانے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ، ایک ایک کردار ہم ٹٹولتے ہیں تو یہ خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے جدِ کریم سے کیے ہوئے اس پہلے دِن کے وعدہ کا بھی کتنا پاس رکھا اور کس طرح اس سے سرِمو بھی انحراف نہیں کیا۔ اس ایفائے عہد سے ترتیب پانے والی حیاتِ مستعار کو چند زاویوں سے دیکھتے ہیں۔ شاید ہماری نجات کا باعث بن جائے۔

مثالی طالب علم

درحقیقت تو انسان ساری زندگی خوب سے خوب تر کی جستجو میں رہ کر طالب ہی ہوتا ہے لیکن دستور زمانہ کسی ادارہ میں باقاعدہ زانوئے تلمذ تہہ کیے ہوئے لمحات کو ہی دورِ طالب علمی کی سند دیتا ہے۔ آپ کا یہ دور تقریباً چونتیس برس تک رہا۔ جس میں درس نظامی کی تکمیل، مراد آباد شریف سے دورہ حدیث شریف، پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے اور جامعۃ الازھر سے ایم۔ اے کے چھ سالہ کورس کی ساڑھے تین سال میں تکمیل شامل ہے۔ آپ کیسے طالب علم تھے، اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ انگریزی اور معاشیات کی تیاری پر قیلولہ کو قربان کرتے تھے۔ اپنے جان سوز مطالعہ کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں کہ ''کئی راتیں پروانۂ علم اور پروانۂ شمع میں مسابقت جاری رہتی حتیٰ کہ اس محویت اور انہماک کے عالم میں موذن تنگ دامانی شب کا احساس دلاتا تھا۔'' آپ کی انہی محنتوں کا ثمر آپ کے رزلٹس، مصری

Marfat.com

اساتذہ کرام کے تحریری احساسات اور قبلہ نعیم الدین مراد آبادی کے اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''میں آج مطمئن ہوں کہ میرے پاس جو امانت تھی وہ میں نے موزوں فرد تک پہنچا دی ہے۔''

آپ کا اپنے اساتذہ سے انس ومحبت کا یہ عالم تھا کہ قبلہ مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی اس دعا پر کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو حسنات اور برکات سے نوازے۔'' آپ نے اپنے دو بچوں کے نام امین الحسنات اور حفیظ البرکات رکھے اور قبلہ امین الحسنات شاہ صاحب کے جگر پارہ کا نام محمد نعیم الدین تجویز فرمایا۔

بلاغت وسلاست اور نا قابل تردید دلائل کے حسین امتزاج کا بے مثال شاہکار ''سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام'' آپ کے دور طالب علمی کا ہی ایک کارنامہ ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مہربان رفیق حیات

زمانہ طالب علمی میں ہی 1948ء میں آپ کی ازدواجی زندگی اپنے عم بزرگوار کے دولتکدہ سے شروع ہوئی۔ آپ کی زندگی کا یہ گوشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان ''خیر کم خیر کم لاھلہ'' کی بہت عمدہ تصویر پیش کرتا ہے۔ آپ اپنے پروردگار کی اس نعمت کا یوں شکر ادا کرتے ہیں کہ میری کامیابیوں میں میرے گھر والوں کا بہت حصہ ہے کیونکہ انہوں نے مجھے گھریلو امور میں کبھی نہیں الجھایا بلکہ ہمیشہ سکھ پہنچایا اور ایک اچھے مشیر کا کردار ادا کیا۔

مہربان باپ

آپ نے اپنے صاحبزادگان کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ بلکہ انہیں ''صاحبزادہ'' بننے ہی نہیں دیا۔ قبلہ سجادہ نشین صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میں تین سال کا تھا جب آپ مصر میں زیر تعلیم تھے۔ ایک دن اڑتے جہاز کو دیکھ کر میں نے کہا: اے جہاز! میرے ابو کو کہہ دینا کہ جلدی واپس آ کر میرے لیے کار لے آنا۔ پھوپھی جان نے یہ بات خط میں لکھ دی تو آپ نے ''بچے کی جہاز کی خواہش'' سمجھ کر اسے نظر انداز نہیں کیا بلکہ جواباً لکھا ''ہمیں کاروں کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمیں اللہ کے نبی ﷺ کی غلامی کافی ہے۔ ہمیں اللہ کے نبی کی غلامی کافی ہے۔ ہمیں اللہ کے نبی کی غلامی کافی ہے اور بس۔'' صاحبزادہ صاحب کے میٹرک کر لینے پر اساتذہ نے مشورہ دیا کہ بیٹے کو ڈی سی لگوا دو۔ آپ نے فرمایا ''اللہ کے نبی کے غلام بن جاؤ سارے ڈی سی تمہارے قدموں میں حاضر ہوں گے۔'' درویش خدا مست وخود آگاہ کی زبان حقیقت ترجمان سے نکلا ہوا یہ جملہ آج کیسی حسین تصویر پیش کر رہا ہے۔ آپ کی اسی تربیت کا اثر ہے کہ آپ کے فرزندار جمند بگڑے ہوئے روایتی وراثتی

Marfat.com

صاحبزادے نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک بادیہ ضلالت میں گم گشتہ قافلے کے لیے مینارۂ نور کا فریضہ سر انجام دینے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے۔ زندوں میں رہنے کے لیے اپنے زمانے اور اپنے صبح و شام پیدا کیے ہوئے ہیں۔

قابلِ تقلید سربراہ ادارہ

آپ نے اپنے والد ماجد کی 1925ء میں قائم کردہ اپنی ابتدائی مادر علمی کی 1957ء میں نشاۃِ ثانیہ کی۔ آپ نے توکل علی اللہ کو شعار بنایا: بخاری شریف کی اپنی شرح ضیاء البخاری میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں ''مجھے کبھی فکر نہیں ہوئی کہ عمارت شروع کی ہے، کیا اندازہ کتنا خرچ ہوگا۔'' ایک اور جگہ فرماتے ہیں'' آپ خلوص کے ساتھ ضرورت پیدا کریں، سمیع و بصیر ذات اپنے بندوں کی ضروریات کو دیکھ رہی ہے پیسے کی کمی اللہ کریم نہیں رہنے دیتا۔'' دینی امور ادھورے رہ جانے کی آپ دو وجوہات بیان کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ'' ناظمین ادارہ بددیانت ہوتے ہیں۔ مختلف حیلے بہانوں سے رقم خود استعمال کرتے رہتے ہیں۔ بددیانتی ایک آنے کی بھی کی جائے برکت اٹھ جاتی ہے۔ برکت اٹھ جائے تو لاکھوں کروڑوں بھی پورا نہیں ہوتا۔ اس لیے بددیانتی کو زہر قاتل سمجھیں۔ دوسری وجہ بے تدبیری ہے یعنی پانچ روپے کا کام چھ روپے میں کرواتے ہیں اور ناکام ہو جاتے ہیں''۔

شفیق معلم

آپ اپنے طلبا کو ہمیشہ بچے ہی سمجھتے تھے، انہیں ہی اپنی کل کائنات تصور کرتے تھے۔ اسی لیے تو آپ ہمیشہ اسی گلستان کی آبیاری میں ہمہ تن مصروف رہے۔ آپ طلبہ کو ہمیشہ خلوص و محبت مصطفیٰ کریم ﷺ کا درس دیتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا'' اگر اس دار العلوم کے طلبہ ہی دنیا سے آنکھیں بند کرلیں اور اپنے دلوں کو اللہ اور اس کے رسول کے دین کو سر بلند کرنے کے لیے وقف کر دیں تو اللہ کے فضل سے ہم انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔''

مزید فرمایا'' تمام خطرات کے باوجود میرا یہ ایمان ضرور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے اگر آپ ایک قدم اٹھائیں گے تو آپ سو قدم آگے پہنچ جائیں گے۔'' آپ اپنے طلبہ میں گھل مل کر رہتے اور کبھی کبھار سبق آموز مزاح کر کے بھی سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہوتے تھے۔

معتدل مزاج فقیہ

ضیاء البخاری میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں'' دنیا میں فتویٰ بازی سے کوئی جنگ نہیں جیتی جا سکتی۔ جنگ جیتنے کے لیے محنت، عمر بھر محنت کی ضرورت ہوتی ہے''۔ چونکہ یہ ایک مسلمہ فقہی ضابطہ ہے کہ

Marfat.com

شدت احتیاج کے وقت دوسرے مجتہد کی رائے کو اپنایا جاسکتا ہے۔اس لیے ابتلاء عوام کے پیش نظر کئی مسائل میں آپ اپنے معاصرین کی نسبت نرم گوشہ اختیار کیے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یادِ اسلاف مُرشد کامل

آپ کی کامیابیوں اور بلند مرتبہ کمال میں آپ کی اپنی محنتوں سے زیادہ اپنے پیرومرشد کے ساتھ عقیدت، محبت، ادب اور خلوص کی کرشمہ سازیوں کا دخل ہے۔اپنے مرشد کریم کے خانوادہ کے بچوں تک کے ہاتھ چومتے تھے۔سیال شریف کے صاحبزادگان یہاں حصول تعلیم کے لیے تشریف لائے تو آپ پیرانہ سالی کے باوجود ان کی خیریت دریافت کرنے کے لیے ہاسٹل کا چکر لگاتے تھے۔اس کے علاوہ آپ سادات کرام کا حد درجہ احترام کرتے۔انہیں اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھاتے۔جن لوگوں نے آپ کو دیکھا ہے انہوں نے آپ کے کمالِ ادب کا ضرور مشاہدہ کیا ہوگا۔حضرت سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والی ایک شخصیت کی قدم بوسی کرتے ہوئے راقم نے خود بھی دیکھا ہے۔ اس کمال ادب ومحبت کا نتیجہ تھا کہ پیر سیال لجپال نے یوں فیاضی کا مظاہرہ فرمایا ”کرم شاہ میرا دایاں بازو ہے، میری آنکھوں کا نور ہے، میرے دل کا سرور ہے“۔

حُسنِ اخلاق کا پیکر

آپ کی شیرینی کلام، سادگی، حسنِ توجہ اور دیگر قابلِ ستائش اوصاف کی بناء پر جو بھی آپ کی صحبت فیض برکت سے چند لمحے متمتع ہوا آپ کا ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔کئی سنگدلوں کو یہاں رام ہوتے دیکھا۔ کئی بے ادبوں کو ادب کا خوگر بنتے دیکھا۔آپ کے امین امانات کی زیارت سے آپ کے اخلاق فاضلہ کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔آپ کے نزدیک تکبر اور ریاء کی نفی ہی روحِ تصوف ہے۔آپ نے سادگی اور منکسر المزاجی کا عملی نمونہ پیش کر کے قول وفعل کی برابری کی حسین تصویر پیش کی۔آپ کے اکثر ارادتمندوں کا زمرۂ علماء میں سے ہونا آپ کے عباد الرحمٰن میں سے ہونے کی ظاہر وباہر دلیل ہے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان کہ ولی کامل کی زیارت سے اللہ یاد آجائے کا صحیح مصداق تھے۔آپ کو دیکھنے والا بے اختیار و بے خود ہوکر کہہ اٹھتا ”جی کرتا ہے تجھے دیکھتا رہوں، تجھے دیکھتا رہوں“

شیدائی سنت مصطفےٰ ﷺ

آپ کی زندگی کا سب سے نمایاں اور تعلیمی وصف آپ کا سنت مصطفیٰ ﷺ کا حامل ہونا ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ، آپ کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ ﷺ کا پرتو تھی۔کئی دفعہ صبح چشم پرنم کے ساتھ آپ کو بیدار ہوتے دیکھا۔ایسی نقاہت میں بھی جماعت کا التزام کرنے کا مشاہدہ ہوا جب دو فرخندہ

Marfat.com

فال آپ کو کندھا دے کر آ رہے ہیں اور پاؤں کے آثار و نقوش زمین پر واضح ہیں۔ وضو کے بعد تولیہ استعمال کرتے۔ استنجاء کے بعد مٹی پر ہاتھ رگڑتے بھی دیکھا گیا۔ سائل کے پیچھے دوڑ کر اسے نوازتے راقم نے خود مشاہدہ کیا۔ اپنے بچے سے دارالعلوم کی روٹی کا نوالہ انگلی سے نکالتے دیکھا گیا۔ 1992ء کے سیلاب میں جب ہر طرف نفسانفسی کا عالم تھا، آپ کو یہ فرماتے سنا گیا کہ دارالعلوم کی گندم کا ایک ایک دانہ امانت ہے، اس کی حفاظت کرو۔ دارالعلوم اور ہاسٹل کی تعمیر میں آپ کو تگاریاں اٹھاتے ہوئے تو ایک خلق کثیر نے دیکھا۔ بچوں کو سلام خود کیا کرتے تھے۔ ہم سے ہماری خیریت دریافت فرما کر بھی نوازتے تھے۔ جوتا پہنانے والے بچوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے کان پیار سے مسلتے تھے۔ کئی دفعہ بندہ ناچیز بھی اس سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ گوشت نوچ کر تناول فرماتے۔ کوئی تحفہ پیش کیا جاتا تو برکت کی دعا سے نواز کر اسے حاضرین میں تقسیم فرما دیتے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ سنت نبی کریم ﷺ کے مظاہر و پرتو ہی تو ہیں۔ آپ کی کس کس ادا کو بیان کروں کہ زبان و بیان بھی تو درماندہ رہ جاتے ہیں۔ آپ کو نسبت کا اس قدر پاس تھا کہ ہمیشہ سادہ جائے نماز استعمال کی، سبز جائے نماز، سبز تولیہ، سبز صابن، لوٹا وغیرہ کبھی استعمال نہیں کیے۔

مصنف وادیب

دور تعلیم کی سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بعد کی ضیاء القرآن وضیاء النبی ﷺ شریف آپ کے اہم ہدایائے خلوص ہیں۔ زبان و بیان کی سلاست اور موضوع کی مناسبت کے ساتھ ساتھ کئی نئی تراکیب سے اردو ادب کو آشنا کر کے اس کے دامن کو مزین کیا ہے۔ مثلاً خیابانِ ہستی، خزاں کی چیرہ دستیاں، گلوں کی نکہت افشانیاں، عنادل کی نغمہ ریزیاں، گلدستہ طاق نسیاں، سبزہ نو دمیدہ، یہ آپ کے دورِ تعلیم کی ایک جھکار ہے۔ باقی نغمہ ریزیوں کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ تفسیر میں آپ نے عام روش سے ہٹ کر اپنے لیے راستہ متعین فرمایا جس کی نشاندہی آپ کے مقدمہ تفسیر سے ہوتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں ''اس ناچیز کے نزدیک قرآن کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ وہ کتاب ہدایت ہے۔ آج ہمیں قرآن مجید کے اسی پہلو پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ لیکن شومئی تقدیر ملاحظہ ہو آج قرآن کا یہی پہلو متروک اور مہجور ہے۔'' اصل مراجع سے استفادہ کے ساتھ حسن بلاغت اور ادائیگی نے آپ کی تصانیف کو چار چاند لگا دیئے۔

عدالتی خدمات

کئی اعلیٰ حکومتی عہدوں کی پیشکش کی طرح آپ کو شریعت کورٹ میں بطور جسٹس تعیناتی کی بھی کئی

Marfat.com

دفعہ پیشکش کی گئی لیکن آپ نے ہر دفعہ رد کر دیا۔ مگر جب حکومتی حلقوں میں "رجم ایک غیر انسانی اور غیر اسلامی سزا ہے" موضوع بحث بننے لگا تو آپ نے غیرت ایمانی کے تقاضا کے پیش نظر 1980ء میں عہدہ قضا کو قبول فرمایا جس پر آپ تادم واپسیں فائز رہے۔ رجم کا اسلامی حد ہونا، شفعہ کے ظالمانہ انگریزی قانون کا خاتمہ، شناختی کارڈ کے لیے نصف تصویر کا جواز، مزارعت کے قوانین وغیرہ آپ کے اہم فیصلے ہیں۔

رویت ہلال کمیٹی میں خدمات

1971ء تا 1981ء بطور ممبر جبکہ 1981ء تا 1986ء بطور چیئرمین کام کیا۔ آپ کے اعتماد اور قوت فیصلہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے: ایک مرتبہ عید کا چاند نظر نہ آیا۔ آپ حبیب بینک پلازہ کراچی کی چھت پر نماز ادا فرما رہے تھے۔ کہ "چاند چاند" کا شور بلند ہوا۔ اس ہجوم سے دو آدمیوں کو اوپر بلوا کر پوچھا کہ آج صبح کی نماز پڑھی تھی تو لڑکھڑاتی زبان سے کہنے لگے او جی ...... او جی ...... جی نہیں۔ کیا نماز آتی بھی ہے تو ایک بولا جی نماز تو نہیں آتی ہاں "قلو" (قل شریف) آتا ہے۔ آپ نے فرمایا "دل تو چاہتا ہے کہ اتنے زور سے تھپڑ لگاؤں کہ نیچے جا گرو اور ہڈی پسلی ایک ہو جائے۔ اور کسی کو چاند نظر نہیں آیا تمہیں نظر آ گیا"۔ وہ دونوں آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور غلطی کی معافی مانگی۔

اس بحر ناپیدا کنار میں غواصی کب تک، نکھرے نکھرے موتیوں کی مالا چننا کب تک، اس شہسوار طریقت سے اسرار و رموز کے گنجینوں کی نقاب کشائی کہاں تک، اس گلستان معرفت و حقیقت کی گل چینی کب تک، اسیر گیسوئے مصطفیٰ ﷺ کی اداء دلربا کی مدح وثناء کیسے، اس اعتراف کے ساتھ دامن طلب پھیلاتا و سمیٹتا ہوں۔

داماں نگاہ تنگ وگل حسن تو بسیار گل چین تو از تنگی داماں گلہ دارد

شہادت علی کے روز چمکنے والا یہ درِ یتیم قربانی اسماعیل کی شب دُرِ مکنوں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے مشن کو سمجھنے اور اس کے ساتھ مخلص رہنے کی توفیق دے۔ آمین

Marfat.com

جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد اسلم الرضوی

تقریباً ساڑھے دس گیارہ بجے کا وقت تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ سورج اپنی تابانیاں کرۂ ارض پر بکھیر کر قدرت کی فیاضی کا اعلان کر رہا تھا۔ ہوا خراماں خراماں چل رہی تھی۔ گرمی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے ایجوکیشن بلاک اور ہاسٹل کا درمیانی راستہ متلاشیانِ گوہر ہائے علم وعرفان کی آمد ورفت سے رونق بداماں تھا۔ ہم ایجوکیشن بلاک سے نورالانوار کا پیریڈ پڑھ کر ہاسٹل کی طرف گامزن تھے۔ جونہی ہم ہاسٹل کے مین گیٹ پر پہنچے تو اچانک نظر ایک ایسی شخصیت پر پڑی جس کے عارضِ تاباں سے نورانی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ جس کی درخشاں پیشانی موجِ نور میں غرق تھی۔ جس کی آنکھوں سے تجلیات کے چشمے ابل رہے تھے۔ جس کے دل کی شمع فروزاں اقلیم ولایت کے نگار خانوں کو چمکا رہی تھی۔ جس کی آنکھوں کے پیمانے سے چشتی میکدے کی شراب ٹپک رہی تھی۔ ہاں ہاں یہی وہ کشتۂ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کو لوگ ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہی وہ سرشارِ بادۂ وفا ہے جس نے حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ اشارۂ ابروئے یار کے تابع کر دیا۔ جس کی زندگی کی ہر ساعت اُسوۂ مصطفائی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ یکتائی کی امین ہے۔ جس کی کتاب زیست کا ہر ورق سنت مصطفائی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مزین ہے۔ جس نے دلیل وبرہان کی وادیوں کو بھی عبور کیا۔ جس نے عشق ومستی کی چوٹیوں کو بھی سر کیا۔ جس نے اقوالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لفظی تشریح بھی کی اور اعمال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ یہی وہ فرخندہ روزگار شخصیت ہے جس نے ان گنت تیرہ بختوں کو بلند اقبال کیا۔ یہی وہ پیکر وفا ہے جس کی ساری زندگی کا نقشہ کسی شاعر کی زبان میں یوں کھینچا جاسکتا ہے۔

میری زندگی بھی عجیب ہے میری بندگی بھی عجیب ہے
جہاں مل گیا تیرا نقش پا وہیں میں نے کعبہ بنا لیا

جب ہماری نظر اقلیم معرفت کے اس تاجدار پر پڑی تو جذبات تاب ضبط سے باہر ہو گئے۔ وارفتگی شوق میں ہم آگے بڑھے اور آپ کے دست اقدس کو چوم لیا۔ آپ اگرچہ پیرانہ سالی اور بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے تھے لیکن آپ کا رخ تاباں اب بھی گلاب سے زیادہ شگفتہ اور چاند سے زیادہ روشن تھا۔ القمر ہاسٹل کی مسجد کی تعمیر اپنے آخری مراحل میں تھی اور آپ دو آدمیوں کے سہارے خدا کے

Marfat.com

اس مقدس گھر کی زیارت کے لیے اور خانہ خدا کی زیبائش اور آرائش کے مشاہدہ کے لیے مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ مسجد میں داخل ہو گئے۔ ہم تو مسجد کی درودیوار کا مشاہدہ کرنے لگے اور وہ پیکر عجز و نیاز بارگاہ ناز میں سجدہ محبت میں مصروف ہو گئے۔ دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کے بعد روئے زیبا ہماری طرف کیا اور سوالیہ انداز میں سخن طراز ہوئے "جانتے ہو میں نے دو رکعت نفل نماز کیوں پڑھی ہے؟" "حضور ہمیں تو نہیں معلوم" ہم نے بصد ادب عرض کی۔ آپ نے فرمایا: میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ ہے کہ آپ جب بھی کسی نئی تعمیر شدہ مسجد میں جلوہ افروز ہوتے تو پہلے دو رکعت نماز نفل ادا کرتے اور پھر مسجد کا مشاہدہ فرماتے تاکہ سیرگاہ اور عبادت گاہ میں امتیاز باقی رہے۔ آپ نے یہ جملہ ہماری تربیت کے لیے ارشاد فرمایا تھا۔

آپ کے جوتے میرے پاس تھے۔ جب آپ نے مسجد سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو میں نے مسجد کے دروازے کے سامنے آپ کے نعلین مبارک رکھے۔ یہاں بھی آپ نے عجیب طریقہ سے رسم محبت ادا کی۔ مسجد کا دروازہ اونچا تھا اور جوتوں والی جگہ نیچی۔ آپ نے اپنا بایاں پاؤں پہلے نکال کر چمڑے کے نوک دار کھسے کے اوپر رکھا اور پھر اپنا دایاں پاؤں نکالا۔ دائیں پاؤں کا جوتا پہلے پہنا اور بائیں کا بعد میں۔ دو آدمی تھامے ہوئے ہیں۔ ضعف اور کمزوری انتہائی ہے۔ آسان تو یہ تھا کہ پہلے بائیں پاؤں کا جوتا پہنتے پھر دائیں کا لیکن چونکہ یہ سنت کے خلاف تھا۔ اس وجہ سے اس اسیر گیسوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشکل تو برداشت کر لی لیکن ایک چھوٹے سے کام میں بھی ادائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چشم پوشی نہیں کی۔ آیئے ایک جھلک اور ملاحظہ کیجئے:

نماز کا وقت قریب ہو رہا ہے۔ چند ہی لمحوں بعد مسجد امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ سے صدائے بلالی سنائی دیتی ہے، جو اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مضطرب کر دیتی ہے۔ آپ وضو فرماتے ہیں اور سنتیں ادا کرنے کے بعد فرماتے ہیں: چلو مسجد میں چلیں۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے ایک استاد گرامی بھی بارگاہ ضیاء الامت میں موجود ہیں۔ عرض کرتے ہیں: حضور! آپ کی صحت اجازت نہیں دیتی کہ آپ مسجد میں نماز ادا کریں۔ لہٰذا ہم چند آدمی نماز کے وقت آپ کے حجرۂ مبارک میں حاضر ہو جایا کریں گے اور یہاں ہی جماعت کروا لیا کریں گے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: کیا آپ کو میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ واقعہ یاد نہیں کہ جب آپ کی طبیعت مبارکہ علیل ہوتی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سہارے پر نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لاتے۔ دراں حالیکہ آپ کے پاؤں زمین کے ساتھ لگ رہے ہوتے۔ چلو مجھے بھی اسی طرح لے چلو تاکہ میرے آقا کی سنت زندہ ہو جائے۔

Marfat.com

قارئین! لمحہ فکر یہ ہے کہ آخر اس سوچ کا داعیہ کیا ہے؟ اس عمل کی علت کیا ہے؟ میرے نزدیک اس کی وجہ فقط محبت رسول ﷺ ہے جو جا بجا رسمِ وفا کی ادائیگی کی متقاضی ہے۔ کسی عربی شاعر نے سچ کہا تھا ؎

لو کان حبّک صادقًا لاطعته　　انّ المحبّ لمن یُحِبُ مطیع

آپ بے شک ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں لیکن آج بھی آپ کی خاکِ لحد ابھر ابھر کر، آتش عشق بھڑک بھڑک کر، سوز نفس بھیگ بھیگ کر، نظر نظر، روش روش، گل بہ گل، دل بہ دل، کو بہ کو، در بدر اور خانہ بہ خانہ فہم وذکاء کے پھول نچھاور کر رہی ہے۔ حضور ضیاء الامتؒ رحلت فرمانے کے باوجود بھی حیات جاوداں کے مالک ہیں۔ زندگی صرف مہر و ماہ تک رسائی ہی کا نام نہیں، صرف نیوٹن اور ایڈیسن کا نام ہی نہیں بلکہ یہ بلال رضی اللہ عنہ بھی ہے، حسین رضی اللہ عنہ بھی ہے اور اویس رضی اللہ عنہ بھی ہے، جامی رحمۃ اللہ علیہ و رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی، اسے حسن و ناز بھی کہتے ہیں اور یہ اقبال اور پیر محمد کرم شاہ بھی کہلاتی ہے۔ بلاشبہ عشق و محبت کی تاریخ میں راہ محبت کا ہر راہی یاد رکھا جائے گا۔ لیکن رومی و جامی اور احمد رضا و پیر محمد کرم شاہ کے نام آسمانِ محبت پر مہر و ماہ کی طرح چمکتے رہیں گے۔ اس لیے بھی کہ وہ عاشق ہیں اور اس لیے بھی کہ وہ قاسم گوہر ہائے محبت ہیں۔ پیر محمد کرم شاہ صرف محبت کرتا ہی نہیں بلکہ محبت سکھاتا بھی ہے۔ عشق رکھتا ہی نہیں، عشق کا معلم بھی ہے۔ جلتا ہی نہیں راہِ محبت میں جلنے کا روح گیر درس بھی دیتا ہے۔

میرے مرشد کریم! تم کتنے خوبصورت لگتے ہو جب تمہارے قلم سے ضیاء النبی ﷺ کی ضو پھوٹی ہے۔ تم کتنے خوبصورت لگتے ہو جب تمہارے خامہ سے ضیاء القرآن کا نور تقسیم ہوتا ہے۔ تمہاری قسمت پہ کون ناز نہ کرے کہ تم نے ''سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کی افادیت واہمیت کے تصدق سے اپنی فدائی کا پرچم لہرایا۔ تمہارے قلم پر قربان، تمہاری زبان پر فدا، تمہاری فکر پر تصدق، تمہارے آہنگ پر نثار تم نے کتنے عظیم اور کتنے حسین محبوب ﷺ کا انتخاب کیا ہے۔

اب سمجھ پڑتی ہے کہ تمہارا نام اتنے احترام سے کیوں لیا جاتا ہے۔ تم اتنے معزز کیوں ہو۔ تمہاری حیات جاوداں کی سند کیا ہے! ہاں ہاں بس یہی ؎

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر　　اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

قارئین! کسی حسین شاہکار کو دیکھنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک قریب ہو کر دیکھنا اور خوب دیکھنا دوسرا ذرا فاصلے سے دیکھنا۔ حضرت ضیاء الامت کو دونوں طریقوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ قریب سے بھی اور ذرا فاصلے سے بھی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ پیر محمد کرم شاہ کو قریب سے دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔

Marfat.com

اتنی روشنی، اتنا پیار، اتنی خوشبو، اتنی عطا، اتنی نوازشیں اور اتنا خلوص کہ دیکھنے والے کو اپنی تنگی داماں کا احساس شدت سے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے

داماں نگاہ تنگ وگل حسن تو بسیار   گل چین تو از تنگی داماں گلہ دارد

اور شاید کچھ لوگوں کے لیے مرحلہ اس لیے بھی تلخ ہو کہ پیر محمد کرم شاہؒ کسی کو اس کا اپنا نہیں چھوڑتے۔ وہ عشق رسول ﷺ کا ایسا جام پلاتے ہیں کہ آدمی از خود رفتہ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی زبان کی مٹھاس اور خوبصورت لہجے سے ایک نئے نمونے، نئے ڈھب کا انسان تیار کرتے ہیں۔ ایسا انسان جس کا کچھ بھی اپنا نہ ہو۔ وہ سب کچھ پیر محمد کرم شاہؒ کے محبوب ﷺ کے ہاتھ بیچ دے اور پھر وہ جو چاہیں وہ وہی نظر آئے۔ اگر کسی کو شک ہو تو پیر محمد کرم شاہؒ کے قریب بیٹھنے والے پیر محمد امین الحسنات شاہ، سید زاہد صدیق شاہ، مختار احمد ضیاء اور سید نذیر حسین شاہ کو دیکھ لے۔ یہ کسی سنگ تراش کی صحبت میں نہیں بنے بلکہ عاشق مصطفیٰ ﷺ کے ذوق تربیت نے ان کو پالا ہے۔

وہ دور ہوں تو بجا ترکِ دوستی کا خیال   وہ پاس ہوں تو کہاں اختیار اپنا ہے

حضرت ضیاء الامت کو ذرا فاصلے سے دیکھیں تو ماننا پڑتا ہے کہ اگر وہ خالق ارض وسماء کے تائید یافتہ نہ ہوتے تو ضیاء القرآن اور ضیاء النبی ﷺ کا فیض عام نہ ہوتا۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ سے قافلہ علم وعرفان روانہ نہ ہوتا۔ ضیائے حرم کی کرنیں دنیا کو منور نہ کرتیں لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس چراغ کی روشنی تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی ہے تو پھر کہنا پڑے گا کہ اس شمع کی ضوفشانیاں فزوں سے فزوں تر کیوں نہ ہوں کیونکہ اس کا تعلق مشکوٰۃ نبوت سے ہر لحہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ خدا کرے فیضان نبوت بواسطہ ضیاء الامت تا قیامت تقسیم ہوتا رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

Marfat.com

دیدوشنید

ملک نعیم شہباز اعوان

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ ایک ہمہ گیر انسان تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ایسے امتی جنہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اپنے محبوب کریم ﷺ کی اطاعت میں گزارا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرشتوں میں سے ایک انسان نما کو بے قرار روحوں اور پریشان حال بھٹکی ہوئی امت کی راہنمائی کے لیے زمین پر اتارا۔ چاند کی چاندنی میں گوندھا ہوا جسم اور جنتی چشموں کے پانی سے دُھلا ہوا کردار۔ جس نظر سے بھی دیکھوں آسمانوں سے اترا ہوا ایک نورانی پیکر نظر آتے تھے۔ حضور ضیاء الامت کو اللہ تعالیٰ نے کئی خوبیوں سے نوازا تھا۔ خانقاہی نظام کی حقیقی صورت دیکھنے کے لیے آپ کی مجلس کی حاضری ضروری تھی۔ جتنی بار بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کے دروازے پر لوگوں کی بھیڑ دیکھی۔ آپ بڑے اطمینان سے لوگوں کے مسائل سنتے۔ دعا کرتے، تعویذ و تسلی دیتے۔ تحمل و انکساری کے ساتھ لوگوں کو قرآن و سنت کے مطابق نصیحت فرماتے۔ ایک دفعہ دیکھنے میں آیا کہ ایک کنبہ جو کئی خواتین، بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں پر مشتمل تھا کمرے میں موجود تھا۔ ہم پیچھے اپنی باری کے انتظار میں کھڑے تھے۔ ایک بوڑھی خاتون جو اس کنبے کی دادی معلوم ہوتی تھی، قبلہ پیر صاحب کو تمام حالات سے آگاہ کر رہی تھی کہ اس بچے کو بخار ہے دم فرما دیں۔ یہ شرارتیں کرتا ہے تعویذ دے دیں۔ یہ گھر سے بھاگ جاتا ہے نصیحت کریں۔ یہ نوجوان بے روزگار ہے دعا کریں۔ یہ خاتون اپنے خاوند سے لڑتی ہے اس کو سمجھائیں۔ قبلہ پیر صاحب باتیں سن رہے ہیں۔ جو وہ عورت کہتی ہے کرتے چلے جاتے ہیں۔ اسی دوران کسی ایک خادم نے اس عورت سے کہا کہ سب کے لیے دعا ہوگئی ہے۔ چلو پیچھے لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ مگر قبلہ پیر صاحب نے خادم کو روک دیا اور پھر اس بوڑھی عورت کی باتوں میں محو ہو گئے۔ جب اس کنبے کی مکمل تسلی ہوگئی تب جا کر وہ وہاں سے اٹھے۔ اس دوران میری نظریں آپ کے چہرے پر لگی رہیں۔ ایک دفعہ آپ نے نگاہیں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھے یوں لگا جیسے کہہ رہے ہیں: اگر میں بھی ان لوگوں کی باتیں نہ سنوں گا تو کون سنے گا۔ بادشاہوں کے دروازے مخصوص لوگوں کے لیے کھلتے ہیں۔ لیکن درویشوں کے دروازے ہر خاص و عام کے لیے کھلے رہتے ہیں۔

انجمن طلباء اسلام سے آپ کی محبتوں اور عنائتوں کا سلسلہ عرصہ 30 سال پر محیط ہے۔ تقریباً 13 سال سے انجمن کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے آپ کی خدمت میں کئی بار حاضری کا موقع ملا۔ آپ کو

Marfat.com

جب بتایا جاتا کہ انجمن طلباء اسلام کے ساتھی ہیں تو آپ کا چہرہ گلاب کی طرح کھل جاتا۔ چہرے پر مسکراہٹیں بکھر جاتیں۔ آپ اتنی محبت سے پیش آتے کہ مسرت وانبساط کی کیفیت رگ وپے میں سرایت کر جاتی اور تنظیمی کام میں پیدا ہونے والی مشکلات سے نبٹنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا۔ آپ ہماری حوصلہ افزائی کے لیے اکثر فرمایا کرتے کہ انجمن طلباء اسلام وہ کام کر رہی ہے جو ہم نہیں کر سکے۔ آپ ہمارے حوصلوں کو بلند کرتے ہوئے فرماتے: بیٹا! اس راہ میں کانٹے بھی ہیں، پھول بھی، گھبرانا نہیں بلکہ ہمت وحوصلہ سے تمام راستہ طے کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا حبیب ﷺ تیرے ساتھ ہے۔

آپ کے حسنِ اخلاق کا یہ عالم تھا کہ آپ سے ملنے والا ہر شخص یہ محسوس کرتا کہ وہ مجھ سے سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ حضور ضیاء الامت حضور اکرم ﷺ کی ہر سنت پر عمل کرنے والے تھے۔ جس طرح حضور ﷺ کے ہر صحابی کو یہ یقین ہوتا تھا کہ آپ ﷺ مجھ سے زیادہ محبت فرماتے ہیں اسی طرح ضیاء الامت بھی اپنے غلاموں کے ساتھ ایسا حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے کہ ملنے والا آپ کا گرویدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ بھیرہ کی ایک معروف اور سیاسی شخصیت محبوب الٰہی پراچہ کی وفات پر میں پنجاب یونیورسٹی کے چند طلباء کے ساتھ ان کے جنازہ میں شرکت کے لیے آیا۔ جنازہ کے بعد ہم سب دوست دارالعلوم محمدیہ غوثیہ دیکھنے اور حضور ضیاء الامت کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ پہلے صاحبزادہ امین الحسنات سے ملاقات ہوئی اور مختلف امور پر مفید تبادلہ خیال ہوا۔ انہوں نے ملکی حالات پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ بعد ازاں حضور ضیاء الامت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ہر طالب علم کو تسلی بخش جواب عطا فرمایا اور اتنی شفقت فرمائی کہ ہر طالب علم یہ محسوس کرنے لگا کہ آپ نے خصوصی طور پر میرے ساتھ شفقت فرمائی ہے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ آپ نے ہمارے انہی سوالات کی وضاحت فرمائی جو ہم پہلے امین الحسنات شاہ صاحب سے کر چکے تھے لیکن آپ سے نہ کیے تھے۔ ایک طالب علم جو بار بار ایک ہی سوال مختلف طریقوں سے کر رہا تھا کہ دینی جماعتیں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہیں تو آپ نے جواب میں بڑے تحمل کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ پاکستان کی سالمیت اور نفاذ اسلام کے لیے تمام جماعتیں متفق ہیں اور اس حوالے سے اختلافات بہت معمولی نوعیت کے ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرے۔ فرد ہی جماعتوں کو تشکیل دیتے ہیں۔ جب تک فرد درست نہیں ہوگا جماعتیں یا تنظیمیں کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتیں۔

آپ نے فرمایا کہ دین کی تعلیمات سب پر واضح اور ذمہ داریاں یکساں ہیں۔ لہٰذا قیامت کے دن ہر شخص سے علیحدہ باز پرس ہوگی۔ اس لیے نوجوانوں کو چاہیے کہ اپنے کردار اور اخلاق کو سیرت نبوی ﷺ کے مطابق بنائیں۔ آپ کے انداز گفتگو، نورانی چہرے اور حسن اخلاق سے طلبہ اتنے متاثر

Marfat.com

ہوئے کہ سب کہہ رہے تھے: کاش! ہم کچھ عرصہ پہلے اس ہستی کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضور ضیاء الامت نے طلبا کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ آج رات ہمارے مہمان بنیں۔ آپ کے حسین انداز نے ہم سب کو حیران کر دیا کہ سپریم کورٹ کا جج، اتنا بڑا عالم دین، اتنی عاجزی اور انکساری سے نوجوانوں کو اپنا مہمان بنانے پر اصرار کر رہا تھا۔

مرکزی کنونشن کے لیے بھیرہ شریف میں اجازت کے لیے حاضر ہوئے۔ پیر صاحب فرمانے لگے: یہ پورا ادارہ انجمن طلباء اسلام کا ہے۔ آپ کا اپنا گھر ہے۔ بڑے شوق سے کنونشن کرائیں۔ ہم اپنی بساط کے مطابق آپ کی خدمت کی بھرپور کوشش کریں گے۔ آپ بیماری اور نقاہت کے باوجود حلف برداری کی نشست میں تشریف لائے۔ دعا فرمائی۔ آپ کی تشریف آوری پر وہ کیفیت طاری ہوئی کہ کنونشن کے شرکاء ساری عمر اس کو یاد رکھیں گے۔ اگرچہ آپ تھوڑی دیر کے لیے نشست میں تشریف لائے تھے لیکن کنونشن کے اختتام تک محفل پر رقت کی کیفیت طاری رہی۔ انجمن طلباء اسلام کے صوبائی دفتر کی خریداری میں دعا کے لیے سب سے پہلے بھیرہ شریف حاضر ہوئے تو آپ کے چھوٹے صاحبزادے فاروق بہاء الحق شاہ نے ہمارے خیالات کی ترجمانی فرماتے ہوئے حضور ضیاء الامت کو ہمارے مسائل اور دفتر کی کیفیت سے آگاہ کیا۔ حضور ضیاء الامت نے فرمایا آپ کے پاس ایمان کی دولت اور حب رسول ﷺ جیسی امانت ہے۔ اس لیے آپ زیادہ فکر مند نہ ہوں۔ ان شاء اللہ آپ کا دفتر کامیاب ہو جائے گا۔ آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ فنڈ کا صحیح استعمال کرنا۔ جس مد کے لیے آپ کو فنڈ ملے اسی میں خرچ کرنا۔ آپ نے دوسری نصیحت فرمائی کہ بے تدبیری سے کام نہ لینا۔ اس حاضری میں حضور ضیاء الامت نے تقریباً ایک گھنٹہ سے زائد ہمارے ساتھ گفتگو کی اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی ابتدا سے لے کر اب تک کی کہانی بالتفصیل سنائی۔ آپ کی اس گفتگو نے ہمارے جذبوں کو مہمیز لگائی اور ہمارے حوصلے بلند ہوئے۔ اسی مجلس میں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ مسجد کی تعمیر میں حاصل ہونے والا پیسہ کسی اور جگہ استعمال کرتا ہے تو اللہ اس کی وجہ سے اپنے گھر کو نامکمل چھوڑ دیتا ہے۔ اگر بے تدبیری اللہ تعالیٰ اپنے گھر میں پسند نہیں کرتا تو کسی اور جگہ پر اس کا جواز کیوں کر ہو سکتا ہے۔ یہ باتیں کہنے کے بعد پیر صاحب نے اپنے چند مخلصین کے نام خطوط دیے اور ان کو حکم فرمایا کہ اس سلسلہ میں ہماری مدد کریں۔

میں ایک طویل عرصہ تک اپنے شیخ کی تلاش میں سرگرداں رہا اور پھر ایک دن حزب الاحناف میں جماعت اہل سنت کے تاریخی اجلاس کے موقع پر حضور ضیاء الامت کی زیارت کی اور ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آج تک اس کی لذت محسوس کر رہا ہوں۔ اگلے دن ہی میں بھیرہ شریف حاضر ہوا اور بیعت کی

Marfat.com

درخواست کی۔ آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے درخواست قبول فرمائی اور مجھے اپنے غلاموں کی صف میں شامل کیا۔ اس کے بعد میری تمام الجھنیں حل ہو گئیں اور دل کو وہ قرار نصیب ہوا کہ جس سے پہلے نا آشنا تھا۔ ایک دو ماہ میں بھیرہ شریف آپ کی خدمت میں حاضری ہوتی رہتی تھی لیکن جب آپ کے پردہ فرمانے کی خبر سنی تو یوں لگا جیسے سر سے چھت اڑ گئی۔ وہ شخص جو ٹوٹے ہوؤں کو جوڑتا تھا۔ محبتیں بانٹتا تھا، اس کے چلے جانے سے بے سکونی کی کیفیت پیدا کیوں نہ ہو۔ پہلے تو آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر سکون آتا تھا مگر اب...........

ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کے مشن کو مزید آگے بڑھایا جائے اور جن راستوں میں آپ نے چراغ جلائے تھے ان کو کبھی مدہم نہ ہونے دیا جائے۔ انجمن طلباء اسلام کو آپ نے اپنی سرپرستی میں پروان چڑھایا ہے۔

امت مسلمہ اس احسان عظیم پر بھی حضور ضیاء الامت کی شکر گزار رہے گی۔

Marfat.com

انجمن طلباء اسلام اور انوارِ کرم

محبوب الرحمن

ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم المرتبت عاشق رسول ﷺ تھے۔ آپ کو آقائے نامدار، مدنی تاجدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ کی زندگی سنتِ نبوی ﷺ کا حسین پرتو تھی اور آپ اپنے مریدین، متعلقین، متوسلین اور تعلق داروں کو بھی اس رخِ زیبا کا عاشق بنانا چاہتے تھے۔ سبز گنبد سے عقیدت اور مکینِ سبز گنبد ﷺ سے محبت آپ کا اثاثہ حیات تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ انجمن طلباء اسلام سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ آپ کا دستِ شفقت ہمیشہ انجمن پر سایہ فگن رہا۔

آپ کی نظر میں اے۔ٹی۔آئی ایک ایسی طلبہ تنظیم تھی جو طلبہ کے سینوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی نورانی اور ضیا بار قندیلیں روشن کرنے میں محوِ تگ و تاز ہے۔

آپ انجمن طلباء اسلام کو اہلسنت و جماعت کا سرمایہ اور اُمید کی آخری کرن فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے مختلف مقامات پر انجمن طلباء اسلام کے پروگراموں میں جو باتیں ارشاد فرمائیں وہ ہمیشہ ہمارے لیے مینارہ نور کی طرح جگمگاتی رہیں گی۔ چونکہ انجمن کا مقصد تاسیس طلباء میں صحیح اسلامی روح بیدار کرنا ہے۔ تعلیمی اداروں کا نظامِ تعلیم اسلامی اصولوں پر استوار کرنا اور ملک میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہے۔

قبلہ پیر صاحب کی تو ساری زندگی انہی اُمور سے عبارت رہی ہے۔ اس لیے قبلہ پیر صاحب نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کو انجمن کے بنیادی مقاصد اور خوابوں کی تعبیر کہا جا سکتا ہے۔ رواں صدی میں شاید ہی کوئی ایسی شخصیت منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہو جو قبلہ پیر صاحب سے زیادہ بالغ نظر، معاملہ فہم اور دینی شعور سے مالا مال ہو۔ دردمند دل رکھنے والی اس نابغہ روزگار ہستی میں جذبۂ تعمیر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہو کہ حصولِ مقصد کی لگن اور اس میں محو رہنے کی تڑپ اسے ہمیشہ مصروفِ کار رکھتی ہو اور اُس کی زندگی کا ہر ہر لمحہ اسلام کی سربلندی اور قوم کی خوشحالی کے لیے کوشاں رہنے میں وقف رہتا ہو۔ آپ کی ذاتِ گرامی ان محامد و محاسن کا بے مثال مرقع تھی۔

یہی وہ فکری اور نظریاتی بنیادیں تھیں جن پر عملی اشتراک اور مقصد کی ہم آہنگی نے انجمن طلباء اسلام اور قبلہ پیر صاحب کو ایک دوسرے کے قریب لا کر کھڑا کر دیا تھا اور عقیدت و محبت کے ایسے رشتے سے

Marfat.com

منسلک کر دیا تھا جو تادمِ آخر قائم رہا۔ بعد از وصال قبلہ پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا فکری اور نظریاتی سرمایہ ان کی تالیفات وتصنیفات اور ملفوظاتِ عالیہ کی صورت میں انجمن کی مذہبی اور روحانی راہنمائی کرتے رہیں گے۔

بانیانِ انجمن طلباء اسلام نے جب 20 جنوری 1968ء کو اس تنظیم کی بنیاد ڈالی تو اس کے سب سے پہلے صدر حاجی محمد حنیف طیب سابق وفاقی وزیر اس کے قیام کے فوراً بعد بھیرہ شریف آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو اس کے قیام اور اغراض ومقاصد سے آگاہ کیا اور شفقت فرمانے کی استدعا کی۔ قبلہ پیر صاحب نے اس اقدام کو بہت سراہا اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور دلوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کے لیے انجمن طلباء اسلام کے منشور کی تائید فرمائی اور محترم حاجی صاحب کو اپنی بے پایاں محبتوں اور ان گنت شفقتوں سے نوازا۔

اے ٹی آئی کے قیام کے ابتدائی دنوں میں ہی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں اے ٹی آئی کی شاخ کا قیام وجود میں آ گیا تھا اور امین اماناتِ ضیاء الامت اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے تھے۔

قبلہ پیر صاحب نظم ونسق کی اہمیت اور تنظیم کی افادیت سے کامل طور پر آگاہ تھے۔ اسی لیے آپ نے دارالعلوم اور اس کی ذیلی شاخوں میں انجمن طلباء اسلام کی شاخیں قائم کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔

A-T-I کے منشور میں اس تنظیم کو مذہبی، روحانی اور فکری بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے اور نظریاتی محاذ پر اسے فعال اور قابل قدر تنظیم بنانے کے لیے جن دو عظیم المرتبت شخصیات کی تجاویز اور مشوروں کے علاوہ ان کی تصنیفات نے بنیادی کردار ادا کیا وہ برگزیدہ ہستیاں علامہ احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضور ضیا الامت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیفات انجمن کے سلیبس میں روزِ اوّل ہی سے شامل رہی ہیں۔ خصوصاً ضیا القرآن، ضیاء النبی ﷺ اور سنتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام تربیتی نصاب کا جزو لاینفک ہیں۔

فقرِ غیور اور عشقِ خود آگاہ کے نقیب، درد وسوز اور تحقیق وآگہی کے شاہکار ماہانہ ضیائے حرم کا جب اجرا ہوا تو جن لوگوں نے سب سے پہلے ہدیہ تبریک پیش کیا اور آپ کی پذیرائی اور خیر مقدم کیا وہ انجمن طلباء اسلام کے کارکنان اور قائدین ہی تھے۔ سابقینِ انجمن کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی تھی کہ شرکتِ حنفیہ کے نام سے ایک ایسا اشاعتی ادارہ قائم کیا جائے جو مسلک اہلسنت وجماعت کے لیے کام کرے اور اکابرینِ اہلسنت کی تصنیفات وتالیفات کا کوہِ گراں اپنے کندھوں پر اٹھائے اور اس فریضہ کو بحسن وخوبی سرانجام دے۔ قبلہ پیر صاحب نے ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی شکل میں ایک بلند پایہ ادارے کا

Marfat.com

قیامِ عمل میں لا کر انجمن کے خوابوں کو ایک زندہ تعبیر عطا کی۔ الحمد للہ ضیاء القرآن آج ایک مثالی ادارہ ہے اور اپنے اعلیٰ معیار اور فنی مہارت کی بناء پر بلندیوں پر محوِ پرواز ہے۔ انجمن طلباء اسلام کی مرکزی مجلس مشاورت نے اہم پالیسیاں تشکیل دیتے وقت قبلہ پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے راہنمائی حاصل کی اور آپ کے بیش بہا اور انمول مشوروں پر عمل کرتے رہے۔ انجمن طلباء اسلام کے اعلیٰ عہدیداروں کی اکثریت آپ رحمتہ اللہ علیہ سے براہ راست مستفیض ہوتی رہی ہے اور کچھ افراد کو تو آپ سے بیعت کی سعادت بھی حاصل ہے اور کچھ افراد زانوئے تلمذ طے کر کے اکتسابِ فیض کرتے رہے ہیں۔

ان میں نائبِ ضیاء الامت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب، صاحبِ طرز ادیب اور معروف قلم کار رضاء الدین صدیقی، میاں افتخار الحسن، ملک نعیم شہباز، حافظ طارق محمود ضیا، حافظ محمد شفیق ایڈووکیٹ، سید مقصود علی شاہ، امانت علی زیب، اعجاز احمد فقہی وغیرہ کے اسماء گرامی شامل ہیں۔ قبلہ پیر صاحب نے اپنے دار العلوم کو اے ٹی آئی کو پروان چڑھانے کے لیے اور اس کے تربیتی کورسز اور پروگراموں کے انعقاد کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اے ٹی آئی کے اکثر و بیشتر اہم سالانہ و صوبائی کنونشن دار العلوم میں منعقد ہوتے رہے ہیں اور یہ آپ کی خصوصی کرم نوازی تھی اور آپ نے حکم فرمایا کہ آئندہ انجمن کا ہر کنونشن دار العلوم میں منعقد ہوگا۔

اے ٹی آئی نے جب صُفہ کلاسز شروع کیں اور ریفریشر کورسز کا انعقاد کیا تو ضیا الامت رحمتہ اللہ علیہ ان مواقع پر بنفسِ نفیس تشریف لے جاتے اور اے ٹی آئی کے کارکنان کو اپنے ملفوظات سے نوازتے اور پند و نصائح کے موتیوں سے انجمن کے کارکنوں کے دلوں کو مالا مال فرماتے۔

وہ آخری تقریب جس میں قبلہ پیر صاحب نے اپنی نحافت اور پیرانہ سالی کے باوجود شرکت فرمائی اور اہل تقریب کے ایمان وایقان کو اپنی پر ضیا شخصیت سے جلا بخشی، وہ اے ٹی آئی کا مرکزی کنونشن منعقدہ 22، 23، 24 اکتوبر 1997ء تھا۔ اس کنونشن میں نومنتخب مرکزی صدر ملک نعیم شہباز نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ ترویج اسلام کے لیے مسلسل کوشاں رہے آج تم میں سے کون ہے جو عہد کرتا ہے کہ وہ اسی طرح اپنے شب و روز انجمن کے لیے وقف کرے گا اور اس کے لیے اپنے تن، من، دھن کو قربان کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ قربان جائیے قبلہ پیر صاحب کی ذاتِ گرامی والاصفات پر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں لہرا کر اپنے عزم کا اظہار فرمایا۔

قبلہ پیر صاحب کے وصال کے بعد آپ کی یاد میں تعزیتی کنونشن منعقد کرنے کا اعزاز بھی سب سے پہلے انجمن کو حاصل ہوا۔ یہ ریفرنس 19 اپریل 1998ء کو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اسلام آباد میں منعقد ہوا جس میں چاروں صوبوں، مرکز اور کشمیر کے عہدیداران نے شرکت کی۔

Marfat.com

آخر میں قبلہ پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ان فرمودات میں سے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں جو آپ نے مختلف مواقع پر انجمن کے لیے ارشاد فرمائے:

(1) انجمن طلباء اسلام نوجوان نسل میں خدا پرستی کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے جو جدوجہد کر رہی ہے وہ قابل تحسین ہے۔ حق اور انقلاب کے جوانو! نیکی اور بدی کی جنگ میں نیکی کو غالب کرنے اور عالمی سطح پر سامراجی قوتوں کو اسلام دشمن سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے خود اعتمادی، صبر و تحمل اور جرأت و استقامت کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھو۔ ایسے چراغ بن کر رہو کہ دنیا کا کوئی طوفان تمہاری روشنی دھندلا نہ سکے۔

(2) حضور ﷺ نے جو ہمہ گیر انقلاب بپا کیا اس نے کائنات کا رخ موڑ دیا اور تاریخ کے دھارے کو بدل کر رکھ دیا۔ تاریخ کا سفر جاری رہا اور امتِ مسلمہ اپنی منزل سے ہٹ گئی۔

(3) مغربی سامراج نے مسلمانوں کو شکست کے ساتھ احساسِ شکست سے بھی دوچار کیا۔ شکست کا شکار مسلم اُمہ بے مقصدیت کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتی چلی گئی لیکن آج کے دورِ انحطاط میں پھر سے امتِ مسلمہ میں بیداری کی لہر پیدا کرنے کے لیے عشقِ رسول ﷺ سے سرشار پر عزم نوجوانوں کو اپنا تاریخی کردار ادا کرنا ہوگا۔

(4) میں جب سوادِ اعظم اہلسنّت کے مستقبل پر نظر دوڑاتا ہوں تو ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ ہر طرف مایوسی ہی مایوسی ہے لیکن ان مایوسیوں کے طوفان میں اور اِس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک چراغ ایسا بھی ہے جو روشن مستقبل اور روشن منزل کی طرف نشان دہی کر رہا ہے اور وہ روشن چراغ انجمن طلباء اسلام ہے۔

Marfat.com

حضور ضیاء الامت کی یادیں

مختار احمد مجاہد

1973ء میں میں نے بوچھال سے میٹرک پاس کیا۔ کچھ عرصہ اپنی دکان پر کام کرتا رہا۔ 1974ء میں پی ٹی سی میں داخلہ لیا۔ ابھی جہلم میں پی ٹی سی کورس کے لیے تیاری کر رہا تھا۔ میرے ایک دوست مولانا محمد بشیر صاحب کے بھائی محمد اشرف کی شادی خانہ آبادی تھی۔ مولانا بشیر صاحب نے اپنے دوست مولانا گل شیر صاحب کو مدعو کیا۔ عصر کے وقت مولانا بشیر صاحب اور مولانا گل شیر صاحب میری دکان پر آئے اور فاروق اعظم نمبر اٹھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پیر صاحب ایک رسالہ نکالتے ہیں، اس کا یہ خاص نمبر ہے۔ میں نے وہ آٹھ روپے میں خریدا۔ مولانا نے کہا کہ عشاء کے بعد مولانا گل شیر صاحب کا خطاب بھی سننا ہے۔ عشاء کے بعد خطاب سنا۔ مولانا کا خطاب اتنا خوب صورت تھا کہ اس نے میرا دل موہ لیا۔ قبلہ پیر صاحب کے مدرسہ کی تعریف کی۔ آپ کے محاسن بیان کیے۔ میں نے خطاب کے بعد مولانا کو کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ بھیرہ شریف چلوں گا۔ والد صاحب سے بات کی۔ انہوں نے فرمایا کہ بیٹا بہت اچھی بات ہے اور میں کیا چاہوں گا بہرحال تم سوچ لو کورس لمبا ہے۔ میں نے عرض کی: میں نے سوچ لیا ہے۔ دو دن کے بعد میں اور والد صاحب صبح کے وقت پیدل براستہ للٰہ بھیرہ شریف پہنچے۔ چوتھا پیریڈ تھا۔ استاذی مکرم نُوری صاحب صرف ونحو پڑھا رہے تھے۔ میں اور قبلہ والد صاحب وہیں بیٹھ گئے۔ قبلہ نوری صاحب سے بات چیت کی اور انہوں نے مجھے داخل کر لیا۔ ان سے قبلہ حضرت صاحب کے بارے میں پوچھا۔ اُنہوں نے فرمایا: قبلہ حضرت لاہور تشریف لے گئے تھے۔ وہاں آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور چند دن بعد واپس آئیں گے۔ قبلہ والد صاحب دوسرے دن واپس تشریف لے گئے۔ چار پانچ روز بعد قبلہ حضرت صاحب تشریف لائے۔ عصر کی نماز کے لیے آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ میں نے آپ کے جوتے اٹھا کر ایک سائیڈ پر رکھے۔ نماز اور ختم شریف سے فارغ ہو کر جب قبلہ حضرت صاحب مسجد سے باہر تشریف لائے میں نے آپ کے جوتے سامنے رکھے اور قدم بوسی کی۔ آپ نے پوچھا: عزیزم! آپ کہاں سے آئے ہیں؟ عرض کی: حضور میں بولہ شریف سے آیا ہوں اور حافظ عزیز بخش صاحب کا لڑکا ہوں۔ آپ نے فوراً مجھے سینے سے لگا لیا، فرمایا: آپ تو میرے شاگرد کے بیٹے ہیں۔ آپ کے ابا جی کا کیا حال ہے۔ عرض کی ٹھیک ہیں۔ پاس ہی قبلہ نوری صاحب کھڑے تھے۔ پیر صاحب نے فرمایا:

Marfat.com

حافظ محمد خان جی! میرے شاگرد کا بیٹا ہے، اس کا خاص خیال رکھنا۔ اس طرح میں آپ کے ساتھ مسجد میں جاتا اور جوتے رکھ کر سعادتیں سمیٹتا۔ دوسرے سال جب دو ماہ کی چھٹیاں ہوئیں، ابھی چار پانچ دن ہی گزرے تھے کہ قبلہ حضرت صاحب کا پوسٹ کارڈ ملا کہ آپ کی چھٹیاں ختم ہو گئی ہیں۔ فوراً پہنچ جائیں۔ دوسرے دن میں بھیرہ شریف پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا تم نے ادھر ہی بیٹھنا اور پڑھنا ہے۔ آپ لائبریری کے کیبن میں تفسیر ضیاء القرآن کا کام کرتے۔ کوئی حکم فرماتے تو تعمیل بجالاتا۔ زیادہ وقت لائبریری کی کتب کی صفائی ستھرائی میں گزارتا۔ وقت گزرتا گیا۔ میں عالم عربی کی کلاس میں پہنچ گیا تو قبلہ والد صاحب تشریف لائے۔ فرمانے لگے: قبلہ حضرت صاحب نے مجھے کس لیے یاد فرمایا ہے اور خط لکھا ہے کہ میری ایک بات سن جائیں۔ میں نے عرض کی: مجھے تو اس بارے میں کچھ بھی علم نہیں۔ پھر ہم قبلہ حضرت صاحب سے ملنے کے لیے کیبن میں گئے۔ آپ کرسی پر تشریف فرما تھے۔ والد صاحب کو چارپائی پر بٹھایا اور فرمایا حافظ صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ کیوں آپ کو تکلیف دی گئی؟ آج آپ سے خدا واسطے ایک چیز لینی ہے۔ والد صاحب نے عرض کی: حضور ایسی کون سی چیز میرے پاس ہے جو آپ کو مطلوب ہو؟ آپ نے فرمایا: ایک چیز ہے لیکن اس کا وعدہ کریں کہ وہ مجھے دیں گے۔ والد صاحب نے عرض کی کہ حضور! ہر چیز آپ کی ہے۔ قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا: مختار مجھے دے دو۔ والد صاحب نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی: حضور میرے پانچ بیٹے ہیں سب آپ کو دینے کے لیے تیار ہوں۔ قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا: باقی آپ کے نصیب، مجھے فقط مختار چاہیے۔ والد صاحب نے عرض کی: ٹھیک ہے حضور۔ آپ نے فرمایا: اس کی پڑھائی، شادی اور دوسرے معالات کے آپ ذمہ دار نہیں اور یہ شکوہ بھی نہیں کرنا کہ میں نے اسے پڑھنے کے لیے بھیجا تھا اور اس نے پڑھا بھی نہیں۔ اب میں بھی خوش ہو گیا کہ گھر والوں نے اجازت دے دی ہے مختار پڑھے یا نہ پڑھے قبلہ حضرت کی شفقت و مہربانی نے دل تو پہلے ہی موہ لیا تھا اب اور بھی زیادہ عنایات کے دریچے کھل گئے

تیری نسبت نے سنوارا میرا انداز حیات　　　میں اگر تیرا نہ ہوتا سگ دنیا ہوتا

فاضل عربی اور دورہ حدیث شریف دار العلوم سے ہی کیا۔ اس دوران قبلہ حضرت صاحب نے لنگر شریف کے کھاتہ جات بھی میرے ذمے لگا دیئے۔ ایک عرس پر سیال شریف حاضری ہوئی۔ صاحبزادہ حبیب نواز صاحب سے ملنے ان کے ڈیرہ پر قبلہ حضرت صاحب تشریف لے گئے۔ وہاں باتوں باتوں میں حضرت نظام الدین اولیاء کے عرس مبارک پر حاضری کے لیے پروگرام بنا۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے اور میرا نام بھی تجویز فرمایا۔ بھیرہ شریف واپسی پر قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا: اپنا پاسپورٹ بنواؤ میرے ساتھ انڈیا جانا ہے۔ میں نے پاسپورٹ بنوایا۔ قبلہ حضرت صاحب، صاحبزادہ حبیب نواز

Marfat.com

صاحب، رانا عبدالرحمٰن (کپڑے والے) اور میں آپ کی معیت میں لاہور سے براستہ واہگہ، امرتسر دہلی پہنچے۔ وہاں آٹھ دن قیام کیا۔ جو لطف قبلہ حضرت صاحب کی معیت میں خواجہ نظام الدین اولیاء، امیر خسرو، خواجہ بختیار کاکی، حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری، حضرت خواجہ سلیم چشتی، فتح پور سیکری اور دیگر اولیائے کرام کے درباروں پر حاضری دینے میں آیا اب بھی اس کا سرور و کیف اور نشہ دل پر طاری ہے۔ دہلی سے واپسی پر آپ وفاقی شرعی عدالت کے اپلیٹ بنچ کے جج مقرر ہوئے تو ناچیز کو بھی اپنے ساتھ رکھا۔ دو سال بعد آپ سپریم کورٹ، اپلیٹ بنچ کے جج مقرر رہوئے اور آخری عمر تک اس عہدے پر فائز رہے اور مجھے ہر جگہ اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھا

فیض ہے تیرے خدنگِ ناز کا   میں کہاں تھا آشنائے درد دل

حضرت صاحب کے معمولات کیا تھے؟

جناب قبلہ حضرت صاحب سردی ہو یا گرمی صبح کی اذان سے ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے قبل بیدار ہوتے۔ وضو فرماتے، نوافل ادا کرتے، تلاوت کرتے، وظائف پڑھتے۔ اذان کے بعد سنتیں پڑھ کر جائے نماز پر تشریف فرما ہوتے۔ درود شریف اور دس تسبیحات یا حییُ یا قیُّوم کی فرضوں سے قبل پڑھ لیتے۔ فرائض ہمیشہ مسجد میں با جماعت ادا فرماتے۔ روضہ شریف پر حاضری دیتے اور سیدھے اپنے کمرے میں تشریف لاتے۔ دس بجے تک ضیاء القرآن بعد ازیں ضیاء النبی ﷺ شریف لکھنے میں مصروف ہو جاتے۔ اس دوران ناشتہ بھی تناول فرما لیتے۔ ساڑھے دس بجے دورۂ حدیث کی کلاس آ جاتی۔ تقریباً ڈھائی یا دو بجے تک بخاری شریف، اصول فقہ (امام ابوزہرہ) اور تصوف کے اسباق پڑھاتے۔ پھر نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ نماز کے بعد جو پیر بھائی آتے ان سے ملتے یا گھر تشریف لے جاتے۔ پھر عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد روضہ شریف میں بیٹھ کر وظائف میں مشغول رہتے اور کوئی مہمان آ جاتا تو کمرے میں تشریف لے آتے۔ شام کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ دوبارہ تصنیف کا کام شروع کر دیتے۔ عشاء کی نماز باجماعت ادا فرماتے۔ سردیوں میں تقریباً رات گیارہ بجے تک اور گرمیوں میں دس بجے تک تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف رہتے۔ اس کے بعد آپ آرام فرماتے۔ تقریباً تمام عمر آپ اسی معمول کے مطابق زندگی بسر کرتے رہے۔

آپ کی تصانیف

سنتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ نے زمانہ طالب علمی میں تحریر فرمائی۔ تفسیر ضیاء القرآن جو کہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے آپ نے انیس سال دن رات دماغ سوزی اور عرق ریزی سے مکمل کی۔

Marfat.com

اس کے بعد آپ نے مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات کا ترجمہ شروع کیا اور ترجمہ قصیدہ اطیب النغم کی تکمیل فرمائی۔ ضیاء النبی ﷺ آپ کی ان تھک محنت شاقہ کا ثمر ہے۔ پانچ جلدیں آپ نے بذات خود تحریر فرمائیں اور بعد میں ناسازی طبیعت کے باعث مولانا عبدالرسول ارشد صاحب کو بطور معاون مقرر فرمایا اور آخری دو جلدوں کا کام انہوں نے قبلہ حضرت صاحب کی ہدایات اور مشوروں سے مکمل کیا۔ الحمدللہ سات جلدیں مکمل ہو چکی ہیں۔ قبلہ حضرت صاحب ان کی تکمیل پر بہت خوش ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا۔ میں نے جو کام کرنے تھے کر دیئے۔ اب میری کوئی حسرت باقی نہیں۔ میں اپنے رب کا انتہائی مشکور ہوں جس نے اتنی مہلت دی کہ اپنے کلام کی تفسیر اور حامل قرآن ﷺ کی سیرت پر کچھ لکھنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ میں نے ضیاء الامت کی زندگی میں آپ کو ہر معاملہ میں عظیم پایا۔ آپ عظیم مفسر، عظیم سیرت نگار، عظیم مضمون نگار، عظیم شیخ الحدیث، عظیم پیر، عظیم مدرس، عظیم عالم دین، عظیم مقرر، عظیم مفتی اور عظیم قانون دان تھے۔

آپ کے اوصافِ حمیدہ

آپ انتہائی سادہ منش انسان تھے۔ عجز و انکساری، تقویٰ، زہد، ورع، تسلیم و رضا، توکل علی اللہ، صبر و شکر، غنا و فقر اور جملہ کمالات عالیہ وصفاتِ حسنہ آپ کے در کی دریوزہ گر تھیں۔ مہمانوں کو سر آنکھوں پر بٹھاتے۔ ہر ایک کے گھر بار جان و مال کی خیریت دریافت کرتے۔ علماء کی حد درجہ قدر و منزلت آپ کی نگاہ میں تھی۔ اپنے پیر خانے سے محبت کے انداز بھی نرالے تھے۔ اس جگہ، اس کے رہنے والوں کا احترام اور تکریم اپنے لیے فرض سمجھتے تھے۔ فرماتے: یہ سب فیض و عطا اسی گھرانے کا ہے۔ حضور ضیاء الامت نے اپنے صاحبزادگان کے مکانات کی تعمیر کے لیے اس ناچیز کو مقرر فرمایا۔ میں نے عرض کی کہ حضور آپ کی خدمت میں رہوں گا۔ آپ نے فرمایا: عزیزم میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔ وضو بھی کر لیتا ہوں۔ کتابیں بھی اٹھا لیتا ہوں۔ تم میرا یہ کام کرو۔ اپنے بھائیوں کے مکانات بنواؤ۔ یہ میری خدمت ہوگی۔ میں مطمئن ہوں گا کہ میری کوئی چیز ضائع نہیں ہو رہی۔ آخر تسلیم کرنا پڑا۔ دو سال میں مکان مکمل ہو گئے۔ عموماً آپ صبح و شام تشریف لے آتے۔ بہت خوش ہوتے۔ دعائیں دیتے اور فرمایا بیٹا! میں تو آپ پر راضی ہوں اب اپنے رب کو بھی راضی کرو۔ دار العلوم میں مسجد بنوانے کا پروگرام تھا۔ آصف مرزا صاحب نقشے وغیرہ بنا کر لائے۔ انہی کے کہنے پر یہ کام بھی مجھے ہی سونپ دیا گیا۔ الحمدللہ حتی المقدور کوشش کی کہ مسجد اور مینار کا کام اچھے انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچے۔ آپ دوسرے تیسرے دن مسجد میں تشریف لاتے۔ بہت خوشی کا اظہار فرماتے۔ جب مینار کی تکمیل ہوئی آپ فرماتے: یہ مینار دیکھ کر مسجد نبوی شریف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ مینار ہر وقت میرے سامنے رہتا ہے۔ آپ بہت ہی

Marfat.com

شفیق، مہربان اور قدر شناس تھے۔ دو دفعہ آپ نے مہربانی فرمائی عمرہ کے لیے ساتھ لے گئے۔ قبلہ حضرت صاحب کے رگ و پے میں عشق مصطفیٰ ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ نعت کا کوئی مصرع سنتے تو سُن کر آب دیدہ ہو جاتے۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عشق میں آپ لاثانی تھے۔ مکہ شریف حاضر ہوتے تو گناہوں کی معافی مانگتے اور جو ساتھ ہوتے ان سے کہتے کہ خانہ کعبہ کی طرف دیکھو یہ بھی عبادت ہے۔ جتنا وقت ملے یہاں بیٹھو، ہر وقت رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ طواف کرو، سعی کرو، آب زم زم پیو اور وقت ضائع نہ کرو۔ ہر چیز پاکستان میں مل جاتی ہے لیکن یہ چیزیں کبھی نہیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کے بعد جب مدینہ شریف کا رخ فرماتے، درود و سلام آپ کے لبوں پر ہوتا۔ نہایت عاجزی اور انکساری سے درِ رسول ﷺ پر حاضر ہوتے۔ ایسی جگہ پر تشریف رکھتے جہاں گنبدِ خضراء نظروں کے سامنے رہتا۔ آپ کے متعلقین پروانے آپ سے دعا کی درخواست کرتے۔ آپ نبی اکرم ﷺ کے حضور رو رو کر ان کی دعاؤں کی باریابی کے لیے دعا فرماتے۔ جب دوسری دفعہ حاضر ہوئے تو آپ کی طبیعت ناساز تھی تو ناچیز آپ کو وہیل چیئر پر صفا و مروہ کی سعی کے لیے لے جاتا اور حرم پاک سے ہوٹل تک بھی آپ وہیل چیئر پر ہی جاتے۔ جب مدینہ شریف حاضر ہوئے تو تب بھی سلسلہ جاری رہا۔ میں مسجد نبوی کے ارد گرد دو تین چکر روزانہ آپ کے ساتھ لگاتا۔ بیس رمضان المبارک کو حاجی محمد رفیق صاحب حاضر ہوئے۔ میں نے رات کو پروگرام بنایا کہ صبح قبلہ حضرت صاحب نماز کے بعد آرام فرماتے ہیں، میں اور تم دونوں بدر شریف حاضر ہوں گے۔ صبح نماز پڑھی۔ معمول کے مطابق قبلہ حضرت صاحب وہیل چیئر پر تشریف لائے۔ واپسی پر ہوٹل میں میں نے قبلہ حضرت صاحب کو آرام کے لیے عرض کی۔ ہم نے جانے کے لیے سرگوشی کی تو آپ نے فرمایا کہ سچ سچ بتاؤ کہاں جانے کا پروگرام ہے؟ بہت ٹال مٹول کی مگر بتانا ہی پڑا۔ آپ فوراً اُٹھے اور فرمایا: چلو چلیں۔ میں نے عرض کی: حضور صاحبزادہ محمد امین الحسنات صاحب ناراض ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: نہیں ہوتے، میں نے ضرور جانا ہے۔ قبلہ حضرت صاحب، ناچیز، حاجی محمد رفیق اور علم الدین شاہ صاحب اور محمد اصغر کار پر روانہ ہوئے۔ ہر چیک پوسٹ پر رکتے کہ کوئی نہ کوئی چیک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور نبی اکرم ﷺ کی نگاہ کرم سے ہمیں بدر شریف تک کسی نے نہ روکا۔ جب بدر شریف پہنچے تو وہاں دو تین پولیس والے کھڑے تھے۔ انہوں نے روکا اور کہا: آگے چلے جاؤ ہم کچے راستے کے ذریعے بدر شریف میں اس جگہ پہنچے جہاں معرکہ ہوا تھا۔ پچھلی دیوار کے ساتھ ہم نے پتھر جوڑے اور قبلہ حضور ضیاء الامت کو سہارا دیا اور وہاں خدا کے حضور جو دعائیں کیں ان کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ جب واپس ہوئے تو آپ نے انتہائی شفقت سے ہمارے ماتھے چومے اور دعائیں دیں اور فرمایا کہ میری بھی حسرت تھی کہ میں مقام

Marfat.com

بدر پر حاضری دوں جو آج پوری ہوگئی ہے۔ تمام راستہ وعظ ونصیحت فرماتے رہے۔ جب ہوٹل میں پہنچے تو صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے کہ قبلہ حضرت صاحب کو کہاں لے گئے تھے؟ عرض کی بدر شریف۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا: کہ قبلہ حضرت صاحب کی صحت کا تمہیں کوئی خیال نہیں ہے تو جواباً قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا: میں خود گیا ہوں، میری بہت خواہش تھی۔ قبلہ حضرت صاحب کی طبیعت دن بدن بہت خراب ہو رہی تھی یہاں تک کہ آپ کو ہسپتال لے جانا پڑا جہاں گلوکوز اور انجکشن وغیرہ سے طبیعت کچھ بہتر ہوئی۔ اگلے دن ہسپتال سے فارغ ہوئے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دی اور جدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رات جدہ میں اور دوسرے دن پاکستان پہنچ گئے۔ ہر جگہ قبلہ حضرت صاحب کی مہربانیوں، عنائتوں اور لطف وعطا کے چرچے ہیں۔ ہمارا اپنا کوئی گھر نہیں تھا۔ لڑکے مجھ سے پوچھتے کہ تمہارا گھر کہاں ہے تو میں جواب نہ دے پاتا۔ قبلہ حضرت صاحب سے عرض کی کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ گھر عطا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اب جب تم گھر جاؤ گے تو تمہارا اپنا گھر ہوگا۔

یقین جانئے جب ایک ماہ بعد میں گھر گیا تو تین کنال رقبہ اور اس میں تین کمرے موجود تھے۔ یہ بھی اسی در کا فیض ہے۔ جب میں دار العلوم میں داخل ہوا تو مجھے پندرہ بیس روپے جیب خرچ ملتا تھا۔ ایک دو سال خرچہ گھر سے لیا پھر قبلہ حضرت صاحب کی سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام چھپی۔ دس کتابیں آئیں وہ آپ نے مجھے دے دیں کہ جو کوئی آئے ۹ سے اتنے کی دے دینا باقی تمہارے۔ اس کے بعد آپ نے تفسیر ضیاء القرآن بھی مجھے عنایت فرمائی جس سے میں خود کفیل ہوگیا۔ یہ بھی آپ کا فیض ہے۔ ہمارا گھر ایک پہاڑی علاقہ میں ہے۔ میں نے قبلہ حضرت صاحب سے عرض کی کہ پانی کی بہت تکلیف ہے۔ جس طرح ہماری مائیں، بہنیں دو دو مٹکے سر پر اٹھا لاتی ہیں مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے برداشت نہیں ہوتا۔ دعا فرمائیں کہ یہ مشکل حل ہو جائے۔ آپ نے دعا فرمائی میں نے گھر میں کنواں کھودا جو تقریباً ساٹھ فٹ گہرا تھا۔ کنواں کھودتے وقت نہ تو کہیں پتھر آیا اور نہ کوئی مشکل۔ پانی بھی میٹھا تھا۔ اس پہاڑی علاقے میں یہ بھی قبلہ حضرت صاحب کی کرامت تھی۔ ابھی کچھ عرصہ قبل کی بات ہے کہ برادر عزیز حافظ وقار کے لیے مکان کی تلاش تھی لیکن کوئی مناسب مکان نہیں مل رہا تھا۔ قبلہ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ دعا فرمائیں آپ نے فرمایا کہ پریشان نہ ہوں اچھا اور باپردہ مکان ملے گا۔ ایک ہفتے بعد ایسا ہی ہوا۔ ہم قبلہ حضرت صاحب کی کون کون سی شفقت کو بھلا سکتے ہیں

تعریف ان کی مجھ سے ہو نہیں سکتی   تعریف ان کی یہ ہے کہ تعریف ہیں آپ

ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ قبلہ حضرت صاحب! میں مکتبہ بنانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس کی بہت ضرورت ہے، جلدی بناؤ۔ دار العلوم کے سامنے مکتبہ بنایا اور قبلہ حضرت صاحب سے اس کا افتتاح

Marfat.com

کروایا۔ آپ کو اس مکتبہ سے اتنی محبت تھی کہ ہر دوسرے تیسرے دن تشریف لاتے اور فرماتے کہ صبر سے کام کرو۔ اللہ تعالیٰ بہت ترقی دے گا۔ یہ کام جو اتنا عرصہ کسی نے نہیں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی توفیق دی ہے۔ آپ ہمیشہ اپنے طلباء سے فرماتے کہ خانہ بدوشوں کی طرح زندگی نہ گزارنا کہ آج یہاں اور کل وہاں یہ زندگی اتنی بے کار نہیں کہ انسان اس کو ضائع کر دے۔ کسی کام پر اس زندگی کو لگاؤ جس کا کوئی نتیجہ بھی نکلے۔ قبلہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ان نوازشات، مہربانیوں، شفقتوں اور عطاؤں پر میں جتنا بھی شکر بجالاؤں وہ کم ہے کہ ایک ذرے کو کس طرح آپ نے نوازا۔ میری نسل کا ہر بچہ آپ کے لیے ہمیشہ دعا گو رہے گا۔ آپ کی اور آپ کے خاندان کی سربلندی کے لیے بھی ہمیشہ دعا گو اور غلام بے دام رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس خانوادے کو تا قیامت شاد و آباد رکھے اور ہم جیسے تشنہ کام اپنی پیاس اس چشمہ کرم سے بجھاتے رہیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

Marfat.com

پارس

آسیہ پیرزادہ

ایک چھوٹی سی بچی لائبریری میں کسی شے کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی لائبریری کے ایک گوشے میں اپنے ابا جان کے چھوٹے سے سٹڈی کیبن کی طرف جا رہی تھی جو انہوں نے لائبریری کے ایک کونہ میں تحقیق و مطالعہ، تفسیر قرآن اور دوسری تالیفات رقم کرنے کے لیے مختص کر رکھا تھا۔ اس کی معصوم نگاہیں چاروں طرف گھوم کر محتاط انداز ے لگا رہی تھیں کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا۔

کیبن خالی تھا۔ وہاں سٹڈی ٹیبل پر ایک ٹیبل لیمپ، چند ضخیم کتب، کچھ قلم اور خالی پیپر پڑے تھے۔ ایک سائیڈ پر ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی جس پر صاف ستھرا پاک معطر بستر لگا تھا۔ مطالعہ کے ٹیبل کے ساتھ رکھی گئی کرسی کے سامنے اور دائیں جانب دو کھڑکیاں تھیں جن کے ذریعے آن واحد میں پورے ماحول کا جائزہ لیا جا سکتا تھا۔

وہ جلدی جلدی ہر چیز الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔ سٹڈی ٹیبل کے درازوں، کتابوں کے اندر سے، چارپائی کے نیچے، گاؤ تکیہ اُٹھا کر اس نے خوب تلاشی لے لی تھی لیکن مطلوبہ چیز اس کے ہاتھ نہیں لگ رہی تھی۔ اُمید کی شمع روشن تھی۔ وہ یہاں سے نکل کر لائبریری کی الماریوں کی تلاشی لینا چاہتی تھی کیونکہ اسے یقین تھا کہ اس کے بابا جان نے اتنی قیمتی و گراں مایہ چیز کہیں چھپا کر رکھی ہوگی تو وہ کتب ہی ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ اکثر آپ کو انہیں کے مطالعہ میں مستغرق و محو دیکھتی تھی۔ اس نے بہت تلاش کی جہاں تک اس کا ہاتھ پہنچ سکتا تھا۔ جہاں تک اس کے فہمِ نارسا کی رسائی تھی۔

وقت کی قلت اور لوگوں کی آمد سے اس کی تلاش ادھوری رہ گئی۔ لیکن اس کی امید کا دِیا روشن تھا۔ اسے یقین کامل تھا جلد یا بدیر وہ اپنی مطلوبہ بیش قیمت چیز کا سراغ لگائے گی۔ اس لیے وہ جس طرح پر امید آئی تھی اُسی طرح پر امید واپس لوٹ گئی۔ آخر وہ ڈھونڈنا کیا چاہتی تھی؟ اس کے قاری صاحب نے اس کو ایک راز بتایا تھا کہ اس کے بابا جان کے پاس ایک بہت نادر پتھر ہے۔ جو بھی چیز اس سے مَس ہوتی ہے سونا بن جاتی ہے۔ اس نے کئی بار قاری صاحب سے تصدیق چاہی تھی آیا وہ مذاق کے موڈ میں ہیں یا حقیقت بتا رہے ہیں۔ لیکن قاری صاحب نے جس متانت اور سنجیدگی کے ساتھ یہ بھی بتلایا کہ انہوں نے خود کئی لوگوں کو سونا بنتے دیکھا ہے۔ اب اس میں شک کی گنجائش نہ رہی تھی۔

آج وہ اسی پتھر کی تلاش میں تھی جس سے اس کے بابا جان سونا بناتے تھے۔ آج وہ اس پارس کو

Marfat.com

ضرور ڈھونڈنا چاہتی تھی جس کو حاصل کرنے میں وہ ابھی تک ناکام تھی لیکن مایوس نہیں۔

اب وہ اس پارس کی تلاش میں رہتی۔ اس کی جستجو میں وہ لائبریری جاتی اور اس کا کھوج لگانے بابا جان کے کیبن میں جا گھستی جہاں وہ تفسیر قرآن لکھنے میں مصروف ہوتے، محو مطالعہ ہوتے یا لائبریری میں مقررہ جگہ پر طلباء کو درس قرآن وحدیث دے رہے ہوتے۔ وہ ہمیشہ اپنے بابا جان کے سراپائے اقدس کو ضخیم کتب کی اوٹ میں چھپا ہوا پاتی یا اس ماہ شب چہاردھم کو ان نورانی کواکب کے ہالہ میں گھرا دیکھتی جو اکتسابِ علم وآگہی کے لیے وہاں جمع ہوتے۔ اس ماحول پر انہماک کی آخری حدوں کو چھوتی کیفیت طاری ہوتی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ آرام سے ادھر اُدھر اس پتھر کو ڈھونڈتی رہتی۔ جب کبھی نظر کے سامنے آتی...... بابا جان اس کو پیار سے واپس گھر بھیج دیتے۔ بیرونی مشاغل سے فارغ ہو کر جب آپ گھر تشریف لاتے تو وہ آپ کے پاس بیٹھی رہتی۔ جب آپ اٹھتے تو وہ فوراً آپ کے تکیے کے نیچے سے دیکھتی شاید آپ وہ قیمتی پتھر گھر بھول گئے ہوں۔ لیکن اسے نہ ملنا تھا نہ ملا۔ ایک دن اس نے قاری صاحب سے پوچھ ہی لیا۔ قاری صاحب! ہم نے تو وہ پتھر بہت تلاش کیا بہت ڈھونڈا، لیکن اس کا سراغ نہ ملا۔ واقعی آپ نے سچ کہا تھا۔ قاری صاحب نے چونک کر اس کے معصوم اور تھکے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا۔ اب انہیں اندازہ ہوا کہ ان کی اس بات نے اس معصوم کو کس عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ انہوں نے کچھ سوچا، پھر اسے پاس بٹھا کر پیار سے سمجھایا کہ بیٹے! ابھی وہ پتھر آپ کو نہیں ملے گا۔ جب بڑے ہو جاؤ گے پھر ڈھونڈنا۔ انشاء اللہ ضرور پا لو گے۔

قاری صاحب کی اس بات سے تلاش کا سلسلہ تو ختم ہوا لیکن پانے کی آرزو دل کے نہاں خانوں میں مچلنے لگی۔ وقت کا دھارا چلتا رہا۔ اس کے بابا جان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کی آنکھوں کے سامنے رہا۔ ایک بندہ خدا کی زندگی کس طرح بسر ہوتی ہے۔ اس کی ایک ایک ساعت کس طرح گزرتی ہے۔ ہر سانس سے کس کی آواز آتی ہے۔ وہ شعور والا شعور میں دیکھتی رہی۔ جب اس نے نچوڑ دیکھنا چاہا تو اس کے سامنے قرآن کریم کی یہ آیت تھی:

"ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین"

اس کے دل نے گواہی دی: وہ صوفی باصفاء، عالم باعمل، مفسر قرآن، سیرت نگار، محقق اور بہت بڑے مفکر تھے۔ ان کا دل عشق رسول ﷺ سے معمور تھا۔ وہ آقائے نامدار ﷺ کی محبت کو اپنا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنے آڈیٹوریم میں ایک شعر روشن الفاظ میں لکھوایا۔ جسے اہل نظر نے آپ کے عشق کا آئینہ دار اور احساسات کا ترجمان وعکاس قرار دیا۔ آپ بھی پڑھیں اور سوز و مستی کی کیفیت سے سرشار ہوں۔

Marfat.com

آئینہ نیست دل کہ دہد جا بہر کسے
ایں پارہ عقیق بنام تو کندہ شد

اس نے اپنے ابا جان کو ہمیشہ مصروف پایا۔ ایک لمحہ کا ضیاع بھی آپ پسند نہ فرماتے تھے۔ اگر سفر میں نہ ہوتے تو دوپہر کا کھانا ہمیشہ گھر تناول فرماتے تھے۔ گھر آتے ہوئے اخبارات ہمیشہ آپ کے ہمراہ ہوتے۔ آپ کھانا کھاتے ہوئے ان کا مطالعہ فرماتے۔ آپ نے اپنی زندگی اللہ کے بندوں کی بھلائی کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آپ کا اولین مقصد امتِ مسلمہ کے نوجوانوں کی تربیت تھا۔ آپ انہیں ایسی تعلیم کا زیور پہنانا چاہتے تھے جو دین و دنیا دونوں کا احاطہ کیے ہو۔ ایسا طریقہِ تعلیم جو علم کی لگن، اس کی طلب و جستجو میں اضافہ کرے نہ کہ وہ علم جو طلباء کو تعلیم سے متنفر کر دے۔

آپ نے اس مقصد کے حصول کے لیے اپنے شہر میں ہی درس گاہ کھولی جس میں زیرِ تعلیم ابتدائی طلباء کو مدت دراز تک نہ صرف محبت و شفقت اور عرق ریزی سے پڑھایا، ہر نقطہ سمجھایا، ہر مسئلہ بتلایا بلکہ انہیں راہ و رسم شہبازی بھی سکھائی۔ جب وہ اڑان کے لیے تیار ہوئے تو آنکھوں میں تاب نظارہ نہ رہی پھر چراغ سے چراغ جلتا رہا۔ آپ کے تیار شدہ شاہین نئے آنے والے شاہین بچوں کی تربیت میں آپ کے ممد و معاون ثابت ہوئے تو راستے جلد جلد کٹنے لگے۔ منزلیں تیزی سے قریب آنے لگیں۔ ایک چھوٹے سے کمرہ کو درس گاہ کا نام دے کر شروع کیا گیا۔ چند ہی سالوں میں دارالعلوم کی عظیم الشان بلڈنگ اپنے بانی کے عظیم ارادوں کا پرتو بنی دعوتِ نظارہ دے رہی تھی۔

یہ سارے مناظر اس لڑکی کی زندگی کے ساتھ ساتھ انداز بدل رہے تھے۔ اس کی عمر کا ایک سال کٹتا۔ دارالعلوم کی بلڈنگ میں بے شمار اضافہ ہو چکا ہوتا۔ اس طرح اس کی آنکھوں کے سامنے دارالعلوم کی شاخیں نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ممالک میں پھیل چکی تھیں اور اس کے بابا کی نگاہ کیمیا اثر سے تیار ہونے والے شاہین صفت نوجوان آپ کا فیضان چار دانگ عالم میں عام کرنے لگے۔ وہ بیٹھے بیٹھے اپنے بابا جان کی زندگی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اچانک پردہ اٹھا۔ شعور کی گہرائیوں میں چھپا معاملہ حل ہوا۔ وہ عقدہ کھلا جو بچپن سے اس کے دل و دماغ کو پریشان کیے ہوئے تھا۔ آج پارس کا سراغ مل گیا۔

اس کے بابا جان کے پاس واقعی علم لدنی اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پارس تھا۔ جو بھی مَس ہوا کندن بنا۔ جوان کی تربیت گاہ میں داخل ہوا سونا بنا۔ لیکن ہر کسی کے نصیب میں پارس کہاں؟ اس کا لمس کہاں؟ وہ ظرف کہاں جو بھٹی کی گرمی و تپش کو برداشت کر سکے؟ اس کے دماغ میں ناامیدی کا ہلکا سا کانٹا چبھا اور وہ سوچنے لگی شاید میں صندل کے جنگل میں اگا ہوا وہ کیکر کا درخت ہوں جو صندل تو نہ بن سکا لیکن

Marfat.com

کاش صندل کی خوشبو اس میں سرایت کر گئی ہو۔ ابھی اس نے اس نہج کے تخیل کا ایک جھٹکا ہی محسوس کیا تھا کہ اس کے بابا حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی روح خلد بریں کی خنک ہواؤں کے دوش پر سوار اس کے پاس سے گزری اور علامہ اقبال کا یہ پیغام زیب سماعت کر گئی:

فطرت کے نوامیس پہ غالب ہے ہنرمند
شام اس کی ہے مانند سحر صاحب پرتو
وہ صاحب فن چاہے تو فن کی برکت سے
ٹپکے بدن مہر سے شبنم کی طرح ضَو

اس پیغام حیات کو سننے کے بعد اب وہ اپنے اندر ایک فرحت آمیز تبدیلی اور اطمینان بخش کیفیت محسوس کر رہی تھی۔ اس کے دل نے فیصلہ کیا بے شک اسے اپنے بابا کی طرح ہزاروں کی تعداد میں شاگرد اور بلند و بالا عمارات کی صورت میں ادارے تو میسر نہیں۔ لیکن اس کے پاس ان کے فیضان عطا سے اس عظیم مشن کے لیے دھڑکتا ہوا دل اور مچلتی ہوئی آرزوئیں تو ہیں جو ضرور کسی نہ کسی صورت میں اظہار کی راہ تلاش کر لیں گی۔

دنیائے صحافت میں بابا جی کی عظیم یادگار ''ضیائے حرم'' تو ہر حال اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ اس کے ذریعے ملت اسلامیہ کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں تک اسلام کا آفاقی پیغام تو بطریق احسن پہنچایا جا سکتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ گن گنا رہی تھی ؏

تیز ترک گامزن، منزل ما دور نیست

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت کا ایک علمی سفر

پروفیسر حافظ احمد بخش

اہل قبور کی روحیں کس طرح عالم برزخ سے نکل کر اس عالم ناسوت میں عام لوگوں کی راہنمائی اور امداد کرتی ہیں؟ میرے لیے یہ مسئلہ بعض اوقات ذہنی کشمکش کا باعث بن جایا کرتا تھا۔ اگرچہ میں متعدد بار اس کیفیت سے دوچار ہوا کہ ظاہری اسباب مفقود ہونے کے باوجود نیک ہستیوں کے تصور نے مجھے رنگا رنگ اجالے فراہم کیے لیکن یقین کی دولت ابھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ قدرت کو میری رہنمائی مقصود تھی کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے قلب اور روح کے بند دریچے وا کر دیئے اور میں ایقان کی رفعتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ہوا یوں کہ 1988ء میں موسم گرما کی تعطیلات کے دوران میں اپنے برادر اصغر مولانا محمد ریاض، خالہ زاد بھائی مولانا اللہ یار ازہری اور دیگر دو عزیزوں کی معیت میں ایک معلوماتی سفر کے سلسلہ میں ہزارہ کے علاقے میں گیا۔ پہلے مرحلہ میں ایبٹ آباد میں جناب حکیم خلیل الرحمان رضوی سے ملنے کا شرف حاصل ہوا جو حضرت ضیاء الامت کے واحد بے تکلف دوست ہیں۔ اس ملاقات کا اہتمام ایبٹ آباد کے نواحی گاؤں موضع کھوکھر کے رہنے والے ایک عزیز طالب علم عبدالقدیر ہزاروی نے کیا جو اگرچہ اپنے لاابالی پن اور ہمارے ادارہ کے حیات بخش ضوابط کے باعث گمشدگان کی فہرست میں شامل ہیں لیکن مجھے توقع ہے "کبھی چھوڑی ہوئی منزل یاد آتی ہے راہی کو" کے مصداق اپنے گھر کو پلٹ ہی آئیں گے۔ جناب حکیم صاحب سے ملاقات کے بعد مانسہرہ حاضری ہوئی۔ وہاں قاضی محمد صادق صاحب مدرّس سکول نمبر (1) کی مدد سے مولانا حمید الدین صاحب اور دیگر چند مقتدر ہستیوں کے کوائف حاصل کرنے کے بعد ہم بالاکوٹ گئے۔ اگرچہ بالاکوٹ کا ماحول ہمارے لیے خاصا اجنبی تھا لیکن دس سال گزرنے کے باوجود آج بھی میں دل میں مولانا محمد فاروق ناظم دارالعلوم غوثیہ جمالیہ کے خلوص کی لذت محسوس کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے لیے قیام وطعام کا بندوبست بھی کیا اور مقدور بھر ہماری راہنمائی بھی فرمائی۔ بالاکوٹ مولانا محمد قاسم صاحب کے حالات معلوم کرنا مقصود تھا۔ لیکن مجھے ان کے گاؤں کے بارے میں پتہ تھا اور نہ ہی ان کے خاندان کے کسی فرد سے شناسائی تھی۔ انہیں اس دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے تقریباً نصف صدی گزرنے کو تھی۔ رات قیام کے دوران مختلف احباب سے استفسارات کا سلسلہ جاری رہا لیکن منزل کا واضح تعین نہ ہو سکا۔ بعض دوستوں نے بتایا کہ موضع قتی اہل علم کا مرکز رہا ہے۔ ہوسکتا ہے مولانا کا مولد اور مدفن وہاں

Marfat.com

ہو۔ انتہائی جانگسل مراحل طے کرنے کے بعد تی پہنچے لیکن بے نیل مرام لوٹے۔ راستہ میں ہماری جیپ کے ڈرائیور کو یہ پیغام ملا کہ اُس کا بھائی فوت ہو گیا ہے اور جنازہ کے لیے اس کا انتظار ہو رہا ہے۔ ہم راستہ میں ہی اُتر گئے اور اسے فارغ کر دیا اور اب ہماری منزل ٹھنڈا کٹھہ تھی جس کی سمت کا اندازہ کر کے پیدل ہی چل پڑے۔ تھوڑی دور گئے تو راستے میں جنگل میں آگ لگی ہوئی تھی۔ اس سے بچنے کے لیے راستہ تبدیل کرنا پڑا تو اصل سمت سے ہم بہت دور نکل گئے۔ دیر تک نامعلوم اور دشوار گزار گھاٹیوں میں چکر کاٹنے کے بعد ہم اچانک ایک قبرستان میں پہنچ گئے۔ میں نے عزیزوں سے کہا اس قبرستان میں رک کر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی روح کو ایصال ثواب کرو ہو سکتا ہے انہیں ہم پر رحم آ جائے اور اس جنگل میں وہ ہماری رہنمائی فرما دیں۔ فاتحہ کے بعد ہم دو فرلانگ چلے ہوں گے کہ ایک پہاڑی کے دھانہ پر آبادی کے آثار نظر آنے لگے۔ رُک کر دیکھا تو دو نوجوان لڑکے سامنے تھے۔ کچھ اشارے سے اور کچھ آواز سے ہم نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ جواباً انہوں نے اوپر آنے کو اشارہ کیا۔ مسلسل سفر اور بے یقینی کے باعث تھکاوٹ کے آثار ہمارے چہروں پر نمایاں تھے۔ راستہ میں دیسی انجیر کے پودوں سے پھل توڑ کر کسی حد تک ہم نے اپنی بھوک کا مداوا کر لیا لیکن ہمارے جسموں سے نشاط کا پہلو یکسر غائب تھا۔ ہمارے اجنبی دوستوں محمد منظور اور محمد صادق نے ہمارے اس حال کو دیکھ کر ٹھنڈے اور میٹھے مشروب کا بندوبست کیا۔ شربت کے دو گلاس نوش جان کرنے کے بعد ہم کچھ سنبھل چکے تھے اور ہمیں اپنے اوپر اعتماد سا معلوم ہونے لگا۔ موقعہ پاتے ہی میں نے ان نوجوان حضرات سے سلسلہ کلام شروع کر دیا۔ پہلے اپنا تعارف کرایا اور مُدعا بیان کیا۔ میں گفتگو کر رہا تھا اور ان کے ہونٹوں پر مُسکراہٹیں کھیل رہی تھیں۔ جب میری گفتگو ختم ہوئی تو ایک بھائی نے پوری اپنائیت کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ اپنے گھر پہنچ چکے ہیں۔ یہ ڈیرہ مولانا محمد قاسم صاحب کی جائے پیدائش ہے اور وہ پیچھے قبرستان ہے جہاں وہ محو استراحت ہیں۔ آپ تھوڑا سا آرام کر لیں پھر ہم آپ کے ساتھ جائیں گے۔ ہمارے چھوٹے چچا گاؤں میں رہتے ہیں۔ ان سے ملاقات کے بعد آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کچھ دیر آرام کے بعد ہم مولانا محمد رفیق صاحب برادر اصغر حضرت مولانا محمد قاسم کی خدمت میں حاضر تھے اور وہ ہمیں تفصیلاً اپنے خاندانی حالات سے آگاہ فرما رہے تھے اور میری طبیعت پر پوری طرح یہ احساس غالب تھا کہ اس مرحلہ کو مولانا کی روح نے ہی حل کیا ہے۔

جب ہم یہ ساری معلومات جمع کر کے بالاکوٹ سے واپس مانسہرہ کی طرف جا رہے تھے ویگن دریائے کنہار کے کنارے فراٹے بھرتی ہوئی جا رہی تھی۔ میں خیالات کی دنیا میں گم بہت دور نکل گیا۔ ذہن میں نئے نئے تصورات ابھر رہے تھے۔ مجھے اچانک اپنے مربی اور ممدوح حضور ضیاء الامت رحمۃ

Marfat.com

اللہ علیہ کا ایک سفر یاد آ گیا۔ جسے میں نے افسانوی طرز پر تحریر کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین ضیائے حرم کے لیے اس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔ اس کا عنوان میں نے حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے اِس شعر سے اخذ کیا ہے

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو

علم کی لذت

سکوتِ شام صحرا میں غروبِ آفتاب کا منظر انتہائی کیف آگیں ہوتا ہے لیکن صحرا کے اس پار پہاڑوں کی اوٹ میں اگر اسے چھپتا دیکھیں تو وجد و سرور میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

اگست 1942ء کے پہلے عشرہ کی ایک نامعلوم اور انجانی شام اس نوعیت کا نظارہ پیش کر رہی تھی۔ افقِ مغرب سے سورج کی زرد جی کرنیں منعکس ہو کر اس فرشتہ سیرت نوجوان کے روئے زیبا پر پڑ رہی تھیں جو آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا نشیبی گھاٹی عبور کر کے ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دھانے پر کھڑا ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر وہ کچھ دیر سوچ کر چند قدم اور آگے چلا۔ ابھی اس نے کوئی نصف فرلانگ فاصلہ طے کیا ہوگا کہ سامنے ایک مختصر سا ڈیرہ نظر آیا۔ جھونپڑی نما دو کمرے، ایک مختصر سا چھپر جس کے سائے میں سورج کی تمازت سے پناہ لی جا سکتی تھی۔ ویران پہاڑیوں میں اس مختصر دنیا کو دیکھ کر اسے خیال آیا کہ منزلِ مقصود ابھی خاصی دور ہے۔ رات کے سائے آہستہ آہستہ مزید گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ کیوں نہ یہیں رات بسر کر لی جائے لیکن حیادار طبیعت کے لیے اپنی زبان سے یہ الفاظ ادا کرنا بھی مشکل تھا ”کہ میری میزبانی کی ذمہ داری قبول کی جائے“۔ کچھ دیر تذبذب کے بعد آخر اس نے حرفِ مدّعا زبان پر لانے کا فیصلہ کر لیا ”میں نے مغرب کی نماز ادا کرنی ہے۔ وقت بہت کم ہے۔ کیا وضو کے لیے تھوڑے سے پانی کا اہتمام ہو سکے گا؟“ اس نے مختصر سے دو جملے ادا کیے۔ کیوں نہیں ڈیرہ کے باسی نے جواب دیا اور پانی کا ایک لوٹا لا کر پیش کر دیا۔ پانی پیش کرنے کے بعد وہ اہل خانہ کی طرف لوٹا اور ان سے کہا کہ ہمارے گھر ایک انوکھا سا مسافر آیا ہے۔ ذرا ایک نظر اس کے نورانی چہرے کو تو دیکھو۔ شکل وصورت کے اعتبار سے کسی اونچے گھرانے کا نورِ چشم معلوم ہوتا ہے۔ شہزادہ ہے لیکن انتہائی سادہ لباس میں کسی مہم کو سر کرنے کے لیے محوِ سفر ہے۔ وضع قطع سے اس علاقہ کا تو معلوم نہیں ہوتا۔ اِس کی نظروں میں بلا کی حیا ہے اور گفتگو میں شہد کی سی حلاوت۔ وہ نماز سے فارغ ہو لے، میں اُس سے بات کرتا ہوں۔ ممکن ہے اس کا سفر لمبا ہو اور ہماری کٹیا کو یہ سعادت میسر آ جائے کہ وہ رات یہیں بسر کرے۔

اہل خانہ سے اس نوعیت کی گفتگو کے بعد جب وہ باہر آیا تو معزز مہمان نماز سے فارغ ہو چکا تھا۔

Marfat.com

وہ قریب آیا اور غور سے دیکھا تو سفر کی کلفت کے سبب چہرہ پر تھکاوٹ کے آثار ہویدا ہیں۔ طویل ذہنی وجسمانی مشقت کے باعث سفید گندمی چہرہ پہ ہلکی سی زردی چھائی ہوئی ہے بلکہ

یوں ہے رخِ ملیح پر افسردگی کی لہر
سبزہ پہ جیسے سایۂ شاخِ سمن پڑے

اس نے فوراً کہا: آپ ان جانے علاقے میں ہیں۔ سفر لمبا محسوس ہوتا ہے۔ اس لیے آپ یہیں آرام فرمائیں۔ کل علی الصبح ہم آپ کو منزل مقصود کے صحیح اور آسان راستے سے آگاہ کردیں گے۔ آپ جانا چاہیں بھی تو اس وقت وہاں پہنچنا ممکن نہیں۔ نوجوان نے اپنے میزبان سے اتفاق کیا۔ کھانے کے لیے جو کچھ میسر آیا وہ کھایا اور سامان سرھانے رکھ کر لیٹ گیا۔ سفر کی تھکاوٹ اور فضا کی خنکی نے معاونت کی جس کے سبب اس نے پوری رات پرسکون نیند میں گزاری۔ جونہی سپیدۂ سحر طلوع ہوا وہ اللہ جل جلالہ کا نام لے کر اُٹھا وضو کیا اور اپنے رب قدوس کے حضور صبح کی نماز کا نذرانہ پیش کیا۔

نماز سے فراغت کے بعد اپنے میزبان سے راستے کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور جانب منزل روانہ ہوگیا۔ منزل مقصود پر پہنچ کر اس نے اپنے مشن کی تکمیل کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ مختلف افراد کے ساتھ ملاقات ہوئی۔

تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری تھا کہ رات ہوگئی اور پورا گاؤں تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنے جیسے مسافروں کی معیت میں کھانا کھایا۔ نماز عشاء ادا کی اور وہیں مسجد میں آرام کے لیے لیٹ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد باہر بادلوں کی چمک محسوس ہوئی اور پھر لگاتار موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ ہلکی ہلکی سردی جو انسان کو سکڑنے پر مجبور کر دیتی ہے اس کا احساس ہونے لگا۔ اس نے اپنے اوپر کپڑا اوڑھنے کا ارادہ کیا لیکن فوراً ہی ایک مصیبت کا سامنا تھا۔ پاؤں پر کسی شے کے کاٹنے کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے پاؤں کپڑے میں لپیٹے۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھوں پر یہی شکایت محسوس ہوئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد پورا جسم اس بلائے جان کا شکار ہوگیا۔ وہ حیران تھا کہ میرے آس پاس سوئے ہوئے جملہ افراد میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہیں اور یہ آفت صرف میرے لیے ہی وبال جان ہے۔ یہ کیا تھا؟ اردو میں پسو نام کا جانور ہے جس کی یہ کارستانی تھی۔ عربی کے ادیبوں نے بھی اسے اپنا موضوع سخن بنایا ہے۔ انتہائی شرانگیز اور اذیت رساں ہے۔ جو انسان اس کے طریقہ واردات سے آگاہ نہ ہو اس کے لیے رات گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بہر حال خدا خدا کر کے اس نے رات بسر کی۔ ایک رات کیا اسی حالت میں تین راتیں بسر کرنا پڑیں۔ چوتھے دن وہاں سے روانہ ہو کر ایک دوسری جگہ رات گزاری اور پھر چند منزلیں طے کرنے کے بعد وہ ایک نہایت حسین وجمیل اور روشنیوں سے بھرپور شہر میں تھا۔

Marfat.com

اگرچہ گرمیوں کی رات تھی لیکن موسم کے اعتدال نے شہر کی رنگینیوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ جب کبھی پربتی ہوائیں چلتیں تو ساتھ ہی فضا میں کالی گھٹاؤں کی پریاں محو رقص ہو جاتیں۔ کبھی ویسے ہی گزر جاتیں اور کبھی مہین مہین پھوار کے قطروں کا ارمغان اہل شہر کو پیش کر جاتیں۔ ان دلکش اور جاذب فکر مناظر کے جلو میں چند دن تو وہ ایک محلہ میں اقامت گزیں رہا اور مقصد کے حصول کی خاطر جدوجہد کرتا رہا۔ لیکن آخر کار طبع آزاد ایک ایسا آشیانہ تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئی جو شہر کے غوغا سے دور حسنِ فطرت کی مہکتی سرمدی شاخوں پر بنایا گیا تھا۔ یہاں چند دن وہ اکیلا رہا پھر ایک دِل لگتے ساتھی کو بُلایا جس کے سبب زندگی اب پورے جوبن پر تھی۔ وہ بارہا عالم تصور میں پہاڑی ہواؤں کے دوش پر سوار ہو کر ان ساری وادیوں کی سیر کر آیا تھا جو اردگرد نظر کے دائرہ میں تھیں۔ اس کے سامنے ساون کی گھٹائیں فضاؤں کو آلودگی سے پاک کرتیں۔ راستہ کے گردوغبار پر چھڑکاؤ کرتیں اور فطرت کے جاذب قلب ونظر مناظر کو اجلا کر کے پیش کرتیں۔ اسے کئی بار احساس ہوا کہ وہ کسی نورانی مخلوق کی معیت میں قوس قزح کے رنگین تاگوں سے بنے جھولے میں بیٹھا مشرق ومغرب کو اپنے جلو میں لیے ہوئے ہے۔ یہ سارے نظر فریب جلوے اس کے اس مشن کی تکمیل میں معاون ثابت ہو رہے تھے جس کے لیے وہ وطن کے نگارخانے سے دور محو جستجو تھا۔ ان خوشگوار لمحات میں ایک دن اسے خیال آیا کہ میرے ذمہ ایک قرض ہے جس کو میں نے اُتارنا ہے۔ یہ قرض کیا ہے؟ ایک مقدس ہستی کے مزار پر حاضری کی سعادت حاصل کرنا ہے۔ یہ ہستی وہ ہے جس کے دست شوق نے میری زلف حیات کو اس وقت سنوارا جبکہ ابھی میرا احساس بھی بیدار نہ ہوا تھا جس کے بارے میں آسانی سے کہہ سکتا ہوں۔

جو کسی کی عاشقی نے میری فکر کو نکھارا
ہُوا بزم عاشقاں میں میرا ہر سخن گوارا

اس نے اپنی دعاؤں سے مجھے نوازا۔ اپنی شبانہ روز کوششوں سے مجھے زندگی کی انتہائی اولین راہوں سے شناسا کیا۔ قدرت نے شاید اسے صرف میرے لیے ہی بھیجا تھا کہ مجھے فیضیاب کرنے کے بعد وہ دُنیا سے چل بسا۔ اس عظیم انسان کے جنازے پر میں پہنچ نہ سکا تھا اور اب مجھے اس کی مرقد منور پر تو ضرور حاضر ہونا ہے اور اپنی عقیدت کی مالا پرو کر اس کی خدمت میں پیش کرنا ہے اور اس کی پائنتی کھڑے ہو کر یہ عرض کرنا ہے کہ جس نہال کی جڑوں میں آپ کا خونِ جگر اور اس کی نشوونما میں آپ کی شب خیزیوں کا سوز وگداز شامل ہے وہ جانب منزل ہی گامزن ہے۔ اس نے منہ پھیرا نہیں۔

ان جذبات کے ساتھ ایک دن فرصت پا کر وہ سفر پر روانہ ہو جاتا ہے اور اس کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ ایک رات وہاں بسر کی اور اگلے دن واپسی کا ارادہ کیا لیکن جونہی وہ

Marfat.com

بس سٹاپ پر پہنچا پتہ چلا کہ بس وہاں سے روانہ ہو چکی ہے۔ اور اب اگلے دن تک انتظار کرنا ہوگا۔ اس نے بہت سوچا کہ کیا کروں۔ دل میں بار ہا خیال آیا کہ کل تک انتظار کر لیا جائے لیکن طبع احساس آگاہ اس کے لیے تیار نہ تھی۔ اگر ایک دن مزید یہاں رہنا پڑتا ہے تو مجھے اپنے معمول کے کام میں بہت بڑے نقصان کا سامنا ہوگا۔ عقل نے بہتیرے حیلے تراشے لیکن عشق غیور اپنی ضد پر ڈٹا رہا۔ وہ اسی سوچ میں گم تھا کہ دریائے کنہار سے ابھرنے والی ایک موج نے قریب آ کر سرگوشی کے عالم میں کہا......

ہم جیسے سیماب فطرت ٹھہرا نہیں کرتے۔ وہ تو چلنے میں زندگی ڈھونڈتے ہیں۔ ان کی منزل چلنا ہے ٹھہرنا نہیں۔ اس نے پاپیادہ اپنا سفر شروع کر دیا۔ کبھی دریا کے کنارے اور کبھی تھوڑی دور۔ ہمراہی تھک گئے ساتھ چھوڑتے گئے اور پھر وہ وقت بھی آیا جب دریا کی موجیں اپنا رخ بدل گئیں۔ اب راستہ پہلے کی نسبت زیادہ خطرناک تھا۔ پہاڑی جنگلوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ نشیبی گھاٹیاں آئیں۔ گھنی جھاڑیوں نے راستہ روکا۔ ڈراؤنے منظر سامنے آئے لیکن یہ انوکھا مسافر نہ تھکا نہ ڈرا نہ جھجکا بلکہ چلتا ہی گیا۔ سورج کی گرم گرم کرنیں پھول سے نرم چہرے پر پڑتی رہیں اور آخر تھک ہار کر وہ افق مغرب کے آنچلوں سے سمٹنے لگیں۔ موسم گرما کا پورا دن سفر میں کٹ گیا۔ جب مسجد کے میناروں سے نمازِ مغرب کے لیے اللہ اکبر کی صدا بلند ہو رہی تھی وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر صحن کے اندر قدم رکھ رہا تھا۔ وہ مہماتی سفر کرنے والا کون تھا۔ دوستو! یہ عصر حاضر کی عظیم ترین شخصیت، سپریم کورٹ آف پاکستان کے جسٹس، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی صورت میں ایک عظیم ترین علمی درسگاہ کے پرنسپل، ماہنامہ ضیائے حرم کے سرپرست اعلیٰ، مایہ ناز تفسیر ضیاء القرآن اور دلوں کو سوز و گداز اور جنوں و مستی عطا کرنے والی سیرت طیبہ ضیاء النبی ﷺ کے مصنف، میری اور آپ کی امنگوں کے ترجمان، مفکر اسلام ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری تھے۔

یہ روداد آپ کے ان دو سفروں کی ہے جو آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد مزید علم کے حصول کے لیے ہزارہ کے علاقے میں طے کیے۔ پہلا سفر مانسہرہ سے گڑھوال تک تھا۔ آپ کو کسی سے پتہ چلا کہ ریاست ''امب'' کے قاضی مولانا غلام جیلانی علوم متداولہ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اس لیے آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں تین دن قیام کیا۔ انہوں نے ملاقات کے بعد فرمایا کہ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ اب پڑھانے کے قابل نہیں رہا۔ آپ علم کی جستجو میں جس مقام پر پہنچ چکے ہیں میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ کسی دوسری جگہ رجوع کریں۔ وہاں سے آپ ''بیدڑہ'' پہنچے۔ یہاں ایک دن قیام فرمایا۔ بیدڑہ میں اس وقت حضرت مولانا محمد نعمان صاحب مسند تدریس پر فائز تھے۔ انہوں نے آپ کا علمی جائزہ لینے کے بعد فرمایا: میں آپ کی خدمت سے

Marfat.com

قاصر ہوں۔ آپ مانسہرہ جائیں وہاں میرے سُسر مولانا حمید الدین صاحب سے ملیں وہ آپ کے معیار کے مطابق آپ کی علمی تشنگی کا مداوا کرسکیں گے۔ چنانچہ آپ وہاں سے مانسہرہ آئے اور مولانا حمید الدین صاحب کے حلقہ درس میں شامل ہوکر ''التوضیح والتلویح'' اور ''مسلم الثبوت'' پڑھیں۔ دوسرا سفر اسی قیام کے دوران پیش آیا۔ آپ مانسہرہ سے بالاکوٹ کے نواحی گاؤں ٹھنڈا کٹھہ میں مولانا محمد قاسم صاحب بالاکوٹی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے ابتدائی اساتذہ میں سے ہیں کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پر بس نہ مل سکی۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ آج جو چھٹی کا دن ہے میں واپس مانسہرہ نہ پہنچ سکا تو کل کے اسباق ضائع ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس احساس کے ساتھ آپ نے 23 میل کا پہاڑی سفر پیدل طے کیا اور سبق ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ مانسہرہ سے بیدڑہ جانب مغرب 4 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بیدڑہ سے ملہگ تقریباً تین میل ہے۔ ملہگ سے بسندہ پانچ میل ہے۔ دریائے سرن بسندہ سے تھوڑا آگے ہے۔ دریائے سرن عبور کریں تو قریب ہی ''ترپی'' ہے۔ ترپی سے ایک میل کے فاصلے پر گڑوال ہے۔ اس علاقہ کا نام تناولی ہے جو کبھی ریاست ''امب'' کے نواب کی نگرانی میں تھا۔ اس ریاست کا مرکزی مقام ''لسان نواب'' ہے۔ مولانا غلام جیلانی صاحب ''امب'' کی ریاست کے قاضی تھے۔ اور قاضی صاحب گڑوال کے نام سے مشہور تھے۔ اس حساب سے یہ سفر تقریباً 15 میل بنتا ہے۔ اب اگر جانا ہو تو متبادل راستہ یہ ہے: مانسہرہ سے ''لسان نواب'' فاصلہ تقریباً 20 میل، راستہ میں ''ترپی'' ہے ترپی اُتر کر گڑوال جانا آسان ہے۔

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت سے ریڈیو قاہرہ کا انٹرویو

انٹرویو: احمد حسین اجمیری

تحریر: عبداللطیف چشتی

جامعۃ الازہر الشریف قاہرہ، مصر

(27 رمضان المبارک کو جامعۃ الازہر شریف اور وزارت مذہبی امور کی نامزدگی پر حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری کی دینی اور علمی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ مصر کی جانب سے تمغہ امتیاز عطا کیا گیا۔ یہ اعزاز مصر کے صدر جناب حُسنی مبارک نے ایک سادہ اور پُر وقار تقریب میں پیر صاحب کو پیش کیا۔ اس ضمن میں ریڈیو قاہرہ (صوت القاہرہ) کی اردو سروس نے پیر صاحب سے جو انٹرویو لیا وہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے)

صوت القاہرہ:۔ السلام علیکم!

پیر صاحب:۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

صوت القاہرہ:۔ سب سے پہلے تو میں ریڈیو قاہرہ کے شعبہ اردو کی جانب سے آپ کا مصر میں خیر مقدم کرتا ہوں اور عرب جمہوریہ مصر کی جانب سے آپ کی غیر معمولی خدمات کے اعتراف کے طور پر اعلیٰ ملکی اعزاز دیئے جانے پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ اس عزت وتکریم اور اعزاز ملنے پر آپ کے احساسات کیا ہیں؟

پیر صاحب:۔ میں آپ کی تشریف آوری اور ریڈیو قاہرہ کی طرف سے میری یہاں آمد پر نیک جذبات کا اظہار کرنے پہ تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے دریافت کیا ہے کہ میرے احساسات کیا ہیں۔ جو تکریم اور عزت افزائی حکومت نے اس ناچیز کی کی ہے تو یہ قدرتی امر ہے کہ میں از حد مسرور ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اس اعزاز سے مشرف فرمایا اور حکومت مصر کی قدر دانی کے لیے بھی تہہ دل سے اظہارِ تشکر کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اس اعزاز سے نوازا اور مجھے منتخب فرما کر اس مقام تک پہنچایا۔

صوت القاہرہ:۔ آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ ہمارے سامعین کو اپنی ان علمی اور مذہبی خدمات کے بارے میں آگاہ فرمائیں جن کے اعتراف میں آپ کو یہ ایوارڈ دیا گیا ہے؟

پیر صاحب:۔ اس کے بارے میں صحیح اور مفصل جواب تو حکومت ہی دے سکتی ہے جس نے اس ناچیز کو

Marfat.com

اس ایوارڈ کے لیے منتخب فرمایا اور اس کا اہل سمجھا۔ البتہ میں مختصر طور پر عرض کر کے ایک مسرت محسوس کروں گا کہ میں علوم دینیہ عربیہ کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے اسی وادی میں سفر کر رہا ہوں۔ پاکستان سے جب میں نے اپنے علوم کی تکمیل کی تو میرے والد مکرم (حضرت پیر محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ مناسب سمجھا کہ میں عالم اسلام کی سب سے قدیم اور مشہور یونیورسٹی جامعہ الازہر میں اپنی تعلیم مکمل کروں۔ چنانچہ 1951ء میں میں یہاں آ کر کلیہ الشریعۃ الاسلامیہ میں داخل ہوا اور 1954ء میں میں نے یہاں سے سند فراغت ''الشہادۃ العالیہ مع التخصص فی القضاء'' حاصل کی اور واپس پاکستان چلا گیا۔

ہمارا دارالعلوم جس کا میں خود طالب علم ہوں ویسے تو 1925ء سے قائم ہے لیکن 1957ء سے میں نے اس کی نشاۃِ ثانیہ کی بنیاد رکھی کیونکہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے عربی مدارس میں چند ایک کمزوریاں اور خامیاں پائی جاتی ہیں جن پر قابو پانا ہمارے لیے از حد ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ ان کا نظام تعلیم اتنا قدیم تھا کہ موجودہ تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا میری یہ خواہش تھی کہ اس نصاب میں ایسی تبدیلیاں کر دی جائیں کہ جدید دور کے اس دارالعلوم کا فارغ التحصیل جدید اور قدیم دونوں علوم سے پوری طرح بہرہ ور ہوتا کہ موجودہ زمانے نے تنفید اسلام کے راستے میں جو مشکلات اور سوالات پیدا کیے ہیں ان کا ازالہ کیا جا سکے اور بڑے شرح صدر کے ساتھ دنیا کو بتایا جا سکے کہ جس طرح چودہ سو سال پہلے اسلام نے انسانیت کو وہ اعزاز اور تکریم بخشی تھی کہ اسے پستیوں سے اٹھا کر ان بلندیوں پر پہنچایا کہ وہاں آسمان کے فرشتے بھی ان کی عظمت پر انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں آج بھی ہمیں یہ بتانا ہے کہ اس جدید دور میں بھی اسلام میں وہی خوبیاں اور کمالات موجود ہیں۔ اگر ہم ان کو صحیح طور پر سمجھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ میں نے اس دارالعلوم کے نصاب میں کچھ تبدیلیاں کیں یعنی تمام علوم عربیہ اور دینیہ کے ساتھ ساتھ جدید علوم مثلاً انگریزی، اکنامکس، پولیٹیکل سائنس اور ماڈرن فلاسفی وغیرہ کا اضافہ کیا ہے تاکہ ہمارے طلباء ان کے ساتھ مقابلہ کر کے اسلام کی برتری ثابت کر سکیں۔

دوسری بات جو میرے نزدیک قابل اصلاح تھی وہ یہ تھی کہ ہمارے عربی مدارس چونکہ کسی حکومت کے کنٹرول میں نہیں تھے بلکہ انفرادی طور پر لوگ ان مدرسوں کو قائم کرتے تھے اور ان میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے تھے اسی لیے ان میں باقاعدگی کا فقدان تھا۔ طالب علم جب چاہتا کسی مدرسے میں داخل ہو جاتا اور جب جی چاہا اس کو چھوڑ کر کسی اور مدرسہ میں چلا گیا اسی لیے ہماری کوششیں ایسا نتیجہ نہیں دے رہی تھیں جن کی ان سے توقع کی جاتی تھی اور اسی وجہ سے نہ استاد جس نے ساری عمر درس و تدریس میں گزار دی تھی وہ کسی نتیجہ پر پہنچتا تھا کہ میری عمر بھر کی کمائی کیا ہے۔ کن کن بچوں کو میں نے علوم اسلامیہ

Marfat.com

سے بہرہ ور کیا ہے اور ان کی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کیا ہے اور نہ طالب علم کا پتہ چلتا تھا کہ علم کا یہ سمندر جو اس کے سینے میں سمو دیا گیا ہے یہ کس استاد کی نگاہِ کرم کا فیض ہے اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ ہم اس کے لیے ایسے قواعد وضوابط مقرر کریں کہ ہمیں اپنی محنتوں کے ضیاع کا صدمہ اور شکوہ برداشت نہ کرنا پڑے:

(۱) طالبعلم کا کم از کم مڈل پاس ہونا ضروری ہے۔☆

(۲) داخلہ کا وقت مئی کا پہلا ہفتہ مقرر ہے۔

(۳) داخلہ کے وقت طالبعلم کے والد یا سرپرست کا آنا ضروری ہے اور اس سے عہد لیا جاتا ہے کہ وہ نصاب مکمل کرنے سے پہلے اس درسگاہ کو نہیں چھوڑے گا۔

تو اس کے بڑے خوش آئند نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ اب ہمارے فارغ التحصیل طلباء ائرفورس، آرمی، نیوی، کالجز اور دوسرے شعبہ ہائے حیات میں اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور طلبہ کے سینوں کو اخلاق عالیہ کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ سے بھی منور کر رہے ہیں۔ ایک تو میری زندگی کی یہ آرزو تھی۔

اس کے بعد میری خواہش تھی کہ جس طرح میں نے اپنے علم کی تکمیل عالم اسلام کی ایک قدیم اور عظیم ترین یونیورسٹی جامعۃ الازہر میں کی ہے میرے طلبہ بھی یہاں آئیں۔ چنانچہ ابتداء میں ہمیں کوشش کرنی پڑی اور الازہر نے ہمارے دارالعلوم کی سند کا کلیات کے پہلے سال کے ساتھ معادلہ کر دیا۔ 1989ء سے ہمارے بچوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہے اور تین چار سال میں انہوں نے اپنی کارکردگی کا ایسا اچھا مظاہرہ کیا کہ ہر سالانہ امتحان میں بہترین نمبر لے کر کامیاب ہو رہے ہیں۔ پچھلے سال کلیۃ اللغۃ العربیہ کے طالب علم محمد سعید نے اپنی کلاس میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور 90% نمبر حاصل کئے۔ اس سے ہمیں بھی بڑی تقویت ملی اور طلبہ میں بھی ذوق وشوق پیدا ہوا۔ مزید الازہر نے یہ مہربانی کی کہ ہمارے دارالعلوم کی سند کا اب داخلہ ٹسٹ کے بعد دراسات العلیا (ایم۔ اے) میں معادلہ کر دیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں یہ التجا کرتے ہیں کہ ہماری یہ کوشش کامیاب ہو اور اس چشمہ فیض سے ہمارے طالبعلم پوری طرح فیض یاب ہو کر جب اپنے وطن جائیں تو وہاں تنفیذ اسلام کا جو کام شروع ہے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔

صوت القاہرہ:۔ آپ کی تصانیف؟

پیر صاحب:۔ مولا کریم نے مجھے چند ایک چیزیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہمارے ملک میں ایک

☆ اب طالب علم کا کم از کم میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔ (اکرم ساجد)

Marfat.com

وقت ایسا بھی آیا کہ ''فتنہ انکارِ سنت'' نے بڑا زور اختیار کر لیا تو اس سلسلہ میں مجھے یہ محسوس ہوا کہ مجھے کوئی ایسی خدمت کرنی چاہیے کہ ہم اس فتنہ کے سامنے کوئی ایسا بند باندھیں جس کو وہ توڑنے پر قادر نہ ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک کتاب لکھی ''سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام''۔ یہ اردو میں تقریباً تین سو صفحات کی کتاب ہے اور اس میں فتنہ انکارِ سنت کے بارے میں اپنی پوری کوشش سے جو بھی مجھ سے ہو سکا میں نے اس کا جواب دیا۔ الحمد للہ یہ کتاب جہاں بھی گئی ہے لوگوں نے اس کو بہت ہی پسند کیا ہے اور اس سے بڑا استفادہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس کی تفسیر کرنے کی مجھے توفیق عطا فرمائی۔ پہلے جتنے بھی تراجم اردو میں موجود تھے ان کی دو قسمیں تھیں:

(1) لفظی ترجمہ (2) بامحاورہ ترجمہ

لفظی ترجمہ میں وہ جوش، قوت اور اثر پذیری نہیں تھی جو قرآن کریم کا خاصہ ہے۔ اس سے وہ مقصد پورا نہیں ہوتا تھا جو قرآن کریم کا ترجمہ کرتے وقت پیش نظر ہوا کرتا ہے اور بامحاورہ ترجمہ میں دقت یہ تھی کہ اس میں لفظ ایک جگہ اور اس کا ترجمہ کہیں اور ہوتا ہے تو پڑھنے والے کو یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ یہ ترجمہ جو میں پڑھ رہا ہوں اس کا تعلق عربی متن کے کس لفظ کے ساتھ ہے۔ تو میں نے اپنی طرف سے یہ کوشش کی کہ قرآن کریم کا ایسا ترجمہ پیش کیا جائے جو لفظی بھی ہو اور بامحاورہ بھی۔ کئی آیتیں ایسی بھی آئی ہیں جن پر کئی کئی دن صرف ہوئے۔ اب میں اپنی طرف سے مطمئن ہوں اور جن احباب اور بزرگوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے وہ بھی اس سے بڑے محظوظ اور مطمئن ہیں۔ یہ ترجمہ دونوں خوبیوں کا مالک ہے لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی۔

اس کے بعد پھر اس کی تفسیر کی باری تھی۔ تفسیر میں تو قرآن کے ہزاروں پہلو ہیں جن کا احصاء نہیں کیا جا سکتا لیکن میرے نزدیک قرآن کریم کا جو اہم ترین پہلو ہے وہ یہ ہے کہ یہ ''کتاب ہدایت'' ہے۔ جس قسم کی غلط فہمیوں، غلط عقائد یا غلط اندیشوں میں لوگ مبتلا ہیں ان کو ان ظلمات سے نکال کر ہدایت کی نورانی شاہراہ پر گامزن کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ (ابراہیم: 1)

کہ میرے محبوب کریم ''آپ پر سلامتیاں اور درود ہوں'' میں نے یہ کتاب آپ پر اس لیے نازل کی ہے کہ جن اندھیروں اور ظلمتوں میں یہ کاروانِ انسانیت صدیوں سے بھٹک رہا ہے وہاں سے انہیں نکال کر شاہراہ ہدایت پر گامزن کر دیں۔

اس لیے میں نے ہر مقام پر کوشش کی ہے کہ قرآن کریم کی روشنی میں ہم کس طرح ان عقائد

Marfat.com

ونظریات سے باہر نکل کر شاہراہ ہدایت پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

صوت القاہرہ:۔ مصر اور پاکستان کے مابین مذہبی امور میں کیا گہرا ربط پایا جاتا ہے؟

پیر صاحب:۔ مصر اور پاکستان میں جو مذہبی امور میں ربط پایا جاتا ہے وہ بالکل واضح ہے۔ پہلے تو یہ کہ ہماری جتنی دینی کتابیں ہیں خواہ ان کا تعلق قرآن کریم کی تفسیر سے ہو یا احادیث نبویہ سے، فقہ سے ہو یا اصول فقہ سے، عقائد سے ہو یا ادب سے سب کی سب مصر سے چھپ کر ہمارے پاس پہنچتی ہیں اور ہم ان سے استفادہ کر کے اپنے ایمان کو تازہ، سینے کو روشن اور دماغ کو معطر کرتے ہیں تو گویا عملی طور پر ہمیں دین کے اکثر حصے کا فیض مصر سے ملا ہے۔

دوسرا یہ کہ میں نے بھی تقریباً 4 سال کا عرصہ یہاں گزارا اور یہاں اپنے اساتذہ کرام سے فیض حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن واپس جا کر میں نے کوشش کی کہ جہاں تک میری رسائی اور میرا بس چلے میں اس فیض کو وہاں عام کروں اور لوگوں کو دین اسلام کی عظمتوں سے پوری طرح آگاہ اور آشنا کروں تو یہ بھی ایک رابطہ ہمارے اور مصر کے درمیان ہے۔ اب تو باقاعدگی سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی سند کا جامعہ الازہر کے ساتھ ایم۔ اے میں معادلہ ہو گیا ہے۔ ان شاء اللہ جب تک ہمارے دارالعلوم کے طلباء کا یہاں آنے کا سلسلہ جاری رہے گا تو یہ تعلق اور زیادہ پائیدار، وسیع، پختہ اور مستحکم ہوتا جائے گا۔

اس کے علاوہ تنفیذِ قانونِ شریعت کے سلسلہ میں حکومت پاکستان نے یہاں کے بہت سے علماء کو دعوت دی۔ انہوں نے وہاں جا کر تنفیذِ شریعت کے عملی پروگرام کو وضع کرنے میں ہماری مجلس کی بہت راہنمائی کی۔ اسی طرح بہت سے اخبار، جرائد جو مصر سے وہاں پہنچتے ہیں وہ لوگوں کی ذہنی تربیت میں بڑا کام سرانجام دیتے ہیں تو یہ بیش بہا پہلو ہیں جن سے ہم اور مصر مستفید ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس فیض کے نور سے اور زیادہ اپنے آپ کو منور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صوت القاہرہ:۔ مصر میں رمضان المبارک کے دوران مذہبی اور ثقافتی سرگرمیوں کے بارے میں آپ کے مشاہدات؟

پیر صاحب:۔ ویسے تو رمضان المبارک کا چاند جہاں بھی عالم اسلام میں نظر آتا ہے ساری امت مسلمہ ایک جوش وخروش اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ذوق سے سرشار ہو جاتی ہے۔ دن بھر محنت مزدوری بھی کرتے ہیں اور اپنے رب کریم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے روزے سے بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے پاکستان میں لوگ بڑی سرگرمیوں کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دن کو روزہ اور رات کو نماز تراویح میں قرآن پاک کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ کم از کم ایک مرتبہ تمام قرآن پاک کی تراویح میں

Marfat.com

تلاوت ہو جائے اور سامعین قرآن پاک کی سماعت سے لطف اندوز بھی ہوں اور فیض یاب بھی ہوں۔
ہر جگہ ایسا ہوتا ہے لیکن مصر کا انداز یقیناً بہت ہی نرالا ہے۔ یہاں سحری کے پروگرام تو بہت ہی ایمان افروز ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا، سرکار دو عالم ﷺ کی مدحت سرائی اور بہترین مواعظ حسنہ کا مُرقع ہوا کرتے ہیں اور ہر روز بڑے بڑے مراکز مثلاً جامع الازہر شریف، جامع سیدنا الامام الحسینؓ، جامع سَیدہ زینبؓ، جامع سیدہ نفیسہؓ اور الامام شافعیؒ میں پروگرام ہوتے ہیں جن سے لوگوں کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔ ان کے چہرے بتا رہے ہوتے ہیں کہ وہ اس یقین کے از حد مشاق تھے جو یقین کی دولت انہیں ان محافل میں شرکت کر کے حاصل ہو رہی ہے۔ ان کے چہرے چمک رہے ہوتے ہیں، آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں اور ان کے جسم پر تواضع وانکساری کے اثرات واضح ہوتے ہیں۔
یہ ایک ایسا طریقہ کار ہے جس میں یہ ممالک منفرد ہیں اور مصر میں تو اس چیز کا اہتمام بڑی خصوصیت سے کیا جاتا ہے۔

صوت القاہرہ:۔ آخر میں ریڈیو قاہرہ کے شعبہ اردو کی جانب سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت دے کر ہمارے سامعین کو اپنے گراں قدر خیالات سے نوازا۔ شکریہ

پیر صاحب:۔ یہ تو میرا فرض ہے کہ میں ریڈیو قاہرہ کا شکریہ ادا کروں جس نے آپ جیسی ہستی کو میرے پاس بھیجا ہے اور انہوں نے یہاں تشریف لا کر مجھے یہ موقعہ دیا ہے کہ میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار کر سکوں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ آپ کی ان کوششوں کو مشکور فرمائے اور تمام بلاد اسلامیہ میں اتحاد واتفاق پیدا فرمائے (آمین ثم آمین)

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

Marfat.com

ضیاء الامت اور عصری مسائل

ڈاکٹر حافظ محمد طفیل

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کو یوں تو فیاض قدرت نے بے شمار ظاہر و باطنی کمالات سے نوازا لیکن مجھے ان کی جن خوبیوں نے بہت زیادہ متاثر کیا وہ ہیں..... عالمِ اسلام کو درپیش اہم اجتماعی مسائل کا ادراک اور انہیں حل کرنے کی تڑپ..... مستقبل میں پیش آنے والے خطرات کے شعور اور ان کے تدارک کے لیے قبل از وقت منصوبہ بندی اور خالصتاً علمی و تحقیقی انداز تقریر و تحریر..... مجھے پیر صاحب قبلہ کو قریب سے دیکھنے، ان کی تحریریں پڑھنے، انہیں مختلف حیثیتوں سے کام کرتے دیکھنے اور خود ان کے ساتھ تبادلۂ خیالات کے متعدد مواقع میسر آئے اور میں نے انہیں امتیازی صفات کا مرقع پایا۔ اس سلسلے میں چند اہم شواہد پیش کرتا ہوں۔

یہ غالباً 1965ء یا اس سے ذرا پہلے کا ذکر ہے۔ میں ان دنوں مُمتاز علمی و دینی درسگاہ انوار العلوم مُلتان میں پڑھتا تھا۔ سوشلزم اور اشتراکیت کا لفظ بھی دینی حلقوں میں کسی نے نہ سُنا تھا نہ ہی ابھی ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی اور مولانا بھاشانی کی نیشنل پارٹی وجود میں آئی تھی۔ پیر صاحب جامعہ اسلامیہ بہاولپور تشریف لے گئے جہاں غزالی زماں علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمتہ اللہ علیہ ان دنوں شیخ الحدیث تھے۔ واپس آپ مدرسہ انوار العلوم تشریف لائے اور سوشلزم کے فتنہ پر ایک بھرپور گفتگو آپ نے طلباء و اساتذہ کے سامنے کی، جس میں اشتراکی فتنہ کی حشر سامانیوں اور اس کے مسلمانان پاکستان پر پڑنے والے مُمکنہ خطرات و مُضمرات پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے والے علماء میں آپ کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ اگرچہ بعد ازاں صاحبزادہ فیض الحسن اور مفتی محمد حسین نعیمی نے بھی رائے عامہ بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ غزالی زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کا مقالہ بعنوان اسلام اور اشتراکیت بھی انہی دنوں انجمن طلباء اسلام کی جانب سے منظر عام پر آیا۔ اسی طرح مُنکرین سُنت اور حجیت حدیث اور پرویزیّت کے خیالات فاسدہ نے اگرچہ ستر کی دھائی میں زور پکڑا لیکن حضرت ضیاء الامت نے اس فتنہ کی سنگینی کا ادراک بہت پہلے کر لیا تھا۔ آپ نے اس فتنہ کے انسداد کے لیے نہایت علمی و تحقیقی انداز میں ایک شاندار کتاب سُنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرمائی جو خود اس فتنہ کے سرخیل غلام احمد پرویز کے نزدیک اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام کُتب و رسائل میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

علامہ شبلی نُعمانی کی سیرت النبی ﷺ اگرچہ اُردو کے دینی و علمی ذخیرہ میں ایک نمایاں اضافہ تھا

Marfat.com

لیکن مسلمان طلباء کی کردار سازی کے حوالے سے کتاب کی طرزِ نگارش سے اہلِ دل کبھی بھی مطمئن نہیں رہے۔ دین کی ہمہ گیریت اور تقابل ادیان کے مطالعہ کی حد تک تو یہ کتاب مطالعہ سیرت کی ضرورت بخوبی پوری کرتی ہے لیکن اس کے مطالعہ سے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی عظمت کا کوئی نقش قاری کے قلب و ذہن پر نہیں اُبھرتا اور نہ ہی اس کے جذبہ محبت کو اس سے مہمیز ملتی ہے۔

1977ء میں بھٹو حکومت کے خلاف پورے مُلک میں تحریک نظامِ مصطفےٰ ﷺ برپا ہوئی تو یہ مشاہدہ ہوا کہ انجمن طلباء اسلام سے وابستہ طلباء اور وہ نوجوان جنہوں نے میلاد النبی ﷺ کے جلسوں اور علماء و صلحاء کی محافل سے کسبِ فیض کیا تھا وہ اس تحریک کا ہراول دستہ تھے اور

غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے

کے نعروں میں اپنی جان کے نذرانے پیش کر رہے تھے لیکن تعلیم یافتہ طبقہ یا دیگر گروہوں سے وابستہ طلباء و نوجوانوں میں حضور تاجدارِ عالم ﷺ کی ذات سے وہ محبت اور والہانہ پن نظر نہیں آتا تھا۔ یہی وہ تجربہ اور تلخ مشاہدہ تھا جس نے ضیاء الامت کو سیرتِ رسول ﷺ پر ایک ایسی مبسوط کتاب لکھنے کی طرف مائل کیا جو روح کو تڑپا دے اور قلب کو گرما دے۔ نئی نسل کی کردار سازی میں ذاتِ رسول ﷺ سے اکتسابِ فیض کی یہ بہترین صورت تھی جو حضرت پیر صاحب نے اپنی محنت شاقہ سے ضیاء النبی ﷺ کی سات جلدوں کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کی۔

اسی طرح حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے طلاقِ ثلاثہ سے متعلق سماجی، معاشی اور اخلاقی دُشواریوں کے پیشِ نظر پوری فقہی بصیرت اور عالمانہ جرأت کے ساتھ مروّجہ فقہی روش سے اختلاف کرتے ہوئے اس مسئلہ کے نتائج و عواقب پر موجودہ دور کے بدلتے ہوئے حالات و ضروریات کے تناظر میں ازسرِ نو غور و فکر کرنے کی ضرورت پر زور دیا تاکہ مسلم معاشرہ کے عائلی مسائل کو بہتر انداز میں حل کیا جا سکے۔ اکابرِ دیوبندی علماء کی متنازعہ عبارات کے معاملہ پر بھی حضرت پیر صاحب نے جمہور علماء اہلِ سنت کے علمی موقف سے اتفاق کرتے ہُوئے عام روش سے ہٹ کر اس معاملہ کے معاندانہ استعمال سے اجتناب کی راہ اپنائی تاکہ فرقہ ورانہ کشمکش کو کم کر کے توانائیاں اور وسائل زیادہ اہم علمی و معاشرتی معاملات پر صرف کیے جا سکیں۔

جہاں تک پیر صاحب کے اندازِ تحریر کا تعلق ہے انہوں نے ہمیشہ علمی و تحقیقی اسلوب کو ترجیح دی۔ حیرت انگیز طور پر ان کی تحریریں واحد متکلم کے صیغہ سے خالی نظر آتی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ تحکمانہ انداز گفتگو سے گریز کیا اور مخالف کی سخت سے سخت بات پر بھی اپنے اسلوب کو اشتعال یا سطحی مخالفانہ جذبات کے اظہار سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔ آپ نے دوسروں پر برسنے کے بجائے اپنے موقف کو بھرپور، موثر اور اعلیٰ انداز میں پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام علمی حلقے اختلافِ مسالک و عقائد کے باوجود ان کا احترام کرتے تھے۔

Marfat.com

تعلیمات حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ

محمد حفیظ الرحمٰن غزالی الازہری

مفکر اسلام، مُفسّرِ قرآن، ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق خامہ فرسائی کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ حضرت ضیاء الامت ایک ہمہ جہت شخصیت تھے اور ہمہ صفت موصوف کی جُملہ رعنائیوں کو بیان کرنا ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں۔

ناچیز ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہے جنہیں ضیاء الامت کے قائم کردہ گہوارہ علمی میں حیاتِ مُستعار کی چند گھڑیاں گزارنے کا شرف حاصل ہُوا ہے۔ زمانہ طالب علمی میں ہی حضور ضیاء الامت کی صحبت و محفل میں بیٹھنے کا بارہا موقع میسّر آیا اور فراغت کے بعد بھی آپ کی مجلس وعظ و نصیحت میں شرف باریابی نصیب ہوتا رہا ہے۔

آپ کے حکیمانہ اسلوبِ بیان اور مدبّرانہ طرزِ معاملت کا زمانہ مُعترف ہے۔ ناچیز نے اس مرقع حُسن و زیبائی کو جس زاویہ نگاہ سے بھی دیکھا بالآخر یہی نتیجہ نکالا کہ آپ میں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا ہے، ملّتِ اسلامیہ کا درد آپ کے رگ و پے میں سرایت کیے ہُوئے ہے، علم آپ کا زیور ہے، حلم آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے اور تقویٰ آپ کی معراج ہے۔ اس صاحبِ تفکر و تدبّر کی حیاتِ مقدّسہ کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں جن میں آپ ایک عظیم مدبّر کا کردار ادا کرتے ہُوئے دکھائی دیتے ہیں:

ا۔ خودداری

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے طلباء ختم شریف اور طعام وغیرہ کے لیے کسی کے ہاں نہیں جا سکتے (اور یہ پابندی آج تک اسی طرح قائم ہے)۔ جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا:

> ''میں اپنے بچوں کو کسی کے در پر بھیج کر ان کی عزّتِ نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہتا۔ میرے بچوں نے تو کل لوگوں کو دین کا درس دینا ہے اور انہیں حلال و حرام کی تمیز سکھانی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کل کوئی دُنیادار اُٹھ کر میرے بچوں کو یہ طعنہ دے ''او مولوی! کل تک تو میرے در کے ٹکڑے کھاتے رہے ہو اور آج مجھے حق و باطل کا فرق بتا رہے ہو۔'' اس لیے بہتر یہی ہے کہ میرے بچے اپنے گھر (دارالعلوم) میں ہی رہیں اور اپنے مقصد وحید کی طرف ہی توجہ دیں اور جو بھی دال ساگ پکا ہوا ہو کھا لیں اور کسی کے در پر جبیں سائی نہ کریں تاکہ ان

Marfat.com

کی خودداری مجروح نہ ہو۔"

۲۔دیانت داری اور تدبیر

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر وہ شخص جسے کسی خزانے کا امین مقرر کیا جائے اگر اس کے اندر دو صفات موجود ہوں تو انشاء اللہ زندگی بھر اسے خزانہ کے ختم ہونے کا ڈر نہیں رہے گا:

(۱) دیانت داری (۲) تدبیر

دیانت داری کے مفہوم کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ روپے پیسے خرد برد نہ کرنا اور حساب وکتاب میں ڈنڈی نہ مارنا۔ مگر تدبیر کے مفہوم پر ہر شخص کو آگاہی حاصل نہیں ہے۔ تدبیر یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر 500 روپے خرچ کرنے کی ضرورت ہے تو وہاں 500 ہی خرچ کیے جائیں۔ اگر وہاں پر 450 کی سستی چیز خرید کر اس نیت سے لگادی جائے کہ اس سے بچت ہو جائے گی اور کام بھی چل جائے گا تو یہ "تدبیر" کے خلاف ہے اور یہ بخل ہے۔ ایسا کرنے سے کئی 450 خرچ ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اسی طرح ایسے مقام پر 550 خرچ کرنا بھی محض تعیش اور فضول خرچی ہے۔

۳۔ایمان کا سرٹیفکیٹ

جب ہمیں یہ یقین ہے کہ ہادیٔ اعظم ﷺ جو دین لے کر آئے ہیں وہ سچ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عدل کی گواہی رسالت مآب ﷺ کی زبانِ حق ترجمان دے چکی ہے۔ اولیائے کاملین اور صدیقین، شہداء کی حسین شاہراہ کے راہی ہم ہیں تو پھر ایسے یقینِ کامل کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی شورہ بخت اور بزعم خویش مُصلح اعظم سے اپنے مومن اور پکے مسلمان ہونے کی سند لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس باطل فکر میں گرفتار ہونے کی کوئی ضرورت ہے کہ فلاں فرقہ یا فلاں فرقہ کے بانی ہمارے مُسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ کیوں جاری نہیں کر رہے۔ آپ زور دے کر فرمایا کرتے کہ داتا علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے ماننے والوں کو کسی نام نہاد مصلح سے اپنے مسلمان ہونے کی ڈگری نہیں چاہیے۔

۴۔اندھیرا اور روشنی

مدبر ملت حضرت ضیاء الامت فرمایا کرتے تھے کہ اندھیرے کی اپنی کوئی تعریف نہیں ہے۔ "اندھیرا" روشنی نہ ہونے کا نام ہے۔ اس لیے جہالت و بدعقیدگی کے اندھیروں کو پاٹنے کے لیے اگر آپ چھوٹا سا بھی دیا روشن کرتے ہیں تو انشاء اللہ سارا خطہ نور سے جگمگا اُٹھے گا، جہاں تاریکی کے دبیز پردوں نے سارے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ اس لیے ہر طرح کی تاریکیوں کے خلاف

Marfat.com

روشنیوں کے دیپ جلائے رہو۔

۵۔سایہ اور سورج

مفکر ملت حضور ضیاء الامت فرماتے تھے کہ دُنیا کی مثال ایسی ہے جیسے سایہ۔اگر آپ اپنے سائے کو پکڑنا چاہیں تو نہیں پکڑ سکتے۔آپ اگر موٹر سائیکل، کار یا ہوائی جہاز پر بھی سوار ہو جائیں تو اپنے سائے کو نہیں پکڑ سکتے۔کیونکہ سایہ بھی اسی رفتار سے آگے آگے بھاگے گا جس رفتار سے آپ کی سواری جا رہی ہے۔اس لیے سایہ (دُنیا) کے پیچھے مت بھاگو۔کیونکہ یہ آپ کو اپنے پیچھے دوڑاتا رہے گا اور اس کے برعکس اگر آپ سُورج کی طرف مُنہ کر لیں تو پھر سایہ آپ کے قدموں میں ہوگا اور آپ آگے ہوں گے۔اس لیے اپنا مرکز و محور سایہ (دُنیا) کو نہ بناؤ بلکہ سُورج (مکینِ گنبدِ خضراء علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف اپنا مُنہ کر لو۔پھر دیکھنا کہ آفتابِ محمدی ﷺ کی طرف تمہارا مُنہ ہونے کی وجہ سے دُنیا سائے کی طرح تمہارے پیچھے پیچھے آئے گی۔

۶۔نسب

1992ء میں حدیث شریف کے درس کے دوران حسب و نسب کا ذکر آ گیا تو فرمانے لگے کہ اگر تعلق مصطفیٰ ﷺ نہ ہو تو نسب کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر ہو تو پھر سونے پر سہاگہ ہے۔آپ فرمانے لگے: جلالپور شریف کے پیر حیدر شاہ صاحبؒ سے معترضین نے پوچھا کہ آپ نے ایک غیر سید (خواجہ شمس العارفینؒ) کی بیعت کر لی ہے۔لگتا ہے آپ سید نہیں ہیں۔آپ اپنا شجرہ سنائیں۔تو آپ نے معترضین کو جو شجرہ سنایا تھا وہ یہ تھا ''حیدر پُتر سیال دا تے سیال پُتر پٹھان دا'' (یعنی پیر حیدر شاہ روحانی بیٹا ہے پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین کا اور خواجہ شمس العارفین روحانی بیٹے ہیں پیر پٹھان خواجہ سلیمان تونسوی کے)۔اسی نسب کی بات کو مزید جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ کسی نے حضرت سلمان فارسیؓ سے ان کا نسب دریافت فرمایا تو آپ نے جواب دیا تھا: سلیمان ابن اسلام ابن اسلام۔اس بات کا خاتمہ آپ حضرت جامیؒ کے اس شعر پر فرمایا کرتے تھے

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اے جامی! اس نسب کی بحث کو چھوڑ اور بندہ عشق ہو جا کیونکہ اسلام کی راہ میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے۔

Marfat.com

۷۔ بارگاہ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضری

1990ء کی ایک حسین صبح دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے پنڈال میں طلباء کی اسمبلی میں تشریف لائے اور بڑے محبت بھرے لہجے میں نصیحت آمیز گفتگو فرمائی۔ کیونکہ تھوڑی دیر بعد آپ عمرہ کے لیے تشریف لے جانے والے تھے۔ دعا کے بعد جب طلباء اپنی کلاسوں میں تشریف لے جانے لگے تو آپ واپس پلٹ آئے اور طلباء کو بھی واپس بلایا اور فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ میں بارگاہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جارہا ہوں۔ تم میں سے کسی کو بھی یہ توفیق نصیب نہ ہوئی کہ وہاں اپنا سلام بھیجے۔ سب پر سکوت طاری تھا۔ پھر فرمایا: پہلے تو نہیں بولے ہو اب تو اپنی زبانوں کو حرکت دو اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اپنا سلام روانہ کرو۔ میں تو تمہاری طرف سے سلام پیش کرتا ہی رہتا ہوں اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا مگر تم خود بھی اپنی زبانوں کو حرکت دو تاکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام خوش ہو جائیں۔

۸۔ اہلسنّت کی چھت

ایک مرتبہ دار العلوم کے فارغ التحصیل علماء کے متعلق بحث چل پڑی کہ فلاں بہت قابل ہے اور فلاں میں قابلیت کا جوہر نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج ملت اسلامیہ چھت سے محروم ہے۔ ہم نے اس کے سر پر چھت ڈالنی ہے۔ اس چھت کے لیے ان علماء میں سے کوئی تو شہتیر کا کام دے گا۔ کوئی کڑی کا کام دے گا۔ کوئی پھٹے کا کام دے گا اور کوئی کیل کا کام دے گا۔ اس لیے ہر ایک کی اپنی جگہ افادیت ہے۔ اب ہر ایک تو شہتیر نہیں بن سکتا مگر سب کو کوشش جاری رکھنی چاہیے تاکہ وہ اس چھت کے لیے کسی نہ کسی پرزے کے طور پر اپنی جگہ بنا سکے۔ ایسے موقع پر آپ یہ شعر پڑھتے تھے۔

نیست در خشک وتر بیشہ من کوتا ہے
چوب آں نخل کہ منبر نہ شود دار کنم

(نظیری)

۹۔ کلام اقبال

آپ فرمایا کرتے تھے کہ کلام اقبال، ہر وقت تمہارے مطالعہ کی میز پر رہنا چاہیے اور تمہیں کلام اقبال پڑھتے رہنا چاہیے خواہ تمہیں اس کی سمجھ آئے یا نہ آئے۔ آپ کلام اقبال کا مطالعہ بڑے ذوق اور انہماک سے فرماتے۔ خود فرماتے ہیں کہ مجھے کلام اقبال پڑھنے کا اتنا شوق تھا کہ ایف اے کے امتحان قریب آگئے اور میں جب بھی کسی کتاب کا مطالعہ کرنے لگتا۔ کلام اقبال آڑے آجاتا یہاں تک کہ مجبور ہو کر میں نے کلام اقبال کو کپڑے میں لپیٹ کر صندوق میں رکھ دیا تاکہ باقی کتب کی تیاری پورے

Marfat.com

انہماک سے کر سکوں۔ مندرجہ بالا مختصر واقعات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ضیاء الامت ایسا صاحب بصیرت حکیم الامت اور مدبر ملت کہلانے کا سزاوار ہے۔

راہ وفا میں ہر سو کانٹے دھوپ زیادہ سائے کم
لیکن اس کے چلنے والے خوش ہی رہے گھبرائے کم
راہ وفا میں تنہا نکلو یا پھر اس کے ساتھ چلو
جس کی ٹھوکر راہ نکالے راہ میں ٹھوکر کھائے کم

Marfat.com

امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر حافظ احمد بخش

حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ علیہ کے خاندان سے ہزاروں کی تعداد میں ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ قرب و جوار کے جزیروں میں بھی رہائش پذیر بھٹکے ہوئے انسانوں کو اسلامی اقدار سے روشناس کرایا۔ مسلم معاشرہ کی تشکیل، تعلیم و تربیت اور اصلاحی سرگرمیوں کے سلسلہ میں آپ کے خانوادہ کی خدمات تاریخ اسلام کا جلی عنوان ہیں۔

ملتان شریف سے ہجرت کر کے جو بزرگ تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلے میں اطراف و اکناف کی طرف مائل ہوئے، ان میں سے ایک بزرگ شمس الدین لاہوری بھی ہیں۔ آپ کی اولاد پہلے لاہور میں اقامت گزیں رہی۔ پھر آپ کے خاندان کے ایک جلیل القدر بزرگ حضرت دیوان فتح شاہ صاحب اپنے چند عزیز و اقارب سمیت بھیرہ شریف پہنچے۔ تاریخی روایات اور شجرہ ہائے نسب کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس قافلے میں حضرت شمس الدین لاہوری کی اولاد میں سے حضرت شیخ محمد غوث بھی شامل تھے۔ کیونکہ آپ کے نام کے ساتھ ساکن بھیرہ آتا ہے۔ حضرت شیخ محمد غوث کی چوتھی پشت سے حضرت پیر امیر شاہ صاحبؒ کے گھر امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ صاحب پیدا ہوئے۔

مقام و تاریخ پیدائش

آپ کا مقام پیدائش بھیرہ شریف ہے اور سن پیدائش 1837ء بنتا ہے۔

ابتدائی ایام۔ مشکلات کا دور

چونکہ مستقبل میں قدرت نے حضرت امیر السالکین کو بے شمار غرباء و مساکین اور مالی مشکلات سے دوچار افراد کا سہارا بنانا تھا اس لیے زندگی کے ابتدائی ایام میں آپ کی تربیت کے لیے آپ کو ظاہری دولت سے بے نیاز رکھا تا کہ نفس کو ان کلفتوں سے آگاہی حاصل ہو جن سے مالی مشکلات سے دوچار افراد کو گزرنا پڑتا ہے۔

آپ کے خاندان کی زرعی اراضی بھیرہ شریف کے جانب شمال و مشرق دریائے جہلم کے ساتھ تھی۔ دریا کے بہاؤ کے سبب اکثر دریا برد ہو گئی جس کے سبب آپ کے والدین کی مالی حالت زیادہ بہتر

Marfat.com

نہ تھی۔ پھر طرہ یہ کہ جب آپ دس سال کے ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا اور آپ کی والدہ ماجدہ ہی اپنے اکلوتے بیٹے کا واحد سہارا تھیں۔

تیری مستی نظر ہی مجھے تھامنے کو آئی

قدرت کی کرم گستریوں کا انسان اندازہ نہیں کر سکتا۔ جب والدہ محترمہ کا انتقال ہوا تو ایسے محسوس ہوتا تھا کہ خالق کریم کی مہربانیوں نے آپ کو اپنی آغوش لطف و کرم میں لے لیا ہو۔ جس کا عملی اظہار اس طرح ہوا کہ آپ قرآن کریم کی تعلیم کے سلسلے میں خانوادہ غوث الاعظم کے چشم و چراغ حضرت پیر بہادر شاہ صاحب کے درس سے منسلک ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب نے آپ پر شفقتوں کی حد کر دی۔ ایک طرف معاشی کلفتوں کا مداوا کیا تو دوسری طرف روحانی فیوض و برکات سے مالا مال کر دیا۔

حضرت غوث الاعظم کے ساتھ حد درجہ عقیدت و محبت حضرت پیر بہادر شاہ صاحب کے فیض سے ہی حاصل ہوئی۔ یہ بات بھی مصدقہ ہے کہ آپ کی شادی کے وقت تحفۃً مریدوں کے متعدد دیہات حضرت شاہ صاحب نے آپ کو عنایت کیے۔ آپ نے حکم فرمایا کہ ان علاقوں سے گیارہویں کی وصولی اور اس کا جملہ انتظام و انصرام آپ ہی کے ذمہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ساری اولاد آج تک اس سادات خانوادے کا حد درجہ احترام کرتی ہے۔

روحانی ترقی

آپ نے روحانی مدارج طے کرتے ہوئے متعدد درباروں پر حاضری دی۔ مختلف مقامات پر چلہ کشی کی۔ کئی جلیل القدر ہستیوں سے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ ان میں حضرت میاں غلام رسول مخدوم صاحب ساکن لنگر مخدوم کا تذکرہ کثرت سے آتا ہے۔ آپ کو میاں صاحب سے اور میاں صاحب کو آپ سے حد درجہ پیار تھا۔ سیال شریف حاضری اس روحانی سفر کا نقطہ عروج ثابت ہوئی۔ پھر آپ اسی در کے ہو گئے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین، خواجگان چشت کا فیض لٹا رہے تھے۔ حضرت امیر السالکین نے بھی اپنی اجلی چادر پھیلا دی۔ کرم کی گھٹا چھائی۔ سائل کی سچی طلب دیکھ کر دل کھول کر برسی اور اتنی برسی کہ آج تک ''فیضان کرم'' جاری ہے۔

آستانہ عالیہ سیال شریف سے خرقہ، خلافت حاصل کر کے جب آپ اپنے وطن کو لوٹے تو بے شمار افراد نے اپنی روحانی تشنگی کے مداوا کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا۔ سیال شریف حاضری کے سلسلے میں جس جس علاقہ سے آپ کا گزر ہوتا۔ آپ کے معمولات، حسن معاملہ اور اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر پورے پورے دیہات آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوتے گئے۔

Marfat.com

حلیہ مبارک

آپ کا قد درمیانہ، جسم دبلا پتلا، چہرہ کشادہ اور گال گلاب سے زیادہ شاداب جن کو صوری اور معنوی دلفریبیوں نے نظارہ گاہِ عالم بنا دیا تھا۔ ہمیشہ سفید لباس زیب تن فرماتے جو سادگی اور لطافت میں اپنی مثال آپ ہوتا تھا۔

شب و روز کے معمولات

آپ کی ساری زندگی شریعت مطہرہ کی پابندی اور ذکر و فکر میں بسر ہوئی۔ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کے معمولات دین پر استقامت کا اعلیٰ معیار تھے۔ ساری زندگی آپ نے روزہ رکھا۔ (سوائے ان دنوں کے جن میں روزہ رکھنا شرعی لحاظ سے منع ہے) ہمیشہ نماز با جماعت ادا فرماتے۔ نوافل اور سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ مواظبت سے ادا فرماتے۔ نماز عصر ادا کرنے کے بعد دریائے جہلم کے کنارے چلے جاتے اور موسم گرما ہو یا سرما ساری رات عبادت الٰہی اور ذکر و فکر میں بسر ہو جاتی۔ جاڑے کی یخ بستہ راتیں بھی کھلے آسمان تلے بسر ہو جاتیں۔ ذکر الٰہی کی تمازت اس قدر ہوتی کہ آپ رات کو کئی مرتبہ وضو فرماتے۔ ان معمولات کے سلسلے میں آپ کی زندگی کے تین واقعات بالترتیب ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

نماز با جماعت کی پابندی

مولانا محمد قاسم بالاکوٹی دورہ حدیث شریف سے فارغ ہوئے تو اسی سال درگاہ امیر السالکین سے متصل دارالعلوم میں مدرس مقرر ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جب دورہ حدیث شریف مکمل کر کے یہاں متعین ہوا تو نماز اول وقت میں ادا کرنے کے بارے میں متشدد تھا۔ ایک دن سورج ڈھلتے ہی میں نے ظہر کی اذان کہلوائی اور تھوڑی دیر کے بعد جماعت کروا دی۔ آپ اس روز جماعت میں شرکت نہ کر سکے۔ جب تیسرا دن آیا میں حسب معمول زوال کے بعد جلد ہی مسجد میں پہنچا تا کہ اذان کہلوا کر جماعت کروا دوں۔ میری حیرت کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ آپ مجھ سے پہلے ہی صف اول میں تشریف فرما ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میرے دل نے مجھے ملامت کی کہ تو ساری رات سوتا ہے اور یہ بندۂ خدا ساری رات ذکر خدا میں بیدار رہتا ہے۔ سہ پہر کے وقت تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ کرتا ہے اور تو اپنی جلد بازی سے قیلولہ کی مہلت بھی نہیں دیتا۔ پھر ان کی وسیع النظری اور بردباری کا یہ عالم ہے کہ تو ان کا ملازم ہے اور انہوں نے کبھی جتلایا تک بھی نہیں۔ اس بات کا مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں نے بلا وجہ اور غیر ضروری جلد بازی ترک کر دی۔ اس کے بعد آپ کی آمد کا انتظار کرتا۔

Marfat.com

سنن غیر موکدہ پر مواظبت

ایک دفعہ ایک سفر میں تھے۔ نماز عشاء کا وقت ہوا تو آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ مولانا تاج الدین ساکن دھریمہ آپ کے مریدین میں سے تھے۔ اس سفر میں وہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ مولوی صاحب کو مخاطب ہوئے۔ ارشاد فرمایا: میں نے ابھی عشاء کی سنتیں ادا نہیں کیں۔ وقت بھی ہو گیا ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ جناب! یہ سنتیں غیر موکدہ ہیں۔ نہ بھی پڑھی جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ موذن نے اقامت کہی اور آپ نے باجماعت نماز ادا کی۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے مولوی تاج الدین کو بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ تو ارشاد فرما رہے تھے کہ عشاء کی سنتیں غیر موکدہ ہیں۔ اگر نہ بھی پڑھی جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مجھے تو ساری رات امام حسین علیہ السلام نے سونے نہیں دیا کہ تم نے میرے نانا کی سنتیں کیوں ترک کی ہیں۔

شب زندہ داری کی اعلیٰ روایت

دریائے جہلم کے کنارے ''کوٹ محبت'' ایک گاؤں ہے۔ وہاں ایک مولوی صاحب پیر امیر السالکین سے بیعت تھے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ دربار شریف میں حاضر ہوا۔ جب عصر کی نماز کے بعد حسب معمول آپ دربار پر جانے لگے تو مجھے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ ایک لکڑی کی گیلی جو دریا کے کنارے پر پڑی تھی، اس پر آپ نے مصلیٰ بچھایا اور مصروف عبادت ہو گئے۔ عشاء کے بعد مجھے حکم دیا کہ تم سو جاؤ لیکن مچھر اس طرح ڈس رہے تھے کہ کسی پہلو قرار نہ آتا تھا اور رات پہلو بدلتے گزر گئی۔ لیکن حضرت بڑے انہماک کے ساتھ یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ دوسری رات بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ تیسری رات جب اس بے چینی میں کروٹیں بدل رہا تھا تو حضرت نے فرمایا: کیا نیند نہیں آ رہی؟ میں نے عرض کی: حضور! مچھر بری طرح کاٹ رہے ہیں۔ ایسے میں نیند کیونکر آئے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں میری بات سن کر حضرت نے فرمایا ''اے مچھرو! ہم اپنے رب کی یاد کے لیے یہاں آئے ہیں پھر تم ہمیں ڈستے ہو۔'' آپ کے اس ارشاد کے بعد کوئی مچھر میرے نزدیک نہ آیا۔

اس واقعہ سے ایک طرف رات کی عبادت کے بارے میں آپ کے معمولات کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف آپ کی زبان کی اثر آفرینی ظاہر ہوتی ہے۔

خون دل وجگر سے ہے میری نوا کی پرورش

کسی بھی دعوت کے سلسلے میں صاحب دعوت کے دل میں جتنی سچی لگن، محبت اور گداز ہوتا ہے اتنا ہی اس کی اثر آفرینی میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت امیر السالکین احکام شریعت پر خود چونکہ کامل طریقہ

Marfat.com

سے عمل پیرا تھے اور تعلیمات اسلامیہ پر آپ کا اعتقاد غیر متزلزل اور عمل مبنی بر خلوص تھا اس لیے اپنے متوسلین کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ کو بھاری پند و نصائح کی ضرورت نہیں پڑتی تھی اور نہ ہی آپ لمبی لمبی تقاریر فرماتے تھے۔ جس بھولے ہوئے انسان کی طرف آپ کی باطنی توجہ ہوتی، صرف ایک دو کلمات زبان سے ارشاد فرماتے، اس کے دل کی دنیا بدل جاتی۔ بطور استشہاد انتہائی مختصر صرف دو واقعات ملاحظہ فرمائیے:

نماز کا پابند بنا دیا

موضع میانہ گوندل کے ایک زمیندار میاں محمد بھوڑ آپ کے مرید تھے۔ وہ نماز میں سستی کیا کرتے۔ کسی نے آکر شکایت کی: یا حضرت! میاں محمد بھوڑ آپ کا مرید بھی ہے اور نماز بھی نہیں پڑھتا۔ آپ نے میاں صاحب کو خط لکھا جو صرف ایک سطر پر مشتمل تھا کہ "میاں محمد! دیکھنا کہ قیامت کے دن میں اور تم شرمندہ نہ ہوں۔" اس سادے سے جملے کا یہ اثر ہوا کہ میاں صاحب نہ صرف نماز پنجگانہ کے پابند ہو گئے بلکہ پھر نماز تہجد بھی کبھی قضاء نہ ہوئی۔

شرابی توبہ سے مشرف ہو گیا

کھیوڑہ میں آپ کے ایک عقیدت مند راجہ مکھن خان مرحوم تھے جو نمک کی کان کے کارکنوں کے نمبردار تھے۔ ان کا ایک دوست ملک فتح محمد دوالیال جو بہت بڑا زمیندار تھا، شراب پینے لگ گیا اور یہ بری عادت رفتہ رفتہ اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس نے اپنی قیمتی جائیداد حتیٰ کہ زمین بھی بیچنی شروع کر دی۔ راجہ مکھن خان کو جب اپنے دوست کی عادات کا علم ہوا تو انہیں بڑا دکھ ہوا۔ سمجھانے کے لیے اس کے پاس گئے۔ بے تکلف دوست تھے۔ خوب سرزنش کی۔ اس نے کہا: راجہ صاحب! آپ خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں اور طعن و تشنیع کر رہے ہیں۔ شراب پینا میری عادت بن چکی ہے۔ اس کے بغیر میرا زندہ رہنا ممکن نہیں۔ اگر شراب کے حصول کے لیے مجھے گھر کا مکان تک فروخت کرنا پڑے تو میں باز نہیں آؤں گا۔ میری مجبوری ہے۔ راجہ صاحب اس کی صاف گوئی اور بے بسی پر سخت رنجیدہ خاطر ہوئے اور اسے کہا: اگر تم میرے مرشد کے پاس بھیرہ شریف چلو، تو مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ چنانچہ دونوں دوست بھیرہ شریف پہنچے، راجہ مکھن خان نے اپنے دوست ملک فتح محمد کو باہر بٹھایا اور خود حضرت امیر السالکین کے دربار میں حاضر ہو کر اپنا مدعا عرض کیا۔ ان کی گفتگو سن کر آپ نے کچھ دیر توقف کیا اور فرمایا: اپنے دوست کو اندر بلاؤ۔ جب ملک فتح محمد حاضر خدمت ہوا تو آپ نے صرف اتنا فرمایا "ملک صاحب شراب نہ پیا کرو۔" ملک صاحب خود بتایا

Marfat.com

کرتے کہ آپ کے ایک بول نے میری حالت بدل کر رکھ دی۔ میرے دل میں شراب کے بارے میں انتہائی نفرت پیدا ہوگئی۔ جس چیز کے بغیر میرے لیے ایک لمحہ گزارنا مشکل تھا اس کے نام تک سے نفرت ہوگئی۔ پھر زندگی بھر طلب پیدا نہ ہوئی۔ ایک دن میرے پرانے ساتھیوں نے شراب کا بھرا جام زبردستی میرے منہ سے لگایا۔ جونہی شراب میرے ہونٹوں سے ٹکرائی مجھے قے شروع ہوگئی اور اتنی قے آئی کہ میرا حال برا ہو گیا۔ ملک صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مرد درویش کی ایک نگاہ نے میری ساری باطنی غلاظتوں کو صاف کر دیا۔ اس قسم کے کئی واقعات تواتر سے ملتے ہیں۔ بطور اختصار اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

پڑوسیوں اور اہل شہر سے حسن سلوک

آپ کی ذات اخلاق نبوی سے پوری طرح مزین تھی۔ غرباء سے محبت، مسافروں کی خاطر مدارات، ہمسایوں کا خیال اور بچوں سے پیار آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ جب آپ عصر کے بعد دریا پر جانے کے لیے گلیوں میں سے گزرتے تو محلے کے لڑکے باوا جی باوا جی کرتے ہوئے آپ کی طرف دوڑتے، آپ کی ٹانگوں سے لپٹ جاتے۔ آپ ان کے سروں پر دست شفقت پھیرتے اور دعائیں دیتے۔ ایک پڑوسن کج خلقی کے سبب اپنا کوڑا کرکٹ آپ کے صحن میں پھینک دیتی۔ مختلف وارداتوں کے ذریعے آپ کو تنگ کرنے کی کوشش کرتی۔ لیکن آپ نے پوری زندگی اسے گلہ تک نہ دیا۔ بلکہ جب بھی وقت آیا، حق ہمسائیگی کے باعث اس پر عنایات کی حد کر دیتے۔ مہمان رات کے جس حصے میں آتا اس کا پورا خیال کرتے۔

ایک دفعہ رات بڑی دیر سے پٹھانوں کا ایک قافلہ آن پہنچا۔ آپ نے فوراً باورچی کو جگایا۔ چونکہ سردیوں کا موسم تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کے لیے گرم گرم حلوہ تیار کرو اور ان کی خوب تواضع کی۔ آپ کا دل اتنا نرم تھا کہ کسی کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی تھی۔

ایک دفعہ چوروں نے آپ کے گھر نقب لگائی اور کچھ سامان چرا کر لے گئے۔ تھانیدار آپ کا ارادتمند تھا۔ اس نے پوری کوشش کی اور چور پکڑے گئے۔ جب آپ کو پتا چلا تو آپ نے فرمایا ''میری وجہ سے ان پر تشدد نہ کیا جائے۔'' جتنے دن وہ تھانے میں رہے، آپ ان کا دو وقت کا کھانا بھجواتے رہے۔

روشن کرامات

درحقیقت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ کو اپنانا اور احکام شرعیہ پر عمل کرنا صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے لیکن بعض طبائع ایسے ہوتے ہیں جو خارق عادات احوال دیکھنے کے زیادہ متمنی

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ اس لیے اولیاء کرام ان کی اصلاح اور فلاح کے لیے بعض اوقات کرامات کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ صرف دو واقعات پیش کرتا ہوں۔

(۱) حاجی فضل حق بھوڑ ساکن میانہ گوندل بیان کرتے ہیں کہ میرے والد میاں محمد بھوڑ حضرت پیر امیر السالکین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بمعہ اہل وعیال حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ نواحی گاؤں کی ایک عورت بھی تھی جو حضرت میراں شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پر سلام کے لیے حاضر ہوئی تھی۔ بھیرہ شریف حاضر ہوئے تین چار دن گزر گئے۔ ہر روز اجازت طلب کرتے لیکن حضرت صاحب اجازت عنایت نہ فرماتے۔ حاجی فضل حق صاحب کہتے ہیں کہ میرے والد نے بتایا کہ ایک روز عصر کے وقت آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اب تمہیں جانے کی اجازت ہے۔ اسی وقت اپنے بال بچوں سمیت رخصت ہو جاؤ۔ میں نے عرض کی حضور اب دیر ہو چکی ہے۔ صبح روانہ ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں اسی وقت جانا ہے۔ سواری کا انتظام اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

حکم سخت تھا کہ سرتابی کی مجال نہ تھی۔ میں اپنے بال بچوں سمیت اور مہمان خاتون سمیت اسی وقت روانہ ہوا۔ جب ہم گاؤں سے باہر نکلے تو میرے گاؤں کا ماچھی بیل گاڑی کے ساتھ موجود تھا اور جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ اس نے کہا: آپ چلیں میرے لیے یہ سعادت ہے۔ جب بیل گاڑی بھیرہ شریف سے تین چار کوس دور پہنچی تو رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے گاڑی بان سے کہا: کافی اندھیرا ہو گیا ہے۔ گاڑی روکو کچھ دیر آرام کر لیں۔ اس نے گاڑی روک دی، بیل کھول دیئے اور ہم سب آرام سے لیٹ گئے۔ ابھی چند لمحات ہی گزرے تھے کہ پیر امیر السالکین نے مجھے خواب میں فرمایا کہ ''میاں محمد! کیا بھیرہ میں تمہارے سونے کے لیے چارپائیاں نہ تھیں۔ تم یہاں آ کر سو رہے ہو۔ فوراً اٹھو اور میانہ گوندل کی طرف روانہ ہو جاؤ'' میں نے گاڑی بان کو جگایا۔ اس نے بیل جوتے اور چل پڑے۔ جب ہم اپنے علاقہ کی حدود کے قریب پہنچے تو سحری کا وقت ہو گیا تھا۔ بیل بھی تھک چکے تھے۔ میں نے گاڑی بان سے کہا: اب ہم گھر پہنچ چکے ہیں۔ بیل کھول دو تاکہ وہ تھوڑی دیر ستا لیں۔ جوں ہی سورج نکلے گا ہم روانہ ہو کر تھوڑی دیر میں پہنچ جائیں گے۔ اس نے میرے کہنے پر پھر بیل کھول دیئے۔ ان کے سامنے سبز چارہ ڈال دیا اور وہ بھی لیٹ گیا۔ ہمیں لیٹے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت نے مجھے خواب میں فرمایا ''بھیرہ شریف میں تمہارے لیے آرام کی کوئی جگہ نہ تھی۔ فوراً اٹھو اور گھر پہنچو۔'' ہم اٹھے اور چل پڑے۔ سورج طلوع ہو رہا تھا کہ ہم میانہ گوندل پہنچ گئے۔ میں نے بال بچوں کو گھر بھیج دیا اور خود بازار سے گزرتا ہوا اپنی بیٹھک کی طرف چل دیا۔ راستے میں مجھے آٹھ دس گھوڑ سوار ملے جو اسلحہ سے لیس

Marfat.com

تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو حیران و ششدر رہ گئے۔ پوچھا میاں صاحب! بال بچہ کہاں ہے؟ میں نے بتایا کہ گھر بھیج دیا ہے۔ یہ سن کر وہ چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ تیسرے دن سے میرا راستہ روکنے کے لیے جنگل میں چھپ کر بیٹھے تھے اور ان کا مقصد اس عورت کو اغوا کرنا تھا جو ہمارے ساتھ رہی تھی لیکن مرشد کی توجہ اور پیہم نگرانی کی بدولت میں راتوں رات سفر کر کے صبح سویرے گھر پہنچ گیا جبکہ وہ راستہ روکنے کے لیے گھر سے نکل رہے تھے۔

(۲) آپ کے نیاز مند ولی محمد گورایہ آپ سے اجازت لے کر حج کے لیے گئے۔ وہ فرماتے ہیں: جب ہم بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے تو میں ایک دن جہاز کی بالائی منزل پر جا کر سو گیا۔ نیند کے عالم میں میں آہستہ آہستہ نیچے کی طرف لڑھکنے لگا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت فرما رہے ہیں: ولی محمد! جاگ۔ جب میں نے آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو بالکل جہاز کے کنارے پر پایا۔ اگر کچھ دیر میری آنکھیں نہ کھلتی تو بعید نہ تھا کہ میں لڑھک کر سمندر میں جا گرتا اور زندگی کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو جاتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جب حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو حضرت کی دست بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ولی محمد کوئی واقعہ سناؤ۔ میں نے اور حالات بیان کیے۔ آپ نے فرمایا: دوستوں کو کوئی اور واقعہ سناؤ۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ حضرت کا اشارہ جہاز والے واقعے کی طرف ہے۔ چنانچہ میں نے وہ واقعہ سنایا۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا!

امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحی خاکہ میں اگرچہ یہ معلومات درج نہیں کہ انہوں نے قرآن کریم اور ابتدائی دینی تعلیمات کے علاوہ باقی متداول علوم مثلاً درس نظامی وغیرہ کی تکمیل کسی باقاعدہ درسگاہ سے کی ہو۔ البتہ یہ باتیں تواتر کے ساتھ پایہ ثبوت کو پہنچتی ہیں کہ جملہ فقہی و شرعی مسائل کے ساتھ ساتھ اسلام کے انتہائی اہم معاشرتی و اخلاقی موضوعات پر بڑی مؤثر گفتگو فرماتے تھے۔ کون سی وہ قوت تھی جس نے ان کے اندر یہ ملکہ پیدا کر دیا تھا اور کون سا وہ مؤثر ہتھیار تھا جس کے ذریعے تھوڑی مدت میں آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت دور دور تک پھیلتا چلا گیا۔ حالات کا گہری نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ خداوند قدوس جل شانہ نے آپ کو عبادت و ریاضت اور جذب و شوق کا جو حظ وافر عطا فرمایا تھا اس کی بدولت آپ کا قلب اطہر روشن ہو گیا تھا۔ اسی قلب و نظر کی زندگی نے آپ کو معارفِ لدنی کے ساتھ ساتھ نگاہ کی شوخی بھی عطا فرما دی تھی۔ جہاں جہاں سے گزرتے تھے آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کے ساتھ ہی لوگ دیوانہ وار فدا ہو جاتے تھے۔ آپ پاپیادہ سیال شریف حاضری کے لیے جایا کرتے تھے۔ بھیرہ شریف سے روانگی بعد دوپہر ہوتی تھی۔

Marfat.com

رات کا قیام دارالعلوم کے سیکرٹری جناب بابو غلام مرتضیٰ صاحب کے بزرگوں کے ڈیرہ پر موضع نبہ کے مضافات میں ہوتا تھا۔ وہاں سے اگلی صبح روانہ ہو کر آپ جیون گوندل اور اس کے قرب وجوار کے مختلف دیہاتوں سے گزرتے ہوئے براستہ ساہیوال سیال شریف حاضری دیتے تھے۔ اس سفر میں جن علاقوں سے آپ گزرتے تھے ہزاروں کے حساب سے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوتے اور اپنی پہلی بے بہار زندگیوں کو چھوڑ کر معرفت الٰہی کی رنگ ونور والی زندگیوں کی پناہ میں آ گئے۔ ان علاقوں کے علاوہ گوندل بار کے درجنوں گاؤں پورے کے پورے آپ کے مرید ہو گئے۔ میرے اپنے گاؤں للیانی کی اکثر آبادی آپ کی ہی مرید ہے۔ تھوڑا سا مشرق کی جانب جائیں، تو دریائے چناب کے دونوں کناروں پر پنڈی بھٹیاں سے شروع ہو کر قادر آباد تک بیشتر علاقوں میں آپ ہی کے ارادتمند رہائش پذیر ہیں۔

آپ کا دستر خوان حد درجہ وسیع تھا۔ آپ غرباء کی دلجوئی بھی کرتے تھے اور کھانے کے لیے ماحضر بھی پیش فرماتے تھے۔ بھیرہ شریف سے جانب مشرق جو مضافاتی بستیاں ہیں، ان کے باسی اکثر مشکل مواقع پر حاضر ہو کر اپنی حاجات آپ کی خدمت میں پیش کرتے اور آپ اپنے حسب مجال لنگر شریف کی طرف سے ان کی خدمت کا حق ادا فرماتے۔

آپ کے پھیلے ہوئے حلقہ ارادت کو آپ کے لخت جگر، غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے منظم کیا اور جماعت جند اللہ کے ذریعے ملکی پلیٹ فارم پر قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ یوں سمجھیے کہ امیر السالکین پیر امیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس عظیم علمی وفکری تحریک کو بنیادیں فراہم کیں جو مستقبل میں پوری دنیا کے اندر اسلام کی روشنی پھیلانے والی تھی۔ حضرت امیر جند اللہ پیر محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان بنیادوں کو اٹھا کر ایک بلند وبالا محل کی صورت عطا کر دی اور نباض عصر حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے اس قصرِ رفیع کے بلند میناروں پر رہبری کی ایسی قندیلیں روشن کیں جن سے زمانہ مدت دراز تک نور حاصل کرتا رہے گا۔

Marfat.com

امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تربیّت

علامہ قاضی محمد ایوب شیخ الحدیث دار العلوم محمد غوثیہ بھیرہ شریف

چھ جنوری جمعۃ المبارک کے دن عصر کی نماز میں نے سیّدی و مرشدی حضور غریب نواز ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں مسجد دربار امیر السالکین پیر امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں ادا کی۔ نماز کے بعد ختمِ خواجگانِ چشت اہل بہشت پڑھا گیا۔ اس کے بعد حضور غریب نواز اپنے کمرے میں تشریف لے گئے۔ میں بھی کمرہ میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ حضور غریب نواز نے اپنی مسند پر تشریف فرما ہونے کے بعد حضور نبی کریم رحمت دو عالم ﷺ کے ایک محبوب صحابی سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ بیان فرمایا کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اس وقت صرف آپ کی بیٹی آپ کے پاس تھی۔ آپ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا کہ باہر جا کر دیکھو کوئی قافلہ تو نہیں آرہا۔ بیٹی نے باہر جا کر دیکھا اور آ کر بتایا کہ ابھی تو قافلہ نہیں آرہا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو بکری ذبح کرنے اور اس کو پکانے کا حکم دیا۔ انہوں نے بکری ذبح کی اور گوشت تیار کیا۔ پھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی میری موت کے بعد ایک قافلہ آئے گا اور وہ مجھے دفن کرے گا۔ تم ان سے یہ کہہ دینا کہ آپ لوگ اس وقت تک سوار نہ ہوں جب تک یہ گوشت نہ کھالیں۔ جب کھانا مکمل تیار ہو گیا تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو ایک دفعہ دوبارہ قافلہ دیکھنے کا حکم دیا اور کہا جاؤ اور دیکھو کہ کوئی قافلہ تو نہیں آرہا۔ وہ تشریف لے گئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ واقعی ایک قافلہ چلا آرہا تھا۔ واپس آ کر باپ کو بتایا کہ کوئی قافلہ آتو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا منہ قبلہ شریف کی طرف کر دو۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آپ یہ جملہ فرمانے لگے: بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ کہہ کر آپ کی وفات ہو گئی۔ یہ دیکھ کر بیٹی گھر سے باہر نکل گئیں اور راستے میں جا کر کھڑی ہو گئیں۔ یہاں تک کہ قافلے والے آپ کو دیکھ کر رک گئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے ذرا ابوذر سے مل لیں۔ وہ قافلے والے کہنے لگے کہ وہ کہاں ہیں؟ بیٹی نے ان کو بتایا کہ وہ وہاں رہتے ہیں۔ اب ان کی وفات ہو گئی ہے۔ لہٰذا آپ ان کے کفن دفن کا انتظام کریں۔ وہ قافلے والے یہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی سعادت عطا فرمائی ہے اتر پڑے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اس قافلے کے امیر کارواں تھے۔ آپ تشریف لائے اور

Marfat.com

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی نعش سے لپٹ گئے اور رونے لگے اور ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی ادا فرماتے رہے۔

"صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یموت وحدہ ویبعث وحدہ"

کہ رسول اللہ ﷺ نے بالکل سچ فرمایا کہ ابوذر اکیلے ہی وفات پائیں گے اور اکیلے ہی قبر سے اٹھائے جائیں گے۔

پھر آپ نے ان کو غسل دیا اور کفن وغیرہ پہنا کر نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو وہیں دفن کر دیا۔ جب ان تمام امور سے فارغ ہو گئے اور دوبارہ اپنی منزل مقصود کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بولیں کہ میرے والد ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے مجھے قبل از وصال فرمایا تھا کہ ان قافلہ والوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور ان کو قسم دے کر یہ کہنا کہ آپ لوگ اس وقت روانہ نہ ہوں جب تک یہ کھانا نہ کھالیں۔ قافلہ والوں نے ان کی بات فوراً مان لی اور کھانا کھا کر روانہ ہو گئے۔

جب حضور غریب نواز نے یہ واقعہ سنایا تو ایک عجیب سی رقت آپ کے چہرے پر نمایاں تھی۔ اور آپ فرمانے لگے کہ یہ بھی عجیب لوگ ہوتے ہیں کہ جب ان کی وفات کا وقت ہوتا ہے تو خود ہی پکار اٹھتے ہیں الوداع! ہم اب اپنے رب حقیقی کے پاس جا رہے ہیں۔ آپ نے جب یہ واقعہ سنایا تو میں نے اپنے جد امجد الحاج محمد رفیق صاحب کا ایک واقعہ عرض کیا کہ کس طرح آپ نے اعلیٰ حضرت غریب نواز امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ صاحب کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

اس واقعے کو بیان کرنے سے پہلے میں ایک حقیقت کو آپ کے سامنے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ امور غیبیہ کے متعلق یہ خیال کہ کوئی خواہ وہ کتنا رفیع المرتبت ہو خود بخود انہیں جان لیتا ہے۔ یہ صریح کذب اور افتراء محض ہے۔ بلکہ قرآن کریم کی آیات کثیرہ کا انکار ہے۔ اسی طرح یہ گمان کرنا کہ ان امور کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا یا سرور کون ومکان، فخر زمین وزمان ﷺ کے خداداد علوم غیبیہ کثیرہ کا انکار بھی سراسر جہالت اور بدنصیبی ہے اور آیات کثیرہ اور احادیث عدیدہ کا انکار ہے اور انبیاء واولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے بطریق معجزہ وکرامت عطا ہوتا ہے۔

میرے جد امجد الحاج محمد رفیق صاحب رحمتہ اللہ علیہ قصبہ جھاوریاں ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد ماجد حافظ سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ بڑے بزرگ تھے۔ آپ نے پورے تیس سال ہر روز دوپہر کا کھانا قرآن مجید ختم کر کے کھایا۔

دادا جان حافظ محمد رفیق صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں ہی میرے والد نے مجھے قرآن کریم حفظ کرایا لیکن نماز کی ادائیگی میں مجھ سے کچھ سستی ہو جاتی۔ آپ نماز کے بڑے پابند تھے۔

Marfat.com

آپ مجھ سے ناراض ہوتے تھے کہ تو باقاعدگی سے نماز ادا کیوں نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق میں اس وقت کے مختلف مشائخ عظام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ زمانہ حضرت قبلہ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ہمعصر مشائخ کا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ہر ایک کے پاس حاضر ہوا اپنی عرض پیش کی لیکن ہر ایک نے مجھے یہی فرمایا کہ ہم آپ کو وظیفہ بتلاتے ہیں اگر کرو گے تو کام ہو جائے گا لیکن میں نے ہر ایک کو یہ کہا کہ وظیفہ تو میرے پاس پہلے بہت زیادہ ہے۔ ویسے اگر میرا کام پورا کر دو تو آپ کی نوازش ہوگی۔ وظیفہ نہیں کر سکتا۔ جد امجد فرماتے ہیں: آخر کار ایک دن چچا حافظ فیض احمد صاحب نے فرمایا کہ حافظ محمد رفیق صاحب چلو آج میں آپ کو اپنے ایک پیر بھائی کے پاس لے جاتا ہوں۔ چنانچہ آپ مجھے بھیرہ شریف میں امیر السالکین محب الغرباء والمساکین حضرت خواجہ پیر امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے آئے۔ عصر کی نماز کا وقت تھا۔ اعلیٰ حضرت خواجہ پیر امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد تخی پیر اعظم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں موجود تھے۔ جب آپ نے ہم دونوں کو آتے دیکھا تو فرمانے لگے: حافظ صاحبان کی جوڑی آ رہی ہے۔ چنانچہ ہم نے جب آپ کی دست بوسی کی تو آپ میرا نام لے کر مخاطب ہوئے اور فرمایا: ''حافظ صاحب میں آپ کو کوئی وظیفہ نہیں بتاؤں گا لیکن آپ جس مقصد کے لیے آئے ہیں کام ہو جائے گا۔'' دادا جی فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی قلبی مسرت ہوئی۔ چنانچہ آپ کا یہ ارشاد اور یہ کرامت دیکھنے کے بعد میں آپ کے دست اقدس پر بیعت ہو گیا۔ آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ حافظ صاحب آپ کو میرا حکم ہے کہ ہر ماہ آپ نے پانچ نمازیں مجھے آ کر پڑھانا ہوں گی اور جس مہینے تم نہ آ سکو۔ دوسرے مہینے آپ نے مجھے دس نمازیں پڑھانا ہوں گی۔ چنانچہ اس دن بھی آپ مجھے اپنے ساتھ دریا پر رات سر شام کے بعد لے گئے۔ جب ہم دریا کے قریب پہنچے اور دریا کی ایک ندی جب ہم عبور کرنے لگے تو میرے دل میں خوف سا پیدا ہوا کہ رات کا وقت اور یہ دریا کا بیلہ۔ یہاں تو کئی قسم کے موذی جانور ہوں گے۔ یہ خیال ہی کر رہا تھا کہ آپ نے فرمایا: حافظ صاحب میری طرف دیکھو کیا خیال کر رہے ہیں۔ آپ کی جہاں مرضی ہو سوئے رہو، بیٹھے رہو، آپ کو کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچائے گی کیونکہ جہاں اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا ڈیرہ ہو وہاں کوئی شے تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔ دادا جان فرماتے تھے کہ جب سے میں نے حضور غریب نواز قبلہ پیر امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اس وقت سے آج تک نماز تو نماز رہی تہجد کی نماز بھی کبھی قضاء نہ ہوئی۔

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

Marfat.com

غازئ اسلام حضرت پیر محمد شاہ صاحب

مفتی محمد زبیر تبسم

اولیاء اللہ کا وجودِ مسعود مخلوقِ خدا کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہی وہ مردان حق آگاہ ہوتے ہیں جو ماحول کے ظلمت کدوں میں لوگوں کے سینے ہدایت کے نور سے روشن کرتے ہیں۔ جن کی پوری زندگی باطل کے خلاف معرکہ آرائی میں گزرتی ہے۔ جن کی نگاہ سے زندگیاں بدلتی ہیں۔ جن کی دعا سے تقدیریں بدلتی ہیں۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

جن کی صورت ظلِ الٰہی کا پرتو، جن کی سیرتیں اُسوۂ رسول اللہ ﷺ کی ضو، جن کے دل عشق الٰہی سے معمور، جن کی آنکھیں محبت مصطفوی ﷺ سے معمور، جن کے قلوب علوم و معارف کے گنجینے ہوتے ہیں۔ جن کے دل کملی والے ﷺ کی یادوں کے مدینے ہوتے ہیں۔ جن کی نگاہوں میں حسن یار کے جلوے ہوتے ہیں۔ جن کی راتیں یادِ حق میں اور دن خدمت خلق میں گزرتے ہیں۔ جن کی صورت وسیرت، گفتار و کردار، قال و حال، نشست و برخاست، جلوت و خلوت، رزم و بزم سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے سانچے میں ڈھلی ہوتی ہے۔

جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ ﷺ
ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

جن کے باطنی فیض سے گمگشتگانِ راہ کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ جن کی لب کشائی سے سائلوں کی مشکل کشائی ہوتی ہے۔ جن کی محبت جنت کی کنجی ہے۔

حُب پاکاں کلیدِ جنت است
دشمن ایشاں سزائے لعنت است

اتباع سنت اور حفظ دین ان کا مشن ہوتا ہے۔ ان خاصان خدا سے کوئی ملک، کوئی شہر اور کوئی بستی خالی نہیں ہوتی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ملک، شہر اور بستیاں انہی کے دم قدم سے آباد ہوتی ہیں۔ انہی مقدس ہستیوں میں میرے ممدوح، نگاہ بلند، سخن دلنواز، جان پرسوز کا مرقع زیبا، پیکر تسلیم و رضا، مجسمہ مہر و وفا، غلام غوث الوریٰ، سُنّیوں کے رہنما، چشتیوں کے پیشوا، امیر جند اللہ، مردِ میدان، مصلح عظیم، غازئ کشمیر

Marfat.com

حضرت پیر محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی، آفتاب و ماہتاب کی طرح چمک رہا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کئی بار مصر کی روایتی بڑھیا کی طرح یوسف علیہ السلام کی خریداری کا ارادہ کیا مگر یہ سوچ کر کہ مداح و ممدوح میں ذرہ وآفتاب کی نسبت بھی نہیں، ہر بار یہ ارادہ توڑ دیا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میرا ممدوح جس مقامِ رفیع پر فائز ہے وہاں تک میری عقل نارسا کی پہنچ نہیں ہے۔

آں عقل کجا کہ کمال تو رسد
آں روح کجا کہ جلال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال
آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

میں وہ عقل کہاں سے لاؤں جو تیرے کمال کی گہرائیوں تک پہنچ سکے اور وہ روح کہاں سے لاؤں جو تیرے جلال کی حقیقت کو پا سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو نے اپنے جمال سے پردہ اٹھالیا ہے لیکن وہ آنکھیں کہاں سے لاؤں جو تیرے جمال کو دیکھ سکیں۔ پھر میرے کریم ممدوح کی ذات والا گہر میری تعریف کی محتاج نہیں۔ حسن خداداد مشاطہ کا منت پذیر نہیں ہوتا۔

حسنِ کامل بے نیاز از منت مشاطگاں
کاملاں را احتیاج جبہ ودستار نیست

ولادت باسعادت

امیر جند اللہ حضرت قبلہ عالم حافظ پیر محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ ابن امیر السالکین حضرت قبلہ پیر امیر شاہ قدس سرہ العزیز نسباً ہاشمی و قریشی اور مسلکاً حنفی ہیں۔ آپ تقریباً 1890ء/1308ھ میں بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الحق والدین ابو محمد زکریا ملتانی قریشی اسدیؒ سے ہوتا ہوا اصحاب صفہ میں سے ایک صحابی حضرت ہبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

سلسلہ نسب

حضرت پیر محمد شاہؒ بن حضرت پیر امیر شاہؒ بن پیر شاہ بن شمس الدین بن عبداللہ شاہ بن محمد غوث ساکن بھیرہ بن غلام محمد حسین شاہ بن شیخ محمد بن شیخ محمود بن شیخ احمد بن شیخ نظام الدین بن شیخ شمس

Marfat.com

الدین لاہوری لقب کروڑی بن شیخ صدر الدین بادشاہ بن شہر اللہ صاحب سجادہ بن شیخ یوسف بن شیخ عمادالدین بن شیخ رکن الدین سمرقندی بن صدر الدین حاجی بن شیخ اسماعیل شہید بن شیخ الاسلام حضرت مولانا صدر الدین قتال عارف باللہ فرزند اکبر وخلیفہ شیخ الکبیر المنیر غوث العالمین شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریاؒ الہاشمی الاسدی السہر وردی الملتانی قدس سرہ العزیز۔(ابر کرم از گل محمد فیضی)

بھیرہ شریف میں آمد

حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین ابومحمد زکریا ملتانی قدس سرہ العزیز کا شمار ہندوستان کے اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔آپ کے خاندان نے مرور زمانہ کے ساتھ برصغیر پاک وہند میں مختلف مقامات پر حق کی شمعیں روشن کیں۔ان مردان حق آگاہ میں سے ایک مقتدر شخصیت حضرت دیوان شاہ صاحب لاہور سے بھیرہ شریف منتقل ہوئے اور یہاں آکر رشد وہدایت کا سلسلہ شروع فرمایا۔

اس خاندان کی قدر ومنزلت لوگوں کے دلوں میں ویسے بھی کم نہ تھی لیکن اس کی عزت وشہرت کا پرچم اس وقت انتہائی بلندیوں پر لہرا رہا تھا جب حضرت پیر شاہ صاحبؒ کے فرزندار جمند حضرت امیر السالکین قبلہ پیر امیر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ''شمس سیال'' کی تجلیات سے تیرہ وتاریک ماحول کو نور اسلام سے منور فرمارہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے میدان فقر کے اس امیر کو تین فرزند عطا فرمائے۔

1۔حضرت پیر محمد صدیق شاہ صاحب

2۔حضرت پیر محمد شاہ صاحب

3۔حضرت پیر فتح شاہ صاحب

آپ نے اپنی نیابت کے لیے منجھلے صاحبزادے حضرت پیر محمد شاہ صاحبؒ کو منتخب فرمایا۔

ابتدائی تعلیم

حضرت قبلہ پیر محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جس مقدس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ مرکز علم وعرفان تھا۔شریعت وطریقت کی عظیم درسگاہ تھی۔بھلا آپ کو اس نور علم سے کیوں محروم رکھا جاتا۔جب آپ سن شعور کو پہنچے تو مکتب میں بٹھائے گئے جہاں آپ نے حافظ محمد موسیٰ اور حافظ جہاں خان سے قرآن پاک حفظ کیا۔قرآن پاک کے ساتھ آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔آخری عمر تک بڑے ذوق وشوق سے رمضان المبارک میں نماز تراویح میں خود قرآن کریم سناتے رہے۔اس کے علاوہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں قرآن مجید کا ختم آپ کا معمول تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔چنانچہ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو سامعین پر وجد کی

Marfat.com

کیفیت طاری ہو جاتی۔ بعض ہندو بھی مسجد کے باہر بیٹھ کر ذوق وشوق سے آپ کی تلاوت سنتے۔

بیعت اور خرقہ خلافت

ابتدائی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے مختلف علماء سے دینی کتب پڑھیں اور اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ وپیراستہ کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ والد گرامی نے مناسب سمجھا تو آپ کو آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ ضیاء الملت والدین محمد ضیاء الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں لے گئے اور وہاں آپ کو بیعت کرا دیا۔ حضرت خواجہ نے آپ کو مختلف ریاضتیں کرانے کے بعد آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور خلق خدا کی رہنمائی کا کام آپ کے سپرد کیا جسے آپ نے اس خوبی سے نبھایا کہ باید وشاید۔

عبادت وریاضت

یہ نفوس قدسیہ جن کی شان یہ ہے۔ والذین یبیتون لربھم سجداً وقیاماً (جو راتیں بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوئے)

اے راتیں کر کر زاری روندے نیندا کھیں تھیں دھوندے
فجریں او گنہار سلاون سب تھیں نیوں ہوندے

ان ہستیوں کو سکون اور اطمینان اللہ کی یاد سے ہی ملتا ہے۔ محبانِ الٰہی جن کے دل میں عشق ومحبت کی شمع جل رہی ہو اس کے ہجر میں مصروف گریہ رہتے ہیں۔ ان کو تڑپنے اور پھڑکنے میں وہ مزا اور بندگی میں وہ سرور ملتا ہے کہ وہ زبان حال سے پکار اُٹھتے ہیں۔

مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

یہی اللہ کے مقبول بندے ہیں جن کے لیے لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کا مژدۂ جانفزا ہے۔ مکروہات دنیا کا کوئی خیال اور کوئی خوف انہیں حزن وملال سے آشنا نہیں کر سکتا۔ وہ ہر حال میں اللہ کی یاد کو حرزِ جاں بنائے رہتے ہیں اور اسی میں انہیں سکون واطمینان ملتا ہے۔ حضرت قبلہ عالم پیر محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عبادت وریاضت کی محویت کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر صوم داؤدی (ایک دن روزہ ایک دن افطار) رکھتے تھے۔ نماز تہجد اور دیگر نوافل اس پابندی سے ادا فرماتے کہ حالت علالت میں بھی شاید ہی کبھی قضا ہوئے ہوں گے۔ نماز باجماعت کی سختی سے پابندی کیا کرتے۔ سفر میں بھی اس خیال سے کسی نہ کسی درویش کو ضرور رکھتے تاکہ جماعت کا اہتمام کیا جا سکے۔ متعدد بار 15 شعبان المبارک تک معتکف رہے۔ وصال سے چند سال قبل آپ کا یہ معمول تھا کہ روزانہ نماز عصر کے بعد

Marfat.com

دریائے جہلم کے کنارے تشریف لے جاتے اور ساری رات عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ یادِ حق اور ذکر مصطفیٰ ﷺ میں ساری رات دریا کے کنارے گزارتے۔ صبح نو دس بجے تک وہیں اوراد و وظائف میں مصروف رہتے۔ اس کے بعد کہیں تشریف لاتے۔

علومِ دینیہ کی اشاعت و ترویج

حضور قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کو ملت اسلامیہ کے ساتھ حد درجہ پیار تھا۔ وہ اس ملت کی زبوں حالی پر ناخوش تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ملت جسدِ واحد بن جائے اور اس کے عروقِ مردہ میں پھر جان پیدا ہو جائے اور پھر علم و عرفان کے سوتے پھوٹنے شروع ہو جائیں اور مسلمان اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ بحال کریں۔ علوم اسلامیہ کی اشاعت و ترویج آپ کی زندگی کا مقصدِ وحید تھا اور آپ چاہتے تھے کہ وہ امت جس کے سر پر خیر الامم کا تاج سجایا گیا ہے وہ علم کی دنیا میں اپنی عظمت کے پنجے گاڑ دے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے آپ نے اپنے والد ماجد کی موجودگی میں مدرستہ تدریس القرآن قائم کیا جو بفضلہٖ تعالیٰ اب بھی موجود ہے۔ پیاسے دور دور سے آ کر اکتساب فیض کر رہے ہیں۔ سینکڑوں حفاظ، قراء حضرات سند فراغت پا چکے ہیں اور ناظرہ خوانوں کا تو شمار ہی نہیں۔

ان کے علاوہ ایک پرائمری سکول ''محمدیہ غوثیہ پرائمری سکول'' کھولا تاکہ ملت کے نونہالوں کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دی جائے۔ جس زمانے میں اس سکول کا قیام عمل میں آیا اس زمانے میں مسلمانوں کو تعلیم کا شوق تو کجا ایک گونہ نفرت تھی۔ معاشی زبوں حالی کے باعث لوگ دو آنہ فیس بھی ادا نہیں کر سکتے تھے۔ ماں باپ بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کی بجائے مویشی چرانے اور چھوٹے موٹے کام کرانے کو ترجیح دیتے۔ جہاں سکول کھولا گیا اس محلے میں غریب مسلمان آباد تھے۔ ان کو حصول تعلیم کے لیے تیار کرنا بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن حضور امیر جند اللہ نے لوگوں کو اس کی طرف مائل کیا اور انہیں اس عظیم دولت کے حصول کے لیے تیار کیا۔ اس پرائمری سکول کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ یہاں تعلیم مفت تھی۔ کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔ بچوں کو کتابیں، تختیاں اور سلیٹیں مفت دی جاتی تھیں۔ دوسری خصوصیت یہ تھی کہ یہاں بنیادی دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ قرآن کریم پڑھایا جاتا۔ نماز روزہ کے بنیادی مسائل پڑھائے جاتے اور لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف مائل کیا جاتا۔ بچوں کے والدین کو ترغیب دی جاتی کہ وہ اپنی اولاد کو جاہل نہ رکھیں بلکہ ان کے سینے نور علم سے روشن کریں اور ملتِ اسلامیہ کے روشن ضمیر فرد بنا کر معاشرہ کو مثالی بنائیں۔

عظیم تاریخی کارنامہ

حضرت امیر جند اللہ قدس سرہ العزیز کی ہمہ گیر انقلابی شخصیت نے ہر موڑ پر ملتِ اسلامیہ کی

Marfat.com

رہنمائی کی اور شریعت وطریقت، علم ومعرفت، عشق ومحبت کی لازوال دولت سے اس کے دامن کو بھرنے کے لیے زندگی کا ہر ہر لمحہ وقف کر دیا۔ ان کی کتابِ زیست کا ہر ہر ورق بلکہ ہر ہر لفظ ملت کی خدمت میں صرف ہونے لگا اور ساری کوششیں اور کاوشیں احیائے اسلام کے لیے اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے صرف ہونے لگیں۔ اس حوالے سے آپ کا سب سے بڑا کارنامہ قحط الرجال کے دور انحطاط میں ایک عظیم علمی، فکری، روحانی درسگاہ کا قیام ہے۔ 1925ء میں علوم اسلامیہ کی عظیم مرکزی درسگاہ ''دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف'' کا قیام عمل میں آیا اور اس مرکز علم وعرفان میں اپنے دور کے مقتدر فضلاء اساتذہ مولانا غلام محمود صاحب قدس سرہ العزیز مصنف نجم الرحمٰن اور محشی عبدالغفور (پپلاں میانوالی)، استاد المناطقہ مولانا محمد دین صاحب جیسے فاضل تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس دارالعلوم نے ترقی کی عظیم منازل طے کیں اور عظیم علمی ودینی خدمات سرانجام دیں۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی نشاۃ ثانیہ

سوادِ اعظم اہلسنّت وجماعت کے اکابرین نے ظلمت کدۂ ہند کے گوشہ گوشہ میں اسلام کے چراغ روشن کیے۔ ان کے نعرہ ہائے مستانہ سے کوہ ودمن گونج اٹھے۔ ہر طرف سے صدائے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آنے لگی لیکن 1857ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیے۔ کلکتہ سے دہلی تک ہزاروں علماء ومشائخ کو شہید کر دیا گیا۔ سینکڑوں کو درختوں سے باندھ کر گولی ماردی گی۔ کثیر تعداد جیلوں میں ٹھونس دی گئی۔ بے شمار جلاوطن کیے گئے۔ اس جہاد کی قیادت کرنے والے عظیم راہنما حضرت مولانا فضل حق خیر آبادیؒ کو جزائر انڈیمان جلاوطن کر دیا گیا۔ درس گاہوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ مختلف علوم وفنون کی نایاب کتابوں کو سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ ملت کی اس زبوں حالی پر قدرت کو رحم آیا اور ٹھیک ایک صدی بعد غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ قدس سرہ العزیز کے قائم کردہ عظیم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کی نشاۃ ثانیہ کا بیڑا اس محسن ملت نے اٹھایا جس کے لیے بقول علامہ اقبال یہی کہا جا سکتا ہے۔

میری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنی کو ۔۔۔ کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی

وہ ہستی زیبا جو علم ومعرفت کا آفتاب جہانتاب ہے، شریعت وطریقت کا ماہتاب ہے، دنیائے عشق ومستی کا امام ہے، افق تصوف کا ماہ تمام ہے، جن کی صورت ظل الٰہی کا حسین پرتو، جن کی سیرت اسوہ رسول اللہ ﷺ کی ضو، جن کا دل عشق الٰہی سے معمور، جن کی آنکھیں محبت مصطفوی ﷺ سے مخمور، جن کی زبان پر ہمہ وقت قال اللہ اور قال الرسول کے نغمے، جن کی نگاہوں میں حسن یار کے جلوے، جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ، گوشہ گوشہ سنت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھلا ہوا، جو حلقہ یاراں میں بریشم کی

Marfat.com

طرح نرم اور رزم حق و باطل میں فولاد، جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک وہ شبنم، دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان، جو مشائخ کے علمی و روحانی خزانوں کا عظیم معنوی جانشین، چمن اقبال کا دیدہ ور، جس کی ٹھوکر میں سکندری ہے، جس کے جوہر میں قلندری ہے، علم جس کا زیور ہے، غیرت جس کا تیور ہے، عشق اس کی مستی ہے، دانش اس کی بستی ہے، جس کی رعنائی علم پر روح فطرت جھوم رہی ہے اور جولانی قلم کو زبان حکمت چوم رہی ہے۔ میری مراد عظیم علمی وفکری، روحانی، اخلاقی عالم گیر تحریک دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا مرکزی کردار، دین وملت کی ضیاء، اسیر گیسوئے مصطفیٰ ﷺ مفسر قرآن، نامور سیرت نگار سیدی و مرشدی ضیاء الامت حضرت علامہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ شریف ہیں

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

الحمدللہ آج یہ تحریک عالمی سطح پر کام کر رہی ہے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے ہزاروں فارغ التحصیل علماء زندگی کے ہر شعبہ میں دین حقہ کی اشاعت وترویج میں مصروف عمل ہیں۔ اندرون ملک و بیرون ملک اس دارالعلوم کی کئی شاخیں اشاعتِ دین میں دن رات لگی ہوئی ہیں۔ اس وقت تقریباً سات سو طلباء مرکزی دارالعلوم بھیرہ شریف میں زیور علم سے اپنے آپ کو آراستہ کر رہے ہیں جبکہ الکلیۃ الغوثیۃ میں قوم کی عفت مآب بچیاں قرآن وسنت کے نور سے اپنے اخلاق کو منور کر رہی ہے۔ اشاعتی محاذ پر ضیا القرآن پبلی کیشنز لاہور کی خدمات محتاج تعارف نہیں اور پھر ماہنامہ ضیائے حرم دنیا کے کونے کونے میں عشق رسول ﷺ کی دولت تقسیم کر رہا ہے اور یہ سب اس مرد حق کا فیض ہے جن کا نام نامی آتے ہی زبان پر اقبال کا یہ شعر بے ساختہ آجاتا ہے

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

حلیہ مبارک

قدرتِ خداوندی جن مردان حق آگاہ کو بنی نوع انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لیے منتخب فرماتی ہے انہیں ظاہری وباطنی حسن لازوال کی دولت سے بھی سرفراز فرماتی ہے۔ حضرت قبلہ عالم کو رب کائنات نے ظاہری حسن کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ سرو کی مانند قد رعنا، چاند کی طرح گول اور روشن چہرہ جس پر ہمہ وقت ذکر الٰہی کے انوار برستے 1946ء میں جب دوسری بار حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت عظمیٰ ملی تو مکہ مکرمہ میں الشیخ عبدالغنی الزمزمی کے پاس اکثر آمد ورفت رہتی۔ زمزمی صاحب کو حرم شریف کے اندر ہی حجرہ ملا ہوا تھا۔ وہ ساری عمر وہاں مقیم رہے۔ چند سال پہلے انہوں نے وفات پائی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہاں لاکھوں آدمی دیکھے ہیں لیکن جو حسن وجمال میں نے حضرت پیر محمد شاہ صاحب بھیروی

Marfat.com

کے رخ انور میں دیکھا ہے وہ مجھے اور کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ کا چہرہ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود کی لطافتوں کا مظہر تھا۔ چہرہ کی بشاشت اور دلفریبی طویل علالت کے زمانہ میں بھی جوں کی توں قائم رہی۔ آپ کے چہرہ کو دیکھ کر کوئی آدمی یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ آپ بیمار ہیں۔ اس جمال کے ساتھ جلال اتنا تھا کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ آنکھ بھر کر دیکھ سکے یا آپ کے حکم کے سامنے سرتابی کر سکے۔ جس محفل میں تشریف لے جاتے یا جس راہ سے گزرتے مرد حق آگاہ کی ہیبت ہر شخص محسوس کرتا۔ آپ کا لباس سادہ مگر صاف ستھرا ہوتا۔ کبھی کسی نے آپ کو میلا کپڑا پہنے نہیں دیکھا۔ سردیوں میں سفید کھدر کا کرتا اور لٹھے کی چادر استعمال فرماتے۔ پاؤں میں دلی جوتی استعمال فرماتے۔ آپ اکثر واسکٹ استعمال فرماتے جس کا رنگ عموماً سیاہ ہوتا۔ آپ ہفتہ میں کم از کم تین مرتبہ جمعۃ المبارک، پیر، بدھ ضرور غسل فرماتے۔ گرمی ہو یا سردی بارش ہو یا آندھی صحت ہو یا بیماری اس معمول میں کوئی فرق نہ آیا۔

جنداللہ کا قیام

مسلمانوں کی علمی پسماندگی، معاشی بدحالی اور معاشرے میں پائی جانے والی غیر شرعی رسوم دیکھ کر آپ کا دردمند دل اکثر پریشان رہتا۔ کسی مسلمان یا پیر بھائی کی تکلیف آپ کے قلب ونظر سے دیکھی نہ جاتی تھی۔ مسلمانوں کو علمی پستی سے نکالنے کے لیے، ان کی معاشی بدحالی کو خوشحالی میں بدلنے کے لیے، شادی بیاہ کی تقریبات میں بے جا اسراف کو ختم کرنے کے لیے اور معاشرے میں پائی جانے والی غیر شرعی رسومات کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کے لیے اور تحریک پاکستان کے مقاصد سے ملت اسلامیہ کو آگاہ کرنے کے لیے ایک جماعت کی تشکیل کی اور اس کا نام جنداللہ (اللہ کا لشکر) ☆ رکھا۔ اس تنظیم کے پروگرام کے مطابق آپ باقاعدہ تبلیغی دورے فرماتے۔ جلسوں کا اہتمام ہوتا اور لوگوں کو معاشرے میں پائی جانے والی قبیح مذموم رسومات کو ترک کرنے کی تلقین کی جاتی اور لوگوں کو اطاعت خداوندی اور اتباع مصطفوی ﷺ کی تلقین کی جاتی۔ اولیاء کاملین کے مشن پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی جاتی۔ آپ کی شبانہ روز کوششوں سے جنداللہ کا جال بچھ گیا اور ایک ایسی بیداری کے آثار نمودار ہونے لگے جنہوں نے کچھ عرصہ بعد جنداللہ کے اراکین کو تحریک پاکستان کا مقدمۃ الجیش بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس وقت یورپ وامریکہ میں بھی جنداللہ کے اراکین خدمت اسلام میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔

جنداللہ کے چند اہم اغراض ومقاصد

1۔ مسلمانوں میں روح عمل پیدا کر کے ان کی مذہبی، اقتصادی، تمدنی، معاشرتی اصلاح اسلامی روایات کے مطابق کرنا۔

☆۔ اب اس کا نام ضیاء الامت فاؤنڈیشن رکھ دیا گیا ہے۔ (اکرم ساجد)

Marfat.com

2۔ تبلیغ واشاعت وتحفظ اسلام۔

3۔ درس وتدریس کے لیے مدارس اسلامیہ کا اجراء اوران کا انتظام۔

4۔ جا بجا جلسے کرنا، ان میں مذہبی، اقتصادی، تمدنی، معاشرتی موضوعات پر علمائے کرام کی تقریروں کا اہتمام کرنا۔

5۔ اصلاحِ رسوم کے لیے مواضعات میں ماتحت کمیٹیاں قائم کرنا، تاکہ شادی وغمی کے مختلف مواقع پر جس بے دردی سے روپیہ برباد کیا جاتا ہے اس پر قابو پانا۔

جشن عید میلا دالنبی ﷺ کا خصوصی اہتمام

جشن عید میلا دالنبی ﷺ کے موقع پر ہر سال بھیرہ شریف میں عظیم الشان جلوس کا اہتمام بڑے تزک واحتشام سے کیا جاتا ہے۔ اس جلوس کی قیادت آپ خود فرماتے۔ جند اللہ کے رضا کار اور مختلف شہروں اور قصبوں سے آئے ہوئے عشاق جلوس کی رونق کو دوبالا کرتے۔ علاقہ کے بہترین گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو آراستہ و پیراستہ کر کے اس جلوس میں شرکت کرنے کے لیے بھیرہ شریف آتے۔ آپ خود بھی بہترین شہسوار تھے۔ اپنی مخصوص گھوڑی پر سوار ہو کر شہسواروں کے دستہ کی رہنمائی فرماتے۔ عام طور پر آپ چہارتر کی کلاہ زیب سر فرمایا کرتے۔ لیکن عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوس میں جب شرکت فرماتے تو سفید دستار مبارک جس پر سبز رومال لپٹا ہوتا اور کالا جبہ زیب تن فرماتے۔ ایک عجیب روح پرور اور ایمان افروز سماں ہوتا۔ یوں معلوم ہوتا کہ سارے مجمع پر انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ جن لوگوں نے یہ منظر ایک بار دیکھا انہیں اس کو دوبارہ دیکھنے کی حسرت ہمیشہ رہی۔ جلوس جب ملکوتی شان سے لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے بھیرہ شریف کے بازاروں اور گلیوں سے گزرتا تو غیر مسلم بھی اسلام کے جاہ وجلال سے ہیبت زدہ ہو جاتے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی دینی وملی، سماجی واصلاحی خدمات کا احاطہ چند صفحوں میں نہیں کیا جا سکتا۔ تحریک پاکستان ہو یا جہاد کشمیر کی بات ہو ہر محاذ پر آپ نے جرأت و بہادری کے وہ انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جن کے تذکرہ سے ایمانوں کو نئی زندگی ملتی ہے۔

کشمیر کا محاذ

تحریک پاکستان اور سول نافرمانی کی تحریک میں خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے بعد جب جہاد کشمیر شروع ہوا تو اس میں بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ آپ کو جہاد کا ازحد شوق تھا اور آپ ہمیشہ رو رو کر یہ دعا مانگتے: الٰہی! مجھے شہادت کی موت عطا فرما۔ کئی ماہ تک کشمیر کے محاذوں پر داد شجاعت دیتے

Marfat.com

رہے۔ پیرانہ سالی اور نقاہت کے باوجود ہر مہم میں شرکت فرماتے۔ جرأت و بہادری کے وہ کارنامے آپ نے محاذ جنگ پر پیش کیے کہ ہر شخص داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ حتیٰ کہ کرنل کیانی نے آپ کی جرات ایمانی سے متاثر ہو کر درج ذیل سرٹیفکیٹ لکھ دیا جو آپ کی شجاعت و بہادری کی سند ہے:

I feel great honour in introducing Pir Muhammad Shah Sahib Sajjada nashin and amier jund-u-llah bhera sharif. He together with his fifty mujahids worked in my sector for about three months. In his old age he him self led his men in the battelfield. A true patriot and a great inspiration to all. I wish we had more soldiers like him. (I-J-Kiani) Sialkot AKF

"میں پیر محمد شاہ صاحب سجادہ نشین و امیر جند اللہ بھیرہ شریف کا تعارف کراتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ نے اپنے پچاس مجاہدین کے ساتھ تقریباً تین ماہ تک میرے سیکٹر میں کام کیا۔ پیرانہ سالی کے باوجود میدان کارزار میں بہ نفس نفیس اپنے مجاہدین کی قیادت کی۔ آپ سچے محب وطن اور سب کے لیے عظیم مشعل راہ ہیں۔ میری تمنا ہے کہ آپ جیسے مزید مجاہد ہماری میراث بنیں۔" (آئی جے کیانی آزاد کشمیر فورسز)

وصال

بزم چشت اہل بہشت کے بدر منیر، کاروان عشق و مستی کے امیر، تحریک پاکستان کے نامور قائد، تحریک آزادی کشمیر کے نڈر مجاہد امیر جند اللہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب بھیرویؒ کا وصال 24 شعبان المعظم 1376ھ بمطابق 26 مارچ 1957ء منگل اور بدھ کی درمیانی رات کو ہوا۔

وقت وصال سخت نقاہت اور کمزوری تھی۔ اکثر خاموش رہتے لیکن جب کبھی آواز سنائی دیتی تو پتہ چلتا کہ سورۂ یسین یا سورۂ ملک کی کوئی آیت تلاوت فرما رہے ہیں۔ وصال سے چند روز پہلے آپ اکثر اس آیت مبارکہ کا تکرار فرماتے:

شهد الله انه لا اله الا هو والملئكة واولو العلم قائما بالقسط۔

یہ حسن اتفاق تھا کہ منگل کے دن صبح شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف تشریف لائے۔ خود دعا فرمائی اور حضرت سے دعا کرائی۔ اسی روز نماز مغرب کے بعد حضرت قبلہ عالم پیر صاحب قدس سرہ العزیز کا وصال ہو گیا:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

Marfat.com

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

صاحبزادہ غلام کمال الدین معظمی

وقت کا بحرِ بیکراں ہر دم رواں دواں ہے۔ ہر لہر جو بسیط سے نکلتی ہے، اچھلتی ہے، مچلتی ہے اور پھر ہمیشہ کے لیے کارزارِ حیات کے ہنگاموں سے دور عدم کی گہرائیوں میں مجبور و محصور ایسی ساکت ہوتی ہے کہ اسے لب کشائی کا شعور نہیں رہتا۔ پردۂ ممات اتنا تاریک اور جادۂ عدم آباد اتنا پر پیچ ہے کہ نسل انسانی کی فراست اس کی پہلی منزل کی آویزش میں اٹک کر رہ جاتی ہے۔ دہرانے کا دستور اس کارخانہ مجبور میں خداوند حرم وطور نے رکھا ہی نہیں۔ شاید ہم نے اس بارے میں سوچا ہی نہ ہو کہ زندہ دلان باصفا اور صاحب نظر مردانِ خدا میں وہ کونسی طاقت پنہاں ہوتی ہے جس کی بدولت وہ عمیق گہرائیوں سے موتی اور شفق کی پہنائیوں سے تارے اپنے دامن میں یوں سمیٹ لاتے ہیں کہ حیاتِ جاوید کا انعام خالق انام سے اس طرح پاتے ہیں کہ پھر وہ موت ان کے لیے فنا کا پیغام نہیں بلکہ بقائے دوام کی نوید ہوجایا کرتی ہے۔ پسِ چلمن جا کر قلب ونظر کے آبگینوں میں جھلملانے والوں میں سے ایک شاہین بلند، صبر وعزیمت کا کوہ گراں، سرآمد روزگار، ضمیر بیدار، لالہ گلزار عشق، مرکز پرکار عشق، شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ حسن وخوبی کے پروردگار نے آپ کو ایسی جامعیت سے ترتیب دیا تھا کہ سوانح نگار کو بہت جلدی اپنی کوتاہ سامانی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

15 جمادی الاولیٰ 1324ھ بمطابق 7 جولائی 1906ء کی ایک نشاط انگیز وکیف آمیز صبح کو شیخ الاسلام والمسلمین سیال شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر کا قافلہ چار سال چار ماہ اور چار دن کی منزل پر پہنچا تو آستان جنت نشاں سیال شریف کے درس میں حفظ قرآن کا آغاز فرمایا۔ نو برس کی عمر میں حافظ کریم بخش سے حفظ قرآن کی سند پائی۔ آپ کے والد گرامی مجاہد ملت حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالویؒ نے پورے انتظام واہتمام کے ساتھ اپنی پوری توجہ آپ کی تعلیم وتربیت پر مرکوز رکھی۔ مختلف علوم وفنون کے ماہر علماء وفضلائے عظام کو آپ کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا۔ بحر العلوم العقلیہ والنقلیہ امام الہند حضرت علامہ معین الدین اجمیریؒ، تحریکِ آزادی کے تاجدار علامہ محمد حسین، سلطان المدرسین حضرت سلطان اعظم، امام المعقول محمد الدین بدھوی آپ کے اساتذہ میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اساتذہ کرام نے شیخ الاسلام کے جواہر استعداد کو انتہائی آب وتاب دینے کے لیے اپنی تمام تر مساعی صرف

Marfat.com

کیں۔جس کے نتیجے میں آپ جملہ فنون وعلوم میں سپہر علم وحکمت پر ماہِ تاباں بن کر چمک اُٹھے۔

1336ھ میں آپ نے فریضہ حج ادا کیا اور روضہ رسول ﷺ پر حاضری دی۔ دوران حج مدینہ طیبہ میں مزار بوسی کے جواز میں ایسی مدلل بحث فرمائی کہ وہاں کے جید علماء بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔قاضی اندلس شیخ ابوبکر اور شیخ الشیوخ عمر وحمدان شیخ الحدیث مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے اپنی طرف سے آپ کی خدمت میں سندیں پیش کیں۔آپ کو عربی، فارسی، اردو اور پشتو پر اتنا عبور حاصل تھا کہ ان میں سے جس زبان میں تقریر فرماتے اور جسے بھی اظہار ماضی الضمیر کا ذریعہ بناتے تو سننے والوں کو یہ گمان ہوتا کہ آپ کی مادری زبان یہی ہے۔عربی اور فارسی میں آپ کا منظوم کلام بھی موجود ہے جس کی تاثیر سحر رواں ہے۔آپ کے کلام میں فکر وفن اور جذبے کا اتنا خوشگوار امتزاج ہے کہ اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔اگرچہ آپ کا کلام مختصر ہے مگر وہ باطنی کیفیات کی پُر جلال اور بلند آہنگ تعبیر لیے ہوئے ہے۔زبان وبیان میں ایک قادرانہ وحاکمانہ زور پایا جاتا ہے۔محبوب کائنات فخر موجودات ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ لطیف جذبات کا اظہار یوں فرماتے ہیں

؎ آں جملہ رسل ہادی برحق کہ گزشتند
برفضل تو اے ختم رسل ﷺ دادہ گوہی

آج تک جتنے سچے رسول گزرے ہیں اے خاتم المرسلین ﷺ! سب نے آپ کی بزرگی کی گواہی دی ہے

؎ در خَلق و در خُلق توئی نیر اعظم
لاتدرک او صافک لم تدرکماہی

صورت وسیرت میں آپ ﷺ آفتاب جہاں تاب ہیں۔نہ آپ ﷺ کے اوصاف کا احاطہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے

یَا احسن یا اجمل یا اکمل اکرم
واللہ با خلاقک فِی الملاء یباھی

اے سب سے زیادہ خوب صورت، سب سے زیادہ جمیل، سب سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ سخی! اللہ تعالیٰ ہجوم ملائکہ میں آپ کے اخلاق پر فخر کرتا ہے۔

؎ زآفاق پریدی وز افلاک گزشتی
درجاتک فی السدرۃ غیر المتناہی

آپ نے آفاق سے پرواز کی اور آسمانوں سے آگے گزر گئے۔آپ کے درجات مقام سدرہ پر بھی ختم

Marfat.com

ہونے والے نہیں۔

آپ نے محبت بھرے جذبات اور مختلف واردات کی عکاسی کرتے ہوئے حُسن کی ہر ادا اور عشق کے ہر ردِ عمل کو بے ساختگی کے ساتھ فصیح زبان میں اور لطیف پیرائے میں منضبط کیا۔ فرماتے ہیں:

زقامت عالے زیرو زبر شد
اسیر گیسویت آشفتہ تر شد
زحال زار مشتاقاں چہ پُرسی
کہ آہو دریم دماہی بہ برشد
خرام نازو اندازش برآورد
کہ یوسف در ہوالیش در بدرشد

آپ کی تحریر میں علم کی روشنی، عمل کی چاشنی، صداقت کا شوق، حقانیت کا ذوق پورے جوبن پر دکھائی دیتا ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر 12 عدد کتابیں تصنیف فرمائیں جن کی تفصیل یہ ہے:

''مذہب شیعہ، عیسائی مذہب، ان الحکم الا اللہ، تحقیق الا جلہ فی ثبوت الاہلہ، التحقیق فی التطلیق، اتمام الصوم، بلاغ مبین، صلوٰۃ العصر، الجہاد، تقریر دلپذیر، عوام کا مطالبہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تنویر الابصار فی تقبیل المزار'' مذکورہ کتب آپ کے علم و فضل کا حسین شاہکار ہیں۔

تعلیم و تعمیر ملت کے لیے آپ نے ملک بھر میں اپنی جیب سے ہزاروں روپے صرف کر کے دینی درسگاہوں کا اجراء فرمایا۔ خود آستانہ اقدس سیال شریف میں جدید و قدیم فنون و علوم کی عظیم درس گاہ کی بنیاد رکھی جس سے اکتساب علم کرنے والے طلباء پاک و ہند بلکہ عرب اور افریقہ میں بھی ترویج اسلام و اشاعت دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ بیک وقت عربی، انگریزی، فارسی اور اردو میں برجستہ تقریر کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔ آپ کی اپنی علمی و عملی، روحانی و فکری اور ملی خدمات کے پیش نظر پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے شبیر احمد عثمانی کی وفات کے بعد شیخ الاسلام کا خطاب آپ کی خدمت میں پیش کیا جس کو اگرچہ آپ نے نامنظور فرمایا مگر پوری قوم آپ کو اب تک شیخ الاسلام کہتی چلی آ رہی ہے اور قیامت تک کہتی رہے گی۔

حضور شیخ الاسلام مومنانہ فراست اور خداداد ذہانت و فطانت کا حسین مرقع ہیں۔ تفسیر و اصول تفسیر، فقہ و اصولِ فقہ، حدیث و اصول حدیث، منطق اور فلسفہ پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ علماء سے گفتگو فرماتے ہوئے طویل ترین عربی عبارات اس طرح روانی کے ساتھ پڑھا کرتے کہ سننے والے کو دیکھ کر پڑھے جانے کا گمان ہوتا۔ شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف صاحب فرماتے ہیں کہ حضور شیخ

Marfat.com

الاسلام جب کسی سے دریافت فرماتے کہ کون سی کتاب پڑھ رہے ہو تو اس کے مقام درس عرض کرنے پر حضور شیخ الاسلام زبانی عبارت پڑھنا شروع کر دیتے خواہ منطق وفلسفہ کی کتاب ہوتی یا اصول فقہ کی۔ ایک دفعہ ہم میبذی کا سبق پڑھ رہے تھے۔ میبذی فلسفہ کی ادق ترین کتاب سمجھی جاتی ہے کہ اتفاقاً حضور شیخ الاسلام تشریف لائے۔ قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے فرمایا: آپ کیا پڑھ رہے تھے؟ میں نے میبذی کا مقام درس عرض کیا جس میں زمانے کے ابدی وازلی، بے ابتداء وبے انتہا ہونے کی بحث تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نظریہ مذہب اسلام کے خلاف ہے۔ پھر آپ نے برہان تطبیق کے ذریعے زمانے کی ازلیت وابدیت کو چھ وجوہ سے رد فرمایا اور مذہب اسلام کو ثابت فرمایا۔ ایک دفعہ ایک بدعقیدہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے علم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ انہیں اپنے لختِ جگر حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق پتہ ہوتا کہ وہ کنعان کے کنویں میں پڑے ہوئے ہیں تو نکال لاتے۔ شیخ الاسلام نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! حضرت یعقوب علیہ السلام کو صرف اتنا ہی علم نہ تھا کہ میرا بیٹا کنعان کے کنویں میں ہے بلکہ آپ کو یہ بھی پتا تھا کہ وہ کنویں سے نکل کر مصر کے تخت پر بیٹھے گا۔ ایسے میں وہ اپنے فرزند ارجمند کو اتنی بلندی اور فیروزمندی سے کیوں روکتے۔ پھر آپ نے سورۃ یوسف سے دس آیات مبارکہ تلاوت کر کے واضح کر دیا کہ سب نصوص صریحہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے علم پر واضح دلالت کرتی ہیں، للہذا پیغمبر خدا پر عقلی ونقلی اعتراض کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ ایک دفعہ ایک غیر مقلد عالم دین سے تقلید کے موضوع پر گفتگو ہوئی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مولوی صاحب! تم نے قرأت خلف الامام بالجہر اور رفع یدین کے متعلق جو بات کی ہے وہ برحق ہے یا نہیں اور اس کی پیروی ہمارے لیے ضروری ہے یا نہیں؟ یہ سُن کر وہ غیر مقلد عالم خاموش ہو گیا۔ آپ نے اپنے سوال کو دہرایا تو پھر خاموش رہا تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب قرآن وحدیث سے جو کچھ آپ نے سمجھا ہے اگر وہ برحق نہیں تو اس کی پیروی دوسرے پر کیسے لازم ہو گی اور تم اس کی تبلیغ اور اشاعت کیوں کر رہے ہو۔ اگر آپ کی رائے برحق ہے اور اس کی پیروی اور اتباع لازم ہے تو گویا آپ کی تقلید تو ہم پر لازم ٹھہری مگر امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ جیسی ہستی کی پیروی ہم پر حرام ہوئی۔ آپ کا جواب سن کر وہ ایسے خاموش ہو گیا جیسے منہ میں زبان نہیں اور جسم میں جان نہیں۔ مولوی غلام حسین صاحب ایک دفعہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ مزار بوسی کے جواز میں گفتگو شروع کر دی۔ آپ نے مختلف اکابرین ملت امام احمد بن حنبل، امام بدرالدین عینی، علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالے دیتے ہوئے حضرت ابوایوب انصاری کا مزار اقدس کو بوسہ دینا بیان فرمایا تو مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ یہ حوالہ جات تو ہوں گے مگر رسول اکرم ﷺ کا کسی مزار کو چومنا ثابت کریں تو آپ نے فرمایا:

Marfat.com

مولوی صاحب! حضور اکرم ﷺ سے افضل ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اپنے سے افضل کے مزار کو چوما جاتا ہے۔ اللہ کا مزار تم دکھاد و حضور ﷺ کا بوسہ دینا میں ثابت کروں گا۔

مذکورہ بحثوں سے آپ کی جودت طبع اور استحضار مسائل کے ملکہ کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ حضور شیخ الاسلام کی پوری زندگی سنت رسول ﷺ کی پیروی اور محبت رسول ﷺ کے عملی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے عشق رسول ﷺ کی ترویج سے عبارت تھی۔ حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سنائی دیتا تو آپ اس نام کی روحانی لذتوں میں یوں کھو جاتے کہ دیکھنے والے یوں محسوس کرتے کہ صرف جسد اقدس یہاں ہے دل و جان کہیں جا چکے ہیں۔ جب مؤذن اشهد ان محمداً رسول الله کہتا تو آپ اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگا لیتے اور یہ کلمات پڑھتے:

قرة عيني بتراب اقدام كلاب خدام احبائك يا رسول الله۔

یعنی یارسول اللہ! آپ سے محبت کرنے والوں کے خادموں کے کتوں کے قدموں کی خاک میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ گنبد خضریٰ کا حسین تصور اور اس کے سرمست جلوے آپ کے قلب و نظر میں اس طرح سمائے ہوئے تھے کہ آپ کسی بھی سرسبز چیز پر قدم رکھنا خلاف ادب سمجھتے تھے۔ آپ نے پوری حیات طیبہ میں ایسا جوتا اور تہبند استعمال نہیں فرمایا جس پر ذرا بھی سبز رنگ کا گمان ہوتا ہو۔ حدیث مبارکہ کی کتاب دور سے نظر آتی تو آپ جوتے اتار دیتے۔ کسی سید سے ملاقات ہوتی تو آپ اس کے ہاتھ چوم لیتے۔ سنت نبوی پر اس قدر مداومت اور مواظبت تھی کہ آپ کا ہر قول و عمل سنت مطہرہ کا عکس ریز ہوتا۔ حضرت صاحبزادہ محمد جمال الدین معظمی فرماتے ہیں کہ آپ کو مسواک سے بے پناہ اُنس تھا۔ ہر وضو کے لیے بطور سنت مسواک کا التزام کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے مجھ سے وصیت فرمائی تھی کہ میرے وصال کے بعد مسواک میرے کفن میں رکھ دینا تاکہ بارگاہ خداوندی میں عرض کر سکوں کہ مولائے پاک دنیا میں نیکی کا کوئی اور کام تو نہیں کر سکا۔ تیرے محبوب پاک ﷺ کی اس سنت پر عمل ضرور کیا ہے اور اسی عمل کی بدولت تیرے لطف و کرم اور فضل و احسان کا امیدوار ہوں۔

صاحبزادہ محمد بشیر الدین معظمی ناظم اعلیٰ قمر العلوم (گجرات) فرماتے ہیں کہ "1965ء میں قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت آپ اخبار کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اخبار بینی کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ملکی حالات سے باخبر رہنا سنتِ صحابہ ہے۔ میں اسی سنت کی پیروی میں اخبار دیکھ لیا کرتا ہوں۔" فرنگی آمر سات سمندر پار سے جب تجارت کا بہانہ بنا کر ہندوستان میں داخل ہوا اور سیاہ و سفید کا مالک بن بیٹھا تو حضور شیخ الاسلام نے علماء حق سے مل کر آزادئ وطن کے لیے تن، من، دھن کی بازی لگا دی۔ آپ نے 1946ء میں بنارس کی آل انڈیا کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ اسی سال ،

Marfat.com

الیکشن میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ انگریز نے آپ کو دام تزویر میں لانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جب انگریز کی ترغیب وترہیب کا ہر تیر خطا گیا تو اس نے آپ کو گرفتار کر کے قید و بند کی صعوبتوں میں ڈال دیا اور آپ کی ساڑھے گیارہ مربع اراضی ضبط کر لی مگر عزم و ہمت کے کوہ گراں کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ ہوئی۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کو لکھا کہ ملک خداداد پاکستان میں فوری طور پر اسلامی قوانین نافذ کر دیے جائیں۔ قائداعظم نے جواباً تحریر کیا کہ

''پاکستان کی تحریک میں مشائخِ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابل قدر ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قوانین ہی نافذ العمل ہوں گے۔''

نوائے وقت کے ایڈیٹر حمید نظامی 1944ء میں اپنے اخبار کے کالم ''سر راہے'' میں لکھتے ہیں کہ ''وزیر اعلیٰ پنجاب نے پیر خواجہ محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف کو خط لکھا کہ آپ مسلم لیگ کی مدد نہ کریں کیونکہ اس کے لیڈر مسٹر جناح شیعہ ہیں۔ پیر صاحب وزیر اعلیٰ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آپ کے لیڈر سر چھوٹو رام کون سے اہل السنت والجماعت ہیں۔''

17 رمضان المبارک 1404ھ بمطابق 21 جولائی 1981ء کو روحانی علمی و عملی دنیا کے بحر بیکراں کا شناور، تحریک پاکستان کا عظیم رہنما، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کا سرخیل، تحریک ختم نبوت کا مجاہد اعظم، جمعیت علمائے پاکستان کا روح رواں، دور حاضر کا بے مثال مصلح پون صدی تک زندگی کے ہر شعبے میں کمال انسانیت کا معیار قائم کرتا ہوا ہماری آنکھوں سے پنہاں ہو گیا لیکن ان کی محبت وعقیدت کے چراغ دیارِ دل میں ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔

جب بادو باراں کے قافلے چلتے ہیں تو ہر سو جل تھل کا سماں نظر آنے لگتا ہے۔ نتیجۃً بعد بارش کا پانی زمین میں جذب ہوتے ہوئے گلوں میں رنگ و بو بن کر مہکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح میرے حضور شیخ الاسلام کی سیرت کی دل آویزیاں اور صورت کی دل فریبیاں اپنے پورے حسن و جمال کے ساتھ اپنے فرزند اکبر، فقر غیور کی مجسم تنویر، صدق وصفا کی عملی تصویر نائب شیخ الاسلام امیر شریعت حضرت خواجہ حافظ غلام حمید الدین سیالوی لا زالت شموس فضلھم بازغۃ کے سراپا میں باہمہ خوبی و رعنائی، زیبائی و دلربائی پرتو فگن ہیں۔ رہی دل کی آواز اور فکر کی پرواز، وہی خوئے دلنوازی اور ادائے بے نیازی، وہی نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو، وہی دبدبہ قلندری، طنطنہ سکندری الغرض آپ کی ذات علامہ اقبال کے ان خیالات کی حسین تعبیر ہے:

Marfat.com

قلندر آں کہ بہ تسخیر آب وگل کوشند
زشاہ باج ستانند وخرقہ می پوشند
بجلوت اندو کمندے بمہر وماہ پیچند
بخلوت اندوزمان ومکان در آغوشند
بروز بزم سراپا چوں پرنیاں وحریر
بروز رزم خود آگاہ وتن فراموشند
نظام تازہ ایں چرخ دو رنگ می بخشند
ستارہ ہائے کہن راہ جنازہ بردو شند

عظمت ونعمت اسلاف کے امین، حضور شیخ الاسلام کے جانشین حضرت خواجہ غلام حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی اپنے اکابرین کے مشن کو مادیت گزیدہ دور میں جس حُسن وخُوبی کے ساتھ آگے بڑھا رہے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی:

ہوا ہے گو تندوتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

قسام ازل نے قیادت وسیادت کے جملہ اوصاف آپ کو مرحمت فرمائے ہیں۔ اہل سنت کو پیش آمدہ مسائل پر آپ کا دردمند دل ہمیشہ بے تاب وبے چین رہتا ہے۔ آپ کی سرپرستی میں خالصتاً مذہبی، روحانی اور تبلیغی غیر سیاسی ایک جماعت مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے نام سے عظیم کام سرانجام دے رہی ہے۔ اس جماعت کی ذیلی برانچیں پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں جو اسلامی روحانی تعلیمات کے فروغ کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ خداوند قدوس امیر شریعت کو عمر خضر اور تخت سکندر عطا فرمائے اور آپ کی اولاد امجاد کو رفیع درجات سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

این دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

Marfat.com

باب دوم

تعارفِ تصانیف

Marfat.com

Marfat.com

تکمیل ضیاء القرآن کی نورانی تقریب

علامہ محمد معراج الاسلام

29 رمضان المبارک 1395ھ کا بابرکت و بہار آفریں دن حضرت قبلہ امیر السالکین رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان اور آپ کے سلسلہ عالیہ سے وابستہ حضرات، نیز دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی علمی وفکری خدمات اور اہلِ بھیرہ کی تاریخ میں خصوصاً اور دُنیائے اہلسنّت و جماعت کی روحانی و پاکیزہ تاریخ میں عموماً ایک ناقابلِ فراموش یادگار کے طور پر ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔

اس روز صُبح ہی سے دینی وعلمی روایات کی امین، تعمیر مستقبل کی اُمید افزا اُمید گاہ، عظیم دانش گاہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی پُرشکوہ عمارت کی رنگین و دلآویز بالکونی پر سب کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ ہر چھوٹے بڑے کی نگاہ میں ایک مجسّس روشنی تھی، جس میں ایک سوال اور تجسّس تھا، مگر اس کا صحیح جواب دینے سے ہر کوئی قاصر تھا۔ میں نے اوپر لپکتے ہوئے سعید میاں کو پکڑ لیا مگر وہ حلقہ یاراں میں ایک خاص مقام رکھتے ہوئے بھی دامن چھڑا گئے۔

دراصل ہنگامی صورتِ حال نے یہ کیفیت پیدا کر دی تھی۔ کوشش یہی تھی کہ تفسیر ضیاء القرآن کی تکمیل کا مرحلہ وسطِ رمضان تک طے ہو جائے۔ مگر حضرت مفسر علام کی ناگزیر مصروفیات اور پھر ناسازئ طبع نے یہ نوریں سلسلہ 27 تاریخ تک دراز کر دیا تھا۔ آخر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ عجلت اچھی نہیں۔ جب بھی یہ سلسلہ تکمیل پذیر ہو اس وقت تک کے لیے اسے ملتوی کر دیا جائے۔

مگر پھر حضرت مفسر کی بےقرار محبت، سکون نا آشنا طبیعت، قلبی واردات کی سیماب صفت کیفیت اور ولولہ ایمان نے جوش مارا۔ آپ نے تاخیر کے قفس کا ہر تنکا توڑ کر خود کو مطالعہ و تفسیر میں گُم کر دیا اور حضرتِ دل کے ساتھ فیصلہ کر لیا کہ رمضان پاک کی نورانی ساعتوں کے ابر رحمت تلے اور اس کے انوار وتجلیات کے جلو ہی میں یہ عظیم کام کرنا ہے۔

کوئی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ تکمیل کا مرحلہ کتنی دور ہے۔ اس لیے رمضان کے انتیسویں دن بھی آس کی یہ فضا قائم تھی۔ تاہم عزمِ صمیم اور قلب ناصبور کی بےقراریوں سے یہ توقع تھی کہ منزل کو قریب تر لائے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔

ان پُرنور لمحات کی مسرتیں لوٹنے کے لیے شاہ پور سے جناب ڈاکٹر پیرزادہ غلام حیدر شاہ صاحب، لاہور سے جناب ڈاکٹر پیرزادہ محبوب شاہ صاحب پہنچ چکے تھے۔ سیالکوٹ سے میاں محمد اسلم صاحب کو

Marfat.com

متوقع تقریب کی کشش نے بھیرہ پہنچا دیا تھا۔ دیگر احباب بھی کشاں کشاں آ گئے تھے اور بھیرہ شریف کے احباب میں بھی مسرت کی انجانی سی لہر دوڑ رہی تھی۔

مطلع آفاق پر ہلالِ عید کے طلوع ہونے میں دو گھنٹے باقی تھے مگر اس وقت احباب کی نگاہیں لائبریری سے طلوع ہونے والے چاند پر لگی ہوئی تھیں۔ وہ اسی انتظار میں تھے کہ کب لائبریری کا دروازہ کھلے اور مفسر علام عزم و یقین کے دمکتے چہرے کے ساتھ وارد ہوں تو وہ دیدہ و دل فرشِ راہ کریں اور قرآنِ پاک کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت و عقیدت کا اظہار کریں۔

سب کی بانہوں میں سنہری تِلّے کے بھاری بھر کم ہار جھول رہے تھے۔ اظہارِ محبت کے لیے تحائف اور نذرانے ہاتھوں میں تھے۔ اچانک درِ اُمید وا ہو گیا۔ خدمتِ قرآن کے انوار و اُجالے کے ہالے میں حضرت مفسّر علام نمودار ہوئے۔ احساسِ ذمہ داری کے تصور سے تمتماتے ہوئے چہرے پر رقت و گداز کے اثرات نمایاں تھے، آنکھیں بھیگی ہوئی اور پلکیں نم تھیں۔ جیسے سب سے پہلے کسی خاص شے کو دیکھنا چاہتی ہوں، اس سے پہلے کسی کو دیکھنا گوارا نہ ہو۔

مرتعش ہاتھوں میں قلم اور کاغذ تھامے سب کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ سیڑھیوں سے اُترے۔ ارادتمندوں کے ہجوم نے پیچھا کیا مگر آپ دیوانہ وار مسجد کی طرف لپکے اور محراب کے قریب بیٹھ کر از سرِ نو قلم سنبھال لیا اور کاغذ پھیلا لیا۔ اب اہلِ نظر کی سمجھ میں آیا کہ حکمت و دانش سے بہرہ یافتہ فرزانے مفسّر اپنی تفسیر کی آخری سُطور خانہ خدا میں لکھنا چاہتے تھے تا کہ تکمیل ایسی جگہ ہو، جسے احبُّ البلاد ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

بے خُودی وانہماک، سوز و گداز، شوق فراواں اور مستی و کیف میں ملے جُلے جذبات کے عالم میں آپ نے عظیم تفسیر ضیاء القرآن کے آخری دُعائیہ کلمات رقم فرمائے اور اظہارِ تشکر کے طور پر وہیں اپنے معبودِ برحق کے حضور سجدے میں گر گئے جس کی توفیق و اعانت سے دُشوار گزار مرحلوں سے گزرتے ہوئے آج اس چمنِ معرفت میں داخل ہونا نصیب ہوا تھا۔

جتنے حاضرین تھے سب کی پیشانیاں بھی جُھک گئیں اور مالکِ حقیقی کے حضور الفاظ نے آہوں اور سسکیوں کی زبان اختیار کر لی۔ آنکھوں سے سیلاب اشک بہہ نکلے، دماغوں پر انجانا سا کیف چھا گیا اور سینوں میں دبی گھٹی دُعائیں زبانوں پر آ گئیں۔ اس حالت میں بندے قُرب کی اسی منزل تک جا پہنچے جو خاص حالات و اوقات ہی میں اور کبھی کبھار ہی نزدیک آتی ہے، تو بندوں کا اپنے رب سے وہ تعلق قائم ہوتا ہے جو عام حالات میں نہیں ہوتا۔ اس وقت وہی تعلق قائم ہو چکا تھا۔

اس کیفیت کو نہ بیان کیا جا سکتا ہے، نہ الفاظ میں اس کا خاکہ کھینچا جا سکتا ہے۔ مفسّرِ علام ان خاص

Marfat.com

لمحات میں اس مربی طریقت اور پیکرِ شفقت ذات کو کس طرح فراموش کر سکتے تھے جن کی انتھک مساعی، پُر خلوص نگرانی وراہنمائی اور مقبول دُعاؤں کے صدقے میں آج یہ لازوال اعزاز حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ چنانچہ معبودِ برحق کا شکرادا کرنے کے بعد وہ حضرت قبلہ امیر السالکین رحمتہ اللہ علیہ کے مزارِ مقدس میں حاضر ہوئے اور آستاں بوسی کے بعد اشکوں کے نذرانے سے اپنی عقیدت کا اظہار اور ان کی عنایتوں اور مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا۔ دُعا وفاتحہ سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو احباب نے مبارک وسلامت کے نعروں کے ساتھ خیر مقدم کیا اور ہاروں کے ساتھ لاد دیا۔ چہروں پر خوشیاں نثار ہو رہی تھیں اور اس کی روشنی سے در و دیوار بھی جگمگا رہے تھے۔ سادہ سی پُر وقار نورانی تقریب میں وہ کچھ تھا جو شاہوں کے سجے ہوئے درباروں میں نہیں ہوتا۔

ہر دل شادماں تھا کہ سولہ سال پہلے خدمتِ قرآن کے مقدس سفر پر روانہ ہونے والے جانباز رضا کار اور مجاہد مسافر نے اپنا طویل دُشوار گزار، کٹھن اور انتہائی صبر آزما مگر حسین سفر طے کر لیا اور اس منزل کو جالیا ہے جس کے لیے کمرِ ہمت باندھی تھی۔

یکم رمضان المبارک بروز پیر 1379ھ کو حضرت قبلہ پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم۔اے الازہر سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت امیر السالکین رحمتہ اللہ علیہ اور پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ نے تفسیر مبارک لکھنے کا آغاز کیا جو ۲۹ رمضان 1395ھ بروز پیر تکمیل پذیر ہُوا۔

رمضان المبارک میں تفسیر ختم کرنے کی کوشش زیادہ تر اسی لیے تھی کہ جس ماہ کام شروع کیا تھا، اسی ماہ ختم ہو۔ قدرت نے اعانت کی اور نیت بار آور ہُوئی۔

خوشی سے مسکراتی آنکھوں نے تھوڑی دیر بعد جب شفق کی گہری سُرخی میں مژگانِ محبوب کی طرح تاباں ہلالِ عید کو تلاش کر لیا، تو مسرتوں کے سمندر میں از سرِ نو تلاطم پیدا ہو گیا۔

Marfat.com

تفسیر ضیاء القرآن کی اشاعت پر
مولانا شاہ احمد نورانی کے تاثرات

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے مفسّر قرآن پیر محمد کرم شاہ ایم۔اے (الازہر) کی معرکہ آراء تفسیر ضیاء القرآن کی اشاعت پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''مجھے یہ جان کر بے حد مسرّت ہوئی ہے کہ الحمدللہ تفسیر ضیاء القرآن مکمل ہو گئی ہے اور طباعت کے ظاہری حسن اور معنوی خوبیوں کے ساتھ یہ مایہ ناز تفسیر دوبارہ منظرِ عام پر آئی ہے۔ سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کا یہ قابلِ قدر اور قابل فخر کارنامہ ہے اور ہم سب کے لیے انتہائی باعث فخر و مبارک ہے۔

میں حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اس قابلِ قدر علمی سرمایہ کی قدر افزائی کریں اور اس کو پڑھ کر دین و دنیا کو سنواریں۔ میں سمجھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز یہ تفسیر انتہائی مقبول ہوگی، اِس لیے کہ اس کو پڑھ کر انسان نہ صرف علومِ قرآنی سے آگاہی حاصل کرے گا، بلکہ وہ روحانی سکون اور سرور بھی حاصل کر سکے گا، کیونکہ اس میں روحانی غذا بھی موجود ہے۔''

Marfat.com

کراچی میں جشن ضیاء القرآن

رپورٹ: پروفیسر حافظ احمد بخش

تفسیر ضیاء القرآن (جلد اول) کا پہلا ایڈیشن 1965ء میں پہلی بار مطلع علم وحکمت پر نمودار ہوا۔ مختلف طبقہ ہائے زیست سے تعلق رکھنے والے اصحاب ذی فہم نے اس کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ کچھ عرصہ تک تشنگانِ فیض اس سے سیراب ہوتے رہے، لیکن پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بازار میں کوئی جلد دستیاب نہ تھی اور اگر کہیں کتب خانہ سے ملتی تو اس کی طباعت وکتابت کا معیار اتنا غیر معیاری تھا کہ مطالعہ کرنے والا معنوی خوبیوں سے تو لطف اندوز ہوتا لیکن ظاہری حسن اس کو اپنی طرف راغب نہ کر سکتا تھا۔

قارئین کی اس تکلیف کے پیش نظر 1974ء میں صاحب تفسیر حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری سجادہ نشین بھیرہ شریف کی سربراہی میں ''ضیاء القرآن پبلی کیشنز'' کے نام سے ایک ادارہ معرض وجود میں آیا جس نے ضیاء القرآن کی طبع جدید کی اور مسلک حقہ اہل السنت والجماعت کی دیگر کتب کو اعلیٰ معیار پر شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

اس کوشش کا نتیجہ ہے کہ اب تفسیر ضیاء القرآن طبع جدید سے آراستہ ہو کر مندرجہ ذیل خصوصیات کے ساتھ قارئین کے سامنے آئی ہے۔

- تمام تفسیر کی کتابت ازسرنو کرائی گئی اور ملک کے بہترین خوشنویسوں کی خدمات حاصل کی گئیں ہیں۔
- ضیاء القرآن کو تین جلدوں میں شائع کرنے کی بجائے پانچ جلدوں میں شائع کرنے کا پروگرام بنایا گیا کیونکہ مواد اس قدر تھا جس کو تین جلدوں میں سمونا مشکل تھا۔ تفسیر کو حاشیہ پر لکھنے کا قدیم اسلوب ترک کر کے جدید انداز میں پیش کیا گیا۔
- پہلے سے مطبوعہ جلدوں میں بھی متعدد مقامات پر اضافے کیے گئے ہیں جن سے آیات کا مطلب سمجھنے میں آسانی ہوگئی ہے۔
- مناسب مقامات پر قرآن کی توضیح کے لیے نقشوں کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔
- ہر جلد کی فہرست مطالب ازسرنو اس ترتیب سے دی گئی ہے کہ قارئین کے لیے اس سے استفادہ آسان ہوگیا ہے۔

Marfat.com

○ پانچوں جلدوں کے آخر میں مفتاح القرآن نامی رسالہ کا اضافہ کیا گیا ہے جس سے قارئین کو مطلوبہ آیت کی تلاش میں اب کوئی وقت پیش نہ آئے گی۔

○ قرآن کریم کے نور کو ہر مسلم گھرانے میں پہنچانے کے لیے ضیاء القرآن دو قسموں میں ہدیہ قارئین ہے: اعلیٰ قسم اور ارزاں قسم۔

جب تفسیر ضیاء القرآن ان خصوصیات کے ساتھ دوبارہ منظر عام پر آئی تو ہر طرف سے اس کو سراہا گیا۔ علماء ہوں یا وکلاء، اساتذہ ہوں یا طلباء ہر کسی نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا۔

کراچی کے عالی ہمت اور باذوق نوجوانوں نے صاحب تفسیر کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک استقبالیہ منعقد کرنے کا پروگرام بنایا جس کے لیے ہوٹل برجیس کے وسیع ہال کو منتخب کیا گیا۔

اگست کی چار تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا۔ چار بجے شام معززین شہر ہوٹل میں آنا شروع ہو گئے۔ تھوڑے ہی وقت میں ہال مدعوین سے بھر گیا۔ شرکت کرنے والوں میں مشہور و معروف فلسفی شاعر علامہ عبدالعزیز خالد، مولانا حسن مثنیٰ ندوی، مولانا شاہ منظور الہمدانی، جماعت اہلسنت کراچی کے ناظم اعلیٰ مولانا منظور الحق، جناب ظہور الحسن بھوپالی، محمد حنیف، حاجی حنیف طیب، مولانا مختار اعظم ضیاء، جناب مشتاق احمد ریاض ایڈووکیٹ، جناب محمد احمد صدیقی، صاحبزادہ سید خضر حسین چشتی اور جناب زین نورانی کے علاوہ دیگر حضرات کثیر تعداد میں موجود تھے۔

محفل کے آغاز میں جناب قاری فیض احمد چشتی ؒ نے پُرسوز لہجہ میں تلاوت کلام پاک سے حاضرین کے دلوں کو گرمایا۔

خورشید انور صاحب نعتِ رسول مقبول ﷺ سے فارغ ہوئے تو جواں جذبوں اور حوصلوں کی تصویر، شعلہ بیان مقرر جناب دوست محمد فیضی مائیک پر تشریف لائے۔ موصوف نے سب سے پہلے دور حاضر کے عظیم مفسر ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ہمہ گیر شخصیت کا تعارف کراتے ہوئے کہا:

پیر صاحب نے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق تفسیر لکھ کر قوم کے نوجوانوں پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ یہ تفسیر مذہبی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور زندگی کے باقی تمام پہلوؤں سے متعلق مسائل کا حل پیش کرتی ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ نوجوان نسل اس سے بہت زیادہ مستفید ہو گی۔

جناب فیضی صاحب نے تفسیر اور صاحب تفسیر کے تعارف کے بعد طلباء کے جذبات کی ترجمانی کے لیے کراچی یونیورسٹی کے معروف طالبعلم راہنما جناب محمد شریف سیالوی کو دعوت خطاب دی۔

جناب سیالوی صاحب نے صاحب تفسیر کے خاندانی تعارف کے بعد تفسیر ضیاء القرآن پر ان الفاظ سے روشنی ڈالی:

Marfat.com

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ضیاء القرآن تصنیف فرما کر نوجوان نسل خصوصاً طلبا پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اس سے قبل ہمیں الفاظ قرآنی کی لغوی اور صرفی ونحوی تحقیق کے لیے مفردات امام راغب، القاموس، لسان العرب، المحیط جیسی ضخیم کتب لغت کی ورق گردانی کرنا پڑتی تھی لیکن مصنف ضیاء القرآن نے ان الفاظ کی تحقیق کر کے اور تفسیر کے ساتھ ان کی فہرست کا اضافہ کر کے ہم طلباء کے لیے بڑی آسانی فرمادی ہے۔

انہوں نے کہا: لفظی تحقیق کے علاوہ ترجمہ وتفسیر پڑھنے کے بعد انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ تفسیر عقل وعشق کا حسین امتزاج ہے۔ انہی خصوصیات سے متاثر ہو کر ہم نے ضیاء القرآن کو کراچی یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کی لائبریری میں منظور کروایا ہے اور جن طلباء نے بھی اس کا مطالعہ کیا ہے وہ بے حد متاثر ہوئے ہیں۔

سیالوی صاحب کے بعد شعبہ صحافت سے تعلق رکھنے والے احباب کی نمائندگی کے لیے روزنامہ جنگ کے ایگزیکٹو ایڈیٹر جناب محمود احمد مدنی کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے کہا:

برصغیر پاک وہند میں اسلام کا اُجالا صوفیاء کرام اور علماء ربانیین کی کاوشوں کا مرہونِ منت ہے۔ بے شک مسلم سلاطین نے جنگوں کے ذریعے ان علاقوں کو فتح کیا، لیکن اس سے قبل صوفیاء کرام ان کے دل فتح کر چکے تھے۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب کی شخصیت اسی سلسلۃ الذہب کی ایک حسین کڑی ہے۔ آپ نے ضیاء القرآن لکھ کر اردو ادب میں ایک گراں قدر دینی اور علمی اضافہ فرمایا ہے۔ خصوصاً نوجوان طلباء کے لیے یہ ایک عظیم ترین سرمایہ ہے۔

جناب محمود احمد مدنی کے بعد ممتاز ماہر تعلیم اور جمیعت علماء پاکستان کے مرکزی راہنما جناب پروفیسر شاہ فرید الحق سٹیج پر رونق افروز ہوئے۔ جناب شاہ فرید الحق صاحب نے تفسیر ضیاء القرآن کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس سے ایک طرف خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف حضور ﷺ کی رسالت وعظمت معلوم ہوتی ہے۔ دورِ حاضر کے بعض مفسرین نے عظمتِ رسالت کو ملحوظ نہیں رکھا، لیکن تفسیر ضیاء القرآن کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ اس میں جہاں دلائل توحید پر بڑی واضح بحثیں ملتی ہیں وہاں عظمت رسالت بھی اپنی پوری رعنائی کے ساتھ موجود ہے۔ درحقیقت یہ وہ تفسیر ہے جس سے صاحب قرآن کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔" آپ نے فرمایا:

پیر صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے صاحب قرآن کی شخصیت کو اجاگر کرنے کے لیے خود اپنی شخصیت کو اس میں گم کر دیا ہے۔ شاہ فرید الحق نے ضیاء القرآن کے ترجمہ کے اوصاف بیان کرتے

Marfat.com

ہوئے کہا: ''میں نے بذاتِ خود امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں ڈھالتے ہوئے ضیاء القرآن کے ترجمہ کو بڑے غور سے پڑھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسا ترجمہ ہے جو سلیس اور بامحاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ منشائے الٰہی اور عظمتِ رسالت کا آئینہ دار ہے۔''

آخر میں صاحب تفسیر پیر محمد کرم شاہ الازہری سٹیج پر جلوہ ریز ہوئے۔ آپ نے ضیاء القرآن کی تصنیف کے اسباب بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اتنا عظیم کام مجھ سے وقوع پذیر ہوگا۔ اتفاق سے مجھے ایک پبلشر کا خط موصول ہوا جس نے میری توجہ اس طرف مبذول کرائی۔ پہلے تو میں نے انکار کا ارادہ کیا، لیکن بعض دوستوں کے مشورہ سے یہ کام شروع کیا۔ اُس مسبب الاسباب نے اسباب فراہم کیے۔ اس کی توفیق نے دستگیری فرمائی۔ اسی کی عنایات پیہم کے سہارے قدم اٹھتے رہے اور اسی کی تائید سے میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ پیر صاحب نے اپنی تفسیر کے ترجمہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا: ''جو تراجم میری نظر سے گزرے ہیں وہ عموماً دو طرح کے ہیں: ایک قسم تحت اللفظ تراجم کی ہے، لیکن ان میں وہ زورِ بیان مفقود ہے جو قرآن کریم کا طرۂ امتیاز ہے بلکہ اس کی روح رواں ہے۔ دوسری قسم بامحاورہ تراجم کی ہے۔ ان میں دقت یہ ہے کہ لفظ کہیں ہوتا ہے اور اس کا ترجمہ دو سطر پہلے یا دو سطر بعد میں درج ہوتا ہے اور مطالعہ کرنے والا یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ میں جو نیچے لکھا ہوا ترجمہ پڑھ رہا ہوں اس کا تعلق کس کلمہ یا جملہ سے ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان دونوں طرزوں کو اس طرح یکجا کردوں کہ کلام کا تسلسل بھی برقرار رہے، زورِ بیان میں بھی حتی الامکان فرق نہ آئے اور ہر کلمہ کا ترجمہ اس کے نیچے بھی مرقوم ہو۔''

آپ نے فرمایا: قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا۔ عربی کا اپنا ادب ہے۔ فصاحت و بلاغت کا اپنا معیار ہے۔ قواعد اشتقاق نے تو اس میں اتنی وسعت پیدا کردی ہے کہ دنیا کی کوئی ترقی یافتہ زبان بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ عربی زبان میں ایک ایک لفظ کے لیے سینکڑوں مترادف الفاظ ہیں، لیکن قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ حکمتِ الٰہیہ نے جو لفظ جہاں سمو دیا ہے اس کو ہٹایا نہیں جا سکتا، نہ ہی اس کی جگہ کوئی مترادف لفظ لایا جا سکتا ہے۔ جہاں کہیں بھی کوئی لغوی یا صرفی الجھن اور پیچیدگی نظر آئی میں نے کوشش کی ہے کہ آئمہ فن کے مستند حوالوں اور اقوال سے اس کا حل پیش کروں تاکہ کوئی خلش باقی نہ رہے۔

پیر صاحب نے فرمایا کہ جب میں نے ترجمہ شروع کیا تو شروع میں ہی بعض مقامات پر دوسرے مترجمین سے میرا اختلاف ہوگیا۔ اس سلسلہ میں مثالیں دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں فرمایا رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اس کا ترجمہ اکثر حضرات نے پالنے والا، یا ''مالک'' وغیرہ کے الفاظ سے کیا ہے، لیکن درحقیقت لفظ رب مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے تربیت اور

Marfat.com

تربیت عربی میں کہتے ہیں تَبلِیغُ الشَّیءِ اِلٰی کَمَالِہٖ بِحَسبِ اِستِعدَادِہ الازلی شَیئاً فَشَیئاً۔
کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچانا۔ اس لغوی مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے اب لفظ ''رب'' کا ترجمہ کریں تو ''پالنے والا'' یا ''مالک'' نہیں بلکہ ترجمہ ہوگا ''جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تمام جہانوں کا'' پیر صاحب نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کے شروع میں متقی لوگوں کی صفات بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اب اکثر مترجمین نے اس کا ترجمہ کیا ہے: ''وہی فلاح پانے والے ہیں۔'' ''وہی کامیاب ہیں'' وغیرہ لیکن ''اَلْمُفْلِحُوْنَ'' کا ترجمہ کرنے سے دل سیر نہیں ہوتا۔ اگر لفظ ''الفلاح'' پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ فلاح کسی ادھوری اور جزوی کامیابی کو نہیں کہتے بلکہ فلاح اس مکمل کامیابی کو کہتے ہیں جس کے دامن میں دنیا و آخرت کی ساری سعادتیں سمٹ آئی ہوں۔

لیس فی کَلَامِ العَرَبِ کُلِّہٖ اجمع من لفظۃ الفلاح لخیری الدنیا والاخرۃ کما قال ائمۃ اللغۃ۔

اب مفہوم میں غور کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ جو نظام مصطفیٰ ﷺ کے بنیادی اصولوں پر عمل کرتے ہیں صرف یہی نہیں کہ وہ آخرت میں بخشے جائیں گے اور دنیا میں یونہی حادثات زمانہ کے تھپیڑے کھاتے رہیں گے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مژدہ سنایا کہ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہیں۔

آپ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تفسیر ضیاء القرآن کے ذریعے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ قرآن فہمی کی توفیق دے اور آپ لوگوں سے استدعا کرتا ہوں کہ جب تفسیر کو پڑھیں میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دین و دنیا میں سرخرو فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الامین ﷺ

آخر میں آپ نے جناب ظہور الحسن بھوپالی اور جناب دوست محمد فیضی اور ان کے نوجوان ساتھیوں کا شکریہ ادا کیا جن کے خلوص اور کتاب اللہ سے بے پایاں محبت اور عشق نے اتنے بڑے ہوٹل میں اتنی عظیم تقریب کا کامیاب اہتمام فرمایا۔

دعائے خیر کے بعد یہ پر عظمت اور باوقار تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

Marfat.com

تفسیر ضیاء القرآن ☆

ممتاز ادیب، مؤرخ اور نقاد مولانا طالب ہاشمی کی نظر میں

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی بلند و بالا شخصیت اور ان کے علمی و دینی کارنامے محتاج تعارف نہیں ہیں۔ پیر صاحب موصوف کو مبداء فیض نے اخلاق فاضلہ کے علاوہ علم و فضل، تفقہ فی الدین، فہم و بصیرت، تدبر و حکمت، وسعت نظر اور اصابت رائے جیسی نعمتوں سے حصہ وافر عطا فرمایا ہے۔ وہ قدیم و جدید علوم پر گہری نظر رکھتے ہیں اور سالہا سال سے نہایت خاموشی کے ساتھ لیکن والہانہ انداز میں اشاعت علم اور دین و اخلاق کی خدمت میں مصروف ہیں اور اس سلسلہ میں اب تک انہوں نے تنہا اتنی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں کہ بہت سے ادارے مل کر بھی یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ فی الحقیقت پاکستان میں ان کی ذات مغتنمات میں سے ہے اور آنے والے مؤرخ ان کی دینی خدمات سے کبھی صرف نظر نہیں کر سکیں گے۔ تفسیر ضیاء القرآن حضرت پیر صاحب موصوف کے موئے قلم کا شاہکار ہے۔

اس سے پہلے کہ میں اس کے بارے میں اپنی ناچیز رائے کا اظہار کروں یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس تبصرے کی محرک حضرت پیر صاحب کی ادارت ضیائے حرم ہرگز نہیں ہے۔ خدا شاہد ہے کہ انہوں نے اس تبصرے کے لئے کبھی اشارہ تک نہیں کیا اور نہ یہ میرا اصول ہے کہ کسی کتاب پر تبصرہ کرتے وقت مداہنت یا خوشامد سے کام لوں۔ اپنے فہم ناقص میں جس چیز کو درست سمجھتا ہوں اپنے تبصرہ میں اس کا برملا اظہار کر دیتا ہوں۔ میری ناچیز رائے غلط تو ہو سکتی ہے لیکن حاشا وکلا اس میں کسی بدنیتی یا غرض کا مطلق دخل نہیں ہوتا۔ اردو زبان میں اس وقت تک قرآن حکیم کی بہت سی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں اور ان میں بعض تفسیریں علم و بصیرت کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔ زیر نظر تفسیر اس عظیم علمی سرمایہ میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔ اس کا مطالعہ نہ صرف قرآنی حقائق و معارف کے نئے نئے پہلوؤں سے آگاہ کرتا ہے بلکہ فاضل مفسر کی دقت نظر، خیر خواہی امت اور سوز دروں بھی مہیا کرتا ہے۔ قرآن کریم کی ایمان افروز تفسیر وہی لکھ سکتا ہے جس کا کتاب الٰہی پر ایمان و ایقان عشق کے درجے تک پہنچا ہوا ہو۔ قرآن حکیم سے پیر صاحب کی بے پناہ عقیدت یا عشق کا اندازہ مشامِ جان کو معطر کر دینے والے ان الفاظ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے: ''رحمٰن و رحیم پروردگار نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور ان کی حقیقی فلاح و کامرانی کے لئے جو صحیفہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب منیر پر نازل فرمایا، اسے ہم قرآن

1۔ حضرت ضیاء الامت کی حیاتِ ظاہری میں لکھا گیا۔ (اکرم ساجد)

Marfat.com

مجید کے نام سے جانتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ ایک کتاب ہے اور کتابیں ان گنت ہیں۔ بڑی ضخیم، بڑی ادق بڑی دلآویز لیکن اس کتاب کی شان ہی نرالی ہے۔ یہ صحیفہ بیک وقت کتاب بھی ہے اور علم و معرفت کا آفتاب جہاں تاب بھی، جس میں زندگی کی حرارت اور ہدایت کا نور دونوں یکجا ہیں۔ اس کا حسن و جمال قلب و نگاہ کو یکساں متاثر کرتا ہے۔ اس کی تجلیات سے دنیا و عقبیٰ دونوں جگمگا رہے ہیں۔ اس کا فیض ہر پیاسے کو اس کی پیاس کے مطابق سیراب کرتا ہے۔ اس کا پیغام اگر عقل و خرد کو لذت جستجو بخشتا ہے تو قلب و روح کو بھی شوق فراواں سے مالا مال کرتا ہے۔ اس کی تعلیم نے انسان کو خودشناس بھی بنایا اور خداشناس بھی۔'' قرآن کریم کے متعدد ترجموں اور تفسیروں کی موجودگی میں پیر صاحب نے ضیاء القرآن لکھنے کی عظیم ذمہ داری کیوں قبول کی؟

اس کا جواب انہی کی زبان سے سنئے:

یہ ایک بڑی دلخراش اور روح فرسا حقیقت ہے کہ مرورِ زمانہ سے اس امت میں بھی افتراق و انتشار کا دروازہ کھل گیا ہے جسے **واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا** کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ امت بھی بعض خودغرض اور بدخواہ لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے متنازعہ گروہوں میں بٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور جذبات میں آئے دن کشیدگی اور تلخی بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ اس پراگندہ شیرازہ کو یکجا کرنے کا یہی طریقہ ہوسکتا ہے کہ انہیں قرآن حکیم کی طرف بلایا جائے اور اس کی تعلیمات کو نہایت شائستہ اور دلنشین پیرایہ میں پیش کیا جائے۔ پھر ان کی عقلِ سلیم کو اس میں غور و فکر کی دعوت دی جائے۔ ہمارا اتنا ہی فرض ہے اور ہمیں یہ فرض بڑی دلسوزی سے ادا کرنا چاہئے۔ اس کے بعد معاملہ خدائے برتر کے سپرد کر دیں۔ وہ حی و قیوم چاہے تو انہیں ان شبہات اور غلط فہمیوں کی دلدل سے نکال کر راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اس باہمی اور داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہل السنۃ والجماعت ☆ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی، حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت، قرآن کریم، قیامت اور دوسری ضروریات دین میں کلی موافقت ہے لیکن بسا اوقات طرزِ تحریر میں بے احتیاطی اور اندازِ تقریر میں بے اعتدالی کے باعث غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور باہمی سوءِ ظن ان غلط فہمیوں کو ایک بھیانک شکل دے دیتا ہے۔ اگر تقریر و تحریر میں احتیاط و اعتدال کا مسلک اختیار کیا جائے اور اس بدظنی کا قلع قمع کر دیا جائے تو اکثر و بیشتر مسائل میں اختلاف ختم ہو جائے اور اگر چند امور میں اختلاف باقی رہ بھی جائے تو

☆ بارگاہِ خداوندی کے بے ادب اور دربارِ رسالت ﷺ کے گستاخ اس میں داخل نہیں ہیں۔ (پیر محمد کرم شاہ الازہری)

Marfat.com

اس کی نوعیت ایسی نہیں ہوگی کہ دونوں فریق عصر حاضر کے سارے تقاضوں سے چشم پوشی کیے، آستینیں چڑھائے، لٹھ لئے ایک دوسرے کی تکفیر میں عمریں برباد کرتے رہیں۔ ملت اسلامیہ کا جسم پہلے ہی اغیار کے چرکوں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ ہمارا کام تو ان خونچکاں زخموں پر مرہم رکھنا ہے۔ ان رستے ہوئے ناسوروں کو مندمل کرنا ہے۔ اس کی ضائع شدہ توانائیوں کو واپس لانا ہے۔ یہ کہاں کی دانش مندی اور عقیدت مندی ہے کہ ان زخموں پر نمک پاشی کرتے رہیں۔ ان ناسوروں کو اور اذیت ناک اور تکلیف دہ بناتے رہیں۔

میں نے پورے خلوص سے کوشش کی ہے کہ ایسے مقامات پر افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اپنے مسلک کی صحیح ترجمانی کر دوں جو قرآن کریم کی آیات بینات، احادیث صحیحہ یا امت کے علماء حق کے ارشادات سے ماخوذ ہے تا کہ ان نادان دوستوں کی غلط آمیزیوں یا اہل غرض کی بہتان تراشیوں کے باعث حقیقت جو پردے پڑ گئے ہیں، وہ اٹھ جائیں اور حقیقت آشکارا ہو جائے۔ بفضلہ تعالیٰ اس طرح بہت سے الزامات کا خود بخود ازالہ ہو جائے گا اور ان لوگوں کے دلوں سے یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی جو غلط پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ واقعی ملت کا ایک حصہ شرک سے آلودہ ہے یا ان کے اعمال اور مشرکین کے اعمال میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ العیاذ باللہ۔ خداوند کریم ہمارے حال زار پر رحم فرمادے اور دلوں کو حسد اور نفرت کے جذبات سے پاک کر کے ان میں محبت والفت پیدا فرمادے۔

یہ سطور پڑھ کر کون سلیم الطبع مسلمان ہوگا جس کے دل سے حضرت پیر صاحب کے لئے دعائیں نہ نکلیں۔ ایک ایک سطر سے حضرت موصوف کا سوزِ دروں، جذبہ خیر خواہی امت، وسعت نظر اور رواداری عیاں ہے۔ حضرت موصوف حنفی مسلک کے ایک بلند پایہ عالم ہیں۔ انہوں نے تفسیر میں ہر جگہ اپنے مسلک کی ترجمانی کی ہے۔ ان کے زاویہ نگاہ یا رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے خلوص اور اپنے مسلک سے سچی وفاداری میں مطلق کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔

تفسیر کا پیرایہ بیان نہایت شستہ، معتدل اور اثر انگیز ہے۔ فاضل مفسر نے اپنے مسلک کے مخالفین کا ذکر بھی بڑے شائستہ انداز میں کیا ہے کہ تبلیغ حق میں یہ انداز اختیار کرنا آقائے دو جہاں، خیر الخلائق، سید المرسلین، فخر موجودات، ھادی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ جس ذات پاک ﷺ نے اعدائے حق کے لئے اپنی ردائے مبارک بچھا دی ہو، گالیاں سن کر اور پتھر کھا کر بھی دعائیں دی ہوں اور جس کا ارشاد مبارک ہو کہ سب امور میں بہتر میانہ روی ہے اس کے عاشقانِ صادق اپنے مخالفین پر کلوخ اندازی کیسے کر سکتے ہیں؟

اس تفسیر کی سب سے بڑی خوبی ترجمہ قرآن ہے۔ ترجمہ کا یہ انداز بے مثل اور بے نظیر ہے اور

Marfat.com

قرآن پاک کی ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک لفظ کو سمجھنے کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں حق تعالیٰ نے خود حضرت پیر صاحب کی رہنمائی فرمائی ہے اور انہیں ایسا عمدہ اور رواں دواں ترجمہ کرنے کی توفیق ارزانی فرمائی۔ یہ ترجمہ فی الحقیقت با محاورہ اور تحت اللفظ تراجم کا نہایت حسین امتزاج ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

(ا) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

اور وہ جو ایمان لائے ہیں اس پر (اے حبیب ﷺ) جو اتارا گیا آپ پر اور

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

جو اتارا گیا آپ سے پہلے اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔

(ب) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (مائدہ)

اور جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو وہی دوزخی ہیں۔

(ج) ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ (انعام)

پھر لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا حقیقی مالک ہے۔ سنتے ہو اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے تیز حساب کرنے والا ہے۔

تفسیر کا انداز بیان بھی نہایت دلنشین اور اثر انگیز ہے۔ اس کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ علم و حکمت کی ایک جوئے رواں ہے جو مسلسل بہہ رہی ہے اور ہر شخص اس سے بقدر ظرف استفادہ کر سکتا ہے۔ ہم یہاں صرف تین مثالیں پیش کریں گے:

1۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (بقرہ)

مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے تو غریب کیونکر ایمان لاتے۔ ان کی خدمت میں صرف اتنی عرض کرنا ہے کہ انسان کے اعمال پر کوئی نتیجہ اور اثر مرتب ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر انسان جسمانی صحت کے اصولوں کو توڑتا ہے تو اس کا بلانوش معدہ جو ہر چیز ہضم کر لیا کرتا تھا کیا غذا ہضم کرنے سے معذور نہیں ہو جاتا؟ کیا اس کا جگر خون پیدا کرنا چھوڑ نہیں دیتا؟ اگر ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو روحانی صحت کے بھی چند اصول ہیں جن کی پابندی سے روحانی قوتیں نشوونما پاتی ہیں اور جن کی پیہم خلاف ورزیوں سے وہ قوتیں

Marfat.com

ناکارہ ہوکر رہ جاتی ہیں۔ دل سے حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت سلب ہو جاتی ہے۔ آنکھیں دیکھتی تو ہیں لیکن عبرت حاصل نہیں کرتیں۔ کان سنتے تو ہیں لیکن نصیحت قبول نہیں کرتے۔ بس اسی کیفیت کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔ ان کفار کی پیہم نافرمانیوں سے، حق سمجھ لینے کے باوجود اس سے مسلسل انکار کرنے کی وجہ سے ان کے دل و دماغ اور دیدہ و گوش کی ساری قوتیں ناکارہ ہوگئی ہیں تو ان کی یہ محرومیاں نتیجہ ہیں ان مسلسل نافرمانیوں کا اور طبعی اثر ہے ان کی ہٹ دھرمی اور تعصب کا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پہلے ہی انہیں ہوش و فہم سے محروم کر دیا گیا تھا تاکہ وہ حق کو سمجھ ہی نہ سکیں۔

2۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (بقرہ)

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی جنتی ہیں وہ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

کی ایمان افروز تفسیر یوں کرتے ہیں:

قرآن حکیم یہاں نجات و بخشش کا اصل الاصول بیان فرما رہا ہے۔ نجات کا دارومدار کسی قوم و نسب سے وابستگی پر نہیں بلکہ ایمان اور عملِ صالح پر ہے۔ اسلام سے پہلے انسانیت کی تقسیم رنگ اور نسل اور وطن کی بنیادوں پر ہوتی تھی۔ ہر سفید رنگ والا خواہ اس کا نامۂ عمل کتنا ہی سیاہ ہو، ہر کالی رنگت والے سے برتر ہے خواہ اس کی سیرت مہر و ماہ سے تابندہ تر ہو۔ ہر برہمن وہ کتنا جاہل کندۂ ناتراش ہی کیوں نہ ہو افضل ہے ہر فاضل اور کامل سے جسے کسی برہمن ماں نے جنم نہیں دیا۔ جرمنی کی حدود میں پیدا ہونے والا خواہ وہ کتنا خونخوار اور زیاں کار کیوں نہ ہو، اپنی نجابت میں لاجواب ہے۔ یہ شرف اسلام کو حاصل ہے جس نے ان فاسد بنیادوں کو اکھیڑ پھینکا اور انسانیت کی تقسیم مومن اور کافر، صالح اور فاسق، نیک اور بد کی اساس پر کی اور اس طرح بلاوجہ اترانے والوں سے فخر و مباہات کے سب جھوٹے اسباب چھین لئے اور نیکی اور تقویٰ کے میدان میں سبقت لے جانے والوں کے راستہ میں حائل ہونے والی سب چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔

3۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (بقرہ) سے متصل بعد کی آیت کی بصیرت افروز تفسیر ملاحظہ ہو! توحید کے اہم ترین اور مشکل ترین مسئلہ کے اثبات کے لئے قرآن کا طرزِ استدلال فلسفیوں کے طرزِ استدلال سے بالکل الگ ہے۔ قرآن فکر و نظر کے گھڑے ہوئے دلائل پیش نہیں کرتا جو پیچیدہ اصطلاحات سے بوجھل ہوں، جن کو سمجھنے کے لئے خاص ذہنی اور علمی استعداد کی ضرورت ہو اور سمجھ آ بھی جائیں تو ان میں وہ زور نہیں ہوتا کہ وہ انسان کو شک اور گمان کی دلدل سے باہر کھینچ لیں اور یقین کی منزل تک پہنچا دیں۔ اس کے برعکس قرآن کریم دلائل کو نیہ پیش کرتا ہے جو

Marfat.com

کائنات کے کھلے صفحات پر جلی قلم سے لکھے ہوئے ہیں جو روشن اور واضح اتنے کہ ہر شخص انہیں اپنی قابلیت کے مطابق سمجھ سکتا ہے...... آسمان کی نیلی وسیع چھت، اس میں لٹکے ہوئے ان گنت ستارے، چاند اور سورج، پھر ان کا مقررہ وقت پر طلوع وغروب جن میں ایک سیکنڈ کے برابر کبھی بھی فرق نہیں ہوتا۔ ان کی گردش کے متعین راستے جن سے سرمو کبھی انحراف نہیں ہوا۔ زمین کا یہ کشادہ صحن، اس میں رواں دواں ندیاں اور دریا، رات دن کی پیہم گردش، ان کا گھٹنا بڑھنا، بیکراں سمندروں کے سینوں پر مسافروں سے لدی اور سامان سے بھری ہوئی کشتیوں اور جہازوں کا خراماں آنا جانا، گھنگھور گھٹائیں اور ان کا موسلا دھار برسنا پھر مردہ زمین دیکھتے دیکھتے سرسبز وشاداب ہو جانا، کرۂ ہوا میں بادلوں کا منڈلاتے پھرنا، کبھی برسنا اور کبھی ترساتے ترساتے آنِ واحد میں ناپید ہو جانا، ایسی چیزیں نہیں جنہیں عالم تو جانتے ہوں اور بے علم نہ جانتے ہوں، جنہیں دانشمند سمجھ سکتے ہوں اور کم عقل کی سمجھ سے بالاتر ہوں بلکہ کائنات کی کتاب کا ہر ورق ہر کہ ومہ کے لئے یکساں طور پر روشنی کا مینار ہے...... ہر لحہ مشاہدہ میں آنے والی چیزوں کا ذکر فرمانے کے بعد قرآن نے بارہا افلا تتفکرون، افلا تتدبرون کے جملے کہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے؟ کیا تم تدبر نہیں کرتے؟ اور ان چبھتے ہوئے فقروں سے دانش وخرد کو للکارا ہے۔ کاش یہ الفاظ اس امت کے نوجوانوں کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کردیں جن کی آسمانی کتاب نے انہیں واضح طور پر بتادیا تھا:

''اللہ تعالیٰ نے زمین کی ہر چیز صرف تمہارے لئے پیدا کی ہے۔''

اوپر کی مثالوں اور اقتباسات سے ضیاء القرآن کے ترجمہ اور تفسیر کی خوبیوں کا کسی حد تک اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کتاب کے آغاز میں فاضل مترجم ومفسر کا بصیرت افروز مقدمہ بھی شامل ہے۔ اس میں دوسری بیش بہا معلومات کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کے آداب اور رموز اوقاف قرآن حکیم بھی بیان کردیئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ کتاب میں یہ چار☆ نقشے بھی موجود ہیں۔

1۔ نقشہ مقامات حج

2۔ حضرت ابراہیم کی اُر سے کنعان تک ہجرت اور دیگر اسفار

3۔ نقشہ جنگ اُحد

4۔ بنی اسرائیل کی مصر سے ہجرت اور صحرانوردی

بلند پایہ مقدمہ اور نقشوں سے کتاب کی افادیت میں گرانقدر اضافہ ہوگیا ہے۔ ہر سورۃ کے آغاز میں اس کا تعارف بھی بڑے احسن معلومات افزاء انداز میں کرایا گیا ہے تاکہ قاری کو پہلے سے معلوم ہو

☆ یہ تبصرہ پہلی جلد کے بارے میں لکھا گیا تھا۔

Marfat.com

جائے کہ سورۃ کی وجہ تسمیہ، زمانہء نزول اور موضوع کیا ہے۔ یہ تعارف پڑھ کر فاضل مفسر کی تحقیق و تفحص اور تبحر علمی کا لامحالہ اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

یہ تفسیر علم وحکمت کا ایک رفیع الشان خزینہ ہے۔ اس کے پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ جذبہ جہاد بیدار ہوتا ہے۔ ضیاء القرآن ہر لحاظ سے لائق مطالعہ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اہلسنت و جماعت کا کوئی گھرانہ اور ملک کا کوئی کتب خانہ علم وحکمت کے اس شاہکار سے خالی نہیں رہے گا۔ فاضل مفسر اس کی ترتیب و تالیف کے لئے ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اسی طرح ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز اس کتاب کو ایسے حسین و جمیل انداز میں شائع کرنے کے لئے تبریک و ستائش کا سزاوار ہے۔

Marfat.com

تفسیر ضیاء القرآن

ایک ممتاز شاعر، ادیب اور صحافی اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی کی نظر میں

عہدِ رسالت میں تو تفسیر کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ سب صحابہ کرام عربی دان تھے۔ قرآن مجید کے مطالب بخوبی سمجھتے تھے۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو براہ راست حضور رسالت مآب ﷺ سے دریافت کر لیتے۔ عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی شخص کو کسی آیت کے سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی تو وہ حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ (کاتب وحی) سے (جنہوں نے 19 ہجری میں وفات پائی) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (متوفی 78 ہجری) سے رجوع کرتا۔ تفسیر سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اقوال وارشادات کو مجدالدین محمد بن یعقوب نے مرتب کیا ہے۔ یہی تفسیر ہے جو تفسیر ابن عباسؓ کے نام سے مشہور ہے اور دوسرے مفسرین اس کا حوالہ دیتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو ابوجعفر رازی رضی اللہ عنہ نے مرتب کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد بہت ہی تفاسیر لکھی گئیں۔ ان تفاسیر کی فہرست بہت لمبی ہے۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں بکثرت تفاسیر کے حالات درج ہیں۔ برصغیر میں کم وبیش دو درجن کتب تفسیر کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ تفسیر کی کتابیں مختلف زمانوں میں مرتب ہو کر شائع ہوئیں۔ ان کے حوالے ہمارے مفسروں کی کتابوں میں اکثر آتے ہیں۔

ہر زمانے میں نئے نئے انقلاب آتے رہتے ہیں۔ جن کا ہر شعبہ، زندگی پر اثر پڑتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے حالات دگرگوں ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہر زمانے کے نئے حالات میں قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں زندگی کے ہر شعبے کے نئے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا۔ بقول علامہ اقبال۔

صد جہاں باقیست در قرآں ہنوز
اندر آیاتش یکے خود را بسوز

اس لئے ضروری ہے کہ ہر دور میں علمائے کرام قرآن کریم کی تفاسیر لکھیں اور اس دور کے نئے مسائل کو قرآنی احکام کی روشنی میں حل کریں تاکہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراط مستقیم دکھائی دے۔ زیر

Marfat.com

نظر تفسیر میں اس نکتے کو بخوبی مدنظر رکھا گیا ہے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اپنے علم و بصیرت سے کام لیتے ہوئے بعض آیات کی تفسیر میں مسلمانوں کو درپیش مسائل، گمراہی اور الحاد کے بڑھتے ہوئے سیلاب پر کماحقہ، رائے زنی کی ہے اور اس اندھیرے میں مسلمانوں کو صحیح راہِ عمل دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

پیر صاحب موصوف اسلام اور قوم کا بے پناہ درد اور خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اس لئے تفسیر لکھتے وقت وہ قوم اور ملک کی مشکلات اور مسائل کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ قرآن مجید میں قیامت تک ہر شعبہ زندگی کے مسائل کا حل موجود ہے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

اندرو ہر ابتداء را انتہاء
حیدر از نیروئے او خیبر کشا

مسائل کا حل

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے بعض آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات میں دورِ حاضر کے پیچیدہ مسائل کا بھی حل موجود ہے۔ مثلاً سورۂ بقرہ کی آیت یاایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ کی تفسیر میں بتایا کہ یہ دین مکمل ضابطۂ حیات اور مکمل دستور زندگی ہے۔ اس کے اپنے عقائد ہیں۔ اس کا اپنا دیوانی اور فوجداری قانون ہے۔ سیاسیات اور معاشیات کے متعلق اس کے اپنے نظریات ہیں اور یہ انسان کی ذہنی، روحانی اور مادی ترقی کا ضامن ہے۔ لیکن اس کی برکتیں تب ہی رونما ہو سکتی ہیں جب اسے ماننے والے اسے پورے کا پورا اپنا لیں۔ سِلم کے معنی غیر مشروط اطاعت اور کافۃ کے معنی پورے کا پورا۔

پھر اس سے اگلی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ اس طرح حق کا حسن داغدار ہو جائے گا اور اس کا سرچشمہ مکدر ہو جائے گا۔ آج ہماری کیا حالت ہے۔ اسلام کے نام پر شہر آباد کیے جاتے ہیں۔ پھر اسی کی شاہراہوں پر اسلام کے نام اور اس کے نظام کو رسوا کیا جاتا ہے۔ اسلام کے نام پر مملکتیں وجود میں لائی جاتی ہیں لیکن اسلام کے قانون، ضابطۂ اخلاق اور اس کی مقدس قدروں کو سرد خانوں میں مقفل کر دیا جاتا ہے۔ یہ خدا فریبی بھی ہے اور خود فریبی بھی''۔

قل العفو کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آپ نے لکھا ہے:

''اس لفظ میں ان لوگوں کے لئے بھی درسِ عبرت ہے جن کے پاس بے حساب دولت ہے

Marfat.com

اور ان کے گرد و نواح اور پڑوس میں کئی غریب، مسکین اور محتاج زندگی کی اہم ضروریات کے لئے بھی ترس رہے ہوتے ہیں۔ وہ بھی یہ نہ سمجھیں کہ زکوٰۃ ادا کر کے اب وہ ہر قسم کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے ہیں بلکہ ان کی ضروریات سے زیادہ جو سرمایہ ہے اس سے وہ اپنے اسلامی بھائیوں کی ضرور مدد کریں۔"

سورۂ بقرہ ہی میں جالوت کے قتل سے متعلق آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جب کوئی ظالم ظلم و ستم پر کمر بستہ ہوتا ہے تو اس کی ہلاکت انگیزیوں کی روک تھام کے لئے ایک اور قوم پیدا کر دی جاتی ہے جو اس کے مظالم کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر اپنی حکمت اور قدرت سے طاقت کا توازن یوں قائم نہ رکھے تو سرکش افراد اور قومیں آبادیوں کو کھنڈرات میں اور بستیوں کو ویرانوں میں تبدیل کر دیں اور زمین کے کسی گوشہ میں انسان کو امن کا سانس لینا نصیب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر یہ بڑا احسان ہے کہ ہر فرعون کی سرکوبی کے لئے وہ موسیٰ پیدا فرما دیتا ہے۔"

سورۂ بقرہ کی آیت لا یسئلون الناس الحافا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلام نے بھیک مانگنے کی سخت مذمت کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص ہر صبح لکڑیاں چن کر پیٹھ پر اٹھا لائے اور اس کی قیمت سے جو ملے اس سے صدقہ بھی کرے اور خود بھی کھائے، یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے"۔

اس سلسلے میں ایک اور حدیث بیان فرمائی:

"جو آدمی لوگوں سے مال جمع کرنے کے لئے بھیک مانگتا ہے وہ انگارے جمع کر رہا ہے۔ تھوڑے انگارے جمع کرے یا زیادہ یہ اس کی اپنی مرضی"۔

پھر سخی اور کریم الطبع لوگوں اور سود کا ذکر پوری تفصیل سے کیا ہے۔ بینکنگ کے سود اور قرض حسنہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مکارم اخلاق کا درس دیا ہے۔

ختم نبوت

پیر صاحب نے ہر سورۃ کے آغاز میں سورۃ کا نام، سورت کے رکوع، آیات اور الفاظ کی تعداد اور سورۃ کا شانِ نزول بیان کرنے کے علاوہ سورت کے خلاصہ مطلب کی بھی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ سورۂ آل عمران کا تعارف کراتے ہوئے پیر صاحب لکھتے ہیں:

"کیونکہ تمام انبیاء ایک ہی دین کے داعی اور مبلغ تھے، اس لئے ہر نبی نے اپنے سے پہلے

Marfat.com

گزرے ہوئے انبیاء ورسل کی تصدیق کی اور اپنی اپنی امتوں کو بعد میں آنے والے انبیاء پر ایمان لانے کی ہدایت کی۔ اسی سنت پر حضور نبی کریم ﷺ نے عمل فرمایا اور تمام انبیاء و رسل سابقین کی تصدیق کی لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کیونکہ کوئی اور نبی مبعوث ہونے والا نہیں تھا، اس لئے کسی نئے نبی پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا۔ ختم نبوت کی یہ بھی بڑی واضح دلیل ہے۔''

ختم نبوت کے بارے میں پیر صاحب نے حضور ﷺ کی سنت سے جو دلیل اخذ کی ہے بلاشبہ نہایت قوی دلیل ہے۔ پیر صاحب نے اس سورت کے خلاصہ مطلب میں یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ برسر پیکار جماعتوں کا اتحاد و اتفاق ہوسکتا ہے تو صرف اسلام کے جھنڈے کے تلے اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی قیادت میں ہوسکتا ہے کیونکہ یہی مسلک ہے جس نے اعداء کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا ہے۔

گھریلو زندگی

اسی طرح سورۃ النساء کا تعارف لکھتے ہوئے پیر صاحب نے سورت کے خلاصہ مطالب کے بیان میں عورت کے مقام، یتامیٰ کی پرورش، تعدد ازواج، مالی حقوق کی منصفانہ تقسیم، انفرادی کردار کی تعمیر اور اطاعتِ رسول ﷺ سے متعلق مسائل پر بحث کر کے صحیح راہ عمل تجویز کی ہے۔ اس طرح اس تفسیر کی افادی حیثیت بہت بڑی گئی ہے۔

تفسیر کی خصوصیات

پیر صاحب نے ضیاء القرآن کے مقدمے میں اس کی جو خصوصیات بیان کی تھیں، تفسیر کے مطالعے سے ان کی بخوبی تصدیق ہو جاتی ہے۔ انہوں نے مقدمے میں فرمایا تھا:

''ہم اکثر بگڑی ہوئی قوموں کے حالات اور ان کے حسرتناک انجام کے متعلق قرآن مجید میں پڑھتے ہیں اور ایک لحہ توقف کیے بغیر آگے نکل جاتے ہیں۔ ہم یہ زحمت بہت کم گوارا کرتے ہیں کہ اپنے اعمال کا موازنہ ان برباد شدہ قوموں کے اعمال سے کریں اور یہ سوچیں کہیں ہم بھی ان نافرمانیوں کا شکار تو نہیں اور اگر خدانخواستہ ہیں تو اپنے انجام کی ہولنا کیوں سے غافل کیوں ہیں؟ میں نے ہر ایسے موقع پر کوشش کی ہے کہ مطالعہ کرنے والے کے وجدان کو جھنجھوڑوں اور اسے اپنا محاسبہ کرنے کی رغبت دلاؤں تاکہ وہ اپنی جنسِ عمل کو اسلام اور قرآن کے مقرر کیے ہوئے ترازو میں تولے۔''

پھر فرماتے ہیں:

Marfat.com

''قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو ایک واضح اور مکمل ضابطہ حیات (شریعت) بھی عطا کیا اور یہ ضابطہ اتنا ہی وسیع ہے جتنی زندگی اپنے بوقلموں تنوع کے ساتھ وسیع ہے بلکہ بلا مبالغہ اس سے بھی وسیع تر۔ انسان کیا ہے؟ اس کا تعلق اپنے خالق کے ساتھ اور اس کی مخلوق کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے؟ اگر وہ حاکم ہے تو اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اگر وہ رعایا ہے تو اس کے فرائض کی نوعیت کیا ہے؟ اگر وہ دولت مند ہے تو اس کا طرز عمل کیسا ہو؟ اور اگر فقیر و محتاج ہے تو وہ کس طرح باوقار زندگی بسر کر سکتا ہے؟ قرآن نے جو ہمیں شریعت کاملہ دی ہے اس میں ان سوالات کا مکمل جواب موجود ہے۔ اسی لئے عبادات، سیاسیات، معاشیات، نظام اخلاق وغیرہ تمام امور کو شریعت نے اپنے دامن میں سمیٹا ہوا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی یہ مباحث آئے ہیں میں نے کوشش کی ہے کہ ان کو اس واضح اسلوب میں پیش کیا جائے جسے عصر حاضر کا انسان سمجھ بھی سکے اور قبول بھی کر سکے''۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ پیر صاحب نے قرآن مجید کی اس تفسیر میں زندگی کے تمام مباحث پر مدلل اور دلپذیر بحث کی ہے اور ہر مسئلہ کو نہایت سادہ، آسان اور دلنشین انداز میں بیان کیا ہے جو دور حاضر کے انسان کو کائنات اور زندگی کے مشکل ترین مراحل پر دلجمعی سے غور و فکر کرنے کی کامیاب دعوت ہے۔

حضرت پیر صاحب کا ترجمہ قرآن بھی بڑی خصوصیات کا حامل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک اور اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں انہیں جزائے خیر دے۔

Marfat.com

اردو زبان کے خزینۂ تفسیر میں ایک بیش بہا اضافہ

تفسیر ضیاء القرآن ☆

پروفیسر کرم حیدری

ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

قرآن حکیم محض اوامر ونواہی کی کتاب نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں ان تمام قوانین کا نہایت شرح وبسط سے ذکر ہے جو ہماری دنیا اور عقبےٰ دونوں کو متاثر اور متشکل کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سیرت رسول ﷺ سے ہم قرآن حکیم کے ذریعے ہی پوری طرح آگاہ ہو سکتے ہیں اور جب تک ہم آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکارم اخلاق اور اسوۂ حسنہ سے آگاہ نہ ہوں اس وقت تک ہم ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (الاحزاب) کے ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل کیوں کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے لئے قرآن حکیم کے مطالب اور ان مطالب کی صحیح تشریح وتفسیر کا سمجھنا نہایت ضروری ہے اور جو لوگ ہمیں قرآن مجید کے مطالب اور تشریح سمجھانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، دین کے معاملے میں وہی ہمارے لئے سب سے بڑے محسن ہیں اور آج ہم جس عظیم شخصیت کے متعلق تبادلہ خیالات کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں وہ ملت اسلامیہ کے ایسے ہی محسنین میں سے ایک باکمال اور نادرۂ روزگار ہستی ہیں۔ میری مراد عالی جناب حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم اے (الازہر) سجادہ نشین بھیرہ شریف کی ذات والا صفات ہے جو ایک خانوادۂ طریقت کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑے دینی دارالعلوم (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ) کے پرنسپل بھی ہیں اور جنہوں نے ضیاء القرآن کے نام سے قرآن مجید کی ایک نہایت عمدہ تفسیر لکھ کر علوم قرآن کی روشنیوں میں ایک نئی، شفاف اور نہایت تابناک روشنی کا اضافہ کیا ہے۔

مفسر قرآن کے پیش نظر دو بڑے مقاصد ہوتے ہیں: تعلیمی اور تبلیغی۔ تعلیمی مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمان تفسیر کو پڑھیں اور اللہ اور رسول (ﷺ) کے احکام سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی اقدار کے تدریجی ارتقاء، دین کی اجمالی تاریخ اور واضح تعبیر کی روشنی میں اپنی زندگی کو استوار کرنے کی مساعی میں مشغول ہوں اور ان مساعی میں جو رکاوٹیں پیش آئیں انہیں دین کی اجمالی تاریخ میں حاصل

☆ حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ کی حیات ظاہری میں لکھا گیا۔ (اکرم ساجد)

Marfat.com

ہونے والے تجربات کی مدد سے رفع کریں۔

تعلیمی مقاصد میں چونکہ لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کے درمیان ذہنی ہم آہنگی اور علمی تعاون کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اس لئے استدلال کا رنگ محض ناصحانہ اور مشفقانہ ہوتا ہے۔ جیسے خاندان کا کوئی بزرگ جو اپنی بصیرت اور تجربات زندگی کی بناء پر اس قابل ہوتا ہے کہ اپنے سے چھوٹوں اور بصیرت اور تجربے میں کمتر مقام رکھنے والوں کی رہنمائی کرے، انہیں سمجھاتا ہے مگر وہ جو کچھ سمجھاتا ہے اس پر سمجھائے جانے والوں کا عقیدہ پہلے ہی قائم ہوتا ہے۔

دوسرے بڑے مقصد یعنی تبلیغی مقصد کو ہم دو مرحلوں میں منقسم کر سکتے ہیں: پہلا مرحلہ ان لوگوں کے لئے ہے جو قرآن حکیم کے احکام اور تعلیمات سے محض اپنی تعلیم کے فقدان کی وجہ سے ناواقف ہوتے ہیں مگر دل سے چاہتے ہیں کہ انہیں کتاب اللہ کے احکام سے واقفیت ہو اور ان احکام سے واقف ہو جانے کی صورت میں وہ ان احکام کی پابندی کرنے کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ آج کے دور میں مسلمانوں کے اندر اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو عام دنیوی تعلیم میں بھی بہت پیچھے ہوتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو دنیوی تعلیم میں پسماندہ ہوتے ہیں اور دینی تعلیم سے محض واجبی طور پر واقف ہوتے ہیں اور ایسے بھی جو دنیوی تعلیم میں ماہر لیکن دینی تعلیم میں کورے ہوتے ہیں۔ ان تینوں قسموں کے لوگ دینی تعلیم کے لئے تیار کھیتوں کی طرح ہوتے ہیں کہ تعلیم دین کا بیج ان میں پڑا اور ان کی طبع موافق میں فوراً ہی پھوٹ نکلا۔ پھر ایمان وایقان کا پودا تیزی سے بڑھ کر رنگارنگ کی کلیاں اور پھول کھلانے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے ملت کے وسیع وعریض گلستان میں ایک حسین وجمیل اضافے کا باعث بن گیا۔ ان اقسام کے لوگوں کے لئے اس انداز کی تفسیر ضروری ہوتی ہے جو ان کے جذبہ اسلامی اور خلوص ایمانی کو جو ان کے اندر وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں جلا اور آب وتاب عطا کرے۔

تبلیغی مقصد کا دوسرا مرحلہ ان لوگوں کے لئے ہوتا ہے جن کے دلوں میں اسلام کے خلاف خواہ مخواہ کی کدورت موجود ہو۔ جو اسلامی قوانین واحکام سے محض ناواقف ہوں۔ اگر واقف ہوں تو ان کی واقفیت منفی انداز کی ہو۔ یہ لوگ وہ ہوتے ہیں جو پیدائشی طور پر دین اسلام کے مخالفوں میں سے ہوں یا جو پیدائشی طور پر نہ دین اسلام کے دشمن ہوں نہ دوست لیکن انہوں نے تعلیم ایسے انداز میں پائی ہو جس میں دین اسلام کی مخالفت کا درس دیا جاتا ہو۔ یہ لوگ صرف کافروں کے گروہوں سے تعلق رکھنے والے نہیں ہوتے بلکہ ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو نسلی طور پر تو مسلمان ہوتے ہیں لیکن ان کی تعلیم و تربیت ایسے ماحول میں ہوتی ہے کہ وہ دشمنان دین کی صفوں میں شمار ہونے لگتے ہیں۔ بدقسمتی سے اس

Marfat.com

دور میں ایسے لوگوں کی ایک معتد بہ تعداد ہر ملک کے مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ ان لوگوں کے ذہنوں کی مثال بنجر زمینوں کی سی نہیں بلکہ ایسی زمینوں کی سی ہے جن میں بیج کی پرورش کرنے اور اسے اگا کر بارآور کرنے کی صلاحیت تو مفقود نہیں لیکن بدقسمتی سے ان کے اندر سے متواتر سلگتا ہوا لاوا نکلتا رہتا ہے جو بیج کو جلا کر خاک کر دیتا ہے۔ ایسے ذہنوں کو کام میں لانے کے لئے پہلے ان کے اندر سے ابلنے والے لاوے کو حکمت اور رحمت ورافت کی نرم اور مسلسل پھواروں سے سرد کیا جاتا ہے اور اس کے بعد ان کے اندر دین کا بیج کاشت کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ "ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة۔" فاضل مفسر حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ضیاء القرآن میں تفسیر کے تعلیمی مقصد کو بطریق احسن پورا کیا اور جہاں تک ملت اسلامیہ کے بھٹکے ہوئے افراد کا تعلق ہے انہوں نے تبلیغی مقاصد پورے کرنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اردو زبان میں تفسیر لکھنے سے مقاصد تفسیر اسی حد تک پورے ہو سکتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں تک قرآن حکیم کا پیغام پہنچانے کے لئے اس دور کی کثیر الاستعمال اور کثیر الاشاعت زبانوں میں تفاسیر لکھنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت دنیا میں دو یورپی زبانیں ایسی ہیں جو وسیع علاقوں میں بولی جاتی ہیں۔ ان میں سے انگریزی زبان میں تفاسیر لکھنے کی سعادت کئی پاکستانی اور چند یورپی مسلمانوں کو حاصل ہو چکی ہے اور اب فرانسیسی زبان میں بھی ترجمے ہو رہے ہیں۔ اردو زبان میں تفاسیر سے استفادہ پاکستان اور بھارت ہی کر سکتے ہیں اور ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ ان دونوں ملکوں میں ضیاء القرآن سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

دیباچہ میں فاضل مفسر تحریر فرماتے ہیں:

> "اس پراگندہ شیرازہ کو یکجا کرنے کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ انہیں قرآن حکیم کی طرف بلایا جائے اور اس کی تعلیمات کو نہایت شائستہ اور دلنشین پیرایہ میں پیش کیا جائے۔ پھر ان کی عقل سلیم کو اس میں غور وفکر کی دعوت دی جائے۔ ہمارا اتنا ہی فرض ہے اور ہمیں یہ فرض بڑی دلسوزی سے ادا کرنا چاہئے۔ اس کے بعد معاملہ خدائے برتر کے سپرد کر دیں۔ وہ حی وقیوم چاہے تو انہیں ان شبہات اور غلط فہمیوں کی دلدل سے نکال کر راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے"۔

حضرت شاہ صاحب نے اپنے اس ارادے کو جتنے خوبصورت انداز میں عملی جامہ پہنایا ہے اس کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔ قرآن حکیم کی معنوی خوبیاں تو اس کے مطالعہ اور اس پر غور وخوض سے ہی کھلتی ہیں لیکن اس کی صوری خوبیوں میں سے اولین خوبی یہ ہے کہ انداز بیان نہایت دلکش ہے اور سب

Marfat.com

سے پہلے یہی انداز بیان انسان کو مسحور کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ عربی زبان سمجھتے تک نہیں جب ان کے سامنے آیات قرآنی پڑھی جائیں تو وہ جھوم اٹھتے ہیں۔ اس لئے اس کا ترجمہ بھی جتنا خوبصورت ہوگا اتنا ہی زیادہ اس پر عمل کے امکانات میں اضافہ ہوگا۔

برصغیر میں مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ دلخراش حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی اشاعت کی طرف چنداں توجہ نہیں دی گئی۔ البتہ اسلامی معاشرے میں چونکہ مسجد کو مرکزیت حاصل تھی اور بچوں کی ابتدائی تعلیم مساجد ہی میں ہوتی تھی اس لئے مسلمانوں میں خواندگی کا تناسب بہت زیادہ تھا اور بیشتر مسلمان ابتدائی دینی تعلیم یعنی قرآن ناظرہ، نماز اور دعاؤں کا علم رکھتے تھے۔ تاہم قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر، احادیث اور تاریخ اسلام سے بہت کم لوگ واقف ہوتے تھے۔ خدا جانے وجہ کیا تھی لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کے آخری دور تک قرآن حکیم کا ترجمہ اردو تو کیا فارسی زبان میں بھی نہ ہوا کیوں کہ اسے بدعت سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ جب شاہ عبدالقادر دہلوی نے قرآن حکیم کا اردو ترجمہ کیا تو ان کی اس خدمت کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھا گیا۔ قرآن کے متعلق اس غفلت شعاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ مسلمان عوام قرآنی تعلیمات سے دور ہوتے چلے گئے اور قرآن حکیم کی بدولت انہیں جو اخلاقی اور ایمانی قوت حاصل ہوئی، اس سے محروم ہوتے ہوتے بالآخر غلامی کی زنجیروں میں جکڑے گئے۔

جب مسلمان زوال کی عمیق ترین پستیوں میں دھنس گئے تو قدرت نے پھر ان کی دستگیری کی اور وہ ایک بار پھر قرآن اور تعلیمات قرآن کی طرف متوجہ ہوئے۔ قرآنی تعلیمات کی اشاعت کے لئے دارالعلوم قائم کئے گئے جہاں علمائے امت نے قوم کو از سر نو علوم دین سے آراستہ کرنا شروع کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے مسلمانوں کے اندر جہاد کی روح پھونکی اور خود بھی دین کی خدمت کے لئے تلواریں ہاتھوں میں اور علم کندھوں پہ لے کر نکلے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں جامع مسجد دہلی میں بیٹھ کر جہاد کا فتویٰ دینے والے اور قریہ قریہ شہر بہ شہر خود انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے والے علمائے کرام ہی تھے۔ اگر سازش، غداری اور باہمی مناقشات نے بنا بنایا کھیل بگاڑ نہ دیا ہوتا تو ہندوستان میں ایک بار پھر مسلمانوں کی حکومت کا قیام عین ممکن تھا۔ بہرحال ناکامی کے بعد علمائے امت نے مسلمان عوام کو اسلام اور قرآن کی طرف بلانے کے لئے اپنی جدوجہد کو جاری رکھا۔ 1858ء کے بعد برصغیر میں قرآن حکیم کی بہت سی تفاسیر لکھی گئیں۔ انگریزوں نے اپنے دور میں بہت کوششیں کیں کہ علمائے اسلام بعض آیات کی ایسی تفسیریں لکھیں جن سے ان کا جذبہ جہاد کمزور ہو اور حکومت وقت کی اطاعت کی طرف رغبت ہو۔ بدقسمتی سے انہیں ایسے ضمیر فروش بھی مل گئے جنہوں نے ان کا آلہ کار بننا قبول کر لیا مگر

Marfat.com

علمائے حق نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو اور مستحکم کیا۔

قیام پاکستان کے بعد ہمارے ارباب اقتدار کی خواہش بھی عام طور پر یہی رہی کہ علمائے کرام ان کی تائید کریں۔ اس ضمن میں وہ اوران کے حاشیہ بردار ایسی آیات کو خصوصاً اہل حکومت میں دلیل بنانے کے درپے رہے جن میں اطاعت امیر کا حکم ہو مگر دیکھئے ضیاء القرآن میں "یایها الذین آمنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" کی تفسیر۔ صاحب تفسیر لکھتے ہیں:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امور مملکت کی ذمہ داری خلفاء اور امراء نے سنبھالنی تھی اس لئے ان کی اطاعت کرنے کے متعلق بھی تاکید فرمائی لیکن اطاعت رسول ﷺ اور اطاعت امیر میں ایک بین فرق ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے۔ جملہ امور میں خصوصاً احکام شرعی کی تبلیغ میں اس سے خطا نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اس کی اطاعت کا جہاں حکم دیا، غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا مثلاً "مااتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا" جو کچھ تمہیں رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔ رسول ﷺ کا ہر حکم واجب التسلیم اور اٹل ہے۔ اس میں کسی کو مجال قیل وقال نہیں۔ خلیفہ کا معصوم ہونا ضروری نہیں۔ اس سے غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ اس لئے اس کی مشروط اطاعت کا حکم دیا کہ اس کے حکم کو خدا اور رسول ﷺ کے فرمان کی روشنی میں پرکھو۔ اگر اس کے مطابق ہے تو اس پر عمل کرو ورنہ وہ قابل عمل نہیں۔ حضور کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "لا طاعة للمخلوق فی معصية الله" اس لئے حاکم وقت کی اطاعت کا حکم فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تمہارے درمیان تنازع رونما ہو جائے تو اسے لوٹا دو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف یعنی اس حکم کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لو۔ اگر اس کے مطابق ہے تو اس پر عمل کرو ورنہ تم پر اس کی اطاعت فرض نہیں۔

ضیاء القرآن کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری، حضرت پیر صاحب کی وسعت علمی کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ اپنی تفسیر میں انہوں نے زمانہ قدیم کے تمام بڑے بڑے مفسرین، محدثین اور مؤرخین کے حوالے دیئے ہیں۔ قدماء میں سے حضرت امام مالک، حضرت امام حسن عسکری، زمخشری، علامہ بیضاویؒ، قرطبی، ابن حیان اندلسی، ابن خلدون، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت مولانا رومؒ، امام رازیؒ، امام ترمذیؒ اور دوسرے بزرگوں کے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اور متاخرین میں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اس پائے کے علماء اور عصر جدید میں سے مفتی محمد عبدہٗ، حضرت علامہ محمد اقبال

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ اور کئی ہم عصر علماء کے حوالے اس تفسیر میں عام ملتے ہیں۔ مثلاً یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

ابن منظور لفظ وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الوسیلة فی الاصل مایتوصل به الی الشی و یتقرب به الیه (لسان العرب) یعنی جس چیز کے ذریعہ کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں والوسیلة کل ما یتقرب به (کشاف) ایمان، نیک اعمال، عبادات، پیروی سنت اور گناہوں سے بچنا یہ سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور مرشد کامل جو اپنی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے، دل میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے، اس کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ کاملین ملت نے ایسے مرشد کی تلاش میں سینکڑوں، ہزاروں کوس کی مسافت کو پاپیادہ طے کیا ہے اور ان کی راہنمائی اور دستگیری سے آسمان معرفت وحکمت پر مہر و ماہ بن کر چمکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ (قول جمیل) اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے شاہ اسمٰعیل صاحب دہلوی کو بھی لکھنا پڑا: ''اہل سلوک ایں آیت را اشارت بہ سلوک می فہمند و وسیلہ مرشد رامی دانند پس تلاش مرشد بنا بر فلاح حقیقی وفوز تحقیقی پیش از مجاہدہ ضروری ست وسنت اللہ برہمیں منوال جاریست لہٰذا بدون مرشد راہ یابی نادراست'' (صراط مستقیم)

اسی طرح بعض دقیق اور نازک موضوعات کی تفسیر میں موصوف نے جتنی متانت اور اصابت سے بحث کی ہے اور سلف صالحین کی نہایت گہری تحریروں سے گوہر معانی اخذ کیے ہیں ان سے قبلہ پیر صاحب کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آیت کریمہ: قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ (الکہف:110)، موضوع اور معانی کے اعتبار سے بڑی دقیق اور نازک ہے۔ پیر صاحب موصوف نے اس کی تفسیر میں مختلف مفسرین کی رائیں دی ہیں۔ مثلاً ابن تیمیہ اور ترمذی کی رائیں کہ ایک دوسری سے متضاد ہیں، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام علی زین العابدین کی تشریحات ہیں اور آیت کریمہ کو سمجھنے اور سمجھانے کا جو انداز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ قرآن حکیم کی حقانیت کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس میں بعض ایسے امور واقعی کا بیان ہے جو بظاہر ہماری سمجھ میں نہیں آتے اور ہماری محدود عقلوں اور ہمارے محدود علموں کی بناء پر محالات اور ناممکنات کی ذیل میں آتے ہیں تاہم جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے اور سائنسی علوم کے ذریعے نئی نئی دریافتیں ہم تک پہنچ رہی ہیں بہت سے محالات اور ناممکنات مشاہدات میں شامل ہو گئے ہیں۔ اب قرآن حکیم کے مفسرین پر لازم آتا ہے کہ وہ عصر جدید کی

Marfat.com

دریافتوں اور ایجادوں کو بھی نگاہ میں رکھیں بلکہ ان کی ماہیتوں سے بھی انہیں معقول حد تک آگاہی ہو، تا کہ وہ انہیں قرآن حکیم کی حقانیت کے لئے بطور دلائل لاسکیں۔ انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ صاحب ضیاء القرآن علوم جدیدہ سے پورا پورا استفادہ کرتے ہیں اور سائنسی دریافتوں اور ایجادوں کو امور ممکنات کے لئے دلائل کے طور پر لاتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورۃ الاعراف میں جہاں اہل دوزخ اور اہل جنت کے براہ راست مکالمات کا بیان ہے اور اہل اعراف کا دونوں کے ساتھ رابطے کا ذکر ہے اور ایک آواز دینے والے کا ذکر ہے جس کی آواز جنت اور دوزخ کے تمام حصوں میں سنی جائے گی وہاں جناب پیر صاحب عصر حاضر کی ایجادات کو قرآن حکیم کی تائید میں لاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ آج جب کہ انسان نے اپنے محدود علم کی قوت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ زمان و مکان کے فاصلے کوئی حقیقت نہیں رکھتے اور لاکھوں میل دور خلاء میں پیدا ہونے والی آوازیں ہمیں عین اسی لمحے زمین کے ہر حصے میں بالکل صاف اور واضح طور پر سنائی دیتی ہیں۔ اسی طرح ٹیلیویژن کی مدد سے ہم ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے انسانوں کی آوازیں سنتے، شکلیں دیکھتے اور حرکات وسکنات کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتے ہیں تو قرآن حکیم میں بیان کیے گئے حقائق میں شک وشبہ کی کونسی گنجائش رہ جاتی ہے۔ بلکہ انسانوں کی خلائی مہمات نے تو انسان پر بالمشاہدہ یہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کو آپ خفی سے خفی آواز میں پکاریں وہ آپ کی آواز کو سنتا ہے اور کسی آواز کے تمام کائنات میں بیک وقت سنائی دیے جانے اور تصاویر کے کائنات کے دور دراز پردوں پر بیک وقت نمودار ہو جانے سے کیا اس حقیقت کا اثبات نہیں ہوتا کہ لامتناہی درمیانی ساعتوں اور فاصلوں کے باوجود تمام کائنات ایک نظام واحد کی حیثیت رکھتی ہے اور نظام واحد میں مربوط ہونے کی بنا، پر اس کا خالق خدائے واحد ہے۔

اس مختصر سے مقالے میں اس بات کی گنجائش نہیں کہ ان کثیر التعداد تکوینی مسائل کا ذکر کروں جن کا بیان قرآن حکیم میں آتا ہے اور جن پر اس زمانے میں بھی لوگ حیران ہوا کرتے تھے اور آج بھی کچھ لوگ حیران ہوتے ہیں۔ تاہم ان میں سے ایک مسئلہ یعنی شہید کی زندگی کا بیان مناسب ہوگا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝'' (بقرہ) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں جہاں فاضل مفسر نے حضرت امام مالکؒ کی روایت بیان کی ہے کہ جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہما کی قبر سیلاب کی وجہ سے کھل گئی تو ان کے اجساد طاہرہ تر وتازہ اور شگفتہ وشاداب پائے گئے بلکہ بیسویں صدی کا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ کس طرح حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما اور دیگر شہداء کی قبروں سے ان کے اجساد طاہرہ دوسری جگہ دفن کرنے کے لئے نکالے گئے تو وہ بالکل صحیح و

Marfat.com

سلامت تھے۔

مفسرین نے تفاسیر لکھتے ہوئے بعض واقعات کی تفاصیل بھی بیان کی ہیں۔ان تفاصیل کے بیان میں اختلافات کا ہونا ایک قدرتی امر تھا۔تاہم ہر مفسر نے کدوکاوش ضرور کی ہے اور جتنی زیادہ کسی کی کدو کاش ہے اتنی ہی زیادہ اس کی تفسیر میں جامعیت پیدا ہوئی ہے۔ ہمارے فاضل مفسر نے اس ضمن میں جتنی کدوکاوش کی ہے وہ بے حد تحسین وستائش کی سزاوار ہے۔انہوں نے اپنے قارئین کو قصص قرآنی کے سمجھانے کے سلسلے میں کئی نقشے بھی تفسیر میں شامل کیے ہیں۔ان نقشوں میں انہوں نے وہ قدیم مقامات بھی دکھائے ہیں جن کا مختلف مقامات قرآنی میں ذکر آتا ہے اور وہ شاہراہیں بھی دکھائی ہیں جو کرۂ ارض کے قدیم متمدن علاقوں کو آپس میں ملاتی تھیں۔سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے بعض قصص پر بالکل نئے زاویوں سے روشنی ڈالی ہے جو بیش بہا علمی تحقیق کے طور پر بہت اہم اور قابل لحاظ ہے۔ مثال کے طور پر ذوالقرنین کے قصے کو انہوں نے بالکل نئے انداز میں پیش کیا ہے۔ان سے پہلے بہت سے مفسرین نے سکندر مقدونی کو ذوالقرنین کہا ہے اور اپنے اس دعوے کے حق میں بڑی ٹھوس دلیلیں بھی دی ہیں مگر صاحب ضیاء القرآن نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اپنے اختلاف کے حق میں یہ دلیل دی ہے کہ قرآن حکیم کے بیان کے مطابق ذوالقرنین توحید پرست تھا جب کہ اہل یونان بت پرست تھے اور تاریخ سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ سکندر نے بت پرستی کو چھوڑ کر توحید پرستی اختیار کی ہو لہذا سکندر مقدونی ان صفات سے متصف نظر نہیں آتا جو قرآن حکیم نے ذوالقرنین کی بیان کی ہیں۔

پیر صاحب موصوف نے شواہد اور دلائل کی بناء پر یہ واضح کیا ہے کہ قرآن حکیم میں جس شخصیت کو ذوالقرنین کے نام سے یاد کیا گیا ہے وہ ایرانی بادشاہ سائرس اعظم ہے جسے ایران جدید میں کورش بزرگ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اگرچہ فاضل مفسر کے نقطہ نظر اور بعض جدید مفسرین کے نقطہ ہائے نظر کے باہمی موازنہ کے بغیر پڑھنے والے کوئی حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے لیکن اس جستجو، کدوکاوش اور قرآنی بصیرت کا اندازہ تو ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قبلہ پیر صاحب کو عطا فرمائی ہے۔

Marfat.com

ضیاء الامت، بحیثیت مفسر قرآن

محمد اقبال قریشی کہوٹہ

قرآن حکیم خالق دو جہاں کا کلام ہونے کی وجہ سے بحر بیکراں ہے اور تفسیر اس کی وسعتوں اور گہرائیوں میں بکھرے علم و حکمت کے موتیوں کو چننے کا ذریعہ ہے۔ ابتداء سے آج تک خواص و عوام اس ذریعہ علم سے اکتساب فیض کرتے آرہے ہیں۔ قرآن حکیم کی ایک ایک آیت اور ہر ہر حرف کی عرق ریزی اور پھر تحقیق کو تفسیر کی شکل میں ضبط تحریر میں لانا کوئی آسان کام نہیں۔ اس ضمن میں بہت سی عظیم المرتبت شخصیات نے اپنے اپنے دور کے فکری تقاضوں کے پیش نظر اپنی علمی و عملی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے قرآن پاک کی تفاسیر تحریر فرمائیں جو صدیوں سے متلاشیان علم و حکمت کی رہنمائی کا کام دے رہی ہیں۔ ان تمام تفاسیر کا اپنا اپنا مقام ہے اور ان کے مفسرین کا اپنا اپنا جداگانہ انداز تحریر ہے۔ بلاشبہ جن حضرات نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے دیانت و امانت کی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے یہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اپنی تخلیق کو تفسیر کا روپ دیا ہے، بارگاہ رب العزت سے خیر و اجر کے حقدار ٹھہریں گے۔ دور جدید میں بھی قرآن حکیم کو سمجھنے سمجھانے کے سلسلے میں بہت کام ہوا اور متعدد تفاسیر منظر عام آئیں لیکن ان تمام تفاسیر سے "ضیاء القرآن" کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ موجودہ دور کی واحد تفسیر ہے جو تحریر کی خوبصورتی، بیان، وضاحت اور تحقیق کی گہرائی کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ بلاشبہ ضیاء القرآن دور حاضر کی معرکۃ الآراء تفسیر ہے جس کی ایک ایک سطر نے دنیا کو علم قرآن کی عطر بیزیوں سے معطر اور ایک ایک حرف نے معرفت قرآن کے نور سے دنیا کو مشرق تا مغرب منور کیا۔ تفسیر کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کا بحیثیت مفسر قرآن جو نمونہ سامنے آتا ہے، اس کی تعریف میں کچھ کہنا مجھ جیسے کم علم اور کج فہم انسان کے لئے بہت مشکل ہے۔ البتہ تفسیر کا مطالعہ کر کے جو باتیں اس وقت ذہن میں موجود ہیں ان پر مختصر الفاظ میں کچھ تحریر کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

1۔ انداز تحریر

کسی بھی موضوع پر لکھی ہوئی کوئی کتاب ہو یا تفسیر قرآن، قاری کو متوجہ کرنے میں زبان و ادب اور تحریر کے تسلسل کا بڑا دخل ہے۔ تحقیق اپنی جگہ اہمیت کی حامل تو ہے ہی تحریر کی کشش بھی بحر حال ضروری ہے۔ چنانچہ ضیاء القرآن کے مصنف (علیہ الرحمۃ) کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے زبان کے

Marfat.com

استعمال اور تحریر کو سنوارنے میں جس محنت سے کام لیا ہے اس کا نمونہ کسی دوسری تفسیر میں ملنا مشکل ہے۔ الفاظ کا خوبصورت انتخاب اور جملوں کی باوقار ترتیب قاری کو تفسیر کھولتے ہی اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور تکمیل مضمون تک پڑھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ مثلاً تفسیر کے دیباچے میں قرآن کا تعارف اور قرآنی تصورات کی تشریح فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ صرف باتیں ہی نہیں ہیں بلکہ ایک حقیقت ہے، زندہ جاوید حقیقت اور ناقابل انکار حقیقت کہ قرآن کی ہدایت سے بگڑا ہوا انسان سدھرا اور سدھر کر ساری کائنات کے لئے آیۂ رحمت بن گیا۔ غور فرمائیے! حکمت الٰہی نے نزول قرآن کے لئے جس سرزمین کو منتخب کیا وہ عرب کا خطہ تھا۔ وہاں بسنے والے لوگ شکل وصورت میں تو انسان تھے لیکن انسانیت سے ان کا دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ کفر وشرک، فسق وفجور، ظلم وستم، وحشت وبربریت، جہالت و اجڈپن اس پر فقر وافلاس مستزاد، غرضیکہ کون سا عیب تھا یا کون سی گمراہی تھی جو ان میں بدرجۂ اتم موجود نہ تھی اور دنیا نے دیکھا کہ قرآن حکیم کی تاثیر اور صاحب قرآن ﷺ کی برکت سے وہ کیا سے کیا بن گئے۔ اگر قرآن عرب کے اجڈ بدوؤں کو آدم و بنی آدم کے لئے باعث عز وشرف بنا سکتا ہے۔ اگر ان جاہلوں کو جو ابجد خواں بھی نہ تھے، بزم علم ودانش کا صدر نشیں بنا سکتا ہے۔ اگر حرم کعبہ میں 360 بتوں کی پوجا کرنے والی قوم کے دل میں معرفت الٰہی کی شمع فروزاں کر سکتا ہے تو ہمارے صنم کدۂ تصورات کے لات وہبل کو کیوں ریزہ ریزہ نہیں کر سکتا۔ ہمارے ظلمت خانۂ حیات کو اس کی کرنیں کیوں منور نہیں کر سکتیں"

ایک اور مقام پر آیات انفسی وآفاقی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "اگر ہمیشہ رات ہوتی یا ہمیشہ ہی دن رہتا تو دنیا کا منظر اس طرح خوشنما اور دلفریب نہ ہوتا جس طرح اب ہے۔ رات دن کا بڑی باقاعدگی سے یکے بعد دیگرے آنا، پھر ایک کا آہستہ آہستہ گھٹتے چلے جانا اور دوسرے کا بڑھنا اپنے اندر انگنت فوائد رکھتا ہے جو اہل بصیرت کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس نظام کا برپا کرنے والا بڑی قدرت، وسیع علم اور گہری حکمت کا مالک ہے۔ اس کرۂ ہوائی پر نظر ڈالو۔ اس کی یکسانیت میں یہ ان گنت تنوع ہے اور اس تنوع میں جو انگنت اثرات مضمر ہیں اس کا اندازہ لگانا ارباب فہم کے لئے مشکل نہیں۔ کہیں باد نسیم کے جھونکے خواب آلود غنچوں کو جگا رہے ہیں، کہیں سبز پتوں پر شبنم کے موتی سجا رہے ہیں، کہیں طوفان بن کر امڈ رہے ہیں، کہیں بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو یکجا کرنے کی خدمت انجام دی جا رہی ہے، کہیں گھنگھور گھٹاؤں کو آن واحد میں ناپید کر رہے ہیں، کہیں بہار کا پیغام لا رہے ہیں، کہیں خزاں کی چیرہ دستیوں میں اضافہ کر رہے ہیں، کہیں انسان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو تمام کرہ میں آناً فاناً پھیلا

Marfat.com

رہے ہیں۔ کرۂ ہوا کی بوقلمونیوں کو دیکھتے ہی انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے والے کی قدرت، حکمت اور علم بے نظیر اور لاجواب ہے...... الخ (جلد چہارم صفحہ 450)

سبحان اللہ! کیا انداز تحریر ہے اور کیا تسلسل ہے جیسے الفاظ کا دریا رواں ہو۔ الحمد سے الناس تک کسی مقام پر بھی تفسیر میں عامیانہ انداز نہیں ملے گا۔ ہر ہر لفظ سے مصنف ؒ کی دور اندیشی اور باریک بینی کا ادراک ہوتا ہے۔

2۔ مسلکی وضاحت اور انداز تنقید

یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی علمی مقام پر فائز کوئی شخصیت ہو اس کی اپنی تحقیق کے علاوہ ہر مسئلہ پر اس کا اپنا نظریہ اور مسلک لازمی امر ہے اور اگر کوئی شخص بڑا صاحب علم نہ بھی ہو تو بھی وہ مسلکی وابستگی سے بالا نہیں ہو گا بلکہ کوئی بھی شخص وہ کسی بھی حلقہ فکر سے تعلق رکھتا ہو وہ کسی نہ کسی مکتبہ فکر سے متاثر ضرور ہو گا اور زبان و قلم سے اسکا پرچار بھی کرتا ہو گا۔ مسلکی وابستگی کے معاملہ میں یہ بات واضح ہے کہ ہر شخص اپنے یا اپنے راہنما کے نظریئے کو اہمیت دیتا ہے اور باقی تمام نظریات کو وہ بیک جنبش زبان و قلم رد کر دیتا ہے۔ لیکن جب ہم ضیاء القرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات منکشف ہو جاتی ہے کہ ضیاء الامت ؒ ایک مخصوص مسلک رکھنے کے باوجود اپنے مسلکی نظریات کی وضاحت میں جہاں بے باک قلم کے مالک ہیں وہاں دوسروں کے عقائد و نظریات پر ضروری تنقید میں نہایت شائستہ اور محتاط لہجہ استعمال فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حضرت ضیاء الامت ؒ کی پوری تفسیر میں بے جا تنقید اور طعن و تشنیع کا کوئی جملہ بھی میری نظر سے نہیں گذرا۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں استغاثہ کے بارے میں کئے گئے اعتراض کا جواب تحریر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ تمہارا شرک یہ ہے کہ تم بارگاہ رسالت ﷺ میں استغاثہ اور فریاد کرتے ہو تو ہم اپنے بہی خواہوں کی بہی خواہی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ عرض کریں گے کہ ہم حضور ﷺ کو متصرف بالذات نہیں سمجھتے۔ یعنی ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف جو چاہیں کر سکتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ ہاں ہمارا یہ ایمان ضرور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ اپنے رب کریم کی درگاہ میں ہمارے گناہوں کی مغفرت اور ہماری مشکلات کے حل کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو مولا کریم ہمارے گناہ بخش دے گا اور ہماری مشکلیں حل فرما دے گا...... الخ (جلد سوم صفحہ نمبر 270)

دوسروں پر غصہ جھاڑنے کی بجائے محبت بھرے لہجے میں اپنا موقف پیش فرمانا اور ناقابل تردید دلائل کے ساتھ اعتراض کا جواب مرحمت فرمانا حضرت ضیاء الامت ؒ کا ہی خاصہ ہے۔

Marfat.com

3۔ حوالہ واقتباس

تحقیقی معاملہ میں دوسری کتب کا حوالہ اور دوسرے مصنفین کی تحریروں کے اقتباسات نقل کرنے کا عمل تصنیف وتالیف کے میدان میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ سیرت نگار ہو یا مؤرخ، مضمون نگار ہو یا مفسر قرآن اپنی نگارشات میں حوالہ اور اقتباس کو ضرور شامل کرتا ہے۔ مصنف کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ مستند ترین اور تاریخی اہمیت کی کتب سے حوالہ جات و اقتباسات قارئین کو مہیا کر کے اپنی تحریر کو جاندار بنائے۔ حضرت ضیاء الامتؒ نے اس سلسلہ میں بھی جہاں قرطبی، بیضاوی، روح المعانی، کبیر، مظہری اور دیگر نامور تفاسیر اور دوسری نامور سیرت و تاریخ کی کتابوں کے حوالے دیئے وہاں تفہیم القرآن اور ترجمان القرآن جیسی تفاسیر کے اقتباسات بھی بلاکم وکاست نقل فرمائے اور ان تفسیروں کے قابل اعتراض مقامات کی نشاندہی فرما کر اپنے علم وتحقیق کی روشنی میں جہاں ان کی خوب خبر لی ہے، وہاں ان کے مثبت نکات نقل فرمانے میں بھی کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ مقالات سرسید، تفہیم القرآن اور ترجمان القرآن کے اقتباسات تفسیر ضیاء القرآن میں کئی مقامات پر ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ بحیثیت مفسر قرآن حضور ضیاء الامتؒ نے جس کشادہ ظرفی اور تحمل و بردباری، تحقیق وتجسس کے ساتھ تفسیر تحریر فرمائی ہے، وہ ایک ایک سطر سے ظاہر ہے۔ آپ کا قلم اگر فطرت کے حسین مناظر اور کائنات کی رنگینیوں پر اٹھتا ہے تو گویا ساری کائنات نظروں کے سامنے سے گذر جاتی ہے۔ اگر آپ کے قلم نے حقوق العباد کے موضوع پر لکھنا شروع کیا تو تمام تر معاشرتی نشیب وفراز کو مدنظر رکھتے ہوئے حقوق و فرائض کی ادائیگی پر حاصل ہونے والے ثمرات سے ملت کو آگاہ فرمایا۔ صحابہ ہوں یا اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، انبیاء، سابقین ہوں یا ذات پاک محمد ﷺ، اولیاء عظام ہوں یا علماء کرام یا دیگر پاکانِ امت ہر ایک کے مقام ومرتبہ کا تحفظ فرمایا اور سب کے مقامات رفیع سے ملت کو آگاہ فرمایا۔ جہاں وضاحت کی ضرورت محسوس کی حدیث، سیرت اور تاریخ کے حوالے سے محققانہ روشنی ڈالی اور نتیجہ قاری کی دیانت وامانت پر چھوڑ دیا۔

بلاشبہ تفسیر ضیاء القرآن حضرت ضیاء الامتؒ کا عظیم کارنامہ اور ملت پر احسان عظیم ہے۔ ان شاء اللہ یہ تفسیر رہتی دنیا تک متلاشیان راہ حقیقت کے لئے راہنمائی کا سامان مہیا کرتی رہے گی۔

Marfat.com

غسل در اشک زدم کاہل طریقت گویند
پاک شو اول و پس دیدہ بر آں پاک انداز

سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر لکھی گئی عہد آفریں تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک نظر

صاحبزادہ سید غلام نصیر الدین نصیر زیب آستانہ مقدسہ گولڑہ شریف

ضیاء النبی پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیریہ بھیرہ شریف اور جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان کی تالیف لطیف ہے جو صوری اور معنوی حسن و جمال سے آراستہ پہلی تین ضخیم جلدوں ☆ میں حال ہی میں شائع ہوئی۔

کتاب کا موضوع سیرۃ النبی ﷺ ہے۔ اگر چہ سیرت کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں تو کسی بھی فرد کے خصائص اور خصائل و شمائل کے بیان کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن اب اسلامی دنیا کے حوالے سے اس لفظ کا ایک معین معنی ہے۔ یعنی اس لفظ کے سنتے ہی ہمارے ذہن میں ایک ایسی تحریر کا تصور ابھرتا ہے جس میں مقصود کائنات، سید الاولین والآخرین حضور رسالت مآب ﷺ کے خصائص، آپ ﷺ کی حیات طیبہ کی تفصیلات اور آپ ﷺ کے شب و روز کو خوب بیان کیا گیا ہو۔

سیرت رسول اکرم ﷺ ایک ایسا مہتم بالشان موضوع ہے کہ ہر دور اور ہر زبان میں اس پر قلم اٹھانے والوں کی فہرست اس قدر طویل ہے کہ اس کا احاطہ و احصاء ممکن نہیں، کتاب عالم کے اوراق الٹتے جائیے، رسالت مآب ﷺ کی سیرت طیبہ کے علاوہ اور کوئی دوسری ایسی مثال نہیں ملتی جس میں کسی ایک شخص کے بارے میں اس قدر عقیدت و محبت، اتنی تفصیل اور اس تواتر سے لکھا گیا ہو اور یہ صورت حال ذات باری تعالیٰ کے اس وعدہ کی تفسیر اور عملی تدبیر ہے جو آپ کے ذکر کے بارے میں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے عظیم الشان اعلان سے کیا گیا ہے۔

خالق کائنات نے انسان کو احسن تقویم فرما کر بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا تاکہ وہ ان سے کام لے اور اس خاکدان کو اس جنت میں بدل سکے جس کو اس نے اپنی لغزش کے سبب کھو دیا تھا۔ انسان اپنے اندر ترقی کے لامحدود امکانات رکھتا ہے، بشرطیکہ وہ ان عطا کردہ صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی

☆ اب ضیاء النبی ﷺ سات جلدوں میں شائع ہو کر عاشقانِ رسول ﷺ کے دلوں کا سکون اور روحوں کا قرار بن چکی ہے۔ (اکرم ساجد)

Marfat.com

بھیجی ہوئی ہدایت کے مطابق خیر اور حق کے فروغ کے لئے استعمال کرے اور اپنی قبائے شرف کو تار تار نہ کر دے۔ رب کائنات نے اس لئے انبیاء مبعوث فرمائے تا کہ نسل انسانی کی ناقۂ بے زمام کو سوئے قطار لا کر صحیح راہ پر گامزن کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت کا تکملہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کی تشریف آوری کی صورت میں کیا اور آپ کے بعد دروازۂ نبوت و بعثت ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔

مقتدائے اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی ایک رباعی میں اسی مفہوم کو یوں بیان فرمایا:

آتے رہے انبیاء کما قیل لھم
والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

اور ماضی قریب کے مشہور رباعی گو شاعر و صوفی حضرت سید امجد حیدر آبادیؒ نے اس عقیدے کو ایک نہایت ہی فنی استدلال سے ثابت کرتے ہوئے فرمایا:

رخ مہر ہے، قد خط شعاعی کی طرح
وہ گلۂ امت میں ہے راعی کی طرح
حق یہ ہے کہ اس مرسل آخر کا ظہور
ہے مصرع آخر رباعی کی طرح

مزید برآں یہ کہ خود اللہ تعالیٰ نے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب: 21) فرما کر آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ کے مطالعہ و اتباع کی تاکید فرمائی، اس لئے کتب سیرت میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا مطالعہ نہ صرف وسیلہ نجات ہے، بلکہ زندگی کی تاریکیوں میں منارۂ نور ہے۔ یوں تو شمائل و خصائص نبوی پر مسلمانوں کی ادبیات میں ایک گراں مایہ نثری و شعری سرمایہ موجود ہے، لیکن موضوع کی جامعیت اور تاریخی اسناد کے اعتبار سے نثری سرمایہ کا پلہ بہر حال بھاری ہے۔

سیرت نگاری کی ابتداء، دوسری صدی ہجری میں مغازی و سیر سے ہوئی۔ قدیم محدثین و فقہائے کرام فقط غزوات اور ان کے متعلقات کو سیرت کے باب میں بیان کرتے تھے۔ مگر بعد کے زمانے میں حضور ﷺ کے سیرت نگاروں نے اس عنوان کو اتنی وسعت دی کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے وصال اقدس تک کے جملہ مراحل حیات، سیرت ہی کے باب میں بیان ہونے لگے۔

اس طرح قرون اولیٰ میں غزوات پر لکھی گئی کتب زمانۂ مابعد میں سیرت طیبہ کی اساس ثابت

Marfat.com

ہوئیں۔ سیرت ابن اسحاق، اس سلسلہ کی پہلی مستند سیرت ابن ہشام، البدایہ والنہایہ، مولانا جمال حسینی کی روضۃ الاحباب، معارج النبوۃ اور مولانا جامی کی شواہد النبوۃ بھی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

برصغیر میں اردو کے فروغ سے پہلے فارسی میں جو کتب، سیرت کے موضوع پر لکھی گئیں، ان میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ کی مدارج النبوۃ جو دو جلدوں میں ہے خاص مقام رکھتی ہے، اردو میں جو کتب سیرت پر لکھی گئیں وہ بہ اعتبار مقدار و کیفیت خاص اہمیت رکھتی ہیں، دنیا کی دوسری زبانوں کے مقابلہ میں عربی، فارسی اور اردو میں اس موضوع پر بہت زیادہ لکھا گیا ہے۔ جس کا سبب یہ ہے کہ یہ زبان دنیا بھر کے مسلمانوں میں مشترک حیثیت رکھتی ہے۔ اردو میں علامہ شبلی کی سیرت النبی ﷺ خاص منزلت رکھتی ہے جو ان کے شاگرد رشید مولانا سلیمان ندوی کی محنت سے پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس کے علاوہ قاضی سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین ﷺ، مولانا عبدالرؤف دانا پوری کی اصح السیر کا شمار اس موضوع پر اردو میں لکھی جانے والی قابل قدر اور وقیع تصانیف میں ہوتا ہے۔ اسی جذبۂ عشق سے سرشار محترم پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری ہیں، جنہوں نے سید الانبیاء، ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت شان کے بیان میں ایک نئے انداز سے قلم اٹھایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کو بالخصوص عربی اور اردو پر یکساں قدرت حاصل ہے۔ ان کی تحریر میں بعض مستعملہ فارسی تراکیب سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف فارسی زبان سے بھی لگاؤ رکھتے ہیں اور فارسی ادب آپ کے زیر مطالعہ ہے۔ صاحب گرامی نہ صرف مایۂ ناز عالم دین اور مفسر قرآن ہیں، بلکہ تفقہ فی الدین میں بھی خاصی مہارت رکھتے ہیں۔

قبل ازیں پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل آپ کی معرکۃ الآراء تفسیر قرآن ضیاء القرآن'' کے نام سے اندرون و بیرون ملک علمائے کرام اور اصحاب درد و ذوق قارئین سے بے پناہ داد و تحسین وصول کر چکی ہے۔ ضیاء النبی ﷺ ان کی سابقہ تحریروں پر اس اعتبار سے فوقیت رکھتی ہے کہ اس کا موضوع کائنات کی وہ عظیم ہستی ہے، جو تمام زمانوں اور تمام گذشتہ و آئندہ نسلوں کے لئے سرچشمہ رشد و ہدایت ہے اور جس کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے ہی میں دین و دنیا کی فلاح کا سامان موجود ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جناب قبلہ شاہ صاحب کی سابقہ علمی کاوشوں کے ذریعے قدرت ان کو ایک عظیم تر کارنامہ سرانجام دینے کے لئے تیار کر رہی تھی، اس لئے زیر بحث تالیف میں ان کی اعلیٰ ترین فکری اور علمی صلاحیتیں کارفرما نظر آتی ہیں۔

اس وقت تک ضیاء النبی ﷺ تین جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ پہلی جلد میں بعثت نبوی ﷺ سے قبل، اس عہد کی متمدن اقوام کے مذہبی، اخلاقی اور معاشی احوال کا تجزیہ، امانت اسلام کے لئے

Marfat.com

عرب کے انتخاب کی حکمت اور رسالت مآب ﷺ کے اسلاف کرام کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔

قدیم متمدن اقوام کے سماجی حالات کے بیان کو دراصل آنحضرت ﷺ کی رفعت اور آپ ﷺ کے مقام وعظمت کے بیان کے لئے پس منظر کے طور پر پیش کیا گیا ہے، حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل مکہ مکرمہ کے اطراف وجوانب میں عظیم مملکتیں، مختلف تاریخی ادوار میں موجود تھیں، ان کو آج بھی ان کی قدیم تہذیب وثقافت اور مادی ترقی کے لحاظ سے روشن خیال تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن ان نام نہاد عظیم مملکتوں میں عام انسان کی جو حالت تھی اور انسانیت کی ردائے شرف جس طرح پارہ پارہ کی جارہی تھی اور ان کے باشندے جس اخلاقی گراوٹ اور روحانی پستیوں کا شکار تھے، اس کا اندازہ پہلی جلد کے ابتدائی ابواب سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ان تاریخی واقعات کے بیان میں کہانی جیسی دلچسپی پائی جاتی ہے اور تاریخ کے ایک عام قاری کے لئے ان میں بصیرت کا سامان وافر موجود ہے۔ یہ تفاصیل ایک پس منظر کا کام دیتی ہیں تاکہ ان عظیم معاشروں پر چھائی ہوئی ضلالت کی شب تار میں حضور ﷺ کی عظمت ایک تابندہ ستارے کی طرح نمایاں ہوسکے۔

دوسری جلد میں آنحضرت ﷺ کی ولادت سعید سے واقعۂ معراج تک کے تمام واقعات کو بڑی تفصیل کے ساتھ نہایت دل نشیں انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح تیسری جلد مدنی زندگی کے آغاز سے غزوات نبوی اور واقعہ افک کے بیان پر مشتمل ہے۔ قبلہ شاہ صاحب کا انداز تحریر درج ذیل شعر کا مصداق ہے۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

انسان کی داخلی کیفیات اور لطیف جذبات کو الفاظ کی زبان فراہم کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ آپ کے ہر لفظ سے نکلتی ہوئی خوشبوئے نسبت مشام جاں کو معطر کرتی ہے۔ مطالب اور مفاہیم کے ابلاغ کے لئے انتخاب الفاظ قابل تحسین وستائش ہے۔ اندازِ بیان پر مؤلف گرامی کی گرفت کسی جگہ ڈھیلی پڑتی محسوس نہیں ہوتی، نتیجتاً قاری بوریت کا شکار ہونے کے بجائے پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

قبلہ شاہ صاحبؒ واقعات وروایات کو صرف بیان ہی نہیں کرتے بلکہ ان کا تجزیہ کرتے ہوئے ان سے نتائج کا استنباط بھی کرتے ہیں اور اپنی عبارات کو مناسب حوالوں، اقتباسات، آیات واحادیث و دیگر اسناد کی مدد سے مستحکم، پروقار اور حد درجہ وقیع بھی بناتے ہیں۔ حواشی میں ان ماخذ کی تفصیل سے اس علمی کاوش میں ایک تحقیقی شان پیدا ہوگئی ہے۔ اس پاکیزہ موضوع کے لئے محترم شاہ صاحب کی تحریر میں الفاظ کے برمحل رکھنے میں ذہنی اصابت قابل صد تحسین ہے۔ کیوں نہ ہو؟ مؤلف کی ذات زہد و

Marfat.com

تقویٰ اور پاکبازی کی چلتی پھرتی تصویر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سیرت طیبہ جیسے مقدس موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے ایسے ہی لوگ درکار ہوتے ہیں۔ بقول لسان الغیب حضرت خواجہ حافظ شیرازیؒ۔

غسل در اشک زدم کاہل طریقت گویند
پاک شو اول و پس دیدہ برآں پاک انداز

پیر صاحب کا وجود یقیناً مغتنمات روزگار میں سے ہے اور انہی نفوس قدسیہ سے خانقاہوں کا علمی وقار اور روحانی بھرم باقی ہے۔

کند تقسیم درد تہ نشین اندر بلا نوشاں
سلامت باکرامت یاالٰہی پیر میخانہ

اس تصنیف لطیف کا بنیادی مقصد چونکہ رسالت مآب ﷺ کی عظمت کردار کو اجاگر کرنا اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو عام کر کے عام مسلمانوں کو اس کی پیروی پر مائل کرنا ہے تا کہ وہ فلاح دارین پا سکیں، اس لئے یہ تصنیف ایک ایسے اسلوب میں تحریر کی گئی ہے کہ علمی متانت کے ساتھ ابلاغ کی کیفیت بھی قائم رہے۔ ایک عام قاری کی سہولت کے لئے جہاں مناسب سمجھا گیا ہے، نقشہ جات بھی شامل کتاب کر دیئے گئے ہیں۔ اس مناسبت سے اس تالیف کا دائرہ اثر ان تحریروں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے، جن کے لکھنے والے ابلاغ مطالب سے زیادہ اپنے علم و فضل کے اظہار کو اہمیت دیتے ہیں۔ مؤلف گرامی کا انداز اگر ایک طرف مزاج موضوع سے کامل مطابقت رکھتا ہے تو وہاں دوسری طرف ہر قسم کے الجھاؤ اور ژولیدگی بیان سے بھی پاک ہے اس لئے پورے وثوق کے ساتھ یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ سیرت رسول مقبول ﷺ سے متعلق یہ تالیف تا دیر قارئین کے دلوں کو مسخر کئے رکھے گی۔ یقیناً آنے والے دور میں بھی اس تصنیف کو اس کے عظیم موضوع اور دلنشین اسلوب بیان کے سبب آج ہی کی طرح ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا جاتا رہے گا۔ بلاشبہ یہ تالیف اس سرمایہ میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

رب کائنات اپنے حبیب پاک کے صدقے قبلہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری کی اس سعی بلیغ کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے اجر جزیل سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الکریم والہ الطاهرین

Marfat.com

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مختصر تعارف

علامہ محمد رضاء الدین صدیقی

محبت اپنے محبوب کے تذکرے کی متقاضی ہوا کرتی ہے اور پھر حضور اکرم ﷺ کی محبت تو اپنا ایک جداگانہ اسلوب رکھتی ہے۔ یہ اپنے حاملین کی زندگیوں میں ایک انقلاب برپا کرتی ہے۔ انہیں ایک منفرد تشخص عطا کرتی ہے۔ ان کے لئے شاہراہِ حیات پر نور و نکہت کا سامان مہیا کرتی ہے اور سود و زیاں کو پرکھنے کا شعور بخش دیتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن مقدس کے بعد اپنے محبوب نبی ﷺ کی حیات مقدسہ کے تذکرے کو زندہ رکھنے کی بھرپور سعی کی۔ کتنے ہی نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے اپنی گراں قدر زندگیوں کے شب و روز سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے حالات و واقعات اور آپ ﷺ کے اقوال جمع کرنے میں صرف کر دیئے۔ یہ روایت ہمارے اسلاف سے شروع ہوئی اور اب تک جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گی۔

ضیاء النبی ﷺ اسی سلسلہ زرنگار کی تازہ ترین کڑی ہے۔ سیدی ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف کو اللہ رب العزت نے پہلے اپنے مقدس کلام کی خدمت سے مشرف فرمایا اور اس کے بعد آپ کو اپنے محبوب ﷺ کی حیات مقدسہ پر قلم اٹھانے کی توفیق بھی مرحمت فرمائی۔

ایں	سعادت	بزور	بازو نیست
تا نہ	بخشد	خدائے	بخشندہ

الحمد للہ کہ ضیاء النبی ﷺ کی تین جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ آج کی صحبت میں ان کا تعارف پیش خدمت ہے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

''ترجمہ:۔ وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا امیوں میں ایک رسول انہیں میں سے جو پڑھ کر سناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں

Marfat.com

کتاب اور حکمت اور اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

سیرت مقدسہ کا آغاز کرتے ہوئے یہی آیت مصنف علام کے پیش نظر بڑی خصوصیت سے رہی کہ وہ ''کھلی گمراہی'' کیا ہے جو حضور رحمت عالمین ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پہلے تمام دنیا پر مسلط تھی۔ پہلی جلد کے ابتدائی 364 صفحات اسی ''ضلال مبین'' کی توضیح پر مبنی ہیں اور ''شب دیجور'' کے عنوان سے موسوم کئے گئے ہیں۔

اس ضمن میں پہلے اس دور کی متمدن اقوام ایران، یونان، روم، مصر، ہندوستان اور چین کے مذہبی، اخلاقی سیاسی، معاشرتی اور معاشی احوال کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ یہ تجزیہ قدرے تفصیلی ہے لیکن غیر ضروری طوالت سے پاک ہے۔

مصنف کا یہ تجزیہ قطعی غیر جانبدارانہ ہے اور کسی بھی قسم کے تعصب سے پاک ہے۔ کوئی بات بھی محض مفروضوں کی بنیاد پر نہیں کہی گئی بلکہ مستند اور ناقابل تردید ماخذوں کا سہارا لیا گیا ہے۔ ان تمدنوں کے مطالعہ میں جہاں کوئی بات قابل تعریف دکھائی دی ہے، مصنف علام نے اسے پیش کرنے اور اسے سراہنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا اور جہاں انسانیت کے لئے مضر اور تاریک پہلو ہیں، انہیں بھی مبالغہ آمیز انداز میں پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ تحریر کی متانت اور سنجیدگی کہیں بھی مجروح ہوتی دکھائی نہیں دیتی بلکہ بیان میں ایسی جامعیت اور خوش اسلوبی اختیار کی گئی ہے کہ ان تہذیبوں کا تمام حسن و قبح قاری کی نگاہوں کے سامنے از خود آشکار ہو جاتا ہے اور ''ضلال مبین'' کی حقیقت اور گہری معنویت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔

دنیا کے مختلف مذاہب، اسالیب تہذیب اور مراکز تمدن کے تقابلی مطالعہ سے شغف رکھنے والے احباب کے لئے یہ حصہ خاصے کی چیز ہے۔

مختلف اقوام کے تذکرے کے بعد پیر صاحب جزیرہ عرب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پہلے جزیرہ عرب کے تاریخی اور جغرافیائی پس منظر کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس کے مذہبی نظریات اور اعمال میں جو قباحتیں تھیں ان کا تذکرہ سیرت کے ضمن میں اکثر کیا جاتا ہے لیکن مصنف علام نے اس بارے میں جداگانہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ آخر یہ خطہ نبی آخر الزمان ﷺ کی جلوہ نمائی کے لئے کیوں منتخب کیا گیا ہے۔ یقیناً عربوں میں کچھ خصائص ایسے تو ہوں گے جو صیقل ہونے کے بعد اسلام کی عظیم خدمت کے لئے کام آسکیں گے۔

لہٰذا آپ نے عربوں کی فراست و ذہانت، قوت حافظہ، سخاوت و فیاضی، شجاعت، وفاء عہد، غیرت و حمیت اور جوہر عصمت کی قدر افزائی جیسی خصوصیات کو نمایاں طریقے سے اجاگر کیا ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد ان معائب کا بیان ہے جن کے باعث ان کے یہ سارے خصائص بے مصرف ہو کر رہ گئے تھے۔ اس عہد کے ذکر کے بعد حضور اکرم ﷺ کے نسب پاک کا تذکرہ چھیڑا ہے۔ گویا کہ یہ ''آثار سحر'' کی نمود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذکر جمیل کے بعد حضور ﷺ کے جد امجد حضرت عدنان سے آپ کے والد کریم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک کے مختصر اور ضروری حالات بیان کئے گئے ہیں۔ ان تذکروں سے یہ بات بخوبی عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی ہیں اور کس کان جواہر کے در یتیم ہیں۔

ان سادات کرام کے ایمان اور عقیدہ توحید پر ثبات کی ایک جامع بحث بھی ان کے حالات سے پیشتر رقم کی گئی ہے۔ پہلی جلد کے آخری حصہ میں ان پیش گوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مختلف صحیفوں، مقتدر شخصیتوں اور کاہنوں نے آنجناب ﷺ کی نبوت کے بارے میں کیں۔

ایک بڑی ہی اہم بحث "بشرا بین یدی رحمته" کے عنوان سے صفحہ 480 سے 489 تک مرقوم ہوئی ہے اور انتہائی غور و خوض سے مطالعہ کی متقاضی ہے۔

اس بحث سے سیرت مقدسہ کے بارے میں مصنف علام کا انداز نظر پوری طرح ہویدا ہو جاتا ہے۔ اس بحث میں پیر صاحب نے واضح کیا ہے کہ مستشرقین نے کس سازش اور عیاری سے حضور اکرم ﷺ کے مقام رفیع کو مشکوک بنانے کی سعی کی ہے اور ہمارے بہت سے سادہ دل محقق بھی ان کے اس مسموم پراپیگنڈے سے متاثر ہو گئے ہیں۔ کمالات نبوت خصوصاً معجزات کا ذکر انہیں بے وقعت نظر آنے لگا ہے اور وہ انہیں بیان کرتے ہوئے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بقول پیر صاحب:

''یہ نیک بخت اتنا نہیں سوچتے کہ اگر یہ کمالات، اگر یہ بلند شانیں جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ارزانی کی ہیں، مقصد بعثت کی تکمیل میں حجاب ہوتیں تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو عطا ہی نہ فرماتا تاکہ مقصد بعثت کی پوری طرح تکمیل ہو سکے۔ کیا اللہ تعالیٰ سے زیادہ انہیں بعثت نبوی کے مقاصد کی تکمیل کا پاس ہے۔

ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

حقیقت تو یہ ہے کہ اس علیم و حکیم پروردگار نے اپنے محبوب ﷺ کو محبوبیت کی ان شانوں سے نوازا ہی اس لئے ہے کہ جمال سرمدی کے ان جلوؤں کو دیکھ کر، حسن ازل کی ان اداؤں کو دیکھ کر اس کے بندے، اس کے محبوب ﷺ کے ہر فرمان کے سامنے بلا تامل سر جھکاتے جائیں، اس کے قدم ناز پر اپنے دلوں کو نثار کرتے جائیں تاکہ نبوت مصطفوی ﷺ کا مقصد باحسن طریق انجام پذیر ہوتا جائے۔'' (جلد اول 488)

Marfat.com

دوسری جلد "صبح نور" کے حسین اور معنی خیز نام سے موسوم کی گئی ہے اور طلوع آفتاب مطلع نبوت و رسالت کی حکایت جانفزاء سے معمور ہے۔ یہ جلد حضور اکرم ﷺ کی طفولیت سے بعثت اور بعثت سے ہجرت تک کی مکی زندگی کے ذکر خیر پر محیط ہے اور 610 صفحات پر مشتمل ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ولادت اور محفل میلاد کے بارے میں اہم مباحث قلم بند کیے گئے ہیں۔ حضور ﷺ کے معصوم بچپن کا تذکرہ ہے اور پھر اس عفت شعار جوانی اور بے داغ عائلی و معاشرتی زندگی کا تذکرہ ہے جو اثبات نبوت کی ناقابل تردید دلیل ٹھہری تھی۔

بعثت مبارکہ کے ضمن میں حقیقت نبوت اور فترۃ الوحی کے بارے میں وقیع تحقیقات پیش کی گئی ہیں۔ دعوت اسلام پیش کرنے کے بعد آپ ﷺ کو جن کٹھن اور جاں گسل مراحل سے گزرنا پڑا ان کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے عالی مرتبت چچا حضرت ابو طالب اور دیگر اصحاب کرام کے قابل تقلید کردار اور عزم و ہمت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ ہجرت حبشہ، شعب ابی طالب، عام الحزن، سفر طائف، معراج النبی ﷺ، انصار کے مشرف باسلام ہونے کا آغاز اس جلد کے اہم موضوعات ہیں۔

اس جلد میں مکی زندگی کے ایسے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں جن سے اردو کی دوسری کتابیں عموماً خالی ہیں۔ اس طرح یہ جلد گرانقدر معلومات کا ذریعہ بن گئی۔

جلد سوم ہجرت کے بیان سے شروع ہوتی ہے اور اس میں ہجرت سے متعلق اہم واقعات ضروری جزئیات سمیت بیان کیے گئے ہیں۔ قبا میں تشریف آوری، وہاں سے مدینہ منورہ میں نزول اجلال اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو مشرف فرمانے کا ذکر ہے۔ مدینہ منورہ کے فضائل پر ایک جامع مضمون بھی شامل اشاعت ہے۔

اس کے بعد پہلے سال ہجری کے اہم واقعات ہیں مثلاً مسجد نبوی کی تعمیر، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی بلند مرتبہ ازواج مطہرات کے حجرات کی تعمیر، اذان کی ابتداء، یہود اور منافقین کی مخاصمت کا آغاز، مواخات اور میثاق مدینہ وغیرہ۔ "کاروان عشق و ایثار سرفروشی اور جاں سپاری کی کٹھن وادی میں" کے خوبصورت اور ولولہ انگیز عنوان سے حیات مبارکہ کے اس حصہ کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ جس میں آنحضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو کفر کی طاغوتی طاقتوں سے اندرونی اور بیرونی ہر محاذ پر نبرد آزما ہونا پڑا۔

مصنف علام نے مغازی رسول ﷺ کی یاد آوری کو بڑی اہمیت کا حامل گردانا ہے اور اس موضوع پر علیحدہ سے ایک مضمون رقم کیا ہے۔ ایک اور اہم اور اعتماد آفریں مضمون "اسلامی جہاد اور اس

Marfat.com

کی امتیازی خصوصیات'' کے عنوان سے لکھا گیا ہے اور مغربی الزامات کے تارو پود بکھیر کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ جہاد سے پیر صاحب کے شغف کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ غزوۂ بدر کے حیات افروز واقعات صفحہ 393 سے 407 تک اور غزوہ احد کی قربانیوں اور پامردیوں کے لازوال واقعات صفحہ 456 سے 457 تک پھیلے ہوئے ہیں۔ 2، 3، 4 اور 5 ہجری کے دیگر اہم واقعات کے ساتھ 5 ہجری میں وقوع پذیر ہونے والے واقعہ افک سے اس جلد کا اختتام کیا گیا ہے۔

یہ تو تھا اب تک طبعوں ہونے والے حصوں کے مضامین کا ایک مختصر اور طائرانہ سا تعارف اور اس خاکسار نے یہیں تک محدود رہنے کی کوشش کی ہے۔ یہ محققین کا کام ہے کہ وہ اس عظیم المرتبت کتاب کا مقام متعین کریں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ٹھوس اور جامع کام کسی کی داد و تحسین کا محتاج ہوا ہی نہیں کرتا۔ طلوع آفتاب کا دل کشاء منظر کسی دلیل کا رہین منت نہیں ہوتا۔ ہر آنکھ والا اسے دیکھ لیا کرتا ہے۔ حواس سلامت ہوں تو خوشبو کا احساس از خود ہو جایا کرتا ہے۔

ہاں چند ایک احساسات جو اس کتاب کے حوالے سے مجھ پر طاری ہوئے وہ بیان کرنے کی اجازت ضرور چاہوں گا۔ اگرچہ ان کی نہ کوئی اہمیت ہے اور نہ کوئی حیثیت۔

ضیاء النبی ﷺ حضرت ضیاء الامت کے بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا شہ پارہ ہے اور اس قلم کی دل آویزی، رعنائی اور اثر آفرینی ایک مسلم حقیقت ہے۔ ضیاء النبی ﷺ کے انداز میں بلا کا بہاؤ اور روانی ہے۔ قاری بیان کی سلاست کے ساتھ بہتا چلا جاتا ہے اور کتنے ہی مقام ایسے آتے ہیں کہ جب یہ جوئے رواں فصاحت کے گلستانوں سے ہمکنار ہو جاتی ہے اور دل یہی چاہتا ہے کہ انسان تا دیر اسی مقام پر ٹھہرا رہے اور بار بار اپنے مشام جاں کو اس کی خوشبو سے معطر کرتا رہے۔

یقیناً جہاں اس کتاب نے سیرت مطہرہ کے ذخیرے میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے وہاں اردو زبان کو بھی ایک قابل فخر اثاثہ سے بہرہ ور کیا ہے۔

ادب و بلاغت کی یہ رعنائیاں اپنی جگہ مسلم لیکن مصنف علام کو پوری طرح اندازہ ہے کہ وہ کس کی بارگاہ میں اپنا ہدیہ پیش کر رہے ہیں اور کس کی توصیف میں لب کشاء ہیں۔ یہ مقام عرش سے بھی نازک تر ہے اور ضیاء النبی ﷺ میں یہ نزاکت کہیں بھی مجروح ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ مصنف حضور ﷺ کی بارگاہ میں دست بستہ بھی ہیں، خمیدہ سر بھی اور نمدیدہ بھی اور جو تحریریں سیاہی سے نہیں بلکہ آنسوؤں سے لکھی جاتی ہیں ان کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ میرے ایک عزیز دوست نے کتنی معنی خیز بات کہی ہے کہ یہ کتاب آنسوؤں کا نذرانہ دیئے بغیر پڑھی ہی نہیں جا سکتی اور یہ کیفیت تقریباً پوری ہی کتاب میں ہے۔ کہیں شبنم افشانی اور کہیں سحاب کرم۔ ذرا حضور پاک ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ

Marfat.com

عنہ کے ذکر خیر کے ابتدائی کلمات تو ملاحظہ فرمائیے کہ محبت کی بے ساختگی کتنی کرشمہ ساز ہوا کرتی ہے:

''دنیا کا کوئی باپ آپ سے زیادہ خوش بخت اور بلند اقبال نہیں ہے۔ آپ اس عظیم ہستی کے باپ ہیں جو باعث تکوین کائنات ہے۔ اولین و آخرین، انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں جس کے فیض سے فیض یاب ہیں۔ جو شفیع المذنبین ہے۔ جو فلک نبوت و رسالت کا آفتاب عالم تاب ہے۔ جس کے طلوع ہونے کے بعد ہدایت کی روشنی اتنی فراواں ہو گئی ہے کہ اس کے بعد کسی دوسرے نور ہدایت کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ جس نے اپنی شبانہ روز محنت سے انسان کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے رب سے جوڑ دیا۔ جس نے لوٹ لینے والی اپنی معصوم اداؤں سے اور دل لبھانے والی اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سچی محبت کا چراغ روشن کیا۔ جس نے اپنی نگاہ کرم سے جاں بلب انسانیت کو حیات جاوداں سے بہرہ ور کیا۔ ایسی بے مثال و بے نظیر ہستی کے باپ کا نام عبداللہ ہے''۔ (جلد 1، صفحہ 457)

سبحان اللہ! اس شیفتگی اور سچے ادراک پر قربان جائیں۔

جلد دوم میں ''جسد اطہر کی جمال آرائیاں'' کے عنوان سے ایک باب باندھا گیا ہے۔ بیان کی لطافت، محبت کا والہانہ پن، ادب کے سارے تقاضے اور نزاکت احساس کا امتزاج دیکھنے کے لئے چند سطریں آپ بھی پڑھ لیجئے:

''یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ داعی کی جسمانی ساخت کی دلکشی، اعضاء کا تناسب، چہرہ کے خدوخال کی دلآویزی اور نگاہوں کی حیا آمیزی، اس کی دعوت کو دلوں کی گہرائیوں تک پہنچانے میں ایک فیصلہ کن کردار انجام دیتی ہے۔ قسام ازل جو حکیم بھی ہے اور علیم بھی، جتنی بڑی دعوت کی ذمہ داری کسی کو تفویض کرتا ہے ظاہری حسن و جمال سے بھی اتنا حظ وافر اس داعی کو ارزانی فرما دیتا ہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت عالمگیر تھی اور از ازل تا ابد تھی اس لئے حسن کی ساری رعنائیاں اور جمال زیبائی کی جملہ دلربائیاں اس ذات اقدس و اطہر میں جمع کر دی گئیں تھیں تاکہ حسن کی کسی ادا کا متوالا اس کی بارگاہ جمال میں آئے تو سیر کام ہو کر، شاد کام ہو کر واپس جائے۔ زمانہ کے بدلنے سے حسن و جمال کے معیار بدلتے رہیں۔ حالات کے تغیر کے ساتھ پسند و ناپسند کے پیمانوں میں تبدیلی آتی رہے لیکن یہاں جو بھی حاضر ہو گا اس کے حسرت زدہ دل کی ہر حسرت پوری کر دی جائے گی۔ کسی کو مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا''۔

اس نگاہوں کی حیا آمیزی نے حسن کے بیان کو جو تقدس عطا کر دیا ہے اور اسکے ساتھ جو ایک من

Marfat.com

موہنا سا ملکوتی تصور وابستہ ہو گیا ہے، اس پر اگر گھنٹوں سر دھنیے تو کیا مقام حیرت ہے؟ اور اس وارفتگی کے اصل جوہر تو تب کھلیں گے جب شمائل کا مفصل بیان ہو گا۔

ضیاء النبی ﷺ میں اگرچہ سطر سطر سے محبت کے آبگینے چھلک رہے ہیں لیکن یہ سیرت ہے نبی اکرم ﷺ کی۔ یہاں عین عالم وارفتگی میں بھی پورے حواس سلامت رکھنے پڑتے ہیں اور ضیاء النبی ﷺ پورے ہوش وحواس سے لکھی گئی کتاب ہے۔ کہیں بھی تحقیق کا معیار گرنے نہیں دیا گیا۔ جو بات بھی کہی گئی ہے مستند بلند پایہ حوالوں سے کہی گئی ہے۔ تحقیق کے ضمن میں دو باتیں اس خاکسار نے محسوس کی ہیں: ایک تو یہ کہ پیر صاحب اپنی علمیت اور وسعت مطالعہ (اور پیر صاحب کی وسعت مطالعہ سے کس کافر کو انکار ہے) جتانے کے چکر میں کسی اور غیر معروف ماخذ کی طرف نہیں گئے بلکہ بنیادی اور قابل اعتماد ماخذوں کا حوالہ ہی دیا گیا ہے اور ارباب نظر خوب جانتے ہیں کہ یہی رویہ محمود و مستحسن شمار ہوتا ہے اور دوسری بات یہ کہ سیرت مبارکہ کے حوالہ سے آپ کہیں بھی کسی قسم کے احساس کمتری کا شکار نہیں ہوئے۔ جو بات آپ کے نزدیک پایہ استناد کو پہنچ گئی، آپ نے اسے لکھنے سے گریز نہیں کیا۔ آپ ہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

> ''میں اپنے اندر ایسا کرنے کی ہمت نہیں پاتا (کہ) قرآن کریم میں اس موضوع سے متعلق جو آیات ہیں، کتب حدیث و سیرت میں جو معتبر روایات ہیں، دفاتر تاریخ میں جو مستند واقعات مندرج ہیں ان سب کو نظر انداز کر دوں، محض اس لئے کہ فلاں مستشرق نے، فلاں پروفیسر نے، عالمی شہرت کے مالک فلاں مؤرخ نے ان کو تسلیم نہیں کیا۔ اگر میں ایسا کروں تو اپنے آپ کو اظہار حقیقت میں بخیل، بزدل بلکہ خائن قرار دوں گا۔ البتہ یہ میرا فرض ہے کہ صرف ان احادیث، روایات اور تاریخی وقائع کے ذکر پر اکتفا کروں جن کو ہمارے سلف صالحین نے، ہمارے علماء ربانیین نے، ہمارے اہل تحقیق فضلاء نے اور ہمارے اعلیٰ پایہ کے ثقہ مؤرخین نے صحیح اور قابل اعتماد قرار دیا ہے۔'' (جلد اول 489)

ضیاء النبی ﷺ پڑھتے ہوئے دل و دماغ میں یہ شعور بھی جاگزیں ہوتا ہے کہ یہ بلند پایہ تحقیق تنقیدی نہیں بلکہ اکتسابی ہے۔ اس سے خاکسار کی مراد یہ ہے کہ آپ نے کوئی خود ساختہ معیار نہیں بنایا جس پر اپنے ممدوح کی شخصیت کو پرکھ رہے ہیں۔ بلکہ تحقیق میں یہ نزاکت احساس پوری طرح کارفرما ہے کہ ہم جس ذات والاتبار کی حیات مبارکہ رقم کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اس کی مقدس حیات کا لمحہ لمحہ ہمارا معلم ہے اور ہمارا راہبر ہے۔ ہم نے اس کے ذکر سے اپنے شعور کو، اپنے وجدان کو، اپنے دل کو، اپنی روح کو، اور اپنی زندگی کے لمحے لمحے کو مستنیر و منور کرنا ہے۔ اس لئے ہم نے اس بارگاہ

Marfat.com

میں تحقیق کے نشتر نہیں بلکہ دلوں کے کشکول لے کر حاضر ہونا ہے۔ ہم نے اپنے علم وادراک کی کسوٹی پر آپ ﷺ کو نہیں پرکھنا بلکہ آپ ﷺ کی سیرت اطہر کے پیمانوں سے اپنے کردار و عمل کو جانچنا ہے۔ دیکھئے جلد سوم میں کس دردمندی اور دل سوزی سے اس بارگاہ حسن و جمال سے اکتساب کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں:

''آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ ہوش ربا حالات جن سے امت مسلمہ اس وقت دوچار تھی، ان میں بھی اہم ترین احکام شرعیہ کا نزول جاری رہا تاکہ فرزندان اسلام کی اصلاح قلب اور تزکیۂ نفس کے ساتھ ساتھ عدل وانصاف کے نظام پر بھی پوری طرح عمل کیا جائے۔ اگر ان نفوس قدسیہ نے ان صبر آزما حالات میں بھی احکام الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور تمام خطرات کو نظر انداز کرتے ہوئے کمال دیانتداری سے ان کو عملی جامہ پہنایا تو آج پاکستان کی حکومت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ یہ کہہ کر احکام الٰہی کی تنفید میں روڑے اٹکائے کہ موجودہ دور میں ہمارے ملکی حالات اور بین الاقوامی تقاضے اتنے سنگین اور شدید ہیں کہ ہم ان کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ حالات درست نہ ہوں اس وقت تک شریعت کے قوانین پر عمل کرنا بڑا دشوار ہے۔ یہ سب بہانے اور عذر لنگ ہے جن کی کوئی اہمیت نہیں اور ان لولے لنگڑے بہانوں کی پناہ لے کر ہم نے دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں اور نہ یوم آخرت ہماری نجات کی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وعدہ کو پورا کرنے اور ان مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے جو ہم نے پاکستان کا مطالبہ کرتے وقت اپنے رب سے، اپنے عوام سے کیا تھا''۔ (جلد 3 ص 421)

اور بات شاید نامکمل رہ جائے گی اگر کتاب کے صوری اور طباعتی جمال کی طرف اشارہ نہ کیا جائے۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے جواں حوصلہ اور جواں ہمت مینجر صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب نے اس کتاب کو اسی ذوق وشوق سے شائع کیا ہے جو اس عظیم الشان موضوع کا تقاضا تھا۔

کمپوزنگ نوری نستعلیق کے کمپیوٹر سے کروائی گئی ہے، جس کا معیار تمام متداول کمپیوٹرز سے بہت ہی اچھا اور انتہائی دیدہ زیب ہے۔ عربی عبارات کو عمدہ رسم الخط میں علیحدہ کتابت کروایا گیا ہے اور بڑی صحت کے ساتھ تمام عبارات پر اعراب لگا دیئے گئے ہیں۔ اس طرح استفادہ کی کتنی ہی آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ سرورق اور ابواب کی سرخیاں نامور خطاط خورشید عالم گوہر قلم کے کمال فن کا شاہکار ہیں اور بلاشبہ گوہر شب چراغ کی طرح دمک رہی ہیں۔ اس قدر خوبصورت لکھی گئی ہیں کہ انسان دیر تک

Marfat.com

دیکھتا ہے اور سیر نہ ہو (اور خاکسار کا یہ بیان مبالغہ نہیں، معائنہ شرط ہے) کاغذ بہت اچھا استعمال ہوا ہے اور خصوصی طور پر اس کتاب کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ جلد بندی میں مضبوط پشتہ کا استعمال اور معیاری اور انتہائی حسین وجمیل پختہ ریکسین کی جلد بنوائی گئی ہے جو پہلی ہی نظر میں اپنی جانب متوجہ کر لیتی ہے۔ محنت اور بھرپور توجہ کے باوجود کمپوزنگ کی غلطیاں باقی رہ گئیں ہیں۔ امید ہے کہ امعان نظر سے پڑھنے کے بعد آئندہ ایڈیشن میں ان کا ازالہ کر دیا جائے گا۔ باوجود ان مصارف کثیرہ کے ہدیہ انتہائی معقول رکھا گیا ہے۔

دل یہ چاہتا ہے کہ اس مقام پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے صاحب کتاب کی درازی عمر، صحت اور عافیت کے لئے دعا کی جائے اور اپنے بے کس نواز آقا ﷺ کی بارگاہ ناز میں یہ التجا کی جائے کہ حضور! ہم یہ کتاب پوری پڑھنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں کیا اور میری دعائیں کیا؟ ضیائے حرم کے قارئین میں سے کتنے ہی اہل نظر ہیں۔ ارباب حقیقت ہیں۔ باطنی ادراک کی دولت سے مالا مال ہیں۔ کیا خوب ہو کہ وہ حضوری اور قبولیت کے سعادت افروز لمحوں میں حضرت ضیاء الامت کے حق میں دعا کریں اور یہ دعا تو درحقیقت ان کے اپنے ہی لئے ہے۔ ان کے لئے، اہل سنت کے لئے، سواد اعظم کے لئے، اس نجیب و سعید سواد اعظم کے لئے جس میں اب صرف ایک ضیاء الامت ہی تو باقی رہ گئے ہیں۔ ☆

☆ الحمد للہ تعالیٰ کہ صدیقی صاحب اور بہت سے دیگر عاشقان رسول ﷺ کی آرزو پوری ہوئی اور ضیاء النبی ﷺ سات جلدوں میں مکمل ہو کر شائع ہو گئی۔ (اکرم ساجد)

Marfat.com

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لفظ لفظ خوشبو۔ حرف حرف روشنی

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی

سیرت نگاری دراصل سعادت کا سفر ہے۔ سعادت مند ہیں وہ مسافر جنہیں اس راہ میں ایک قدم بھی اٹھانے کا شرف حاصل ہے۔ سیرت نگاری فی الحقیقت محبت کا بیان ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ خطیب جنہیں ایک جملہ بھی سلیقے سے ادا کرنے کا موقع ملا ہے۔ سیرت نگاری ذوق وشوق کی داستان ہے۔ روشن ضمیر ہیں وہ قلم کار جنہیں ایک باب بھی رقم کرنے کا اعزاز عطا ہوا۔ سیرت نگاری جذب و مستی کی ایک کیفیت ہے۔ بیدار ہمت ہیں وہ اصحاب جن کے کچھ لمحے اس میں بسر ہوئے۔

ہم اپنے ممدوح حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ اس سفر سعادت کے کامیاب مسافر ہیں۔ انہوں نے منبر دل پر کھڑے ہو کر خوب خطبہ محبت دیا۔ انہوں نے داستان ذوق و عشق کو وجد کے عالم میں سنایا۔ انہوں نے قلم کے منہ سے فقط لفظ نہیں اگلے بلکہ قلم کی نوک سے ہیرے تراشے ہیں۔ وہ اپنی کتاب میں حرف کی لکیر کے فقیر نظر نہیں آئے بلکہ معنی کی زلف گرہ گیر کے اسیر دکھائی دیئے۔ سیرت نگاری کسی مؤرخ کا میدان نہیں بلکہ عاشق کا میدان ہے۔ یہاں واقعات زمانی کو قلم بند نہیں کیا جاتا بلکہ واردات روحانی کو مرتب کیا جاتا ہے۔

دامن قرطاس پر محض تحقیق کے گل بوٹے نہیں کاڑھے جاتے بلکہ محبت کے موتی ٹانکے جاتے ہیں۔ صفحہ کتاب میں سن وسال نہیں بھرے جاتے بلکہ جذبات عقیدت سموئے جاتے ہیں۔ سیرت کی کتاب کسی بادشاہ کا تذکرہ نہیں کہ لفظ لفظ سے خشونت ٹپکے اور حرف حرف آگ اگلے۔ بلکہ یہ اس عالم پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے کہ جو سنے اس کی وادی جاں مہک اٹھے اور جو سنائے اس کا ستارہ چمک اٹھے۔ سیرت پر قلم اٹھانے کا مطلب اپنے علم کا رعب جمانا نہیں ہے بلکہ حسن کی خیرات مانگنے کے لئے اپنے قلم کو کشکول بنانا ہے۔ مؤرخ اپنے جلو میں علم و فضل، تحقیق و جستجو اور شوکت الفاظ کا لاؤ لشکر لے کر آتا ہے جبکہ سیرت نگار اپنی آنکھوں میں اشک عقیدت اور زبان پر کلمات محبت لے کر حاضر ہوتا ہے۔ فلسفہ اور سائنس میں بھاری بھرکم اصطلاحات چل جاتی ہیں۔ طب و منطق میں خشک الفاظ کام دے جاتے ہیں۔ علم الکلام اور تاریخ میں گنجلک جملے سما جاتے ہیں۔ فقہ اور سیاسیات میں بوجھل عبارت کھپ جاتی ہے اور

Marfat.com

شعروں میں تعلّی گوارا کرلی جاتی ہے مگر جب موضوعِ سخن سیرت سرورِ عالم ﷺ ہو تو قلم کی طنابیں اپنے آپ کھنچ جاتی ہیں اور الفاظ کا لف ونشر خود بخود ترتیب میں آ جاتا ہے۔ جملے شبنم کے پانی میں دھوئے جاتے ہیں اور فقرے قوسِ قزح کے رنگوں میں ڈبوئے جاتے ہیں۔ لفظ ادب کی ٹکسال میں ڈھالے جاتے ہیں اور حرف آغوشِ محبت میں پالے جاتے ہیں۔ یہاں نوکِ قلم کی تقدیس اور روح وقلب کی تحریم کا پورا سامان کیا جاتا ہے۔ بارگاہِ سیرت میں نہ خشکی بار پاتی ہے اور نہ شوخی کو اذنِ باریابی ہے ؎

آہستہ سانس لے کہ خلافِ ادب نہ ہو
آئینہ کی طرح ہے طبیعت حضور ﷺ کی

ہمارے لئے موقع مسرت اور ضیاء النبی ﷺ کے مصنف کے لئے مقام سعادت ہے کہ انہوں نے اپنی تصنیف میں جابجا محبت وعقیدت کا رنگ بکھیرا ہے۔ اپنی تحریروں میں خود کو مصنف نہیں بلکہ محب کی شکل میں پیش کیا ہے۔ پیر صاحب کے قلم سے طلوعِ آفتاب مطلعِ نبوت ورسالت کا منظر ملاحظہ فرمائیے: ''ایسا مولودِ مسعود تولد ہوا جس کے من موہنے مکھڑے نے صرف اپنی غمزدہ ماں کو ہی سچی خوشیوں سے مسرور نہیں کیا بلکہ ہر درد کے مارے کے لبوں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں۔ اس نورانی پیکر کے جلوہ فرمانے سے صرف حضرت عبداللہ کا کلبۂ احزاں جگمگانے نہیں لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے وہاں امید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں اور ٹوٹے دلوں کو بہانے لگیں۔ صرف جزیرۂ عرب کا بختِ خفتہ ہی بیدار نہیں ہوا بلکہ انسانیت جو صدیوں سے ہوا وہوس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور ظلم وستم کے آہنی شکنجوں میں کسی ہوئی کراہ رہی تھی اس کو ہر قسم کی ذہنی، معاشی اور سیاسی غلامی سے رہائی کا مژدۂ جانفزا ملا، فقط مکہ وحجاز کے خدا فراموش باشندے، خداشناس اور خودشناس نہیں بنے بلکہ عرب وعجم کے ہر مکین کے لئے میخانہ معرفت کے دروازے کھول دیئے گئے اور سارے نوعِ انسانی کو دعوت دی کہ جس کا جی چاہے آگے آئے اور اس مئے طہور سے جتنے جام نوش جاں کرنے کی ہمت رکھتا ہے اٹھائے اور اپنے لبوں سے لگا لے۔

طیورِ خوش نوا زمزمہ سنج ہوئے کہ خزاں کی چیرہ دستیوں سے تباہ حال گلشنِ انسانیت کو سرمدی بہاروں سے آشنا کرنے والا آ گیا۔ سر بگریباں غنچے خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ انہیں جگانے والا آیا اور جگا کر انہیں شگفتہ پھول بنانے والا آیا۔ افسردہ کلیاں مسکرانے لگی تھیں کہ ان کے دامن کو رنگ ونکہت سے فردوس بداماں کرنے والا آیا، علم وآگہی کے سمندروں میں حکمت کے جو آبدار موتی آغوشِ صدف میں صدیوں سے بے مصرف پڑے تھے ان میں شوقِ نمود انگڑائیاں لینے لگا۔''

مجھے ذاتی طور پر اس وقت بہت الجھن محسوس ہوتی ہے جب کوئی ایسی کتاب پڑھوں جس کا سرنامہ

Marfat.com

تو حضور اکرم ﷺ کے نام نامی سے مزین ہو مگر مندرجات بحث و حجت سے معمور ہوں اور اسی طرح اگر دو آدمیوں کے درمیان تذکار تو حضور اکرم ﷺ کا ہو مگر نوبت تکرار تک پہنچی ہوئی ہو خواہ مسئلہ کتنا ہی فنی اور کلامی کیوں نہ ہو مجھے ایسی کتاب کے مصنف اور مقرر سے حیرت ہوتی ہے کہ اسے یہ امر آج تک کیوں سمجھ نہیں آسکا کہ آپ ﷺ کی ذات بحث و حجت نہیں محبت کا تقاضا کرتی ہے اور کوچہ محبت تکرار نہیں پیار چاہتا ہے۔ فرقہ وارانہ نفسیات نے ہماری زبانیں دراز کر دی ہیں اور ہم ماپ تول کے چکر میں رہتے ہیں ورنہ کس کو معلوم نہیں کہ یہاں جنید و بایزید رضی اللہ عنہما اپنی سانس روک کر حاضر ہوتے ہیں اور رومی و جامی رحمۃ اللہ علیہما ٹوپی سنبھال کر پیش ہوتے ہیں۔

آج ہر ترش رو ملا اور تند خو خطیب اپنی بات کا آغاز ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو موضوع بحث بنا کر کرتا ہے۔ ایسے میں اسے کون سمجھائے کہ تم آپ ﷺ کی عظمت و شان کا احاطہ کرنے میں لگے ہوئے ہو جبکہ یہاں تو یہ عالم ہے کہ

ان کے نعلین کو پیوند لگانے والے
قاب قوسین کی منزل کا پتہ دیتے ہیں

مجھے یہ مزاج کبھی راس نہیں آیا کہ حضور ﷺ کو نورانیت و بشریت کے خانے میں رکھ کر گفتگو کو آگے بڑھایا جائے اور ان کے علم کو جانچنے کے لئے دنیوی پیمانوں کو اپنایا جائے۔ کیا ہم اپنا زاویہ فکر اور نقطہ نظر نہیں بدل سکتے؟ کبھی اس انداز سے بھی سوچ لیا کریں۔

ان کی عظمت کی جھلک دیکھ کے معراج کی شب
کب سے جبریل کی خواہش ہے بشر ہو جائے

ماشاء اللہ پیر صاحب نے ہر عنوان سلیقے سے قائم کیا ہے اور عنوان کا ہر مضمون قرینے سے باندھا ہے۔ کسی غلط فہمی کا ازالہ بھی کرنا چاہا ہے تو مناظرانہ طرز میں نہیں صوفیانہ رنگ میں کیا ہے۔ تصوف اور کچھ دے نہ دے وہ آدمی کو ایسا ڈھنگ ضرور بخش دیتا ہے کہ عام لوگ جو کام نیزے کی انی یا ہیرے کی کنی سے انجام دیتے ہیں تصوف آشنا وہی کام پھول کی پتی سے لے لیتا ہے۔ تصوف بھی کوئی الگ نظام نہیں حضور ﷺ کے روحانی تصرف کا نام ہے۔ ضیاء النبی ﷺ پڑھتے ہوئے قاری کو اس الجھن سے واسطہ نہیں پڑتا، جس کا پہلے ذکر ہو چکا۔ کوئی بحث طلب موضوع چھیڑا بھی گیا ہے تو بعنوان شائستہ اور بہ اسلوب شستہ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کسی کو دبانے اور کسی سے کچھ منوانے کے موڈ میں نہیں بلکہ قصیدہ محبت سنانے اور روحانی حظ اٹھانے کے لئے بات شروع کرتے ہیں۔ تین ضخیم جلدوں میں ایک باب بھی ایسا نہیں جو پندار نفس اور نشہ علم کی تسکین کی چغلی کھاتا ہو، ورنہ بڑے بڑے قلمکار تمام

Marfat.com

تر ضبط نفس کے باوجود ضبط سخن کا مظاہرہ نہیں کرتے اور کہیں نہ کہیں ان کی بات سے ان کی ذات چھلک پڑتی ہے۔ دراصل یہ مزاج کا فرق ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس محفل میں داد تحقیق دینے آتے ہیں اور کچھ فقیر اس گلی میں بھیک لینے آتے ہیں۔ پیر صاحب بھی دوسرے قبیلے کے فرد ہیں۔ ہر چند کہ وہ مفسر قرآن ہیں، ہر گاہ کہ وہ اچھے انشاء پرداز ہیں، مانا کہ وہ زبان و بیان کی بے شمار خوبیاں رکھتے ہیں مگر ان کی یہ تازہ تصنیف ان کی نظر میں کشکول گدائی ہے، جسے وہ ہاتھ میں تھام کر سلطان حسینان جہاں اور سرور اورنگ نشینان عالم کی بارگاہ میں حاضر ہیں وہ خود رقمطراز ہیں: ''ایک مفلس و کنگال منگتا، خالی جھولی لے کر تیرے حسن جمال کی خیرات لینے کے لئے حاضر ہے اور ایک ادنیٰ سا ارمغان عقیدت و محبت پیش کرنے کا آرزومند ہے''۔ اس آرزومندی میں کوئی ناز، کوئی گھمنڈ، کوئی استحقاق اور کوئی مان نہیں بلکہ از اول تا آخر یہ کیفیت ہے جسے خود سپردگی کہا جاتا ہے۔

آنے دو یا ڈبو دو، اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہی پہ چھوڑی، لنگر اٹھا دیئے ہیں

البتہ اس توقع کا اظہار ضرور ہے کہ حضور ﷺ نے ''ضلال مبین'' کے عہد میں ''کتاب مبین'' ہاتھ میں لے کر حضرت انسان کی تقدیر بدل دی تھی۔ روم و ایران کی تہذیب کا قصر مشید زمین بوس ہو چکا تھا۔ آپ نے اسی کھنڈر پر ایک پرشکوہ تہذیب کی تعمیر فرمائی، جہالت اور جاہلیت کے مرض مرکب کے ماحول میں خودشناس اور خود آشنا لوگ اٹھائے، تو آج بھی ان کے فیض سے خوف و حزن کا مارا ہوا بشر سکون و اطمینان کی بستیاں آباد کر سکتا ہے۔ مردنی کو زندگی میں بدل سکتا ہے اور نفسانی سرکشی کو روحانی سرمستی کا رنگ دے سکتا ہے۔ ضیاء النبی ﷺ کے مصنف ہم سب کی طرف سے عرض پرداز ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا
تو نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں

Marfat.com

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تبصرہ

ڈاکٹر محمد طفیل

ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

عربی، فارسی، ترکی اور اردو کو اسلامی زبانیں ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ کیونکہ اسلامی علوم وفنون پر بنیادی مواد زیادہ تر انہیں زبانوں میں دستیاب ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اسلامی زبانوں میں اردو سب سے کم عمر ہونے کے باوجود اسلامی ادب سے مالا مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو لکھنے والے مصنفین نے دیگر اسلامی علوم وفنون کے دوش بدوش سیرت نگاری پر خصوصی توجہ دی۔ برصغیر میں ملا باقر آگاہ (متوفی 1220ھ) نے ریاض السیر اور قاضی بدر الدولہ متوفی (1280ھ) نے فوائد بدریہ مرتب کر کے اردو نثر میں سیرت نگاری کا آغاز کیا۔ اردو نثر میں سیرت نگاری کا میدان بہت وسیع ہے۔ عربی اور فارسی زبانوں میں لکھی جانے والی امہات کتب سیرت انگریزی اور دیگر زبانوں سے بھی اردو میں منتقل کی گئیں۔ تاہم برصغیر کے سیرت نگاروں کا اصلی اور امتیازی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سیرت طیبہ کے موضوع پر بلند پایہ علمی اور تحقیقی کتب لکھ کر اردو زبان کو ادب سیرت سے ممتاز اور مالا مال کر دیا۔ اگرچہ ایسی کتب کی ابھی تک صحیح تعداد بھی معلوم نہیں ہو سکی، تاہم اندازہ ہے کہ اردو میں لکھی گئی کتب کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان میں تواریخ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام، خطبات احمدیہ، سیرت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نشر الطیب، خطبات مدراس، اصح السیر، سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، النبی الخاتم، سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قابل ذکر ہیں۔

اردو کے ادب سیرت پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ امر بہت دشوار دکھائی دیتا ہے کہ سیرت نگاری کا کوئی ایسا پہلو یا سیرت طیبہ کا کوئی گوشہ تلاش کیا جائے جسے برصغیر کے سیرت نگاروں نے اپنی تحقیق وتصنیف کا موضوع نہ بنایا ہو۔ ان حالات میں یہ سوال ابھر کر سامنے آتا ہے کہ وہ کونسا داعیہ یا جذبہ تھا جس نے محترم جناب پیر محمد کرم شاہ الازہری کو ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنے کی طرف متوجہ کیا اور وہ کون کون سے پہلو ہیں جو اس کتاب کو دیگر کتب سیرت سے ممتاز کرتے ہیں؟

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ فاضل مصنف اردو میں سیرت طیبہ پر ایک ایسی کتاب تصنیف کرنا چاہتے ہیں جس کا خمیر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ذات رسالت مآب سے

Marfat.com

والہانہ محبت اور فنافی الرسول ﷺ سے اٹھایا گیا ہو، تاکہ قاری جب اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اس کے قلب و ذہن پر ایک ایسی ہستی کے ان مٹ نقوش مرتسم ہوں جو محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین اور رؤف رحیم ہے تاکہ اس کی پیروی اور اطاعت گزاری آسان ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فاضل مصنف نے ادب سیرت کے وسیع تر ذخیرہ سے ایسے موتی چن کر ضیاء النبی ﷺ کی لڑی میں پرو دیئے ہیں جو ان کے متعین کردہ بلند پایہ مقصد کو اجاگر کرتے ہیں۔

دیگر زبانوں کی طرح اردو زبان بھی وسعت پذیر اور ترقی کے مراحل طے کر رہی ہے اور ادب سیرت کا تاریخی ترتیب سے مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں جو اردو زبان کے زندہ زبان ہونے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ضیاء النبی ﷺ لکھتے وقت فاضل مصنف نے یہ شعوری کوشش کی کہ کتاب ایسی شستہ، سلیس اور ٹکسالی زبان میں لکھی جائے کہ اس سے معاشرے کے سارے طبقے مستفید ہوں۔ ضیاء النبی ﷺ کی تین جلدیں ہمیں مطالعہ کے لئے حاصل ہیں۔ یہ جلدیں تقریباً اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ ضیاء النبی ﷺ کی پہلی جلد حیات مبارکہ کے پس منظر پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں ظہور قدسی کے وقت متمدن دنیا کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

اس تاریخی پس منظر کو فاضل مصنف نے قرآنی آیت "وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین" کا عنوان دیا ہے اور ایران، یونان، سلطنت روم، مصر، ہندوستان، چین اور جزیرۃ العرب کے حالات الگ الگ بیان کئے ہیں۔ جزیرۃ العرب یعنی مولد النبی ﷺ کا ذکر کرتے وقت ان نفوس قدسیہ سے بھی متعارف کرایا گیا ہے، جو سید الانبیاء ﷺ کے نسب نامہ میں شامل ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک شجرۂ نسب نقل کیا گیا ہے۔

ضیاء النبی ﷺ کی دوسری جلد سید دو عالم ﷺ کی مکی زندگی پر مشتمل ہے۔ اس جلد کا آغاز ولادت باسعادت سے ہوتا ہے۔ اس جلد میں حضور ﷺ کا معصوم بچپن، عہد شباب، کسب معاش، ازدواجی زندگی کا آغاز، کعبہ کی تعمیر نو، بعثت اور تبلیغ واشاعت اسلام جیسے موضوعات شامل ہیں اور یہ جلد واقعہ معراج کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے ہجرت مدینہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں پیش آنے والے واقعات اور ہجرت مدینہ کی تیاریوں پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کی تیسری جلد کا آغاز ہجرت مدینہ سے ہوتا ہے اور پانچ ہجری میں پیش آنے والے "واقعہ افک" پر یہ جلد مکمل ہوتی ہے۔ اس جلد میں غزوہ بدر الکبریٰ، غزوہ احد، غزوہ بنو نضیر، غزوہ ذات الرقاع جیسے اہم موضوعات بیان کئے گئے ہیں۔ شراب کی حرمت کا قطعی حکم اس جلد کا آخری

Marfat.com

عنوان ہے۔

مذکورہ بالا تینوں جلدوں کے مطالعہ سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ محترم پیر صاحب نے سیرت نگاری کا روایتی طریقہ اپنایا ہے کہ حیات رسول ﷺ کے واقعات ترتیب زمانی سے بیان کئے جائیں اور سیرت طیبہ کے جن امور پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے فاضل سیرت نگار ایسے واقعات نہایت اختصار سے بیان کرتے ہیں البتہ جن امور میں ایک سے زیادہ اقوال یا روایات منقول ہیں، انہیں وہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سیرت نگار کا مختار قول بالکل واضح ہو جاتا ہے اور وہ مختلف فیہ امور میں تطبیق اور ترجیح کے اصول پر کار بند ہیں۔

ضیاء النبی ﷺ کے مطالعہ سے حیات رسول ﷺ اور سیرت طیبہ کے بہت سے گوشے نکھر کر سامنے آئے ہیں۔ ایسے واقعات کی یہاں فہرست پیش کی جاسکتی ہے اور نہ ہی انہیں دہرایا جا سکتا ہے۔ البتہ نمونے کے طور پر ہر جلد سے ایک ایک واقعہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ فاضل سیرت نگار کا طرز استدلال، بیان کی ندرت اور بالخصوص یہ واضح کیا جاسکے کہ فاضل سیرت نگار واقعہ کے دیگر متعلقات کو بھی کس طرح قارئین کے سامنے پیش فرماتے ہیں۔

پہلی جلد میں چین کے حوالے سے جب حضرت پیر صاحب بات کرتے ہیں تو نہایت اختصار اور اجمال کے ساتھ چین کی مذہبی صورت حال سے بھی قارئین کو مستفید فرماتے ہیں۔ **اطلبوا العلم ولو کان بالصین** کے فرمان نبوی ﷺ سے چین کی اہمیت واضح ہے کہ وہاں علم کی شمعیں اور انسانی بصیرت کی قندیلیں فروزاں تھیں۔ مذہبی حوالے سے بھی چین اس عہد کی متمدن اقوام سے پیچھے نہیں تھا۔ ابتداء میں وہاں نہ صرف مظاہر فطرت کی پوجا کی جاتی تھی بلکہ وہاں قربانیوں کا بھی وسیع تر تصور اور نظام موجود تھا۔ چین کے مذہبی تصور میں روحانیت کا فقدان رہا۔ البتہ وہاں دنیوی، مادی ترقی اور دشمن پر غلبہ پانے کے لئے پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔

چین کے باشندے مذہب کنفیوشس، تاؤمت اور بدھ مت جیسے مذاہب سے واقف ہی نہیں تھے بلکہ بڑی تعداد میں ان کے پیرو تھے۔ چین ایک کثیر المذہبی (Multi Religion) معاشرہ ہے، جس میں انسان ایک وقت میں ایک سے زیادہ مذاہب پر عمل کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہ عالمی کہاوت ہے کہ ایک چینی جب اقتدار میں ہوتا ہے تو وہ کنفیوشس کا پیرو ہوتا ہے۔ جب ریٹائر ہوتا ہے تو تاؤ مذہب اپنا لیتا ہے اور جب وہ بوڑھا ہوتا ہے تو بدھ مت کا پیرو ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بدھ مت کے ذریعے اسے نروان حاصل ہو جاتا ہے اور ہندومت کے تناسخ کے عمل سے وہ نجات حاصل کر لیتا ہے۔

(ملخص از ضیاء النبی ﷺ ج 1 ص 235-229)

Marfat.com

دوسری جلد میں ولادت باسعادت کے واقعہ کی مختلف جزئیات کا ذکر قارئین کے لئے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا کیونکہ ان امور پر سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ

ولادت پاک اسی سال ہوئی جس سال ابرھہ نامی بادشاہ نے بیت اللہ پر ہاتھیوں سے حملہ کیا تھا جسے عام طور پر ''عام الفیل'' کہا جاتا ہے۔

سیرت نگار اس امر پر بھی قریباً متفق ہیں کہ ولادت باسعادت قمری مہینے ربیع الاول میں پیر کے دن ہوئی۔

یہ بھی امر بھی متفق علیہ ہے کہ یہ ہستی صبح صادق کے وقت مکہ مکرمہ میں اس کائنات میں جلوہ افروز ہوئی۔

البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ربیع الاول کی کس تاریخ کو ہوئی؟ تاریخ ولادت کا تعین کرتے وقت ربیع الاول کی 2، 8 اور 9 تاریخ کے اقوال عام طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔

جبکہ زیر تبصرہ کتاب میں فاضل سیرت نگار نے 12 ربیع الاول کی مقبول عام تاریخ کو ہی ولادت کی تاریخ قرار دیا ہے اور اپنے مختار قول کی تائید میں مستند حوالہ جات پیش کئے ہیں۔

میری ناقص رائے میں ان کی مضبوط ترین دلیل مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ مرفوع حدیث ہے:

عن جابر وابن عباس انهما قالا ولد رسول الله ﷺ عام الفيل يوم الاثنين ثاني عشر من شهر ربيع الاول وفيه بعث وفيه عرج به الى السماء وفيه هاجر و فيه مات هو المشهور عند الجمهور۔

واضح رہے کہ مرفوع حدیث کے بعد کسی رائے یا فلکی حساب کی کوئی اہمیت نہیں۔ چنانچہ متقدمین میں ابن ہشام، ابن جریر طبری، الماوردی، ابن خلدون، ابن الجوزی اور ابن سید الناس یہی رائے رکھتے تھے۔ جبکہ معاصرین میں مولانا عبدالقدوس ہاشمی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، نواب صدیق حسن خان اور مفتی محمد شفیع بھی 12 ربیع الاول کو ہی ترجیحاً تاریخ ولادت قرار دیتے ہیں۔

(ماخوذ از ضیاء النبی ﷺ ج 2 ص 38-33)

جہاد کے بارے میں بعض سیرت نگاروں نے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا ہے اور غزوات نبوی کو دفاعی جنگیں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو سیرت نگاروں میں سرسید احمد خان اور مولانا شبلی نعمانی اس نظریے کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔ درحقیقت غزوات رسول علیہ السلام کی نوعیت دفاعی بھی تھی اور اقدامی بھی۔ حق و باطل کے اولین معرکے غزوہ بدر کو ہی لیجئے تو یہ غزوہ بھی اقدامی فوجی کارروائی کی

Marfat.com

حیثیت رکھتا ہے اور فتح مکہ بھی اقدامی کارروائی کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ اگرچہ فتح مکہ کے وقت باقاعدہ جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ پیر محمد کرم شاہ صاحب نے غزوات رسول ﷺ کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ دعوت اسلام کی تکمیل، اسلامی ریاست کے قیام اور انسانوں کو امن و آشتی فراہم کرنے کے لئے غزوات ایک ناگزیر ضرورت تھے۔ جو اقدامی بھی تھے اور دفاعی بھی اور عہد رسالت مآب میں لڑے جانے والے معرکوں میں فریقین کے ایک ہزار چالیس یا گیارہ سو چالیس افراد کام آئے۔ اتنی قلیل جانی قربانیوں اور نقصانات سے نوع انسانی کو جو فائدہ پہنچا وہ بے مثال اور بے عدیل ہے۔ جس کی مثال اقوام و ممالک کی جنگوں میں کہیں نہیں ملتی۔

(ماخوذ از ضیاء النبی ﷺ ج3 ص283-277)

فاضل سیرت نگار کے منہج تحقیق کا جائزہ لیا جائے تو چند باتیں سامنے آتی ہیں:

1۔ فاضل مصنف نے اپنے اختیار کردہ اقوال کو ثابت کرنے کے لئے قرآن، حدیث، بنیادی کتب سیرت اور بلند پایہ کتب تاریخ سے استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح مختلف دائرہ ہائے معارف بھی ماخذ کی فہرست میں شامل ہیں، جو کتاب کے مستند ہونے کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

2۔ سیرت طیبہ کے واقعات کو عقیدے کی روشنی میں معروضی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ضیاء النبی ﷺ کی زبان سلیس، عام فہم اور رواں ہے۔ حیات طیبہ کے مختلف واقعات بیان کرتے وقت زبان کی چاشنی اور محاورے کا برمحل استعمال قاری کے لئے مزید رغبت کا سبب ہے۔ یہ کتاب اردو کے ادب سیرت میں ایک بیش بہا اضافہ ہے جس کے لئے فاضل سیرت نگار عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور رہوں گے۔

Marfat.com

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ضیاء الامت کا ایک حسین تحفہ

پیرزادہ سردار احمد قادری (انگلستان)

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کے پیروکار حضرات اور اصحاب قلم نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان پر کم ہی لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض پہلوؤں سے یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن میں اسے اس زاویے سے دیکھتا ہوں کہ اہل سنت و جماعت کے عقیدے، نظریے اور سوچ و عقیدت کا محور ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس لئے قلمکار قلم سنبھالنے سے پہلے اس پہلو پر بارہا غور کرتا ہے کہ کہیں نادانستہ ہی سہی ذات بابرکات کی شان والا صفات میں گستاخی کا شائبہ نہ ہو جائے اور کہیں وہ مفہوم سیرت و حیات طیبہ کو کما حقہ بیان کرنے سے قاصر نہ ہو جائے۔ درحقیقت ادب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقاضوں کو بکمال ملحوظ رکھنا اور ان کی تکمیل کرنا ایک مشکل مرحلہ ہے۔ اسی لئے شیخ سعدی شیرازی نے فرمایا تھا۔

هزار بار بشویم دهن زمشک و گلاب
هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر ہم ہزار بار بھی اپنے دہن کو مشک و گلاب سے دھو کر اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا کریں اور اس محبت کا قلبی طور پر کما حقہ اظہار نہ کریں جو ایک بندۂ مومن کے ایمان کا تقاضا ہے تو بے ادبی کا شائبہ موجود رہتا ہے۔ اسی لئے علماء، عرفاء و کاملین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضری کے آداب میں سرفہرست احتیاط کو پیش نظر رکھنے کی تاکید کی ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

یہ احتیاط اور حد درجہ ادب ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بابرکات کو ان کے رب کریم جل وعلیٰ شانہ سے بڑھ کر کوئی نہیں جانتا۔ حقیقت نبوی کو اللہ رب العالمین سے بہتر کون جان سکتا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر غالب جیسا شاعر بھی اپنی کم مائیگی کا اظہار کرتا ہے۔

Marfat.com

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ است

اس تناظر میں دیکھیں تو حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نور اللہ مرقدہ نے ایک بہت بڑے کام کا آغاز کیا اور اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کے عین مطابق ''ضیاء النبی ﷺ'' کے عنوان سے سیرت طیبہ کے پاکیزہ موضوع کو عوام الناس تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیا اور ایک مخصوص حلقے کے پھیلائے ہوئے اس نظریے کو غلط ثابت کر دکھایا کہ فکر امام احمد رضا کے پیروکار اور محبت رسول ﷺ کا دم بھرنے والے حب نبوی ﷺ کا درس تو بہت دیتے ہیں لیکن حیات طیبہ کے گوشوں پر کوئی تصنیف علمی سطح پر پیش نہیں کر سکے۔ ایسے معترضین کو احسن طریقے سے پیر صاحب مرحوم نے علمی اور تحقیقی سطح سے لاجواب کر دیا اور سچ تو یہ ہے کہ پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تحریری کاوش بھی امام احمد رضا فاضل بریلوی کے علمی افکار اور حب نبی ﷺ پر مبنی نظریے کا تسلسل ہے۔ کیونکہ بھیرہ شریف کا یہ سجادہ نشین بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتا ہوا خانقاہ سے نکل کر علم کی پیاس بجھانے قریہ قریہ، نگر نگر علم کی خیرات اور سوغات وصول کرتا رہا اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فیض یافتہ علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی سے بھی اکتساب فیض کیا۔ اس لئے میں پیر محمد کرم شاہ الازہری کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کو امام احمد رضا کے علمی سرچشمے کا جاری فیض سمجھتا ہوں۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کو اس بات کا احساس تھا کہ انہوں نے سیرت مصطفوی پر قلم اٹھایا ہے اور یہ معمولی سعادت نہیں ہے۔ وہ سیرت طیبہ کے موضوع پر کچھ لکھنے سے قبل یکم رمضان المبارک 1403ھ کو روزہ افطار کرنے سے قبل رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوتے ہیں اور اپنی تحریری کاوش ضیاء النبی ﷺ کے ذریعے صرف حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے پہلوؤں کو محض تاریخی انداز ہی میں پیش کرنے کا عزم نہیں کرتے کیونکہ اس طرح کے کام دوسرے حضرات پہلے کر چکے ہیں بلکہ وہ اپنی کتاب کو ایک زندہ اور تابندہ ''تحریک نورانیت'' کا محرک بنانا چاہتے ہیں۔ ان کی دعا کے الفاظ قابل غور ہیں:

''الٰہی جو شان، جو فضل و کمال، جو حسن و جمال، جو صوری محاسن اور معنوی خوبیاں تو نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں ان کا صحیح عرفان اور پہچان بھی نصیب فرما اور ان کو اس طرح بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرما جس کے مطالعہ سے تاریک دل روشن ہو جائیں، مردہ روحیں زندہ ہو جائیں، ذوق و شوق کی دنیا آباد ہو جائے، جہاں غفلت کی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں وہاں تیرے ذکر پاک اور تیرے محبوب مکرم ﷺ کی مبارک یاد کی قندیلیں فروزاں ہو جائیں''۔

Marfat.com

محبت وعقیدت سے لبریز اس تحریر کے مطالعہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مصنف کس پہلو اور کن جہات سے سیرت نبوی کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے اور اپنے قارئین کو کس اسلوب سے بارگاہ مصطفوی تک رسائی کا طریقہ سکھانے کا عزم رکھتا ہے۔ بالعموم ہمارے ہاں خطبات وتقاریر میں میلاد پاک کی محفلوں میں آمد مصطفیٰ ﷺ کے قبل کے حالات کے تذکرے میں چند ایک فقروں کو تمہید کے انداز پر بیان کیا جاتا ہے اور پھر مخصوص انداز میں ولادت باسعادت کے پاکیزہ واقعات کا نورانی بیان شروع ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ بھی بہت بڑی سعادت اور خوش قسمتی کی بات ہے کہ خطیب کو احوال آمد مصطفیٰ ﷺ کے ذکر کا سنہری موقع ملے لیکن بدلتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر اب ضروری ہو گیا ہے کہ آج کا محقق، نثر نگار اور مقرران پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد مبارک سے قبل کے حالات کے متعلق ہیں۔ ہمارے سامعین اور ہمارے قارئین کا معیار اور ذہنی سطح بہت بلند ہوتی جا رہی ہے۔ ذرائع ابلاغ کی جدید دور میں وسعت اور مختلف النوع لٹریچر کی یلغار نے فکر میں وسعت اور مطالعہ میں تنوع پیدا کر دیا ہے۔ اس لئے لامحالہ ذہن انسانی اس طرف جاتا ہے کہ ان واقعات اور حالات کا علمی اور تحقیقی انداز پر مطالعہ کیا جائے جو حضور ﷺ کی آمد مبارک سے قبل رونما ہوئے۔ کیونکہ اس جہت سے سیرت مبارکہ کا مطالعہ ایک تقابلی جائزہ بن جاتا ہے۔ اس سے جہاں غیر مسلموں کے نظریات کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور ان کا استدلال کمزور پڑ جاتا ہے وہاں پر حب نبوی سے سرشار مسلمانوں کے قلوب ایقان وعرفان کے نئے جذبوں اور نئے ولولوں سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے اس پہلو پر بہت تفصیل سے معلومات مہیا کی ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک عام علمی سطح کے قاری کے لئے یہ تفصیلات جو کہ پانچ سو سے زائد صفحات کی ایک مکمل جلد پر محیط ہیں ضرورت سے زیادہ محسوس ہوں لیکن سچ یہ ہے کہ ہمارے قارئین اور ہمارے خطباء اور ان کے سامعین کو اپنا ذوق محبت قائم ودائم رکھنے کے ساتھ ساتھ اب ان سنجیدہ قسم کے موضوعات کو بھی توجہ کا مستحق سمجھنا چاہئے۔ اس کے بغیر تعلیمی حلقوں میں وہ اپنا معیار قائم نہیں رکھ سکیں گے اور یہ گھسا پٹا الزام بار بار دہرایا جاتا رہے گا کہ اہلسنت وجماعت کے سواد اعظم سے منسلک حضرات (خدانخواستہ) کم علم اور کم فہم لوگوں پر مشتمل ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ پیر محمد کرم شاہ کی علمی اور تحقیقی تحریک نے منافقین کے اس گمراہ کن نظریئے کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ اب بحمدہ تعالیٰ ہر طرف اہل سنت کے زیر اہتمام علمی ادارے قائم ہوتے نظر آ رہے ہیں اور جدید علوم کے حسین سنگم سے جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ مفکرین اور مقررین کی ایک ''فصل نو'' ہر طرف بہار کا منظر پیش کر رہی ہے۔ یہ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے خصوصی مطالعہ سیرت اور ان کے مخصوص انداز بیان اور تحریر کے پاکیزہ اور حسین نتائج ہیں۔ ایک اہم

Marfat.com

بات جو مصنف ''ضیاء النبی ﷺ'' کی تقریروں اور بالخصوص ان کی تحریروں میں نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اپنے مسلم عقائد کو بیان کرتے ہوئے کبھی بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے بلکہ ہمیشہ سنجیدگی اور متانت سے اپنے موضوع کو آگے بڑھاتے اور استدلال سے اپنی بات ثابت کرتے ہیں۔ ان کی تحریر کا یہ انداز قارئین پر اپنی گرفت آخر تک قائم رکھتا ہے۔

مجھے ذاتی طور پر بعض دفعہ یہ محسوس ہوا کہ ان کی تحریر کا مخاطب ایک انسان ہے۔ اشرف المخلوقات انسان ''جو راہ ہدایت سے اور مقام احسن تقویم'' سے بھٹک جائے تو ''اسفل السافلین'' کے گھڑے تک جا پہنچتا ہے۔ جب وہ لکھتے ہیں تو کسی ایک مخصوص مسلک یا کسی ایک عقیدے کے قاری کے لئے نہیں لکھتے۔ وہ اپنا عقیدہ بڑے واضح اور پرکشش انداز میں بالعموم اس طرح لکھتے ہیں کہ اگر مخالف عقائد و نظریات کا صحیح الفطرت آدمی بھی تعصبات کی آلائش سے پاک ہو کر اور ہر قسم کے ذہنی تحفظات سے ماوراء ہو کر اس کا مطالعہ کرے تو اس کے لئے اس میں غور و فکر کا بہت سامان موجود ہوتا ہے۔ وہ سیرت پاک کے مطالعہ کے آغاز میں انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا ذکر کرتے ہیں اور آدمیت کو عطا شدہ انعامات اور حاصل شدہ تکریم کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑے کرب سے اس حقیقت کا تذکرہ کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی اس حسین ترین تخلیق نے اپنے غلط عقائد اور باطل نظریات کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اپنے لئے چن لیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ جس کے سر پر اشرف المخلوقات ہونے کا سہرا سجایا گیا تھا۔ جس کے علم کے سمندر کی بیکرانیوں کے سامنے نوری ملائکہ کو اعتراف عجز کرنا پڑتا تھا۔ اس آدم کی اولاد خدا فراموش ہی نہیں بلکہ خدا فراموشی کے باعث خود فراموش بھی بن چکی تھی۔ انہیں قطعاً یاد نہ رہا تھا کہ وہ خلاق جہاں کی شان تخلیق کا شاہکار ہیں اور ان کی تخلیق کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانیں۔ دل کی گہرائیوں سے اس سے محبت کریں۔

فاضل مصنف باطل نظریات اور جھوٹے خداؤں کے پرستاروں کے تعارف کے ضمن میں اہل ایران کے مذہبی عقائد کا تذکرہ کرتے ہیں اور ساسانی خاندان کے موسس اول اردشیر کے دور کے آغاز سے اپنی تحقیق کا دائرہ آگے بڑھاتے ہیں۔ 28 اپریل 224ء کو قائم ہونے والی اس سلطنت کے عہد میں رائج ہونے والے نظریات میں مظاہر پرستی سرفہرست ہے۔ فاضل مصنف نے اس موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے سر پرسی سائیکس Sir Percy Sykes کی کتاب ''ہسٹری آف پرشیا'' کا عمیق نظری سے مطالعہ کیا اور اس کتاب کے حوالوں سے ثابت کیا کہ ایرانی قوم اس عہد جاہلیت میں کس طرح غلط عقائد کی دلدل میں پھنس چکی تھی۔ وہ اپنے قارئین کو بتاتے ہیں کہ اس مظاہر پرستی کے دور میں زرتشت کا ظہور ہوا۔ وہ زرتشت کی پیدائش اور اس کے دور کے متعلق پائے جانے والے مختلف

Marfat.com

نظریات کا بھی احاطہ کرتے ہیں اور ایک حوالے سے لکھتے ہیں کہ بعض مورخین کی رائے میں وہ ایک ہزار سال قبل مسیح پیدا ہوا اور بعض نے چھ سو ساٹھ قبل مسیح اس کا سال پیدائش متعین کیا ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ وہ زرتشتیوں کے عقائد کا خلاصہ سر پرسی سائیکس کی تشریح کے مطابق یوں کرتے ہیں:

"Good Thoughts, Good Words, Good Deeds."

''یعنی پاکیزہ خیالات، شائستہ الفاظ، اور نیک اعمال'' لیکن ایسے عمدہ تصورات پر مبنی عقائد کے معاشرے میں بگاڑ کی صورت اس انداز میں ظاہر ہوئی کہ ایران میں بادشاہت نے مطلق العنانی کا روپ دھار لیا اور لہو ولعب ان کی زندگی کا مقصد وحید بن گیا۔ بادشاہ خسرو کے ضمن میں فاضل مصنف علامہ ابن اثیر کی تصنیف الکامل سے یہ فقرہ نقل کرتے ہیں:

وقیل ثلاثة آلاف امرأة یطاهن والاف جوار وکان له خمسون الف دابة وکان ارغب الناس فی الجواهر والاغانی وغیر ذلک

''کہا گیا ہے کہ خسرو کی تین ہزار بیویاں تھیں اور کئی ہزار کنیزیں، اس کے پاس پچاس ہزار گھوڑے تھے، جواہرات اور موسیقی وغیرہ کا وہ از حد شوقین تھا''۔

فاضل مصنف ان تاریخی حقائق سے اپنے قارئین کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ دنیا حضور سرور کائنات ﷺ کی آمد سے قبل فسق وفجور اور گمراہی کے عمیق اندھیرے غاروں میں مقید تھی۔ وہ ایرانی معاشرہ اور بالخصوص خسرو پرویز کے اخلاقی دیوالیہ پن اور ایرانی معاشرت میں محرمات کے ساتھ شادی کے رواج کا تذکرہ کرنے کے بعد نوشیروان عادل کے دور کا مختصر جائزہ بھی لیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ یونان اور سلطنت رومہ کو اپنی تحقیق کا موضوع بناتے ہیں۔ مصر اور ہندوستان کے سیاسی اور مذہبی نظام اور تصورات کا احاطہ کرتے ہیں۔ ان کے عقائد اور رسومات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ بالخصوص ہندومت کے نظریات کی تفصیلات میں جا کر جس عرق ریزی سے انہوں نے تاریخ کو کھنگالا ہے، اس سے سیرت نگاری کے شعبے میں تقابلی مطالعے کی وجہ سے ''ضیاء النبی ﷺ'' کا علمی اور تحقیقی مقام مزید بلند ہو گیا ہے۔ ورنہ وہ اگر چاہتے تو واعظین اور خطباء کے انداز میں تمہید میں سابقہ ادوار کا مختصر تذکرہ کرکے اصل موضوع کی طرف آ جاتے لیکن انہوں نے جس طرح سابقہ اقوام، ان کے احوال، ان کے معاشرتی، سیاسی اور عائلی تصورات کا بالتفصیل مطالعہ کیا ہے، اس سے ان کے مطالعے کی وسعت اور ان کی سوچ کی بلندی اور فکری گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ ہندوستان کے تذکرے کے ضمن میں بدھ مت اور جین مت کے تصورات اور عقائد کی تفصیلات بھی بیان کرتے ہیں۔ جزیرۃ العرب جسے سرور کائنات، فخر موجودات، رہبر عالم ﷺ کا مسکن ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، کا تفصیلی تذکرہ کرنے سے

Marfat.com

قبل فاضل مصنف نے چین کے حالات سے بھی اپنے قارئین کو روشناس کرایا ہے اور کنفیوشس کے نظریات سے آگاہ کیا ہے۔

جزیرۃ العرب کے تفصیلی حالات بیان کرنا اور اس میں بسنے والے قبائل کے اوصاف، ان کی عادات واطوار اور معاشرتی رویوں کی وضاحت کرنا کتاب کے موضوع سے براہ راست متعلق ہے۔ ضیاء النبی ﷺ کا یہ حصہ جس میں جزیرۃ العرب کے متعلق تفصیلات جمع ہیں ایک چشم کشا علمی ذخیرہ ہے۔ یہ بات بلا مبالغہ اور بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اردو لٹریچر میں جزیرۃ العرب کے احوال پر مبنی اس قدر جامع معلومات ایک جگہ پر اس انداز سے موجود نہیں ہیں کہ عربوں کے اوصاف اور خاندان مصطفوی ﷺ کے خصائل اور ان کی اعلیٰ اقدار سے مکمل تاریخی پس منظر کے ساتھ آگہی حاصل ہو سکے۔ ورنہ بالعموم ولادت نبوی سے قبل عرب کے حالات کو ہمیشہ منفی انداز میں ہی پیش کیا جاتا ہے اور عربوں کی مخصوص انداز سے بھیانک تصویر ہی دکھائی جاتی رہی ہے۔ دور جاہلیت کے عربوں کے غلط تصورات اور ان کی فرسودہ روایات سے قطع نظر عربوں کی شجاعت، فصاحت، ان کے بلند اخلاق اور اعلیٰ محاسن اور بالخصوص حضور ﷺ کے عظیم المرتبت اور اعلیٰ نسب خاندانی پس منظر کے حوالے سے جدید دور میں اردو کے سیرت نگاروں نے پہلوتہی کی ہے لیکن ضیاء النبی ﷺ کے فاضل مصنف نے ہمارے زندہ جاوید رہبر کامل، نبی اعظم ﷺ کے آباء واجداد اور ان کی معاشرتی خدمات اور شخصی صفات کا اس احسن انداز میں تذکرہ کیا ہے کہ کتاب کا قاری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء واجداد کے حسن کردار میں سیرت پاک مصطفوی کی حسین کرنیں منور و تاباں دیکھتا ہے۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے عیسائیت کے عقائد میں تبدیلیاں، انجیل مقدس میں تحریف و ترمیم کے ضمن میں بھی اعتدال اور تحقیق کا دامن نہیں چھوڑا اور استدلال سے ثابت کیا ہے کہ سابقہ کتب سماویہ میں آمد مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ موجود رہا اور اس کا تسلسل انجیل تک نظر آتا ہے۔ لیکن تحریف و ترمیم کے حربوں سے عیسائی دنیا نے صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تذکرے ہی کو مٹانے کی ناپاک کوششیں نہیں کیں بلکہ خود اپنی مقدس کتاب کو بھی متنازعہ بنا دیا ہے جس کے متعلق کوئی بھی حتمیت اور قطعیت کے ساتھ اسے اصل متن پر مبنی الہامی کتاب تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ تاہم وہ متعدد حوالوں سے ثابت کرتے ہیں کہ موجودہ صورت میں بھی انجیل میں متعدد مقامات پر ایسے اشارے موجود ہیں جن سے آمد مصطفوی کی طرف واضح طور پر نشاندہی کی گئی ہے۔ انہوں نے پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور کی مطبوعہ بائبل کے اردو ترجمے کے حوالے سے انجیل یوحنا کے چودہویں، پندرہویں اور سولہویں باب کی متعدد آیات کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال کی روشنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

Marfat.com

آمد مبارک کا تذکرہ موجود ہے۔ مثلاً ''میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس کے بعد میں سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ جب وہ مددگار آئے گا تو وہ میری گواہی دے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔'' فاضل مصنف نے انجیل برناباس کے حوالے سے آمد مصطفوی کے ضمن میں تفصیلی مواد مہیا کیا ہے۔ وہ برناباس کا تعارف کراتے ہوئے تفصیل سے بتاتے ہیں کہ وہ قبرص کا باشندہ تھا۔ اس کا پہلا مذہب یہودیت تھا۔ اس کا نام Joses تھا لیکن بعد ازاں دین عیسوی کی اشاعت اور ترقی کے لئے اس نے سردھڑ کی بازی لگا دی۔ حواری اس کو برناباس کے نام سے پکارتے تھے، جس کا معنی ''واضح نصیحت کا فرزند'' ہے۔ فاضل مصنف نے انجیل برناباس کا تذکرہ کرنے سے قبل عیسائیت کی مذہبی تاریخ کا جائزہ پیش کیا ہے کہ کس طرح عیسائیت اپنے عقائد وتصورات میں تبدیلیوں اور تحریف وترمیم کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات کو مسخ کرتی رہی۔ انجیل برناباس کا نسخہ 325ء میں تک مستند تسلیم کیا جاتا رہا۔ پہلی دو صدیوں میں یہی انجیل معتبر تھی لیکن 325ء عیسائی کانفرنس میں عبرانی زبان کی تمام تر انجیلوں کو ضائع کرنے کا حکم صادر کیا گیا اور حکم عدولی کی سزا، سزائے موت مقرر کی گئی۔ 383ء میں پوپ نے انجیل برناباس کا نسخہ حاصل کیا اور اپنی پرائیویٹ لائبریری میں اسے محفوظ کر لیا۔ جب برناباس کی قبر کافی عرصے کے بعد کھودی گئی تو انجیل کا اس کے ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ اس کے سینے پر رکھا ہوا ملا۔ انجیل برناباس کا اطالوی زبان میں ترجمہ پوپ نے اپنے دوست فرامارینو کو دیا جو بالآخر ایمسٹرڈم پہنچا۔ بعد ازاں ایک شہزادے نے اسے حاصل کیا۔ 1738ء میں یہ نسخہ ویانا میں پہنچا۔ اب بھی یہ نسخہ وہاں محفوظ ہے۔ انجیل برناباس کا انگریزی ترجمہ مسٹر احمد مسز ریگ (Ragg) نے 1907ء میں ایک لاطینی نسخے سے کیا جسے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا۔ فاضل مصنف نے اسی ترجمہ سے استفادہ کیا۔ اس ترجمے کے دو نسخے محفوظ رہے۔ ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں۔ فاضل مصنف نے اس انگریزی ترجمہ کا حوالہ دیا جو کہ پبلشر نے ایک دوست کی وساطت سے واشنگٹن کی کانگریس لائبریری سے حاصل کیا۔ یوں تو ضیاء النبی ﷺ میں درج تمام تر حوالے ہی ایمان افروز ہیں۔ تاہم درج ذیل اقتباسات قلوب واذہان کو منور کرنے کے لئے درج کئے جا رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے برناباس لکھتے ہیں:

"BUT AFTER ME SHELL COME THE SPLENDOUR OF ALL

Marfat.com

THE PROPHETS AND HOLY ONES"

''لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لائے گی جو تمام نبیوں اور نفوس قدسیہ کے لئے آب و تاب ہے۔''

"FOR I AM NOT WORTHY TO ENLOOSE THE TIES OF THE HOSEN OR THE LATCHES OF THE SHOES OF THE MESSENGER OF THE GOD."

'جس ہستی کی آمد کا ذکر ہے میں تو اللہ کے اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں۔''

"I AM INDEED SENT TO THE HOUSE OF ISRAEL AS A PROPHET OF SALVATION BUT AFTER ME SHALL COME THE MESSIAH SENT OF GOD TO ALL THE WORLD"

''بے شک میں تو فقط اسرائیل کے گھرانے کی نجات کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لیکن میرے بعد مسیحا تشریف لائے گا جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کے لئے مبعوث فرمائے گا۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت سننے کے بعد تمام سامعین نے بیک آواز کہا:

"O! GOD SEND US THY MESSENGER. O ! MUHAMMAD COME FOR THE SALUATION OF THE WORLD."

''اے خدا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری طرف بھیج۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی نجات کے لئے جلدی تشریف لائیے۔''

یوں تو ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام جلدیں اپنے موضوعات کی اہمیت اور حیات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نسبت کی وجہ سے اہم اور گراں مایہ سرمایہ ہیں لیکن اہلسنت و جماعت کے مقررین اور واعظین میلاد شریف کے اجتماعات میں جس موضوع کو بالعموم موضوع گفتگو بناتے ہیں، وہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاق و سباق پر مشتمل اور اس ضمن کی تفصیلات پر مبنی واقعات ہوتے ہیں۔ ان واقعات سیرت نبوی کو محبت اور سرور بھرے جذبات سے سننا اور عشق و مستی سے لبریز محسوسات سے پڑھنا ہر صحیح العقیدہ مسلمان کی دلی آرزو ہوتی ہے۔ کیونکہ انہی تفصیلات سے سامع اور قاری کا دل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی سعادت اور فیوضات کے تذکرے سے منور و معمور ہو جاتا ہے۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلد دوم میں آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب کو ''صبح نور'' کے حسین نام سے موسوم کیا ہے اور اس کے ضمنی عنوان ''طلوع آفتاب مطلع نبوت و رسالت'' کے تحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے قبل بشارتوں کا جس محبت بھرے انداز میں تذکرہ کیا ہے یہ انہی کا حصہ تھا۔ ورنہ اردو کے سیرت نگاروں کو (الا ماشاء اللہ) اس سے قبل اس انداز سے لکھنے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی۔

Marfat.com

ایک اہم چیز جو ضیاء النبی ﷺ کا مطالعہ کرنے والا محسوس کرتا ہے، وہ یہ کہ وہ اپنے آقا و مولا نبی مختار، رحمت پروردگار ﷺ کی بارگاہ کی حاضری کا لطف لیتا ہے اور کائنات کے ہادی و رہبر ﷺ کی زندگی کی تفصیلات کو معجزات و کمالات، فیوضات و برکات کے حلقہ نور سے دیکھتا ہے۔ جبکہ بعض اردو کے سیرت نگار واقعات کی ترتیب اور ماخذ کی صحت کے مباحث پر زور دیتے ہیں لیکن عظمت مصطفیٰ ﷺ کا وہ پہلو جو قارئین کو سرور دو عالم، نبی آخر و اعظم ﷺ کی رفعت سے آگاہ کرے اسے اکثر فراموش کر دیتے ہیں۔ میلاد مصطفوی ﷺ کی محافل، کانفرنسیں، جلسے، سیمینارز اور میلاد کے جلوس بارہ ربیع الاول کو ولادت نبوی کی مناسبت سے پوری دنیا میں انعقاد پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن ایک خاص منصوبہ کے تحت کچھ حلقوں نے یہ سوچ کر بارہ ربیع الاول کی تاریخ کے بارے میں تحقیق کے نام پر تشکیک پیدا کر دی تا کہ امت کے سواد اعظم کو بارہ ربیع الاول کو میلاد کے نام سے منعقد ہونے والی پاکیزہ محافل سے محروم کیا جا سکے۔ اس قسم کی پروپیگنڈا مہم میں کچھ عرصہ سے تیزی آ گئی تھی۔ ضیاء النبی ﷺ کے مصنف نے اس کا نوٹس لیتے ہوئے جس خوبصورتی سے بارہ ربیع الاول کو ولادت مصطفوی کے وقوع پذیر ہونے سے متعلق عالم اسلام کے ثقہ، معتبر اور جید محققین، مورخین اور محدثین و مفسرین کی آراء پیش کی ہیں، اہلسنّت و جماعت کے لئے ایک بہت بڑی قلبی تسکین کا سبب ہے۔ کیونکہ اس طرح عامۃ الناس میں بارہ ربیع الاول کے حوالے سے شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش اب ان شاء اللہ کارگر ثابت نہیں ہو سکے گی۔ مصنف نے تاریخ ولادت باسعادت کے عنوان کے تحت آغاز میں لکھا: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ محسن انسانیت ﷺ کا یوم میلاد دوشنبہ کا دن تھا۔ اس پر بھی علماء امت کا تقریباً اتفاق ہے کہ ربیع الاول کا بابرکت مہینہ تھا۔ ماہ رمضان اور ماہ محرم کے اقوال کو اہل تحقیق نے درخور اعتنا ہی نہیں سمجھا۔ البتہ ماہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی؟ جب مہتاب رشد و ہدایت ﷺ نے جلوہ بار ہو کر ظلمت کدۂ عالم کو منور فرمایا۔ اس کے بارے میں علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے علماء و محققین کی آراء ناظرین کے مطالعہ کے لئے تحریر کی ہیں تا کہ اس تقابلی مطالعہ سے وہ بآسانی صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں۔ یہاں ان تمام تر تفصیلات کا اعادہ مقصود نہیں البتہ ان تفصیلات کا خلاصہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مندرجہ ذیل نامور محققین نے اپنی شہرۂ آفاق کتب میں بارہ ربیع الاول کو ولادت باسعادت کا دن قرار دیا ہے:

1۔ امام ابن جریر طبری مفسر، مورخ (تاریخ طبری)

2۔ علامہ ابن خلدون، امام علم فلسفہ و تاریخ (تاریخ ابن خلدون)

(ابن خلدون نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ یہ نوشیرواں کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا)

Marfat.com

3۔علامہ ابن ہشام، سیرت نگار، محقق (السیرۃ النبویۃ ابن ہشام)

4۔علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، عالم سیاست اسلامیہ (اعلام النبوۃ)

5۔محمد الصادق ابراہیم عرجون جدید سیرت نگار۔عمید کلیہ اصول الدین جامعہ الازہر (محمد رسول اللہ) انہوں نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ تطبیق کے اعتبار سے عیسوی سن کے لحاظ سے 20 اگست 570ء تھی۔

6۔علامہ محمد رضا، محقق، امین قاہرہ یونیورسٹی لائبریری (محمد رسول اللہ) علامہ محمد رضا نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اہل مکہ مقام ولادت کی زیارت کے لئے اس تاریخ کو جایا کرتے تھے۔

اس کے بعد فاضل مصنف نے ان سیرت نگاروں کی آراء کو بھی شامل کیا ہے جنہوں نے بارہ ربیع الاول کے علاوہ ربیع الاول کی بعض تاریخوں کا تذکرہ کیا ہے۔انہوں نے سوموار کے دن کے تذکرے کے حوالے سے علامہ ابن کثیر کی ''السیرۃ النبویۃ'' سے بھی عبارت نقل کی ہے۔ اور ابن عباس کی روایت کے مطابق علامہ ابن کثیر کی تحریر کا حوالہ دیا ہے۔جس میں انہوں نے سوموار کی حیات نبوی میں اہمیت کے ضمن میں فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت بھی سوموار کے دن، بعثت بھی سوموار کے دن اور دار فانی سے انتقال بھی سوموار کے دن اور جس دن حضور ﷺ نے حجر اسود اٹھا کر کعبہ کی دیوار میں رکھا تھا وہ بھی سوموار کا دن تھا۔

7۔ابن ابی شیبہ محدث، محقق (مصنف ابن ابی شیبہ، بحوالہ سیرت ابن کثیر)

ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر اور حضرت ابن عباسؓ دونوں کی روایت سے سوموار بارہ ربیع الاول کو ولادت باسعادت کو ثابت کیا ہے۔

8۔مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی، عالم فن تقویم (تقویم تاریخی)

9۔علامہ ابن جوزی، محقق عالم (الوفا ابن جوزی) ابن جوزی نے اگرچہ دس ربیع الاول کی تاریخ بھی بیان کی ہے لیکن عالم اسلام کے پہلے سیرت نگار ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ ولادت مبارکہ دو شنبہ بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

10۔نواب سید محمد صدیق حسن خان مشہور اہل حدیث عالم (الشمامۃ العنبریۃ مولد خیر البریۃ) نواب صاحب نے لکھا ہے کہ ابن جوزی نے بھی بارہ ربیع الاول کی تاریخ کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔

11۔مولانا مفتی محمد شفیع، مفتی اعظم علماء دیوبند (سیرت خاتم الانبیاء)

ضیاء النبی ﷺ کے فاضل مصنف نے لکھا ہے کہ بارہ ربیع الاول کی تاریخ پر معترض ہونے والے محمود پاشا فلکی کا حوالہ برصغیر پاک و ہند کے جن سیرت نگاروں نے دیا، انہیں محمود پاشا کے اصلی وطن کا بھی حتمی علم نہیں ہے۔انہوں نے بتایا کہ علامہ شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان منصور پوری نے اسے مصر

Marfat.com

کا باشندہ لکھا۔ مفتی محمد شفیع صاحب انہیں مکی لکھتے ہیں۔ مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی نے انہیں قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت دان اور منجم بتایا ہے۔ فاضل مصنف نے تحقیق کے بعد معلوم کیا کہ محمود پاشا فلکی کا اصل مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا جس کا سب سے پہلے ترجمہ ''احمد زکی آفندی'' نے ''نتائج الافہام'' کے نام سے عربی زبان میں کیا۔ اردو میں اس کا ترجمہ سید محی الدین خان جج ہائیکورٹ حیدر آباد نے کیا جو 1898ء میں شائع ہوا تھا مگر اب دستیاب نہیں ہے۔ محمود پاشا فلکی پر انحصار کرنے والوں کے لئے غور طلب بات یہ ہے کہ ہجری سن کا باقاعدہ سرکاری طور پر آغاز حضرت عمر فاروق کے عہد حکومت میں 12 جولائی 638ء سے ہوا۔ اس سے قبل عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر نہیں تھا اور تقویم کا کوئی ریکارڈ نہیں۔ اس لئے صحابہ کرام، تابعین اور دیگر اسلاف کی روایات کو جھٹلا کر موجودہ دور کے تقویمی حساب پر یقین کر لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ تقویم کا حساب لگانے والے کسی ایک تاریخ پر اتفاق نہیں کر سکتے۔ علامہ قسطلانی نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ سن ہجری کے کیلنڈر کے آغاز سے قبل عرب میں مختلف اوقات میں سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنالئے جاتے تھے۔ اس طرح تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ محض تقویمی علوم کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ صحابہ کرام اور علماء متقدمین و متاخرین کی تحقیقات و تصنیفات کی روشنی میں طے ہو چکا ہے کہ ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول بروز دوشنبہ عام الفیل کو ہوئی۔

مندرجہ بالا حوالہ جات اور تفصیلی تحقیق اور تقابلی مطالعہ کے بعد قارئین کے ذہن میں یوم ولادت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ فاضل مصنف کا یہ قابل قدر کارنامہ ہے کہ وہ ولادت نبوی کے یوم سعید کے موضوع کو اپنی تحقیق کے لئے منتخب کرتے وقت تمام تر متعلقہ حقائق و شواہد کو پیش نظر رکھتے ہیں تاکہ قاری کل کسی اور کتاب کے حوالہ کو دیکھ کر ابہام و تشکیک میں مبتلا نہ ہو جائے اور اس طرح ایک مخصوص حلقے سے پھیلائے جانے والے یوم میلاد النبی ﷺ کے متعلق گمراہ کن نظریے کی آبیاری نہ ہو سکے۔ ضیاء النبی ﷺ سیرت مطہرہ کے موضوع پر اردو کی بالعموم دیگر کتب سے اس لحاظ سے منفرد اور ممتاز ہے کہ اکثر اردو کے سیرت نگاروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ورود مسعود اور بالخصوص بچپن کے حالات کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ انہوں نے اس موضوع کو بہت اختصار سے لیا اور صرف نظر کرتے ہوئے ان مبارک مہ و سال سے آگے گزر گئے۔ کیونکہ ایسے خودساختہ محققین تحقیق کے نام پر ایسی روایات کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے جن کو قبول کرنے سے رحمت عالم ہادی اعظم ﷺ کا پاکیزہ بچپن، معجزات نبوت کے ابتدائی نشانات سے لبریز و معمور نظر آتا ہو۔ یہ کم نظر لوگ چالیس سال کی عمر مبارک کے بعد کے اعلان نبوت تک کسی قسم

Marfat.com

کے حیران کن اور ایمان افروز واقعہ کو اعجاز نبوت تسلیم کرنا اپنے لئے ممکن نہیں پاتے اور ''فترۃ الوحی'' سے پسندیدہ معانی اور مفاہیم تلاش کرتے ہیں اور اس سے اپنے مخصوص نظریات کو کشید کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ یہ تسلیم کرنے پر تیار ہی نہیں ہوتے کہ اعلان نبوت سے قبل بھی سرور دو جہاں ﷺ کی آمد باسعادت کی حیرت انگیز برکتوں، اثر آفرینیوں اور معجزانہ کمالات کا ظہور ہوسکتا ہے۔ ضیاء النبی ﷺ کے فاضل مصنف نے اس کے برعکس طرز عمل اختیار کیا ہے۔ انہوں نے ''حضور ﷺ کا معصوم بچپن'' کے عنوان سے ان تمام قابل اعتماد اور ثقہ روایات کو جمع کر دیا ہے جن کا تعلق حضور ﷺ کے عہد طفولیت سے ہے۔ (راقم الحروف کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انگلستان کے نوجوانوں کی ضروریات کے پیش نظر ضیاء النبی ﷺ کے ابتدائی حصے کا انگریزی ترجمہ ''Innocent Childhood'' ''معصوم بچپن'' کے نام سے کیا جو بے حد مقبول ہوا) ضیاء النبی ﷺ کے فاضل مصنف نے میلاد نبوی کے ایمان افروز واقعات تحریر کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ چند صفحات محفل میلاد کے جواز اور اس کی افادیت کے لئے مختص کر دیئے ہیں جو کہ ایک بہت بڑی مسلکی اور دینی خدمت ہے۔ وہ محافل میلاد کے انعقاد اور ان کے خصوصی اہتمام کی نسبت سے تاریخی حوالوں کے ساتھ ساتھ ان محافل کو بدعت ثابت کرنے والوں کا بھی علمی محاسبہ کرتے ہیں۔ ''محافل میلاد کا انعقاد بدعت ہے'' کے عنوان کے تحت جو طرح طرح کے الزامات اہلسنت و جماعت پر لگائے جاتے ہیں، فاضل مصنف نے ان الزامات کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے۔ وہ معترضین کا انداز استدلال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں بعض متشددین محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت کہتے ہیں اور بدعت بھی وہ جو مذمومہ ہے اور ضلالت ہے۔ بے شک حدیث پاک میں بدعت سے اجتناب اور پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ بدعت کا مفہوم کیا ہے۔ اگر بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عمل جو عہد رسالت میں اور عہد خلافت راشدہ میں نہ تھا اور اس کے بعد ظہور پذیر ہوا وہ بدعت ہے اور بدعت مذموم ہے اور اس پر عمل کرنے والا گمراہ اور دوزخ کا ایندھن ہے۔ تو پھر اس کی زد محفل میلاد پر ہی نہ پڑے گی بلکہ امت کا کوئی فرد بھی اس کی زد سے بچ نہیں سکے گا۔ مخالفین کے گمراہ کن نظریے کی بیخ کنی کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں: یہ علوم جن کی تدریس کے لئے بڑے بڑے مدارس اور یونیورسٹیاں قائم کی گئی ہیں اور جن پر کروڑ ہا روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ ان علوم میں بیشتر وہ علوم ہیں جن کا خیر القرون میں یا تو نام و نشان ہی نہ تھا اور اگر تھا تو اس کی موجودہ صورت کا کہیں وجود نہ تھا۔ صرف، نحو، معانی، بلاغت، اصول الفقہ، اصول حدیث یہ تمام علوم بعد کی پیداوار ہیں۔ کیا جن علماء و فضلاء نے ان علوم کو مدون کیا اور اپنی گراں قدر زندگیاں، اپنی قیمتی صلاحیتیں اور اوقات ان کو معراج کمال تک پہنچانے کے لئے اور نوک پلک سنوارنے کے لئے صرف کیے کیا وہ

Marfat.com

سب بدعتی تھے اور اس بدعت کے ارتکاب کے باعث وہ سب ان حضرات کے فتویٰ کے مطابق جہنم کا ایندھن بنے۔ پھر گذشتہ چودہ صدیوں میں اسلام کے دامن میں کون رہ جاتا ہے جسے جنت کا مستحق قرار دیا جا سکے۔ فاضل مصنف کا یہ انداز تحریر معترضین کے لئے مسکت جواب ہے۔ درحقیقت فاضل مصنف نے ہر اس پہلو کو واضح کیا ہے جہاں جہاں سے حضور ختمی مرتبت، نور مجسم ﷺ کے مقام و مرتبے کے علو و بلندی کے صدور و ظہور کا تذکرہ قارئین کے ایمان میں رفعتیں نصیب کر سکے، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک کا ذکر چھیڑتے ہیں تو اس نام کے حوالے سے تاریخی حوالہ جات کا انبار لگا دیتے ہیں اور اس پاکیزہ نام سے موسوم سابقہ افراد کا تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ حضرت حلیمہ سعدیہ کی مکہ مکرمہ آمد، حضور ﷺ کا ان کے ہمراہ طائف جانا، برکات کا ظہور، شیما بہن کی پیار بھری لوریاں، شق صدر کا واقعہ، اس حسین انداز میں لکھتے ہیں کہ پڑھنے والا اپنے آپ کو اس بابرکت دور میں سانس لیتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ وہ شق صدر کا واقعہ لکھنے کے بعد اس کے بارے میں شکوک کا ازالہ بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے احوال کے مندرجات میں حضور ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کو موضوع تحریر بناتے ہیں اور محققین کی تحقیق سے آگاہ کرتے ہیں۔

فاضل مصنف نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لڑکپن اور عہد شباب کا بھی تفصیل طلب احاطہ کیا ہے اور بعثت سے قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کو اس انداز سے بیان کیا ہے جس سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ بعثت سے قبل حضور ﷺ کی حیات طیبہ راہبانہ نہ تھی بلکہ مجاہدانہ تھی۔ آپ ﷺ کی معاشرتی اصلاح کے پروگراموں میں شرکت، مظلوموں کے حقوق کے لئے آواز بلند کرنا اور مظلوموں کی دادرسی کے لئے رضا کاروں کا دستہ منظم کرنا ایسے نمایاں پہلو ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد شباب سے متعلق ہیں۔ کاش ہمارے واعظین اس دور کی ان رضا کارانہ خدمات کا تذکرہ اکثر کرتے رہا کریں تاکہ نوجوانوں میں اصلاحی رضا کارانہ تحریکوں کو منضبط اور منظم کیا جا سکے اور سیرت محمدی سے راہنمائی حاصل کی جا سکے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کریمانہ کا تذکرہ تو اکثر سیرت کی کتابوں میں پڑھنے کو ملتا ہے لیکن جس طرح حضور ﷺ حسن سیرت سے لبریز تھے اسی طرح خالق کائنات نے آپ ﷺ کو حسن صورت سے بھی مالا مال فرمایا۔ فاضل مصنف نے ''جسم اطہر کی جمال آرائیاں'' کے عنوان سے متعدد صفحات مختص کیے ہیں جن کی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ حضور ﷺ کی محبت سے معمور نظر آتا ہے۔ محبت بھرے تذکرے کی اثر آفرینی میں کسے کلام ہو سکتا ہے کہ فاضل مصنف نے اس حصے کو ''فی صحن المسجد النبوی الشریف والقبة الخضراء ترسل اشعة صاحبها الزاهية النيرة على الكون تملاه بهاء ونورا و طمانية و

Marfat.com

سرور اً۔ ''مبارک اور پاکیزہ ماحول میں بیٹھ کر لکھا ہے۔'' ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فاضل مصنف نے مقام نبوت کی ضیاء پاشیوں سے قارئین کو منور کرنے کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے احوال اس طرح بیان کیے ہیں کہ ان پاکیزہ نفوس کا تعلق ذات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک عام لیڈر اور کارکن کا ہی ظاہر نہ ہو بلکہ ''عاشقان شمع رسالت'' کا ایک حسین تصور سامنے آتا ہے جو ان کی حب نبوی، ایثار، قربانی، بے لوثی اور جانثاری کے جذبات و احساسات و معمولات کو فاضل مصنف کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی تحریر کے قالب میں ڈھال دیتا ہے۔ ''السابقون الاولون'' کے اسلام قبول کرنے کے واقعات ہوں یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زدوکوب کرنے کی تفصیل اور ان کا ردعمل، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حلقہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل ہونے کا ایمان افروز واقعہ ہو یا کفار مکہ کے وفد کا حضرت ابو طالب کو دوٹوک چیلنج اور حضرت ابو طالب کے قصیدہ کے اشعار، حضرت بلال پر مظالم کا روح فرسا بیان ہو یا حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایثار کا تذکرہ، ہر موضوع سے ایک ہی جذبے کا اظہار ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ مشن سے وابستہ افراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارکہ سے ادا ہونے والے کلمات طیبہ اور ہدایات پر بلا خوف و خطر عمل کرنے کے ساتھ دل و جان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا بھی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ زیبا کے دیدار کے ہر وقت متمنی تھے۔ فاضل مصنف نے صحابہ کرام پر ظلم و ستم کی جو روح فرسا داستانیں رقم کی ہیں، ان کے پڑھنے سے آج کے دور کا تحریکی ذہن بہت سے رہنما اصول اخذ کر سکتا ہے۔ بالخصوص شعب ابی طالب میں محصوری کے تین سال انقلابی تنظیموں کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتے ہیں۔ ان کٹھن تین سالوں کے بعد اشاعت اسلام کی ایک تازہ لہر کی تفصیلات پڑھنے سے ان کے حوصلے جوان ہو سکتے ہیں۔ عام الحزن کے المیہ واقعات حوصلہ اور ڈھارس دینے کا کام دے سکتے ہیں اور ایک اجنبی شہر کے باسیوں (انصار) کے قبول اسلام میں رغبت کا ذکر اور ریاست مدینہ کی بنیادیں استوار کرنے کا پس منظر ان کے لئے دست قدرت سے خفیہ اور اچانک امداد کا یقین فراہم کر سکتا ہے۔ فاضل مصنف نے ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری جلد میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ کو جس تفصیل اور تمام جزئیات سے بیان کیا ہے وہ ایک علیحدہ مقالے کا موضوع ہے۔ بہر حال انہوں نے جس طرح دیدار باری تعالیٰ کے متعلق صحابہ کرام اور سلف صالحین کا نظریہ وضاحت سے بیان کیا ہے، اس سے موجودہ دور کے بعض خود ساختہ مفکرین کے طرز استدلال کی قلعی کھل گئی ہے۔ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری جلد دراصل سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرزمین یثرب کی طرف ہجرت سے لے کر ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات، ان کی تفاصیل، پس منظر اور حکمتوں پر مشتمل ہے۔ یہ جلد اس لحاظ سے بھی قابل توجہ ہے کہ موجودہ دور کے بعض

Marfat.com

لکھاریوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سیاسی پہلو اور بحیثیت سربراہ مملکت حیثیت پر تو بہت کچھ لکھا ہے اور یہ مخصوص لوگوں کا پسندیدہ موضوع بھی ہے لیکن وہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے تاجدار مدنی ﷺ کو صرف ایک مروجہ عام سطح کے سیاسی قائد کے انداز و روپ میں پیش کرنا ہی اپنے زورِ قلم کا شاہکار کارنامہ سمجھتے ہیں اور اس کو ہی تحقیق کا عروج و کمال تصور کرتے ہیں۔ ضیاء النبی ﷺ کے فاضل مصنف نے مدینہ کی اسلامی ریاست کے والی ﷺ اور آقا ﷺ کو اس حسین انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ جہاں امور مملکت میں منہمک نظر آتے ہیں وہیں ان کے سراپا کے دیدار کے شائق اور جمال نبوت کے دیوانے ہمہ وقت ان کے اردگرد پروانہ وار نظر آتے ہیں اور چشم بصیرت سے ان کو دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ہجرت کے واقعات کے ضمن میں پیر محمد کرم شاہ صاحب نے رحمت عالم ﷺ کی ہجرت کی وجوہات اور برکتیں اور نبی رحمت ﷺ کی ہجرت کے فوری محرکات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ بالخصوص دارالندوہ (کفار مکہ کا مرکز) میں شیخ نجد کی شمولیت کا واقعہ کچھ سیرت نگار نگاہوں سے اوجھل کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں لیکن اس تاریخی حقیقت کا تذکرہ ضیاء النبی ﷺ جیسی علمی و تحقیقی تفصیلات سے لبریز تصنیف میں آنے سے اب اس واقعہ کو سیرت کے اردو ادب سے کبھی خارج نہیں کیا جا سکتا۔ شب ہجرت کے واقعات میں غار ثور پر ہونے والے محیر العقول واقعات مثلاً مکڑی کا جالا تن دینا، کبوتروں کا اس کے دروازے پر گھونسلا بنا دینا، درخت کا گرنا جیسے واقعات کو معتبر روایات سے فاضل مصنف نے مستند تسلیم کیا ہے۔ غار ثور کے حوالے سے فاضل مصنف کی طرف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بے قراری اور رحمت عالم ﷺ کی دل جوئی اور شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات جیسے عنوانات ضیاء النبی ﷺ کی اہمیت کے واضح ثبوت ہیں۔ شاہراہ ہجرت، مقامات ہجرت کی تشریحات، اثنائے سفر کے واقعات کے تذکروں سے قارئین کو قافلہ یثرب کے ان عظیم مسافروں کی گردِ پا کی لذت و سرور کو لمحہ بہ لمحہ اور قدم بقدم محسوس کرتے ہیں۔ قبا میں قیام اور پھر قبا سے روانگی کے بعد جلوس نبوی کی آمد کا جس کیفیت سے فاضل مصنف نے تذکرہ کیا ہے اس کی جدید دور کے اردو ادب میں مدینہ میں آمد سرکار دو عالم ﷺ کے حوالے سے کوئی نظیر و مثال نہیں ملتی۔ ذرا ان سطروں پر نظر ڈالئے۔ آنکھیں آنسوؤں کے وضو سے پاکیزہ ہو کر جمال نبوی کے نظاروں کا تصور پیش کریں گی:

''صرف انصار ہی اس ساعت ہمایوں کے لئے مضطرب نہ تھے بلکہ یثرب کے مکانوں کے در و دیوار اس روئے انور کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اس بستی کے کوچہ و بازار ان کے قدم ناز کو بوسہ دینے کیلئے بے چین تھے۔ طیبہ کے نخلستانوں کی بلند کھجوریں، جھوم جھوم کر اس شاہ والا تبار ﷺ کی

Marfat.com

بلائیں لے رہی تھیں۔ آخر جمعۃ المبارک کی وہ صبح صادق طلوع ہوئی۔ ہر طرف نوری نور پھیل رہا تھا۔ ہر طرف اجالا ہی اجالا انسانیت کی شب تار کو روز روشن میں بدل رہا تھا۔ ان کچے مکانوں، کھجوروں کی شاخوں سے بنے ہوئے چھپروں جن کو آج تک غربت وافلاس سے جنم لینے والی محرومیوں نے اپنا گھر بنایا ہوا تھا، وہ فخر دودۂ آدم آج انہیں ایسی رونقیں بخشنے کے لئے تشریف لا رہا تھا جن پر شاہ ایران کا قصر ابیض اور قیصر روم کے مرمریں محلات سو جان سے فدا ہونے والے تھے۔"

یہی نہیں مدینہ منورہ کے تعارف کے حوالے سے فاضل مصنف کی ہر ہر سطر سے محبت وعقیدت کے جام چھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ اس شہر مبارک کا تعارف "شہر شاہ خوباں" کے منفرد نام سے کراتے ہیں۔ پھر مدینہ منورہ کے اسماء کا تذکرہ کرتے ہیں۔ دجال اور طاعون سے اس شہر کی حفاظت کا نبوی مژدۂ جانفزا سناتے ہیں۔ مدینہ میں اقامت کی فضیلت سے روشناس کراتے اور اہل مدینہ کو اذیت دینے والوں کو بددعا سے آگاہ کرتے ہیں۔ گویا آپ کو آمد نبوی کی تفصیلات کے سلسلہ میں مدینۃ الرسول ﷺ کے متعلق بیش بہا، ثقہ اور ایمان افروز معلومات بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔ بعد ازاں فاضل مصنف نے مسجد نبوی کی تعمیر، اذان کی ابتداء، یہود کی مخالفت کے اسباب، ان کے معاندانہ طرز عمل، ان کے خبث باطن اور فتنہ انگیزی پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے منافقین کے گروہ کی شر انگیزیوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ منافقین کی طرف سے اعتراضات اور منافقین کے بارے میں حضور ﷺ کے علم کو بھی موضوع تحریر بنایا ہے۔ غزوات رسالت مآب ﷺ کا شعبہ بھی روایتی طریق پر نہیں لکھا گیا۔ ان کی تفصیلات میں بھی جانثاران سرکار مدینہ ﷺ کے ایثار وقربانی کے حسین مناظر واضح انداز میں جلوہ فرما نظر آتے ہیں۔ بالخصوص یوم الفرقان "غزوہ بدر الکبریٰ" اور غزوہ احد کی تفصیلات تو اس موضوع پر لکھی جانے والی علیحدہ کتابوں کے علمی ذخیرے سے بھی بدرجہا بہتر اور تمام تر اسباب وعلل اور پس منظر کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ ان مندرجہ بالا اہم غزوات کے بعد چوتھی اور پانچویں ہجری کے اہم واقعات کو فاضل مصنف نے تیسری جلد میں شامل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت سے اہم اور سبق آموز واقعات کا اپنے مخصوص انداز میں احاطہ کیا ہے۔ مثلاً حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اشعار جو آپ نے تختہ دار پر کہے، حضرت عباد اور عمار کا پہرا دینا اور حضرت عباد کا ادائے فرض میں جان دے دینا، حضور انور ﷺ اور جابر کی گفتگو، زید بن ثابت کو سریانی زبان سیکھنے کا فرمان، حضرت سلیمان انصاری کی آزادی جیسے واقعات۔

قارئین اس حقیقت سے باخبر ہوں گے کہ پیر محمد کرم شاہ کی کوئی تصنیف ہو، ان کی کوئی ضخیم تحقیقی کتاب ہو یا کسی خاص موضوع پر مقالہ، ان کا ادارتی نوٹ ہو یا ان کی کسی تقریر کا متن، ہر جگہ ایک تصور

Marfat.com

واضح طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ وہ شخص جو اپنے زمانے کا عظیم مفسر، محدث، محقق، مہتمم، مصنف اور مرشد تھا، تکبر اور غرور کبھی اسے چھو کر بھی نہیں گزرا۔ وہ خود اپنی تقریر میں، اپنی تحریر میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عجز و انکساری کا پیکر بنا نظر آتا ہے۔ اپنے آپ کو غبار راہ طیبہ لکھنے والے اور مسکین کے حوالے سے تعارف کرانے والے پیر محمد کرم شاہ نے ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغاز میں لکھا تھا:

''اے سلطان حسیناں جہاں! اے سرور اورنگ نشینان عالم! ایک مفلس و کنگال منگتا خالی جھولی لے کر تیرے حسن و جمال کی خیرات لینے کے لئے حاضر ہے اور ایک ادنیٰ سا ارمغان عقیدت و محبت پیش کرنے کا آرزو مند ہے۔ اے میرے ذرہ پرور آقا! ازراہ بندہ نوازی اسے قبول فرمائیے! اور اپنے اس حقیر سے غلام کے دامن تہی کو اپنے سچے عشق اور پکی غلامی کی نعمت عظمیٰ اور دولت سرمدی سے بھر دیجئے۔'' لگتا ہے پیر محمد کرم شاہؒ کی دعا قبول ہوئی۔ ''ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی روز افزوں مقبولیت اس کی واضح دلیل ہے۔

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت بحیثیت سیرت نگار

محمد صدیق ہزاروی

علم و دانش، زہد و تقویٰ، تبلیغ اسلام اور اصلاح خلق کے حوالے سے حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے تقریباً تمام طریق کو اختیار کرنے اور فروغ دین کو منزل وحید بنانے میں اگر موصوف منفرد نظر نہ بھی آئیں تو کم از کم اس میدان میں ان کی قیادت کو تسلیم کیے بغیر چارہ کار نہیں۔ علوم قدیمہ کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ سے بھی مرصع ہونے کے باوجود حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی دین سے محبت اور خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا جہاں احساس کمتری کے شکار ان لوگوں کے لئے راہ ہدایت ہے جو سکولوں اور کالجوں کی کچھ ہوا کھانے کے بعد اپنی پٹڑی سے اتر جاتے ہیں اور دین کے حوالے سے اپنا تشخص اجاگر کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں، وہاں آپ کی زندگی اس خدشے کے ازالہ کے لئے بھی کافی ہے کہ علوم جدیدہ دین سے دوری کا باعث ہیں۔ اگرچہ اس سلسلہ میں اور بھی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن خاص طور پر حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی اور صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی شاہ صاحب جیسی شخصیات اس بات کی واضح مثالیں ہیں کہ اگر تربیت کا فقدان نہ ہو تو علوم جدیدہ نقصان دہ نہیں بلکہ فائدہ مند ہیں۔

اردو میں سیرت رسول اکرم ﷺ پر بے شمار لوگوں نے کتب لکھی ہیں۔ ان سیرت نگاروں نے تحقیق و تدقیق کے جوہر دکھائے اور اردو ادب میں مہارت کا مظاہرہ بھی کیا۔ یہی نہیں بلکہ قدیم مآخذ سے بھی استفادہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن اس کے باوجود کہیں روح ایمان، آداب نبوی ﷺ کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا اور کہیں تحقیق کے نام پر مستشرقین کے لئے کام آسان کر دیا گیا ہے۔

لیکن حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ''ضیاء النبی ﷺ'' کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب جہاں اردو ادب کا بہترین شاہکار ہے وہاں محبت رسول ﷺ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی ہے۔ اس کتاب میں جہاں مقام مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا گیا وہاں نظام مصطفیٰ ﷺ سے بھی صرف نظر نہیں کیا گیا بلکہ کتاب کے سرورق کو جس آیت کریمہ سے زینت بخشی گئی ہے، وہ نظام مصطفیٰ ﷺ اور مقام مصطفیٰ ﷺ دونوں کی آئینہ دار ہے۔ یہ انتخاب مصنف کی سوچ کی غمازی کرتا ہے۔

Marfat.com

سرورق پر قرآن پاک کے یہ الفاظ مندرج ہیں:

داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ سراجاً منیرا کے الفاظ نورانیت مصطفیٰ ﷺ کی خبر دیتے ہیں اور داعیاً الی اللہ میں اس پورے نظام حیات کی طرف اشارہ ہے جس کا منبع و ماخذ وحی ہے۔ وہ عقائد و عبادات ہوں یا اخلاقیات و معاملات، وہ معیشت و معاشرت ہو یا اقتصادیات و سیاسیات۔ اور باذنہ کے الفاظ میں رسول ﷺ کی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ اپنے آپ داعی الی اللہ نہیں ہیں کہ کسی کا دل چاہے تو آپ پر ایمان لائے اور دل نہ مانے تو انکار کر دے۔ بلکہ آپ ﷺ اذن خداوندی سے اور اس کے رسول کی حیثیت سے یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی دعوت کو ٹھکرانا اللہ کی حکم عدولی ہے۔

اگرچہ سرورق پر مندرج اس آیت میں حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمدہ سوچ اور ذہنی پاکیزگی کا اشارہ موجود ہے لیکن آپ نے اس بات کو واضح الفاظ میں ذکر بھی کیا۔ آپ لکھتے ہیں ''حقیقت تو یہ ہے کہ اس علیم و حکیم پروردگار نے اپنے محبوب ﷺ کو محبوبیت کی انگنت شانوں سے نوازا ہی اس لئے ہے کہ جمال سرمدی کے ان جلوؤں کو دیکھ کر، حسن ازل کی ان اداؤں کو دیکھ کر اس کے بندے اس کے محبوب ﷺ کے ہر فرمان کے سامنے بلا تامل سر جھکاتے جائیں۔ اس کے قدم ناز پر اپنے دلوں کو نثار کرتے جائیں۔ تاکہ نبوت مصطفوی ﷺ کا مقصد باحسن طریق انجام پذیر ہوتا جائے۔'' (ضیاء النبی ﷺ جلد اول ص 488) گویا آپ نے واضح کر دیا کہ مقام و نظام مصطفیٰ ﷺ کو جدا جدا نہیں کیا جا سکتا اور یہ کہہ کر میلاد و سیرت کے اجتماعات میں تفریق نہیں کی جا سکتی کہ شریعت نبوی ﷺ کا مقصد تو اعمال کی اصلاح اور عبادات کی طرف راغب کرنا ہے۔ لہٰذا صرف سیرت ہی بیان ہونی چاہیے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے واضح کر دیا کہ میلاد شریف کے پروگرام رسول ﷺ کی عظمت کو دل میں اجاگر کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں کردار سازی ہوتی ہے۔

کسی بھی مصلح اور راہنما کی اصلاحی کاوشیں اور ان میں اس کی کامیابی کو اس ماحول کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے، جس میں وہ اصلاحی خدمات انجام دیتا ہے۔ اگر زمین ہموار اور کاشتکاری کے لئے تیار ہو تو کاشتکار کی محنت کم لیکن نتیجہ خیز ہوتی ہے اور زمین ناہموار اور ناموافق ہونے کے باوجود بہترین فصل لائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کاشتکار باصلاحیت بھی ہے اور جدوجہد کا خوگر بھی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ جس ماحول میں مبعوث ہوئے وہ نہایت بھیانک اور تاریک ماحول تھا جس میں کفر و شرک اور بداخلاقی رچ بس چکی تھی۔ حضرت پیر صاحب نے اس ماحول کو چند سطروں میں بیان کر کے آگے بڑھنے کی

Marfat.com

کوشش نہیں کی بلکہ ضیاء النبی ﷺ کی پہلی جلد کے صفحہ 35 سے صفحہ 361 تک پورے 326 صفحات پر ایران، یونان، رومہ، مصر، ہندوستان، چین اور خطۂ عرب کے بگڑے ہوئے ماحول اور معاشرتی خرابیوں کو تفصیل سے ذکر کیا۔ اگر یہ کتاب بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کے عنوان سے ہوتی تو یہ بیان اتنی زیادہ اہمیت نہ رکھتا لیکن بیان سیرت کے ضمن میں یہ جامع اور مفصل بیان سیرت نگار کی اپنے ھادی ﷺ اور اس کے لائے ہوئے دین سے کامل محبت اور وابستگی کی علامت ہے اور یقیناً اس انداز کے پس منظر میں دشمنان اسلام پر عظمت مصطفیٰ ﷺ اور دین اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے کا جذبہ کارفرما ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ رسول ﷺ کی سیرت طیبہ پر غیر مسلم مفکرین نے بھی خامہ فرسائی کی ہے اور اہل ایمان نے بھی قلم اٹھایا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ مخالفین نے جہاں آپ ﷺ کے کارناموں کا کچھ کچھ ذکر کیا ہے اگرچہ بادل نانخواستہ ہی سہی وہاں ان کی بھرپور کوشش یہی تھی کہ خامیاں تلاش کر کے لوگوں کو نبی کریم ﷺ اور دین اسلام سے متنفر کیا جائے۔ اگر یہی انداز بلکہ اس سے کچھ ہلکا انداز ایک کلمہ گو سیرت نگار بھی اختیار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر مسلم مفکرین کی نمائندگی کر رہا ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو اتنا ضرور ہے کہ وہ اسلام کی نمائندگی کا فریضہ انجام نہیں دے رہا ہے۔ لیکن ضیاء النبی ﷺ میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ شب میلاد اور عجائب قدرت الٰہی کا ظہور کے عنوان سے اس مبارک رات میں ظہور پذیر ہونے والے عجائب کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جن کو عصر حاضر کے سیرت نگاروں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے لیکن عہد جدید کے بالغ نظر عالم محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "خاتم النبیین ﷺ" میں ان واقعات کا ذکر کیا ہے اور ان لوگوں کی پرزور تردید کی ہے جو ایسے واقعات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ روایت کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار اس بات پر ہے کہ سند کے اعتبار سے ان روایات کا کیا مقام ہے۔ ان کی سند قابل اعتبار ہے یا نہیں۔ اگر علمائے حدیث ان کی سند کے باب میں شک کا اظہار کریں تو ایسی روایات کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جائے گا لیکن اگر ان کی سند معتبر ہو اور جن راویوں نے ان واقعات کو روایت کیا ہے وہ قابل اعتماد ہوں تو پھر وہ روایات قابل قبول ہوں گی۔ ان کے بارے میں عدم صحت کا فتویٰ صادر کرنا قواعد وضوابط سے بے خبری کی علامت ہو گی جو اہل تحقیق نے کسی روایت کے صحیح یا ضعیف ہونے کے لئے مقرر کیے ہیں"۔

(ضیاء النبی ﷺ جلد اول ص 480,479)

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کا ہر کمال اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ کو عطا فرمایا۔ حتیٰ کہ شہادت کا

Marfat.com

مقام جو ظاہری قتل کی صورت میں آپ ﷺ کے لئے مناسب نہ تھا، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی شہادت کے ذریعے وہ بھی آپ ﷺ کو عنایت فرمایا لیکن ان کمالات کی عظمت اس وقت دوچند ہو جاتی ہے جب ان میں خاندانی اعلیٰ روایات بھی شامل ہوں۔ حضرت پیر صاحبؒ کی قدم قدم پر یہی کوشش رہی کہ سیرت رسول ﷺ اس قدر واضح اور اپنی پوری تابانی کے ساتھ سامنے آئے کہ دشمن انگلی نہ اٹھا سکے۔ یقیناً حضرت پیر صاحب کی یہ خواہش ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور تھا۔ چنانچہ انہوں نے جہاں اہل عرب کی اخلاقی گراوٹ اور بدعقیدگی کا ذکر کیا وہاں پر ان کی فراست و ذہانت، سخاوت وفیاضی، شجاعت اور ان کی غیرت وحمیت کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے جس سے مقصود اس بات کا اظہار ہے کہ جس عظیم شخصیت کو دین اسلام کی تکمیل اور ختم نبوت کے لئے منتخب کیا گیا، اس میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی موجودگی کے کئی اسباب تھے اور یوں وہ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۝ (القلم) کے جس منصب پر فائز تھے وہاں تک کسی کی رسائی ناممکن ہے۔

رسول ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے حوالے سے خود ایسے لوگ مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں جو کلمہ گو ہیں اور اپنے آپ کو سچے مخلص مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں۔ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ حتی الامکان کوشش سے ثابت کیا جائے آقائے دو جہاں ﷺ کے والدین کریمین مومن تھے اور اگر کسی کے لئے ثابت کرنا مشکل ہو تو زبان وقلم کو حرکت میں لانے سے اجتناب تو کیا جا سکتا ہے اور یہ تو ایک ادنیٰ درجہ ہے اور وہ لوگ جو دلائل کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے والدین کریمین مسلمان تھے، وہ لوگ اپنے آقا ﷺ کی خوشنودی کے مستحق قرار پاتے ہیں کیونکہ اس سے نہ صرف وہ خود مطمئن ہوتے ہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں کے قلوب واذہان کو بھی سرور کی دولت سے مالا مال فرماتے ہیں اور اسی پر بس نہیں، پیغمبر اسلام ﷺ کے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے کر شیطان اور اس کی ذریت کی خوشیوں کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنی تصنیف میں اس مومنانہ کردار کا مظاہرہ کیا اور ہمارا ایمان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں آپ کو یقیناً قرب نصیب ہو چکا ہوگا۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''ان اجداد کرام (نبی اکرم ﷺ کے اجداد کرام) کے احوال بیان کرنے سے پہلے ہم علامہ سید محمود الشکری الآلوسی کی کتاب ''بلوغ الادب فی معرفۃ احوال العرب'' سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں حضور نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد کے ایمان کے بارے میں کوئی غلط فہمی ہے تو اس کے مطالعہ سے دور ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ (علامہ آلوسی) تحریر فرماتے ہیں:

Marfat.com

کثیر التعداد علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے تمام اصول یعنی آباء و امہات اپنے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل تھے۔ قیامت اور حساب پر ایمان رکھتے تھے اور ملت حنفیہ کے احکام کو تسلیم کرتے تھے۔"

(بلوغ الادب فی معرفۃ احوال العرب جلد 2 ص 283)

حضرت پیر صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:

"محبوب رب العالمین ﷺ کے آباء کرام و اجداد ذوی الاحتشام کی شان رفیع کو آشکارا کرنے کے لئے اگرچہ علماء ربانیین کے ارشاد ہی بہت کافی ہیں لیکن نبی رحمت ﷺ جو اصدق الصادقین ہیں آپ ﷺ کے زریں اقوال کے بعد تو کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ حقیقت اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ بے نقاب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد پیر صاحب نے متعدد روایات نقل کی ہیں جو سرکار دو عالم ﷺ کے نسب مطہر کی طہارت پر شاہد عادل ہیں۔" (ضیاء النبی ﷺ جلد اول ص 390-398)

مستشرقین کا منہ توڑ جواب ضیاء النبی ﷺ کا ایک خوبصورت باب ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اس بات کو بھی واضح کیا کہ جن پاکیزہ شخصیات نے رسول کریم ﷺ سے متعلق بشارتیں نقل کی ہیں وہ بلند پایہ کے لوگ تھے اور ان کی بات کو آسانی سے رد نہیں کیا جا سکتا۔

آپ لکھتے ہیں:

"جن کے واسطہ سے یہ بشارتیں اور خوشخبریاں ہم تک پہنچی ہیں وہ پیشہ ور داستان سرا، چرب زبان قصہ گو نوعیت کے لوگ نہیں تھے بلکہ سربرآوردہ، مفسرین، نامور محدثین، عالمی شہرت کے مالک مؤرخین، ادب و لغت کے مسلمہ ائمہ، صوفیاء اور فقہاء کا ایک مقدس گروہ تھا، جنہوں نے امت محمدیہ تک ان حقائق کو بڑی دیانت داری سے پہنچایا۔" (ایضاً ص 481)

غرضیکہ حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی سیرت نگاری ہر پہلو سے روشن اور ہر اعتبار سے جامع ہے جس سے نہ صرف ان کی علمی شخصیت اجاگر ہوتی ہے بلکہ ان کے مطالعہ کی وسعت اور محبت رسول ﷺ کے سلسلے میں ان کے مقام و مرتبہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانان عالم کو ایسی اہم شخصیات سے نسلاً بعد نسل بہرہ ور فرماتا رہے۔ آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

Marfat.com

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پاکستان ٹیلی ویژن پر مجلس مذاکرہ)

مرتب:۔ مفتی محمد زبیر تبسم

میزبان:۔ جناب ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن

شرکاء:۔ جناب ڈاکٹر ایس۔ ایم زمان

جناب مولانا محمد میاں صدیقی

جناب ڈاکٹر محمد طفیل

میزبان:۔ سیرت نگاری وہ اعزاز اور شرف ہے کہ جس اعزاز اور شرف کو پانا غیر مسلم بھی اپنے لئے باعث عزت وافتخار سمجھتے ہیں۔ مارگورلیتھ (Margoliouth) نے جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر (Muhammad and the Rise of Islam) ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ظہور اسلام'' کے نام سے کتاب لکھی تو اس کا آغاز ہی ان الفاظ سے کیا تھا کہ اگرچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیرت نگاروں کا سلسلہ اتنا طویل ہے اور اس کی انتہا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا باعث عزت و شرف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت نگاری کا سلسلہ پہلی صدی ہجری میں ہی شروع ہو گیا تھا اور ایک تحقیق کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہبان بن عثمان بن عفان نے سب سے پہلے سیرت نگاری کے کام کا آغاز کیا اور اس کے بعد پہلی صدی ہجری میں دو ناموں نے اس حوالے سے بہت شہرت پائی۔ ایک ابن ہشام اور دوسرے ابن اسحاق اور چوتھی صدی ہجری میں طبری بھی اس میدان میں بہت نمایاں اہمیت اختیار کر گئے اور بعد میں آنے والے سیرت نگاروں نے ان پہلے سیرت نگاروں کی خوشہ چینی کی اور بہت حد تک ان کی تحریروں پر انحصار کیا۔ عربی کے بعد اردو ایسی زبان ہے جس میں سب سے زیادہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اقدس پر لکھا گیا اور بعض کتابوں نے بے پناہ شہرت حاصل کی۔ تحقیقی اعتبار سے بھی اور اسلوب وانداز کے اعتبار سے بھی۔

ان میں تواریخ حبیب الہٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خطبات احمدیہ، شبلی کی معروف کتاب سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قاضی سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولانا ادریس کاندھلوی کی سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اور آج اسی سیرت نگاری کے سلسلے کی ایک کڑی ہمارے ملک کے نامور صوفی، محقق، مفکر جناب پیر محمد کرم شاہ الازہری کی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب ''ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا تعارف مقصود ہے، جس کے لئے ہم نے اپنے ملک کے ممتاز محققین کو یہاں تشریف لانے کی زحمت دی ہے اور ہمارے ساتھ

Marfat.com

تشریف رکھتے ہیں ہمارے ملک کے نامور ماہر تعلیم محقق، عالم جناب ڈاکٹر۔ ایس ایم زمان صاحب، جناب محترم مولانا محمد میاں صدیقی، جناب ڈاکٹر محمد طفیل صاحب۔

گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ حضرت قبلہ پیر صاحب نے جب ''ضیاء النبی ﷺ'' کے کام کا آغاز فرمایا تو کون سا جذبہ تھا اور کیا تحریک تھی جس کی بنیاد پر آپ نے اس سلسلے کا آغاز فرمایا؟

حضرت قبلہ پیر صاحب:۔ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا تھا کہ سرکار دوعالم ﷺ جیسی رفیع و برتر ہستی کے بارے میں کچھ ایسی بات لکھ سکتا ہوں جس سے لوگوں کو فائدہ ہو مگر احباب کا اصرار یہاں تک بڑھا کہ مجھے مجال انکار نہ رہی اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے حضور ﷺ کی سیرت کے بارے میں کچھ لکھنے کا ارادہ کر لیا۔ جب میں نے یہ طے کیا تو اس کے بعد میں نے وہ خاکہ لکھنے کے لئے سوچ و بچار کی کہ جس خاکے کے مطابق اپنے اس پروگرام کو عملی جامہ پہناؤں گا تو اس میں سب سے پہلی چیز جو میرے پیش نظر تھی وہ یہ تھی کہ قرآن کریم میں جس جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی بعثت کا ذکر فرمایا ہے اس کی انتہا عام طور پر اس جملے سے کی گئی: وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ کہ اگرچہ وہ میرے محبوب ﷺ کے جلوہ فرما ہونے سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ ذلت کی پستیوں میں گر چکے تھے۔ لیکن میں نے اپنے محبوب ﷺ کو مبعوث فرمایا تا کہ یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ کہ ان کے سامنے میری آیتیں پڑھ کر سنائے، ان کا مفہوم بتائے اور پھر اپنی نگاہ ناز سے ان کے گندے اور آلودہ دلوں کو پاک وصاف کر دے۔ وہاں ہر جگہ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ فرمایا تو میں نے یہ مناسب سمجھا کہ پہلے اس ضلل مبین کا ایک مفصل نقشہ اپنے قارئین کے سامنے پیش کروں۔ جس ضلل مبین میں اس وقت کی متمدن ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ قومیں مبتلا تھیں تا کہ انہیں پتہ چل جائے کہ پہلے حالات کیسے تھے اور سرکار دوعالم ﷺ کے اس گلستان ہستی میں قدم رنجہ فرمانے کے بعد کتنی بہترین تبدیلی آئی۔

میزبان:۔ میں جناب ڈاکٹر محمد طفیل صاحب سے گزارش کروں گا کہ ضیاء النبی ﷺ کے حوالے سے ہمارے ناظرین کو یہ بتائیں کہ جو تین جلدیں ہمارے پیش نظر ہیں اس وقت ان میں کن کن موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد طفیل صاحب:۔ سیرۃ النبی ﷺ کی کتاب ضیاء النبی کی تین جلدیں ہمارے سامنے ہیں۔ ان تین جلدوں میں سے پہلی جلد ان حالات سے بحث کرتی ہے جو دنیا میں اس وقت تھے جب رسالت مآب ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ پہلی جلد میں حضرت پیر صاحب نے ایران، یونان، سلطنت

Marfat.com

روما، ہندوستان، مصر، چین اور جزیرۃ العرب کے حالات بیان کئے ہیں۔ حالات بیان کرتے وقت پیر صاحب ان ممالک کے مذہبی، ثقافتی، سیاسی اور معاشرتی حالات بیان کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ان ممالک میں پائے جانے والے اخلاقی حالات بھی بیان کئے ہیں اور ان رویوں کا بھی ذکر کیا ہے جو اخلاقی طور پر اس وقت ان ممالک میں رائج تھے۔ حضرت پیر صاحب نے مکہ کو اس وقت کی متمدن دنیا کا مرکز قرار دیا ہے اور جزیرۃ العرب کے غیرت، شجاعت، بہادری اور انسان دوستی کے عوامل کو آپ نے نمایاں طور پر اجاگر کیا ہے۔ اسی جلد میں آپ نے ان نفوس قدسیہ کا ذکر بھی کیا ہے جن میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک تمام نفوس قدسیہ کے حالات بھی پہلی جلد میں شامل ہیں۔ دوسری جلد دراصل ولادت باسعادت سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت پیر صاحب نے اپنی اس کتاب میں ترتیب زمانی کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ انہوں نے عام سیرت نگاروں کی طرح ولادت باسعادت سے آغاز کیا اور پھر تاریخی ارتقاء کے مطابق ترتیب زمانی کے مطابق سیرت طیبہ کے تمام واقعات بیان کئے ہیں۔ دوسری جلد واقعہ معراج پر ختم ہوتی ہے جبکہ تیسری جلد کا آغاز ہجرت طیبہ سے ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہیں۔ وہاں آپ نے تبلیغ دین کا کام جاری رکھا اور یہ جلد پانچویں سال ہجری پر ختم ہوتی ہے۔

میزبان: ڈاکٹر صاحب! سیرت نگاری اور عام تاریخی واقعات رقم کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ سیرت نگاری میں ایک خاص جذبہ محبت اور عشق رسول ﷺ موجزن ہوتا ہے اور لکھنے والا ایک خاص کیفیت میں مبتلا ہوتا ہے جیسے کسی معاصر شاعر نے کہا۔

میرے ہاتھوں اور ہونٹوں سے خوشبوئیں جاتی نہیں
میں نے اسم محمد ﷺ لکھا بہت اور چوما بہت

تو مواد اکٹھا کرنا بلاشبہ ایک مشکل کام ہے مگر انداز بیان اور اس کی Presentation خاص اہمیت رکھتی ہے۔ تو میں مولانا محمد میاں صدیقی صاحب سے درخواست کروں گا کہ آپ اس حوالے سے ارشاد فرمائیں کہ دیگر سیرت کی جو کتابیں ہیں ان کے ساتھ ساتھ حضرت پیر صاحب کی کتاب کو کیا خاص امتیاز حاصل ہے اس تناظر میں؟

مولانا محمد میاں صدیقی صاحب:۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جہاں تک نثر نگاری کا تعلق ہے اس کی بہت سی شکلیں ہوتی ہیں۔ نثر میں آدمی افسانہ اور ناول بھی لکھتا ہے۔ سفرنامے بھی لکھتا ہے۔ اپنے جو مشاہدات اور وارداتیں ہیں انہیں بھی قلمبند کرتا ہے تو یہ اس قسم کی تحریریں ہیں کہ آدمی ان میں انشاء

Marfat.com

پردازی اختیار کرسکتا ہے۔اپنی ادیبانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔لیکن اس سے ہٹ کر کچھ تحریریں ایسی ہوتی ہیں جو خالص دینی اور علمی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ان میں انشاء پردازی کرنا اور اپنی ادیبانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا خاصا دشوار ہوتا ہے۔جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اردو کو یہ شرف حاصل ہے کہ عربی کے بعد سیرت طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر سب سے زیادہ کام اس زبان میں ہوا لیکن ہم ایسی کتب سیرت بہت کم دیکھتے ہیں کہ جن میں انشاء اور ادب کا پہلو نمایاں ہو۔تو اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ ادب اور انشاء کا پہلو اور اسلوب بیان کی جو فصاحت و بلاغت ہے، جو پڑھنے والے کو اپنی طرف کھینچ لے یعنی عشق رسول ﷺ اپنی جگہ اور سیرت رسول ﷺ اپنی جگہ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو اس کا اسلوب ہے جو کشش ہے، تو وہ بہت کم ہے۔اس میں سب سے پہلے جو ہمیں سیرت کی کتاب نظر آتی ہے تو وہ عبدالحلیم شرر کی سوانح ختم المرسلین ﷺ ہے۔وہ خود بنیادی طور پر اردو ادب کے ادیب اور ناول نگار تھے۔انہوں نے سیرت اور اسلامی تاریخ کو ناول کے سانچے میں ڈھالا تو سیرت النبی ﷺ بہت مشہور ہوئی اور اس وقت کے لوگوں نے بہت سراہا کہ اس کے اندر انشاء کا پہلو ہے اور ادب کا پہلو ہے لیکن بہت سی کتابیں مستند ہونے کے باوجود اس صفت سے خالی ہیں۔اب جو اس وقت ہمارے زیر تبصرہ حضرت پیر صاحب محترم کی تصنیف ضیاء النبی ﷺ ہے۔سیرت پر لکھی جانے والی اس کتاب میں یہ بات ہم بہت نمایاں طور پر محسوس کرتے ہیں کہ اس میں ادب اور انشاء ہے اور اس سے اس بات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ انسان کو جب کسی ذات اور کسی چیز سے عشق اور محبت ہوتی ہے تو اس کے بیان اور زبان میں ایک زور آجاتا ہے تو وہ زور بھی ہے، وہ قوت اور توانائی بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک ادب کی چاشنی بھی ہے۔تو میں آپ کی اجازت سے ایک دو اقتباس پیش کروں گا تاکہ ہمارے ناظرین بھی اس کو محسوس کریں:

''ربیع الاول کا مہینہ تھا۔دوشنبہ کا دن تھا اور صبح صادق کی ضیاء بار سہانی گھڑی تھی۔رات کی بھیانک سیاہی چھٹ رہی تھی اور دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا جب مکہ کے سردار عبدالمطلب کی جواں سال بیوہ بہو کے حسرت ویاس کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے سادہ سے مکان میں ازلی سعادتوں اور ابدی مسرتوں کا نور چمکا۔

ایسا مولود مسعود تولد ہوا جس کے من موہنے مکھڑے نے صرف اپنی غمزدہ ماں کو ہی سچی خوشیوں سے مسرور نہیں کیا بلکہ ہر درد کے مارے کے لبوں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں۔اس نورانی پیکر کے جلوہ فرمانے سے صرف حضرت عبداللہ کا کلبۂ احزان جگمگانے نہیں لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے وہاں امید کی کرنیں

Marfat.com

روشنی پھیلانے لگیں اور ٹوٹے دلوں کو بہلانے لگیں۔صرف جزیرہ عرب کا بخت خفتہ بیدار نہیں ہوا بلکہ انسانیت جو صدیوں سے ہواؤ ہوس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور ظلم وستم کے آہنی شکنجوں میں کسی ہوئی کراہ رہی تھی اس کو ہر قسم کی ذہنی، معاشی اور سیاسی غلامی سے رہائی کا مژدہ جانفزا ملا۔''

میزبان:۔ حضرت پیر صاحب کا جو انداز بیان ہے اس میں شگفتگی کے ساتھ ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک والہانہ محبت وعقیدت کی بھی جھلک ہے۔

حضرت قبلہ پیر صاحب:۔ میں نے اپنی طرف سے یہ کوشش کی ہے کہ سرور عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کو اس انداز سے بیان کروں کہ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کو اس کے مطالعہ کی توفیق عطا فرمائے وہ اپنے دل میں اپنے محبوب ﷺ کی محبت کی شمع روشن کر سکیں۔ میں نے جب اس کام کا آغاز کیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دو التجائیں کی تھیں: ایک التجا تو یہ تھی کہ مولیٰ کریم! مجھے اپنے محبوب کریم ﷺ کے مقام کا صحیح عرفان نصیب فرمانا۔ دوسری میں نے یہ التجا کی تھی کہ یا رب العٰلمین! مجھے ایسا انداز بیان عطا فرمانا کہ جس کے ذریعے اس کتاب کے قارئین اپنے دل میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن کر سکیں۔

میزبان:۔ اب میں ڈاکٹر ایس۔ ایم زمان صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اس کتاب کے تحقیقی منہج کے متعلق ارشاد فرمائیں۔ کیونکہ آج کی دنیا میں جو تحقیق کے معیارات ہیں جب تک کوئی کتاب ان پر پوری نہ اترے وہ اہل علم میں قبول عام حاصل نہیں کر پاتی۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس کے متعلق اپنے ارشادات سے نوازیں۔

ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ زمان صاحب:۔ کسی کتاب کا اس انداز سے جائزہ لینا کہ وہ تحقیقی مناہج اور تحقیقی اسالیب کے تقاضوں کو کہاں تک پورا کرتی ہے اس کا مفصل اور گہرا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ مجھے اس طرح کے مطالعے کا موقعہ نہیں مل سکا۔ لیکن جو تین جلدیں ہمارے پیش نظر ہیں ان پر اگر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو بعض باتیں یقیناً کسی بھی غیر جانبدار مبصر کے سامنے ابھر کر آتی ہیں۔ اس کی سب سے بڑی اور اہم خوبی جو بالخصوص اردو ادب میں اسے ممتاز کرتی ہے اور جس میں اس کا شریک صرف چند مستثنیات کے علاوہ بہت کم کو قرار دیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ اس میں تمام احوال و کوائف پیش کرتے وقت، تاریخی صحت اور استناد کے لئے بنیادی طور پر جو پرائمری سورسز ہیں ان پر تکیہ کیا گیا ہے۔ آپ ان تینوں جلدوں کے آخر میں کتابیات پر نظر ڈالیں اور پھر جلدوں کے متنوں کے اندر حواشی اور حوالوں پر نظر ڈالیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ آپ نے تذکرہ فرمایا تھا سیرت کی ابتدائی تحریروں کا۔ تو یوں سمجھئے کہ سیرت نگاری کی داغ بیل حضرت ابن اسحاق اور پھر محمد بن اسحاق نے

Marfat.com

ڈالی اور پھر محمد بن اسحاق کی سیرت پر مبنی ابن ہشام کی سیرت کے بکثرت حوالہ جات حضرت پیر صاحب کی کتاب میں ملتے ہیں۔ مصادر کے بارے میں حضرت پیر صاحب کا حسن انتخاب تحقیقی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو قابل داد نظر آتا ہے۔ حضرت پیر صاحب کے مصادر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ بنیادی مصادر جن کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا ہے۔ دوسرے ثانوی مصادر جن میں پھر انہوں نے نہایت مستند کتابوں پر تکیہ کیا ہے مثلاً مدینہ منورہ کی تاریخ کے بارے میں سمہودی کی مشہور کتاب کے حوالے دیئے ہیں۔ اس طرح تیسرے درجے میں محمود پاشا فلکی کی تحقیق کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔ حضرت پیر صاحب نے نہایت معتبر، مستند مصادر کا انتخاب کر کے ان سے استفادہ کیا ہے اور ان کے نتائج قارئین کے سامنے پیش کئے ہیں۔

اب دوسری بات کہ اس کی خاص خاص صفات اسلوب کے نقطہ نظر سے کیا ہیں۔ ایک بات جو نظر آتی ہے کہ حضرت پیر صاحب نے واقعات اور تاریخی حوادث کے بیان میں ایک چیز پیش نظر رکھی ہے کہ جہاں جہاں موقع کی مناسبت سے کوئی فقہی مسئلہ یا فقہی حکم جو وضاحت چاہتا ہے اور سیرت کے طلباء کے لئے مفید ہو سکتا ہے اس کی طرف انہوں نے تفصیل سے اشارہ فرمایا ہے۔ مثلاً جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر فرماتے ہیں تو اس ضمن میں میلاد شریف کی جو محافل اور مجالس ہمارے ہاں منعقد کی جاتی ہیں، ان کے شرعی جواز کے بارے میں غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے امام ابو شامہ، امام سخاوی، مشہور مؤرخ، محدث علامہ ابن جوزی کی آراء کو نقل کیا ہے اور پھر بڑی بات جو حضرت پیر صاحب کا عام اسلوب ہے اس میں مجادلہ اور مناظرہ کا رنگ نہیں ہے بلکہ ابلاغ اور افہام کا رنگ ہے۔

اس طرح جب آپ مدینہ منورہ میں قبول اسلام کی تحریک کا ذکر کرتے ہیں یعنی بیعت عقبہ اولیٰ پر آتے ہیں تو بڑی تفصیل کے ساتھ پیچھے کی طرف پلٹتے ہیں اور یثرب میں بنو اوس اور بنو خزرج کے جد امجد کے متعلق بڑی وضاحت فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد طفیل صاحب:۔ مصادر کے حوالے سے ایک چھوٹی سی بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جو بالکل اساسی مصادر ہیں یعنی قرآن حکیم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بھی ایک بڑا حصہ کتاب میں شامل کیا گیا ہے اور ان پر اعتماد کر کے روایات کو آگے بڑھایا گیا ہے۔

میزبان:۔

ناظرین محترم! اس وقت صرف تین جلدیں ہمارے سامنے ہیں۔ باقی جلدوں کے مشمولات کے متعلق قبلہ پیر صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت قبلہ پیر صاحب:۔ میں نے ضروری سمجھا کہ سیرت تو میں نے بیان کردی۔ اب صاحب سیرت کو جو کمالات، جو شانیں، جو رفعتیں، جو عظمتیں، جو حسن و جمال، جو دلربائیاں اور دلکشیاں مولائے کریم نے عطا فرمائی ہیں جب تک ان کا تذکرہ نہ ہو، یہ سیرت مکمل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ چار جلدیں لکھنے کے بعد اب جو جلد میں نے شروع کی ہوئی ہے اس میں وہ کمالات جن سے مولیٰ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کو مشرف فرمایا ہے ان پر لکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ پاک نے مجھے توفیق عطا فرمائی تو صاحب سیرت ﷺ جو دین مبین لے کر آیا تھا اس کے بارے میں بنیادی باتیں اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پہلے وہ تو عقائد جو بنیادی عقائد ہیں ان کا تذکرہ ہوگا۔ پھر سرکار دوعالم ﷺ نے جو اخلاق کا نظام پیش کیا ہے وہ بیان کیا جائے گا۔ پھر حضور ﷺ نے جو معاشی نظام اپنی امت اور اس امت کے ذریعے سے تمام بنی نوع انسان کو عطا فرمایا ہے اس کا تذکرہ ہوگا۔ پھر جو سیاسی نظام اپنی امت کو اور اپنی امت کے ذریعے سے عام بنی نوع انسان کو عطا فرمایا ہے اس کے بارے میں اپنے خیالات اللہ کی توفیق سے لکھنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد میرا خیال ہے کہ مستشرقین نے بلاوجہ جو شور مچا رکھا ہے اور پاکیزہ ترین حالات میں بھی وہ ایسے اعتراض کرتے ہیں کہ انسان شرما جاتا ہے۔ تو میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائے تو ان شاء اللہ ان تمام اعتراضات کے مدلل جوابات پیش کروں گا اور انہیں حقیقت حال سے آگاہ کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ حقیقت محمدی کو، جمال محمدی کو، کمال محمدی کو تعصب کی عینک اتار کر مطالعہ کریں تو اسی میں ان کی بھلائی ہے۔ یہ ہے میرا پروگرام اور یہ چیزیں میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، آمین۔ اور اس کے قارئین کو اپنے محبوب کریم ﷺ کی محبت عطا فرمائے کیونکہ جب تک دل میں محبت نہیں ہوتی تو وہ اطاعت نہیں ہوتی بلکہ نقل ہوتی ہے۔ جب دل میں محبت پیدا ہوتی ہے، درد و سوز پیدا ہوتا ہے، تعلق خاطر پیدا ہوتا ہے تو اس کی ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو انسان اپنی زندگی کے لئے ایک متاع بے بہا سمجھتے ہوئے اس کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیتا ہے۔

Marfat.com

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعارفی تقریب منعقدہ لاہور

رپورٹ: محمد اسلم سعیدی

بحیثیت ملت اسلامیہ ہمیں قومی اور بین الاقوامی سطح پر ایک گمراہ کن صورتحال کا سامنا ہے۔ اہل مغرب کی نام نہاد تہذیب وثقافت نے ہمارے دل ونگاہ کو بے راہ رہرو کر دیا ہے۔ جنوبی ایشیاء میں ہندو کلچر نے ہماری عظیم روحانی قدروں کو انتہائی نقصان پہنچایا ہے جس کی وجہ سے ہمارا اسلامی معاشرہ بکھر گیا ہے۔ آج ہم ایک ایسی قوم کے فرد ہیں جو اپنی شناخت کھو چکی ہے۔ ایک دردناک سازشی موسم میں ہر سمت تیز ہواؤں کا خیمہ تنا ہوا ہے۔ لوگ شب وصال کا چراغ جلانا چاہتے ہیں مگر جلا نہیں سکتے۔ یہ رہبروں کے روپ میں رہزنوں کا عہد ہے جو جاگتی آنکھوں خواب دیتے ہیں اور پھر آندھیوں میں ریت کے گھر دیتے ہیں۔ علمی اور فکری لحاظ سے بھی مسلمان ایک مشینی دور سے گزر رہے ہیں۔ سہل پسندی اور تن آسانی نے تحقیق وجستجو کے نئے نئے "معیار" قائم کر دیئے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اب بڑے بڑے دار العلوموں میں بھی خاک اڑتی نظر آتی ہے۔

روشنی کے نام پر اندھیروں کا راج ہے۔ مگر ان اندھیروں میں ایک آس کا "چراغ" ہے جو نظر آتا ہے تو زندگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ شعور وفکر کو ایک پاکیزہ حرارت ملنے لگتی ہے۔ یہ "چراغ" ایک ایسا شخص ہے جو جاگ رہا ہو تو ایسے لگتا ہے جیسے سوئے ہوئے لوگوں کا کفارہ ادا کر رہا ہو۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ شخص آیا نہیں بلکہ روح شناسی کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ وہ مایوسی کے سمندر میں برف کی ناؤ ہے جو ایک عزم کے ساتھ رواں دواں ہے۔ ایسے شخص کی منزلوں کا سراغ بھلا کون لگا سکتا ہے۔ اس عہد شناس میں بھی اس کا بتقدس ماب بڑھاپا جوانوں کے شباب کو شرما دیتا ہے۔ وہ وفا کا پیکر ہے جو یہ نجات بخش درس دے رہا ہے کہ ہر سمت چلنے والے کہیں نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے مدینے کے مسافر بن جاؤ۔ اس نے "ضیاء القرآن" کے نام سے کتاب محبت قرآن کریم کی تفسیر لکھی اور یہ ثابت کیا کہ روشنی "پروانوں" اور چمگادڑوں کے لئے یکساں نہیں ہوا کرتی۔

قارئین کرام! آپ یقیناً جان گئے ہوں گے کہ جس نام کے تذکرے کا شرف میں حاصل کر رہا ہوں۔ وہ عالم اسلام کی ممتاز علمی اور روحانی شخصیت حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ہیں۔ جن کی حال ہی میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تین جلدوں میں معرکہ آراء تصنیف "ضیاء النبی" منظر عام پر آئی ہے۔ یہ کتاب کتابوں کے صحراء میں بادنسیم ہے۔ اس کتاب کے مضامین دائرے کا سفر نہیں

Marfat.com

ہیں بلکہ سیرت نگاری کے حوالے سے تحقیق کے نئے در کھولتے ہیں۔

ضیاء النبی ﷺ کی تعارفی تقریب داتا کی نگری لاہور میں میٹروپولیٹن کارپوریشن کے خوب صورت اور وسیع و عریض جناح ہال میں منعقد ہوئی۔ تقریب کا اہتمام دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فارغ التحصیل علماء کے باہمی رابطے کی تنظیم ''جند اللہ لاہور'' نے نہایت معاری انداز میں کیا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض ماہنامہ ''ضیائے حرم'' کے ایڈیٹر محمد رضاء الدین صدیقی نے نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ تقریب شروع ہوئی تو ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ متعدد لوگوں نے ہال کے اندر اور باہر کھڑے ہو کر تقریب سماعت کی۔ اس موقع پر مصطفائی تحریک کے مرکزی امیر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری، ڈاکٹر محمد منیر مغل جج لیبر کورٹ، انجمن طلباء اسلام کے مرکزی صدر حافظ طارق محمود رضا، صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی (سابق چیئرمین شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی) پروفیسر محمد طفیل سالک اور ادارہ منہاج القرآن کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ضیاء النبی ﷺ کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ ممتاز شاعر طور نورانی نے نظم پیش کی۔ تین منتخب اشعار پیش خدمت ہیں:

جہان عشق میں روشن ہے یوں ضیائے نبی
کہ جیسے بام فلک پر ہے نقش پائے نبی
کیا ہے یوں سر قرطاس حرف حرف رقم
کہ جیسے پھول کی پتی پہ قطرہ شبنم
یہ وہ کتاب ہے جس کی کوئی مثال نہیں
کہ اس میں عشق کی باتیں ہیں قیل و قال نہیں

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی نے اپنے مقالہ میں کہا کہ آج دینی حلقوں میں فرقہ واریت اور بحث و حجت نے زبانیں دراز کر دی ہیں۔ حالانکہ سیرت کا موضوع عشق و محبت کا تقاضا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیر صاحب نے ''ضیاء النبی ﷺ'' لکھتے وقت ''دبانے منوانے'' کی کوشش نہیں کی بلکہ وہ کتاب کو کشکول خیرات کے طور پر بارگاہ رسالت میں لائے ہیں۔

گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبہ فلسفہ کے صدر پروفیسر محمد طفیل سالک نے اپنی گفتگو میں کہا کہ سیرت نگاری انتہائی محتاط کام ہے۔ انہوں نے کہا: ''لائف آف محمد'' لکھتے وقت ولیم میور جیسا مصنف بھٹک گیا۔ شبلی اور دیگر سیرت نگار سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محض جسمانی خدوخال کی تحقیق کرتے رہے۔ مگر ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ نے روحانیت سمیت سیرت نگاری کے تمام پہلوؤں کا حق ادا کر دیا۔ بلاشبہ ''ضیاء النبی ﷺ'' ادب عالیہ کا درجہ رکھتی ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا

Marfat.com

کہ پیر صاحب کو سیرت نگاری کے فن پر ایک مقدمہ بھی قلمبند کرنا چاہئے۔ مہمان خصوصی پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے سیرت نگاری کی تاریخ کا بھرپور جائزہ پیش کیا اور کہا کہ ماضی کے متعدد سیرت نگاروں نے بددیانتی کا رویہ اختیار کیا اور روحانیت و محبت اور کمالات مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے سیرت کے اہم پہلوؤں کو نظر انداز کر کے سیرت نگاری کو ''خالص'' کرنے کی کوشش کی۔ اس وجہ سے سادہ لوح مسلمان ''جدید اسلامی لٹریچر'' میں پھنس گیا۔ اسے بتایا گیا کہ عشق و محبت شخصیت پرستی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس طرح کی سیرت نگاری کو تذکرہ نگاری سمجھتے ہیں۔

علامہ طاہر القادری نے کہا کہ ضیاء النبی ﷺ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالمگیر شخصیت کا کامل بیان ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کتاب طالب علم کے لئے ایک اہم دستاویز اور عام مسلمانوں کے لئے سیرت النبی ﷺ اور دیگر اسلامی علوم کا ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ضیاء النبی ﷺ کی اشاعت سے ایک سو سالہ علمی خلا پر ہو گیا ہے۔

تقریب کے صدر اور ضیاء النبی ﷺ کے مصنف حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ سیرت نگاری کوئی انسانی کمال نہیں بلکہ یہ بارگاہ رسالت مآب میں شرف قبولیت ہے۔ یہ وہ خوش بختی ہے جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ایک نعتیہ شعر کا حوالہ دیا کہ لوگ اگر مجھ سے محبت کرتے ہیں تو اس لئے کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ لوگوں میں اگر کہیں میرا تذکرہ ہے تو فقط اس لئے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان تحریر کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ جب تک ساز حیات بجتا رہے اس کے تاروں سے محبت رسول ﷺ ہی سنائی دے۔ انہوں نے مقررین اور تمام سامعین کا شکریہ ادا کیا جو بڑی محبت سے تقریب میں آئے۔

آخر میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے دعا کی۔ تقریب ختم ہو گئی تھی مگر میری طرح بہت سے سامعین ابھی تک تقریب کے تاثر میں تھے۔ میں نے کئی چہروں پر امید اور یقین کا نور ابھرتا دیکھا۔ میں اپنے دل میں یہ آرزو لئے ہال سے باہر نکل آیا کہ اے خدا! ہمیں خوابوں اور سرابوں کے سفر سے نکال! ہمارے خوابوں کی تجسیم فرما! اور اس مسلسل ''رات'' کو ختم کر جو ہمارے روشن دنوں کو کھا گئی ہے۔

Marfat.com

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعارفی تقریب منعقدہ اسلام آباد

رپورٹ: افتخار الحسن میاں

اسلام آباد کو اگر تقریبات کا شہر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ لیکن اس ہنگامہ خیز شہر نے بھی ''ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی تعارفی تقریب جیسی پرشکوہ علمی مجلس کا نظارہ کم ہی کیا ہوگا۔ ملک کے معروف خطیب اور محقق محترم ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن اور شیعہ فقہ کے ممتاز ماہر ڈاکٹر سید علی رضا نقوی صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے اس باوقار تقریب کے درجے کی علمی مجلس کا نظارہ کم ہی کیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ ماہ کا عرصہ گزر جانے کے باوصف اس کے مقررین اور شرکاء کے دلوں میں اس کی یاد ابھی تک تازہ ہے۔ ہم اس تعارفی تقریب کی اہمیت اور انفرادیت کے پیش نظر اس کی اہم اہم باتیں اس مضمون کے ذریعے قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

سیرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے بہار آفریں قلم سے پھوٹنے والے چشمہ آب حیواں، ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ کی زندگی افروز عکاس یعنی ''ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کہ جس کے مطالعے سے آج قافلہ انسانیت اپنے ماضی و حال اور مستقبل کا عکس جمیل واضح طور پر دیکھ سکتا ہے اور بے مقصدیت کے عذاب سے نکل کر اس کی روشنی میں اپنے مقصد تخلیق کی رفعتوں کو پاسکتا ہے۔ اس آدم گر تصنیف کی تعارفی تقریب پیر 25 اپریل 1994ء کو جماعت جند اللہ اسلام آباد کے زیر اہتمام اسلام آباد ہوٹل (ہالیڈے ان) میں منعقد ہوئی۔ صدارت محترم وسیم سجاد چیئرمین سینٹ نے کی۔ جبکہ مقررین میں ملک کے صف اول کے اہل علم و دانش نے حضرت ضیاء الامت اور ''ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے بارے میں اپنے گراں قدر خیالات سے سامعین کو نوازا۔ اس تقریب کی ایک خاص بات اس کے سامعین کی کثیر تعداد اور بلند معیار تھا۔ تمام مکاتب فکر کے ممتاز علماء کرام اور سکالروں نے سامعین کے طور پر اس میں شرکت کی۔ تقریب کی اس خصوصیت اور امتیاز کو دیکھ کر بعض اہل فکر حضرات نے برملا اور بجا طور پر کہا کہ شرکاء تقریب کو دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ ملک میں ہر آن بڑھتی ہوئی فرقہ واریت کی فضاء میں صرف حضرت پیر صاحب ہی وہ ہستی دکھائی دیتے ہیں جن کے گرد جمع ہو کر تمام مکاتب فکر اتحاد، باہمی احترام اور اسلامی اخوت کی لڑی میں منسلک ہو سکتے ہیں۔

اس باوقار اور پرشکوہ تقریب کا آغاز حسب دستور تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت

Marfat.com

ملک کے ممتاز قاری اور محقق محترم قاری ڈاکٹر محمد یونس کے حصے میں آئی۔ قرآن مجید کے جمال وجلال اور محترم قاری صاحب کے لحن داؤدی نے محفل پر وجد طاری کر دیا۔ آیات بینات کی تلاوت کے بعد بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کرنے کی سعادت دار العلوم محمدیہ غوثیہ چک شہزاد اسلام آباد کے نیک بخت طالب علم خالد حسنین نے حاصل کی۔ گلستان نعت کی اس شگفتہ کلی کی خوشبو نے شرکاء تقریب کے مشام جان کو معطر اور آنکھوں کو پرنم کر دیا۔ سوز دروں کی تاثیر اور لہجے کے بانکپن قلم و قرطاس کے احاطہ میں نہیں آسکتے۔ تاہم نعت کے دو اشعار ہدیہ قارئین کرتا ہوں:

شہ دیں کی فکر و نگاہ سے مٹے نسل و رنگ کے تفرقے
نہ رہا تفاخر منصبی نہ رعونت نسبی رہی
سر دست زیست برس گیا جو سحاب رحمت مصطفیٰ
نہ خرد کی بے ثمری رہی نہ جنوں کی تشنہ لبی رہی

(حفیظ تائب)

سلسلۂ تقاریر کا آغاز لاہور سے تشریف لانے والے مہمان مقرر اور معروف قانون دان اقبال محمود اعوان کے خطاب سے ہوا۔ انہوں نے "ضیاء النبی ﷺ" کی تینوں جلدوں کے مشمولات کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ "ضیاء النبی ﷺ" وہ عظیم داستان رسول ﷺ ہے جو دل سے نکلی ہے اور دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ حضرت ضیاء الامت کی شخصیت کی پاکیزگی اور جمال و کمال آپ کی اس تصنیف میں اپنے معراج پر دکھائی دیتا ہے۔ خطاب کے آخر میں انہوں نے حضرت پیر صاحب کی خدمت میں اپنی جانب سے اور ساری قوم کی طرف سے اس عظیم کتاب کی تصنیف پر ہدیہ تبریک پیش کیا۔

محترم اقبال محمود اعوان کے بعد ملک کے نامور صاحب علم و دانش اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے چیئرمین محترم پروفیسر پریشان خٹک کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ میرا بنیادی مضمون تاریخ ہے لیکن پیر صاحب نے "ضیاء النبی ﷺ" تصنیف فرما کر جہاں ایک طرف سیرت طیبہ کے بیان کا حق ادا کر دیا ہے، وہاں فن تاریخ نویسی کو بھی حسن بخشا ہے۔ انہوں نے کہا کہ صحیح ثقافتی پس منظر کے بغیر کسی دور کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی و مذہبی حالات کا علم نہیں ہو سکتا۔ اس خصوصیت کی حامل "ضیاء النبی ﷺ" جلد اول ایسی کتب تاریخ بہت کم لکھی گئی ہیں۔ پھر قبلہ پیر صاحب نے اس خشک مضمون کو جو حسن بخشا ہے، میں بلا مبالغہ اس کا قائل ہو گیا ہوں۔ انہوں نے مزید کہا کہ قبلہ پیر صاحب نے اپنی اس کتاب (جلد اول) میں ایک نہایت اہم اور خوبصورت نکتہ اٹھایا ہے جس کی طرف بہت کم لوگوں نے توجہ دی ہے۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ یہ دنیا کئی بار بنتی رہی ہے۔ دنیا میں کروڑوں سالوں میں

Marfat.com

کئی تہذیبیں ابھریں اور پھر ان کا نام ونشان تک مٹ گیا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہوتا رہا جیسے روس اپنی تہذیب وثقافت سمیت ہماری نظروں کے سامنے زمین بوس ہو چکا ہے۔ محترم پروفیسر پریشان خٹک نے ضیاء النبی ﷺ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ قبلہ پیر صاحب اس میں بتاتے ہیں کہ جن تہذیبوں کا خمیر شیطانی دانائی سے اٹھایا گیا، ان کی جڑیں کھوکھلی نکلیں۔ اس لئے اس کا انجام دائمی ناکامی اور نامرادی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس کے مقابلے میں جس دانائی کی بنیاد وحی الٰہی تھی، وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ تک مسلسل بڑھتی چلی گئی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت پیر صاحب نے یہ کتاب تصنیف فرما کر ہمیں جینے کا حوصلہ بخشا ہے اور یہ بات سمجھائی ہے کہ سابقہ تہذیبوں اور حال ہی میں روسی تہذیب وتمدن کے مٹنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ شیطانی دانائی پر مبنی یورپی اور امریکی تہذیب بھی چند سالوں کی بات ہے اور عروج پھر اسلام اور اہل اسلام کا مقدر ہوگا۔ کیونکہ بقاء دوام صرف اور صرف رحمانی دانائی کو حاصل رہتا ہے۔ انہوں نے ''ضیاء النبی ﷺ'' کو حیات آموز کتاب قرار دیتے ہوئے تمام اہل وطن کو اس خزینہ علم وحکمت سے استفادہ کرنے کا مشورہ دیا۔

محترم پروفیسر پریشان خٹک کے بصیرت افروز خطاب کے بعد ممتاز محقق محترم ڈاکٹر محمد طفیل کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے اردو میں سیرت نگاری کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ''ضیاء النبی ﷺ'' کو اس مبارک سلسلہ کی ایک نہایت اہم کڑی قرار دے دیا اور کہا کہ اس تصنیف لطیف کا ایک ایک صفحہ بلکہ حرف حرف عشق رسول ﷺ سے عبارت ہے۔ انہوں نے کتاب کے جلیل القدر مصنف کی طرز نگارش، معیار تحقیق وزبان وبیان پر کامل دسترس کو خاص طور پر سراہا۔ انہوں نے مزید کہا کہ آئندہ سیرت نگاری کے میدان میں داد تحقیق دینے والوں کے لئے اس عظیم تصنیف سے اغماض برتنا ممکن نہ ہوگا۔ یہ کتاب ان کے لئے رہنمائی کا کام دے گی۔

محترم ڈاکٹر طفیل کے بعد مجلّہ ''فکر ونظر'' کے مدیر اور معروف خطیب محترم ڈاکٹر ساجد الرحمان اظہار خیال کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے عمدہ خطیبانہ انداز میں سیرت نگاری کا پس منظر، تاریخ اور اہم کتب سیرت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی دیگر انبیاء ومرسلین میں یہ شان ہے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ، آپ ﷺ کا ایک ایک عمل اور ہر ادا آپ ﷺ کے غلاموں نے قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے محفوظ کر لی۔ سیرت نگاری کا فن جو مسلمانوں کے یہاں ہے وہ دیگر انبیاء ومرسلین کے حصے میں نہیں آیا۔ یہ سفر شوق صدر اسلام سے شروع ہو کر آج بھی اس محبت کے ساتھ جاری وساری ہے۔ حضرت ضیاء الامت کی تصنیف لطیف ''ضیاء النبی ﷺ'' اسی مبارک اور سنہری سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ کتاب

Marfat.com

عشق ومحبت رسول ﷺ کی زبان میں لکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھتے ہوئے قاری خود ہی وجد میں آجاتا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ ہمارے دور کی اکثر کتب سیرت میں مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دیتے وقت معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ جبکہ ضیاء النبی ﷺ کو آپ اول تا آخر پڑھ ڈالئے۔ آپ کو احساس تفاخر ہی نظر آئے گا اور قبلہ پیر صاحب کا قلم سیرت طیبہ لکھتے وقت حضور سرکار دو عالم ﷺ کے قدم چومتا ہوا نظر آئے گا۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن نے کہا کہ سیرت طیبہ کے بیان میں حضرت پیر صاحب قبلہ جا بجا پورے فخر کے ساتھ بتاتے ہیں کہ اگر کوئی ہستی اتباع کے لائق ہے تو وہ صرف حضور سرکار دو عالم ﷺ کی ذات بابرکات ہی ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحبزادہ صاحب کے بدلل خطاب کے بعد ممتاز محقق اور معروف مصنف محترم محمد میاں صدیقی صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے ''ضیاء النبی ﷺ'' کے ادبی پہلو پر مقالہ پڑھا۔ انہوں نے اردو میں سیرت نگاری کا جامع جائزہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ تقریباً ساٹھ برس کی طویل مدت کے بعد ضیاء النبی ﷺ ایک ایسی کتاب آئی ہے جس کا دامن علمی ومعنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ادبی محاسن سے بھی مالا مال ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلاشبہ ضیاء النبی ﷺ کی بعض عبارتیں ایسی ہیں کہ انہیں پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مصنف کے علم و دل پر عشق رسول ﷺ نے غلبہ پا لیا ہے۔ پڑھنے والے کو جملے اور فقرے موتیوں کی لڑیاں نظر آنے لگتے ہیں۔ انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ سیرت نگاری کی بنیاد محبت وعشق رسول ﷺ پر ہے اور رحمت دو عالم ﷺ کی ذات اقدس سے فاضل مصنف کو جو بے پناہ عشق ہے وہ ان کی زبان و بیان کو چار چاند لگا رہا ہے۔ محترم جناب صدیقی صاحب نے ضیاء النبی ﷺ کے ادبی محاسن کو اجاگر کرتے ہوئے کتاب سے چند معرکۃ الآراء اقتباسات سنا کر محفل میں سماں باندھ دیا۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ ضیاء النبی ﷺ کو دیکھ کر اور پڑھ کر یہ دلکش حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ کام اس والہانہ عقیدت و محبت کے بغیر ممکن ہی نہیں جو اہل ایمان کے دلوں میں آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس سے ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اہل علم وفضل تو بہت سے ہوتے ہیں مگر محض علم وفضل سے ایسے کرشمے ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ جس دل میں جذبہ، لگن اور تڑپ ہوتی ہے وہی اس میدان میں دیوانہ وار لپکتا ہے اور اس پر بارگاہ رسالت سے کرم ہوتا ہے۔ انہوں نے اللہ رب العزت سے دعا کی کہ وہ حضرت پیر صاحب قبلہ کو ''ضیاء النبی ﷺ'' کی تکمیل کی توفیقات ارزانی فرمائے۔

محترم ڈاکٹر محمد میاں صدیقی کے بعد آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے چشم و چراغ اور اردو وفارسی زبان کے نامور شاعر حضرت صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر کو زحمت خطاب دی گئی۔ تو ہال نعرۂ تکبیر

Marfat.com

رسالت سے گونج اٹھا۔ انہوں نے پہلے دو حمدیہ رباعیاں پیش کیں اور اس کے بعد ضیاء النبی ﷺ پر اپنا وقیع مقالہ پڑھا۔ اس میں انہوں نے لفظ سیرت کے لفظی اور اصطلاحی معانی بتاتے ہوئے سیرت نگاری کے ارتقائی مراحل اور اہم کتب سیرت کا مفصل جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے زیر تبصرہ کتاب کے جلیل القدر مصنف کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے اس موضوع پر ایک نئے انداز سے قلم اٹھایا ہے۔ وہ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں قدرت تامہ رکھتے ہیں۔ وہ نہ صرف معروف وممتاز عالم دین اور مفسر قرآن ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تفقہ فی الدین میں کامل دست گاہ رکھتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ قدرت انہیں یہ کتاب تصنیف کرنے کے لئے تیار کرتی رہی ہے۔ کیونکہ ان کی زیر نظر کتاب میں ان کی اعلیٰ علمی وفکری صلاحیتیں کارفرما نظر آتی ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنے مقالہ میں ضیاء النبی ﷺ کی مطبوعہ تینوں جلدوں کے مشمولات کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا کہ ان میں قاری کے لئے بصیرت کا وافر سامان موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت پیر صاحب کا اندازِ تحریر انتہائی دلنشین ہے۔ حضور نبی رحمت ﷺ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کا قلم موتیوں کی لڑیاں پرونے لگتا ہے۔ ان کا انداز بیان اس قدر موثر ہے کہ قاری پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ فاضل مصنف محض واقعات سیرت بیان کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کے نتائج وثمرات سے بھی قاری کو آگاہ کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کے علاوہ دیگر امہات کتب سیرت کے مستند حوالوں سے انہیں ناقابل تردید بنا دیتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ اس پاکیزہ موضوع کے لئے حضرت پیر صاحب کی تحریر میں الفاظ کے برمحل رکھنے میں ذہنی اصابت قابل داد ہے اور یہ کیوں نہ ہو مصنف کی ذات گرامی زہد وتقویٰ اور پارسائی کی چلتی پھرتی تصویر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سیرت طیبہ جیسے مقدس موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے ایسی ہی ہستیاں درکار ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ تصنیف لطیف قارئین کے دلوں کو تادیر مسخر کئے رکھے گی اور ہر دور میں اسے ذوق وشوق سے پڑھا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت قبلہ پیر صاحب کا وجود مسعود یقیناً مغتنماتِ روزگار میں سے ہے اور انہی جیسے نفوس قدسیہ سے خانقاہوں کا علمی وقار اور روحانی بھرم باقی ہے۔ انہوں نے اپنے مقالے کے آخر میں حضرت ضیاء الامت کی اس سعی جمیل کی بارگاہ خداوندی میں قبولیت کی دعا کی۔ مقالہ کے بعد انہوں نے حضرت ضیاء الامت کی خدمت میں ایک رباعی پیش کی۔ رباعی ملاحظہ فرمائیں:

نسبت ہے نبی سے تکیہ اللہ پہ ہے
دولت پہ، نسب پہ، نہ منصب و جاہ پہ ہے

Marfat.com

ہے شاہ کرم ﷺ جن کا لقب عالم میں
اک خاص کرم ان کا کرم شاہ پہ ہے

حضرت صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر کے بعد عالمی شہرت کے حامل سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب نے سامعین سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ میں قبلہ پیر صاحب کا بہت عرصہ سے مداح ہوں۔ انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ میں انجینئر ہونے کے ناطے اس میدان کا آدمی نہیں تاہم مجھے جس قدر اس کتاب سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملا ہے، اس کی روشنی میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس کتاب کے انداز بیان اور معیار تحقیق کے حوالے سے اب تک جو کچھ کہا گیا وہ بہت کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت پیر صاحب پوری ملت اسلامیہ کا سرمایہ ہیں اور ان کی یہ تصنیف ساری امت کے لئے ایک تحفے کا درجہ رکھتی ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے مزید کہا کہ "ضیاء النبی ﷺ" حضور سرکار دو عالم ﷺ کے رخ انور کی ضیاء پاشیوں سے ہماری زندگی کی تاریک راہوں کو جگمگا رہی ہے۔ وہ لوگ یقیناً خوش قسمت ہیں جو اس کے مطالعے سے اپنے دل و دماغ کو روشن کریں گے۔

محترم ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے بعد سابق چیف جسٹس آف پاکستان (ریٹائرڈ) محمد افضل ظلہ کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے قرآن کے حوالے سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحمۃ للعالمین ہونے کے حوالے سے مقام مصطفیٰ ﷺ اور اختیار مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر قانونی انداز سے اظہار خیال کیا۔ ضیاء النبی ﷺ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ کتاب حضرت پیر صاحب قبلہ کی ذات رسالت مآب ﷺ کے ساتھ قلبی وابستگی کی مظہر ہے اور ہماری نوجوان نسل کے لئے ان کی جانب سے ایک خاص تحفہ اور خزینۂ رہنمائی ہے۔

محترم ظلہ صاحب کے بعد اس عظیم الشان علمی و دینی مجلس کے صدر نشین محترم وسیم سجاد چیئرمین سینٹ نے اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا کہ آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ حضرت پیر صاحب کے دل میں اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی محبت کے بعد وطن عزیز سے محبت کے کتنے سمندر موجزن ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ عام فہم اردو میں کئی جلدوں میں یہ کتاب لکھنے کے پیچھے جو جذبہ کارفرما ہے وہ یہی ہے کہ اہل وطن کے سامنے سیرت رسول ﷺ کے سارے گوشے واضح کر دیں تاکہ قوم ہر مشکل گھڑی میں دامن مصطفیٰ ﷺ میں آ کر عزم و حوصلہ اور صبر و استقلال کے نور کے اجالے پا سکے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سیرت طیبہ پر کتابیں تو بہت لکھی گئیں اور دنیا کی ہر زبان میں لکھی گئی ہیں مگر جو کتاب پڑھنے والے کو صاحب سیرت ﷺ کی ذات گرامی سے وابستہ نہ کر سکے وہ تاریخ نگاری یا واقعات نگاری

Marfat.com

کے زمرے میں تو آسکتی ہے، سیرت نگاری کے درجے کو نہیں پہنچ سکتی۔ انہوں نے کہا کہ ضیاء النبی ﷺ کی بڑی خصوصیت ہی یہ ہے کہ یہ کتاب قاری کا رشتہ اس کے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے جوڑ دیتی ہے۔

محترم وسیم سجاد نے اپنے خطبۂ صدارت کے آخر میں کہا کہ حضرت پیر صاحب ساری قوم کی مبارکباد اور شکریئے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے قوم کے تمام روگوں کی اصل وجہ معلوم کر کے اسے نجات دلانے کے لئے اسے حضور نبی کریم ﷺ کے در کرم پر لا کھڑا کیا ہے۔ انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ جس قدر جلد ممکن ہو، اس کتاب کے عربی، فارسی اور انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں میں تراجم کا اہتمام ہونا چاہئے تاکہ اس کے قارئین کا حلقہ مزید وسیع ہو سکے اور حضور ﷺ کی ضیاء پاشیوں سے زیادہ سے زیادہ دل منور ہو سکیں۔

محترم وسیم سجاد کے بعد اس کتاب کے جلیل القدر مصنف جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری سے سٹیج سیکرٹری نے درخواست کی کہ وہ بھی اس موضوع پر کچھ ارشاد فرمائیں۔ مگر انہوں نے بارگاہ خداوندی میں اشکوں کے نذرانے پیش کرتے ہوئے صرف یہ شعر پڑھنے پر اکتفا کیا۔

گر نہ خورشید جمال یار گشتے راہ نموں
از شب تاریک غفلت کس نبردے راہ بروں

آخر میں دعا کے ساتھ یہ وقیع اور یادگار تعارفی تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

اب آخر میں ان محترم شخصیات کا ذکر کر دوں تو بے جا نہ ہوگا کہ جن کی شبانہ روز محنت شاقہ سے اس تقریب کا انعقاد ممکن ہوا۔ ان حضرات میں محترم محمد اویس پیرزادہ، محترم طارق محمود پیرزادہ، حضرت مولانا محمد مختار احمد ضیاء، مولانا حافظ محمد ریاض گوندل، محترم گل محمد، محترم سید محمد علی واسطی، جناب ملک احمد خان ٹوانہ کے علاوہ حضرت صاحبزادہ جمیل الرحمٰن (عیدگاہ شریف) کی مساعی جمیلہ لائق صد تحسین ہیں۔

Marfat.com

مقالات ضیاء الامت

(ریڈیو پاکستان کی نظر میں)

مبصر: پروفیسر خالد بزمی

مقالاتِ ضیاء الامت، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے علمی و دینی مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے۔ پیر صاحب کے ارادت مند انہیں ضیاء الامت کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ لفظ ضیاء کو پیر صاحب کی شخصیت سے ایک خاص نسبت حاصل ہو چکی ہے۔ پیر صاحب کو حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمۃ سے عقیدت کا شرف حاصل ہے۔ غالباً اسی کا نتیجہ تھا کہ پیر صاحب نے قرآن حکیم کی جو تفسیر لکھی ہے اس کا نام ضیاء القرآن ہے اور انہوں نے اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے جو ماہوار رسالہ جاری فرمایا اس کا نام ''ضیائے حرم'' ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آج پیر صاحب کی شخصیت نہ صرف وطن عزیز پاکستان بلکہ دنیائے اسلام اور عموماً امریکہ، روس، چین اور یورپ کے بیشتر ممالک میں نہ صرف معروف ہے بلکہ بہت حد تک مقبول بھی ہے۔ پیر صاحب کی زندگی کا زیادہ حصہ اب تک تقریر کے علاوہ تحریر کے ذریعے بھی اسلام اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت و تبلیغ کے لیے وقف رہا ہے اور آج کل اس میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

مقالاتِ ضیاء الامت کے مرتب اور ناشر جناب محمد عبید اللہ نے عرض ناشر کے زیر عنوان پیر صاحب کے بارے میں لکھا ہے:

> ''قبلہ پیر صاحب کی شخصیت علوم قدیمہ وجدیدہ پر مکمل دسترس اور اسلام سے سچے خلوص کے باعث اعتدال و توازن کا اعلیٰ ترین معیار ہے۔ آپ کے بہار آفرین قلم سے نکلی ہوئی یہ تحریریں یقیناً علمی دنیا میں ایک مثبت قدم ثابت ہوں گی۔''

ان سطور میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ بالکل درست مشاہدے اور مطالعے پر مبنی ہے۔ اس کتاب کی ابتداء میں ''حضرت ضیاء الامت ایک انقلاب آفرین شخصیت'' کے عنوان سے جناب حافظ احمد بخش ایم۔اے کا مضمون پیر صاحب کی شخصیت کے تعارف کے سلسلے میں بہت حد تک معلومات افزا ہے۔

واقعتاً پیر صاحب کی شخصیت کے کئی گوشے ہیں۔ وہ مصر کی قدیم ترین یونیورسٹی ''جامعۃ الازہر'' کے فارغ التحصیل ہیں۔ وہ اس یونیورسٹی کے ذہین ترین طالبعلموں میں شامل رہے ہیں۔ اس سلسلے میں

Marfat.com

ان کے اساتذہ میں سے جامعۃ الازہر کے استاد الشریعۃ الاسلامیہ جناب محمد ابوزہرہ اور استاد الادب العربی جناب احمد زکی کی طرف سے عطا کردہ اسناد کو پیر صاحب کے حق میں ایک امتیاز اور اعزاز کا درجہ حاصل ہے۔

میری نظر میں پیر صاحب کی سب سے بڑی خوبی دینی مسائل میں ان کا اعتدال اور اتحاد بین المسلمین کے لیے ان کی مخلصانہ کوششیں ہیں۔ ان کا انداز اثباتی ہے۔

زیر تبصرہ مجموعہ مقالات سے پہلے پیر صاحب کی علمی، ادبی اور دینی کوششوں کے نتیجے میں جو کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں، ان میں ان کی تفسیر ''ضیاء القرآن'' کی پانچ جلدوں کے علاوہ ایک کتاب ''سنتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام'' خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ان کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اکثر اہل علم حضرات نے پیر صاحب کی اعتدال پسندی، اثباتی انداز اور مدلل اندازِ تحریر کو نہ صرف پسند کیا ہے بلکہ کھلے دل سے تحریری طور پر بھی اس کی داد دی ہے۔

نامور ماہر اقبالیات پروفیسر محمد منور صاحب نے اس کتاب میں تقدیم کے زیر عنوان جو کچھ لکھا ہے، وہ کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں ایک قابلِ قدر علمی اعتراف ہے۔ مرزا صاحب اپنی اس تحریر کے آغاز ہی میں پیر صاحب کے علمی مقام کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں:

> ''زیر نظر مجموعہ مقالات کے باب میں مجھ سے فرمائش ہوئی ہے کہ میں ازراہ تقدیم وتعارف کچھ عرض کروں۔ اس نظر توجہ کو پیر محمد کرم شاہ صاحب کا کرم شاہانہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ ورنہ میں کیا اور میری بساط کیا کہ ان کی فکری، علمی، فقہی اور تاریخی نگارشات پر رائے زنی کروں......''

پیر صاحب کے علمی مقام کے سلسلے میں پروفیسر محمد منور صاحب کے یہ مختصر الفاظ بہت حد تک تعارف کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ اس لیے اس سلسلے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت شاید نہ ہو۔

''مقالاتِ ضیاء الامت'' میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب کے قلم سے جو مضامین و مقالات شامل ہیں وہ تقریباً سب کے سب مختلف اخبارات ورسائل خصوصاً ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور کے ذریعے سے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ان کے عنوانات اور موضوعات پر غور کرنے سے ان کی اہمیت واضح ہو سکتی ہے۔ میری نظر میں ان میں سے جو مضامین بالخصوص قابل مطالعہ واستفادہ ہیں ان میں اسوۂ حسنہ، حضور نبی رحمت ﷺ بحیثیت معلم اخلاق، اتباع سنتِ نبوی قرآن کریم کی روشنی میں، قرآن پیغام انقلاب، اسلام دین فطرت، عدل وانصاف قرآن کی روشنی میں، حضور ﷺ کا معاشی انقلاب، اسلام اور تصوف اور اسلام میں تصوف کا مقام شامل ہیں۔

Marfat.com

ان مضامین و مقالات میں پیر صاحب کے اسلوبِ نگارش کے بارے میں صرف یہ کہہ دینا کافی ہو گا کہ اس میں اکثر جگہوں پر مولانا آزاد کی کتاب ''غبار خاطر'' کا انداز نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک آدھ اقتباس دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔

پیر صاحب ''اسوہ حسنہ'' کے زیرِ عنوان اپنے مضمون میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اصلاح کی ایک ہی صورت ہے کہ انسان کے پہلو میں دھڑکنے والا دل سنور جائے۔ جس شخص کا دل سنور جاتا ہے، غربت اور فاقہ کشی اس کے شرفِ انسانیت کو داغدار نہیں کر سکتی اور دولت کی فراوانی اسے مغرور اور متکبر نہیں بنا سکتی۔ اگر وہ بوریا نشین درویش ہے تب بھی کوئی سلطانِ وقت اس کی عزتِ نفس کو خرید نہیں سکتا۔ اگر وہ سریر آرائے سلطنت ہے تب بھی اس سے کوئی ایسی نازیبا حرکت سرزد نہیں ہو سکتی، جس کے باعث جبینِ حیا پر شکن پڑے یا عدل واحسان کی نازک اقدار کو کوئی ٹھیس پہنچے۔ ایسے شخص کا علم جہالت کی تاریکیوں سے برسرِ پیکار رہتا ہے۔ اس کی دولت مایوسیوں اور محرومیوں کے گھُپ اندھیروں میں خوشی وشادمانی کے چراغ روشن کرنے میں صرف ہوتی ہے۔ اس کا جاہ وجلال ضعیفوں کی پناہ اور زیردستوں کی دستگیری کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اصلاح یافتہ انسان کو آپ کسی قسم کے حالات سے دوچار کر دیں، اختیار واقتدار کے اعلیٰ ترین منصب پر آپ اسے فائز کر دیں، وہ سراپا خیر ہو گا، وہ پیکرِ نور ہو گا۔ اس کے ظلِ عاطفت میں جو آئے گا اسے سکون وقرار نصیب ہو گا۔ وہ جدھر سے گزرے گا فرحت وانبساط کے خزانے لٹاتا چلا جائے گا۔''

مجموعی طور پر زیرِ نظر کتاب میں مندرجات اور ان کی پیشکش کے انداز کی ہر خوبی موجود ہے۔ یہ کتاب ناشر نے جس جذبۂ عقیدت ومحبت سے چھاپی ہے وہ اپنی جگہ پر قابلِ ذکر اور قابلِ داد ہے ☆

☆ یہ تبصرہ مقالاتِ ضیاء الامت جلد اول کے پہلے ایڈیشن پر کیا گیا جو کہ منڈی بہاؤ الدین سے شائع ہوا تھا۔ بعد میں مقالات ضیاء الامت دو جلدوں میں ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے نہایت آب وتاب سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(اکرم ساجد)

Marfat.com

میں کہ میری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

مقالاتِ ضیاء الامت

ایک عہد آفریں کتاب کا مطالعہ

علامہ محمد رضاء الدین صدیقی

دل آویز سرورق پہلی نظر میں ہی اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے۔ حسن کتابت اور طباعت کا معیار بھی نہایت عمدہ ہے۔ کتابت کی خال خال فروگذاشتیں ضرور موجود ہیں جن کی موجودگی ایک ضخیم کتاب میں غیر متوقع بھی نہیں۔

پیر صاحب کے انداز نگارش اور طرز تحریر پر گفتگو کا سامان بھی بہت سا ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ایک مقبول و مسلم شخصیت کے فنی محاسن پر گفتگو کی بجائے کتاب کے مضامین کا تعارف کرا دینا زیادہ افادیت کا حامل ہوگا۔

مجموعہ کے آغاز میں مرتب نے ''حضرت ضیاء الامت ایک انقلاب آفریں شخصیت'' کے عنوان سے پیر صاحب کی شخصیت اور آپ کے کارہائے نمایاں کے تذکرہ پر مشتمل ایک مبسوط مقالہ رقم کیا ہے۔ یہ ایک جاندار تحریر ہے اور ایک ضخیم کتاب کی بنیاد بن سکتی ہے۔ ☆

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ شریف کے بہار آفریں قلم سے نکلے ہوئے ''مقالات'' کا مجموعہ پیش نظر ہے۔ مختلف اوقات میں لکھے گئے ان مقالات و مضامین کو پروفیسر حافظ احمد بخش نے دو ضخیم جلدوں میں مرتب کیا ہے۔

مقالات کی پہلی جلد 1982ء میں منڈی بہاؤ الدین سے شائع ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے اسے دوسری جلد کے اضافہ سمیت شائع کیا ہے۔

اس کتاب کا معنوی حسن تو مسلم ہے کہ حضرت ضیاء الامت کے افکار عالیہ اور زبان و بیان کی

☆ الحمدللہ تعالیٰ کہ حضرت علامہ پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب نے ''جمال کرم'' کے نام سے تین جلدوں میں حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ کے احوال حیات پر مشتمل ضخیم کتاب لکھنے کی سعادت حاصل کی جسے ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے بڑے دیدہ زیب انداز میں شائع کیا۔ (اکرم ساجد)

Marfat.com

تعارف کے محتاج نہیں رہے۔ صوری حسن و جمال کے اعتبار سے بھی یہ ایک بے مثال کتاب ہے۔ ہم مرتب اور دیگر ارباب فکر و نظر خصوصاً پیر صاحب کے تلامذہ سے بجا طور پر یہ توقع وابستہ کر سکتے ہیں کہ وہ اس کام کو آگے بڑھانے کی سعی ضرور کریں گے۔

تجھ سے مل کر پا لینے کی حسرت جاگی
کچھ نئے خواب تیرے خواب کی تعبیر ہوئے

حافظ احمد بخش صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے صاحبانِ جستجو و تحقیق کے لیے ایک نہایت ہی خوبصورت خاکہ فراہم کر دیا ہے۔

حصہ اول

''اسوہ حسنہ'' عنوان ہے اس مقالہ کا جو شام ہمدرد کی ایک علمی نشست میں پڑھا گیا۔ اصلاح انسانیت، نبوت کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ اصلاح سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کیسے ممکن ہے؟

اس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے پیر صاحب نے لکھا ہے کہ اصلاح سے مراد دراصل انسان کے سینے میں دھڑکتے ہوئے دل کی اصلاح ہے اور یہ صرف نبی کریم ﷺ کے ''اسوہ حسنہ'' سے اکتساب کے ذریعہ ہی سے ممکن ہے۔

''حضور نبی ﷺ رحمت بحیثیت معلم اخلاق'' اس عنوان سے بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں اور سرور کائنات کا نظام اخلاق کے عنوان سے شام ہمدرد میں پڑھے گئے ہر دو مقالہ جات شامل اشاعت ہیں۔ ''فلسفہ اخلاقیات'' ہمیشہ سے ارباب فکر و دانش کا محبوب موضوع رہا ہے۔ فلاسفہ اور مذہبی مصلحین نے اس پر بڑے طویل مباحث رقم کیے ہیں۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ بقول پیر صاحب دانش برہانی نے شبستان وجود کی ظلمتوں کو مٹانے کے لیے جو چراغ روشن کیے ہیں انہوں نے بادۂ زیست کے مسافروں کی ذہنی پریشانی میں مزید اضافہ کیا ہے۔ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی تعلیمات سے اخلاقیات پر جو تعلیمات میسر ہیں وہ فطرت انسانی کے عین مطابق بھی ہیں اور قابل عمل بھی۔

دین مصطفوی ابتداء ہی سے بڑی گھناؤنی سازشوں کا شکار رہا ہے۔ لیکن ہر دور میں اس کے چہرۂ زیبا پر نقاب ڈالنے کی سازشوں کے تار و پود بکھرتے رہے ہیں۔ عصر حاضر میں ایک فتنہ جس نے بڑی شد و مد سے پنپنے کی کوشش کی ہے، وہ ہے ''فتنہ انکارِ حدیث''۔

''اتباع سنت نبوی قرآن کی روشنی میں'' ایک ایسی تحریر ہے جو حقیقت شناس اذہان کے پھیلائے ہوئے اوہام و خدشات کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ ''قرآن کتاب انقلاب'' عصر حاضر کے درماندہ مسافروں

Marfat.com

کو اللہ رب العزت کی جانب بلانے کی ایک عمدہ سعی ہے۔

''اسلام دین فطرت'' برمنگھم (انگلینڈ) میں منعقدہ بین الاقوامی سنی کانفرنس سے خطاب کا عنوان ہے۔ آج جبکہ علم وفن کی ترقی نے نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے اور انسانی تگ ودو کے سامنے زمین کی وسعتیں تنگ ہو گئیں ہیں اور انسان اب خلا کے لامحدود سفر پر روانہ ہو چکا ہے۔ اب یہ دعوے کیوں کر رہے ہیں کہ انسانیت کی احتیاج صرف اور صرف اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ اسی دعویٰ کا جواب اس عنوان سے دیا گیا ہے۔ یونانی افکار کے کھوکھلے پن، تحریف شدہ عیسائیت کی بے مائیگی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے عصر جدید کے فلاسفہ کے افکار کا عموماً محاکمہ کیا گیا ہے۔ ان کے سطحی نظریات کے مقابلے میں اسلام کی ارفع وآفاقی تعلیمات کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

''عدل وانصاف قرآن کی روشنی میں'' صاحب مقالہ نے قرآنی تصور عدل وانصاف کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ہندی، یونانی اور ایرانی مفکرین کے تصور انصاف کا تذکرہ بھی کیا ہے تاکہ اس تقابل سے قرآنی قوانین کی اہمیت کا احساس قلوب واذہان میں واضح ہو سکے۔ تقابل ادیان کے طلبہ کے لیے مذکورہ دونوں تحریریں انتہائی افادیت کی حامل ہیں۔

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاشی انقلاب'' مختصر مگر جامع تحریر ہے۔ عصر جدید میں سرمایہ داری اور سوشلزم انسانیت کی فلاح و بہبود کے دعویدار ہیں اور خود کو انسان کے تمام دکھوں کا تریاق سمجھتے ہیں۔ لیکن وقت کی رواداری نے ان کے نقائص کو انسان کے سامنے کھول دیا ہے۔ اب صرف ایک ہی ذریعہ نجات ہے اور وہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا نظام۔

زیر نظر مقالہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی تعلیمات کا عمدہ تعارف ہے۔

یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ جن تقدس مآب شخصیات نے سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی اور اپنا تن من دھن لٹانے سے گریز نہ کیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت مقدسہ کے بعد بھی دین سے وابستہ رہے۔ انہیں قدسیان ارض کے بارے میں ایک گروہ مسلسل زہر افشانیوں میں مشغول ہے۔ ''اسلام کا سیاسی نظریہ اور بیعت صدیقی'' اسی گروہ کی ہرزہ سرائیوں کا کماحقہ ازالہ ہے۔ پیر صاحب نے اس بات کی خوب وضاحت فرمائی ہے کہ اسلام سے پہلے مروجہ نظام حکومت میں کیا خرابیاں تھیں اور اسلام نے سیاسی نظریات کے ذریعے کیا ارفع واعلیٰ تعلیمات دیں اور یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب انہی تعلیمات کا عملی اظہار تھا۔ اس عمل کو مشکوک قرار دینے کے لیے جو ضعیف اور موضوع روایات پیش کی جاتی ہیں، ان پر محدثانہ کلام کیا گیا ہے جس سے ہر قسم کے شبہات رفع ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت ہی کو ستم گروں نے اپنی ستیزہ کاریوں کا نشانہ نہیں بنایا بلکہ اور بھی بہت سے حربے استعمال کیے گئے ہیں۔ ان میں ایک مکروہ ہتھکنڈہ یہ ثابت کرنا بھی ہے کہ خلفائے راشدین اپنے عہد ہمایوں میں اہل بیت پر ظلم وستم کے مرتکب ہوئے۔ (معاذ اللہ)

''فاروق اعظم اور اہل بیت'' کے عنوان سے ایک گرانقدر مقالہ لکھا گیا ہے۔ اس مقالہ میں تین جہتوں سے بحث کی گئی ہے۔

(ا) عہد رسالت مآب میں حضرت فاروق اعظم اور اہل بیت کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی؟

(ب) اپنے عہد خلافت میں ان کی تعظیم وتوقیر کس طرح کیا کرتے تھے۔ ان حضرات کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا تھا؟

(ج) فاروق اعظم کی شہادت کے بعد ائمہ اہل بیت آپ کے بارے میں کن خیالات کا اظہار فرماتے تھے؟

اپنے مؤقف کی تائید میں اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے حوالہ جات نقل کیے گئے ہیں۔ اگر تعصب اور ہٹ دھرمی سدِ راہ نہ بنے تو اس طرح کی تحریریں باہمی انتشار اور خلفشار کے خاتمے کا وسیلہ بن سکتی ہے۔

''اسلام اور تصوف''، ''اسلام میں تصوف کا مقام'' ان عنوانات پر مشتمل دو مقالے شامل اشاعت ہیں۔ ان مقالہ جات میں تصوف کی حقیقت، اس کی غرض وغایت کا تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ سلسلہ فقر ودرویشی پر مختلف حلقوں کی جانب سے اٹھائے جانے والے اعتراضات پر بھرپور نظر ڈالی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ

(ا) تصوف کا مآخذ قرآن وسنت ہیں نہ کہ صوفیاء نے اغیار کے دروازوں پر دریوزہ گری کر کے اندوختہ جمع کیا ہے۔

(ب) تصوف، جاہل اور ناخواندہ لوگوں کا شعار نہیں بلکہ ارباب تحقیق وتدبر کی رزمگاہ ہے۔

(ج) صوفیاء اسلام میں تصور رہبانیت کے مؤید ہرگز نہیں بلکہ زندگی کی محسوس حقیقتوں سے براہ راست نبرد آزما ہونے کے قائل ہیں۔

اس کے علاوہ تاریخی حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ یہ بادۂ عشق ومحبت سے سرشار گروہ درویشاں ہی تھا جو ہر دور میں اسلام کے استحکام کا سبب بنا۔ تصوف کے علمی تعارف کے بعد برصغیر کی دو جلیل القدر ہستیوں کا تذکرۂ جمیل ہے۔ ''حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا عہد'' ایک مرد خود آگاہ کے جلال وجمال کا تذکرہ ہے۔ خواجہ کریم کے احوال مطہرہ کے بیان کے ساتھ ساتھ آپ کے پورے عہد کا ایک نقشہ نگاہوں میں سما جاتا ہے۔ یہ احساس جاگزیں ہو جاتا ہے کہ ایک

Marfat.com

اللہ والے نے کس طرح پرآشوب دور اور کٹھن حالات میں آگہی کے چراغ روشن کیے اور کیسے کیسے لوگ اس خورشید روحانیت کی تجلیوں سے مستیز و منور ہوئے ہوں گے۔

مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز فقط ایک ذات ہی کا نام نہیں بلکہ ایک عظیم تحریک کا نشان امتیاز ہے۔ مولانا کی بلند مرتبت شخصیت کی اثر آفرینی نے اپنے پورے عہد کو متاثر ہی نہیں کیا بلکہ اسلام کی تجدید اور نشأۃ ثانیہ کے نئے دور کی خلاق بھی ہے۔ اس دور کے ہنگامہ ہائے رُستاخیز اور امام کی اثر آفرینی کا تذکرہ کرنے والے حضرت ضیاء الامت ہوں تو پھر قلب و نظر پر اس ساقی بادۂ محبت کی عظمت کے نقوش کیوں نہ مرتسم ہو جائیں ع

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

حصہ دوم

مقامِ مصطفیٰ ﷺ انجیل کی روشنی میں، حضور نبی اکرم ﷺ باعث تخلیق ہست و بود ہیں۔ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک جملہ انبیائے کرام (سلام اللہ علیہم اجمعین) آپ ﷺ کی آمد کی بشارتیں دیتے رہے۔ قرآن مقدس نے خصوصیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا تذکرہ کیا ہے۔ پیر صاحب نے انجیل کے حوالوں سے آنحضور ﷺ کے مقام کی رفعتوں کو بیان کیا ہے۔ انجیل برناس کی تاریخی حیثیت اور مقام کے متعلق اس مقالے سے خصوصی معلومات میسر آتی ہیں۔

''معجزہ معراج مصطفیٰ ﷺ''، معجزات انبیائے کرام کی زندگی میں اہم مقام رکھتے ہیں لیکن بقول پیر صاحب ''اس کے متعلق عقل کوتاہ اندیش اور فہم حقیقت ناشناس نے پہلے بھی بہت ردّ و قدح کی اور آج بھی واویلا مچا رکھا ہے۔'' اس مقالے میں آپ نے معجزات کی حقانیت و اثبات پر بڑی گرانقدر بحث کی ہے اور صرف واقعہ معراج ہی نہیں بلکہ دیگر کمالات عالیہ کے بارے میں بھی اطمینان قلبی کا سامان مہیا کر دیا ہے۔

''اقبال کا نظریہ محبت'' درد و سوز میں ڈوبی ہوئی ایک خوبصورت تحریر ہے اور کیوں نہ ہو کہ موضوع کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اقبال جہاں اپنی دیگر تعلیمات و افکار کے اعتبار سے منفرد حیثیت کے مالک ہیں وہیں نظریہ محبت میں بھی ایک انفرادی شان کے حامل ہیں۔ یہ اقبال ہی کا فیضان ہے کہ محبت اب صرف رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر سے عبارت نہیں بلکہ

ع عاشق آں است کہ بر کف دو جہانے دارد

''اسلام اور مزارعت'' کے عنوان سے ایک اہم مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ غیروں کی چکاچوند سے متاثر ہو کر بلا سوچے سمجھے شرعی احکامات کی من مانی تاویل کرنے والے افراد کے لیے یہ مقالہ خاصے کی چیز ہے۔

Marfat.com

ایک اور موضوع جس پر عصر حاضر میں خاصی طبع آزمائی ہو رہی ہے وہ ہے ''اجتہاد'' یار لوگوں نے اس موضوع کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا ہے۔ ''اسلام میں اجتہاد کی اہمیت و ضرورت'' کے عنوان سے ایک نہایت ہی اہم تحریر مجموعہ میں موجود ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ اجتہاد کسے کہتے ہیں۔ مجتہد کے منصب پر کون فائز ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے کن کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ کون کون سے مسائل ہیں جن میں اجتہاد کی اجازت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مقالے کو علیحدہ پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا جائے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ خصوصاً وکلاء تک پہنچایا جائے۔

ضرورت سے زیادہ تجدد پسندی اور انکار حدیث کا ایک شاخسانہ یہ بھی ٹھہرا کہ اسلامی حدود و تعزیرات کے بارے میں کئی خطرناک غلط فہمیوں نے جنم لیا۔ کچھ عرصہ قبل بعض حلقوں نے رجم کو غیر اسلامی سزا قرار دینے کی آواز اٹھائی۔ بلکہ ایک بار تو وفاقی شرعی عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ لینے میں کامیاب بھی ہو گئے۔ لیکن جونہی حقیقت کے روئے زیبا سے نقاب اٹھا ان سازشوں کے تار و پود بکھر گئے اور عدالت نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔

''اسلام کا ایک تعزیری قانون'' بدکاری کے بارے میں اسلامی قانون کی وضاحت ہے۔ صرف ایک مسئلہ کی وضاحت نہیں بلکہ اسلامی نظریہ حدود و تعزیرات کا عمدہ تعارف بھی مرقوم ہے اور عصری قوانین سے جنم لینے والی خوفناک قباحتوں کا تذکرہ بھی۔

''مزدوروں کی گم شدہ جنت'' ایک مشہور کتاب کی تلخیص ہے۔ اس کا تعارف خود صاحب تلخیص کی زبانی یہ ایک کتاب کا نام ہے۔

(WORKER S PARADISE LOST)

اس کا مصنف ای لینز ای (E-LYONSE) ہے جو چھ سال تک ماسکو میں اخباری نمائندہ رہا۔ ابتداء میں وہ اشتراکیت کا جاں نثار معتقد تھا۔ لیکن جب اس نے روس میں رہ کر اپنی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کیا تو حقیقت کی سنگینی کا علم ہوا۔ 1967ء میں جب روسیوں نے اشتراکی انقلاب کی پچاسویں سالگرہ منائی اور اس میں اپنے انقلاب کی کامیابی کے بلند بانگ دعوے کیے تو مصنف نے یہ عظیم اور معرکۃ الآرا کتاب لکھ کر حقیقت حال کو عریاں کر دیا۔ پاکستان آج جس نازک مرحلہ سے گزر رہا ہے، اس کے پیش نظر ضروری معلوم ہوا کہ اس اہم کتاب کے ضروری ابواب کا خلاصہ اپنے نوجوانوں کی خدمت میں پیش کیا جائے تا کہ وہ کسی فریب میں مبتلا ہو کر اپنے ہاتھوں سے اپنے مستقبل کو تاریک نہ بنا دیں۔''

آج کمیونزم کا سحر ٹوٹ رہا ہے۔ اور سادہ دل لوگ اس کے طلسم سے آزاد ہو رہے ہیں۔ لیکن غریب ممالک کے کچھ گروہ اب بھی سنہرے خواب دکھانے میں مشغول ہیں۔ اس تحریر کا مطالعہ خالی از

Marfat.com

فائدہ نہ ہوگا۔

''علم کی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ'' اپنے درخشندہ و تابندہ ماضی سے رابطہ استوار کرنے کی کامیاب سعی ہے جو روشن و تابناک مستقبل کی تعمیر میں راہنمائی کا کام دے سکتی ہے۔

آج جبکہ ہمیں نئے دور کے تقاضوں کا احساس کرتے ہوئے ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے صف بندی کرنی چاہیے، کچھ دوست ایسے بھی ہیں جو صدیوں سے مروج موضوعات کو مرکز مباحثہ بلکہ باعث نزاع بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

''ایک سوال کے جواب میں'' احناف کے نزدیک نماز جنازہ کا طریقہ تحریر کیا گیا ہے تاکہ فضا افہام و تفہیم کے لیے سازگار ہو سکے اور اسلاف کی علمی تحقیقات پر سے شکوک کا خاتمہ ہو سکے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات کے تعارف کے لیے مختصر اور دلنشین مضمون رقم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آنجناب کی ذات گرامی قدر کے بارے میں اوہام و خرافات کے ازالہ کے لیے دو مقالے شامل اشاعت ہیں۔

1۔ ''صدیق اکبر اور باغ فدک'' 2۔ ''صدیق اکبر پر اعتراضات کا علمی جائزہ''

مباحث کا اندازہ عنوانات ہی سے ہو سکتا ہے۔ نہایت معتدل انداز میں آپ کی شخصیت کو تمام اعتراضات سے بے غبار ثابت کیا گیا ہے۔

''سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم'' اس عنوان سے مختصر مگر جامع انداز میں ثابت کیا گیا ہے کہ خلفائے راشدین کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں کدورت کا گزر تک نہیں تھا بلکہ ''رُحَمَآءُ بَینَھُم'' کا حسین و جمیل منظر ان کے روز و شب اور جملہ معاملات سے عیاں تھا۔ آج کل ملک عزیز میں اصحاب اور محبت اہل بیت کے مقدس حوالے کو باہمی فساد کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ مذکورہ تحریریں فتنہ و فساد کی اس فضا میں حقیقت شناسی کا خوبصورت ذریعہ ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی وارفتگان مصطفی ﷺ و دین مصطفی ﷺ کی راہنما ہے۔ جب بھی کوئی ظالم و جابر خدا اور اس کے رسول برحق ﷺ کے احکام و فرامین کے خلاف روش اختیار کرتا ہے تو سرکار ﷺ کے سوختہ سامان اسوۂ شبیری کا علم بلند کر لیتے ہیں۔ اب دشمنان دین نے ایک عجیب گھناؤنا کھیل شروع کر دیا ہے۔ ایک منظم پروپیگنڈے کے ذریعے امام عالی مقام کی رفعت مقام کو گہنانے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور آپ کے مقابل یزید کو امیر برحق ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے۔ خارجیت کا یہ نیا روپ اپنے نتائج و عواقب کے اعتبار سے ازحد خطرناک ہے۔

''سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور یزید'' ایک مبسوط تحریر ہے۔ اس مقالے میں مستند تاریخی حوالوں

Marfat.com

سے یزید کے شخصی کردار اور بحیثیت حکمران اس کے اعمال شنیعہ سے نقاب کشائی کی گئی ہے اور یزید کے محامد بیان کرنے کے لیے جو کمزور دلائل بیان کیے جاتے ہیں، ان کی علمی تردید بیان کردی گئی ہے اور یزید کے بارے میں ممتاز اکابرین ملت کی آراء درج کردی گئی ہیں۔

''ایک شیعہ دوست کے جواب میں'' اہل تشیع کی جانب سے اٹھائے گئے گیارہ مختلف سوالوں کے تسلی بخش جوابات پر مشتمل مضمون ہے۔ جس میں سنجیدہ اور شائستہ لہجے میں حقائق کا اثبات کیا گیا ہے اور شیعہ حضرات کی اپنی کتب سے حوالے پیش کیے گئے ہیں۔

''پیمان سرفروشی'' لہو کی حدت بڑھانے اور جذبہ شوق کو مہمیز لگانے والی تحریر ہے۔ پیر صاحب نے واضح کیا ہے کہ بیعت فقط ایک رسم نہیں ہے اور نہ ہی فرائض سے رستگاری کا کوئی ذریعہ ہے بلکہ بیعت تو پیمان سرفروشی اور عہد جانبازی ہے۔ یہ بیعت جو آج ہم اپنے پیرومرشد کے ہاتھ پر کرتے ہیں، یہ صحابہ کرام کی سنت ہے اور یہ وہی بیعت ہے جو صحابہ نے دست ہدایت بخش مصطفوی پر کی تھی۔ یعنی اس کی وہی شرطیں، وہی قیود ہیں اور وہی اس کی ذمہ داریاں ہیں۔

آفتاب سپہر ولایت حضرت خواجگان شمس الملت والدین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ جلد اول میں ہے۔ اس جلد میں ثانی لاثانی حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کا ذکر خیر ہے۔ آپ کے اوصاف جمیلہ، محامد جلیلہ، اخلاق و کردار، علم و بصیرت اور فیضان روحانیت کو دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ حافظ قمر الملت والدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نادر روزگار شخصیت تھے۔ بقول پیر صاحب:

''آپ کی ہمہ صفت موصوف شخصیت کے کس پہلو کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہ کرنے پر قناعت کی جائے، اس گلستان جمال و کمال کے گل چینوں کے لیے یہ مرحلہ بڑا صبر آزما ہے۔''

آپ کی حیات مبارکہ، جمال و کمال اور فضائل و خصائل پر احترام و عقیدت میں ڈوبی ہوئی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کن جلیل القدر مردان حق آشنا کی آرزوؤں اور مساعی کا ثمر ہے۔

''اسلامی نظریاتی کونسل کے سوالات کے جوابات''۔ جدید معاشیات میں سودی لین دین کو ایک اہم حیثیت حاصل ہے۔ کون ہے جو اس عفریت کی ستم رانیوں سے محفوظ رہا ہو۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے معیشت کو سود سے پاک کرنے کے لیے ارباب فکر و نظر کی خدمت میں چند سوالات ارسال کیے۔ انہی سوالات کے جوابات قرآن و سنت کی روشنی میں دیے گئے ہیں۔ معاشیات کے طلبہ کے لیے یہ جوابات خصوصی اہمیت کے حامل ہوں گے۔

Marfat.com

سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ☆

طالب ہاشمی

حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم۔اے (الازہر) سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیریہ پرنسپل جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ (سرگودھا) و مدیر اعلیٰ ماہنامہ ضیائے حرم کی عظیم شخصیت ارض پاکستان میں آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن و متعارف ہے۔ ان کی بصیرت و عبقریت نہ صرف قرآن کریم بلکہ دوسرے علوم دینی میں بھی اہل علم کے نزدیک مسلم ہے۔ وہ پاکستان کے ان معدودے چند علماء و صوفیاء کرام میں سے ہیں جنہیں علوم دینی کے علاوہ دور حاضر کے بیشتر علوم پر دسترس حاصل ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ وہ علم و فضل کا مجمع البحرین ہیں اور العلماء ورثۃ الانبیاء کا صحیح مصداق ہیں۔ علوم دینی کی ترویج اور فروغ کے سلسلے میں حضرت پیر صاحب مدظلہ مدت سے جو گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں، وہ جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ رکھتی ہیں (کہ خود سرور کون و مکان رحمت عالم ﷺ نے اشاعت علم کو جہاد کے درجے میں رکھا ہے)۔ وہ مسند فقر کے وارث ایک عالی خاندان کے گل سرسبد ہیں اور ان اسلاف کے جانشین ہیں جو علم و تقویٰ میں مثالی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی صورت اور سیرت دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وطن عزیز میں وہ آیات الٰہی میں سے ایک آیت ہیں۔

زیر نظر کتاب حضرت پیر صاحب قبلہ کے بہار آفریں اور گہر بار قلم کا شاہکار ہے۔ اگرچہ یہ کتاب انہوں نے 1377ھ میں اس وقت لکھی تھی جب وہ جامعۃ الازہر مصر میں متعلم تھے، لیکن زورِ بیان، اسلوبِ نگارش اور طرزِ استدلال کے لحاظ سے اس کو کسی تامل کے بغیر نہایت اونچے درجے کی علمی کتابوں میں رکھا جا سکتا ہے۔ ہر صحیح العقیدہ مسلمان کا ایمان ہے کہ

بہ مصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

(اقبال)

یہ کتاب اس عقیدہ کی ایمان افروز تشریح اور تفسیر ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب کو بڑی محنت اور تحقیق و تفحص کے ساتھ قلمبند کیا ہے اور قرآن حکیم کے علاوہ، تفسیر، حدیث، رجال حدیث، فقہ و اصول فقہ، سیرت و تاریخ اور لغت کی اکتالیس بلند پایہ کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ انہوں نے

☆ حضرت ضیاء الامت کی حیات ظاہری میں لکھا گیا۔ (اکرم ساجد)

Marfat.com

اپنے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔

فجزاه الله خير الجزا۔

کتاب کے چار ابواب اور 137 عنوانات ہیں۔ان میں سے مندرجہ ذیل عنوانات سے کتاب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے: اتباعِ سنتِ نبوی کے قرآنی دلائل، حکمت قرآن اور سنت نبوی، معاملات اور عبادات کی تفریق، اطاعت رسول اور اطاعت امیر میں فرق، بیان قرآن کا منصب، احادیث کی تدوین کے مختلف دور، احادیث نبوی کے متعلق صحابہ کرام کا شدید اہتمام، عصر رسالت میں سنت کی کتابت، سنت اور اس کی تشریعی اہمیت، چند احادیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات وغیرہ۔

فاضل مصنف کا انداز نگارش نہایت عالمانہ، مگر بے حد شگفتہ ہے۔طرز بیان شائستہ اور دل نشین اور دلائل بڑے واضح اور محکم ہیں۔درایت اور روایت اور عقل ونقل کے اعتبار سے یہ کتاب لاجواب ہے۔اس میں منکرین احادیث کے افکار ودلائل کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے گئے ہیں۔اس کو پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔اطاعتِ رسول ﷺ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔یوں تو ساری کتاب کا پیرایہ بیان نہایت ہی بلیغ اور حکیمانہ ہے۔لیکن بعض مقامات پر تو فاضل مصنف نے گل فشانی تحریر کا معجزہ دکھایا ہے۔کتاب کا ہر وہ قاری جسے مبداء فیض نے ذوقِ سلیم کی ایک رمق بھی عطا کی ہو، ادب وانشاء کے ان شہ پاروں کو پڑھ کر سر دھننے لگے گا۔

چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

''خیابانِ ہستی اجڑا پڑا تھا۔خزاں کی چیرہ دستیوں سے گلوں کی نکہت افشانیوں اور عنادل کی نغمہ ریزیوں کی یاد تک بھی گلدستہ طاق نسیان بن چکی تھی۔روشیں ویران تھیں اور آبجوئیں خشک، جہاں کبھی سبزہ نو دمیدہ جنت نگاہ ہوا کرتا تھا، وہاں خاک اڑ رہی تھی۔یاس وقنوط کی ایک ہمہ گیر کیفیت طاری تھی کہ اچانک فاران کی چوٹیوں سے ایک گھنگھور گھٹا اٹھی جس کا ہر قطرہ بہار آفریں اور جس کا ہر چھینٹا فردوس بداماں تھا۔'' (صفحہ 20)

''چشم فلک پیر نے وہ بے شمار معرکے دیکھے جب باطل اپنے شکوہ وجبروت سے مسلح ہو کر حق کی بے سامانیوں سے نبرد آزما ہوا اور ہر بار حق کی قوت یقین سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔'' (صفحہ 21)

''اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عام ہے۔وہ جسم اور روح دونوں کا پروردگار ہے۔یہ گنبدِ نیلوفری اور اس میں آویزاں یہ کروڑوں قندیلیں، یہ کرۂ ارضی، اس کے فلک بوس پہاڑ اور ان سے ابلتے

Marfat.com

ہوئے چشمے، بہتی ہوئی ندیاں اور پرشور دریا، ان کی گلفروش وادیاں اور سبزہ زار ڈھلوانیں، یہ ہموار میدان اور ان میں لہلہاتے ہوئے کھیت اور یہ جنت نگاہ باغات اور پھر یہ ہوا کا محیط بیکراں اگر اس کے رب الاجسام ہونے کے آئینہ دار ہیں تو صدف نور وضیاء کا یہ دُرِ یتیم، بُرجِ سعادت کا یہ کوکبِ تاباں، مطلع رشد وہدایت کا یہ ماہتاب، آسمان رسالت کا یہ مہر نیمروز محمد عربی (فداہ روحی وقلبی) صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے رب الارواح ہونے کا مظہر اتم ہے"۔

(صفحہ 53)

کتاب کا دیباچہ حضرت العلامہ مولانا محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف نے لکھا ہے جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

فاضل مصنف نے یہ کتاب لکھ کر ایک عظیم دینی خدمت انجام دی ہے اور اس موضوع پر پہلے سے موجود کتابوں میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔ اس کے لیے وہ بجا طور پر تحسین وستائش کے مستحق ہیں۔ ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز نے اس بلند پایہ کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں جس حسنِ ذوق کا ثبوت دیا ہے وہ بھی لائق تعریف ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب ہر کتب خانے، لائبریری اور دینی ذوق رکھنے والے ہر گھرانے کے لیے ایک بیش بہا تحفہ ثابت ہوگی۔

Marfat.com

سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

نظیر لدھیانوی

سُنتِ خیر الانام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم۔اے (الازہر) مدیر اعلیٰ ماہ نامہ ضیائے حرم کی تصنیف لطیف ہے۔ غالباً یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ اسلام میں کتاب وسنت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ بھی غالباً ہر مسلمان جانتا ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر قرآن مجید کی تفہیم ممکن ہی نہیں۔ اکثر دینی امور و عبادات اور قوانین کا انحصار سنت ہی پر ہے۔ پیر صاحب نے اس کتاب میں اس نکتے کو پوری تفصیل سے نہایت دل نشیں انداز میں واضح کر دیا ہے اور سنت کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ انہوں نے اس ضمن میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حدیث کی اہمیت، اقسامِ حدیث، محدثین، فقہاء اور الرجال پر مفصل بحث کر کے سنت کی اہمیت ثابت کی ہے۔ انہوں نے احادیث اور نسخ وغیرہ پر معترضین کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے ہیں اور استدلال میں قرآنِ کریم کی آیات، حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا عمل پیش کیا ہے اور حسبِ ضرورت زکوٰۃ، وصیت، وراثت، رجم اور قرعہ اندازی ایسے مباحث پر بھی روشنی ڈالی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ ترکِ سنت ترکِ اسلام کے مترادف ہے۔

دشمنانِ اسلام اور منافقین روزِ اول ہی سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف کسی نہ کسی رنگ میں زہر چکانی کر کے بزعم خود اسلام کو کمزور کرنے کے در پے ہیں۔ آگے چل کر اس گروہ میں مغربی اہل علم بھی شامل ہو گئے، جن کے خیالات سے بعض نام نہاد روشن خیال مسلمان بھی متاثر ہوئے ہیں۔ پھر یورپ میں اشتراکیت کے نام سے ایک عظیم فتنہ پیدا ہوا۔ اس نے بھی اسلامی اقدار ہی کی بیخ کنی اپنا مقصد قرار دیا۔ یہ سب لوگ قرآن مجید کے خلاف محاذ آرائی میں بری طرح ناکام ہوئے۔ پھر انہوں نے سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حدیث کے خلاف صف بندی شروع کر دی۔

سنت اور حدیث کی مخالفت درحقیقت قرآن مجید اور روح اسلام کی بھرپور مخالفت ہے۔ چنانچہ پیر صاحب نے اس کتاب میں ان سب لوگوں کے ایک ایک اعتراض اور ایک ایک دلیل کا شافی جواب دیا اور بحث میں کوئی دور کا پہلو اور خفیف سا نکتہ نظر انداز نہیں ہونے دیا۔

پیر صاحب کا انداز بیاں نہایت دل چسپ، دل نشین اور پاکیزہ ہے۔ زبان نہایت شیریں ہے۔ یہ کتاب اردو کے دینی ادب میں ایک بیش بہا اضافہ ہے۔

Marfat.com

ضیائے حرم

علامہ سید نذیر حسین شاہ چشتی نظامی

1963ء کا ایک دن تھا، جب مجھے حصولِ علم کے لیے دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ جب میں نے سیدی ومولائی قبلہ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب فداہ روحی وقلبی کو دیکھا تو مجھے اس پیکرِ حسن وجمال میں اپنی زندگی کا مطلوب ومقصود دکھائی دیا۔ آپ کی مختصر سی گفتگو نے میرے قلب ونظر میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ میں اس وقت تمام تعلقات کو ختم کر کے یک در گیر ومحکم گیر کا ورد کرتے ہوئے ان کے دامنِ غلامی کے ساتھ چمٹ گیا۔ آپ کے چہرۂ انور کو دیکھ کر مجھے یقین کامل ہو گیا کہ یہ علم وعرفان کا وہ روشن آفتاب ہے جس کی نورانی کرنوں سے دنیائے مادیت کی ظلمتیں اور تاریکیاں چھٹ جائیں گی۔ یہ وہ شمع ہے جس کو خود پیر سیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک نظروں نے فروزاں کیا ہے، جو ہمیشہ روشن رہے گی اور بھٹکے ہوؤں کو منزل کا راستہ بتاتی رہے گی۔ کیونکہ

اگر گیتی سراسر باد گیرد　　چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

آج دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ قبلہ حضرت ضیاء الامت کی وساطت کی برکت سے ملک پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں علم وعرفان کے ایسے مراکز اور ادارے قائم ہو چکے ہیں جہاں سے ایک جہان فیض یاب ہو رہا ہے۔ دورانِ تدریس آپ طلباء کے سامنے اکثر عالم اسلام کی زبوں حالی اور اہل اسلام کے انحطاط وزوال کا ذکر فرماتے۔ طلباء کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرتے اور ان کو زندگی کے مفہوم سے آشنا کرتے ہوئے، خود شناس اور خدا شناس بننے کی تلقین فرماتے۔ ہر لمحہ یہی درس دیتے کہ تمہاری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ "قُل اِنَّ صَلاتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ" اور "وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ"

آج بھی دار العلوم کے درودیوار سے انہی آیات کی آوازیں آ رہی ہیں۔ 1970ء کی بات ہے جب ملک پاکستان کی طرف شوسلزم اور اشتراکیت کا ایک سیلاب طوفانی شکل میں امنڈتا ہوا نظر آیا۔ سوشلسٹوں کے مظالم اور ان کی خون ریز داستانوں کو جب اہل پاکستان نے سنا تو ان کے شب وروز کے سکون وچین ناپید ہو گئے۔ انہی ایام میں ملک پاکستان پر قیامتیں برپا ہو رہی تھیں کہ ایک عاشق رسول ﷺ جناب حافظ مظہر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے آپ کو خط لکھا، جس میں ایک ماہنامہ جاری کرنے کا مشورہ دیا تاکہ اس پلیٹ فارم کے ذریعہ

Marfat.com

باطل کو منہ توڑ جواب دیا جائے۔

قبلہ حضرت پیر صاحب نے اپنی ان گنت مصروفیات اور بے سرو سامانی کے باوجود متوکلا علی اللہ کمر ہمت باندھ لی۔ محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی قوت سے ہر پست کو بالا کرنے کے لیے نکلے اور جلال خداوندی کا لبادہ اوڑھ کر اقدار اسلامی کے فروغ کے لیے انجام کی پرواہ کیے بغیر ہر چیز کو داؤ پر لگا کر میدان جہاد میں کود پڑے۔

ملک کے اندر ایسے جرائد و رسائل اور ڈائجسٹ موجود تھے جو نوجوانوں کے افکار و نظریات اور اخلاق و کردار کو بگاڑنے کے لیے شب و روز مصروف عمل تھے۔ ایسے ایسے باغی ذہن تھے جو پاکستان کی سرزمین سے اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت کر دینا چاہتے تھے۔ قبلہ حضرت صاحب نے دوست احباب کے مشوروں سے ضیائے حرم کے نام سے ایک مجلہ جاری فرمایا جو عام جرائد کی طرح نہیں بلکہ اس ماہنامہ کو ایک ایسی تحریک کی شکل میں پیش کیا جس نے دنیائے صحافت میں پاکیزہ روایات کی بنیاد رکھی۔ جس نے قلب و نظر کو تمام غلاظتوں اور نجاستوں سے ہی پاک نہیں کیا بلکہ تمام گم کردہ راہوں کو سوئے حرم لے جانے کا عزمِ مصمم فرمایا۔ بڑے بڑے طوفان و آندھیاں آئیں لیکن ضیائے حرم کے مدیر کو اپنے نصب العین سے سرمو نہ ہٹا سکے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ضیائے حرم نے علماء کرام، مشائخ عظام، سیاسی قائدین، طلباء اور ہر مکتبہ فکر کے ساتھ منسلک ہونے والے احباب کی رہنمائی کے لیے بڑا ہی ایمان افروز لٹریچر پیش کیا۔

سیرت النبی ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت اطہار اور اولیائے کاملین کی نورانی سیرتوں کے تمام گوشوں کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا۔ اس ماہنامہ نے فرقہ واریت کی وبا کو ختم کرنے کے لیے اور امت مسلمہ کی ٹوٹی ہوئی صفوں کو مضبوط بنانے کے لیے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

مخصوص مواقع پر مخصوص نمبرز شائع کیے۔ یہ تمام شمارے متعلقہ شخصیات کے بارے میں ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے مطالعہ سے ان نفوس قدسیہ کی روشن زندگیوں کے تمام گوشے قارئین کے سامنے آجاتے ہیں۔

سیرت النبی ﷺ نمبر، میلاد النبی ﷺ نمبر، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمبر، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمبر، احمد سعید شاہ کاظمی نمبر وغیرہا شائع کر کے ضیائے حرم نے قرآن وسنت کی عملی صورت ہمارے سامنے پیش فرمائی۔

بھٹو صاحب کی آمرانہ حکومت نے کئی مرتبہ ضیائے حرم کو بند کرنے کی کوششیں کیں لیکن وہ

Marfat.com

بارآور نہ ہوسکیں۔ آپ کو عدالت میں طلب کیا گیا۔ جیل میں قید و بند کی سخت ترین صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ لیکن آپ باطل نظریات اور سوشلزم کے طوفان کے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑے ہوگئے اور ایک جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے کے لیے اپنی ساری قوتیں صرف فرما دیں۔

جب بھٹو صاحب اپنے ظالمانہ ہتھکنڈوں سے باز نہ آئے تو آپ نے آخر میں یہی فرمایا۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی سخت گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

اس حق گوئی کی وجہ سے آج ملک کے گوشہ گوشہ سے یہ آواز آتی ہے:

حق وصداقت کی صدا پیر محمد کرم شاہ

تحریک ختم نبوت ہو یا تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ، ضیائے حرم نے امت مسلمہ کی راہنمائی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ایسے ایسے بارعب اور پرجلال اداریے لکھے جنہوں نے باطل کے درودیوار کو آگ لگا دی۔ ایسے مدلل، جامع اور مسکت مضامین پیش کیے جنہوں نے مرزائیت اور اشتراکیت کی بنیادیں ہلا دیں۔ ضیائے حرم کا یہ کارنامہ تاریخ میں ہمیشہ ایک درخشاں باب کی حیثیت سے یاد رہے گا اور قبلہ حضرت ضیاء الامت کا نام سنہری حروف کے ساتھ لکھا جائے گا۔

مختصراً اسلامی اقدار کے فروغ، عظمت اسلام اور تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ کے لیے یہ مجلہ الحاد و دہریت کے موجودہ تیرہ وتار ماحول میں باطل کی ستم رانیوں کے خلاف مسلسل مصروف جہاد ہے۔ یہ روشنی کا وہ بلند مینار ہے جس کی وجہ سے باطل کی تاریکیاں چھٹ رہی ہیں۔ قبلہ حضرت ضیاء الامت نے اپنے قول و فعل سے یہ ثابت کر دیا کہ

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا!

الحمد للہ آج سے پچیس سال قبل ضیائے حرم نے جس منزل کی طرف سفر شروع کیا تھا، آج بھی جگر گوشہ حضرت ضیاء الامت مجاہد تحریک ختم نبوت جناب قبلہ صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب کی زیر صدارت اسی ڈگر پہ سوئے منزل رواں دواں ہے۔ ہر مضمون تحقیقاتی و معلوماتی اور خوب سے خوب تر ہوتا ہے جو قلب و نظر کو نوازتا ہی چلا جاتا ہے۔ رب ذوالجلال والاکرام سے دلی استدعا ہے کہ فیض کا یہ سرچشمہ تا قیامت جاری و ساری رہے۔

آمین بجاہ سیدنا طٰہٰ و یٰسین ﷺ

Marfat.com

سر دلبراں کی حسنِ دلبری

پروفیسر عمر حیات انصاری

ہر شعبہ زندگی کی طرح صحافت کی اہمیت بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ معاشرے کی تعمیر یا تحریک میں صحافت نمایاں کردار ادا کرتی ہے اور کسی بات پر عوام الناس کو متفق کرنے یا انہیں کسی بات سے متنفر کرنے کے لیے ذرائع ابلاغ کی حیثیت ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ چونکہ شعبہ صحافت سے وابستہ افراد معاشرے کے دیگر افراد کی نسبت زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ ان کی ذمے داریوں کی نوعیت منفرد ہوتی ہے۔ لہٰذا اصلاح وفلاح معاشرہ کے لیے ان سے مثبت توقعات وابستہ کرنا ایک فطری تقاضا ہے۔

بحیثیت صحافی جو لوگ اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اپنے قلم کا استعمال کرتے ہیں، اقوام عالم کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ عقیدت واحترام سے لیا جاتا ہے اور قوموں کی کردار سازی میں ان کا پیشہ وارانہ کردار ایک خوش کن اور امید افزا علامت بن جاتا ہے۔

دین اسلام کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو صحافت تا قیامت جاری رہنے والے ارفع واعلیٰ فریضہ دعوت وتبلیغ دین کا ذریعہ قرار پاتا ہے۔ چونکہ ایک صحافی بنیادی طور پر حق وصداقت کا پرچار کرتے ہوئے معاشرے کے مسائل کی نشاندہی کرنے اور ان کا معقول اور قابل عمل حل پیش کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے اور دین اسلام اپنے پیروکاروں سے ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کا تقاضا کرتے ہوئے ان کی ایک جماعت کو بالخصوص اس حوالے سے پابند کرتا ہے کہ ''ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر''۔

لہٰذا اگر وسیع تر تناظر میں دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں جو فرائض ایک داعی ومبلغ دین کے ہیں وہی ایک مسلمان صحافی کے بھی ہیں۔ چنانچہ صحافت کے میدان میں مسلمانوں کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے سے بھی ان کا اعزاز مسلمہ ہے، جن کے قلم نے تاریخ کے دھاروں کو بدلا اور حالات کو نیا رُخ دیا۔ جن کی جرأت وبیباکی اور عزم واستقامت نے کفر وباطل کے ایوانوں کو لرزا دیا۔ جنہوں نے صحافت کو دین کی سربلندی اور معاشرے کی اصلاح کے لیے ایک مقدس مشن سمجھتے ہوئے دنیاداری کی آلودگیوں سے محفوظ رکھا۔

ان محترم ومعتبر ناموں کی فہرست میں بیسویں صدی کا ایک قابل ذکر نام معروف مفسر قرآن اور

Marfat.com

سیرت نگار جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ (مرحوم) کا ہے۔ عالم اسلام کے لیے جن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اس وقت موضوع تحریر ان کا اور ان کے جانشین مدیر اعلیٰ کا اداریہ ہے ماہنامہ ''ضیائے حرم'' کے اوراق کی زینت بنے آسمان صحافت پر جگمگا رہا ہے۔ جس میں زبان و بیان کی خوبصوری کے ساتھ ساتھ انداز ابلاغ کا وہ حسن بھی موجود ہے جو دعوت دین کا تقاضا ہے کہ ''ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن''

1977ء میں وطن عزیز میں قیام پاکستان کے مقاصد کے تحت نظریہ پاکستان کے تحفظ کے لیے ''نظام مصطفیٰ ﷺ'' کی تحریک چلی۔ جس میں ''قومی اتحاد'' کے عنوان سے دینی جماعتوں نے متحدہ شرکت کی۔ پھر سب نے دیکھا کہ مسلم قائدین کا یہ اتحاد آہنی دیوار کی مانند مضبوط ثابت ہوا۔ ظلم و جبر اور لادینیت کا منہ زور سیلاب جس کے آگے بے بس دکھائی دیا اور الحمدللہ! یہ مقدس تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

آپ جانتے ہیں کہ کسی مقصد میں کامیابی کے بعد ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے اور کامیابی کے اسباب کو برقرار رکھنے کی ضرورت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے تاکہ کامیابی عارضی ثابت نہ ہو ورنہ نقصان کی شدت کا اندازہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ''تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ'' کی کامیابی کے بعد اشد ضرورت اس امر کی تھی کہ قومی اتحاد کی بنیادوں کو مضبوط تر کیا جائے۔ اس بات کی نشاندہی ''ضیائے حرم'' کے نومبر 1977ء کے اداریے میں اس طرح ہوئی کہ اہل فکر و نظر کے لیے اس میں سوچنے سمجھنے کا بہت سا سامان ہے۔ مدیر اعلیٰ رقمطراز ہیں کہ

> ''ہم قومی اتحاد کے تمام قائدین سے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ وہ علیحدگی کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیں۔ ابھی تو انتخابات کا بڑا کٹھن مرحلہ آپ کے سامنے ہے ...... ایسی کشتی پر کون سوار ہوتا ہے جس کے ملاح آپس میں دست و گریباں ہوں۔''

امت مسلمہ کے لیے اتحاد و یگانیت کی اہمیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ دین اسلام کی تعلیمات میں اس بارے میں بھی بہت وضاحت پائی جاتی ہے۔ اس اہمیت کا اندازہ شاہ صاحب نے اس طریقے سے دلایا ہے کہ نہ صرف اس وقت کے قائدین بلکہ آنے والے بھی اس حسن انتباہ کی روشنی میں بآسانی ایک بہتر کردار تشکیل دے سکتے ہیں اور ملک و قوم قیادت کے اسلامی تصور سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔

امت مسلمہ میں جو مقام و مرتبہ ''اصحاب رسول ﷺ'' کا ہے وہ کسی اور فرد امت کا نہیں۔ وہ نفوس قدسیہ جنہوں نے محبت و اطاعت رسول ﷺ کا صحیح حق ادا کیا، قرآن و حدیث میں ان کی فضیلت بیان ہوئی اور انہیں ''رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ'' کی سند لازوال عطا ہوئی۔ صحابہ کرام ہر دور کے

Marfat.com

آنے والے اہل ایمان کے لیے مشعل راہ اور اطاعت کے نمونے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حیاۃ الصحابہ سے راہنمائی لیے بغیر ایمان وعمل کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے اور کسی بھی دور کا حکمران خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلے بغیر حکومت وسیاست کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔

ضیائے حرم کے ''صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر'' کے اداریے میں مدیر موصوف خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''جس نے ہر ضرورت کے وقت اپنے آقا ﷺ کی دعوت پر اپنے گھر کا سارا اثاثہ لا کر ڈال دیا۔ عزیمت ومردانگی کی راہ پر جس کا ہر نقش قدم کاروانِ ملت کے لیے خضر راہ ہے۔ جرأت ویقین کی جو قندیلیں راہ عشق ووفا میں آج سے چودہ صدیاں پہلے اس مردحق آگاہ نے روشن کی تھیں، ابتلاء وآزمائش کی کٹھن اور پرخار وادیاں آج بھی ان کی روشنی سے جگمگا رہی ہیں۔''

معاشرتی ناہمواریوں کی سب سے بڑی وجہ جاگیردارانہ نظام ہے جس میں امیر امیر تر ہوتے ہوتے مطلق العنان بن جاتا ہے اور غریب اس کے ہاتھوں غریب تر ہوتے ہوتے ذلت ورسوائی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ یہ ایسا ظالمانہ نظام ہے جو ایک خاص طبقہ امراء کو جنم دیتا ہے اور امارت وحکومت اسی طبقے میں نسل درنسل منتقل ہوتی چلی جاتی ہے، جس سے معاشرے کا توازن بگڑا رہتا ہے۔ یوں کہیے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا دوسرا نام جاگیردارانہ نظام ہے۔ دین اسلام اس کی شدید مذمت اور حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان بھی اپنے قیام ہی سے اس سسٹم کا شکار چلا آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں پر غربت وافلاس کے سائے بہت گہرے ہیں اور معاشرتی اونچ نیچ تعمیر وترقی کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا گیا۔ بہت کچھ کہا گیا۔ اس خطرناک صورت حال کی نشاندہی ضیائے حرم میں دوٹوک انداز میں کی گئی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

''حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی پسماندگی کا بنیادی عنصر یہ ہے کہ پاکستان کی معیشت کا انحصار زمیندارانہ اور جاگیردارانہ معاشی اور سماجی ڈھانچے پر مبنی ہے اور یہی جاگیردارانہ سوچ رکھنے والا طبقہ ہی غیر ملکی قوتوں کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ کیونکہ اگر پاکستان میں صنعتی قوتیں زور پکڑتی ہیں۔ تو .... امریکہ سرکار کے لیے ناپسندیدگی کی علامت ہے۔ اس کے لیے بہترین حلیف ہماری وہ قیادت ہو سکتی ہے جو جاگیردارانہ ماحول کی پیداوار ہو''۔

وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ساتھ شروع ہی سے یہ بدقسمتی چمٹی رہی ہے کہ اسے مختلف اندرونی اور بیرونی سازشوں کا سامنا رہا ہے۔ اندرونی طور پر منفی سیاست نے اسے ہمیشہ کمزور رکھا اور

Marfat.com

اس کا مقصد پورا نہ ہونے دیا۔ اسی طرح خارجی سطح پر عالمی طاقتوں نے قیام پاکستان کے مقاصد کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے منفی سیاسی رجحانات کو تقویت پہنچائی اور سیاسی جماعتوں کو باہم لڑا لڑا کر انہیں کوئی مثبت لائحہ عمل اختیار کرنے سے روکے رکھا۔ یہ صورت حال اب بھی جاری ہے اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر عالمی ردعمل اور تنقید اس سلسلے کی سب سے بڑی کڑی ہے۔ اس صورت حال کی نزاکت کو سمجھنا اور بقاء کی اس جنگ میں ثابت قدم رہنا پاکستان اور عالم اسلام کے لیے فی زمانہ اشد ضروری ہے۔

ضیائے حرم کے اداریہ نگار نے اس طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا کہ

''آزادی کی نصف صدی گزارنے کے باوجود ہم آج تک اپنے لیے کوئی قابل عمل سیاسی ضابطہء اخلاق وضع نہیں کر سکے...... اخلاقی اقدار اس حد تک زوال پذیر ہو چکی ہیں کہ ...... آئین کی دھجیاں اڑانے والے معاشرے کے معزز رکن شمار ہوتے ہیں۔''

یقیناً جب کسی معاشرے میں قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں اور آئین کی دھجیاں بکھیرنے والوں کو عزت و توقیر ملتی ہے تو خلاف ورزیوں کا سلسلہ کبھی نہیں رکتا، قانون اور اس کا احترام کرنے والوں کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ معاشرے کی تعمیر و اصلاح کا عمل رک جاتا ہے۔ یہ رجحان تشویشناک ہے۔ عالم اسلام کو درپیش چیلنجوں میں سے ایک بہت ہی تشویشناک بات فرقہ واریت ہے۔ حالانکہ دین اسلام اپنے ماننے والوں کو درس اتحاد دیتا ہے جس میں تفرقہ بازی کی سرے سے کوئی گنجائش نہیں۔ اس لیے کہ اتحاد بین المسلمین کی عمارت جس بنیاد اور مرکز پر استوار ہوتی ہے وہ اللہ کا دین ہے۔ قرآن اور اسوۂ حاملِ قرآن ﷺ، مسلمان کو اس دین کی طرف بلاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کا مرکز ایک ہو ان کی توجہ صرف اسی پر مرکوز ہوتی ہے، اس سے ہٹ کر کوئی اور بات ان کا مرکز نگاہ نہیں ٹھہرتی۔ چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران:103)

یہ حوالہ تو ہر شخص دیتا ہے مگر عمل کا سراسر فقدان ہے۔ لمحہ فکریہ ہے کہ مسلمان کیوں نہیں سمجھتا کہ وہ دین اسلام کی وجہ سے مسلمان ہے۔ اس کی بقاء و سلامتی اسلام ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ دین اسلام کو ''حبل اللہ'' سے تعبیر کر کے درس اتحاد کی تعبیر کو آسان تر کر کے پیش کرنا مقصود ہے۔ اس ''حبل اللہ'' کی مزید وضاحت قرآن حکیم نے ''العروۃ الوثقٰی'' کی ترکیب سے کر دی ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (البقرۃ:256)

گویا دین اسلام ''حبل اللہ''، ''العروۃ الوثقٰی'' یعنی لاثانی اور لازوال ہے۔ لہٰذا سیدھی سی بات

Marfat.com

ہے کہ جو اس کے ساتھ وابستہ ہوگا بقا و سلامتی صرف اسے ہی نصیب ہوگی۔ فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة صرف اسی کا مقدر بنے گی اور جو اس سے انحراف کرے گا اس کی مثال درخت سے کٹی ہوئی اس شاخ کی سی ہے جو کبھی ہری نہیں ہو سکتی گویا

ڈالی گئی فصل خزاں میں جو شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے

اس لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ ع

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

فرقہ واریت کی بنیادی وجہ دین کے بارے میں لوگوں کی Misconception ہے۔ اس کی کج فہمی نے مسلک پرستی کے رجحان کو پروان چڑھایا۔ حالانکہ اس بات کو سمجھنا مشکل نہیں کہ مسلمان کا مسلک سوائے دین اسلام کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ ضیائے حرم کے فاضل اداریہ نگار نے اس صورت حال پر بے لاگ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اہل السنۃ والجماعت، دیوبندی مکتب فکر اور اہل حدیث کے درمیان اختلافات بھی کچھ کم آزار نہیں۔ مختلف مکاتب فکر کے غیر محتاط واعظین ومقررین، کم علم و کم فہم مصنفین اور سستی شہرت حاصل کرنے والے مناظرین نے دین و مذہب کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔

الغرض ماہنامہ ضیائے حرم کا اداریہ درحقیقت اسلامی صحافت کا آئینہ دار ہے۔ پاکستان سمیت پورے عالم اسلام کو جن مسائل اور مشکلات کا سامنا ہے، اداریہ نگار نے ہمیشہ بہت خوبصورتی سے اس کی نشاندہی کے ساتھ اصلاح احوال کے لیے بہت مناسب تجاویز بھی پیش کیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ضیائے حرم کا اداریہ فی الواقع ''سر دلبراں'' ہے جس میں ''حسن دلبری'' کے بہت سے انداز ملتے ہیں۔ یہ حسن دلبری مسلم صحافت کی تعمیر و تشکیل نو کے لیے اشد ضروری ہے۔

Marfat.com

ایک یادگار استقبالیہ

رپورٹ: پروفیسر خالد بزمی

اتوار 25 اگست 1974ء کی سہ پہر اس اعتبار سے مدتوں دلوں اور ذہنوں میں ایک یادگار بن کر رہے گی کہ اس روز "ضیائے حرم" کے فاروق اعظم نمبر کی شاندار کامیابی پر اس کے مدیر اعلیٰ مفکر اسلام و مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب فاضل جامعہ ازہر کے اعزاز میں لاہور کے عالیشان ہوٹل لارڈز (Lords) میں ایک ناقابل فراموش استقبالیہ دیا گیا۔ اس محفل میں جو روحانیت افزا منظر دیکھنے میں آیا، وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ الفاظ کی مدد سے شاید اس کی ایک جھلک چشم تصور کے سامنے آجائے۔

"ضیائے حرم" نے گزشتہ چند برسوں میں اسلام اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور فروغ کے سلسلے میں جس قدر عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، اس کا اعتراف ہر اعتدال پسند اور صائب الرائے شخص ضرور کرے گا۔ ضیائے حرم کا ہر عام شمارہ بھی ظاہری اعتبار سے جاذب نظر اور مندرجات کے لحاظ سے علم و عرفان کا خزینہ ہوتا ہے۔ لیکن اس اسلامی ماہنامے کے خصوصی شمارے تو بالخصوص قابل قدر و تحسین اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ "ضیائے حرم" نے اپنے آغاز اشاعت سے اب تک جس قدر خاص شمارے پیش کیے، ان میں فاروق اعظم نمبر کو ظاہری و باطنی ہر اعتبار سے زیادہ سے زیادہ خراج تحسین پیش کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ استقبالیہ ضیائے حرم کے فاروق اعظم نمبر کی انہی خوبیوں کے اعتراف کے طور پر اس کے مدیر اعلیٰ حضرت پیر محمد کرم شاہ کے اعزاز میں پیش کیا گیا۔ اس دعوت استقبالیہ کے بانی حافظ غلام مرتضیٰ صاحب تھے۔ استقبالیے کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ اس یادگار تقریب میں حافظ اختر سیالوی (خطیب جامع مسجد نور، نور محلہ اچھرہ، لاہور) نے پیر صاحب مدظلہ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا، اس کے بعض اقتباسات درج ذیل ہیں:

واجب الاحترام مفسر قرآن حضرت پیر صاحب قبلہ! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آج آپ کے وجود مسعود کو اپنے درمیان پا کر ہم انتہائی فخر اور مسرت محسوس کر رہے ہیں۔ موجودہ پر آشوب دور میں آپ جس فراست مومنانہ کے ساتھ امت مسلمہ کی راہنمائی کر رہے ہیں، وہ محتاج تعارف نہیں، بلاشبہ آپ کی ذات گرامی ان پیران عظام میں سے ہے جو خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کرتے ہیں۔

Marfat.com

آپ نے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی جامعہ الازہر (مصر) میں وقت کے عظیم ترین علمائے کرام سے علم حاصل کیا اور اسلامی قانون میں تخصص حاصل کیا ہے۔ اب آپ جدید وقدیم علوم کی وہی تابناک کرنیں پاکستان کے گوشے گوشے میں پھیلا رہے ہیں۔

پیر صاحب محترم! ماہنامہ ضیائے حرم کے ذریعے سے آپ باطل کی تاریکیوں کے خلاف جو جہاد کر رہے ہیں، اس سے پاکستان ہی کے لوگ نہیں بلکہ یورپ، امریکہ اور عرب ممالک کے لوگ بھی اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ کا ماہنامہ ''ضیائے حرم'' اپنی مثال آپ ہے۔ اس دور میں اس قدر دل چسپ اور خوبصورت ماہنامہ شائع کرنا آپ ہی کا حصہ ہے۔ بلا شبہ آپ دین حق کی خدمت اس طرح حکمت اور اخلاص کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں، جس طرح ہمارے اسلاف، صوفیائے کرام اور علمائے کرام سرانجام دیا کرتے تھے۔

محترم المقام! حال میں ہی آپ نے ''ضیائے حرم'' کا جو عظیم الشان اور معرکہ آرا فاروق اعظم نمبر شائع کیا ہے، وہ اردو صحافت میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ غالباً دنیا کی کسی زبان میں اس سے پہلے خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اتنا جامع اور مکمل مواد شائع نہیں ہوا۔ اہل نظر نے اس نمبر کو اگر فاروق اعظمؓ ''انسائیکلو پیڈیا'' کہا ہے تو بالکل درست کہا ہے۔

اس قدر عظیم الشان، خوبصورت اور مفید نمبر شائع کرنے پر ہم آپ کی خدمت اقدس میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور مؤدبانہ درخواست کرتے ہیں کہ اسی معیار کے مطابق دوسرے خلفائے راشدین کے بھی نمبر شائع فرمائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ شاندار کارنامہ آپ کا ''ضیائے حرم'' ہی بخوبی سرانجام دے سکتا ہے۔

آخر میں ہم صدقِ دل سے آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے قیمتی وقت سے کچھ حصہ ہمیں عطا فرمایا اور استفاضے کا موقع بخشا۔ ہماری دعا ہے کہ آپ اسی عزم، ہمت اور جذبے کے ساتھ دین حق کی خدمت کرتے رہیں۔ (آمین)

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

مذکورہ سپاس نامے میں جن جذبات کا اظہار کیا گیا ہے وہ حاضرین میں سے تقریباً ہر شخص کے دل کی آواز ہے۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے اس سپاس نامے کے جواب میں جو کچھ فرمایا، اس کا ملخص پیش خدمت ہے۔

پیر صاحب نے ارشاد فرمایا:

اس سپاس نامے میں میرے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ اگرچہ کسی کے دل کی آواز ہو، لیکن

Marfat.com

میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے اپنی تعریف سن کر ندامت محسوس ہو رہی ہے۔ ''ضیائے حرم'' کے فاروق اعظم نمبر کی کامیابی کے سلسلے میں مبارکباد کے حقدار دراصل وہ لوگ ہیں جنہوں نے شب و روز کی مسلسل کوششوں کے بعد مضامین سپردِ قلم کیے اور فراہم کیے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس سلسلے میں مجھے یہ جذبہ عطا فرمایا کہ میں نے یہ عزم کر لیا تھا کہ خواہ جتنے بھی پیسے خرچ ہوں، ہم بہر حال یہ نمبر زیادہ سے زیادہ شاندار طریق پر منظر عام پر لائیں گے۔

جیسا کہ سپاس نامے میں اس خواہش کا اظہار فرمایا گیا ہے، ان شاء اللہ دیگر خلفائے راشدین کے بارے میں بھی ایسے ہی شاندار اور معیاری نمبر شائع کیے جائیں گے۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جس روز یہ استقبالیہ دیا گیا اور پیر صاحب لاہور تشریف لائے، اس سے ایک روز پہلے رات کے وقت بھیرے کے مزاریوں نے پیر صاحب کے بڑے صاحب زادے محمد امین الحسنات پر قاتلانہ حملہ کر دیا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے انہیں دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھا۔

پیر صاحب نے حاضرین کی خواہش پر اس افسوسناک واقعے کی تفصیل بتائی، جس کی مذمت ہر مسلمان کا دل کرتا تھا اور کرتا رہے گا۔

اس یادگار استقبالیہ میں اناؤنسر کا فریضہ راقم الحروف کے سپرد تھا۔ جو چیدہ چیدہ حضرات گرامی اس استقبالیے کے خصوصی شرکاء تھے ان میں شاعر اسلام ابوالاثر جناب حفیظ جالندھری، مولانا نعیم صدیقی، جناب عبدالعزیز خالد، الحاج اشرف صبوحی دہلوی، سید شریف حسن، پروفیسر عبدالغنی فاروق، جناب عبدالوکیل ایم۔ اے (مدینہ یونیورسٹی)، پروفیسر میر محمد سعید، خواجہ عابد نظامی، خورشید احمد شیخ، عزیز الرحمٰن عزیز، مولانا نور محمد ایوبی، محمد حفیظ البرکات، میاں محمد اسلم، مفتی محمد حسین نعیمی، جناب غلام رسول سعیدی، حاجی محمد صادق، شیخ عبدالقدوس (ایسٹرن آپٹیکل لاہور)، سید محمد علی نعیمی، حاجی خورشید مقبول اور میاں رحیم بخش خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

باب سوم

ضیاء الامت کی چند نادر تحریریں

Marfat.com

Marfat.com

توحید باری تعالیٰ

خطاب: ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

12 ربیع الاول 1412ھ کی مقدس اور سہانی صبح دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں ایک انتہائی خوبصورت اور وسیع وعریض آڈیٹوریم کا افتتاح حضرت فخر الملت والدین سیالوی کے مبارک ہاتھوں سے ہوا جسے حصول تبرک کے لیے حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الملت والدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے اسم گرامی کی نسبت سے ''الفرید آڈیٹوریم'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔

یہاں پر مقتدر علمی شخصیات کے لیکچرز اور اہم ملکی اور بین الاقوامی امور پر سیمینارز و کانفرنسز کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ سب سے پہلا لیکچر ''توحید باری تعالیٰ'' کے موضوع پر حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ارشاد فرمایا جسے ہم قارئین کے استفادہ کے لیے پیش کر رہے ہیں:

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِO اَمَّا بَعْدُ فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیمO بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـــوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ (البقرۃ)

دین اسلام کا بنیادی اصول یہ عقیدہ ہے کہ اللہ و تبارک و تعالیٰ ہے اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ صفات میں۔ اگر ایمان باللہ کی یہ نعمت کسی کو نصیب نہ ہو تو خواہ وہ کتنا ہی زاہد، متقی اور نیک کیوں نہ ہو، اس کی ساری نیکیاں ھباءً منثوراً ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوگی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مرحمت فرمائی اور اس نے اس کے رب ہونے کا اقرار کیا۔ اس کو وحدہٗ لاشریک مانا، اگر اس سے کوئی غلطی سرزد ہو بھی گئی تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے گا اور اس کا انجام بخیر ہوگا۔ یہ وہ موضوع اور بنیادی اصول ہے جس پر سارے اسلام کا قصر رفیع تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ سب سے پہلے میں ان لوگوں کے دلائل پیش کروں گا جو خدا کی ذات کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے جوابات پیش کیے جائیں گے۔

Marfat.com

منکرین توحید کے دلائل

اس زمانہ میں بھی اور اس سے پہلے بھی بڑے بڑے دانشور، فلسفی اور نکتہ دان اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر رہے ہیں۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ کوئی خدا نہیں۔ وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا تو کہیں نظر آتا۔ ہر چیز کو ہم دیکھتے ہیں۔ اس کو دیکھ کر ہی ہم اس کے وجود کا اقرار کرتے ہیں اور وہ ذات جس کو نہ ہم نے دیکھا، نہ ہمارے آباؤ اجداد نے اور نہ کسی اور انسان نے، تو ایسی ذات کو ماننے کے لیے ہم تیار نہیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہی کہا تھا کہ ہم خدا پر ایمان لاتے ہیں بشرطیکہ آپ ہمیں خدا واضح طور پر دکھا دیں۔ جب ہم خدا کو دیکھ لیں گے تو اس پر ایمان لے آئیں گے۔

منکرین توحید کہتے ہیں کہ ہمارے حواس جن سے ہم کائنات کے چھپے ہوئے راز بھی جان لیتے ہیں، ان سے خدا کی ذات کا ادراک نہیں کیا جا سکتا اور جس چیز کا ادراک کرنے سے ہمارے حواس عاجز ہوں ہم اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

منکرین توحید کا رد

یہ بالکل لایعنی اصول ہے کہ جو چیز نظر نہ آئے اور جو چیز حواس کے ادراک سے ماوراء ہو اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ اس کے بارے میں خود ان کا رویہ ہی ان کی تکذیب کرتا ہے۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو نظر نہیں آتیں، لیکن ان پر وہ بھی یقین کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

1۔ قانون تجاذب

کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی اپنی جگہ اس طرح سجایا ہے کہ ہر چیز اس تجاذب کی وجہ سے اپنے مقام پر قائم ہے۔ نہ اِدھر سرک سکتی ہے نہ اُدھر۔ تجاذب کے اس قانون کو آج کے سائنسدان بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن آج تک کسی نے اس قوت کو دیکھا نہیں کہ یہ کس چیز کا نام ہے۔ اس کی رنگت کیا ہے۔ اس کا حدود اربعہ کیا ہے۔

2۔ عقل انسانی

اس کو کسی نے نہیں دیکھا کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ لیکن یہ ایک ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے جس کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

3۔ مقناطیس کی قوت

اس قوت کو سب مانتے ہیں لیکن آج تک کسی نے اس کو نہیں دیکھا۔

Marfat.com

4۔ہماری اپنی روح

جس کے بغیر ہم ایک سانس بھی نہیں لے سکتے۔ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔کوئی آج تک اس کو دیکھ نہیں سکا۔لیکن پھر بھی سب اس کو تسلیم کرتے ہیں۔تو حیرت ہے کہ نظریہ تجاذب، مقناطیسی قوت، عقل انسانی اور روح پر تو دیکھے بغیر یقین رکھا جائے اور اس ذات اقدس واطہر پر ایمان نہ لایا جائے جو ہماری خالق و مالک ہے۔اس سے زیادہ فکری تضاد اور کیا ہو سکتا ہے۔اگر ان کا یہ مسلمہ اصول تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں مانتے کہ وہ نظر نہیں آتا اور حواس سے اس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا تو بیشتر ایسی چیزیں ہیں جو حواس کے ادراک سے بالاتر ہیں تو پھر ان کا بھی انکار کر دیتے لیکن وہ ان تمام چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کے وجود پر محکم یقین رکھتے ہیں۔لیکن ذات باری کے بارے میں ہی شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈال دیا ہے۔

ایک دفعہ ایک کیمونسٹ ملک میں ایک استاد جو کہ دہریت کا بڑا شیدائی تھا، وہ اپنی پرائمری کلاس کے سٹوڈنٹس سے پوچھنے لگا کہ بچو! کیا میں تمہیں نظر آ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا: جی آپ نظر آ رہے ہیں۔اس نے کہا کہ اگر میں نظر آ رہا ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ میں موجود ہوں۔یہ بلیک بورڈ تمہیں نظر آ رہا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں، نظر آ رہا ہے۔تو اس نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ بلیک بورڈ موجود ہے۔یہ کرسی تمہیں نظر آ رہی ہے؟ انہوں نے کہا: جی نظر آ رہی ہے تو اس نے کہا اس کا مطلب ہے کہ کرسی موجود ہے۔پھر پوچھا: یہ میز تمہیں دکھائی دے رہا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔تو اس نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ میز موجود ہے۔

بچو! مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں خدا نظر آ رہا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، ہمیں خدا نظر نہیں آ رہا۔اس نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں۔جن چیزوں کو آپ دیکھ رہے ہیں ان کا وجود ہے اور جس چیز کا وجود نہیں وہ کیسے نظر آ سکتی ہے۔ایک نیک بخت شاگرد بھی وہاں موجود تھا۔وہ اٹھا اور اپنے ہم جولیوں سے یوں گویا ہوا: اے میرے بھائیو! مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں استاد صاحب کی عقل نظر آ رہی ہے؟ وہ سب بیک آواز بولے، نہیں، ہمیں دکھائی نہیں دے رہی۔تو اس نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ استاد صاحب کی عقل کوئی نہیں ہے۔تو شاگردوں کے اس جواب سے استاد صاحب ایسے لاجواب ہوئے کہ اس کے بعد انہوں نے دہریت کی تلقین کی جرأت نہ کی۔

حواس کو اللہ تعالیٰ نے بعض مدرکات کے لیے پیدا فرمایا ہے۔حواس مختلف ہیں اور ان کے دائرہ ادراک بھی مختلف ہیں۔آنکھ، کان اور زبان یہ الگ الگ حواس ہیں اور ان کے الگ الگ دائرہ کار

Marfat.com

ہیں۔ آنکھ چیزوں کو دیکھتی اور پہچانتی ہے۔ کان آواز کو سنتے ہیں۔ زبان چکھنے کی حس رکھتی ہے۔ اگر آنکھیں آوازوں کو سن نہ سکیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آواز ہے ہی نہیں یا آنکھیں بیکار ہیں۔ اگر ایک آدمی اندھا ہے لیکن اس کے کان شنوا ہیں، تو دور و نزدیک کی آواز کو سن لے گا لیکن اگر وہ پہاڑ کے بالکل قریب ہی کیوں نہ کھڑا ہو تو پھر بھی اسے دیکھ نہیں سکے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ حس دی ہی نہیں جس سے وہ دیکھ سکے اور چونکہ سننے کی حس وہ رکھتا ہے اس لیے وہ دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے۔ حواس صرف ان چیزوں کا ادراک کر سکتے ہیں جو مادی صورت میں موجود ہیں اور جو چیزیں مادہ سے ماوراء ہیں وہ ان کے دائرہ کار سے خارج ہیں۔ حواس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہ کرنا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مادہ سے ماوراء ظاہری و باطنی حواس کے دائرہ کار سے ارفع ہے۔ وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

خدا کے وجود اور اس کے عدم وجود کو ثابت کرنے کے لیے یہ عالم بہت بڑی کسوٹی ہے۔ یہ عالم اگر ازلی ہو تو خدا کے موجود نہ ہونے پر غور کیا جا سکتا ہے لیکن اگر عالم کا حادث ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے وجود سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔ اس لیے ہم سب سے پہلے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا عالم ازلی ہے یا حادث۔

کیا یہ عالم ازلی ہے یا حادث؟

اگر عالم ازلی ہے تو منکرین توحید کا دعویٰ درست ہو سکتا ہے کہ اسے کسی خالق کی ضرورت نہیں لیکن اگر یہ عالم ازلی نہیں ہے تو اس کے لیے کسی خالق کی ضرورت ہوگی اور وہ کن صفات و کمالات کا مالک ہونا چاہیے، اس کا ذکر آگے آئے گا۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ عالم ازلی ہے یا نہیں۔ تو آج کل بڑے بڑے سائنسدانوں اور فلسفیوں نے اس بات کی تحقیق کی ہے کہ یہ عالم ازلی نہیں بلکہ اس کا ایک نقطہ آغاز ہے جہاں سے اس کائنات کو معرض وجود میں لایا گیا۔ اس امر کے ثبوت میں انہوں نے جو دلائل پیش کیے ہیں ان میں سے چند ایک حاضر خدمت ہیں:

پہلی دلیل

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ یہ کائنات ذرّوں Atoms سے مرکب ہے اور وہ ذرہ بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہے، جن میں سے ایک منفی Negative ہے اور دوسرا مثبت Positive۔ اول الذکر کو الیکٹران Electron اور دوسرے کو پروٹان کہتے ہیں۔ پروٹان ہر ذرے کا مرکز ہوتا ہے اور اسی سے ذرے کا وزن بنتا ہے۔ اس مثبت مرکز کے گرد الیکٹران تیزی سے گھوم رہے ہیں۔ الیکٹران کی تیز

Marfat.com

رفتاری اور مثبت مرکز سے دوری اسے اپنے محور پر قائم رکھتی ہے ورنہ پروٹان اسے اندر جذب کر لیں۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ پروٹان اور الیکٹران کے درمیان جو خلا ہے اگر ختم ہو جاتا اور یہ دونوں متضاد قوتیں ایک دوسرے میں ضم ہو جاتیں، تو یہ وسیع وعریض کائنات اس طرح سکڑ جاتی گویا کہ مرغی کا انڈا ہے۔

علاوہ ازیں الیکٹران کی ایک مخصوص گول دائرے میں گردش اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی ابتداء ہوتی ہے کیونکہ طبیعات کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو چیز گول دائرے میں حرکت کرتی ہے اس کی زمانی اور مکانی ابتدا ہوتی ہے اور جب ابتدا ثابت ہوگئی تو پھر ازلیت متحقق نہ رہی۔ لہٰذا حادث ہے۔ پہلے نہیں تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے چاہا اسے پیدا کیا اور معرض وجود میں آ گیا۔

دوسری دلیل

''فران کیلن'' (ایک ماہر علم کیمیا) کہتا ہے کہ یہ بات ہمارے نزدیک مسلم ہے کہ اس دنیا میں جتنی بھی چیزیں موجود ہیں بعض میں حرارت ہے اور بعض میں برودت۔ اور جب سے یہ کائنات بنی ہے وہ چیزیں جن میں حرارت ہے، اپنی حرارت کو ان چیزوں تک پہنچا رہی ہیں جن میں برودت ہے۔ اس عمل کی وجہ سے ہی زندگی کی یہ ساری گہما گہمی ہے، اسی وجہ سے زندگی کا یہ نظام برقرار ہے۔ سائنسدانوں کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب گرم چیز اپنی حرارت کو ٹھنڈی چیز میں منتقل کرتی ہے تو جس سے وہ حرارت نکلتی ہے اس کا کچھ حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر عالم ازلی ہوتا اور ازل سے ہی یہ عمل شروع ہوتا تو یقیناً ان چیزوں کو آج تک معدوم ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر معدوم نہ ہوتیں تو ان زرق برق اجسام کے جاہ وجلال کی وہ کیفیت نہ ہوتی جو ابتداء میں تھی حالانکہ سورج کا جو جاہ وجلال کروڑوں سال پہلے تھا، اسی شد ومد کے ساتھ وہ آج بھی چمک رہا ہے۔ جو حسن چاند کی روپہلی کرنوں میں کروڑوں سال پہلے تھا، اسی حسن کے ساتھ وہ آج بھی اپنی کرنوں کو برسا رہا ہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عالم ازلی نہیں ہے۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مولائے کریم نے اس کو ایک خاص موقع پر تخلیق کیا اور اپنی اپنی خوبیوں سے ہر چیز کو متصف کر کے حرکت دی۔ جب تک اس کا مقرر کیا ہوا وقت نہیں آئے گا یہ تمام چیزیں اپنے جاہ وجلال اور اپنی مخصوص افادیت کے ساتھ موجود رہیں گی۔ سائنسدانوں کے اس اصول سے جہاں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ عالم ازلی نہیں، وہاں ذات باری تعالیٰ کا وجود بھی ثابت ہوتا ہے جو اس حسین وجمیل کائنات کے نظام کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔

Marfat.com

تیسری دلیل

سائنس کے اس دور سے پہلے بھی یہ بات ثابت تھی کہ یہ عالم ازلی نہیں۔ ہمارے قدیم فلاسفہ عالم کے حادث ہونے کے بارے میں جو دلیل پیش کرتے تھے وہ آسان بھی ہے اور قابل فہم بھی۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ''اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ'' کہ عالم میں لحظہ بہ لحظہ تغیر آ رہا ہے، کبھی سورج طلوع ہو رہا ہے، کبھی نصف النہار پر چمک رہا ہے اور کبھی غروب ہو رہا ہے۔ کبھی خزاں آ رہی ہے اور کبھی بہار۔ کبھی ہم گندم کے بیج کو بو رہے ہیں اور کبھی اس کے پودے کو کاٹ رہے ہیں۔ تو کوئی بھی چیز ایسی نہیں جس میں تغیر کا یہ قانون نافذ نہ ہو۔ ''کل مُتغیرٌ حادِثٌ'' اور جس جس میں تغیر کا قانون لاگو ہوتا ہے وہ حادث ہوتی ہے ''فَالْعَالَمُ حَادِثٌ'' تو ثابت ہوا کہ چونکہ جہان بھی متغیر ہے اس لیے وہ بھی حادث ہے ازلی نہیں۔ بلکہ ایک مقررہ مدت پر جب اللہ نے چاہا تو اس کو تخلیق کی نعمت سے سرفراز کیا۔

خالق کائنات کون ہے؟

اب جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ قدیم فلاسفہ اور عصر جدید کے سائنسدانوں کے نزدیک عالم حادث ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس پر ایسا زمانہ بھی آیا جب یہ معدوم تھا۔ نہ یہ آسمان تھا نہ اس میں آویزاں لاکھوں کروڑوں قندیلیں، سورج تھا نہ چاند، زمین تھی نہ پہاڑ، کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر اس کو تخلیق کیا گیا۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو کس نے پیدا کیا۔ اس کے تین احتمالات ہیں: پہلا احتمال یہ ہے کہ اس کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو حیّ قیّوم ہے اور علی کل شیءٍ قدیر ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ دنیا خود بخود پیدا ہو گئی ہو، آسمان خود بخود بن گیا ہو اور یہ ستارے خود بخود آویزاں ہو گئے ہوں اور زمین کا یہ فرش خود بخود بچھ گیا ہو، پہاڑ خود بخود قائم ہو گئے ہوں۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ نہ خدا نے اس کو پیدا کیا نہ یہ خود بخود وجود میں آئی بلکہ حادثہ (Accident) کے طور پر اور اتفاقاً معرض وجود میں آ گئی۔

اگر تو پہلا احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے جو تمام صفات سے متصف ہے تو یہی ہمارا مدعا ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی اہل ایمان کا قول ہے جس کی طرف حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام نے دعوت دی۔ اگر یہ قول مان لیا جائے تو پھر کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا اور مزید دلیل اور بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر دوسرا احتمال ہو کہ ہر چیز خود بخود بن گئی ہے تو اس پر بہت سے اعتراض پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اگر پہلے عدم یا نیست تھا، تو نیست کسی ہست کا سبب نہیں بن سکتا۔ یعنی جو چیز خود موجود نہ ہو، وہ کسی دوسری چیز کو موجود کیسے کر سکتی ہے،

Marfat.com

اس لیے یہ دوسرا احتمال بالکل لایعنی اور قطعاً قابل غور نہیں۔

تیسرا احتمال مصادفہ ہے کہ اتفاقاً یہ ساری کائنات معرض وجود میں آ گئی۔ آسمان بھی تن گیا، تارے بھی آویزاں ہو گئے۔ فرش گیتی بھی بچھ گیا۔ یہ بات کسی عقل مند کے لیے قابل قبول تو درکنار قابل غور بھی نہیں ہو سکتی کہ اتنا بڑا عالم جس کی اتنی پہنائیاں، اتنی بیکراں وسعتیں اور یہ بوقلمونیاں ہیں حادثہ کے طور پر (By Chance) معرض وجود میں آ سکتا ہے۔ ادھر سے پانی بہتا ہوا آیا، ادھر سے مٹی بہتی ہوئی آئی سب مل گئے اور پہاڑ بن گئے۔ یہ سب کچھ اتفاقاً ہوا۔ کسی بنانے والے نے ارادے اور پروگرام کے مطابق نہیں بنایا۔

اس کے رد کے لیے آج کے علماء نے ایک دلیل پیش کی ہے کہ ایک تختے پر ایک سوئی گڑی ہوئی ہو اور اس سوئی کے ناکے میں ایک اور سوئی موجود ہو۔ اب آپ سے کوئی پوچھے کہ یہ سوئی دوسری سوئی کے ناکے میں کس نے ڈالی۔ تو اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں کہ فلاں آدمی آیا۔ اس کے ہاتھ میں سوئی تھی۔ اس نے اس سوئی کے ناکے کو خالی دیکھا اور اس نے سوئی ڈال دی۔ دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ایک مادرزاد اندھا تھا جس کے ہاتھ میں سوئی تھی۔ اس نے یوں پھینکی اور پھینکنے سے اتفاقاً دوسری سوئی کے ناکے میں چلی گئی۔ ان دونوں جوابوں میں سے کون سا جواب آپ کے لیے قابل قبول ہوگا۔ اس کے بعد علماء لکھتے ہیں کہ فرض کریں کہ ایک کی بجائے دس سوئیاں گڈمڈ کر کے لفافے میں ڈال دی گئیں۔ ان پر نمبر لکھے ہوئے تھے نمبر 1، نمبر 2، نمبر 3 .... نمبر 10۔ ان میں سے ایک سوئی اس تختے پر اس طرح گڑی ہوئی ہو کہ اس کے ناکے میں نمبر 2 سوئی ہو اور پھر اس سوئی نمبر 2 کے ناکے میں نمبر 3 سوئی گڑی ہوئی ہو۔ تیسری سوئی میں نمبر 4 اور اسی طرح نمبر 5 ...... نمبر 10 تک ترتیب وار۔ اب وہ دس کی دس سوئیاں جن کو گڈمڈ کر کے لفافے میں ڈال دیا گیا تھا ان کے بارے میں آپ سے پوچھا جائے کہ ان کو اس انتظام اور ترتیب سے تختے میں کس نے گاڑا؟ تو اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ ایک عقلمند اور ایک دانشمند آدمی جس کی بینائی بھی ٹھیک تھی اور عقل بھی۔ اس نے ایک ایک سوئی نمبر پڑھ کر نکالی اور ایک دوسرے کے ناکے میں وہ سوئیاں نمبر وار ڈالتا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک مادرزاد اندھا تھا۔ اس کے سامنے وہ لفافہ رکھ دیا گیا۔ اس میں سے وہ سوئیاں نکالتا رہا اور ادھر ادھر پھینکتا رہا اور سوئیاں اتفاقاً ترتیب وار گڑ گئیں، تو آپ سوچئے کہ کیا عقل اس دوسرے جواب کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے کہ پہلے تو وہ دس سوئیاں کہ جن پر نمبر لگائے گئے تھے اور انہیں خلط ملط کر کے ایک لفافے میں ڈال دیا گیا، بینا آدمی بھی اس کو ترتیب وار نکالنا چاہے تو اس کو بڑی دقت اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن یہ کہنا کہ ایک مادرزاد اندھا آیا اور لفافے میں سے سوئیاں نکال نکال کر پھینکتا رہا اور اتفاقاً وہ

Marfat.com

سوئیاں نمبروار نکلتی گئیں اور اتفاقاً ہی وہ سوراخوں میں نمبروار داخل ہوتی گئیں۔ اس طرح ان کا تسلسل برقرار رہا۔ کوئی عقلمند انسان اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ اس ترتیب سے، اتنے اہتمام سے ان سوئیوں کا ایک دوسرے کے ناکے میں داخل ہو جانا مصادفہ کا کام نہیں ہے بلکہ بڑے ارادے اور سمجھ کا کام ہے۔ تو اگر دس سوئیوں کے نمبروار گرنے کو ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی تو کائنات کا یہ حیران کن نظام اس اہتمام، نظم وضبط، ترتیب اور وقت کی پابندی کے ساتھ بغیر کسی عظیم قوت کے معرض وجود میں آ جانا قطعاً خلاف عقل ہے۔ قدرت کے اس نظام میں ایک خاص قسم کی پابندی پائی جاتی ہے۔ کبھی کسی نے دیکھا کہ گلاب کے پھول پر گل لالہ لگا ہو۔ مرغی کے انڈے سے بطخ کا بچہ پیدا ہوا ہو۔ شترمرغ کے انڈے سے مرغ کا بچہ نکلے۔ یہ قدرت کے ایسے بندھے ہوئے قانون اور اس عالم کی ایسی غیر متغیر حقیقتیں ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کائنات ایک نظم وضبط کے ساتھ رواں دواں ہے۔ جو اصول مقرر کیے گئے ہیں اسی طرح ہو رہا ہے اور جب تک قائم رہے گا، انہی قواعد واصول کی پابندی کی جائے گی۔ سورج کروڑ سال پہلے پندرہ اکتوبر کو صبح جس وقت اور جس جگہ سے نکلا تھا، کروڑ سال بعد آج بھی اکتوبر کی پندرہ تاریخ کو اسی وقت اور اسی جگہ سے طلوع ہوا۔ کروڑ سال پہلے پندرہ اکتوبر کو جس جگہ اور جس وقت سورج غروب ہوا تھا آج بھی پندرہ اکتوبر کو اس وقت اسی جگہ غروب ہوا۔ یہ قواعد وضوابط اور ان کی پابندیاں بتا رہی ہیں کہ یہ جہان یونہی مصادفہ سے وجود میں نہیں آ گیا، حادثے کے طور پر یہ سارا نظم وضبط اور قوانین کی پابندی نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک ایسی قوت ہے جس کی عظمت ودانش اور جس کا ادراک تمام کائنات کے نظام کو کنٹرول کر رہا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے)۔

اب میں آپ کے سامنے قدرت خداوندی کے چند نمونے پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو کہ خالق کائنات ہے، وہ کتنا علیم اور حکیم ہے۔ اس کا علم، اس کی حکمت اور قدرت بے اندازہ ہے اور اس کی عظمتیں کتنی بے مثال ہیں:

پہلی دلیل

ہمارے اس کرۂ زمین کا قطر 7918 میل ہے۔ قطر اس خط کو کہتے ہیں جو مرکز سے گزرتا ہوا اس کرے کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دے۔ علماء نے کہا ہے کہ اگر اس قطر میں چند فٹ مزید اضافہ ہو جائے۔ 7918 میل کی بجائے 7918 میل 10 گز 5 فٹ ہو جائے تو ساری آکسیجن جس پر سارے جانداروں کی زندگی کا دارومدار ہے، ختم ہو جائے۔ ہر قسم کی زندگی کی شمع گل ہو جائے اور کوئی سانس لینے والا متنفس، کوئی حیوان، کوئی انسان، کوئی چرند کوئی پرند زندہ باقی نہ رہے۔ تو کتنی حکمت ہے

Marfat.com

7918 میل قطر رکھتے ہیں۔ تو جس نے اس کو اتنے میل کا قطر عطا کیا ہے وہ کتنا حکیم ہوگا، کتنا علیم ہوگا، وہ کتنا اپنی کائنات کی بہتری کرنے والا خیر اندیش ہوگا۔

دوسری دلیل

اس کرہ کے اردگرد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہوا کا ایک خول چڑھایا ہوا ہے جو کہ 200 میل موٹا ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ اگر یہ خول 200 میل کی بجائے ذرا کم 150 میل ہوتا تو اس خول کے 200 میل موٹا بنانے کا مقصد پورا نہ ہوتا اور مقصد یہ ہے کہ آسمان سے روزانہ لاکھوں کی تعداد میں شہاب ثاقب نیچے گرتے ہیں اور جب وہ کرہ ہوائی میں داخل ہوتے ہیں تو جل جاتے ہیں اور زمین پر ان کی راکھ پہنچتی ہے، شہاب ثاقب بعینہٖ نہیں پہنچ سکتے۔ اگر یہ ہوا کا کرہ اس سے کم ہوتا تو شہاب ثاقب زمین پر گرتے اور زمین کی تباہی و بربادی اس کا مقدر بن جاتی۔ تو وہ ذات جس نے اس زمین کو بنایا اور اس کا ایک خاص قطر رکھا اور اس کے اردگرد ہوا کا ایک مخصوص خول چڑھایا، اس کے قادر اور عظیم ہونے میں کون شک کرسکتا ہے۔

تیسری دلیل

ایک عام مثال جس کا ہم روزمرہ زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ گھروں میں جب ہنڈیا پکائی جاتی ہے تو اس میں بڑے حساب اور اندازے سے پیاز، مرچ، مصالحہ، گوشت، دال یا سبزی وغیرہ ڈالی جاتی ہے۔ ہر چیز ایک خاص مقدار اور ترتیب کے ساتھ اور بڑی دانائی اور حکمت کے ساتھ ڈالی جاتی ہے۔ لیکن اگر ہر چیز بے ہنگم ڈالی جائے۔ ایک تولہ نمک کی بجائے ایک پاؤ نمک ڈال دیا جائے۔ ایک چھٹانک گھی کی بجائے ایک سیر گھی ڈال دیا جائے۔ تو ایسی ہنڈیا جانوروں کے کھانے کے قابل ہو تو ہو انسانوں کے کھانے کے ہرگز قابل نہیں۔ ایک ہنڈیا اس وقت تک تیار نہیں ہوسکتی، جب تک کہ پکانے والا عقلمند اور تجربہ کار نہ ہو تو اتنی بڑی کائنات کا محیر العقول نظام بغیر خالق حکیم کے کیسے معرض وجود میں آسکتا ہے۔

چوتھی دلیل

دواخانوں میں دوائیں بنتی ہیں۔ حکیم صاحب بڑے اہتمام سے مختلف اجزاء حاصل کرتے ہیں اور بڑی مہارت سے ان کو ملاتے ہیں اور جس بیماری کے لیے تجویز کرتے ہیں اس کے لیے وہ اکسیر ہوتی ہے۔ لیکن اگر ایک اناڑی آدمی اجزاء استعمال کرے لیکن مقدار بدل دے، کوئی چیز بہت کم ڈالے کوئی بہت زیادہ، تو وہی دوا جو اس بیماری کے لیے اکسیر تھی وہی اس کے لیے سم قاتل ثابت ہوسکتی ہے۔

Marfat.com

ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے اگر علم، مہارت اور تجربے کی ضرورت ہے تو کائنات کا یہ حیرت انگیز اور سراپا اعجاز نظام قائم کرنے والی ذات کا علیم، حکیم، قادر اور بااختیار ہونا کیا ضروری نہیں۔ اگر آپ کی ہنڈیا اور دوائی اتنے اہتمام کے بغیر تیار نہیں ہوسکتی تو کائنات کا یہ نظام بغیر اس قادر مطلق کے کیسے وجود میں آسکتا ہے۔

پانچویں دلیل

اللہ تعالیٰ نے سمندر بنائے۔ ان میں سے بعض کئی کئی میل گہرے ہیں۔ ان کی گہرائی میں چند فٹ اضافہ ہو جائے تو نہ کاربن ڈائی آکسائیڈ رہے اور نہ آکسیجن اور زمین پر ایک پتہ بھی سبز نظر نہ آئے۔ پھر آپ نے غور کیا کہ سمندر کا پانی کڑوا کیوں ہوتا ہے، کیونکہ اگر یہ کھارا نہ ہوتا تو اس میں اتنی بدبو پیدا ہو جاتی کہ دماغ پھٹنے لگتے اور زندگی اجیرن ہو جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ حکمتیں ہیں اور اس کی قدرت کے وہ بین آثار ہیں جن کو اگر انسان غور سے دیکھے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ کائنات بغیر کسی خالق کے وجود میں نہیں آسکتی، By Chance نہیں بن سکتی بلکہ ایک ایسی ذات نے اس کی تخلیق کی ہے جس کی قدرتیں اور حکمتیں بے حد و بے حساب ہیں۔

چھٹی دلیل

چاند زمین سے 338857 میل کے فاصلے پر ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر زمین کا چاند سے یہ بعد نہ ہوتا بلکہ اس سے کم ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ سمندروں میں اتنا شدید قسم کا مدوجزر آتا کہ پہاڑ کو بھی جڑوں سے اکھیڑ کر پرے پھینک دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک محدود فاصلے پر چاند سے زمین کو رکھ کر ہم پر رحم و کرم فرمایا اور ہمیں زندہ رہنے کا موقع عنایت فرمایا۔

ساتویں دلیل

ہوا میں 21% آکسیجن ہوتی ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ اگر یہ ملاوٹ 50% ہو جائے تو ہر چیز جل کر خاک ہو جائے اور اگر اس کا تناسب 21% سے کم ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ انسانوں کی شکل وصورت ہی بگڑ جاتی تو اللہ تعالیٰ نے ہوا میں 21% آکسیجن ڈال کر ساری کائنات کو سلامتی کا اور انسانی معاشرہ اور انسانی تمدن کے خوبصورت ہونے کا بھی اہتمام کر دیا۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ چیزیں خود بخود پیدا نہیں ہوئیں۔ اگر خود بخود پیدا ہوتیں تو معلوم نہیں کہ ہوا میں آکسیجن کا تناسب کتنا ہوتا اور اس کے نتائج سب کو بھگتنا پڑتے اور شاید ان نتائج کو بھگتنے اور ان کی تاریخ لکھنے کے لیے کوئی زندہ نہ رہتا۔ یہ ساری باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اس کائنات کا خالق بڑا علیم و حکیم اور قادر ہے۔

Marfat.com

اس نے اپنے کلمہ کن سے اس کی آفرینش کی ہے اور جو قواعد وضوابط مقرر کیے ہیں انہیں میں اس کائنات کی آبادی کا راز مضمر ہے اور اس میں ذرا برابر اونچ نیچ نہیں ہوسکتی اور اگر تھوڑا سا تغیر وتبدل ہو جائے تو اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ میں نے ان کو سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی الوہیت کا اور اپنی توحید کا خطبہ خود اپنی زبان قدرت سے بیان فرمایا۔ آیت الکرسی میں اس نے کائنات کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے کائنات کے محققین اور بڑے بڑے سائنسدان گھوم پھر کر اور ضلالت وگمراہیوں کی وادیوں میں اپنی عمریں برباد کر کے قریب قریب وہی حقائق اخذ کر رہے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے قرآن کریم میں بیان فرمایا تھا۔ میں نے خطبہ میں جو آیت پڑھی اسے آیت الکرسی کہتے ہیں۔

پس یہ وہ آیت مبارکہ ہے جسے حضور ﷺ نے **اعظم آیة فی القرآن** قرار دیا ہے: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس کے) اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (زندہ ہے سب کو زندہ رکھنے والا ہے) لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند) لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے) مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (کون ہے جو سفارش کرے اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر) مطلق شفاعت کی نفی نہیں کہ کوئی بھی شفاعت نہیں کرسکتا۔ بلکہ ان لوگوں کی شفاعت کا انکار ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی۔ کفار کا عقیدہ تھا کہ ہمارے بت قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے اور ہمیں بخشوائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا ہے: "مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کہ ان بتوں بے چاروں کی کیا مجال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لب کشائی کر سکیں اور کسی کی سفارش کر سکیں۔ سفارش تو وہ کرے گا جس کو میں اذن دوں گا۔ بخاری شریف میں حدیث مبارکہ ہے کہ جب ساری مخلوق تمام انبیاء کے درباروں سے گھوم کر اور مایوس ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے گی، تو آپ فرمائیں گے کہ میری مجال نہیں کہ لب کشائی کر کے تمہاری شفاعت کر سکوں۔ لیکن میں تمہیں ایک دروازہ بتاتا ہوں جس پر آنے والا کوئی سائل خالی واپس نہیں لوٹتا۔ وہ محمد ﷺ کا دروازہ ہے۔ وہاں جاؤ۔ حضور ﷺ تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں لوگ عرض کریں گے تو آپ ﷺ فرمائیں گے: اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی یہ شان عطا فرمائی ہے۔ مجھے ہی یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ میں تمہاری شفاعت کروں۔ حضور ﷺ وہاں سے چل کر عرش معلیٰ کے قریب پہنچیں گے۔ وہاں پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کریں گے۔ کافی دیر تک اللہ کا حبیب ﷺ اپنی زبان مبارک سے اپنے رب قدوس کی حمد وثنا کرتا رہے گا۔ پھر

Marfat.com

آواز آئے گی یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ۔ اے محمد (ﷺ) سجدے سے سر اٹھائیے۔ قُلْ تُسْمَعْ تم کہتے جاؤ میں تمہاری بات سنتا جاؤں گا۔ اِسْئَلْ تُعْطَ۔ تم سوال کا دامن پھیلاتے جاؤ میں اس کو بھرتا جاؤں گا۔ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ تم شفاعت کرتے جاؤ میں تمہاری شفاعت قبول کرتا جاؤں گا۔ یہاں حضور ﷺ کی شفاعت کی نفی نہیں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی شفاعت کی نفی نہیں۔ اولیاء کرام کی شفاعت کی نفی نہیں ہے۔ ان لوگوں کی شفاعت کا انکار ہے جن کو خدا اجازت نہیں دے گا۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (تم سے پہلے جو ہو چکا اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور تمہارے بعد جو کچھ ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے) وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ (اور وہ نہیں گھیر سکتے کسی کو اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے) وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (گھیر رکھا ہے اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو) کرسی اتنی وسیع ہے کہ ساتوں آسمان اور زمینیں تمام کے تمام اس کے گوشے میں سما جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کرسی کو یوں سمجھو جیسے وسیع وعریض صحرا میں کسی نے انگوٹھی پھینک دی ہو۔ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا (اور نہیں تھکاتی اسے آسمانوں اور زمین کی حفاظت) پیدا بھی اسی نے کیا۔ آباد بھی اسی نے کیا اور ان کی حفاظت بھی خود کر رہا ہے۔ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (وہی ہے سب سے بلند عظمت والا) تو یہ ہمارا رب ہے اور ہمارا خالق و مالک ہے جس نے ہمیں اپنا بندہ اور اپنے محبوب ﷺ کا غلام ہونے کا شرف بخشا ہے۔ اس عقیدہ توحید پر دین اسلام کی بنیاد ہے۔ صرف دین اسلام ہی کی نہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرور دو عالم ﷺ تک جتنے بھی انبیاء اس دنیا میں تشریف لائے سب نے اپنی قوموں کو توحید کی طرف دعوت دی کہ اللہ کو وحدہ لاشریک مانو۔ اسی کو سجدہ کرو۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی کو اپنا خالق و رازق مانو۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس پر سارے عالم نبوت کا دارومدار ہے اور دین اسلام کی بھی اسی پر بنیاد ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ

Marfat.com

انسانی حقوق اور تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اسلام آباد میں منعقد ہونے والی سیرت کانفرنس سے خطاب

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الكريم

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ (التوبة)

گرامی مرتب عزت مآب جناب میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم دولت خداداد پاکستان

جناب مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی وفاقی وزیر مذہبی امور پاکستان

معزز سامعین و ناظرین!

جس ملک کی فضاؤں میں خلوص و اعتماد کی بجائے خود غرضی اور حسد کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور باہمی عداوت و بدخواہی کے انگارے دہک رہے ہوں، اس ملک کی ترقی اور خوشحالی کے خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے۔ بڑے بڑے دانشوروں کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ جس قوم کے دلوں میں محبت و ایثار کی بجائے نفرت و عداوت کے جذبات پرورش پا رہے ہوں وہ قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر حوادثاتِ دہر کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہے۔ مصائب و آلام کا طوفان کسی وقت بھی اسے خس و خاشاک کی طرح بہا لے جا سکتا ہے۔

اتحاد و اتفاق جو ہر قوم کی قوت کا سرچشمہ ہے، اسی وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جبکہ معاشرہ کا ہر فرد دوسرے افراد کے حقوق کا پاسبان ہو۔ اگر ہم ایک دوسرے کے حقوق کا خلوص نیت سے تحفظ نہیں کریں گے تو کوئی سحر طراز خطیب اپنی پند و موعظت سے اس قوم کو رشتہ محبت میں پرو نہیں سکتا۔ حق تلفی کی صورت میں انتہائی قریبی رشتے بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ دو سگے بھائی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن جاتے ہیں۔ ان حالات میں باپ اپنے بیٹے کو منہ لگانے کو تیار نہیں ہوتا۔ ماں کی روایتی محبت کے چشمے بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ بہن اور بھائی کا تاریخی تعلق بھی نفرتوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ حق تلفی

Marfat.com

سے جنم لینے والی نفرتیں اتفاق واتحاد کے قلعوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیتی ہیں۔

بعثت محمدی کا مقصد عظیم

وہ نبی رحمت ﷺ جس کو اس کے خالق و مالک نے ایک ایسی امت کی تشکیل کے لیے بھیجا جس کے پیش نظر کلمہ حق کو بلند کرنا، انسانی معاشرہ کے افراد کو خیر وفلاح کی طرف دعوت دینا، برائیوں کے سیل رواں کے سامنے سد سکندری قائم کرنا اور ایک ایسے نظام حیات کو نافذ کرنا ہے جو نوع انسانی کی فوز وفلاح کا ضامن ہو۔ جو لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو روح پرور اور مسرت آگیں انقلاب سے دوچار کر دے۔ جو برائیوں اور فساد انگیزی کی خاردار جھاڑیوں کی بیخ کنی کرے، انسانی خوشحالی اور صحت مند ارتقاء کے ایسے گلشن آباد کرے جہاں نوکدار کانٹوں کی بجائے محبت و پیار کے پھول کھلیں، مسرت وشادمانی کی کلیاں مسکرائیں اور عنادل خلوص وایثار کے گیت گا کر افسردہ دلوں کو سچی مسرتوں سے سرشار کر دیں۔ اس امت کی تاسیس کے مقاصد میں عظیم ترین مقصد یہ ہے کہ تمام غیر فطری اور باطل نظاموں کو نیست ونابود کر کے ایسے نظام کو رائج کرے جس کی بنیاد انسانی مساوات اور قانونی وعمرانی عدل وانصاف پر ہو۔ ایسی جلیل المقاصد امت کو اس طرح معرض وجود میں لانا کہ ہر باطل پروہ اپنی بالا دستی اور برتری ثابت کر سکے۔ کوئی طاغوتی طاقت اس کو مغلوب نہ کر سکے۔ کوئی نمرود، کوئی فرعون، کاروان انسانیت کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں نہ کھڑی کر سکے۔ کوئی قارون قوم کے معاشی وسائل پر غاصبانہ قبضہ کر کے دوسرے افراد ملت کو محرومیوں اور حرماں نصیبی کے اندھیروں میں دھکیل نہ سکے اور عملی طور پر اس فرمان الٰہی کی تصدیق کر سکے:

هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِۦ

(الفتح:28)

ایسے نظام حیات کو عملی جامہ پہنانے اور کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ایک ایسی امت کو اس نعمت عظمیٰ کا امین بنایا جائے، ایک ایسی ملت کو اس عظیم تحریک کا پرچم سونپا جائے جو اپنی اجتماعی قوت سے راہ میں حائل ہونے والی چٹانوں کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے ریزہ ریزہ کرنے کا دم خم رکھتی ہو۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب اس ملت کے تمام افراد محبت وخیر اندیشی کے جذبات سے سرشار ہوں...... جب اس ملت کا ہر فرد ایک دوسرے کے حقوق کا پاسبان ہو۔ کسی کی حق تلفی کے بارے میں کوئی سوچ نہ سکے۔ سب بھائی اپنے دینی بھائیوں کے لئے وہ چیز پسند کریں جو وہ اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے اپنے دلآویز اور اثر آفریں ارشادات سے پہلے حقوق انسانی کا

Marfat.com

تفصیلی ذکر فرمایا۔ پھران کی عظمت واہمیت کا ایسا احساس دلایا جس کے بعد ہر وہ شخص جو اسلام کو اپنے دین کے طور پر قبول کرتا ہے اور حبیب رب العٰلمین ﷺ کا امتی بننے میں انتہائی فخر محسوس کرتا ہے۔ وہ ان حقوق کو پامال کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

اس سلسلہ میں قارئین کرام کی خدمت میں ان کے مرشد وہادی محمد رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ سے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس دین میں انسانی حقوق کی کیا قدر ومنزلت ہے اور اس دین کو قبول کرنے والوں کے لیے ان حقوق کی پاسداری کس قدر اہم ہے اور جو لوگ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود ان حقوق کو پامال کرنے میں ذرا تامل نہیں کرتے ان کا انجام کتنا دردناک اور عبرت آموز ہوتا ہے۔

انسانی حقوق کی فہرست بہت طویل ہے لیکن ان میں وہ حقوق جن کا تعلق کسی کی جان، مال اور آبرو سے ہے ان کی اہمیت دیگر جملہ حقوق سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لیے میں پہلے ان ارشادات رسالت مآب ﷺ سے آغاز کروں گا جن میں ہادی برحق، رہبر انسانیت ﷺ نے ان انسانی حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے جو جان ومال وآبرو سے متعلق ہیں۔

ہجرت کا دسواں سال ہے۔ محبوب رب العالمین ﷺ حجۃ الوداع ادا کرنے کے لیے حرم خلیل علیہ السلام میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ روز سعید تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آسمانی برکتوں اور رحمتوں کے نزول کے یہ لمحے بڑے دل کش اور ایمان افروز ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مکینوں کے علاوہ جزیرۂ عرب کے جملہ قبائل جو مشرف باسلام ہو چکے ہیں، امسال حج ادا کرنے کے لیے امڈ کر آئے ہوئے ہیں۔ دس ذی الحجہ کو منیٰ کے کشادہ میدان میں فرزندان اسلام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ سب حاضرین اپنے ہادی ومرشد ﷺ کے اس تاریخ ساز خطبہ کو سننے کے لیے سراپا گوش ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہیں۔ حضور ﷺ کے اشارہ سے ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے۔ چند لمحوں کے سکوت کے بعد ایک آواز گونجی۔ وہ آواز شہد سے زیادہ شیریں، بڑی دل نشین، حد درجہ روح افروز ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے حاضرین سے استفسار کیا "ای شهر هذا" حاضرین یہ بتاؤ یہ کون سا مہینہ ہے؟

ان میں سے کون سا ایسا شخص تھا جس کو اس مہینے کا نام معلوم نہ ہو۔ لیکن بارگاہ رسالت کے ادب واحترام سے آشنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "الله ورسوله اعلم" اللہ اور اس کا رسول مکرم ﷺ بہتر جانتا ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے قلیل خاموشی کے بعد فرمایا "الیس ذو الحجة" کیا یہ ماہ ذوالحجہ نہیں؟ سب

Marfat.com

نے عرض کی "بلٰی" یارسول اللہ! بیشک یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے پوچھا "فای بلد هذا" یہ کون سا شہر ہے؟ ان حاضرین میں کون ایسا تھا جس کو اس شہر کا نام معلوم نہیں تھا، جہاں وہ فریضہ حج ادا کرنے کے لیے دور دراز کی مسافتیں طے کر کے پہنچے تھے۔ لیکن محبت وعقیدت کے رمز شناس صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی "اللّٰہ و رسوله اعلم" اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم ﷺ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کون سا شہر ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا "الیس البلد مكة" کیا یہ شہر مکہ نہیں؟ سب نے یکساں زبان ہو کر تصدیق کرتے ہوئے کہا: بیشک یہ مکہ مکرمہ ہے۔

آخری سوال یہ پوچھا "فای یوم هذا" آج کونسا دن ہے؟

سب نے تیسری بار بھی یہی جواب دیا "اللّٰہ و رسوله اعلم" کہ اللہ اور اس کا رسول مکرم ﷺ بہتر جانتا ہے کہ آج کون سا دن ہے؟ حضور ﷺ نے خود فرمایا "الیس یوم النحر" کیا یہ قربانی کے جانور کے ذبح کرنے کا دن نہیں؟ سب نے تصدیق کی کہ بیشک یہ قربانی کے جانور کے ذبح کرنے کا دن ہے۔

یوں تین سوالات پوچھ کر انسانی نفسیات کے ماہر رسول ﷺ نے اپنے سامعین کو ہمہ تن گوش کر کے اپنا آخری ارشاد فرمایا اور ارشاد گرامی سے ایک ایسی حقیقت کو اپنے سامعین کے لوح قلب پر یوں نقش کر دیا جس کے نقوش کو زمانہ لاکھ کروٹیں بدلے، مدہم نہیں کر سکتا۔ ارشاد فرمایا:

فان دمائكم واموالكم واعراضكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا فی بلدكم هذا فی شهركم هذا۔

"اے فرزندان اسلام! کان کھول کر سن لو! تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تمہارے لیے اتنی محترم اور مقدس ہیں جس طرح اس مقدس مہینہ کا دن اس معظم شہر مکہ میں معزز اور حرمت والا ہے۔"

پھر اس دو آتشہ کو سہ آتشہ کرنے کے لیے فرمایا:

ستلقون ربكم فيسئلكم من اعمالكم۔

"اس زندگی کے بعد تم ضرور اپنے رب سے ملاقات کرو گے (روز محشر) اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں باز پرس کرے گا۔"

سبحان اللہ! کیا اعجاز تکلم ہے۔ کیا انداز بیاں ہے کہ خود بخود دلوں میں اترتا چلا جاتا ہے اور افکار وخیالات کے منہ زور دریاؤں کا رخ پھیرتا چلا جاتا ہے۔

اگر ہم اس ماہ کے، اس دن کی، اس شہر میں جو عزت وشرف ہے، اس پر آنچ نہیں آنے دیتے تو ہم

Marfat.com

کسی مسلمان کی جان، مال اور آبرو پر دست تعدی دراز کرنے کے بارے میں کیونکر سوچ سکتے ہیں۔

کسی کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت وحرمت کا احساس دلانے کے لیے اپنے آقا اور اپنے ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور فرمان سماعت فرمایئے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے ہیں۔ اسی اثناء میں نبی کریم ﷺ نے خانہ کعبہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ما اطیبک وما اطیب ریحک وما اعظمک وما اعظم ریحک والذی نفس محمد بیده لحرمة المؤمن عند الله اعظم من حُرمتک مالهٗ ودمهٗ"۔ (ابن ماجہ)

"اے کعبہ! تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری مہک کتنی عطر بیز ہے۔ اے کعبہ! تو کتنی عظمت والا ہے اور تیری عظمت وحرمت کی شان کتنی بلند ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں مومن کے مال اور جان کی عزت وحرمت تیری عزت وحرمت سے بھی اونچی ہے۔"

غور فرمایئے! مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کے اس مقدس گھر کی عزت وحرمت کتنی بلند ہے۔ وہ اس کی طرف پاؤں دراز کرنے کو بھی روا نہیں رکھتا۔ وہ اس کی اینٹ اکھاڑنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی اس کی بے ادبی کرتا ہے تو مومن کا جی چاہتا ہے کہ وہ اس کو چیر کر رکھ دے۔ کیا اپنے پیارے رسول ﷺ کا یہ ارشاد سننے کے بعد وہ کسی مومن کی جان ومال کو نقصان پہنچانے کا تصور بھی کرسکتا ہے۔

انہیں حقوق کے بارے میں صاحب جوامع الکلم ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی سماعت فرمایئے۔ اس کا ایجاز اور اس کی جامعیت آپ کے قلب ونظر میں انقلاب پیدا کردے گی، فرمایا:

"کل المسلم علی المسلم حرام دمه، وماله، وعرضه۔"

"سارے کا سارا مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے محترم اور معظم ہے یعنی اس کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو یہ ساری چیزیں ہر مسلمان کے لئے بڑی عزت وحرمت والی ہیں۔"

جس نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے ان ارشادات کو سنا۔ سمجھا اور انہیں یاد رکھا وہ غلطی سے بھی اپنے مسلمان بھائی کے حقوق کو پامال کرنے کی جسارت کرسکتا ہے؟

ہادیٔ برحق ﷺ نے صرف ان حقوق کی پاسبانی کا ہی بار بار حکم نہیں دیا جن کا تعلق انسانی زندگی کے ان تین گوشوں سے ہے بلکہ رہبر انسانیت ﷺ کی تعلیمات انسانی زندگی کے ان گوشوں کا بھی احاطہ کئے ہوئے ہیں جو بظاہر غیر اہم دکھائی دیتے ہیں اور جن کو کسی خاص توجہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔

Marfat.com

ان میں سے چند امور درج ذیل ہیں:

(1) شخصی آزادی

اسلام سے پہلے حاکم وقت کو کامل اختیار تھا کہ وہ اپنی رعایا کے کسی فرد کو محض ظن وگمان کی بناپر جو چاہے سزا دے۔ اسیر زنداں کرنا تو بڑی معمولی بات تھی۔ کسی مطلق العنان بادشاہ کے اشارۂ ابرو پر کسی ملزم کو تختہء دار پر لٹکا دینا یا تلوار سے اس کا سر قلم کر دینا معمولی بات تھی۔ لیکن اسلام نے سلاطین وقت کے اس جابرانہ حق کو یک قلم منسوخ کر دیا۔ جب تک کسی شخص کا جرم دلائل و بینات سے ثابت نہ ہو جائے کسی کو قتل کرنا تو بڑی دور کی بات ہے اس کو قید و بند کی سزا بھی نہیں دی جا سکتی۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ جو ہارون الرشید کے عہد خلافت میں وسیع وعریض اسلامی مملکت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے، وہ اپنی علمی و تحقیقی تالیف ''کتاب الخراج'' میں اس مسئلہ پر بایں الفاظ پر روشنی ڈالتے ہیں:

''ولا یحل ولا یسع ان یحبس رجل بتھمۃ الرجل لہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یاخذ الناس بالقذف (التھمۃ)۔

''کسی حاکم اور قاضی کے لئے حلال و جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کو محض کسی شخص کے الزام لگانے میں قید کرے رسول اللہ ﷺ لوگوں کو محض تہمت کی بناء پر سزا نہیں دیتے تھے۔''

تاریخ اسلام سے ایک روشن مثال بھی ملاحظہ فرمایئے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مصر فتح ہوا۔ وہ لشکر اسلام جس نے مصر فتح کرنے کا اعزاز حاصل کیا اس کے کمانڈران چیف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ فتح مصر کے بعد ان کے لڑکے نے ایک گھڑ دوڑ کا اہتمام کیا جس میں فاتح مصر کے صاحبزادے نے بنفس نفیس شرکت کی۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے مفتوحہ مصر کا ایک قبطی باشندہ بھی شریک ہوا۔ اتفاق سے اس قبطی کا گھوڑا اس صاحبزادے کے گھوڑے سے سبقت لے گیا جس سے وہ صاحبزادہ سخت برافروختہ ہوا۔ اس نے فرطِ غضب سے اس قبطی سوار کو بیدوں سے زدوکوب کیا۔ وہ قبطی دادرسی کے لئے مدینہ طیبہ پہنچا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنی مظلومیت کی شکایت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنا نمائندہ روانہ کیا کہ وہ دونوں باپ بیٹے کو دربار خلافت میں پیش کرے۔ جب فاتح مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پیش ہوئے تو آپ نے بھرے دربار میں اس قبطی کو اپنا دُرّہ دیا اور حکم فرمایا کہ ابن الاکرمین (معزز لوگوں کے بیٹے) کو اتنے درے اتنی قوت سے لگائے جتنے اس نے

Marfat.com

اس کو لگائے تھے۔ فاتح مصر کے لڑکے کو سب لوگوں کے سامنے ایک قبطی درے لگا رہا ہے۔ اس کا باپ جو قریش کے ایک معزز قبیلہ کا رئیس بھی تھا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا لیکن اسے دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ جب وہ قبطی درے لگا چکا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے غضبناک لہجہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"یا عمرو! متی استعبدتم الناس لقد ولدتهم امها تهم احرارا"۔

"اے عمرو! کب سے تم نے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے۔"

(2) مذہبی آزادی

اسلام سے پہلے ہر حکمران کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ لوگوں کو جبراً کوئی مذہب اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ اسلام ہی وہ دین قیم ہے جس نے حریت اعتقاد کو تسلیم کیا ہے اور ہر فرد کو یہ آزادی بخشی ہے کہ وہ اپنی عقل و فکر سے کام لے کر جو عقیدہ چاہے اختیار کرے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"لا اکراه فی الدین قدتبین الرشد من الغی"

"دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہے، ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔"

دوسرے مقام پر فرمان خداوندی ہے:

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ (الروم:44)

"جو کفر اختیار کرتا ہے اس پر اس کے کفر کا وبال ہوگا اور جو عمل صالح کرتا ہے تو اپنے لئے نجات کی راہ ہموار کرتا ہے۔"

(3) مساوات

اسلامی ریاست کا ہر شہری امیر ہو یا غریب، معزز خاندان کا فرد ہو یا کسی غریب خاندان کا، قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ قریش کی ایک معزز خاتون کی چوری کا واقعہ، جسے تاریخ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کی سفارش کی تو سرکار دو عالم ﷺ کا مبارک چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا:

"انما هلک من کان قلبک انهم کانو یقیمون الحد علی الوضیع ویترکون الشریف والذی نفسی بیده لو فاطمة بنت محمد فعلت ذالک لقطعت یدها۔"

Marfat.com

"تم سے پہلی قومیں اسی لئے ہلاک ہوئیں کہ اگر کوئی کمزور آدمی جرم کرتا تو اس پر وہ حد قائم کرتے تھے اور اگر کوئی شریف اور معزز آدمی کسی جرم کا ارتکاب کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اگر میری بیٹی فاطمہ (خدانخواستہ) یہ فعل کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔"

جب قانون کی نظر میں پیغمبر اسلام ﷺ کی لخت جگر اور ایک عام آدمی برابر ہیں تو اور کون شخص ہے جو اپنے آپ کو اسلامی قانون سے بالاتر سمجھے۔

غسانی قبیلہ کے سردار جبلہ بن ابراہیم نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔ حضرت فاروق اعظم کی معیت میں فریضہء حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوا۔ وہ کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک ایک بدو کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا کہ ایک گنوار شخص نے اس کی شاہانہ چادر پر پاؤں رکھنے کی جرات کی ہے۔ وہ غصہ سے بے قابو ہو گیا اور بدو کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ وہ بدو فریاد لے کر بارگاہ خلافت میں پہنچا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور کہا کہ تم نے اس بدو پر زیادتی کی ہے اور وہ بدو تم سے انتقام لینے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ تم اس بدو کو راضی کر لو یا اپنے آپ کو انتقام کے لئے پیش کرو۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! میں اپنے قبیلہ غسان کا رئیس ہوں۔ ساری قوم میری عزت وتکریم کرتی ہے۔ میں نے تو اسلام اس لئے قبول کیا تھا کہ میری عزت وتوقیر میں اضافہ ہوگا اور آپ اس بدو کے انتقام کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جبلہ! زمانہ جاہلیت کی ان باتوں کو رہنے دو۔ اب تیرے اور اس بدو کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ تم انسانیت میں یکساں ہو۔ اس لئے تم سے انتقام لیا جائے گا۔ اس نے کہا امیر المؤمنین! مجھے ایک رات سوچنے کی مہلت دیجئے۔ آپ نے اس کی یہ درخواست قبول کر لی اور دوسرے روز حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں سے بھاگ گیا اور قیصر روم کے پاس قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ اس نے اسلام کو ترک کر کے دوبارہ عیسائیت قبول کر لی لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کا قطعاً ملال نہ ہوا۔ اگر کوئی گمراہ ہوتا ہے ہوتا رہے۔ اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن ہم کسی کی بے جا ناز برداری کے لئے احکام الٰہی میں ردوبدل نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے صدہا واقعات ہیں کہ امت مسلمہ نے انسانی مساوات کو برقرار رکھنے کے لئے کئی مصائب وآلام برداشت کئے لیکن نظریہء مساوات پر آنچ نہیں آنے دی۔

Marfat.com

(4) اسلامی رعایا کی گھریلو زندگی کا تحفظ

اسلام کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی کے گھر کی چار دیواری میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکے اور چھپ کر اہل خانہ کی گفتگو کو سن سکے یا ان کی اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں جھانک سکے۔

ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ (النور)

''اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو دوسروں کے گھروں میں اپنے گھروں کے سوا جب تک تم اجازت نہ لے لو اور سلام نہ کر لو ان گھروں میں رہنے والوں پر۔ یہی بہتر ہے تمہارے لئے شاید تم (اس کی حکمتوں میں) غور و فکر کرو۔''

اسی سلسلہ میں رحمت عالم ﷺ کا ایک ارشاد گرامی بھی سماعت فرمایئے:

''عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استمع الی حدیث قوم وھم بہ کارھون صب فی اذنیہ الانک یوم القیامۃ'' (رواہ البخاری)۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی باتوں کو سنتا ہے حالانکہ وہ اس کے اس سننے کو ناپسند کرتے ہیں تو قیامت کے روز ایسے شخص کے دونوں کانوں میں قلعی ڈال دی جائے گی۔''

بعض چوری چھپے کسی کے اہلخانہ یا کسی اہل مجلس کی باتوں کو سنتے ہیں حالانکہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں اس شخص کی سزا کا ذکر کیا جو ایسا کرتا ہے۔ کسی کے گھر کی چار دیواری میں جھانکنا بھی اہلخانہ کی نجی زندگی میں ناجائز دخل اندازی ہے۔ اس سے بھی بڑی سختی سے ہادی برحق ﷺ نے اپنے غلاموں کو منع فرمایا ہے:

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنھم فقد حل لھم ان یفقئوا عینہ۔ (متفق علیہ)

''حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کی چار دیواری میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکتا ہے ان کے لئے حلال ہے کہ وہ اس شخص کی آنکھ پھوڑ دیں۔''

جس دین فطرت نے لوگوں کو یہاں تک حقوق کی ضمانت دی ہے وہ دوسرے اہم حقوق پر ڈاکہ

Marfat.com

ڈالنے کی کب اجازت دے سکتا ہے۔ جب قوم کے ہر فرد کے ہر قسم کے حقوق کی پاسبانی کی جائے گی تو کسی کی حق تلفی کی نوبت نہ آئے گی۔ اس لئے کسی کے دل میں کسی کے بارے میں حسد، عناد، نفرت وبیزاری کے جذبات نہیں پیدا ہوں گے۔ وہ قوم نبی رحمت ﷺ کی ان روشن تعلیمات کے ٹھنڈے سائے میں اتفاق ومحبت کی زندگی بسر کرے گی اور ہر خطرہ کے موقع پر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر سیل حوادث کا منہ موڑ دے گی۔

آخر میں شرعۃ الاسلام کے مصنف سید علی زادہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اقتباس نذر قارئین کرتا ہوں۔ اس کے مطالعہ سے انہیں معلوم ہوگا کہ رعایا کے کون کون سے حقوق حکام وقت کے ذمہ واجب الادا ہیں:

"ولا یدع فقیرا فی ولایته الا اعطاه ولا مدیونا الاقضی عنه دینه ولا ضعیفا الااعانه ولا مظلوما الا نصره ولا ظالما الامنعه عن الظلم ولا عاریا الاکساه کسوة۔"

"حاکم وقت اپنی مملکت میں کوئی فقیر دیکھے تو اس کی مالی امداد کرے۔ اگر کوئی مقروض پائے تو اس کا قرض ادا کرے۔ اگر کوئی کمزور پائے تو اس کی اعانت کرے۔ اگر کوئی مظلوم پائے تو اس کی مدد کرے۔ اگر کوئی ظالم پائے تو اس کو ظلم سے روکے۔ اگر کسی کو ننگا پائے تو اس کو لباس پہنائے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کے حقوق کی پاسبانی کا فریضہ ادا کر سکیں۔

آمین ثم آمین بجاہ حبیبه الکریم ﷺ۔

اسلام آباد 12 ربیع الاول 1412ھ

Marfat.com

مغرب سے صاف صاف باتیں

دیارِ فرنگ میں ایک اہم تقریر

مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا جو عالی جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری کی زیر سرپرستی ربع صدی سے دین اسلام کی خدمت میں مصروف ہے۔ جس کے فارغ التحصیل علماء اندرون ملک مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اپنے فرائض منصبی بحسن وخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ بیرون ممالک خصوصاً دیار فرنگ میں بھی یہاں کے فاضل علماء علم کی شمع کو روشن کئے ہوئے ہیں جس کی ضوفشانی سے کئی گم کردہ راہ، ہدایت کی منزل پا رہے ہیں اور ان میں محترم پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے برطانیہ کے ایک عظیم صنعتی شہر ملٹن کینز میں جو لندن سے پچاس میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک عظیم درس گاہ "جامعہ الکرم" کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کی افتتاحی تقریب جو 17 مارچ 1985ء کو منعقد ہوئی میں شرکت کے لئے جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب کو خصوصی دعوت پر برطانیہ بلایا گیا۔ اس تاریخی تقریب میں انگلینڈ کے کونہ کونہ سے فرزندان توحید نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ اس روح پرور اجتماع میں قبلہ حضرت پیر صاحب کا جو خصوصی خطاب ہوا، اس کو ریکارڈ کر لیا گیا اور قارئین کے استفادہ کے لئے اسے تحریری شکل میں پیش کیا جا رہا ہے:

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ط بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ (العلق)

عزیز القدر پیرزادہ امداد حسین، علماء کرام، مشائخ عظام اور برادران اسلام! مجھ سے پہلے مقرر حضرات نے اپنی بہار آفریں تقریروں سے ہمیں یوں نوازا ہے کہ ان کے بعد مزید کسی تقریر کی گنجائش نہیں رہی۔ لیکن آپ کے فرمان کی تعمیل میں یہ فقیر چند ایک کلمات بطور نذرانہ عقیدت ومحبت آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

یہ محفل معمولی قسم کی محفل نہیں ہے۔ یہ ایک تاریخ ساز محفل ہے جس میں برطانیہ کے گوشہ گوشہ سے فرزندان اسلام کا یہ بے پناہ ہجوم ایک ایسے جامعہ کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لئے آیا ہے جو بفضلہ تعالیٰ دانش برہانی اور دانش نورانی کا سنگم ہوگی، جو علوم ظاہری اور علوم باطنی کا سرچشمہ ہوگی۔ اس جامعہ کے ذریعہ سے اس دین کا چراغ فروزاں کرنا مقصود ہے جس نے صدیوں اس تاریک دنیا کو اپنی ضوفشانیوں اور ضیا پاشیوں سے منور اور روشن رکھا۔

Marfat.com

مجھے اس مبارک موقعہ پر صرف ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ ممکن ہے یہ سوال سامعین میں سے بہت سے اذہان کو پریشان کر رہا ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہ سرزمین جسے برطانیہ عظمیٰ کہا جاتا ہے یہاں آکسفورڈ، کیمبرج اور اس قسم کی عالمی شہرت کی بیسیوں یونیورسٹیاں ہیں جو علم وحکمت کی روشنی پھیلا رہی ہیں۔ شمع علم کے پروانے دور دور سے یہاں آکر جمع ہوتے ہیں اور سالہا سال تحصیل علم میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر اپنے وطن واپس جاکر علم کے مزید چراغ روشن کرتے ہیں۔ تو جس ملک میں عالمی شہرت کی اتنی یونیورسٹیاں موجود ہوں جن میں بڑے بڑے محقق، سکالر قسم کے پروفیسر تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہوں، ایسے ملک میں ایک چھوٹی سی درسگاہ کی بنیاد رکھنے کا آخر مقصد کیا ہے؟ آپ افریقہ کے کسی ایک ملک میں جہاں جہالت کی تاریکی پھیلی ہوئی ہے علم کا یہ چراغ روشن کرتے تو ہم آپ کی اس کوشش کی قدر کرتے اور آپ پر تحسین وآفرین کے پھول نچھاور کرتے، لیکن یہ ملک جہاں پہلے ہی سے ہر سو علم کی روشنی، نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے وہاں ایک نئے جامعہ کی بنیاد تحصیل حاصل کے سوا اور کیا ہے؟

بظاہر یہ سوال بڑا وزنی معلوم ہوتا ہے۔ ہم آکسفورڈ، کیمبرج، لیڈز، لندن وغیرہ کے علمی اداروں کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔ ان کی اہمیت اور افادیت کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم یقین سے کہتے ہیں کہ یہ جامعہ ایک ایسے خلا کو پر کرے گا جس کو موجودہ یونیورسٹیاں پر کرنے سے قاصر ہیں۔ جو علم وعرفان کی دولت سرمدی ہمارے پاس ہے وہ کسی اور کے پاس نہیں۔ اے دانشورانِ فرنگ! تم نے ظاہری دنیا کو روشن کیا ہے۔ تمہارے دلوں کی دنیا اب تک تاریک ہے۔ تم نے چہروں کو سنوارا ہے لیکن تمہارا باطن اب تک بڑے افسوس ناک بگاڑ کا شکار ہے۔ جب تک دل کی تاریک دنیا میں محمد عربی ﷺ کے عشق کا چراغ روشن نہیں ہوگا تمہیں روشنی نصیب نہیں ہوگی۔ علم اس چیز کا نام نہیں کہ آپ بڑی روانی سے انگریزی بول سکیں یا آپ عربی زبان میں متنبی اور امرؤالقیس کی طرح مہارت تامہ رکھتے ہوں بلکہ علم اس کو کہتے ہیں جو ذروں پر اپنی شعاعیں ڈالتا ہے تو انہیں مہر وماہ کی تابانی عطا کرتا ہے، قطروں کو اپنی آغوش میں لیتا ہے تو انہیں گوہر نایاب بنا دیتا ہے۔ آپ کے علم نے تو انسان کو انسانیت کے بلند مقام سے گرا کر حیوانیت کی پستیوں تک پہنچا دیا ہے۔ یہ علم آپ کے نزدیک قابل قدر ہو تو ہو، غلامان مصطفیٰ ﷺ کے نزدیک یہ علم نہیں جہالت ہے اور اس جہالت کی تاریکی میں ضرورت ہے کہ اس علم وحکمت کی شمع کو فروزاں کیا جائے جو روشن ہو تو نہ صرف تمہارا ظاہر ہی چمکنے لگے بلکہ تمہارے دل کی دنیا بھی منور ہو جائے۔ ہم پورے وثوق سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے پاس وہ تریاق ہے، ہمارے پاس وہ اکسیر ہے جو انسانیت کی تمام بیماریوں کا مؤثر علاج ہے۔ یہ صرف

Marfat.com

کہنے کی بات نہیں بلکہ سارے عالم نے اس تریاق کی اعجاز آفرینیوں کو بچشم خود مشاہدہ کیا ہے۔ جہاں جہاں ہمارے قدم گئے وہاں وہاں ہم نے نور کی شمعیں روشن کیں، جنہیں کوئی طوفان بجھا نہ سکا۔ جو پرچم ہم نے بلند کیا کوئی زلزلہ اسے سرنگوں نہ کر سکا۔

ہم اس دولت سرمدی کے امین ہیں، جس کی ہمیں بلکہ جملہ اقوام عالم کو آج پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم خود فراموش بن جائیں، یہ الگ بات ہے کہ ہمیں اپنی پہچان نہ رہے، یہ الگ بات ہے کہ ہم اپنے مقام رفیع سے محروم کر دیئے جائیں۔ اگر بندۂ مومن کو اپنے مقام کا عرفان نصیب ہو جائے تو بخدا اس کی بلند پروازی کے سامنے جبریل کی رفعت پرواز کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ وہ دین جو غارِ حرا میں اپنے خالق کے ذکر کی شمع روشن کر کے اس پر پروانہ وار نثار ہونے والا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر آیا اس کی ابتدائی آیات وہ تھیں جو میں نے آغاز کلام میں آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ''اے حبیب! پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے عالم رنگ و بو کی ہر چیز کو پیدا فرمایا۔'' محبوب دلنواز کی، حبیب کردگار ﷺ کی بات ہو تو زبان پہ قابو نہیں رہتا۔ وقت کی تنگ دامانی کے باوجود یہاں صرف ایک لطیف نکتہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ یہ قرآن کی پہلی آیت ہے۔ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ اس رب کے نام سے پڑھ جو رب العالمین ہے، جو رب السموات والارض ہے، جو رب المشرقین والمغربین ہے، جو رب الانس والجان ہے، بلکہ فرمایا: اس رب کے نام سے پڑھ جو آپ کا رب ہے۔ اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے، اے میرے بندو! میری ربوبیت کا تعلق آسمان کی بلندیوں، زمین کی پستیوں، فضا کی پہنائیوں، خلا کی وسعتوں غرضیکہ عالم ہست و بود کی ہر چیز کے ساتھ ہے اور اگر میری ربوبیت کا یہ تعلق کسی چیز سے لمحہ بھر کے لئے منقطع ہو جائے تو وہ نیست و نابود ہو جائے۔ اس کے باوجود میری ربوبیت کا جو خاص تعلق ذات مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے وہ کائنات کی کسی دوسری چیز کے ساتھ نہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ اگرچہ روح کا تعلق جسم کے ہر عضو کے ساتھ ہے لیکن خدانخواستہ اگر کسی کا ہاتھ کٹ جائے تو وہ مر نہیں جاتا۔ اگر کسی کی ٹانگ حادثہ کا شکار ہو جائے تو وہ پھر بھی زندہ رہتا ہے۔ اگر کسی کی آنکھوں کا نور ضائع ہو جائے تو اس کی زندگی کی شمع پھر بھی ٹمٹماتی رہتی ہے لیکن اگر دل کی حرکت بند ہو جائے تو انسان کی زندگی کا چراغ گل ہو جاتا ہے۔ پتہ چلا کہ روح کا تعلق اگرچہ جسم کے ہر حصہ کے ساتھ ہے لیکن جو خصوصی تعلق دل کے ساتھ ہے وہ اور کسی عضو کے ساتھ نہیں۔ اسی طرح ذات مصطفےٰ

Marfat.com

علیہ اطیب التحیۃ والثناء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا جو خصوصی تعلق ہے نہ وہ عرش کو نصیب ہے، نہ کرسی کو، نہ جبریل و میکائیل کو اور نہ مہر و ماہ کو۔ اگر آمنہ کا لال نہ ہوتا یہ زمین نہ ہوتی، آسمان نہ ہوتے، لوح و قلم نہ ہوتے، حور و غلماں نہ ہوتے، کچھ نہ ہوتا جو محبوب خدا ﷺ نہ ہوتے۔ پھر ارشاد فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ اے میرے محبوب ﷺ پڑھ! تیرا رب تو بڑا کریم ہے۔ تیرے رب کے کرم کی کوئی حد نہیں اور تو مظہر کرم ہے۔

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ میں تقریر کر رہا ہوں، یہاں جو لوگ موجود ہیں میری بات کو سن رہے ہیں لیکن جو یہاں حاضر نہیں، انہیں معلوم ہی نہیں کہ میں ہال میں بیٹھ کر اس عظیم مجمع کو کیا کہہ رہا ہوں، اس لئے قلم علم کے فروغ کا ذریعہ ہے۔ جو تاریخ قلم کی زبان سے نکلتی ہے اور صفحہء قرطاس پر نقش چھوڑتی ہے صدیاں گزر جائیں اس علم کا فیض پھر بھی جاری رہتا ہے۔

آخر میں فرمایا: عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ جس نے انسان کو وہ چیزیں سکھائیں جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

پہلی وحی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم، ہادی کائنات، سید المرسلین ﷺ پر نازل فرمائی اس میں کس کی توصیف کی؟ علم کی، اپنی کون سی شان بیان کی؟ میں وہ ہوں جس نے علم سکھایا۔ میں وہ ہوں جس نے قلم کو علم کے فروغ کا ذریعہ بنایا۔

سب سے پہلے علم کی شمع کو کس نے روشن کیا؟ دین محمدی ﷺ نے۔ چند صدیوں میں تاجدار مدنی ﷺ کے غلاموں نے انسانی معاشرہ کو جو حسن بخشا، انسانی تمدن کو جو نکھار عطا کیا آج تک دنیا اس کی مثال پیش نہیں کر سکی۔ اہل عرب جاہل واجڈ تھے، بدوی اور صحرائی تھے۔ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی بندہ نوازیوں نے ان کے سینوں کو علم و حکمت سے معمور کر دیا۔ ایک کتاب نہیں، سو کتابیں نہیں، لاکھوں کی تعداد میں وہ کتابیں تصنیف کیں جن کا ایک ایک ورق علم و حکمت کا امین ہے۔ جن کے ایک ایک لفظ میں علم و عرفان کے سمندر سمو دیئے گئے ہیں۔ صدیاں بیت جائیں اور ان کی افادیت میں فرق نہ آئے۔ یہ حقیقت واضح نہیں ہوتی جب تک کہ تقابلی مطالعہ نہ کیا جائے۔

جو لوگ آج اپنی یونیورسٹیوں پر فخر کرتے ہیں اور اپنے علمی اداروں کی کارکردگی پر ناز کرتے ہیں۔ جو اپنی تصنیفات کے ڈھیر دکھا کر ہمیں کہتے ہیں کہ علم و حکمت کے ایسے گراں مایہ موتی تم بھی پیش کر سکتے ہو۔ ہم انہیں بتاتے ہیں کہ اس میدان میں ان کی کارکردگی کیا ہے اور ہماری کارکردگی کا کیا معیار ہے تب پتہ چلے گا کہ نقش پائے مصطفیٰ ﷺ کی برکتوں سے علم و فضل کے کون سے تلاطم خیز دریا تھے، کون

Marfat.com

سے فلک شگاف ہمالیہ جیسے پہاڑ تھے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے غلاموں کو عطا فرمائے۔

تقابلی مطالعہ

یورپ جو آج کل اپنے آپ کو انسانیت کا سربراہ، انسانیت کا مصلح اور معلوم نہیں کیا کیا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ انہوں نے علم کے میدان میں جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں ان کا مختصر تذکرہ ان کی کتابوں میں سے پیش کرتا ہوں:

(1) جرمنی

جرمنی آج فلسفہ، سائنس اور ٹیکنالوجی کا ماہر کہلاتا ہے اس کی تعلیمی کیفیت کیا تھی سن 1ء سے 1350ء تک جرمنی میں صاحب تصنیف علماء کی تعداد صرف پچاس تھی اور ساڑھے تیرہ سو برس میں انہوں نے جو کتابیں تالیف کیں ان کی تعداد 100 تھی۔

(2) فرانس

فرانس میں 1ء سے لے کر 1050ء تک دس مصنف پیدا ہوئے جنہوں نے ساڑھے دس سو سال کے طویل عرصہ میں صرف پندرہ کتابیں لکھیں۔

(3) روم

اس میں 333ء سے لے کر 1555ء تک کل بیس مصنف پیدا ہوئے جنہوں نے پچاس کتابیں تصنیف کیں۔

(4) برطانیہ

جہاں آج ہم بیٹھ کر یہ باتیں سن رہے ہیں اور سنا رہے ہیں اس میں 1ء سے لے کر 1160ء تک پندرہ مصنف پیدا ہوئے اور تاریخ نے پچیس کتابیں ان مصنفین کے قلمی شاہکار کے طور پر محفوظ رکھیں۔

ڈیڑھ ہزار سال کی مدت میں ان ممالک میں تصنیف شدہ کتب کا میزان لگایا جائے تو کل تعداد ایک سو نوے بنتی ہے۔

مسلمان علماء کے علمی کارنامے

تاجدار مدنی محمد عربی ﷺ کے غلاموں کی تالیف و تصنیف کا کیا عالم ہے ملاحظہ فرمائیں:

(1) قرطبہ

اندلس کے دارالخلافہ قرطبہ کے کتب خانوں اور ان میں موجود کتابوں کا ہم شمار نہیں کر سکتے۔ خلیفہ

Marfat.com

حکم کے محل میں جو کتب خانہ تھا صرف اس میں چھ لاکھ کتابیں تھیں اور مسلمانوں نے دو اڑھائی صدیوں میں لکھ کر بارگاہ علم و دانش میں بطور نذرانہ پیش کیں اور ان کے شوق مطالعہ کی یہ کیفیت تھی کہ خلیفہ حکم کے پاس جو چھ لاکھ کتب تھیں ان میں کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس پر اس نے اپنے قلم سے حاشیہ نہ لکھا ہو۔

(2) دمشق

دمشق میں بیسیوں ایسے کتب خانے موجود تھے جن میں تمام جدید و قدیم علوم پر بے شمار کتابیں موجود تھیں جنہیں بہت آراستہ پیراستہ کر کے الماریوں میں سجایا جاتا تھا۔ جو یورپ کے سیاح وہاں جاتے تو کتابوں کی ان مزین الماریوں کے حسن ترتیب کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے اور بیساختہ پکار اٹھتے: ''علم کی کتابوں کی حفاظت کا ایسا حسن انتظام نہ پہلے ہم نے دیکھا نہ بعد میں دیکھیں گے۔''

(3) طرابلس

طرابلس کا کتب خانہ مسلمانوں کی تین چار سو سال کی علمی محنت کا نتیجہ تھا۔ جب صلیبی جنگیں شروع ہوئیں، صلیبیوں نے بیت المقدس فتح کرنے کے لیے ایک عالمگیر مہم چلائی۔ تمام یورپین ممالک اپنے جملہ مالی اور افرادی وسائل کے ساتھ عالم اسلام پر ٹوٹ پڑے۔ ان کا ایک لشکر مراکش میں اترا۔ مراکش کے ایک شہر طرابلس پر جب اس نے حملہ کیا تو تمام کتب خانوں کو آگ لگا دی۔ جن علمی نوادرات کو انہوں نے نذر آتش کیا ان کی تعداد تیس لاکھ تھی۔ اس صلیبی لشکر نے تیس لاکھ کتابوں کو نذر آتش کر کے راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ اس اُمی لقب ہاشمی و مطلبی آقا ﷺ کے شاگردوں نے چند صدیوں میں علم کے کتنے قیمتی خزانے جمع کر لئے جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

یہ بحث بہت طویل ہے اور اس قلیل وقت میں اس کا احاطہ ممکن نہیں۔ بطور نمونہ چند حوالے پیش کیے ہیں۔

تہذیبی و تمدنی تقابل

تہذیب و تمدن کے سلسلے میں اس حرانشین نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ درس دیا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴿۲۲۲﴾ (البقرۃ) یعنی رب العزت توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ توبہ سے گناہوں کی آلودگی دور ہوتی ہے اور پاک رہنے سے ظاہری غلاظت دور ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے جو شخص اس کے محبوب ﷺ کے دین کو قبول کر لے اس کا باطن بھی پاک ہو، اس کا ظاہر بھی پاک ہو۔ اس درس پر

Marfat.com

مسلمانوں نے کس طرح عمل کیا اس کے لیے بھی چند مختصر حوالے پیش کرتا ہوں۔

بغداد

اس شہر کی آبادی دس لاکھ تھی۔ اس میں تیس ہزار مسجدیں تھیں۔ مسجدوں سے ملحق غسل خانوں کے علاوہ لوگوں نے اپنے گھروں میں بھی غسل کے لئے اہتمام کیا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ پبلک خدمت کے لئے بغداد میں جو حمام بنائے گئے تھے ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ 860 ایسے حاذق طبیب تھے جو مہلک اور کہنہ بیماریوں کا علاج کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ شہر کی صفائی کا یہ حال تھا کہ کوڑا کرکٹ کا کہیں نام ونشان تک نہیں ہوتا تھا۔ شام کے وقت بغداد کی گلیوں میں کیوڑہ اور عرق گلاب کا چھڑکاؤ کیا جاتا تھا۔

دمشق

اس کی آبادی اڑھائی لاکھ کے قریب تھی۔ یہاں دس ہزار مسجدیں تھیں۔ آٹھ سو حمام تھے۔ بیشمار باغات تھے۔ یہاں بھی سڑکوں پر کیوڑہ اور عرق گلاب کا چھڑکاؤ کیا جاتا تھا۔ اسلامی ممالک میں صفائی کی یہ کیفیت اس وقت تھی جبکہ لندن، برلن اور پیرس میں کوئی پکی سڑک نہیں تھی۔ یہاں کے باشندوں کو رہنے تک کا سلیقہ نہ تھا۔ جس مکان میں مویشی باندھے جاتے تھے۔ جس میں ان کا گوبر اور پیشاب ہوا کرتا تھا اسی مکان میں اہلخانہ اپنی چارپائیاں بچھا کر سویا کرتے تھے۔

مکانوں میں کھڑکی، روشندان رکھنے کا رواج نہ تھا۔ گندے پانی کے نکاس کا کوئی انتظام نہ تھا۔ سڑکوں پر کوڑا کرکٹ اور غلاظت کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ رات کو سورج غروب ہوتے ہی ہر سو تاریکی ہی تاریکی ہوتی تھی۔ راستوں کو روشن کرنے کا تصور تک بھی نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص کسی مجبوری کی بناء پر رات کو باہر نکلتا تو جب واپس گھر آتا تو غلاظت سے اس کا سارا جسم یوں لت پت ہوتا کہ اس کے گھر والے بھی اس کو پہچان نہ پاتے تھے۔

ہمارے مجاہدین نے جب اندلس فتح کیا تو انہیں پانی پینے کا سلیقہ سکھایا۔ سونے کا طریقہ بتایا۔ لباس پہننے کا ذوق ہم نے انہیں عطا کیا۔ رہنے سہنے کے انداز ہم نے بتائے۔ غسل کرنے کا شوق ان کے دلوں میں پیدا کیا۔ انہیں تو غسل سے اتنی نفرت تھی کہ روم کے پوپ نے جرمنی اور سسلی کے متحدہ بادشاہ فریڈرک دوم کے خلاف کفر کا فتوی دیا۔ تکفیر کی ایک وجہ یہ بتائی کہ یہ مسلمانوں کی طرح ہر روز غسل کرتا ہے، اس لیے یہ دائرہ عیسائیت سے خارج ہے۔ سپین سے مسلمانوں کے چلے جانے کے بعد وہاں کے بادشاہ نے اشبیلہ کے گورنر کو اس لئے معزول کر دیا کہ وہ ہر روز منہ دھوتا تھا۔ کینٹربری کے بڑے گرجے کا پوپ جو لباس پہنتا سینکڑوں جوئیں اس کے جسم اور لباس پر رینگ رہی ہوتی تھیں۔ ان

Marfat.com

کا وجود سراپا غلاظت وعفونت اور سراپا گندگی ہوا کرتا تھا۔

مسلمان سائنسدان

یہ درست ہے کہ آپ کی یونیورسٹیاں ہیں جن میں سارے علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں۔طیارے اور راکٹ بنانے کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔لیکن تسخیر کائنات کا اولین درس تو قرآن مجید نے دیا: اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ۔ "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے تمہارے لئے مسخر کر دی"۔

اس کے علاوہ اور کثیر آیات ہیں جن میں شمس وقمر، لیل ونہار، بحر وبر کی تسخیر کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ انہیں آیات نے مسلمان حکماء اور سائنسدانوں کے دلوں میں تسخیر کائنات کا جذبہ پیدا کیا اور اس میدان میں وہ زریں کارنامے سرانجام دیئے جنہیں دیکھ کر انسان ان کی بارگاہ میں تعظیم وتکریم کے پھول پیش کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ان بیشمار اور حیرت انگیز کارناموں کا شمار کسی کے بس میں نہیں۔ دو تین چیزیں آپ کی خدمت میں بطور نمونہ عرض کر دیتا ہوں:

ابن فرناس کی ایجادات

ولیم جولٹ لکھتا ہے کہ اندلس کے عرب سائنسدان ابن فرناس نے تین ایجادات کر کے انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا۔ پہلی ایجاد عینک کا شیشہ ہے جو آج ہم خریدتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ جرمنی کا بنا ہوا ہے، یہ فرانس کا بنا ہوا ہے لیکن سب سے پہلے جس نے شیشہ ایجاد کرنے کا اعزاز حاصل کیا وہ محمد عربی ﷺ کا غلام ابن فرناس تھا۔ اگر اس نے یہ شیشہ ایجاد نہ کیا ہوتا تو کمزور نظر والے لوگ ان علوم ومعارف کے دفاتر سے استفادہ نہ کر سکتے۔ یہ سب اسی عینک کے شیشے کے کرشمے ہیں کہ پیرانہ سالی کے باوجود، ضعف بصر کے باوجود ہم باریک سے باریک چیز بآسانی دیکھ سکتے ہیں۔

(2) دوسری ایجاد

اس نے ایسی گھڑی ایجاد کی جو منٹ اور سیکنڈ کو بھی کئی حصوں میں تقسیم کرتی اور وقت کے چھوٹے سے چھوٹے حصے پر بھی آگاہ کرتی۔

(3) تیسری ایجاد

اس نے ایک ایسی مشین بنائی جو ہوا میں اڑتی تھی۔ گویا ہوائی جہاز کی ایجاد کا آغاز بھی ہمارے بزرگوں نے کیا۔ ولیم جولٹ خود تسلیم کرتا ہے کہ یہ وہ تین چیزیں ہیں جن کا احسان ہم نہیں بھول سکتے۔ جس نے اس میدان میں سائنسدانوں کے لیے پیش رفت کے دروازے کھول دیئے۔

Marfat.com

عجیب وغریب گھڑی

دمشق کی جامع مسجد میں ایک گھڑی تھی جس کے ڈائیل پر بارہ گھنٹوں کے نشان بنے تھے۔اس کے باہر تانبے کے دو شاہباز تھے اور دو پیالیاں تھیں جن میں بارہ گولیاں تھیں۔ جب ایک بجتا تو ایک شہباز پیالی سے ایک گولی اٹھا کر دوسری پیالی میں پھینک دیتا جس سے ایک بلند آواز پیدا ہوتی اور سارے شہر کو معلوم ہو جاتا کہ ایک بج گیا ہے۔ جب دو بجتے تو دو گولیاں اٹھا کر پھینکتا اور سارے لوگوں کو علم ہو جاتا کہ دو بج گئے ہیں۔اسی طرح جب بارہ بجتے تو وہ بارہ گولیاں اٹھا کر پھینکتا تھا اور ان سے جو آواز پیدا ہوتی اسے سن کر لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ اب بارہ بج گئے ہیں۔دن کے وقت تو گولیاں پھینکنے کا یہ کام دو شہباز انجام دیتے۔ جب شام ہوتی تو وہ شہباز جو دن بھر سرگرم عمل رہتے تھے خاموش ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد اس گھڑی کے اندر ایک چراغ روشن ہو جاتا اور جب چھ بجتے وہ چراغ چھ والے ہندسے کے سامنے آ کر روشنی دیتا۔اس طرح ہر گھنٹے کے بعد وہ اگلے ہندسے کے سامنے آ کر روشنی دیتا۔دیکھنے والوں کو پتہ چل جاتا کہ کیا بجا ہے۔وہ کیا چیز تھی جو ان شہبازوں کو دن بھر متحرک رکھتی اور گولیاں پھینکنے کا شعور بخشتی۔وہ چراغ شام کے بعد کیسے از خود روشن ہو جاتا اور مختلف ہندسوں کے سامنے روشنی کر کے دیکھنے والوں کو وقت سے باخبر کرتا۔یہ کالی کملی والے ﷺ کی تعلیم کا صدقہ تھا جس نے اپنے غلاموں کو تسخیر کائنات کا راز بتایا اور اس کا طریقہ سکھایا۔

ایک اور حیرت انگیز ایجاد

ماہ نخشب: ماہ کہتے ہیں چاند کو، نخشب، ترکستان کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ وہاں حکم بن ہاشم نامی ایک سائنسدان تھا۔اس نے یہ چاند بنایا۔اس میں یہ کمال تھا کہ جب سورج کا آخری کنارہ غروب ہوتا تو اس چاند کا پہلا کنارہ ایک کنویں سے باہر نکلتا اور جب وہ آہستہ آہستہ اپنی بلندی پر پہنچ جاتا تو اس کی روشنی سے دس بیس میل کا علاقہ نہیں بلکہ پورا ایک سو مربع میل رقبہ منور اور روشن ہو جاتا۔ساری رات چمکتا رہتا اور ادھر سورج طلوع ہوتا ادھر یہ چاند کنویں میں غروب ہو جاتا۔ دن چھوٹے ہوں یا بڑے راتیں لمبی ہوں یا مختصر اس چاند کے طلوع وغروب میں کوئی فرق نہ پڑتا۔کوئی چابی دینے کی ضرورت نہ تھی۔آج اتنی ترقی کے باوجود کوئی ایسا بلب یا ٹیوب ایجاد نہیں ہوئی جو ماہ نخشب کی طرح سو مربع میل کو درخشاں کر سکے۔

حیران کن اور پراسرار مجسمہ

سسلی سے جب مسلمانوں کو نکال دیا گیا تو رابرٹ وسکرڈ نامی ایک شخص کو ایک مجسمہ نظر آیا جو سنگ

Marfat.com

مرمر کے چبوترہ پر نصب تھا۔ اس کے سر پر کانسی کا تاج تھا جس پر رقم تھا کہ " جب یکم مئی کو سورج غروب ہوگا تو میرے سر پر سونے کا تاج چمکے گا۔" جب آدمی کو یہ مجسمہ ملا اس نے بڑا غور کیا۔ عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ جب یکم مئی کو سورج غروب ہوا تو اس کے سر پر کانسی کے تاج کی بجائے سونے کا تاج چمکنے لگا۔ اس نے عیسائی محققین اور سائنسدانوں سے کہا کہ وہ اس معمہ کو حل کریں۔ لیکن کوئی اس کا تسلی بخش حل پیش نہ کر سکا۔ اتفاق سے ان کے ہاں ایک مسلمان قیدی تھا۔ جب اس نے یہ بات سنی تو اس نے کہا کہ تم مجھے آزاد کر دو۔ میں تمہیں اس پریشانی سے نجات کا راستہ بتاتا ہوں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر تم اس کا حل ہمیں بتاؤ تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے۔ اس مسلمان قیدی نے کہا کہ جس دن یکم مئی ہو اور سورج غروب ہونے لگے اس وقت آپ دیکھیں کہ اس کے تاج کا سایہ کہاں پڑ رہا ہے۔ جہاں سایہ پڑ رہا ہو، اس جگہ کو آپ کھودیں، وہاں آپ کو سونے چاندی کے انبار ملیں گے۔ وہ انتظار کرتے رہے۔ وقت گزرتا رہا، یہاں تک کہ یکم مئی کا وہ مخصوص دن بھی آ گیا۔ جب سورج غروب ہونے لگا تو اس وقت جہاں تاج کا سایہ پڑا وہاں انہوں نے نشان لگا لیا۔ جب اسے کھودا تو وہاں سے زر و جواہرات کا گراں مایہ خزانہ ملا۔

دیگر کمالات

ایسے دس بیس نہیں ہزاروں کمالات ہیں۔ آپ تاج محل کو دیکھ لیجیے، لاہور کی شاہی مسجد کو دیکھیے، دہلی کے لال قلعہ کو دیکھیے، کیا فن تعمیر میں ان کے پایہ کی کوئی نظیر آپ کو نظر آتی ہے۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ علم وہ علم ہے جو انسان کو مقام انسانیت سے روشناس کراتا ہے۔ انسان کو حیوان یا شیطان نہیں بناتا۔ انسان کی تخلیقی قوتوں کو تباہی و بربادی کے لیے استعمال نہیں کرتا۔ جب کوئی انسان اس علم سے بہرہ ور ہوتا ہے جس کا سرچشمہ مشکوٰۃ نبوت ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ پھر وہ سراپا رحمت و برکت بن جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ کا صرف ایک واقعہ بطور مثال پیش کرتا ہوں: سلطنت روم کے بادشاہ قیصر روم مائیکل ہفتم نے ایک لاکھ فوج لے کر سلجوقی خاندان کے بادشاہ الپ ارسلان پر چڑھائی کر دی جبکہ ارسلان کی فوج کی تعداد صرف پندرہ ہزار تھی۔ ارسلان نے اپنا سفیر بھیجا کہ میری طبیعت خواہ مخواہ، کشت و خون کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ اس لئے میں جنگ نہیں کرنا چاہتا۔ آؤ صلح کر لیں۔ جو جھگڑا ہے وہ بیٹھ کر ہم بات چیت سے طے کر لیں لیکن اسے تو اپنی فوج کی کثرت اور ارسلان کی فوج کی قلت نے آمادۂ پیکار بنا دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ایک ہی یلغار میں وہ ارسلان کا کام تمام کر دے گا۔ چنانچہ اس نے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔ فتح فوجوں کی کثرت سے نہیں

Marfat.com

بلکہ مالک حقیقی کی نصرت سے ہوا کرتی ہے۔ جنگ شروع ہوئی۔ دونوں فوجیں آپس میں ٹکرائیں۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو فتح دی۔ وہ ایک لاکھ کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے مائیکل ہفتم کو گرفتار کر کے سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان نے اس سے پوچھا: اے مائیکل! جس طرح تم زنجیروں میں جکڑے ہوئے شکست خوردہ حالت میں میرے دربار میں پیش ہوئے ہو، اگر میں اس حالت میں تمہارے سامنے پیش کیا جاتا تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے؟ اس نے کہا: اے ارسلان! اگر تو میرے سامنے قیدی کی حیثیت سے پیش کیا جاتا تو میں دُرے مار مار کر تمہاری کھال اُدھیڑ دیتا۔ اس کا یہ گستاخانہ اور متکبرانہ جواب سن کر بھی ارسلان کو غصہ نہ آیا۔ اس کے تیور نہیں بدلے۔ اس کی پیشانی پہ بل نہیں پڑے۔ بلکہ بڑے صبر وتحمل سے کہا: ٹھیک ہے تم ایسا کر سکتے ہو کیونکہ تم عیسائی ہو لیکن میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ میں اس آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوں جس نے اپنے خون کے پیاسوں کو بخش دیا تھا۔ میں اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیوا ہوں جس نے اسلام کے بدترین دشمن ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو اپنے سینے سے لگالیا تھا۔ میں تو اس کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در کا گدا ہوں جس نے اپنے پیارے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کے جگر کو چبانے والی ہندہ کے خاوند ابوسفیان کے گھر کو فتح مکہ کے روز دار الامن قرار دیا تھا اور تمام اہل مکہ کو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کا مژدہ جانفزا سنایا تھا اس لئے میں تم سے وہ سلوک نہیں کر سکتا جو تم میرے ساتھ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جا میں تیری خطا بھی معاف کرتا ہوں اور تیرا مفتوحہ علاقہ بھی تجھے واپس کرتا ہوں۔ پھر اسے بڑی عزت وتکریم کے ساتھ اپنے وطن واپس بھیج دیا۔

یہ ہے وہ دین جس کی یورپ کو ضرورت ہے۔ آکسفورڈ اور کیمبرج وغیرہ یونیورسٹیاں اس کا نعم البدل نہیں ہوسکتیں۔ اے فرزندان اسلام! ذرا آنکھیں کھول کر اپنے اس گنج گراں مایہ کو دیکھو۔ اس آب حیات کے چشمہ شیریں کو دیکھو جس کی تقسیم پر تمہیں خالق کائنات نے متعین فرمایا ہے۔ آؤ قدر پہچانو اس تریاق کی جو جاں بلب انسانیت کو حیات نو بخش سکتا ہے۔ خدا کی قسم! دنیا پیاسی مر رہی ہے اور تم دولت وثروت اور جاہ ومنصب کے حصول میں مارے مارے پھر رہے ہو۔ تم کہتے ہو اتنا بنک بیلنس ہو جائے تو اطمینان نصیب ہو جائے گا، اتنی کوٹھیاں مل جائیں، اتنی کاریں ہو جائیں تو سکون، عزت میسر آئے گی۔ امریکہ جس کی مادی اور سائنسی ترقی کی آج کوئی مثال نہیں وہاں خودکشی کے واقعات کتنی کثرت سے رونما ہو رہے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں کا بینک بیلنس پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ مایوسی کا گھپ اندھیرا ان کو چاروں طرف سے اپنے نرغے میں لے لیتا ہے اور وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی رگ جاں کاٹ لیتے ہیں۔ سکون واطمینان اور تسکین مال ودولت سے نہیں ملتی بلکہ یہ تو اسے ملتی ہے جسے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عطا فرماتا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے ایک ایسا آئینہ رکھا ہے جس میں آپ اپنے خدوخال اور نقش ونگار بآسانی دیکھ سکتے ہیں ۔

اے تماشہ گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

آپ ایسی تہذیب کے گرویدہ ہیں جس نے عورت سے شرم وحیا کی چادر چھین لی ہے اور مرد سے غیرت وحمیت کا جذبہ سلب کر لیا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی تہذیب ہے۔ میرے نبی کریم ﷺ نے انسانیت کو جو تہذیب عطا فرمائی وہ عورت کو شرم وحیا کا زیور پہناتی ہے اور مرد کو غیرت وحمیت کی عظمت عطا کرتی ہے۔ انہوں نے غیرت کا جوہر چھینا مردوں سے اور شرم وحیا کا زیور چھینا عورتوں سے اور پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے عورتوں کو آزادی دی ہے۔ ابھی ابھی مولانا فتح محمد صاحب ایک واقعہ سنا رہے تھے اس کھوکھلی تہذیب کا جس میں ایک بیٹی اپنی بوڑھی اور بیمار ماں کو کہتی ہے ’’اماں! میرے ہاں تیرے لئے گنجائش نہیں، جا۔ بوڑھوں کے لیے بنی ہوئی پناہ گاہوں میں اپنی زندگی کے آخری دن پورے کر اور میری عیش وعشرت میں بھنگ نہ ڈال۔‘‘ وہ بوڑھی عورت اپنی بیٹی کے اس جواب سے یوں مایوس ہوئی کہ چند لمحوں کے بعد اس نے دم توڑ دیا لیکن عورت کو عزت وعظمت کی رفعتیں بخشنے والے نبی کریم ﷺ نے یہ تعلیم دی: ’’الجنة تحت اقدام امهاتكم‘‘ اگر جنت کی خواہش ہے تو اِدھر اُدھر بھاگنے کی ضرورت نہیں تمہاری بوڑھی ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔

ہزاروں لاکھوں میں سے کوئی ایسا بدبخت مسلمان ہوگا جو اپنے ماں باپ کا احترام نہ کرے۔ جوان کی جوتیاں سیدھی کرنا اپنے لئے سعادت دارین نہ سمجھے۔ اکثریت ماں باپ کی خدمت کرتی ہے اور جتنی خدمت کرتی ہے اتنا ہی قلبی سکون ملتا ہے۔ اس لئے آؤ اس جامعہ کو کامیابی کی منزل تک پہنچائیں۔ کیمبرج کے طالبعلم، آکسفورڈ کے طلبہ آپ کے پاس آ کر انسانیت کا درس لینے کے لئے مجبور ہوں۔ آپ کے اسلاف نے پہلے بھی اہل یورپ کو علم وحکمت کے جواہرات سے مالا مال کیا ہے۔ آج پھر آپ کے پاس ایسی دولت ہے جس کے بغیر ہماری انسانیت کا مستقبل تاریک ہے۔ کاش آپ کو خبر ہو کہ اس گنجِ گراں مایہ کے آپ امین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو ترقی عطا فرمائے اور یہ شجر علم وحکمت اس بنجر زمین میں خوب برگ وبار لائے ۔

یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

Marfat.com

بے تاب جذبے

کچھ عرصہ قبل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا جس میں مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر کے علاوہ ملک اور بیرون ملک سے نمایاں اور نامور شخصیات نے بھی شرکت فرمائی۔ اس موقع پر ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے حاضرین وسامعین کے سامنے دارالعلوم کے اغراض ومقاصد اور عزائم کے بارے میں جو اظہار خیال کیا وہ انتہائی فکری اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا قارئین کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہے:

صدر گرامی مرتبت اور معزز سامعین!

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے عہد جدید کے دس سالہ عرصہ میں یہ پہلا موقع ہے کہ یہاں اس قسم کا اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں متعدد اضلاع کے اہل دل شرفاء، اہل نظر رؤسا اور دیگر جلیل القدر ہستیاں تشریف فرما ہیں۔ جنہوں نے انتہائی مصروفیات کے باوجود یہاں قدم رنجہ فرمایا۔ ایسے مواقع روز روز کب نصیب ہوتے ہیں۔ اگر اس نادر اجتماع میں، میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار کرنے میں بخل یا ناروا انکسار سے کام لوں تو یہ میری کم فہمی ہوگی، اس لئے چند لمحے سمع خراشی کی اجازت چاہتا ہوں۔

اسلام ہماری روح میں بسا ہوا ہے اور ہمارے رگ وپے میں سمایا ہوا ہے۔ ہمیں اس سے جدا کرنے کی کوششیں اغیار نے بھی کیں اور اپنوں نے بھی، لیکن دونوں کو منہ کی کھانا پڑی۔ آج سے چند صدیاں بیشتر خاندان مغلیہ کے ایک نامور تاجدار اکبر اعظم نے اسلام کو مٹا کر دین الٰہی کو فروغ دینے کے لئے جو سعی بلیغ کی، اس کے لئے اپنی شخصی وجاہت، شاہی اختیارات اور ملکی خزانہ کو جس شد ومد اور جوش وخروش سے استعمال کیا اس سے تاریخ کا ایک ابتدائی طالبعلم بھی اچھی طرح آگاہ ہے۔ لیکن اس کا حشر کیا ہوا۔ حضرت مجددؒ کے فقر غیور کی ایک نگاہ عتاب آمیز نے اس کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔ اکبر کا شاید ابھی کفن بھی میلا نہ ہوا ہوگا کہ اس کا لختِ جگر جہانگیر اسلامی سطوت وجلال کے آگے سر جھکا چکا تھا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں ایک اور کوشش کی گئی۔ خلافت آل عثمان کا آفتاب ڈوب رہا تھا۔ سارا ملک داخلی انتشار کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ عربی صوبوں میں عرب قومیت کا عفریت پھنکار رہا تھا۔ باہمی عناد وحسد کا کوہ آتش فشاں پھٹنے لگا تھا۔ ادھر یورپ کا حسن نوخیز قیامت ڈھا رہا تھا۔ علم وفن کی مشاطگی نے اس کو رشک قمر بنا دیا تھا، جو اپنی رعنائی اور بے باقی سے دلوں کو مسخر، نگاہوں کو مسحور اور دماغوں کو

Marfat.com

مرعوب کرر ہا تھا۔ مصطفےٰ کمال نے ترکوں کے زوال وانحطاط کی ساری ذمہ داری اسلام پر عائد کر دی اور اپنی بقاء کا راز اس میں مضمر جانا کہ وہ اپنی قوم کو اسلام سے کلیتہً الگ کر لے۔ اسلامی شعائر کو ختم کرنے کے لئے منظم کوششیں کیں۔ صرف اپنا عربی رسم الخط ہی نہیں بدلا بلکہ نماز واذان بھی ترکی زبان میں کہنے کی پابندی عائد کر دی۔ برسوں ایسا ہوتا رہا لیکن کوئی قوم اپنی فطرت سے کتنی دیر برسرپیکار رہ سکتی ہے۔ ایک نہ ایک دن اپنی فطرت کے سنگین تقاضوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑتے ہیں۔ سالہا سال کے بعد جب اذان عربی کے پیارے کلمات کے ساتھ دی گئی تو ترک قوم کے ہر مرد وزن اور پیروجواں کی آنکھوں سے فرطِ مسرت اور جوشِ عقیدت سے آنسوؤں کے دریا رواں ہو گئے۔ آج پھر اسلام ترکی میں بڑی شدومد سے اپنے مقام کو حاصل کر رہا ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ہمارے صدر محترم نے جب اتحاد ممالک اسلامیہ کی دعوت دی تو اس دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے ترک ہی تھے۔

یہ حقائق اس بات کی تصدیق کے لئے کافی ہیں کہ اسلام اور ہم یک جان ہیں اور اس کو جدا کرنے کی ہر کوشش ناکام و نامراد ہوگی۔ دوسری بات جو اس حقیقت سے بھی زیادہ عیاں ہے وہ یہ ہے کہ اسلام ایک عظیم قوت ہے اور اس کے ناقابل تردید اثرات ہم ہمیشہ سے محسوس کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ ذرا غور فرمایئے مغربی پاکستان میں نسلی اور لسانی لحاظ سے کتنی قومیں بستی ہیں لیکن بایں ہمہ اس خطہ پاک میں بسنے والی کوئی قومیں نہین بلکہ ایک قوم ہیں۔ مشرقی اور مغربی پاکستان میں بعد مکانی کے علاوہ زبان، جغرافیائی حالات کے تضاد اور ایک ہزار میل سے زیادہ ایک دوسرے سے دور بسنے والے باشندے دو قومیں نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔

اسلام کی قوت کے بغیر اور کون سی قوت ہے جو ان تمام واضح اختلافات پر غالب آ رہی ہے۔ ابھی چند سال ہوئے بڑی شان و طمطراق سے فلک شگاف نعروں کی گونج میں مصر اور شام کا وفاق قائم ہوا تھا لیکن وہ کتنا عرصہ قائم رہ سکا؟ بڑی مشکل سے دو سال گزرے تھے کہ شام نے اتحاد کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ کیوں؟ ان میں اتحاد و توافق کی متعدد وجوہ موجود تھیں۔ ان دونوں ملکوں کی زبان ایک تھی۔ رہنے سہنے کے اطوار یکساں تھے۔ سرحدیں بھی ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں۔ پھر وہ وفاق کیوں قائم نہ رہ سکا؟ اس لیے کہ اس کی بنیاد اسلام نہ تھا بلکہ عرب قومیت کا جذبہ تھا، جسے جمال عبدالناصر اور اس کے ہمنواؤں نے اتحاد و یکجہتی کی مضبوط ترین بنیاد سمجھا ہوا تھا۔ تجربہ نے بتا دیا کہ اسلام کی قوت تمام دوسری قوتوں سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔ ستمبر 1965ء کی جنگ نے ہمیں آزمائش کے میدان میں لا کھڑا کیا تو آپ کو معلوم ہے الجزائر سے لے کر انڈونیشیا تک تمام عالم اسلام آپ کے

Marfat.com

لئے سربکف کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نازک دور میں جبکہ قوم، وطن اور زبان کے عفریت انسانی پہلو کے دامن کو بڑی بے دردی سے تار تار کر رہے ہیں۔ ہمیں اسلام کے دور دراز ملکوں میں بسنے والوں مختلف زبانیں بولنے والوں اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والوں کو اخوت و محبت کے رشتہ میں پرو دینا کیا اسلام کی قوت قاہرہ کا ناقابل تردید ثبوت نہیں؟ یقیناً ہے۔

تیسری بات جو ان پہلی دونوں باتوں سے بھی زیادہ واضح اور روشن ہے اور بسا اوقات اس کے باعث ہم پہلی دو باتوں کو بھی شک و شبہ کی نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے عمل کو اسلام سے کوئی گہرا تعلق نہیں۔ ہمیں اپنے معاشرہ میں ایسی اخلاقی روایات بہت کم نظر آتی ہیں جن کی طرف اسلام بلاتا ہے۔ ہمارے انفرادی اور اجتماعی کردار کا دامن ان داغوں سے آلودہ ہے جن سے اسلام نے سختی سے روکا ہے۔ آخر فکر و عمل میں یہ تضاد کیوں؟

اگر اسلام واقعی ہمارے رگ و پے میں سمایا ہوا ہے تو ہم اس پر عمل پیرا کیوں نہیں؟ اگر اسلام واقعی ایک قوت ہے تو ہم اس کا اثر کیوں محسوس نہیں کرتے؟ ہم اپنی موجودہ حالت زار کا جب مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں اپنی عقیدت کے محلات لرزتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ممکن ہے اس صورت حال کی اور وجوہات بھی ہوں لیکن اس احقر کے نزدیک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی دلفریب تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ عوام پر یا علماء پر؟ اس کا جواب آپ جو چاہیں دے سکتے ہیں۔ چاہیں تو عوام کو بے حسی، بے دینی کے تیروں سے گھائل کریں اور ساری ذمہ داری ان پر ڈالیں اور چاہیں تو علماء کرام پر کیچڑ اچھالیں اور اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے انہیں کردہ اور ناکردہ تمام گناہوں کا ذمہ دار قرار دے دیں۔ آپ آزاد ہیں لیکن کسی ایک کو ہی مورد خطر بنانا حقیقت شناسی سے بعید ہوگا۔ حقیقت یوں ہے کہ دونوں ذمہ دار ہیں علماء بھی عوام بھی۔ اسلام کو صحیح سمجھنے میں علماء نے ہماری پوری طرح مدد نہیں کی اور ہم نے صحیح عالم تیار کرنے میں اپنا فرض پوری طرح ادا نہیں کیا۔

ہماری آنکھوں کے سامنے علم دین کا طالبعلم، تنگ و تاریک کمروں میں گھٹی گھٹی فضا میں سسکتا رہا۔ روکھے سوکھے ٹکڑوں پر گزارہ کرتا رہا۔ بوسیدہ چیتھڑوں سے اپنے زار و نحیف جسم کو ڈھانپنے کی ناکام کوشش کرتا رہا لیکن ہمارے دلوں میں اس کے لئے ہمدردی کے جذبات کم، بہت کم اور حقارت و نفرت کے جذبات زیادہ، بہت زیادہ اٹھتے رہے۔ ہم نے حضور نبی رحمت ﷺ کے مصلے کے لئے اپنے بچوں کو تیار کرنا ہتک سمجھا اور جسمانی طور پر ناکارہ، ذہنی طور پر نااہل اور معاشی مجبوریوں سے شکست خوردہ لوگوں کو اس کام کے لئے چنا اور اپنے مرکز حیات سے بے اعتنائی کا یہ رویہ دو سو سال تک جاری رہا۔

یہ تو اسلام کی صداقت کی ناقابل تردید دلیل ہے کہ ان نامساعد حالات کے باوجود اسلام کا چراغ

Marfat.com

فروزاں رہا۔ یہ تو اسلام کا اعجاز ہے کہ وہ مس خام کو کندن بناتا رہا۔ خاک کے ذروں کو تابانی خورشید عطا فرماتا رہا اور قطروں کو سمندر کی وسعتیں بخشتا رہا اور اس بے توجہی کے طویل عرصہ میں بھی انہیں تنگ وتاریک حجروں کی گھٹی گھٹی فضاء میں ایسے پھول کھلتے رہے جنہوں نے اپنی مہک سے ایک عالم کو معطر کیا۔ انہیں ٹوٹی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھنے والے اتنے باہمت ثابت ہوئے کہ مخالفت کے تند وتیز طوفانوں کے باوجود انہوں نے پرچم اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔

یہ گومگو کا عالم، یہ فکری انتشار اور ذہنی اضطراب جس سے ہم دوچار ہیں ہماری ترقی اور خوشحالی کی راہ میں پہاڑ بن کر کھڑا ہے۔ ہمیں ہر قیمت پر تذبذب کی اس کیفیت کو ختم کرنا ہے ورنہ ہماری تعمیری قوتوں اور صلاحیتوں کو بے یقینی کا گھن کھا جائے گا۔ تذبذب کے عالم میں اگر ہم ایک قدم آگے بڑھیں گے تو دو قدم پیچھے ہٹ جائیں گے اور ہماری برق رفتاری کے باوجود منزل دور ہوتی جائے گی۔ اس لئے ہمیں یا تو اسلام سے کلیۃً قطع تعلق کرنا چاہیے یا شرح صدر کے ساتھ اسے پوری طرح اپنانا چاہیے۔ پہلا طریقہ حد درجہ خطرناک بھی ہے اور ہماری فطرت کے منافی بھی ہے۔ اگر ہم اس طریقہ کو اپنانا چاہیں گے بھی تو زیادہ دیر اپنا نہیں سکتے۔ اگر کوئی وقتی جوش وولولہ ہمیں اس راستہ پر گامزن کر بھی دے تو میں تاریخی حقائق کی روشنی میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ چند قدم اٹھانے کے بعد ہمیں اپنی غلطی کا تلخ احساس بے تاب کر دے گا اور ہم واپس لوٹنے پر مجبور ہوں گے۔

تنازع للبقاء کی جو جنگ شدت سے لڑی جا رہی ہے، اس میں اپنی برتری، افادیت اور اہلیت ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم بڑی خوشی، اطمینان اور شرح صدر سے اسلام کو اپنا ضابطہء حیات بنالیں اور اس کو پوری سنجیدگی اور اخلاص سے قبول کر لیں۔ یقین جانئے اس طرح ہم اپنی فطرت سے برسرپیکار ہو کر اپنی کوششوں کو رائیگاں نہیں بنائیں گے بلکہ اپنی فطرت سے مکمل ہم آہنگی اختیار کر کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں بڑھتے چلے جائیں گے۔

اسلام کو اپنانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنانے سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اس سے عہدہ برآ ہونے کی ایماندارانہ اور مخلصانہ کوشش کریں۔ ان ذمہ داریوں میں سے اہم ترین ذمہ داری علوم اسلامیہ کی ترویج ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ملت کا ہر فرد متبحر عالم ہو بلکہ ہر شخص کے لئے اسلام کے بنیادی عقائد اور روزمرہ کے پیش آنے والے مسائل کا جان لینا ہی کافی ہے۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ ملت میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو علوم اسلامیہ سے صرف آشنا ہی نہ ہو بلکہ اس بحر زخار میں غواصی کرنا اور اس کی تہہ میں ان صدفوں کو نکال لانا بھی جانتا ہو جن کی گود درہائے شاہوار سے آباد ہو۔ سمندر کی موجیں ساحل پر کھڑے ہونے والوں کے پاس تو صرف سیپیں اور گھونگھے لے کر آتی ہیں،

Marfat.com

موتی تو ان کی جھولی میں ڈالے جاتے ہیں جو غوطہ لگا کر انہیں نکال لانے کی ہمت رکھتے ہوں۔

علوم اسلامیہ میں تبحر پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ گروہ علوم حاضرہ سے آشنا ہوتا کہ وہ اپنے زمانہ کے مزاج کو سمجھ سکے اور ان مشکلات سے آگاہ ہو جن کو اس نے حل کرنا ہے۔

معزز سامعین! یہ دارالعلوم جس کو آج آپ کے قدوم میمنت لزوم کا شرف حاصل ہو رہا ہے، جس کے جلسہ تقسیم انعامات میں آپ جیسی ہستیاں تشریف فرما ہیں، جن کے علم وفضل، کردار کی پاکیزگی، سیرت کی پختگی اور عزائم کی بلندی سارے ملک کے لئے باعث صد نازش ہے۔ جناب والا! یہ دارالعلوم اسی مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہے۔

آج سے تیس سال پہلے اپنے رب کریم کی توفیق سے میں نے اس دارالعلوم کے نصاب کا خاکہ تیار کیا تھا جس میں مذکورہ بالا ضروریات کو پورا کرنے کی سعی کی تھی۔ اس میں علوم اسلامیہ کے علاوہ عصری علوم میں سے فلسفہ جدیدہ، سیاسیات اور معاشیات کو داخل نصاب کیا تھا اور بی۔ اے تک انگریزی تعلیم لازمی قرار دی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت پر مکمل بھروسہ، اپنے مقصد کی برتری اور افادیت پر محکم یقین اور شوق فراواں کی بے چینیوں اور بے تابیوں کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ نہ دارالعلوم کے لئے کوئی موزوں عمارت تھی نہ کوئی قطعہ زمین جس پر ایک مثالی درسگاہ کی عمارت تعمیر کرنے کا خواب ہی دیکھا جا سکتا اور نہ ظاہری وسائل تھے اور نہ دل کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی اجازت دیتا تھا۔

میں نے اپنے کئی احباب کے سامنے جب یہ نصاب پیش کیا تو بعض نے تو اسے درخور اعتناء ہی نہ سمجھا اور بعض نے ازراہ مروت ودلجوئی یہ کہا کہ نصاب تو اچھا ہے لیکن ناقابل عمل۔ تم بے دینی کی پھیلتی ہوئی فضا میں ایسے بچے کہاں سے لو گے۔ یہ کتابیں کہاں سے دستیاب ہوں گی اور انہیں پڑھائے گا کون؟ اس کے علاوہ تمہیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ اس پر خرچ بھی اٹھے گا اور ہم تمہیں بھی جانتے ہیں اور تمہارے بزرگوں کو بھی اور ان کے مریدوں کو بھی۔ وہ تو تمام تھرڈ کلاس (یعنی غریب) لوگ ہیں اور پھر مانگنے کے فن میں تم محض کورے ہو۔ میرے مشفق ناصحین کے اندیشے بالکل بجا تھے۔ لیکن ان کی نظر میری بے سروسامانیوں، میری خامیوں اور کوتاہیوں پر تھی۔ میرے احباب کی نارسائیاں ان کے سامنے تھیں۔ لیکن میرا دل مجھے کہہ رہا تھا کہ اپنی تہی دامانی کی طرف نہ دیکھ اپنے مالک کے بے انداز خزانوں کی طرف دیکھ۔ تمہارے پاس اگر ذرائع کا فقدان ہے تو اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ تیرے وسائل تو بے شک محدود ہیں لیکن تیرے رب کی عنایات تو بے پایاں ہیں۔ آج تقریباً دس سال گزارنے کے بعد جب روز اول کی بے سروسامانیوں کا تصور کرتا ہوں اور پھر اپنے رب جلیل کی بے انداز نوازشات کا

Marfat.com

مشاہدہ کرتا ہوں تو جبین نیاز اظہار تشکر کے لئے بے ساختہ اس کے حضور میں جھک جاتی ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ آج پاکستان کے اضلاع، سرگودھا، راولپنڈی، جہلم، فیصل آباد، اٹک، کوہاٹ، مظفر آباد، میرپور، ایبٹ آباد، جھنگ، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات، ملتان، بہاولپور (وغیرہ) کے معزز خاندانوں کے چشم و چراغ یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ہر میدان میں اپنے بلوغ و ذہانت اور اپنی شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھا رہے ہیں۔

صدر معظم اور معزز حاضرین! میں اس طویل سمع خراشی کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ آخر میں یہ توقع ظاہر کرتا ہوں کہ آپ ہماری رہنمائی فرماتے رہیں گے۔ ہماری فروگذاشتوں پر متنبہ فرماتے رہیں گے اور ہمیں اپنے فرائض کی ادائیگی کی ترغیب دلاتے رہیں گے اور مجھے کامل بھروسہ ہے کہ اس سلسلہ میں جو آپ کے مربیانہ فرائض ہیں ان کی یاددہانی کی ہمیں ضرورت نہیں پڑے گی۔

آخر میں بصدق دل بصد ادب و احترام آپ تمام جلیل القدر اور عظیم المرتبت مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں، آپ سب نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہاں قدم رنجہ فرما کر ہمیں انتہائی عزت بخشی۔ ہمارے دل کی دھڑکنوں کو قریب سے سنا۔ ہماری آشفتہ مزاجی کا منظر اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا۔ ہماری منزل کی دوری اور راہ کی دشواری کا اندازہ ہمارے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہو کر لگایا۔

صدر محتشم! یہ ناچیز خود بھی سراپا تشکر ہے اور دارالعلوم کے دیگر اساتذہ بھی آپ کی کرم فرمائی کے سپاس گزار ہیں اور آپ کے یہ بچے اپنے خیابان محبت کے شگفتہ پھول، عقیدت کے گلدانوں میں رکھ کر معصوم جذبات کے شبنمی موتیوں سے سجا کر بصد ادب و احترام پیش کرتے ہیں۔ قبول فرمایئے۔

''اے مولا کریم! اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم سب کو اپنا اپنا فرض پہچاننے اور اس کو کماحقہ ادا کرنے کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرما۔'' آمین یارب العالمین

Marfat.com

فتنہ مرزائیت اور پاکستان

مرزائیوں نے 1988ء میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کے صدر دفتر جنیوا میں درخواست دائر کی کہ پاکستانی حکومت ہمارے حقوق پامال کر رہی ہے اور ہمیں اس مملکت سے جائز مراعات سے محروم رکھا جاتا ہے۔ یہ حرکت وہ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت کے ملک کے سربراہ صدر محمد ضیاء الحق صاحب نے اس عالمی پلیٹ فارم پہ مملکت خداداد پاکستان کی نمائندگی کے لئے حضور ضیاء الامتؒ کا انتخاب کیا۔ آپ نے اس اہم ترین موقع پر جس حسین انداز میں پاکستان اور اسلام کی نمائندگی کی وہ تاریخ کا جزو بن چکی ہے۔ آپ فتنہ مرزائیت اور پاکستان کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلیٹ بینچ کا اجلاس 30 جولائی 88ء سے لاہور میں منعقد ہو رہا تھا۔ اسی اثنا میں مرحوم و مغفور شہید صدر محمد ضیاء الحق کا ٹیلی فون موصول ہوا، جس میں انہوں نے مجھے فرمایا کہ یو، این، او کے ذیلی ادارہ ہیومن رائٹس کے سب کمیشن کا اجلاس 8 اگست سے جنیوا میں منعقد ہو رہا ہے۔ وہاں مرزائیوں نے بڑا اودھم مچا رکھا ہے۔ پاکستان کے بارے میں انہوں نے پروپیگنڈا زور وشور سے شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں ان کو قتل کیا جا رہا ہے۔ ان کو ملازمتوں سے چن چن کر نکالا جا رہا ہے۔ ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کیا جا رہا ہے۔ ان کے افراد کو زدوکوب کیا جاتا ہے اور ہر قسم کے انسانی حقوق سے ان کو محروم کیا جا رہا ہے۔ صدر مرحوم نے مجھے حکم دیا کہ میں جا کر وہاں پاکستان کی نمائندگی کروں۔

مجھے اس قسم کے اجتماعات میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ پہلے تو میں سہا اور خیال کیا کہ صدر محترم سے معذرت کرلوں اور درخواست کروں کہ کسی اور موزوں آدمی کو اس اہم کام کے لئے منتخب کر دیں۔ لیکن پھر مجھے یہ حدیث شریف یاد آئی جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جس منصب اور ذمہ داری کا کوئی شخص مطالبہ کرتا ہے اور وہ منصب اسے دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی ذاتی قابلیت کے حوالے کر دیتا ہے کہ تم نے یہ منصب طلب کیا ہے ہم نے تم کو دیا ہے۔ اب تو جان اور تیرا کام۔ لیکن اگر بن مانگے وہ ذمہ داری کسی کے سپرد کی جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس شخص کی امداد کرتا ہے اور راہنمائی فرماتا ہے۔ میں نے سوچا کہ اس چیز کا مطالبہ میں نے نہیں کیا اور نہ اس قسم کی طلب میرے حاشیہ خیال میں کبھی نمودار ہوئی۔ اب اگر یہ فرض میرے ذمہ لگایا گیا ہے تو حسب ارشاد مصطفوی ﷺ اللہ تعالیٰ میری مدد اور راہنمائی فرمائے گا۔ اور جب اس کی امداد میرے شامل حال ہو

Marfat.com

گی تو مشکلیں خود بخود آسان ہوتی جائیں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے صدر محترم کی اس خواہش کی تکمیل کا عزم کیا۔ لاہور سے میں 8 اگست کو بھیرہ واپس آیا۔ 9 اور 10 اگست دو روز میں یہیں ٹھہرا اور ضروری انتظامات کئے اور اپنی طویل غیر حاضری میں جو منصوبے زیر تکمیل تھے، ان کے بارے میں اپنے احباب سے مشورہ بھی کیا اور انہیں مناسب ہدایات دیں۔ 11 اگست کو بھیرہ سے روانہ ہوا۔ ساڑھے تین بجے فارن منسٹری کے دفتر میں متعلقہ حکام سے ملاقات کی۔ رات کو ڈیڑھ بجے پی۔ آئی۔ اے کی فلائٹ سے جنیوا کے لئے روانہ ہو گیا۔ فرینکفرٹ میں دو اڑھائی گھنٹے کا انتظار کرنا پڑا۔ پھر لفتھنزا ائیر لائن کے طیارے سے تین بجے دوپہر جنیوا پہنچا۔ عزت مآب سعید دہلوی ائیر پورٹ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور انٹر کانٹیننٹل کے کمرہ نمبر 1020 میں مجھے ٹھہرایا۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ مجھے یہاں کے حالات سے بالتفصیل آگاہ کریں اور جو پروگرام ہو اس سے بھی مطلع کریں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے وہ پمفلٹ دیئے جن میں مرزائیوں نے حکومت پاکستان پر اور پاکستان کے عوام پر ہر قسم کے بے سروپا الزام عائد کئے ہوئے تھے۔ یہ پمفلٹ مصور تھے اور ایک خالی الذہن انسان کو طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کر سکتے تھے۔ سفیر صاحب نے بتایا کہ ہیومن رائٹس حقوق انسانی کے سب کمیشن کا اس دفعہ پاکستان ممبر نہیں ہے، اس لئے ہم نہ اس میں تقریر کر سکتے ہیں اور نہ کسی مقرر کے اعتراض کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ ووٹنگ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ البتہ بحیثیت مبصر اس اجلاس میں داخل ہو سکتے ہیں اور شرکت کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہم نے یہ طے کیا کہ ہر روز ان ممبران میں سے دو یا تین ممبران کو لنچ (صبح کے کھانے) پر مدعو کیا جائے۔ ایک بجے سے تین بجے تک میٹنگ کا وقفہ ہوتا ہے۔ اس وقفے میں ان سے تبادلہ خیال کیا جائے اور حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے۔ اس کے بغیر ہمارے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ محترم سفیر صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ ہر روز کے لئے تین ممبران کو مدعو کریں گے۔ ہفتہ اور اتوار چھٹی ہوتی ہے۔ میں نے یہ دو دن مطالعہ اور اس موضوع کی تیاری میں صرف کئے۔ سوموار کو میں سفیر کے ساتھ سب کمیشن کے اجلاس میں بحیثیت مبصر شریک ہوا۔ اس اجلاس کے چیئرمین مسٹر بھنڈارا تھے جو بھارت کے نمائندہ تھے۔ نصف گول دائرہ کی شکل میں سٹیج کے سامنے کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ پہلی قطار میں ان کے معاونین کے بیٹھنے کے لئے نشستیں تھیں۔ تیسری قطار میں مبصر بیٹھتے تھے جن میں میں بھی تھا اور پچھلی دو لائنوں میں غیر حکومتی انجمنوں کے نمائندگان تھے۔ کافی دیر تک میں ممبران کی تقاریر کو سنتا رہا۔ ایک بجے وقفہ ہوا تو میں واپس چلا آیا۔ ہم نے لنچ پر مختلف ممبران سے تبادلہ خیال کا جو پروگرام تشکیل دیا، اس کی پہلی نشست 16 اگست 88ء بروز منگل ہوئی۔ ان میں مصر اور اردن کے معزز ارکان مدعو تھے اور رات کو خصوصی طور

Marfat.com

پرچین کے ممبر کو ڈنر پر بلایا تھا۔ چنانچہ یہ سلسلہ 25 اگست 88ء تک جاری رہا۔ اس روز بھی خلاف معمول رات کو ہم نے مسٹر بھنڈارا اور مسز بھنڈارا کو ڈنر پر مدعو کیا۔ ان نشستوں میں ماحول بڑا دوستانہ اور تکلف و تصنع سے بالکل مبرا تھا۔ میں نے دو تین باتیں سمجھانے کی کوشش کی۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ دنیوی نقطہ نظر سے قوموں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی چند وجوہات ہیں۔ ان میں وطن، زبان، نسل، چہرے کی رنگت وغیرہ کو اہمیت حاصل ہے۔ لیکن مذہبی نقطہ نظر سے امتوں کی علیحدگی کا ایک ہی سبب ہے۔ جب کسی امت کا خصوصی تعلق ایک نبی کے ساتھ ہو جاتا ہے تو ایک علیحدہ امت معرض وجود میں آتی ہے۔ میں نے انہیں کہا: مثال کے طور پر آپ مسلمانوں کو لیجئے۔ ہم مسلمان، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صاحب کتاب، صاحب شریعت نبی اور رسول مانتے ہیں۔ اسی طرح ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی صاحب کتاب، صاحب معجزات نبی اور رسول مانتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم نہ یہودی ہیں اور نہ عیسائی۔ چونکہ ہمارا خصوصی تعلق سیدنا محمد ﷺ سے ہے۔ اس لئے ہم مسلمان ہیں اور ایک علیحدہ امت ہیں اور جو عیسائی ممبر ہمارے ساتھ ہوتا میں اس کو عرض کرتا کہ آپ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ ان کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ یہودی نہیں۔ بلکہ آپ عیسائی ہیں کیونکہ آپ کا خصوصی تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا غلام احمد تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ وہ بھی نبی ہے۔ اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ دعویٰ سچا تھا یا جھوٹا۔ بہرحال اس نے نبی بننے کا دعویٰ کیا اور بعض لوگوں نے اس کو نبی تسلیم کر لیا۔ جن لوگوں نے مرزا صاحب کو نبی تسلیم کیا ان کا مرزا صاحب سے وہی تعلق ہو گیا جو مسلمانوں کا سیدنا محمد ﷺ سے ہے۔ عیسائیوں کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ہے اور یہودیوں کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ اس خصوصی تعلق کی بنا پر وہ ایک الگ امت بن گئے جن کو مرزائی یا قادیانی یا احمدی کہا جاتا ہے۔ لیکن امت اسلامیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ وہ کہیں: ہم نبی کریم ﷺ کو نبی مانتے ہیں۔ جیسے ہم موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں اور ان کے امتی نہیں اسی طرح یہ بھی حضور ﷺ کو نبی مانتے ہیں اور ان کے امتی نہیں کیونکہ ان کا خصوصی تعلق مرزا غلام احمد قادیانی سے ہے۔ میں نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے نام بطور مثال ذکر کئے ہیں۔ چونکہ یہ جلیل القدر رسول ہیں اور ہر شخص ان کے ناموں سے آشنا ہے۔ ورنہ جس شخص کا جس نبی کے ساتھ خصوصی تعلق ہو گا وہ اسی کا امتی ہو گا۔

دوسری بات جو میں نے ان صاحبان کو ذہن نشین کرائی وہ یہ تھی کہ تکفیر کا آغاز آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے ہوا۔ انہوں نے ہی حکم دیا کہ جو میری نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے، نیز اپنے متبعین کو حکم دیا کہ ان میں سے کوئی بھی کسی مسلمان کے ساتھ مل کر نماز ادا نہ کرے۔ کسی مسلمان کی

Marfat.com

نماز جنازہ نہ پڑھے خواہ وہ کتنا متقی اور پرہیز گار ہو خواہ وہ چھ ماہ کا بچہ ہو۔ نیز ان کو منع کیا کہ وہ اپنی بچیوں کے رشتے مسلمانوں کو نہ دیں۔ پھر یہ حکم صادر کیا کہ ان کے متبعین میں سے اگر کوئی شخص ان کاموں میں سے کوئی کام کرے گا تو اس کا نام میری امت سے خارج کر دیا جائے گا اور یہ واقعہ تو آفاق عالم میں مشہور ومعروف ہے کہ جب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے انتقال فرمایا تو لکھوکھا مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی تو سر ظفر اللہ خان جو اس وقت پاکستان کے وزیر خارجہ تھے انہوں نے موجود ہوتے ہوئے نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی۔ جب اخباری نمائندوں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بڑی ڈھٹائی سے کہا: اگر قائداعظم مسلمان تھے تو آپ یوں سمجھیں کہ میں ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ ہوں اور اگر وہ مسلمان نہ تھے تو میں ایک کافر حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ ہوں۔ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی تفصیلات سے آپ آگاہ ہوں گے۔ لیکن اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد مذہبی علماء کی کسی کانفرنس اور کسی اجتماع میں منظور نہیں کی گئی۔ بلکہ اسے پاکستان کی آئین ساز اسمبلی نے اتفاق رائے سے منظور کیا تھا اور وہ بھی ہفتوں بلکہ مہینوں کی سوچ وبچار اور غور وفکر کے بعد اور یہ طویل اور علمی مذاکرہ یک طرفہ نہیں تھا بلکہ قادیانی جماعت کے اس وقت کے امیر جناب مرزا ناصر احمد نے بھی اپنی جماعت کے علماء اور فضلاء کے ساتھ اس میں شرکت کی تھی اور ایک ایک نقطہ پر بحث ہوئی تھی اور آخر میں مرزا صاحب نے جب یہ اعلان کیا کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتا ہوں۔ اور جو شخص اس کی نبوت پر یقین نہیں رکھتا اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ تب پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے تمام ارکان نے متفقہ طور پر اسے منظور کیا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ جو قرارداد قانون ساز اسمبلی میں پاس ہو اور اس کو صرف اکثریت سے ہی نہ منظور کیا ہو بلکہ اتفاق رائے سے منظور کی گئی ہو اس کی آئینی اور قانونی حیثیت کا کون انکار کر سکتا ہے اور اس قرار داد کو پاس کرنے میں بھی مرزا ناصر صاحب کے اس اعلان کا بڑا دخل تھا جو انہوں نے آئین ساز اسمبلی کے ہال میں سب کے سامنے پیش کیا کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتا وہ کافر ہے، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک عرب کے لگ بھگ ہے۔ جن میں سے ایک لاکھ پچیس ہزار یہ قادیانی ہیں۔ اگر ان کے امیر کے کہنے کے مطابق صرف یہی مسلمان ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ننانوے کروڑ اٹھانوے لاکھ مسلمانوں کو بیک قلم دائرہ اسلام سے خارج کر دینا یہ مرزا صاحب کا ہی دل گردہ ہے۔ کوئی منصف مزاج شخص ایسا کہنے بلکہ ایسا سوچنے کی بھی جسارت نہیں کر سکتا۔ تیسری بات جو میں نے ان صاحبان کے گوش گزار کی تھی وہ یہ تھی کہ یہ لوگ شور مچا رہے ہیں کہ پاکستان میں ہمارے حقوق پامال کیے جا رہے ہیں۔ ہمیں قتل کیا جا رہا ہے۔ ہمیں ملازمتوں سے نکالا جا

Marfat.com

رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔اس کے بارے میں عرض ہے کہ پاکستان کے عوام، اسلام کی برکت سے اتنے فراخ دل اور عالی ظرف واقع ہوئے ہیں کہ اس ملک میں بہت سی غیر مسلم اقلیتیں آباد ہیں۔ ہندو، عیسائی، پارسی وغیرہ لیکن جب سے پاکستان بنا ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک وہاں کبھی فرقہ وارانہ فساد پیدا نہیں ہوا۔کبھی کسی غیر مسلم کی جان، مال، آبرو پر دست تعدی دراز نہیں کیا گیا۔تو ان لوگوں پر ظلم اور تعدی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کون سا انسانی حق ایسا ہے جو کسی اور پاکستانی کو میسر ہے لیکن یہ اس سے محروم ہیں۔ مثال کے طور پر آپ سب سے پہلے تعلیمی میدان لیجئے۔ پرائمری سکول، ہائی سکول، کالج، پروفیشنل کالج ٹیکنیکل کالج، پوسٹ گریجویٹ اور یونیورسٹی کی سطح تک حصول تعلیم کے جتنے مرحلے ہیں۔ ان میں داخلہ کے لئے ان قادیانیوں پر کوئی پابندی نہیں۔ان کے بچے میڈیکل کالج، انجینئرنگ کالج اور دوسرے کالجز میں سینکڑوں کی تعداد میں اب بھی زیر تعلیم ہیں اور جنہوں نے اس سال فائنل کے امتحان پاس کئے ہیں۔وہ حسب قواعد ملازمتوں پر متعین کر دیئے گئے ہیں۔ مقابلے کے امتحان میں شریک ہونے پر بھی ان پر کوئی پابندی نہیں۔ان میں سے جو کامیاب ہوتے ہیں ان کو اعلیٰ مناصب پر فائز کیا جاتا ہے۔ جہاں تک سرکاری محکموں میں ملازمت کا تعلق ہے۔سب سے اہم محکمے دفاع کے ہیں۔ان میں وہ ہوائی، بحری، بری تمام افواج میں اعلیٰ ترین عہدوں پر متمکن ہیں۔ انٹیلی جینس محکمہ جو از حد اہم اور حساس محکمہ ہے، اس میں بھی بنیادی پوسٹوں پر یہ لوگ فائز ہیں۔ وزارت خارجہ میں اہم ممالک میں اس جماعت کے لوگ سفارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ملیں، فیکٹریاں، کارخانے ان کے تصرف میں ہیں۔سینکڑوں مربع زرعی زمین کے یہ مالک ہیں۔مشہور مقامات پر کاروباری مرکزوں کے یہ مالک ہیں۔ہمیں سمجھ نہیں آئی کہ اس کے علاوہ کون سا وہ حق ہے جو کسی اور پاکستانی کو حاصل ہے اور انہیں میسر نہیں۔البتہ ایک حق ہے جو اور کسی پاکستانی کو تو حاصل نہیں لیکن یہ اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔یعنی اپنے ملک کی بدگوئی کرنا، اپنے ملک کو بدنام کرنا، اس درخت کی جڑیں کاٹنا جس کے ٹھنڈے سائے میں یہ زندگی بسر کرتے ہیں، جس کے میٹھے اور لذیذ پھلوں سے یہ اپنے کام ودہن کی ضیافت کا اہتمام کرتے ہیں۔آپ کہیں چلے جائیں ان ناشکر گزاروں کو آپ پاکستان کا گلہ کرتے اور برائی کرتے ہوئے پائیں گے۔ اس کے باوجود بھی پاکستان کا دامن ان کے لئے کشادہ ہے۔پھر بھی وہ اپنے انعامات واکرامات سے ان کو محروم نہیں کرتا۔ پاکستان کا اور کوئی شہری یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ غیر اقوام کے سامنے اپنے ملک کی غیبت کرے اور یہ لوگ اپنے ملک پر سراسر جھوٹے الزام لگاتے ہیں اور اس کو بدنام کر کے خوش ہوتے ہیں۔ اثنائے گفتگو میں ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ لوگ کلمہ شریف کا بیج لگاتے ہیں۔آپ یہ بیج نوچ

Marfat.com

لیتے ہیں اور اس پر اپنی برہمی اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور یہ بات آپ کی انسانی حقوق کی پامالی کے زمرہ میں آتی ہے۔ میں نے کہا کہ بے شک ہمیں ان کے بیج پر اعتراض ہے اور ہمیں ان کے سینوں پہ بیج آویزاں دیکھ کرنا گواری ہوتی ہے۔ لیکن اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کے مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ سورہ الفتح کی یہ آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:29) اس میں پہلا جملہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں اس سے مراد وہ ذات پاک نہیں جن کا نام محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)، ان کے جد امجد نے رکھا۔ جو چودہ سو سال سے اسی نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے دوست ہیں۔ ان کے دشمن بھی۔ ان کے ماننے والے اور انکار کرنے والے بھی اسی نام سے ان کو جانتے ہیں۔ مرزا لکھتے ہیں: اس سے مراد وہ نہیں، میں ہوں۔ اس سے بڑی جسارت کون سی ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم جو ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آسمانی صحیفہ ہے، اس میں اپنی من مانی تاویل بلکہ من مانی تحریف سے کیا ہمارے دل نہیں دکھتے۔ اگر اقلیت کے انسانی حقوق ہیں تو کیا اکثریت کا کوئی انسانی حق نہیں۔ اگر اقلیت کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا بری بات ہے تو کیا اکثریت کے جذبات کو مجروح کرنا کارِ ثواب ہے۔ یہ آیت لکھ کر وہ آیت کا غلط معنیٰ لیتے ہیں، اس لئے ہماری غیرت اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا نام پاک ذکر کر کے اس سے کوئی ایسا شخص مراد لیا جائے جسے ہم مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اس گفتگو میں سفیر صاحب جناب سعید دہلوی میری معاونت فرماتے رہے اور جب بھی مجھے ان کی اعانت کی ضرورت محسوس ہوتی وہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ اپنا مدعا مہمانوں کے ذہن نشین کراتے رہے۔ اس کاوش کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ گزشتہ سال ممبران نے کھل کر ان لوگوں کی تائید کی تھی اور پاکستان پر تابڑ توڑ حملے کئے تھے۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل و کرم فرمایا کہ کسی ایک ممبر نے بھی ہمارے خلاف ایک لفظ تک نہیں بولا۔ اسی اثنا میں 17 اگست کو ایک عظیم سانحہ وقوع پذیر ہوا۔ اس نے قلوب و اذہان کو ہلا کر رکھ دیا۔ چھ بجے میں اپنے کام سے فارغ ہو کر بستر پر آرام کے لئے لیٹا ہی تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ میں نے رسیور اٹھایا۔ جناب سفیر صاحب بول رہے تھے۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہ رہے ہیں اور شاید ان کے کرب والم کی ایسی ہی کیفیت تھی۔ انہیں بھی معلوم نہ تھا کہ کیا کہ رہے ہیں۔ آخر بمشکل تمام وہ اتنا کہہ سکے کہ صدر صاحب کا طیارہ حادثہ کا شکار ہو گیا ہے۔ یہ سن کر سکتہ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ کچھ عرض نہیں کر سکتا وہ کیا کیفیت تھی۔ بارہا دل نے مجبور کیا کہ واپس چلا جاؤں، لیکن پھر اس خیال نے راستہ روک لیا کہ میں جس فرض کی ادائیگی کے لئے یہاں بھیجا گیا ہوں، اس فرض کی ادائیگی سے پہلے اپنا مورچہ چھوڑنا یہ مردانگی نہیں۔ یہ وفاداری نہیں ہے۔ دل جتنا چاہے

Marfat.com

تلملائے اسے یہیں رہنا ہوگا۔ اپنا فرض ادا کرنے کے لئے اپنی ساری صلاحیتوں کو مصروف رکھنا ہوگا۔
ہفتہ کے روز میں اپنے ہوٹل کے کمرہ میں اکیلا تھا۔ اخبار میں پڑھا تھا کہ دو بجے پاکستان کے وقت کے مطابق شہید اسلام جنرل محمد ضیاء الحق کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ جب گھڑی پر گیارہ بجے تو میں نے سوچا کہ اب پاکستان میں دو بج رہے ہوں گے۔ شاید ٹیلی ویژن والے جنازہ کی کچھ جھلکیاں دکھائیں۔ میں نے آن کیا۔ سامنے وہ نظر آیا جسے دیکھ کر دل تھام کر رہ گیا۔ پاکستانی فوج کے جیالے اپنے صدر کے صندوق کو اٹھا کر لا رہے تھے۔ ایک گھنٹہ تک سوئٹزرلینڈ کے ٹیلی وژن نے براہ راست تمام مناظر براڈ کاسٹ کئے۔ وہ لمحہ بھی آیا کہ وہ صدر جنرل ضیاء الحق جس کی آواز کی گرج سے عالم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، اپنی آخری آرام گاہ میں رکھ دیا گیا۔ جس کے اوپر سینکڑوں من مٹی ڈال دی گئی تھی۔ وہ آنسو جو قوم نے اس کے فراق میں بہائے، وہ آنکھیں جو گھنٹوں اس کی جدائی میں اشکبار رہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے اور اس کے ساتھی شہداء کے لئے اس کی رحمت کی بھیک مانگتی رہیں۔ یہ کیسا منظر تھا جو کبھی بھلایا نہ جا سکے گا۔ لاکھوں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن تھا۔ جتنی پہاڑیاں، جتنی سڑکیں اور جتنی کوٹھیاں تھیں سب لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں، حتیٰ کہ مسجد کی چھت پر بھی لوگوں کا ہجوم تھا۔ انتہائی غم و اندوہ کے لمحات میں پاکستانی قوم کا نظم وضبط دیکھنے والوں کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر رہا تھا۔ سب انتہائی خضوع وخشوع کے ساتھ سراپا عجز و نیاز بن کر اپنے رحمان اور رحیم، غفار اور ستار خدا کی بارگاہ میں اپنے شہید صدر کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔ نماز عصر کے بعد جنیوا کی مسجد میں جنرل صاحب کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا تھا۔ نماز عصر سے پہلے میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ بہت سے پاکستانی ایمبیسی اور پاکستانی مشن کے افراد ملازمین اور عام پاکستانیوں کی کثیر تعداد جمع ہوگئی۔ قرآن کریم کے کئی ختم ہوئے۔ کلمہ شریف اور درود شریف پڑھا گیا۔ سب نے اس کا ثواب جنرل صاحب اور آپ کے شہید ساتھیوں کی ارواح طیبہ کو پہنچایا۔ سبھی رنجیدہ اور غمزدہ تھے۔ ان کی حالت بڑی تکلیف دہ تھی۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور وہ کہہ رہے تھے: آج ہم یتیم ہو گئے۔ ہمارا باپ رخصت ہو گیا۔ اسلام اور پاکستان کی جس دل میں جتنی محبت تھی اسی قدر وہ ان کے حادثہ پر غمناک تھا۔ ہفتہ اور اتوار کو مشن کی ہفتہ وار چھٹی تھی۔ سوموار کو پھر اجلاس شروع ہوا۔ سب سے پہلے صدر صاحب اور ان کے ساتھیوں کی حسرت ناک وفات پر دلی غم واندوہ کا اظہار کیا گیا اور احتراماً کھڑے ہو کر ایک منٹ کے لئے اظہار تعزیت کیا گیا۔ 26 اگست کو جمعہ تھا۔ میں نے سفیر صاحب سے پوچھا کہ اگر میرا کام ختم ہو گیا ہو تو مجھے واپسی کی اجازت دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اب آپ کا کام اختتام پذیر ہو گیا ہے۔ اب سب کمیشن

Marfat.com

کے ممبران خفیہ اجلاس کریں گے جس میں وہ امور جو کمیشن میں زیر بحث آئے ہیں، ان پر خفیہ رائے شماری کریں گے۔ اس میں ہم کسی قسم کی مداخلت نہیں کر سکتے۔ اس لئے آپ اگر جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ چنانچہ بروز جمعہ ساڑھے چھے بجے کی فلائٹ پر میں فرینکفرٹ (جرمن) پہنچا۔ فرینکفرٹ (جرمنی) کا ایک مشہور شہر ہے اور جرمنی کا ہوائی اڈہ ہے۔ وہیں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فارغ التحصیل صاحبزادہ عابد حسین صاحب عرصہ دو سال سے خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان کا اصرار تھا کہ میں ان کے پاس آؤں۔ چنانچہ میں نے واپسی پر ان کے پاس جانے کا پروگرام بنایا اور انہیں اپنی آمد سے مطلع کیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایئر پورٹ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہاں سے ہی پاک دارالاسلام مسجد تک پہنچے۔ مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ نماز ادا کی۔ اس کے بعد احباب کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ باتوں باتوں میں صاحبزادہ عابد صاحب نے بتایا کہ یہاں مزاریوں کو آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی ہے۔ وہ ملاقات کے لئے وقت مانگ رہے ہیں۔ میں نے دوسرے روز عصر کے بعد انہیں ملاقات کے لئے وقت دیا۔ رات کو آرام کیا۔ نماز صبح کے بعد ناشتہ سے فارغ ہو کر سیر کرنے کے لئے نکلے۔ وہاں سے ساٹھ ستر کلو میٹر دور دریائے رائین کے کنارے ایک بڑا خوبصورت قصبہ ہے جس کا نام اس وقت یاد نہیں۔ وہاں پہاڑ کی چوٹی پر ایک یادگار بنی ہوئی ہے جس پر لوہے کے رسوں کے ساتھ چھوٹے ڈبے آویزاں ہیں۔ جس میں چار آدمی آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں۔ وہ رسے بجلی سے چلتے ہیں۔ جانے والے مسافران پر بیٹھ کر اوپر جاتے ہیں اور خالی ڈبوں میں پہلے گئے ہوئے مسافر سیر و تفریح کے بعد لوٹ کر واپس آتے ہیں۔ یہ فاصلہ ڈیڑھ دو کلومیٹر کے برابر ہے۔ اس کے نیچے دامن کوہ ہے جس پر بڑی خوبصورتی سے انگور کی بیلیں لگی ہوئی ہیں۔ انگور کی بیلوں کو تقریباً دو دو فٹ کے فاصلہ پر لائنوں میں لگایا گیا ہے اور ان لائنوں میں تار کھینچ دی گئی ہے تاکہ وہ بیلیں سیدھی رہیں اور لائنوں میں گڑبڑ نہ ہو۔ انگور کی بیلیں از حد سر سبز و شاداب ہیں۔ سامنے دریا کا پاٹ ہے۔ اس کی دوسری طرف بھی انگوروں کے کھیت نظر آتے ہیں جو دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ جنہیں بڑے سلیقے اور ہنر مندی سے کاشت کیا گیا ہے اور ان کی نشو نما کے لئے بڑی توجہ اور محنت سے کام لیا جاتا ہے۔ سارا منظر انتہائی دلکش اور سہانا ہے۔ جب ہم اس پہاڑی پر پہنچے تو ہم ان ڈبوں سے باہر نکلے۔ سامنے پتھر کا ایک بڑا چبوترا بنا ہوا ہے۔ اس کے اوپر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک حواری کا مجسمہ ہے اور اس کے نیچے پتھر پر کندہ ولیم کی تصویر ہے جو اپنے گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ارد گرد اس کے فوجی مصاحب برابر میں کھڑے ہیں۔ کچھ دیر ہم وہاں ٹھہرے۔ پھر اسی جگہ آ گئے جہاں خالی ڈبے ہماری راہ دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ ان میں سوار ہو کر ہم واپس پہنچے۔ ہم اپنی کار نیچے چھوڑ گئے تھے وہاں

Marfat.com

تک پیدل آنا پڑا۔ وہاں پہنچ کر کار میں سوار ہو کر فرینکفرٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جرمنی میں جہاں جہاں جانے کا اتفاق ہوا سڑکیں بڑی ہموار، کشادہ اور آرام دہ ہیں۔ جانے کے لئے الگ اور آنے کے لئے علیحدہ شاہراہ بنی ہوئی ہے۔ بیک وقت تین تین گاڑیاں آ جا سکتی ہیں۔ زمین بڑی زرخیز معلوم ہوتی ہے۔ انہیں آبپاشی کے لئے مصنوعی طریقے اختیار کرنے کی بہت کم ضرورت پیش آتی ہے۔ بارش اس کثرت سے ہوتی ہے کہ ہر موسم کے کھیتوں کے لئے کافی ہوتی ہے۔ درختوں کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر شہر کے باہر کافی وسیع قطعہ زمین درختوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ سڑکوں کے دونوں طرف بڑے بڑے درخت ہیں جو اپنے گھنے سائے سے مسافروں کو آرام اور سکون پہنچاتے ہیں۔ ہم مناظر قدرت کو دیکھتے ہوئے ان کے خوبصورت چھوٹے چھوٹے گاؤں سے گزرتے ہوئے دو بجے کے قریب اپنی قیام گاہ پر پہنچے۔ نماز ظہر ادا کی اور قادیانیوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ پونے سات بجے کے قریب پہلے دو آدمی آئے۔ کچھ دیر کے بعد تین آدمی اور آئے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد نو دس کے لگ بھگ ہو گئی۔ انہیں اپنے پاس بلایا اور گفتگو کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک صاحب کے ہاتھ میں چند پمفلٹ تھے۔ وہ انہوں نے میری طرف بڑھائے اور کہا کہ یہ ہمارے امام نے مباہلہ کے لئے چیلنج کیا ہے۔ کیا آپ اس کو قبول کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں ہم نے آپ کا یہ چیلنج عرصہ ہوا قبول کر لیا ہے اور اس کا اعلان اخبار کے فرنٹ پیج پر کر دیا گیا ہے۔ ہم نے اس کے لئے بارہ ربیع الاول کی رات مقرر کی ہے اور آپ کے مرزا صاحب نے کہا ہے کہ وہ اس رات مینار پاکستان کے میدان میں تشریف لے آئیں گے۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں وہاں آنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ اپنے گھر میں دعا کریں گے۔ آپ اپنے گھر میں دعا کریں گے۔ میں نے کہا: آپ نے چیلنج دیتے ہوئے مباہلہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ قرآنی اصطلاح ہے اور اس پر اسی طرح عمل کیا جائے گا جس طرح آیت کریمہ نے اس کی وضاحت کی ہے اور اس کا طریقہ کار بتایا ہے۔ جب یمن کے علاقہ نجران کے عیسائیوں کے پادری مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور عقیدۂ تثلیث میں رحمتِ عالم ﷺ سے گفتگو کی اور حضور ﷺ نے تثلیث کے بطلان اور عقیدۂ توحید کے اثبات کے دلائل پیش کئے تو انہوں نے اپنی ضد نہ چھوڑی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مباہلہ کرنے کا حکم اپنے حبیب کو دیا اور اس آیت میں اس کی وضاحت کی:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ (آل عمران)

"آپ کہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے اللہ کے حضور

Marfat.com

التجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔''

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریق اپنے اہل خانہ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ میدان میں جمع ہوں گے۔ پھر مل کر بڑی عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگیں گے کہ جو جھوٹا ہے اس پر اس کی لعنت ہو۔ مباہلہ کا قرآن کریم نے یہی طریقہ بتایا ہے۔ اگر آپ کے مرزا صاحب میں یہ ہمت نہ تھی تو انہوں نے مباہلہ کا لفظ کیوں استعمال کیا۔ کہنے لگے: پاکستان میں ان کی جان کا خطرہ ہے۔ ہم نے ان کو بتایا کہ جو حق کے علمبردار ہوتے ہیں ان کو جان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ ہر قیمت پر اور ہر حالت میں اپنی دعوت کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ کیا ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے آتشکدے کو دیکھ کر اور اس سے ڈر کر دعوت توحید سے پہلو تہی کر لی تھی۔ کیا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون جیسے جابر اور متمرد کے سامنے کلمہ حق بلند نہیں کیا تھا۔ لیکن وہ اسی بات پر بضدر ہے کہ آپ اپنی جگہ بیٹھ کر بددعا کریں اور وہ اپنی جگہ بددعا کریں گے۔ ان کو بار بار سمجھایا گیا کہ مباہلہ کا لفظ آپ کے مرزا نے استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ استعمال کرنے سے پہلے ان کو اس لفظ کا مفہوم سمجھنا چاہیے تھا اور اگر انہیں اس مفہوم پر پورا اترنے کی ہمت نہ تھی تو یا خاموشی اختیار کرتے اور یا کوئی اور لفظ استعمال کرتے۔ لیکن بجز سکوت کے ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد وہ تشریف لے گئے۔ اتوار کے روز ظہر کے بعد عظیم الشان جلسہ ہوا، جس میں اس فقیر نے تقریباً سوا دو گھنٹے مرزائیت کے رد میں تقریر کی، جس سے مجھے یقین ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ حاضرین کو بڑا فائدہ ہوا ہوگا اور ان میں وہ روایتی بے خبری ختم ہو گئی جس کے باعث قادیانی شاطر انہیں باآسانی اپنا صید زبوں بنایا کرتے تھے۔ 29 اگست 88ء کو ساڑھے آٹھ بجے کے قریب جدہ کے ہوائی اڈے پر اترا۔ وہاں محترم حکیم نذیر احمد صاحب، محترم گل احمد خان صاحب کار لے کر تشریف لائے ہوئے تھے اور عزیزم حاجی مہر محمد صدیق صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ رات گل احمد صاحب کے پاس بسر کی۔ نماز صبح کے بعد پرتکلف ناشتہ کا اہتمام فرمایا۔ وہاں سے میں اور حاجی مہر محمد صدیق صاحب مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ ایک عمرہ صدر شہید کی روح کو ایصال ثواب کے لئے کیا۔ منگل اور بدھ کے دو دن مکہ مکرمہ میں بسر کئے۔ بروز بدھ سوا چھ بجے بذریعہ بس مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوا۔ رات کے بارہ بج کر چند منٹ ہوئے تھے کہ اس مقدس اور پاکیزہ بستی میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی جس کی گلی کی خاک کے ذرے اپنی چمک اور دمک میں مہر و ماہ کو شرما دیتے ہیں۔ جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کی رات دیار حبیب علیہ الصلوٰۃ السلام میں بسر ہوئی۔ ان مقامات پر حاضری کی لذتیں، کیف اور سرور ناقابل بیان ہے۔ اس کو وہی لوگ جان سکتے ہیں جن کو اس سے لطف اندوز ہونے کی سعادت ارزانی کی جاتی

Marfat.com

ہے۔ بھائی غلام رسول صاحب اپنی کار پر مجھے واپس مکہ لے آئے۔ واپسی پر بھی عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر آخری بار غلاف کو بوسہ دے کر الوداع کیا اور جدہ کے لئے روانہ ہوا۔ ساڑھے آٹھ بجے پی، آئی اے کی فلائیٹ پر کراچی اور وہاں سے چھ بجے اسلام آباد پہنچا۔ اپنے مکان پر پہنچ کر پہلا کام یہ کیا کہ ایران میں سفیر صاحب کو ٹیلی فون کیا تاکہ معلوم ہو کہ اس رائے شماری کا کیا نتیجہ نکلا۔ اتفاقاً فوراً رابطہ ہو گیا۔ انہیں جب پتہ چلا کہ ٹیلیفون پر میں ہوں تو بے ساختہ ان کی زبان سے مبارکباد، مبارکباد کے کلمے نکلے۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاکستان کو اس معرکہ میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ یہ مژدۂ جانفزا سن کر میں نے اپنے رب کریم کا شکریہ ادا کیا جس نے اس ناچیز اور اس نااہل کو یہ خدمت سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین۔ اس خوشی کے باوجود دل میں قلق تھا۔ کاش یہ خوشخبری اپنی زبان سے اس گرامی ہستی کو سنا سکتا جس نے اس عظیم کام کے لئے بندہ ناچیز کا انتخاب کیا تھا۔ میرے پاکستان واپس آنے سے پہلے ہی شہادت کا تاج پہن کر اپنے رب کریم کی بارگاہ میں پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ میں ان کے مزار پر گیا۔ جو عمرہ میں نے ان کے لئے کیا تھا اس کا ثواب ان کی پاک روح کو نذر کیا اور انہیں یہ بھی عرض کی: جس کام کے لئے آپ نے مجھے بھیجا تھا، اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو اس میں سرخروئی عطا فرمائی۔ یقیناً ان کی روح نے یہ سنا ہوگا۔ یقیناً بے پایاں مسرت ہوئی ہوگی۔

رحمۃ اللّٰہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعلےٰ جمیع المسلمین الی یوم الدین

Marfat.com

آدابِ زیارتِ حرمین شریفین

ترتیب: محمد رمضان چشتی

مئی 1990ء کا آخری عشرہ شروع ہو چکا تھا۔ دھوپ کی حدت اور گرمی کی شدت اپنے جوبن پر تھی۔ محسوس یوں ہوتا تھا کہ آفتاب عالمتاب اپنی تمازت کا بھرپور اظہار کر کے اپنی قوت وطاقت اور برتری کا لوہا منوانا چاہتا ہے۔ بہر حال صورت جو بھی تھی گرمی اس قدر شدید تھی کہ چاشت پر بھی جون کی ایک گرم دوپہر کا گمان ہو رہا تھا۔

یہ چھبیس مئی کی بات ہے کہ رقمطراز کسی کام کے لئے دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے دار الاقامہ "القمر کیمپس" گیا۔ جب واپس کمرے میں پہنچا تو دو افراد کو اپنا منتظر پایا، جن پر سفر، تھکاوٹ اور پیاس کے آثار نمایاں تھے۔ ایک صاحب سے کچھ تعارف تھا۔ کیونکہ ان سے ایک مختصر ملاقات پہلے ہو چکی تھی۔ یہ عبد الرحمٰن صاحب تھے اور دوسرے میرے لئے بالکل اجنبی تھے۔ بہر حال ملاقات ہوئی۔ بندہ نے ایک ساتھی کو مشروب تیار کرنے کے لئے کہا اور خود ان سے مصروف گفتگو ہو گیا۔ تعارف کراتے ہوئے عبد الرحمٰن صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ میرے بھائی اسعد صاحب ہیں اور پوسٹ آفس میں ایک اچھے عہدے پر کام کرتے ہیں۔ اچھے خاصے تعلیم یافتہ ہیں۔ اللہ کریم نے ان پر کرم فرمایا۔ دیار حبیب ﷺ سے بلاوا آ گیا ہے۔ اس سال یہ زیارتِ حرمین شریفین کے لئے جا رہے ہیں۔ حضور ضیاء الامت زید مجدہٗ کی زیارت کا شوق انہیں کشاں کشاں یہاں لے آیا ہے تا کہ زیارت سے طمانیت قلب وروح کا سامان بھی کریں اور ان کی حکمت آموز اور بصیرت افروز پند ونصائح کو زادِ راہ کے طور پر ساتھ بھی لے جا سکیں۔

ہم ابھی باتوں ہی میں مشغول تھے کہ قبلہ پیر صاحب کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ بندہ نے ملاقات کے لئے اس موقع کو غنیمت جانا۔ کیونکہ ان دنوں قبلہ ضیاء الامت سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر خامہ فرسائی فرما رہے تھے اور دروازہ اکثر وبیشتر بند رہتا تھا۔ چنانچہ جونہی دروازہ کھلا بندہ نے دونوں احباب کو ملاقات کے لئے کہا۔ انہوں نے نیاز مندانہ انداز میں قبلہ پیر صاحب سے ملاقات کی۔ شوق لقا اور حج بیت اللہ کے سلسلے میں اپنے مدعا کو بیان کیا۔ ان کی بات سن کر قبلہ پیر صاحب نے زیارت حرمین شریفین کے سلسلے میں چند نصائح اور ہدایات ارشاد فرمائیں، جن کا مفہوم ان عنوانات کی روشنی میں کچھ یوں ہے:

Marfat.com

(1) تربیت اخلاق

حج کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد تربیت اخلاق ہے۔ تربیت اخلاق کے لئے اس زریں موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

سفر تھوڑا ہو یا زیادہ باعث کلفت ہوتا ہے، جیسا کہ سفر کے بارے میں کہا گیا ہے **السفر صقر ولو کان میلا** (سفر میل بھر کا بھی ہو تو موت کے مشابہ ہے)۔ سفر طے کرنے کے بعد طبیعت آرام وسکون کا تقاضا کرتی ہے اور اس طبعی حق کے حصول میں کسی قسم کی خلل اندازی گوارا نہیں کرتی۔ حجاج کرام بھی مناسک حج کی ادائیگی کے لئے طویل مسافتیں طے کر کے حرمین شریفین کی مقدس سرزمین اور پاکیزہ فضاؤں میں وارد ہوتے ہیں۔ دوران سفر انہیں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دھوپ، گرمی، انتظار، بھوک، پیاس اور کم خوابی کی سنگلاخ اور صبر آزما وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ان کی طبیعت آرام وسکون کا شدید تقاضا کرتی ہے اور خلل اندازی کی صورت میں ردعمل کا بھی شدید ہونا ایک فطرتی امر ہے لیکن یہ مقاصد حج کے منافی ہے۔ فریضہ حج انسان کو اچھے اخلاق سے مزین ہونے کا درس دیتا ہے۔ محبت وخلوص، تحمل وبردباری اور ایثار ورواداری کے بلند اوصاف سے متصف دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے حاجی کو چاہیے کہ ہر حال میں ضبط سے کام لے۔ مختلف حالات وکیفیات سے گزرتے ہوئے اگر اسے تکلیف پہنچے، دھکے لگیں، کوئی سخت کلامی اور ترش روئی سے پیش آئے، ناروا سلوک کرے تو یہ سب کمال تحمل وبردباری سے برداشت کرے اور اگر وہ مسلسل کئی دنوں تک ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر بعد میں بھی ان اصولوں پر عمل پیرا ہونا اس کا معمول بن جائے گا۔ نتیجۃً معاشرہ اس کے بلند اخلاق سے مستفیض ہوگا اور ایک خوش آئند تبدیلی رونما ہوگی۔

آپ بھی تربیت اخلاق کی طرف پوری توجہ دیں۔ ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ کسی مرحلہ پر دامن ضبط ہاتھ سے چھوٹ جائے اور آپ کسی نامناسب حرکت کا ارتکاب کر بیٹھیں۔ بس خدا کی یاد میں مگن اپنے حال میں مست رہیں اور ہر حال میں ضبط وتحمل اور بردباری سے کام لیں۔

(2) خدمت خلق

حرمین شریفین انوار وتجلیات کی جلوہ گاہ ہیں۔ وہاں ہر وقت اللہ کریم کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ خوش نصیب ارواح دنیا کے گوشہ گوشہ سے ان مقدس مقامات کی حاضری کا شرف حاصل کرتی ہیں۔ ان میں ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ وہاں آپ کو کچھ ایسے لوگ بھی ملیں گے جو ان پڑھ ہوں گے۔ ان کے لئے وہاں کا ماحول بالکل اجنبی ہوگا۔ وہ وہاں کی زبان سے نابلد ہوں گے۔ افہام وتفہیم

Marfat.com

سے قاصر ہوں گے یعنی نہ تو دوسروں لی بات سمجھ سکتے ہوں گے اور نہ ہی اپنی بات انہیں سمجھا سکتے ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو اگر کسی مشکل کا سامنا ہو تو ان کی ہر ممکن مدد کرنا۔ اگر انہیں راستہ کا علم نہ ہو تو انہیں راستہ بتانا۔ گو آپ کو بھی پوچھ کر بتانا پڑے گا۔ لیکن آپ پوچھ سکتے ہیں اور وہ پوچھنے سے قاصر ہوں گے۔ اگر کوئی بیمار ہو تو دوائی حاصل کرنے میں اس کی مدد کریں۔ ہسپتال تک پہنچنے اور ضروریات کے حصول میں اس کی اعانت کریں۔ اگر کوئی کمزور ہو اور اپنا بوجھ نہ اٹھا سکتا ہو تو بوجھ کے اٹھانے میں اس کا ہاتھ بٹائیں۔ اس عمل یعنی خدمت خلق کا ثواب نفلی عبادت سے کئی گنا زیادہ ہے۔

(3) مناسب غذا

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس چیز کو بھی مناسب غذا میسر نہ آئے ضعف و اضمحلال کا شکار ہو جاتی ہے اور پھر نہ صرف یہ کہ اس کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے بلکہ وہ آہستہ آہستہ اپنا وجود بھی کھو بیٹھتی ہے۔ انسان جسم و روح کا مرکب ہے اور دونوں کے لئے غذا ناگزیر ہے۔ مناسب غذا پا کر ہی دونوں قوت و توانائی برقرار رکھ سکتے ہیں۔ اس لئے روح کی غذا یعنی ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ جسم کی غذا کا بھی خیال رکھنا۔ کھانے کے معاملات میں بخل سے کام نہ لینا۔ فروٹ اور دودھ استعمال کرنا۔ البتہ گوشت کم استعمال کرنا۔ اس ضمن میں لاپرواہی برتنے سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے اور بیماریاں یلغار کر دیتی ہیں اور قوت مدافعت کم ہونے کے باعث آدمی بیمار ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بعض فرائض کی ادائیگی بھی نہیں کر پاتا۔

(4) ضروری احتیاط

جہاں مناسب غذا جسم کے لئے ضروری ہے وہاں موسمی اثرات کی شدت سے اس کی حفاظت کرنا بھی ناگزیر ہے۔ اس سلسلہ میں یہ احتیاط پیش نظر رہے کہ طواف دھوپ میں نہ ہو کیونکہ وہاں کی دھوپ بہت سخت ہوتی ہے۔ بعض لوگ گرمی کی حدت سے بے نیاز لاابالی پن میں طواف کرتے ہیں۔ شدید گرمی برداشت نہیں کر سکتے اور بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کوشش کرنا کہ طواف ٹھنڈے وقت میں ہو۔

(5) گراں بہا لمحات

وقت ایک انمول خزانہ ہے۔ اس کا کوئی بدل نہیں۔ اس حیات مستعار کا جو لمحہ بیت چکا وہ دوبارہ میسر نہیں آ سکتا اور پھر حالات و کیفیات اور مقامات کے بدلنے سے وقت کی قدر و قیمت اور اس کے تقاضے بھی بدل جاتے ہیں۔ یہاں وقت کی قدر و قیمت اور تقاضے کچھ اور ہیں اور وہاں کچھ اور ہوں گے۔ وہاں کے لمحات کو غنیمت اور گراں مایہ سمجھیں۔ ناگزیر امور کے علاوہ تمام اوقات بیت اللہ شریف

Marfat.com

میں گزاریں۔ عبادت وریاضت اور ذکر وفکر میں مشغول رہیں۔ بیت اللہ شریف کو صرف بیٹھ کر دیکھتے رہنا بھی عبادت ہے۔ بازاروں میں ادھر اُدھر گھوم پھر کر وقت ضائع نہ کر دینا۔

اسی طرح جب ارض طیبہ یعنی مدینہ منورہ حاضری کا شرف حاصل ہو، اپنے گرانقدر اوقات کو لایعنی مصروفیات میں ضائع کرنے کی بجائے حرم شریف میں گزاریں۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں۔ آپ ﷺ کی خدمت میں التجائیں کریں۔ آرزوئیں پیش کریں اور یقین کریں کہ میرا آقا ﷺ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے سلام کو سن بھی رہا ہے اور جواب بھی دے رہا ہے۔ اگر غلام کا آقا اسے دیکھ بھی رہا ہو اور اس کا جواب بھی دے رہا ہو تو اس سے بڑھ کر ایک غلام کی اور کوئی معراج نہیں ہوتی۔

قبلہ ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی پند وموعظت سے لبریز گفتگو میں بڑی چاشنی اور مٹھاس تھی اور چونکہ وہ دل کی گہرائیوں سے نکل رہی تھی اس لئے اس میں بلا کی اثر انگیزی تھی کیونکہ ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے　　پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اور بقول قلندر لاہوری

؎ خون دل وجگر سے ہے مری نوا کی پرورش
ہے رگ ساز میں رواں صاحب ساز کا لہو

سامعین کے دل بھلا کیسے موم نہ ہوتے۔ ان کی آنکھیں بھلا کیسے نمناک نہ ہوتیں۔ بس کیف ومستی کا بہاؤ تھا جس میں وہ تنکوں کی طرح بہے جا رہے تھے، خصوصاً وہ خوش نصیب جو عازم کوئے حبیب ﷺ ہو رہا تھا۔ وہ ارض مقدس جس کے تقدس کے بارے میں کسی اہل درد نے کہا ہے کہ ؎

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا　　ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

نہ جانے اس کی دلی کیفیات وواردات کا کیا عالم ہوگا۔ درون خانہ جذبات کی وارفتگی کی کیا نوعیت ہوگی۔ نہاں خانہ دل کی سرمست وبےخود دھڑکنیں شوق ومستی کے کس ساز کو چھیڑ چکی ہوں گی۔ بہر حال ظاہری طور پر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ محترم اسعد صاحب جذبات سے کلی طور پر مغلوب ہو چکے ہیں۔ خمیدہ سر، چشم تر، سراپا نیاز بنے بیٹھے تھے۔ قبلہ ضیاء الامت کی پاکیزہ زبان سے جب یہ جملہ ادا ہوا کہ غلام کا آقا اگر اسے دیکھ بھی رہا ہو اور اس کے سلام کو سن بھی رہا ہو اور اس کے سلام کا جواب بھی دے رہا ہو تو اس سے بڑھ کر غلام کے لئے اور کوئی معراج نہیں۔ تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور بھرائی ہوئی آواز میں ان کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے: " حضور ﷺ کی بارگاہ عالی اور مجھ جیسا گنہگار "

قبلہ پیر صاحب نے حرم شریف کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھنے کی طرف ان کی توجہ مبذول کرتے

Marfat.com

ہوئے فرمایا:

''حرم شریف کا دروازہ عشاء کے بعد بند ہو جاتا ہے اور تہجد کے وقت کھلتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ دروازہ جونہی کھلتا ہے لوگ ریاض الجنہ میں جگہ حاصل کرنے کی غرض سے دوڑنا شروع کر دیتے ہیں جو کہ بڑی بے ادبی ہے۔ اور اس بارگاہ کے تقدس کا تو یہ عالم ہے کہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید وبایزید اینجا

اہل درد و سوز اور بادہ خواران مئے عشق و محبت تو اپنی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ ۔

ہزار بار بشویم دھن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

اور کبھی یوں تلقین کرتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ

ے اے رھروان شوق یاں سر کے بل چلو
طیبہ کے راستے کا تو کانٹا بھی پھول ہے

حضور خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اچھوتے اور دلکش انداز میں کیا خوب فرمایا کہ ۔

باب جبریل کے پہلو میں ذرا دھیرے سے ؎ فخر کہتے ہوئے جبریل کو یوں پایا گیا
اپنی پلکوں سے درِ یار پہ دستک دینا اونچی آواز ہوئی عمر کا سرمایہ گیا

قبلہ پیر صاحب نے انہیں فرمایا کہ جاہلوں کی طرح ہرگز اس بے ادبی کا ارتکاب نہ کرنا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانہ مبارک کی ہر جگہ ہمارے لئے مقدس ہے۔ اگر ریاض الجنۃ میں جگہ میسر نہ آ سکے تو جہاں جگہ مل جائے وہاں ہی مصروف ذکر ہو جانا۔

آپ نے ان کو جنت البقیع کی حاضری کی بھی ہدایت فرمائی۔ آپ نے فرمایا: وہاں چودہ صدیوں کا نچوڑ ہستیاں محو استراحت ہیں۔ حضور ﷺ کی آلِ پاک میں سے بہت سے نفوسِ قدسیہ، ازواجِ مطہرات، حضرت عثمان غنی اور دوسرے بہت سے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم آسودۂ خواب ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کرنا اور اجر و ثواب کا استحقاق پیدا کرنا۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی مرقد پر حاضری دینا۔ مسجد قبا میں حاضر ہو کر نفل ادا کرنا۔ یہ بہت بڑے اجر کا باعث ہے کیونکہ حضور ﷺ ہر ہفتہ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی معمول رہا۔ گویا یہ حاضری سنت ہے۔

Marfat.com

ایک اعتراض کا علمی جائزہ

ضیاء القرآن جلد اول کے صفحہ 50 پر آیت 37 کی تفسیر میں صاحب تفسیر ضیاء القرآن نے ایک واقعہ لکھا۔ ضیاء القرآن کے مطالعہ کے بعد ایک صاحب نے اس واقعہ کو ضعیف قرار دیتے ہوئے حضرت ضیاء الامت کو ایک مکتوب تحریر کیا جس کا تفصیلی جواب حضرت ضیاء الامت نے تحریر فرمایا ہے۔ جناب معترض کا اعتراض اور صاحب تفسیر ضیاء القرآن کا جواب ان صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

جناب محترم المقام پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری دامت فیوضکم!

آپ کی تفسیر ضیاء القرآن جلد اوّل کے صفحہ 50، آیت نمبر 37 فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ۝ کے بارے میں جو تفسیر حاشیہ میں لکھی ہے اس کے ضمن میں ایک معترض کی بات نقل کر رہا ہوں۔ اس آدمی کی رائے یہ ہے کہ آپ کا مندرجہ حوالہ ضعیف ہے۔ گویا درست نہیں ہے۔

ایک اہم سوال

حاکم نے ''المستدرک'' میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ہر سہ کتب کی سند ایک ہی ہے۔ یعنی عبد اللہ بن مسلم، اسمٰعیل بن مسلمہ، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم، حضرت عمرؓ۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اسے روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت عبدالرحمٰن بن اسلم کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور وہ ضعیف ہے۔

حافظ ذہبی ''تخریج مستدرک'' میں حاکم کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ روایت کیسے اور کہاں سے صحیح ہوتی۔ یہ روایت تو موضوع ہے اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم واہی ہے اور عبد اللہ بن مسلم الفہری کو میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ لیکن عبداللہ بن مسلم الفہری کا میزان میں ذکر کرتے ہوئے یہ نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے یعنی ''اے آدم اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔'' (میزان جلد دوم ص 504)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت قطعی طور پر ضعیف ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد دوم ص 322)

حافظ ابن حجر ''لسان'' میں لکھتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔ (لسان المیزان جلد سوم ص 359)

Marfat.com

اس حدیث کو طبرانی نے المعجم الصغیر ص 207 پر عبدالرحمٰن بن اسلم سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس سند کے علاوہ اس کی کوئی سند نہیں۔

الہیثمی ''مجمع الزوائد'' جلد ہشتم ص 252 پر لکھتے ہیں: یہ روایت طبرانی نے ''اوسط'' اور ''صغیر'' میں نقل کی ہے۔ اس کے بعض راوی تو مجہول ہیں اور آخر میں یہی عبدالرحمٰن موجود ہے۔

امام ابن تیمیہ اپنی کتاب ''القاعدة الجليلة فی التوسل والوسيلة'' کے صفحہ 69 پر لکھتے ہیں: اس روایت کے باعث حاکم پر سخت اعتراض کیا گیا کیونکہ حاکم خود اپنی کتاب ''المدخل فی معرفة الصحیح من السقیم'' میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحیم بن زید اپنے باپ کے نام سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ اور یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ یہ روایت عبدالرحمٰن نے وضع کی ہے کیونکہ عبدالرحمٰن تمام محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ یہی بات ابن الجوزی نے تحریر کی ہے۔

حافظ ابونعیم نے حاکم کا قول نقل کیا ہے کہ یہ عبدالرحمٰن اپنے باپ کے نام سے جھوٹی احادیث روایت کرتا ہے۔ (سلسلة احادیث الضعیفہ جلد اول ص 38)

پھر حاکم مستدرک میں اس کہانی کو صحیح قرار دیتے ہیں اور حیرت تو بیہقی جیسے شخص پر ہے، جنہوں نے اس موضوع کہانی کو ''دلائل النبوۃ'' میں نقل کر کے اسے دلیل نبوت بنا دیا ہے۔ اگرچہ انہوں نے ضعیف بھی لکھا ہے۔ مگر قرآن کہتا ہے فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ۔

''آدم نے اپنے رب سے کلمات حاصل کیے۔ اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔ یہ تمام احتمالات تو اس وقت پیدا ہو سکتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی وضاحت نہ کی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ اعراف میں خود وضاحت فرما رہا ہے کہ ہم نے یہ کلمات تلقین کیے تھے۔

رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ٚ وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ

براہ کرم آپ نوازش فرمائیں اور جواب سے سرفراز فرمائیں۔ شکریہ

الجواب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمدلله رب العالمين واطيب الصلوت وازكى التسليمات على رحمة للعالمين شفيع المذنبين سيدنا ومولانا محمّد المبعوث خاتم النبيين وعلى اله واصحابه اجمعين الى يوم الدين۔

جناب کا والا نامہ موصول ہوا جس میں کسی معترض کے اعتراض کا ذکر کیا گیا ہے جو ضیاء القرآن کے اس حاشیہ پر کیا گیا ہے جس کا تعلق فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ الآیۃ کے تفسیری حاشیہ پر ہے۔

Marfat.com

حضرت معترض کی رائے میں میں نے ایک ضعیف حدیث سے بے محل استدلال کیا ہے اور آپ نے مجھے اس کی وضاحت کرنے کا حکم دیا ہے۔

میری اولین گزارش یہ ہے کہ میری حیثیت ناقل کی ہے۔ ناقل کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ اس کی نقل صحیح ہو۔ اگر اس کی نقل منقول عنہ کے خلاف ہو یا اس میں قطع و برید، تقدیم و تاخیر یا تحریف کر دی گئی ہو تو ناقل قابل مواخذہ ہوتا ہے اور اگر اس نے نقل میں صحت کا پوری طرح خیال رکھا ہو۔ اس میں اور منقول عنہ میں کوئی تفاوت نہ ہو اور منقول عنہ بھی معتبر ہو اور قابل اعتماد بھی تو ناقل کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔

میں نے یہ روایت تفسیر فتح العزیز سے نقل کی ہے اور فتح العزیز کے مصنف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ فن حدیث و تفسیر میں ان کی مہارت، ان کا تبحر اور ثقاہت اہل علم و دانش کے نزدیک ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ ان کے علمی فیوض و برکات خصوصاً علم حدیث اور سنت نبوی ﷺ کی اشاعت میں ان کا مقام بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ وہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے علوم کے وارث اور آپ کے خوان حکمت کے قاسم تھے۔ برصغیر ہند میں آپ کی روشن کی ہوئی شمعیں نور افشانی کر رہی تھیں۔ انہوں نے اس روایت کو اس سند سے اپنی بے نظیر تفسیر فتح العزیز میں رقم فرمایا ہے۔ انہوں نے اس روایت کو صرف درج کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر جو اعتراض ہوتا ہے اس کو ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی اس کا تسلی بخش جواب دیا ہے۔ آپ نے اس مقام پر اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ کیا کسی مخلوق کا کوئی حق اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے اور حق کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عزت و جلال میں کوئی التجاء یا دعا کی جا سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا جو اختلاف ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ نیز اس حدیث کی تائید کے لئے انہوں نے ایک اور حدیث نقل کی ہے جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے پہلی حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

"دریں جا باید دانست کہ در کتب فقہ مذکور است کہ دعا کردن بحق کسے مکروہ است۔ زیرا کہ کسے بخدا حقے نمی باشد و تفصیل مقام آنست کہ نزد معتزلہ کہ افعال عباد را مخلوق عباد می دانند جزائے افعال حق حقیقی بندگاں است و بر مذہب اہل سنت و جماعت افعال عباد مخلوق خدا اند۔ پس عباد را بسبب آں افعال حقے ثابت نیست حقیقتاً بلکہ وعدۃً و جعلاً۔ چنانچہ در حدیث صحیح آمدہ است کہ من امن باللہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وصام رمضان کان حقا علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ و نیز در حدیث صحیح از معاذ بن جبل آمدہ ھل تدری ما حق العباد علی اللہ الخ پس آنچہ در

Marfat.com

روایت تو بہ حضرت آدم آمدہ است محمول بر ہماں حق تفضلی وجعلی است وآنچہ در کتب فقہ ممنوع است حق حقیقی است۔'' (فتح العزیز ص 3-162)

''اس جگہ یہ چیز معلوم ہونی چاہیے کہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ دعا کرتے وقت بحق فلاں کہنا مکروہ ہے کیونکہ کسی شخص کا کوئی حق اللہ تعالیٰ پر نہیں۔ فقہاء کے اس قول کی تفصیل یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک انسان اپنے اعمال، افعال کے خود خالق ہوتے ہیں۔ اس لئے جب وہ کوئی عمل بجالاتے ہیں تو ان اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر ان کا حقیقتاً ایک حق لازم ہوجاتا ہے، لیکن اہلسنت وجماعت کے نزدیک انسان اپنے اعمال کا خالق نہیں بلکہ اس کے اعمال کو اللہ تعالیٰ خود تخلیق فرماتا ہے۔ اس لئے حقیقتاً بندوں کا کوئی حق اللہ تعالیٰ کے ذمے نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ خود اپنے ذمہ لینے کا وعدہ فرمائے اور اس کو اپنے اوپر خود لازم کروے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے، نماز ادا کرتا ہے، روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کا یہ حق ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے۔ نیز حدیث صحیح میں ہے: حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا کونسا حق اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ اس روایت میں جس میں حضرت آدم کی توبہ کا ذکر ہے۔ یہاں بھی محمد مصطفیٰ ﷺ کے جس حق کا وسیلہ پکڑا گیا ہے وہ، وہ حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ازراہ فضل وکرم اپنے اوپر اپنے حبیب ﷺ کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔''

اگر یہ روایت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک پایہء اعتبار سے ساقط نہیں بلکہ حجت ہے اور دلیل بننے کے قابل ہے تو ہم طالبانِ علم جو ان کے خوانِ علم وحکمت کے ریزہ چیں ہیں اگر ان کی مستند کتاب سے نقل کرتے ہیں تو کسی کو ہم پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ کیا حضرت معترض کا یہ زعم ہے کہ اس روایت کے راویوں کے بارے میں جو داد تحقیق انہوں نے دی ہے حضرت شاہ صاحب کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی تھی یا جن کتابوں کے حوالے ان صاحب نے دیئے ہیں وہ حضرت شاہ صاحب کو میسر نہ تھیں۔ اگر ایسا نہیں بلکہ ان کے بحر علم وحکمت کی وسعتیں ہمارے فکر وگمان سے بھی ماوراء ہیں اور انہوں نے علماء جرح وتعدیل کے ان اقوال پر آگاہ ہونے کے باوجود اس روایت کو اپنی تفسیر میں درج کیا ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی جو باریک خط اور تنگ سطروں والے دو طویل صفحات پر پھیلی ہوئی ہے تو ہمیں بھی حق پہنچتا ہے کہ ان کے علم اور ان کی تحقیق کے چشمہ شیریں سے سیراب ہوں۔

Marfat.com

آگے جانے سے پہلے میں وہ حدیث نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو آپ نے پہلی حدیث کی تائید میں پیش کی ہے۔ لکھتے ہیں:

"بروایت ابن المنذر از حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجهه الکریم ایں الفاظ بازیادت اللهم اسئلک بجاه محمد عبدک و کرامته علیک ان تغفرلی خطیئتی وارد شده و درابتداء دعا لا اله الا الله وحده لا شریک له تابه و هو علی کل شی قدیر نیز وارد گردیده۔"

(فتح العزیز سورۂ بقرہ ص 163)

یعنی ابن المنذر کے واسطہ سے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے اس دعا کے بعد یہ زائد جملے بھی مروی ہیں اللهم اسئلک بجاه محمد اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس عزت کے طفیل جو اپنے بندے محمد ﷺ کو تو نے دی ہے اور ان کی اس فضیلت اور شرف کے طفیل جو تیری جناب میں ان کو حاصل ہے تو میری خطا کو معاف فرما دے۔"

اس روایت سے استدلال صرف شاہ عبد العزیز صاحب نے نہیں کیا بلکہ علماء ربانیین اور سلف صالحین نے بھی مرقع جمال وکمال ﷺ کی بارگاہ حسن سرمدی میں نظم ونثر میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو نعتیہ قصیدہ رقم فرمایا ہے اس میں سرکار دو عالم ﷺ کے فیوض وبرکات، کمالات ونوالات کا ذکر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

انت الذی لما توسل ادم
من زلة لک فاز و هو اباک
وشفیت ذالعاهات من امراضهم
وملأت کل الارض من جدواک

"یعنی آپ ﷺ کی وہ ذات بابرکات ہے کہ آدم علیہ السلام نے جب آپ ﷺ کے وسیلہ سے مغفرت کی دعا کی تو وہ کامیاب ہو گئے حالانکہ وہ آپ کے باپ تھے۔
آپ نے ہر مرض کے مریض کو اس کی بیماریوں سے شفا بخشی ہے اور ساری روئے زمین کو اپنی جود وعطا سے لبریز کر دیا ہے۔"

متاخرین میں مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب میں آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا واقعہ بڑی شرح وبسط سے قلمبند کیا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (نشر الطیب

Marfat.com

ص 9 مکتبہ دیوبند)

اور ساتویں صدی کے فقیہ اور محدث تقی الدین السبکی نے اپنی مشہور کتاب شفاء السقام میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔

(شفاء السقام ص 120 پر ملاحظہ فرمائیں)

نیز اس قسم کے اعتراضات تو اس وقت کیے جاتے ہیں جب کسی مسئلہ کے اثبات کے لئے ایک ہی روایت ہو جس کے کسی راوی پر بعض علماء نے جرح وقدح کی ہو لیکن اگر کوئی مسئلہ کثیر التعداد آیات قرآنی اور مستند احادیث نبویہ سے ثابت ہو اور اس کے اثبات کے لئے اگر کوئی ایسی روایت پیش کی جائے جس پر ضعیف ہونے کا الزام ہو تو اس روایت کے پیش کرنے سے اس مسئلہ پر خط تنسیخ نہیں کھینچا جا سکتا کیونکہ وہ مسئلہ تو پہلے ہی مسلمہ دلائل سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ ان قوی دلائل کی وجہ سے اس ضعیف روایت کے ضعف کی بھی تلافی ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں عبد الرحمٰن بن زید کو ہدف طعن بنایا گیا ہے اور بعض علماء نے انہیں ضعیف لکھا ہے۔ حاکم نے پوری تحقیق کے بعد اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ہمارے لئے حاکم کی تصحیح حجت ہے۔ (المستدرک للحاکم ص 615 ج 2)

مذکورہ بالا حدیث کے مفہوم کی تائید اور ثبوت کے لئے چند آیات ملاحظہ ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرۃ)

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا جو ترجمہ اور تشریح کی ہے وہ پیش خدمت ہے:

''پس بودند ایں یہودیاں قبل از نزول ایں کتاب معترف ومقر نبوت ایں شخص و بزرگی او بر جمیع انبیاء زیر انکہ در وقت جنگ وخوف شکست خود طلب فتح ونصرت می کردند از جناب الٰہی بنام ایں پیغمبر و مید انستند کہ نام ایں قدر برکت دارد کہ بسبب ذکر آں فتح ونصرت حاصل می شود و دعا اینست: اللھم ربنا انا نسئلک بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان وبکتابک الذی تنزل علیه اخر ما ینزل ان تنصرنا علی اعدائنا۔''

(فتح العزیز ص 286 پارہ اول)

''ترجمہ:۔ یہودی اس کتاب کے نازل ہونے سے پہلے حضور ﷺ کی نبوت کے قائل تھے اور اس بات کے معترف تھے کہ حضور ﷺ کی شان تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑی ہے اور جنگ میں جب شکست کا خوف ہوتا تھا تو اس وقت حضور ﷺ کے نام سے توسل

Marfat.com

کرتے تھے اور فتح یاب ہوتے تھے۔ جو دعا وہ اس وقت مانگا کرتے تھے وہ یہ ہے:

اے اللہ! ہمارے رب! ہم تجھ سے احمد نبی امی ﷺ کے حق کے وسیلہ سے دعا مانگتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا تھا اور تیری کتاب کے وسیلہ سے عرض کرتے ہیں کہ تو ہمارے دشمنوں پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔''

صاحب روح المعانی، علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہودی جب کفار سے جنگ کرتے اور فتح و کامیابی کے آثار معدوم ہو جاتے تو اس وقت تورات کی وہ جگہ کھول کر سامنے رکھتے جہاں فخر موجودات ﷺ کا ذکر پاک ہوتا، وہاں ہاتھ رکھتے اور ان الفاظ سے دعا کرتے:

اللھم انا نسئلک بحق نبیک الذی و عدتنا ان تبعثہٗ فی اٰخر الزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرون۔

''اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے نبی کے حق کے وسیلہ سے سوال کرتے ہیں، جس نبی کو آخری زمانہ میں مبعوث کرنے کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ آج ہمیں دشمن پر غلبہ نصیب فرما۔''

تو اس کی دعا کی برکت سے ان کو فتح اور کامرانی عطا کی جاتی ہے۔

اسی سورہ بقرہ کی ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ (البقرۃ)

''اور کہا انہیں ان کے نبی نے کہ اس طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس ایک صندوق جس میں تسلی کا سامان ہوگا تمہارے رب کی طرف سے اور اس میں بچی ہوئی چیزیں ہوں گی جنہیں چھوڑ گئی ہے اولاد موسیٰ اور اولاد ہارون، اٹھا لائیں گے اس صندوق کو فرشتے۔ بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم ایماندار ہو۔''

وہ تابوت جسے فرشتے اپنے نورانی پروں پر اٹھائے ہوئے یہودیوں کے پاس بطور خدائی نشانی لائے تھے اور جس میں یہودیوں کی تسکین واطمینان کے لاکھوں سامان تھے، اس میں کیا تھا؟

اس میں موسیٰ علیہ السلام کے پارچات، عمامہ مبارک، قمیص مبارک، نعلین اور عصا تھا۔ اسی طرح حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات تھے۔ اگر ان تبرکات کی بارگاہ الٰہی میں یہ قدر وعظمت ہے کہ یہ یہود جیسی مغضوب علیہم قوم کے پاس بھی پہنچ جائیں تو عمالقہ جیسے قوی ہیکل بہادروں کے لشکر جرار پر غلبہ کا

Marfat.com

باعث بن جائیں تو جن کے یہ تبرکات تھے بارگاہ مولا کریم میں ان کی کیا شان ہوگی۔ پھر وہ ہستی جو رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین بنا کر مبعوث کی گئی تھی اس کی شان وشوکت اور عظمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس کی شان رفیع کے بارے میں اگر کسی نے پوچھنا ہو تو وہ اللہ کی بے نیام تلوار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھے جو کہ ہر معرکہ کارزار میں وہ ٹوپی پہن کر شریک ہوتے تھے جس میں انہوں نے اپنے محبوب آقا ﷺ کی زلف عنبریں رکھی ہوئی تھی۔ یہ ٹوپی انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ اس کو وہ اپنی کامیابیوں کی کلید سمجھتے تھے۔

یہاں تک صرف سورہ بقرہ کی چند آیتوں کے حوالے پیش کئے گئے ہیں، سارا قرآن ابھی باقی ہے اس کا مطالعہ کیجئے جگہ جگہ اسم محمد ﷺ روحی فداہ کی بے پایاں برکتوں کے دریا بہتے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے اور اس کے تذکار جمیل کے لہلاتے ہوئے چمن آپ کو دکھائی دیں گے۔ اب ایک حدیث مبارک ملاحظہ فرمایئے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع صحیح کی کتاب الدعوات میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عن عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ان رجلا ضریر البصراتی النبی ﷺ و قال اُدعُ اللہ ان یعافینی قال ان شئت دعوتُ و ان شئت صبرت فھو خیرلک، قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضأ ویُحسن وضوعہٗ ویدعوا بھذا الدعٓاء اللھم انی اسئلک وَاَتوجّہ الیک بنبیک محمد نبی الرّحمۃ یا محمد انی توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی لیقضی لی اللھم شفعہ فی وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح غریبٌ۔

ثُمّ قال البیھقی فزاد محمد بن یونس فی زوایتہ فقال وقام وقد ابصر وقال البیھقی و رویناہ فی کتاب الدعوات باسناد صحیح۔

(شفاء السقام ص123)

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بینا کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تیری مرضی ہو تو میں دعا کرتا ہوں اور اگر تم چاہو تو صبر کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے لئے دعا فرمایئے حضور ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اٹھو وضو کرو اور بہت اچھی طرح وضو کرو اور پھر یہ دعا مانگو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی کریم جن کا نام نامی محمد ﷺ ہے، جو نبی رحمت ہیں، ان کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد (ﷺ)!

Marfat.com

میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں۔ اپنی اس حاجت کے بارے میں، تاکہ اللہ تعالیٰ میری یہ حاجت پوری فرمائے۔ اے اللہ! اپنے حبیب ﷺ کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ بیہقی فرماتے ہیں کہ جب وہ دعا کر کے کھڑا ہوا تو اس کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ بیہقی لکھتے ہیں کہ میں نے اس کو کتاب الدعوات میں سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام اور تابعین کا یہ معمول تھا کہ جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی تھی تو یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ آخر میں انجیل برناباس کی دو آیتیں پیش خدمت ہیں۔

انجیل برناباس کے بارے میں مختصر سا تعارف ضروری سمجھتا ہوں

انجیل برناباس وہ انجیل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہونے پر پے در پے آیات موجود ہیں اور جس میں بکثرت رحمت دو عالم سید کائنات ﷺ کا ذکر خیر نام مبارک کے ساتھ موجود ہے۔ عیسائیوں کی کونسل میں جو 325ء میں نیقیہ کے مقام پر منعقد کی گئی تھی اور جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دینے کا عقیدہ طے پایا تھا کیونکہ انجیل برناباس میں اس عقیدے کے خلاف بے شمار آیات تھیں۔ 496ء میں پاپائے روم گلاسیس اول نے ایک فتوی کی رو سے اور بہت سی کتابوں کی طرح برناباس کو بھی گمراہ کن قرار دیا اور عیسائیوں کا اس کو اپنے پاس رکھنا جرم ٹھہرایا۔ آخر کار رفتہ رفتہ یہ کتاب غائب ہوگئی اور لوگ اس کے نام کو بھی بھول گئے۔

پھر یہ محض حسن اتفاق تھا کہ پوپ سس 1585ء تا 1590ء کے کتب خانہ میں پوپ کے ایک دوست فرامارینو نامی راہب کی اس پر نظر پڑی اور وہ اس کو وہاں سے چھپا کر اٹھا لایا اور اس کا ترجمہ اپنی مادری زبان اطالوی میں کیا۔ 1784ء میں کوئینز کالج آکسفورڈ کے پروفیسر ڈاکٹر مینک ہاوس نے انگریزی میں کیا۔ لیکن یہ ترجمہ غائب ہو گیا۔ پھر 1907ء میں مسٹر ریگ، جو صاحب علم و تحقیق پادری تھا اس نے اور اس کی بیوی نے مل کر اس اطالوی مسودے کو دوبارہ انگریزی میں منتقل کیا اور آکسفورڈ کے کلیرنڈن پریس نے شائع کیا۔

پھر 1953ء میں وہی ریگ کا انگریزی ترجمہ کراچی سے قرآن کونسل آف پاکستان نے شائع کیا۔ اسی کا ایک نسخہ میرے پاس موجود ہے۔

یہ باب 39 کی دو آیتیں ہیں۔ ان سے پہلے شیطان کے آدم علیہ السلام کو بہکانے اور اس کو راندہ

Marfat.com

درگاہ قرار دینے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔اس کے بعد یہ دو آیتیں ہیں:

God hid himself, and the angel michael drave them forth from paradise. Where upon Adam, turning him round, saw written on the gate, "There is only one God, and Mohammad messenger of God," there upon weeping, he said, May it be pleasing to God, O my son, that thou come quickly and draw out of misery."

The gospel of Barnabas P:50 (Karachi)

''ترجمہ:۔خدا نے اپنا آپ چھپالیا اور میکائیل فرشتہ نے انہیں (آدم وحوا) کو بہشت سے باہر نکال دیا۔باہر نکلتے ہوئے آدم نے گھوم کر دیکھا تو جنت کے دروازے پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا پایا۔یعنی کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔وہاں آدم نے گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا کہ شاید اس وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے۔اے میرے فرزند! جلدی آؤ اور ہمیں اس حال زار سے نجات دلاؤ۔''

حضرت معترض فرماتے ہیں کہ **فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ** کی تشریح خود قرآن مجید میں فرمائی اور وہ کلمات جن سے حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی اور ان کے لئے سالہا سال کی گریہ وزاری کے بعد توبہ کے دروازے کھول دیئے گئے، وہ سورہ اعراف میں بیان کر دی گئی ہے۔**قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا** الایہ جب قرآن نے اس دعا کو صراحت سے بیان کر دیا ہے اور اس میں بحق محمد کے الفاظ نہیں ہیں تو یہ بڑی زیادتی ہے کہ قرآن کی بتائی ہوئی دعا کو نظر انداز کر کے اس روایت میں مذکورہ دعا کو آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے کا سبب بتایا جاتا ہے۔

میری گزارش ہے کہ اگر معترض **رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا** والی آیت کو اس سے ماقبل اور مابعد والی آیات کے ساتھ ملا کر پڑھتے تو انہیں یہ ٹھوکر نہ لگتی اور اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے۔

یہ فقیر **رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ** والی آیات کو اس کے سیاق وسباق سمیت پیش کرتا ہے، حقیقت حال خود بخود کھل کر سامنے آجائے گی:

وَ يٰۤاٰدَمُ اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَ زَوۡجُكَ الۡجَنَّةَ فَكُلَا مِنۡ حَيۡثُ شِئۡتُمَا وَ لَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسۡوَسَ لَهُمَا الشَّيۡطٰنُ لِيُبۡدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنۡهُمَا مِنۡ سَوۡاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنۡ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ

Marfat.com

اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ
النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ
طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ
تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ
اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۲۴﴾

’’اور اے آدم! رہو تم اور تمہاری بیوی جنت میں اور کھاؤ جہاں سے چاہو اور مت نزدیک جانا اس (خاص) درخت کے ورنہ تم دونوں ہو جاؤ گے اپنا نقصان کرنے والوں میں سے۔ پھر وسوسہ ڈالا (ان کے دلوں میں) شیطان نے تاکہ بے پردہ کرے ان کے لئے جو ڈھانپا گیا تھا ان کی شرم گاہوں سے اور انہیں کہا کہ نہیں منع کیا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لئے کہ کہیں نہ بن جاؤ تم دونوں فرشتے یا کہیں نہ ہو جاؤ ہمیشہ زندہ رہنے والوں سے اور قسم اٹھائی ان کے سامنے کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ پس شیطان نے نیچے گرا دیا ان کو دھوکہ سے۔ پھر جب دونوں نے چکھ لیا درخت سے اور ظاہر ہو گئیں ان کی شرمگاہیں اور چپٹانے لگ گئے اپنے (بدن پر) جنت کے پتے اور ندا دی انہیں ان کے رب نے: کیا نہیں منع کیا تھا تمہیں اس درخت سے اور کیا نہیں فرمایا تھا تمہیں کہ بلاشبہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ دونوں نے عرض کی: اے ہمارے پروردگار! ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر بخشش نہ فرمائے تو ہمارے لئے اور نہ رحم فرمائے ہم پر تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیچے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک‘‘ (الاعراف)

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ والی آیات کو سیاق و سباق کے ساتھ تلاوت کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سارا واقعہ اس وقت کا ہے جب شیطان نے آپ کو ورغلایا، آپ خطا کر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ نے جب الم انھکما الایۃ لیکن اس دعا سے توبہ کا دروازہ نہ کھلا بلکہ آپ کو جنت کی ابدی بہاروں اور سرمدی نعمتوں سے فوراً نکل جانے کا حکم ملا (فاھبطوا منھا) اور زمین کے دارالمحن میں سکونت پذیر کر دیا گیا اور بتا دیا گیا کہ تمہاری اولاد ایک دوسرے کی دشمن ہو گی لیکن فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ میں جس دعا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کے بعد فرمایا: فَتَابَ عَلَیْهِ کہ جب آدم نے ان کلمات سے دعا کی، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں القاء کیے تھے تو فوراً توبہ کا دروازہ کھل گیا۔ ’’تاب‘‘ کے اوپر ’’فا‘‘ تعقیب مع

Marfat.com

الترتیب پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ "ثم" ترتیب پر تو دلالت کرتا ہے لیکن فوری وقوع پر دلالت نہیں کرتا۔ یعنی ان القاء کیے ہوئے کلمات سے جونہی دعا کی، توبہ کا دروازہ اس کے بعد فوراً کھل گیا۔ ربنا ظلمنا والی دعا حضرت آدم وحوا نے خود کی تھی اور یہ دعا اللہ تعالیٰ نے ان کو القاء کی تھی۔ پہلی دعا کے بعد توبہ کی قبولیت کی نوید نہیں سنائی گئی۔ دوسری دعا کے بعد فتاب علیہ کا روح پرور مژدہ اسی وقت فردوس گوش بنا۔ یہ دونوں مقام الگ ہیں، دونوں دعائیں الگ ہیں اور دونوں کے نتائج الگ ہیں۔ یہ الگ ہے کہ فیوضات مصطفوی اور برکات احمدی کے آفتاب کی درخشانیوں سے کسی کی آنکھیں چندھیا جاتی ہوں اور وہ آنکھیں بند کر لینے میں اپنی عافیت سمجھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن شفاعت کو مضبوطی سے پکڑنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس دنیوی زندگی میں، برزخی زندگی میں، آخرت کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کا آفتاب نور افشانی کرتا رہے اور قیامت کے روز ہمارا حشر حامل لواء الحمد، صاحب مقام محمود شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم ناز میں ہو۔

آمین ثم آمین

اسیر گیسوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناچیز وبینوا۔ محمد کرم شاہ

Marfat.com

روس میں تیرہ دن

(ایک نہایت دلچسپ سفرنامہ)

ماوراء النہر کا علاقہ اسلامی تاریخ میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ یہ پہلی صدی ہجری میں ہی اسلامی سلطنت کا حصہ بن گیا تھا۔ اس وقت سے لے کر بیسویں صدی کی ابتداء تک اسلامی علوم وفنون، تہذیب وثقافت، شعروادب اور تصوف کا مرکز رہا۔ اس کا ہر شہر، ہر قریہ، چھوٹے سے چھوٹا گاؤں کسی نہ کسی ایسے عالم یا صوفی سے منسوب ہے جس کی علمی نگارشات اور فنی ادبی تخلیقات دنیا بھر کے علمی حلقوں میں قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ آج بھی ہماری درسگاہوں میں ان مصنفین کی متعدد کتب بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں۔ جس علاقہ میں حضرت امام بخاری، حضرت ابومنصور ماتریدی، حضرت بہاؤالدین نقشبند، حضرت عبیداللہ احرار، حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہم جیسی گرامی قدر شخصیتیں استراحت فرما ہیں اس کے ہر ذرہ کے بارے میں جذبات عقیدت کا موجزن ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ اس وجہ سے بخارا، تاشقند، سمرقند، دوشنبہ، نسف، مرغینان اور دیگر شہروں کے نام جب زبان پر آتے ہیں تو ایک عجیب کیف وسرور محسوس ہوتا ہے۔ اس نوعیت کے جذباتی لگاؤ اور قلبی تعلق کے باوجود یہ خیال کبھی نہیں آیا تھا کہ اس دیار علم وحکمت کی زیارت کا شرف نصیب ہوگا۔

26 مئی 1979ء بروز ہفتہ میں ایک بجے کے قریب صحیح بخاری اور جامع ترمذی کے اسباق سے فارغ ہوا ہی تھا کہ پتا چلا کہ سیکرٹری وزارت مذہبی امور اسلام آباد، ٹیلیفون پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ٹیلیفون کے کمرہ میں گیا۔ جناب اسلم عبداللہ سیکرٹری امور مذہبیہ گویا ہوئے:

''ایک وفد روس کے دورہ پر روانہ ہو رہا ہے۔ آپ کا نام بھی اس وفد میں شامل کر لیا گیا ہے۔ کیا آپ تیار ہیں؟''

میں نے تعجب اور مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ انہوں نے کہا 30 تاریخ کو اپنا پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات لے کر اسلام آباد پہنچ جائیں۔ چنانچہ میں مذکورہ تاریخ کو وہاں پہنچ گیا۔

جناب محمود اے ہارون وفاقی وزیر مذہبی امور، جناب جسٹس (ریٹائرڈ) صلاح الدین احمد، جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمی ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ پہلے سے تشریف فرما تھے۔ سیکرٹری

Marfat.com

وزارت مذہبی امور کے علاوہ وزارت خارجہ کے ایک اعلیٰ افسر بھی وہاں موجود تھے۔ باہمی تعارف کے بعد وزارت خارجہ کے اعلیٰ افسر نے ہمیں ضروری ہدایات دیں اور روس کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیں اور یہ بھی بتایا کہ وفد 3 جون صبح پانچ بجے کراچی سے روانہ ہو کر ماسکو پہنچے گا۔ وہاں سے تاشقند، بخارا، سمرقند، دوشنبہ چند دن ہمارا قیام رہے گا۔ دوشنبہ سے ہم ماسکو واپس آئیں گے۔ وہاں سے لینن گراڈ، وہاں سے پھر ماسکو اور پندرہ تاریخ بروز جمعہ شام کے بعد ہم پاکستان کے لئے روانہ ہوں گے۔ ان ہدایات کے بعد ہم نے اپنے کاغذات وزارت مذہبی امور کے کارپردازوں کے حوالے کر دیئے جنہوں نے رسمی کارروائی مکمل کرنے کے بعد 31 تاریخ کو ہمیں ٹکٹ دے دیئے۔ یکم جون کو میں اسلام آباد سے لاہور پہنچا۔ 2 جون چار بجے شام کی فلائیٹ پر کراچی پہنچا۔ ائرپورٹ پر وزارت امور مذہبیہ کے ایک عہدہ دار محمد حنیف صاحب اور دیگر احباب تشریف لائے ہوئے تھے اور ہمیں ساتھ لے کر قصرِ ناز میں پہنچے۔ رات وہاں بسر کی۔ صبح تین بجے انہوں نے بیدار کیا۔ قبلہ سید شاہ منظور صاحب ہمدانی تین بجے ناشتہ لے کر قصر ناز میں پہنچے۔ قبلہ شاہ صاحب ہمیشہ اپنی کریمی اور فیاضی سے سرفراز کرتے رہتے ہیں۔ وہاں سے ہم کراچی ائرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں سے ہمیں الوداع کہنے کے لئے روس کے قونصلر جنرل اپنے تین چار ساتھیوں سمیت تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان سے رسمی باتیں ہوتی رہیں۔

ساڑھے چار بجے صبح کے قریب ہمیں بتایا گیا کہ اب ہمیں جہاز کی طرف جانا چاہئے۔ وفد کے تمام ارکان وہاں پہنچ چکے تھے۔ جناب محمود ہارون صاحب کی قیادت میں ہمارا یہ مختصر سا قافلہ ہوائی جہاز کی طرف روانہ ہوا۔ نماز صبح کا وقت ہو گیا تھا۔ جانے سے پہلے ہم نے VIP لاؤنج میں صبح کی نماز با جماعت ادا کی۔

کراچی سے پی آئی اے کا کوئی جہاز ماسکو نہیں جاتا، اس لئے ہمیں روسی ہوائی کمپنی ایروفلیٹ کے ہوائی جہاز پر ماسکو کے لئے روانہ ہونا تھا۔ وفد کے جملہ ارکان کے ٹکٹ درجہ اول کے تھے اور ماسکو آنے جانے کا کرایہ فی ٹکٹ تیرہ ہزار سات سو کے قریب تھا۔ ہم لوگ اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ سیٹیں بڑی کھلی اور آرام دہ تھیں۔ ٹھیک صبح پانچ بجے کراچی ائرپورٹ سے ہوائی جہاز روانہ ہوا۔ ہمارا طیارہ چھ گھنٹے مسلسل پرواز کرتا رہا۔ اثنائے سفر ایروفلیٹ کی طرف سے ہمیں ناشتہ دیا گیا جسے میرے ذوق نے پسند نہیں کیا۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پی، آئی، اے اپنے مسافروں کی ضیافت طبع کے لئے بہت معیاری ناشتہ پیش کرتا ہے۔ اس تفاوت سے خود بخود ایک سرور اور احساس برتری دل میں ابھرنے لگتا ہے۔ جہاز تقریباً چھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر رہا تھا۔ لیکن اتنا اونچا تھا کہ نیچے بادلوں کے سوا کچھ نظر

Marfat.com

نہیں آ رہا تھا۔ روسی عملہ سے میں نے دریافت کیا کہ ہمارا روٹ کس کس ملک کے اوپر سے گزرتا ہوا جاتا ہے؟ انہوں نے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر روسی زبان آڑے آئی۔ نہ میں روسی زبان سمجھ سکتا تھا اور نہ وہ ایسی زبان سے واقف تھے جس سے میں شناسا تھا۔ پورے چھ گھنٹے کے بعد ہمارا طیارہ ماسکو کے ہوائی اڈے پر اترا۔ ہماری گھڑیوں پر گیارہ بجے تھے۔ لیکن ماسکو کی گھڑیاں 9 بجا رہی تھیں جس سے پتا چلا کہ ماسکو اور پاکستان کے وقت میں 2 گھنٹے کا فرق ہے۔ ہم جہاز سے نیچے اترے تو عزت مآب نوابزادہ یعقوب خان صاحب سفیر پاکستان، جناب عظمت کمال صاحب منسٹر پاکستانی سفارتخانہ، خالد خٹک صاحب سیکرٹری سفارتخانہ ہمیں خوش آمدید کہنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ وہاں کے مقامی علماء کرام کا ایک وفد بھی ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ ہم سب ایک دوسرے سے یوں بغلگیر ہوئے جیسے سگے بھائی مدت دراز تک بچھڑے رہنے کے بعد ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہیں۔ روسی علماء کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ ان کے چہروں پر بشاشت نمایاں تھی۔

ہم چند ہی لمحوں میں یوں گھل مل گئے جیسے اجنبیت نام کی کوئی چیز ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہی نہ تھی۔ چنانچہ ہمیں VIP کے شاندار اور وسیع لاؤنج میں لایا گیا۔ ہمارے میزبانوں نے ہم سے پاسپورٹ اور دیگر کاغذات لئے اور تمام رسمی کارروائی کو خود ہی پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ 10 بجے کے قریب ہم کاروں میں سوار ہو کر ماسکو کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ شہر ائیرپورٹ سے تقریباً چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ماسکو کا ائیرپورٹ بڑا وسیع اور کشادہ ہے۔ ہر طرف سے آنے والے اور جانے والے جہازوں کی گویا قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ اس ائیرپورٹ پر ہر منٹ کے بعد ایک طیارہ اترتا ہے اور ایک پرواز کرتا ہے۔ لیکن ہمارے مشاہدے نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ ہم ائیرپورٹ سے باہر نکلے تو میں سراپا تجسس بن گیا۔ یہ خیال مجھے بار بار چونکا دیتا کہ اب میں سرزمین روس میں پہنچ چکا ہوں جو اشتراکیت کا قلعہ اور شیوعیت کی اولین تجربہ گاہ ہے۔ میری آرزو اور کوشش یہ تھی کہ میں اشتراکیت کو اس کے اصلی روپ میں دیکھوں۔ معاشرے پر جو اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا بچشم خود مشاہدہ کروں۔ اس انقلاب سے جو تبدیلیاں زندگی کے مختلف گوشوں میں رونما ہوئی ہیں ان کے حسن و قبح تک رسائی حاصل کروں۔ کاریں سڑک پر فراٹے بھرتی ہوئی ماسکو کی طرف دوڑتی جا رہی تھیں اور میں دائیں بائیں دور تک پھیلے ہوئے سبزہ زاروں کے مشاہدے میں مستغرق تھا۔ ہر طرف گھاس کے میدان نظر آ رہے تھے۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد جنگلات کا سلسلہ شروع ہوا جو دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ پندرہ بیس میل مسافت طے کرنے کے بعد فلیٹوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو دس دس بیس بیس منزل اونچے تھے اور لوگوں کی رہائش کے لئے بڑی کثرت سے تعمیر کئے جا رہے تھے۔

Marfat.com

جنگ پر لے جا رہے ہیں۔ کہیں گولہ باری سے آگ لگی ہوئی ہے اور دھواں اٹھ رہا ہے۔ کہیں توپ کی گولہ باری سے مکان منہدم ہو رہے ہیں۔ ان کی چھتوں کے پرخچے اڑائے جا رہے ہیں۔ الغرض جنگ کا نقشہ بالکل آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا تھا۔ یہ جاننے کے باوجود کہ جس دیوار پر یہ منظر کشی کی گئی ہے وہ ہم سے چند فٹ دور ہے، یہ محسوس ہوتا تھا کہ ایک وسیع و عریض میدان جنگ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور دونوں فوجوں کے بہادر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں۔ اپنے ماضی کے شاندار کارناموں کو اپنی نوجوان نسل کو ذہن نشین کرانے کا یہ بڑا موثر طریقہ ہے جو روسیوں نے اختیار کیا ہے۔ ہر روسی جب اپنے بہادر جرنیلوں اور سپاہیوں کے فوٹو دیکھتا ہے۔ ان کو میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے اور دشمن کو پسپا کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اپنی قومی برتری کا احساس یقیناً اسے سرشار کر دیتا ہوگا۔ کافی دیر تک ہم ان مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ جب واپس ہوٹل آئے تو ہمیں بتایا گیا کہ شام کے وقت ہمیں بذریعہ طیارہ تاشقند جانا ہے۔ پہلے نماز ظہر ادا کی اور پھر اپنے کمروں میں آ کر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد ہم وہاں سے ماسکو کے ایئر پورٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ کاریں، کرملن کی سرخ دیواروں کے قریب سے گزریں، شوق بسیار کے باوجود آج فرصت نہ ملی کہ کرملن کے اندر اس کے در و دیوار کو دیکھ سکیں۔ سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے ہم ماسکو کے ہوائی اڈہ پر پہنچ گئے۔ یہیں ہم نے مغرب کی نماز ساڑھے نو بجے باجماعت ادا کی اور تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد تاشقند جانے والے ہوائی جہاز میں سوار ہو گئے۔ اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ ایئر پورٹ پر بجلی کے قمقمے بڑی بہار دکھا رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں سارا جہاز مسافروں سے بھر گیا۔ یہ جہاز چھوٹے قسم کا تھا۔ اندازاً سو مسافروں کی اس میں گنجائش ہوگی۔ ٹھیک گیارہ بجے جہاز نے جنبش کی۔ پہلے آہستہ آہستہ پھر تیزی کے ساتھ اس نے رن وے پر دوڑنا شروع کر دیا۔ انجنوں کی گڑگڑاہٹ بھی تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ ایک دو لمحہ توقف کے بعد خفیف سے جھٹکے کے ساتھ اس نے جست لگائی اور فضا میں بلند ہونا شروع ہو گیا۔ کچھ دیر تک ہم ماسکو کے بجلی کے قمقموں سے لطف اندوز ہوتے رہے لیکن پھر جہاز بہت اونچا ہو گیا۔ نیز رات کی تاریکی نے سارے ماحول کو ڈھانپ لیا۔ اندھیرے کی پھیلی ہوئی چادر کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ سوا چار گھنٹے کی پرواز کے بعد ہم تاشقند پہنچیں گے۔ چنانچہ سوا تین بجے ہم تاشقند کی حدود میں داخل ہوئے لیکن یہاں سویرا ہو چکا تھا۔ بجلی کے قمقموں سے ساری ایئر پورٹ جگمگا رہی تھی۔ رات کو بہت کم نیند آئی۔ جہاز اترا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور مسافروں کو باہر جانے کی اجازت ملی۔ جب ہم باہر نکلے تو ہم نے دیکھا سماحۃ المفتی بابا ضیاء الدین خانوف تاشقند کے دیگر علماء کرام اور معززین شہر کے ساتھ

Marfat.com

جب کار ماسکو میں داخل ہوئی تو اس کی پرانی اور عظیم الشان عمارات دیکھ کر دل پر ایک رعب سا طاری ہونے لگا۔ ہمیں ایک ہوٹل میں ٹھہرایا گیا جس کا نام Hotel Cobetckar Maskow ہے۔ یہ بڑا شاندار اور وسیع ہوٹل ہے۔ میرے کمرے کا نمبر 435 تھا جس میں آرام و آسائش کے عام لوازمات موجود تھے۔ ایک پلنگ، صوفہ سیٹ، ایک میز کرسی، ٹیلیفون، ٹیلی ویژن، فریج سب ضروریات مہیا تھیں۔ فرش پر قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ عام ہوٹل نہیں بلکہ حکومت کے مہمانوں کی قیام گاہ ہے۔ اپنے کمرے میں سامان رکھا۔ دس منٹ کے بعد ناشتہ کے لئے نیچے ڈائیننگ ہال میں گئے۔ ناشتہ کی میز پر سیاہ رنگ کی ڈبل روٹی، چند گولیاں مکھن، مچھلی کے انڈے، مرغی کے انڈے، پنیر اور سلاد رکھے تھے۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم سے پوچھا گیا کہ آپ آرام کرنا چاہتے ہیں یا سیر کرنا چاہتے ہیں۔ جملہ ارکان وفد نے آرام پر سیر کو ترجیح دی۔ تین چار کاروں کا قافلہ ماسکو کی سیر کے لئے روانہ ہوا۔ سڑکوں کی دونوں طرف فلیٹوں کے وسیع و عریض اور بلند و بالا سلسلے دور تک چلے گئے تھے۔ شہر کے درمیان سے ایک دریا گزرتا ہے جس کا نام "دریائے ماسکو" ہے۔ اس کے دونوں کنارے پختہ کر دیئے گئے ہیں۔ مناسب مقامات پر پلیں تعمیر ہیں۔ دریا صاف ستھرا ہے۔ کوڑا کرکٹ، خس و خاشاک اس کی سطح پر تیرتے ہوئے کہیں دیکھنے میں نہیں آئے۔ سڑکیں بھی کشادہ اور صاف ہیں۔ ماسکو یونیورسٹی کی شاندار بلڈنگ کے سامنے دریا کے کنارے ایک تفریح گاہ بنی ہوئی ہے جہاں سیر و تفریح کرنے والوں کا ہر وقت جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ کچھ وقت وہاں گزرا۔ وہاں سے "پینو راما" دکھانے کے لئے لے گئے۔ واقعی یہ دیکھنے کی چیز ہے۔ نپولین نے روس پر حملہ کیا تھا۔ اس کی فوجیں بڑھتی ہوئی ماسکو کی دیواروں پر پہنچ چکی تھیں۔ لیکن روس کی بہادر فوج اور عوام نے اس کو عبرتناک شکست دی تھی۔ اس عمارت میں جو چار منزلہ ہے، تصویروں کے ذریعے اس جنگ کی منظر کشی کی گئی ہے۔ پہلی منزل میں روسی جرنیلوں اور بہادر سپاہیوں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ دوسری منزل میں اس زمانے کے اسلحہ جنگ اور فوجی افسروں اور سپاہیوں کی وردیوں کی نمائش کی گئی ہے۔ سب سے اوپر والی منزل پر گئے تو ایک حیران کن منظر نگاہوں کے سامنے تھا۔ اگرچہ ہمیں یہ علم تھا کہ ہم ایک مکان کے اندر ہیں، جس کے اردگرد دیوار بنی ہوئی ہے اور جس جگہ ہم کھڑے ہیں وہاں سے وہ دیوار بیس پچیس فٹ کے فاصلہ پر ہے۔ لیکن رنگوں کی آمیزش سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ پندرہ بیس میل کا کھلا میدان ہماری نگاہوں کے سامنے پھیلا ہوا ہے۔ کہیں نپولین کا لشکر خیمہ زن ہے۔ کہیں روسی فوج نے اپنے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ دونوں فریق ایک دوسرے پر یورش کر رہے ہیں۔ کہیں کوئی سوار گرا پڑا ہے۔ کہیں گھوڑا زخمی حالت میں بھاگ رہا ہے۔ کہیں کوئی توپ گولے اگل رہی ہے۔ کسی توپ کو گھوڑے اور خچر کھینچ کر محاذ

Marfat.com

جنگ پر لے جا رہے ہیں۔ کہیں گولہ باری سے آگ لگی ہوئی ہے اور دھواں اٹھ رہا ہے۔ کہیں توپ کی گولہ باری سے مکان منہدم ہو رہے ہیں۔ ان کی چھتوں کے پرخچے اڑائے جا رہے ہیں۔ الغرض جنگ کا نقشہ بالکل آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا تھا۔ یہ جاننے کے باوجود کہ جس دیوار پر یہ منظرکشی کی گئی ہے وہ ہم سے چند فٹ دور ہے، یہ محسوس ہوتا تھا کہ ایک وسیع و عریض میدان جنگ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور دونوں فوجوں کے بہادر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں۔ اپنے ماضی کے شاندار کارناموں کو اپنی نوجوان نسل کو ذہن نشین کرانے کا یہ بڑا موثر طریقہ ہے جو روسیوں نے اختیار کیا ہے۔ ہر روسی جب اپنے بہادر جرنیلوں اور سپاہیوں کے فوٹو دیکھتا ہے۔ ان کو میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے اور دشمن کو پسپا کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اپنی قومی برتری کا احساس یقیناً اسے سرشار کر دیتا ہوگا۔ کافی دیر تک ہم ان مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ جب واپس ہوٹل آئے تو ہمیں بتایا گیا کہ شام کے وقت ہمیں بذریعہ طیارہ تاشقند جانا ہے۔ پہلے نماز ظہر ادا کی اور پھر اپنے کمروں میں آ کر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد ہم وہاں سے ماسکو کے ایئر پورٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ کاریں، کرملن کی سرخ دیواروں کے قریب سے گزریں، شوق بسیار کے باوجود آج فرصت نہ ملی کہ کرملن کے اندر اس کے در و دیوار کو دیکھ سکیں۔ سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے ہم ماسکو کے ہوائی اڈہ پر پہنچ گئے۔ یہیں ہم نے مغرب کی نماز ساڑھے نو بجے باجماعت ادا کی اور تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد تاشقند جانے والے ہوائی جہاز میں سوار ہو گئے۔ اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ ایئر پورٹ پر بجلی کے قمقمے بڑی بہار دکھا رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں سارا جہاز مسافروں سے بھر گیا۔ یہ جہاز چھوٹے قسم کا تھا۔ اندازاً سو مسافروں کی اس میں گنجائش ہو گی۔ ٹھیک گیارہ بجے جہاز نے جنبش کی۔ پہلے آہستہ آہستہ پھر تیزی کے ساتھ اس نے رن وے پر دوڑنا شروع کر دیا۔ انجنوں کی گڑگڑاہٹ بھی تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ ایک دو لمحہ توقف کے بعد خفیف سے جھٹکے کے ساتھ اس نے جست لگائی اور فضا میں بلند ہونا شروع ہو گیا۔ کچھ دیر تک ہم ماسکو کے بجلی کے قمقموں سے لطف اندوز ہوتے رہے لیکن پھر جہاز بہت اونچا ہو گیا۔ نیز رات کی تاریکی نے سارے ماحول کو ڈھانپ لیا۔ اندھیرے کی پھیلی ہوئی چادر کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ سوا چار گھنٹے کی پرواز کے بعد ہم تاشقند پہنچیں گے۔ چنانچہ سوا تین بجے ہم تاشقند کی حدود میں داخل ہوئے لیکن یہاں سویرا ہو چکا تھا۔ بجلی کے قمقموں سے ساری ایئر پورٹ جگمگا رہی تھی۔ رات کو بہت کم نیند آئی۔ جہاز اترا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور مسافروں کو باہر جانے کی اجازت ملی۔ جب ہم باہر نکلے تو ہم نے دیکھا سماحۃ المفتی بابا ضیاء الدین خانوف تاشقند کے دیگر علماء کرام اور معززین شہر کے ساتھ

Marfat.com

پاکستانی وفد کو خوش آمدید کہنے کے لئے وہاں تشریف فرما ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ پیشانیوں کے بوسے لئے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اخوت اسلامیہ کا سمندر موجزن ہے جو تمام جغرافیائی حدوں کو عبور کرتا ہوا اجنبیت اور ناشناسی کے خس و خاشاک کو بہا کر بہت دور لے گیا ہے۔ بڑی ہی محبت اور پیار سے ان حضرات نے ہمیں خوش آمدید اور مرحبا کہا۔ سماحۃ المفتی کی شخصیت ہم سب کے لئے جانی پہچانی تھی۔ انہوں نے اپنے دیگر ساتھی علماء اور معززین شہر کا تعارف کروایا۔ اس وقت تک سورج طلوع ہو چکا تھا۔ وہاں سے ہم ان کی معیت میں وی آئی پی لاؤنج میں لائے گئے۔ کچھ وقت وہاں بیٹھے۔ ساتھی علماء نے کاغذی کارروائی کی تکمیل کی۔ پھر ہمیں ہوٹل میں لے جانے کے لئے کاروں میں سوار کیا۔ پاکستان کے وقت سے ماسکو کی گھڑیاں دو گھنٹے پیچھے تھیں لیکن جب ہم یہاں پہنچے تو یہاں ماسکو سے تین گھنٹے وقت آگے تھا۔ چنانچہ ہم نے اپنی گھڑیوں کو تاشقند کے وقت کے مطابق تین گھنٹے آگے کیا۔ کاروں میں سوار کر کے ہمیں ازبکستان ہوٹل لایا گیا۔ بڑی خوبصورت عمارت ہے۔ میرا کمرہ گیارہویں منزل پر تھا۔ اس کا نمبر 1135 تھا۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کے کمرہ کا نمبر 1133 تھا۔ وزیر صاحب اور جج صاحب کے کمرے دسویں منزل پر تھے۔ یہ کمرے ماسکو کے ہوٹل کے کمروں سے چھوٹے ہیں، لیکن ضرورت کی سب اشیاء مہیا ہیں۔ ہر کمرے میں دو پلنگ بچھے ہیں، لیکن ہمیں علیحدہ علیحدہ کمرہ دیا گیا۔ ہمیں بتایا گیا کہ اب آپ کچھ وقت کے لئے آرام کریں۔ دس بجے ناشتہ کے لئے ڈائننگ ہال میں نیچے آئیں اور گیارہ بجے ازبکستان کی سپریم ساویت کے چیئرمین سے ملاقات کرنی ہے۔ اس وقت سات بج رہے تھے۔ رات کو بھی نیند نہیں آئی تھی۔ چنانچہ سونے کے لئے لیٹ گئے تو دو گھنٹے آرام کرنے کے بعد اٹھے، غسل کیا۔ غسل خانوں میں گرم اور ٹھنڈے پانی کا بڑا اچھا انتظام تھا۔ غسل کے بعد کپڑے بدلے اور ہم ٹھیک دس بجے تیار ہو گئے۔ نیچے آئے۔ ہمارے خیال کے مطابق ناشتہ کے لئے دس بجے کا وقت بہت لیٹ تھا۔ لیکن وہاں لوگ رات کو دیر سے سوتے ہیں اور دس بجے کے قریب کہیں ناشتہ کرتے ہیں۔ گھروں کا تو ہمیں علم نہیں لیکن ہوٹلوں میں ہم نے یہی معمول دیکھا ہے۔ پونے گیارہ بجے ہم ازبکستان کی سپریم ساویت اسمبلی کے دفاتر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں نیچے بابا خانوف ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ یہ بلڈنگ بالکل جدید اور شاندار ہے۔ پانچویں منزل پر چیئرمین کا دفتر ہے۔ لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچے۔ غلام گردش میں لکڑی کا فرش لگا ہوا ہے۔ اس پر سرخ قالین رکھا ہوا تھا۔ جب ہم چیئرمین کے دفتر کے قریب پہنچے تو چیئرمین اپنے ساتھی وزراء کے ساتھ وفد کو خوش آمدید کہنے کے لئے باہر تشریف لائے۔ اپنے ساتھ ایک بڑے کمرے میں لے گئے جس میں لمبی میز بچھی ہوئی تھی۔ وفد کے ارکان کو ایک طرف بیٹھنے کو کہا گیا اور چیئرمین اور ان

Marfat.com

کے ساتھی وزراء اور دوسرے ازبکی لیڈر میز کے دوسری طرف بیٹھے۔ چیئر مین نے پہلے وزیر صاحب اور وفد کے دیگر ارکان کی آمد پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور حکومت پاکستان کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے دو حکومتوں کے درمیان خیر سگالی کے جذبات کو ترقی دینے کے لئے ایک ایسا وفد یہاں بھیجا ہے۔ ان کلمات کے جواب میں جناب محمود ہارون صاحب وزیر امور مذہبیہ نے بڑے پروقار اور مؤثر انداز میں تقریر کی جس سے وہ بڑے محظوظ بھی ہوئے اور متاثر بھی۔ اس کے بعد آدھ گھنٹہ چیئر مین صاحب نے ازبکستان کی تاریخ پر روشنی ڈالی اور ازبکستان اور روس کے تعلقات پر تبصرہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ازبکستان ایک ری پبلک ہے، جو سوویت روس کا حصہ ہے اور آئینی طور پر اسے مرکز سے الگ ہونے کا اختیار بھی حاصل ہے۔ وہاں کی آبادی ڈیڑھ کروڑ ہے۔ اس کی اسمبلی کے تین سو ممبر ہیں جو پانچ سال کے لئے چنے جاتے ہیں۔ ان میں تیس فیصد عورتیں ہیں۔ سال بھر میں دو اجلاس ہوتے ہیں۔ ہنگامی حالات میں اس سے بھی زیادہ اجلاس طلب کئے جاسکتے ہیں۔ ازبکستان کے بتیس ممبر ساویت پریذیڈیم میں ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس سرزمین میں البیرونی، بوعلی سینا، خوارزمی اور الغ بیگ جیسی شہرۂ آفاق ہستیاں پیدا ہوئیں۔ پھر انہوں نے بڑی تفصیل سے روس کے سیاسی، معاشی، تعلیمی، عمرانی پہلوؤں پر خوب روشنی ڈالی۔ بتایا کہ انقلاب سے پہلے یہ علاقہ بہت پسماندہ تھا۔ صنعتی لحاظ سے بھی ان کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ روسی انقلاب کے بعد اس علاقہ نے بڑی ترقی کی ہے۔ اب یہاں ٹینک بھی بنتے ہیں۔ کپاس کی چنائی کے لئے خودکار مشینیں، ٹریکٹر، ٹیکسٹائل مشینری یہاں بنائی جاتی ہیں۔ روس کی کپاس کا ستر فیصد حصہ یہاں پیدا ہوتا ہے۔ یہاں کی کپاس کی سالانہ پیداوار ساٹھ لاکھ ٹن ہے۔ 1924ء میں صوبہ ازبکستان کا الحاق روس کے ساتھ ہوا تھا۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی نے علی شیر نوائی (جو اس علاقے کے فارسی اور ازبکی زبان کے قادر الکلام شاعر گزرے ہیں) کے دیوان کی طباعت کی طرف توجہ دلائی۔ سندھ اور اس علاقہ کے باہمی روابط کے بارے میں تفصیل سے بتایا جس سے وہ لوگ بڑے لطف اندوز ہوئے۔ جسٹس صلاح الدین صاحب نے بھی اسلام کے بارے میں چند سوالات پوچھے۔ نیز انہیں بتایا کہ اسلام کوئی رجعت پسند دین نہیں ہے بلکہ ایک ترقی پسند دین ہے۔ چیئر مین نے بتایا کہ یہاں کوئی پابندی نہیں۔ یہاں دینی ادارے ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ چیئر مین صاحب کا نام سعد حسن سراج الدینوف ہے۔ انہوں نے خود بتایا کہ ان کے والد صاحب پکے نمازی اور متقی مسلمان تھے۔ جب ان کے اپنے بارے میں پوچھا گیا تو صرف مسکرا دیئے۔

ازبکستان کی سپریم ساویت کے چیئر مین سے دو اڑھائی گھنٹے کی ملاقات کے بعد ہم رخصت ہوئے

Marfat.com

اور سماحۃ المفتی باباضیاء الدین خانوف کی قیادت میں الادارۃ الدینیہ لآسیاالوسطی کی طرف روانہ ہوئے۔
جدید تاشقند کی سڑکوں سے گزرتے ہوئے آخر ہم پرانے تاشقند میں داخل ہوئے جہاں مسلمانوں کی آبادی کثرت سے ہے۔ اس کے مکان عام طور پر ایک منزلہ تھے۔ ان میں پختہ بھی تھے اور کچے بھی۔ پردے کا خاص اہتمام تھا۔ ہمارے اسلامی گھروں کی طرح گھر کے صحن کے اردگرد اونچی چار دیواری تھی۔ انگور کی بیلیں تقریباً ہر گھر کے صحن میں پھیلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ اس علاقہ کی سڑکیں بھی اتنی شاندار نہ تھیں جتنی کہ جدید تاشقند کی تھیں۔ صفائی کا بھی اتنا اچھا انتظام نہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہم کسی دیہات میں سے گزر رہے ہیں۔ ان دکانوں پر اسلام کی چھاپ بڑی گہری تھی اور ماحول مانوس نظر آتا تھا۔ چنانچہ گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک شاندار عمارت کے سامنے جا کر ہماری کاریں رکیں۔ معلوم ہوا یہی الادارۃ الدینیہ کا صدر دفتر ہے۔

عمارت بڑی شاندار اور پرشکوہ ہے۔ دروازے پر وہاں کے علماء اور طلباء نے ہمارا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اندر داخل ہوئے تو بائیں طرف مفتی صاحب کا دفتر تھا۔ جو بڑا آراستہ پیراستہ تھا۔ فرش پر قالین بچھے تھے۔ درمیان میں میز اور اس کے دونوں طرف کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ مفتی صاحب اپنی مخصوص کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ ارکان وفد کو ایک طرف بٹھایا گیا اور میزبان حضرات دوسری طرف تشریف فرما ہوئے۔ قبلہ مفتی صاحب نے گفتگو کا آغاز کیا۔ ہم کو بڑی گرمجوشی کے ساتھ خوش آمدید کہنے کے بعد انہوں نے ادارہ دینیہ کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ بتایا کہ روس میں بسنے والے پانچ کروڑ مسلمانوں کا یہ دینی ادارہ ہے۔ اس کی بنیاد میرے والد بزرگوار مفتی ایشاں باباخان ابن عبدالمجید خان نے 1943ء میں رکھی تھی۔ میں پہلے یہاں قاضی تھا۔ 1948ء میں نائب مفتی مقرر ہوا۔ 1956ء میں میرے والد ماجد کا انتقال ہوا اور مجھے شیخ الاسلام اور مفتی اعظم کے اعلیٰ منصب کیلئے منتخب کیا گیا۔ اس کے زیر اہتمام دو دینی مدرسے ہیں۔ ایک بخارا میں ہے جہاں دینی تعلیم میٹرک کے معیار پر ہوتی ہے اور دوسرا تاشقند میں جسے ''المعهد العالی'' کہا جاتا ہے، جس میں اعلیٰ دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ بخارا میں طلباء کی تعداد ستر کے قریب ہے اور یہاں تاشقند میں ان کی تعداد تیس پینتیس ہے۔ سارے روس میں مساجد کے خطیب اور مدرس انہی دو مدرسوں کے فارغ التحصیل مقرر کئے جاتے ہیں۔ مساجد کی تعمیر اور مرمت کی ذمہ داری بھی اسی ادارہ پر عائد ہوتی ہے۔ اب ہم نے کئی اسلامی کتابیں بھی شائع کی ہیں۔ قرآن کریم، صحیح بخاری، الادب المفرد للبخاری اور شمائل ترمذی طبع کرائی ہیں۔

مفتی صاحب نے ماوراء النہر کے علاقہ کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ برصغیر کے ساتھ اس علاقہ کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ بخارا بہت بڑا علمی مرکز تھا۔ وہاں کے علماء کرام یہاں آ کر تعلیم حاصل کیا

Marfat.com

کرتے تھے۔ان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ یہ سب بخارا کے فارغ التحصیل تھے۔انہوں نے فرمایا کہ ہم خدا کا شکرادا کرتے ہیں کہ اب ہم بھی دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔مفتی صاحب نے بتایا کہ میں کئی بار پاکستان گیا ہوں۔ ڈاکٹر انعام اللہ خان کئی بار یہاں آ چکے ہیں۔ہم امید کرتے ہیں کہ وزیر مذہبی امور الحاج محمود اے ہارون کی قیادت میں جو وفد آیا ہے،اس کی وجہ سے اب ہمارے تعلقات اور بھی مستحکم ہو جائیں گے۔

تاشقند میں چودہ جامع مسجدیں اور سو سے زیادہ مصلیٰ ہیں۔ازبکستان، تاجکستان، غرانستان، کرغزستان اور ترکمانستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔وہاں کی مساجد کے لئے خطیب اور امام اسی ادارہ سے متعین کیے جاتے ہیں۔ہر ری پبلک کا ایک علیٰحدہ دینی ادارہ ہے جو اس مرکزی ادارہ کی شاخ ہے اور اس کے سربراہ کو قاضی کا منصب تفویض ہوتا ہے اور اس ری پبلک کا دینی پروگرام اسی کی زیرنگرانی انجام پاتا ہے۔

ان کے اس بصیرت افروز اور پرمغز خطبہ کے بعد الحاج محمود اے ہارون (قائد وفد) نے ان کی اس میزبانی پر شکریہ ادا کیا۔یہ محفل ختم ہوئی تو مفتی صاحب ہمیں صحن میں سے گزارتے ہوئے ایک ہال میں لے گئے جہاں ہمارے دوپہرے کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔میز مختلف قسم کے پھلوں اور کھانوں سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ہمیں بٹھایا گیا اور مختلف قسم کے کھانوں سے ہماری تواضع کی گئی۔پہلے چینی کے برتنوں میں گوشت کا شوربا،جس میں بوٹیاں بھی تھیں اور چاول کے بھی کچھ کچھ دانے تھے پیش کیا گیا۔اس کے بعد پلاؤ پھر کباب۔ہر ڈش کے بعد خیال ہوتا کہ یہ آخری ڈش ہے۔مگر کافی دیر انتظار کے بعد پھر ایک اور کھانا چن دیا جاتا۔وہ ختم ہوتا تو گفتگو کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔پانچ منٹ کے بعد ایک اور کھانا پیش کر دیا جاتا۔اس طرح وہاں کھانے میں کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہو گیا۔

وہ ہال جس میں ہمیں کھانا کھلایا گیا،اپنی شکل وصورت سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ پہلے مسجد تھی کیونکہ سمت کعبہ میں محراب بنی ہوئی تھی جس کے اوپر کلمہ شریف لکھا تھا۔اس کی شکل وشباہت ہو بہو مسجد کی تھی۔روس میں اور بھی بہت سی قدیم مسجدیں دیکھیں جو اب مسجد کے طور پر استعمال نہیں ہوتیں جنہیں دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔مسجد کے صحن میں گلاب کے پودے لگا دیئے گئے تھے اور دروازے سے اس ہال تک ایک پختہ راستہ بنا ہوا تھا۔

کافی وقت گزارنے کے بعد ہم وہاں سے رخصت ہوئے۔وہاں سے اٹھے اور سڑک کے دوسری طرف ایک مسجد میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے لئے گئے۔اس مسجد کا نام'' جامع شیخ طلاء '' تھا۔

اس مسجد کے ساتھ ہی ایک بڑی لائبریری ہے۔اس کا نام مکتبہ'' موئے شریف'' ہے۔لائبریری

Marfat.com

کے ناظم کا اسم گرامی حبیب اللہ ہے، نوجوان ہیں۔ میں نے اس مکتبہ کی وجہ تسمیہ پوچھی، انہوں نے بتایا کہ یہاں کسی وقت حضور نبی اکرم ﷺ کا گیسوئے عنبریں ہوا کرتا تھا۔ کتابیں بڑے سلیقے سے الماریوں میں سجی ہوئی تھیں۔ ناظم صاحب نے بتایا کہ اس مکتبہ میں 33 ہزار سے زیادہ مطبوعہ کتب اور اڑھائی ہزار مخطوطات ہیں۔ باہر میز پر نوادر رکھے تھے۔ ان ہی نوادر میں مصحف عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فوٹو بھی تھا۔ اسے دیکھ کر دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ ہم نے درخواست کی کہ ہمیں اصلی مصحف کی بھی زیارت کرائی جائے۔ مفتی صاحب نے بتایا کہ اصلی مصحف یہیں تاشقند کے عجائب گھر میں ہے اور کل اس کی زیارت کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

اس لائبریری میں تفسیر بیضاوی، کبیر اور دیگر کتب کے قلمی نسخے قابل دید ہیں۔ قرآن کریم کے قلمی نسخے جن پر مطلّیٰ نقش و نگار آج بھی اپنی بہار دکھا رہے ہیں، دیکھ کر آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دل چاہ رہا تھا کہ اس مکتبہ میں مزید ٹھہرا جائے، لیکن نماز ظہر کا وقت ہو گیا اور ہمیں بادل نخواستہ اس مخزن علمی سے باہر آنا پڑا۔ اسی احاطہ میں مسجد بھی ہے۔ طلاء شیخ اس مسجد کے بانی کا نام ہے۔ مسجد بھری ہوئی تھی۔ تقریباً ستر اسی نمازی تھے۔

سماحۃ المفتی بابا ضیاء الدین خانوف نے جماعت کرائی۔ فرضوں کے بعد مختصر دعا اللھم انت السلام مانگی اور پھر دو سنتیں ادا کیں۔ پھر امام صاحب نے ایک مرتبہ بلند آواز سے سبحان اللہ کہا۔ سب نے آہستہ آہستہ تیس مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ اسی طرح الحمد للہ اور اللہ اکبر ایک ایک بار امام صاحب نے بلند آواز سے کہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیی قدیر۔ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم بلند آواز سے، پھر سب نے آیۃ الکرسی پڑھی۔ پھر امام صاحب نے دعا مانگی۔ پھر چند آیتیں بلند آواز سے پڑھی گئیں۔ اس کے بعد پھر دعا ہوئی۔

مفتی صاحب نے وفد کا تعارف کرایا اور ارکان وفد کو خوش آمدید کہا۔ پھر مصافحہ کا سلسلہ شروع ہوا جو کافی دیر تک جاری رہا۔ ہر شخص نے وفد کے ہر رکن سے مصافحہ کیا۔ محبت و خلوص کے جذبات ان کے چہروں سے عیاں تھے۔ روحانی مسرت کی چمک ان کی آنکھوں میں تھی۔

اس کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے اور قبلہ مفتی صاحب ہمیں ایک نمائش گاہ دکھانے کے لئے لے گئے۔ یہ ازبکستان کی زرعی نمائش گاہ ہے۔ اس میں مختلف شعبے بنے ہوئے ہیں۔ ہر حصے میں الگ الگ چیزیں سجائی گئی تھیں۔ جتنی اجناس یہاں پیدا ہوتی ہیں، ان کے نمونے، ان کی پیداوار کی اوسط اور ساتھ ترقی کی رفتار کے چارٹ لگے ہوئے تھے۔ وہ مصنوعات جن کا زراعت کے ساتھ قریبی تعلق

Marfat.com

ہے، وہ بھی بچی ہوئی تھیں اور ان کے بارے میں بھی مکمل معلومات پوری تفصیل سے لکھی تھیں۔ ایک گوشہ میں انہوں نے اپنی تعلیمی سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا ہوا تھا۔ پرائمری سکول، ہائی سکول، کالجز، یونیورسٹیوں کی عمارتوں کے ماڈل رکھے ہوئے تھے۔ ایک جگہ انہوں نے مصنوعی کپاس کا کھیت بنایا ہوا تھا جس کے چھوٹے قد کے پودوں پر ہر طرف سفید روئی نظر آتی تھی۔ اس طرح وہ اپنی ترقی کی داستان آنے جانے والوں کے اذہان پر مرتسم کرتے ہیں لیکن ان کے بیانات میں مبالغہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جب انہوں نے بڑے وثوق اور فخر سے بتایا کہ ہمارے ہاں گندم کی اوسط پیداوار ساٹھ ستر من فی ایکڑ ہے تو میں نے ان سے پوچھا کہ اگر آپ کے ہاں گندم اس فراوانی سے پیدا ہوتی ہے تو پھر آپ لاکھوں ٹن گندم باہر سے کیوں درآمد کرتے ہیں۔ اس کا وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔

عمارت سے باہر آئے تو صحن میں زرعی آلات کی نمائش تھی۔ ٹریکٹر، فصل کاٹنے والی مشینیں، تھریشر، کپاس چننے والی مشینیں یہ سب وہاں نمائش کے لئے رکھی ہوئی تھیں۔ جس ترجمان نے ہمیں نمائش گاہ کی سیر کرائی، اس نے پوری محنت کے ساتھ ہمیں متاثر کرنے کی کوشش کی۔

اس کے بعد ہم ہوٹل میں آرام کرنے کے لئے آ گئے۔ رات آرام سے گزری۔ صبح یعنی 5 جون 1979ء کا پروگرام بتایا گیا کہ ساڑھے دس بجے فرینڈز شپ سوسائٹی میں وہاں کے اراکین سے ملاقات ہوگی۔ اس کے بعد ہم عجائب گھر دیکھنے جائیں گے۔ جہاں مصحف عثمانی کی زیارت ہوگی۔ دوپہر کا کھانا شیخ فولاد جام کے ہاں کھائیں گے جو جامعہ زین الدین کے خطیب ہیں۔

نو بجے کے قریب ناشتہ کیا۔ ناشتہ میں دہی کا خاص اہتمام تھا۔ ازبکستان میں جتنے دن رہے، دہی اور لسی دسترخوان پر موجود رہی۔ 1/2 10 بجے ہم ہوٹل سے روانہ ہو کر فرینڈز شپ سوسائٹی کے دفتر میں پہنچے۔ اس سوسائٹی کی صدر ایک خاتون تھیں۔ دیگر ممبر حضرات بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اس سوسائٹی کے اغراض و مقاصد بیان کئے اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ پاکستان کی طرف سے دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔ جسٹس صلاح الدین صاحب اور غلام مصطفیٰ صاحب نے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کیا۔ میں نے کہا کہ ملکوں میں خیر سگالی کے جذبات کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ طلبہ کا تبادلہ ہو۔ وہ اپنے ملک سے دوسرے ملک میں جا کر رہیں اور ان کے حالات سے مطلع ہوں۔ جب اجنبیت ختم ہوگی، تو یقیناً غلط فہمیاں دور ہوں گی اور خیر سگالی کے جذبات ابھریں گے۔ اس سلسلے میں دینی طلباء زیادہ مؤثر اور مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا پاکستان کی طرف سے یہ پیشکش کرتا ہوں کہ آپ پانچ طلبہ ہمارے دارالعلوم میں بھیجیں۔ ہم ان کو ہر قسم کی سہولیات مہیا کریں گے اور جب تکمیل علم کے بعد وہ وطن واپس آئیں گے تو وہ محبت اور پیار کے

Marfat.com

رشتوں کو جو پہلے ہی سے موجود ہیں، انہیں مزید مستحکم اور مضبوط کریں گے۔ اس تجویز کو بہت پسند کیا گیا۔ خصوصاً وہاں کے پریس نے اس کی بڑی پبلسٹی کی۔

وہاں سے فراغت کے بعد ہم عجائب گھر پہنچے۔ وقت کی کمی کے باعث ہم نے صرف مصحف عثمانی کی زیارت پر اکتفاء کیا۔ ہمیں ایک خاص کمرے میں لے جایا گیا جہاں بڑے ادب واحترام سے اس مصحف کو نکال کر دکھا گیا۔ یہ مصحف ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا ہے، جسے کاغذ کی طرح باریک کیا گیا ہے۔ کوفی رسم الخط ہے لیکن آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔ یہی مصحف حضرت عثمان کی شہادت کے وقت آپ کے سامنے تھا۔ جس کی آپ تلاوت کر رہے تھے اور مؤرخین کے قول کے مطابق آپ کے خون کے قطرے فَسَيَكْفِيكَهُمُ الله پر گرے۔ ہم نے وہ جگہ کھول کر دیکھی۔ خون کے نشان اب بھی نظر آ رہے تھے، لیکن مدت مدید گزرنے کے بعد اب ان کا رنگ سیاہی مائل ہو گیا تھا۔

عجائب گھر کے اس عہدہ دار نے پوری تاریخ بتائی کہ کس طرح امیر تیمور نے اسے حاصل کیا اور کس طرح یہ عرصہ دراز تک سمرقند میں رہا اور اشتراکی انقلاب کے بعد کس طرح یہ یہاں منتقل ہوا۔ ہم اپنی قسمت پر ناز کر رہے تھے کہ یہی مصحف مقدس ہے جس پر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی نگاہیں پڑیں، جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں نے چھوا، جس کی تلاوت ان پاک لوگوں نے کی، جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے علاوہ اور کوئی چیز سما نہ سکی۔ ہم اپنی اس خوش نصیبی پر اپنے رب کریم کا شکر ادا کر رہے تھے، جس نے ہمیں یہ سعادت نصیب فرمائی۔

5 جون کو ظہر کی نماز کے لئے ہمیں جامع زین الدین میں لے جایا گیا۔ شیخ زین الدین، شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے صاحبزادے تھے، جو یہاں تشریف لائے اور یہیں انتقال فرمایا۔ ان کا مزار پرانوار زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ یہ مسجد ان ہی کے نام سے موسوم ہے۔ موجودہ خطیب کا نام شیخ فولاد جام ہے۔ نماز سے پہلے وہ ہمیں اپنی نشست گاہ میں لے گئے۔ وہاں چائے اور پھلوں سے ہماری تواضع کی۔ اذان ہوئی تو ہم سب وضو کر کے مسجد میں پہنچے۔ نمازیوں کی تعداد سو کے لگ بھگ ہوگی جو ہماری ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے۔ غالب اکثریت بوڑھوں کی تھی۔ خال خال کوئی جوان نظر آتا تھا۔

نماز سے فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ ہمارے اعزاز میں ایک جلسہ انعقاد پذیر ہو رہا ہے، جس کی صدارت کے فرائض مجھے انجام دینے ہیں۔ چنانچہ مجھے مصلیٰ پر بٹھا دیا گیا۔ مقامی علماء نے اپنی تقریروں میں ہمیں خوش آمدید کہا اور ہماری آمد پر بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اس فقیر نے بھی عربی میں تقریر کی، جس میں ماوراء النہر کے علاقے سے اہل پاکستان کی قلبی اور جذباتی وابستگی کا تذکرہ کیا۔ یہاں کے علماء

Marfat.com

نے خدمت دین کے لئے جو زریں کارنامے انجام دیئے تھے اور مختلف علوم وفنون کو اپنی دیدہ ریزیوں اور جگر کاویوں سے پروان چڑھایا تھا، تفصیل سے ان حالات کو بیان کیا اور بتایا کہ ہمارے عربی مدارس میں اب بھی جو کتابیں داخل نصاب ہیں، ان میں اکثریت یہاں کے علماء کی تصنیف شدہ ہیں۔

میری عربی تقریر کا ترجمہ شیخ شرف الدین صاحب ازبکی زبان میں ساتھ ساتھ کرتے جارہے تھے۔ میں نے حاضرین کو بتایا کہ پاکستان کے ہر باشندے اور حکومت پاکستان کے دل میں آپ کے لئے بے پناہ محبت واخوت کے جذبات ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ حاضرین نے ان گزارشات کو بہت پسند کیا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد ہم ہوٹل میں واپس آگئے اور باقی وقت آرام کرنے میں گزارا۔

6 جون 1979ء

آج سہ پہر کو ہمیں یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ آج کے پروگراموں میں اہم پروگرام ''المعھد حالی'' کی زیارت ہے۔ صبح سویرے بابا خانوف صاحب اور دیگر مقامی علماء ہوٹل میں پہنچ گئے۔ نو بجے ناشتہ کیا۔ اس کے بعد بابا خانوف کی معیت میں ہم معہد عالی کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ علوم اسلامیہ کی تعلیم کا ادارہ ہے۔ ابتدائی تعلیم کے لئے طلباء بخارا میں جاتے ہیں۔ وہاں سے ابتدائی علوم کی تحصیل کے بعد یہاں آکر داخلہ لیتے ہیں۔ اس کلیہ میں زیر تعلیم طلبہ کی تعداد 35 ہے۔ اساتذہ کی تعداد 20 ہے۔ ان میں سے بعض اساتذہ مصر اور شام کے فارغ التحصیل ہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ روس میں بسنے والے پانچ چھ کروڑ مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے یہ قلیل تعداد کس طرح کفایت کرتی ہوگی۔ چار پانچ صوبے تو ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔ ان کی مساجد کے لئے خطباء اور آئمہ اور دیگر خدمات انجام دینے کے لئے علماء کی کافی تعداد درکار ہے۔ یہ گنتی کے چند آدمی کس کس علاقے کی ضرورت پوری کرتے ہوں گے۔ میں نے کئی حضرات سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی درخواست کی۔ لیکن سب نے یہی کہہ کے ٹال دیا کہ بس یہ تعداد کافی ہو جاتی ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ دینی سرگرمیاں کتنی محدود ہیں اور آنے والی نسل کو ایمان پر ثابت قدم رکھنا اور اسلامی عقائد سے ان کو روشناس کرانا عملی طور پر کتنا ناممکن بنا دیا گیا ہے۔

اس مدرسہ عالیہ کے پرنسپل مفتی ضیاء الدین بابا خانوف کے صاحبزادے شیخ شمس الدین ہیں۔ اساتذہ کی تنخواہیں ادارہ دینیہ اپنے فنڈ سے ادا کرتا ہے۔ ہر استاد کو اڑھائی روبل ماہانہ مشاہرہ ملتا ہے۔ یہ فنڈ مسلمان اپنے صدقات اور چندوں سے اکٹھا کرتے ہیں۔ گورنمنٹ کسی قسم کی مالی امداد نہیں دیتی۔ مسلمانوں کی ہمت کو آفرین کہنے کو جی چاہتا ہے جو ان حالات میں بھی فراخ دلی سے اس فنڈ میں چندہ پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

یہاں مدت تعلیم چار سال ہے۔ طلبہ کو اس عرصہ میں تفسیر، فقہ، حدیث، اصول، ادب، بلاغت، صرف ونحو وغیرہ علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ ساتھ ساتھ فارسی اور روسی زبان کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ہر طالب علم کو ایک سو روبل ماہانہ وظیفہ ملتا ہے اور روبل کی قیمت دس روپے پاکستانی بتائی گئی ہے۔

یہ معہد، جس عمارت میں واقع ہے، اسے یہاں کے امیر بارق خان نے سولہویں صدی میں تعمیر کیا تھا۔ بڑی شاندار عمارت ہے۔ صدیاں گزرنے کے باوجود اس کی شان وشوکت برقرار ہے۔ اب مزید کئی کمرے زیر تعمیر ہیں۔ یہاں کے فارغ التحصیل طلباء کو مفتی صاحب مختلف مقامات پر امام، خطیب یا دیگر دینی مناصب پر متعین کرتے ہیں۔ آج کل موسم گرما کی تعطیلات کے باعث مدرسہ بند تھا۔ لیکن چند طلباء موجود تھے۔ ان سے تبادلہ خیال ہوا۔ حالات کی تبدیلی کے باوجود دین کی جمعیت اور علوم دینیہ کی اشاعت کا جذبہ ان کے دلوں میں جوان نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دینی توفیقات سے نوازے تاکہ وہ اپنے فرائض پوری دلجمعی کے ساتھ انجام دیتے رہیں۔

اس کے بعد ہم علماء کرام اور اولیاء عظام کے مزارات کی زیارت کے لئے گئے۔ شیخ قفال الشاشی، شیخ نظام الدین خموش (جو خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے خلفاء میں سے ہیں)، اور مفتی صاحب کے والد ماجد بابا ایشاں کے مزارات ایک جگہ ہیں۔ وہاں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ ایصال ثواب کے بعد ان پاکان امت کے وسیلے سے اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی خوشحالی کے لئے بارگاہ مجیب الدعوات میں دعائیں کیں۔ اثنائے زیارت میں نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ کیا اشتراکی انقلاب کے بعد بھی لوگ اولیاء کرام کے مقدس مزارات کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں؟ ان کا جواب سن کر میں حیران رہ گیا۔ انہوں نے کہا کہ دور دراز علاقوں سے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے کثیر تعداد میں لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اصحاب مزارات سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں ان کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں۔

ہم ہوٹل میں واپس آ گئے۔ بتایا گیا کہ پونے تین بجے کی فلائٹ پر ہمیں بخارا کے لئے روانہ ہونا ہے۔ چنانچہ دوپہر کا کھانا کھایا۔ قدرے آرام کیا اور ڈیڑھ بجے کے قریب نماز ظہر سے فارغ ہو کر ہم ہوائی اڈہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جدید تاشقند کی پختہ اور صاف ستھری سڑکیں اور دو رویہ سرسبز وشاداب درخت اور ہر طرف بلند و بالا فلیٹوں پر الوداعی نظریں ڈالتے ہوئے جا رہے تھے، سرسری کاغذی کارروائی کے بعد ہمیں جہاز میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی اور ٹھیک پونے تین بجے جہاز پرکشا ہوا۔ سوا گھنٹہ کی پرواز کے بعد چار بجے بخارا کے ہوائی اڈہ پر اترا۔ یہ پرواز دن کے اجالے میں تھی۔ اس لئے ہم بڑے غور سے نیچے زمین کی طرف دیکھتے گئے۔ ہمیں گندم کے کھیت دکھائی دے رہے

Marfat.com

تھے۔ اگر چہ وہ کھیت بڑے وسیع وعریض تھے، لیکن گندم کی فصل اتنی معیاری نہ تھی جس کی ہمیں توقع تھی۔ ہمارے ہاں جو زمیندار محنت وکوشش کرتے ہیں، ان کی فصل دیکھ کر طبیعت پر کیف ونشاط طاری ہوجاتا ہے۔

دل میں یہ خیال گدگدی پیدا کر رہا تھا کہ ابھی ہم چند لمحوں بعد بخارا شریف کی پاک سرزمین میں اتریں گے اور وہ علاقہ جس کے نشیب وفراز، جس کے ندی نالے، جس کے دیہات اور قصبے ہمارے لئے تاریخی اہمیت کے حامل ہیں، ابھی ہم ان کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ چنانچہ ٹھیک چار بجے جہاز ہوائی اڈہ پر اترا۔ وہاں بھی علماء اور شہر کے معززین وفد کے استقبال کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ بڑی محبت والفت سے بغلگیر ہوئے اور بڑی گرمجوشی سے خوش آمدید کہا۔ یہاں کا ہوائی اڈہ بالکل سادہ ہے۔ بلند وبالا عمارات کی بجائے مختصر سے کمرے ہیں، جہاں ضروری کام سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ کاغذات کی سرسری جانچ پڑتال کے بعد ہمیں شہر جانے کی اجازت مل گئی۔ ہمیں بتایا گیا کہ ہمارا قافلہ سب سے پہلے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مؤسس حضرت بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دے گا۔

حضرت خواجہ نقشبند کا مزار پر انوار بخارا سے پندرہ بیس میل دور ایک گاؤں میں ہے، جس کا نام ''قصر عارفاں'' ہے۔ کبھی تو واقعی یہ دنیا بھر کے عارفوں اور کاملوں کا مرجع وماویٰ رہا ہوگا۔ کس کس قسم کے جواں مرد یہاں حاضر ہوتے ہوں گے اور انوار معرفت سے اپنے سینوں کو منور کرتے ہوں گے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ سے عشاق باصفا کارواں در کارواں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی آستانہ بوسی کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہوں گے۔ وہ کس قسم کے ماہ وسال ہوں گے۔ وہ کس قسم کے روز وشب ہوں گے۔ وہ کتنی سہانی اور بابرکت گھڑیاں ہوں گی۔ آج وہ گاؤں ویران ہو چکا ہے۔ اس کے بسنے والے اسے چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں۔ بڑی بڑی سرائیں اور اقامت گاہیں ان روح افروز واقعات کی داستانیں سنانے کے لئے اب بھی زائرین کے لئے چشم براہ ہیں۔

ہم آستانہ عالیہ پر پہنچے۔ دو تین آدمی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں پانی مہیا کیا جس سے ہم نے وضو کیا۔ اس کے بعد ہم آستانہ عالیہ کے احاطہ میں داخل ہوئے۔ وہاں کئی مسجدیں ہیں۔ بعض مسجدیں موسم گرما کیلئے اور بعض موسم سرما کے لئے، آخر الذکر ایک وسیع وعریض برآمدہ ہے جس پر لکڑی کی چھت ہے جو بڑی منقش اور رنگین ہے اور لکڑی کے ستونوں کے سہارے کھڑی ہے۔ محراب بھی بہت خوبصورت ہے۔ ہم نے باجماعت نماز ظہر ادا کی۔ صحن میں حضرت خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبندؒ کا مزار پرانوار ہے۔ یہ مزار چھ فٹ کے قریب اونچا ہے اور اسی قدر چوڑا ہے۔ اس کی لمبائی دس

Marfat.com

فٹ کے قریب ہوگی۔ سرہانے سنگ مرمر کا ایک کتبہ لگا ہوا ہے، جس پر مندرجہ ذیل عبارات کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل نفس ذائقة الموت

البقاء للہ وحدہ

هذا ضريح الشيخ الكامل المرشد العارف بالله شيخ الطائفة النقشبندية حضرة الخواجه محمد بهاء الدين النقشبند البخاری رحمه الله تعالیٰ و رضی عنه و نفعنا بفيوضه وبر كاته آمين۔

مؤسس الطريقة النقشبندية المعروفة وولد رحمه الله تعالیٰ فی هذه القرية المباركة قصر عارفان فی محرم 718ھ و نسبه ينتهی الی سيدنا جعفر الصادق رضی الله تعالیٰ عنه وله عدة مؤلفات منها دليل العارفين و توفی رحمه الله تعالیٰ 791ھ و دفن فی ضريحه هنا۔

فی مسجده الذی اشتغل فيه بتربية كثير من اهل ماوراء النهر والوافدين عليه من شتی البلدان الاسلامية و مناقبه لا تعدولا تحصی مذكورة فی كتب و رسائل مصنفة و هذا الباب قد اتم الضريح الشريف و ماحوله من البنايات المتعلقة 1395هجرية علی صاحبها الصلوٰة والتحية۔

''بقاء صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ شیخ کامل و مرشد، عارف باللہ نقشبندی گروہ کے شیخ حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین نقشبندی بخاری، اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے اور راضی ہو، کا یہ مزار مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوضات و برکات سے ہمیں نفع پہنچائے۔ آمین!''

آپ طریقہ نقشبندیہ کے موسس تھے۔ آپ کی ولادت اسی مبارک گاؤں میں ہوئی جس کا نام قصر عارفاں ہے۔ آپ محرم 718ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب حضرت امام جعفر صادق سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کی کئی تالیفات ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام دلیل العارفین ہے۔ آپ کی وفات 791ھ میں ہوئی اور اس قبر میں مدفون ہوئے جو آپ کی اس مسجد میں ہے، جس میں آپ ماوراء النہر کے بہت سے لوگوں اور ممالک اسلامیہ سے آنے والے وفود کی تربیت میں عمر بھر مشغول رہے۔ آپ کے مناقب بے حد و بے شمار ہیں جو ان کتابوں اور رسائل میں مذکور ہیں جو اس باب میں لکھی گئیں۔ اس مزار شریف اور اس کے ارد گرد جو عمارتیں ہیں ان کی اصلاح و مرمت کا کام 1395ء میں پایہ تکمیل تک پہنچا۔

میں نے حاضری دی۔ ایصال ثواب کے بعد اولیاء کرام کے اس تاجدار کی خدمت میں اپنا خالی دامن پھیلایا اور اپنے رب کریم اور رسول کریم ﷺ کی رضا کی بھیک ان سے مانگی۔ بڑا روحانی سرور

Marfat.com

حاصل ہوا۔ دل مطمئن ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے سے یہ فقیر قاصر ہے جس نے یہ انمول سعادت ارزانی فرمائی۔ آپ کے مزار شریف پر کوئی گنبد بنا ہوا نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کے خلفاء کے مزارات پر بھی کوئی گنبد نہیں ہے۔

آپ کے پاؤں کی جانب ایک وسیع قبرستان ہے جس میں آپ کے عقیدت مند مدفون ہیں۔ ایک حجرہ الگ بنا ہوا ہے۔ بتایا گیا کہ یہاں آپ اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور ذکر الٰہی میں شب و روز مشغول رہتے تھے۔ وہاں حاضری دی اور دو نفل ادا کئے۔ ان پتھروں کو چوم لینے کو جی چاہتا تھا جنہوں نے کبھی حضرت خواجہ کے مبارک قدموں کے بوسے لئے تھے۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد موسم سرما کی مسجدیں دیکھیں۔ بڑی وسیع و عریض مسجدیں ہیں۔ لکڑی کے ستونوں پر چھت ایستادہ ہے۔ چھت پر رنگین نقش و نگار بنے ہوئے ہیں جنہیں دیکھ کر ایک خاص سرور پیدا ہوتا ہے۔ جی تو یہ چاہتا تھا کہ مدت العمر اس شہباز لامکانی کے آستانہ عالیہ پر حاضری نصیب رہے، لیکن فرائض کی گراں باریاں ایسی مدت کی کب روادار ہیں۔

الوداعی سلام کرنے کے بعد دل پر پتھر رکھ کر میں وہاں سے رخصت ہوا۔ باہر آیا تو ایک بہت بڑا گنبد نما مکان نظر آیا۔ پتہ چلا کہ یہ حضرت کے درویشوں کی اقامت گاہ تھی۔ لیکن اب وہ نہایت شکستہ حالت میں ہے۔ اگر اس کی فوری مرمت کا انتظام نہ کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بوجھ کو نہ سہار سکے اور زمین بوس ہو جائے۔ ایک ایسے نشان کا مٹ جانا جس سے اہل محبت کی بے شمار روایتیں وابستہ ہیں بہت بڑا المیہ ہو گا۔

Marfat.com

فارغ التحصیل علماء سے خطاب

آپ نے ہمارے پاس جو دس سال کا طویل عرصہ گزارا ہے، ہم نے اپنی پوری استعداد کے مطابق آپ کی طرف توجہ دی ہے۔ آپ کو صرف ونحو وغیرہ دیگر علوم پڑھائے ہیں اور اب دورۂ حدیث پایۂ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے اس میں تو ہم پوری کوشش کرتے رہے ہیں لیکن آپ جب میدان عمل میں جائیں گے تو اس وقت اور چیزوں کی ضرورت ہوگی۔ ان میں سے اہم ترین آپ کی تربیت ہے۔ تربیت کا مطلب ہے کہ وہ کامیاب افراد جن کی وجہ سے امت کو خیر الامم کہا گیا ہے۔ جن کے ذمہ "تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر" کا عظیم فریضہ تفویض کیا گیا ہے، ان کے طریقے پر عمل کرنا ورنہ تقریریں تو ہوتی رہتی ہیں اور جہاں کوئی ہوتا ہے وہیں کا ہی رہتا ہے۔
اب ماحول میں تبدیلی کرنے کے لئے ہمیں اپنے آپ کو تبدیل کرنا چاہئے اور اس تبدیلی کا یہی طریقہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی اتباع کریں جنہوں نے کامیاب زندگی گزاری۔ جس طرح انھوں نے زندگی کے دن گزارے، ہم اسی طرح کوشش کریں۔ قرآن کریم میں ارشاد طیبہ ہے:

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾ (العنکبوت)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جتنی تمہاری طاقت ہے اس کے مطابق کوشش تم کرو جو کمی رہ جائے گی وہ ہم اپنی رحمت سے پوری کر دیں گے۔ ہم سچے دل سے کوشش کریں۔ ہمارا ہر قول، ہر عمل حضور ﷺ کے ارشادات کے مطابق ہو۔ اولیائے کرام کی سیرتوں کا مطالعہ کریں اور اپنی بساط کے مطابق ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور جو کمی رہ جائے اس کی فکر نہ کریں وہ اللہ تعالیٰ خود پوری کرے گا۔
جہاں تک میرا مطالعہ ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ پی۔ ایچ۔ ڈی کرلیں، بیرسٹر بن جائیں، تبلیغ نہیں ہوگی۔ تبلیغ کا فریضہ صرف وہ افراد سرانجام دیں گے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی شمعیں روشن ہوں گی اور یہی وہ افراد ہیں جن کی نگاہ، قول اور تحریر میں اثر ہوتا ہے۔

آپ بہت نیک بخت لوگ ہیں کہ اس جوانی کے دور میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقویٰ اور محبت رسول ﷺ جیسی دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔ اللہ اس میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین
بہر حال ہماری کوشش یہ ہے کہ آپ کی توجہ ان لوگوں کی سیرتوں کی طرف مبذول کرائیں جنہوں

Marfat.com

نے لوگوں کی تقدیر کو بدل ڈالا، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو زندہ کیا۔ کفر وشرک کے ایستادہ پہاڑوں کو ریت کے ذرات کی طرح پھونکوں سے اڑا دیا اور اسلام اور اس کی حقانیت کی شمع روشن کی۔ بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا: "ما الاحسان یا رسول اللہ" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان تعبد اللہ کانک تراہ" کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ "وان لم تکن تراہ" اور اگر تو اس مقام تک نہیں پہنچا تو کم از کم تیرے ذہن میں یہ بات ضرور ہونی چاہئے "فانہ یراک" کہ وہ پروردگار تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ جب عبادت شروع کریں ہماری کیفیت یہی ہونی چاہئے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ لوگ جھوٹ سے نماز شروع کرتے ہیں۔ نیت تو یہ کرتے ہیں کہ یہ عبادت خدا کے واسطے ہے اور دل میں ہزارہا خیال ہوا کرتے ہیں۔ گویا نیت صرف اللہ کے لئے تو نہ ہوئی بلکہ کئی دیگر مقاصد کے لئے نیت کی۔ ہماری حتی الوسع یہی کوشش ہونی چاہئے کہ ہم جب نیت کریں تو ہمارا یہی تصور ہو کہ میں نہیں تو میرا رب تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ جتنا رب کے دیکھنے کا تصور قوی ہوگا اتنا ہی اللہ تمہاری روحانیت کو جلا بخشے گا اور اس کی تائید تمہارے شامل حال ہوگی۔ پھر آپ کے ہر قول کو لوگ سنیں گے بھی اور اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔ ابتدا احسان سے ہے۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ شریعت و طریقت میں اختلاف ہے، قطعاً درست نہیں۔ طریقت و شریعت کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ درخت اور پھل کا جو آپس میں تعلق ہے وہی تعلق شریعت و طریقت کا آپس میں ہے۔ درخت کے بغیر پھل نہیں لگتا اور جس درخت پر پھل نہیں لگتا اسے کاٹ کر ایندھن بنا دیا جاتا ہے بعینہ شریعت درخت ہے اور طریقت اس کا پھل ہے۔ جہاں درخت نہیں وہاں پھل نہیں۔ ہوا میں کبھی پھل نہیں لگا۔ طریقت کا پھل تب لگے گا جب درخت ہوگا۔

لوگ طرح طرح کے وسوسے ڈالتے ہیں، طرح طرح کے شکوک پیدا کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا طریقہ براہ راست ہے۔ اللہ سے ملانے والا ہے اور یہی درست ہے۔

عزیزان گرامی! یاد رکھیں، درست راستہ صرف وہ ہے جسے رب قدوس نے صراط مستقیم کہا۔ خط مستقیم کسے کہتے ہیں۔ دو نقطوں کو ملانے کے لئے بے شمار خطوط کھینچے جا سکتے ہیں۔ لیکن جو خط سب سے چھوٹا ہوگا وہ خط مستقیم ہوگا۔ اسی طرح صراط مستقیم وہ ہے جو آسان ترین انداز میں رب سے ملا دے۔ لوگ کہتے ہیں شریعت والوں کے راستے میں بہت جھمیلے ہیں۔ ہم تمہیں ایسے راستے سے لے کر جائیں گے کہ تم فوراً پہنچ جاؤ گے۔ لیکن یاد رکھیں اگر کوئی دوسرا مختصر طریقہ ہوتا تو اللہ کے نبی ہمیں ضرور اس سے آگاہ کر دیتے۔ صرف نبی کا راستہ ہی صراط مستقیم اور مختصر ترین ہے۔ اپنا تعلق اپنے رب کے ساتھ

Marfat.com

استوار کرو تاکہ شیطان کا کوئی فریب بھی تمہیں اس کی یاد سے غافل نہ کر سکے۔ جب بھی کوئی مشکل وقت آئے گا اس کا تعلق اور واسطہ تمہیں حوصلہ اور سہارا دے گا۔ ایک دفعہ میں امریکہ گیا تو خواہش ہوئی کہ واپسی پر کعبہ شریف کی زیارت بھی کروں اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدم بوسی کی سعادت بھی حاصل کروں۔ اتفاق سے ان دنوں حکومت سعودیہ نے چند دنوں کے لئے عمرہ پر پابندی لگا رکھی تھی۔ کیونکہ لاکھوں افراد یہاں سے حج کی سعادت حاصل کر کے جاتے ہیں۔ اس لئے وہاں کی صفائی اور سڑکوں کی مرمت کرنا ہوتی ہے، اس لئے وہ کچھ عرصہ عمرہ پر پابندی لگا دیتے ہیں۔ جب میں نے ویزہ کے لئے کوشش کی تو چند دوستوں نے کہا! پیر صاحب! آپ فکر نہ کریں ہم اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے ویزہ لگوالیں گے۔ ابھی واپسی میں دو دن تھے کہ دوستوں نے کہا: جناب! مبارک ہو آپ کا ویزہ لگ جائے گا۔ میں نے پوچھا: وہ کس طرح؟ میں نے سنا ہے ان دنوں وہاں جانے کی پابندی ہے۔ انہوں نے کہا: آپ نے درست سنا ہے کہ ان دنوں وہاں جانے کی پابندی ہے، لیکن ہم نے ظاہر کیا ہے کہ پیر صاحب ریاض اور جدہ کی ایمبیسی کا معائنہ کرنے آ رہے ہیں اس لئے ویزہ جاری کیا جائے۔

میں نے کہا: جناب! اگر آپ اس شرط پر مجھے ویزا لے کر دے رہے ہیں تو مجھے ایسے ویزہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں جھوٹ بول کر اور دھوکہ دے کر کس منہ سے کعبہ شریف جاؤں گا اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں کس طرح کھڑا ہونے کی جرأت کر سکوں گا اور جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے: اے کرم شاہ! مجھ تک پہنچنے کے لئے جھوٹ اور دھوکہ دہی ہی ذریعہ رہ گیا ہے تو میں اس وقت کیا جواب دوں گا۔ لہٰذا مجھے ایسے ویزہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بہت بہت شکریہ۔ انہوں نے بڑی منتیں کیں۔ میں نے کہا: جو بات غلط ہے وہ غلط ہے، میں خدا کی رضا کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ اگر میں جھوٹ بول کر وہاں گیا تو میرا رب کبھی مجھ پر راضی نہ ہوگا۔ انہوں نے بڑے حیلے کئے مگر میں نے انکار کر دیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کام کرنا چاہتا ہے تو خود ہی اس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ میں سفیر کو ملنے گیا تو سفیر نے اندر بلایا اور کہا: یہ آپ کا ویزہ ہے آپ جائیں اور عمرہ کریں۔ اللہ کے فضل سے جھوٹ بولنے کی نوبت ہی نہ آئی۔

وصل او کم جو رضائے او طلب

یہ بات اپنے دلوں میں پختہ کر لیں کہ زندگی صرف اللہ کی رضا اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی کے لئے بسر کرنی ہے۔ عہدہ بڑا ہو یا چھوٹا، تنخواہ کم ہو یا زیادہ، صرف اللہ کی خوشنودی پر عمل کریں۔ انسان جب زندگی کے میدان میں جاتا ہے تو طرح طرح کی پریشانیاں اور دقتیں آتی ہیں۔ انہیں برداشت کرنا چاہئے اور صبر و استقامت کا دامن ہرگز نہیں چھوڑنا چاہئے۔ جن دنوں دار العلوم کا

Marfat.com

کیس چل رہا تھا، میں لوگوں کی چالا کیوں سے تنگ آ گیا۔ مخالف لوگ بڑے شاطر واقع ہوئے تھے۔ جب بھی عدالت میں ہماری تاریخ ہوتی، عدالت پہنچنے پر معلوم ہوتا کہ آپ کا کیس خارج ہو گیا ہے۔ وجہ پوچھتے تو معلوم ہوتا کہ آپ کی عدم موجودگی کی وجہ سے۔ بہت پریشان ہوا۔ ان دنوں صحت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ پھیپھڑے انتہائی کمزور ہو چکے تھے۔ ان خارجی حالات کے ساتھ ساتھ دارالعلوم کے اندرونی حالات میں بھی بعض واقعات کے سبب کافی اضطراب تھا۔ چار پانچ فٹ کی بلندی بھی براشت نہیں ہوتی تھی۔ سخت پریشان ہوا۔ پھر میں نے سوچا کہ میں کونسا دین کا ٹھیکیدار ہوں۔ سارے پیر صاحبان آرام سے بیٹھے ہیں۔ میں خواہ مخواہ مشکلات میں پھنستا رہا ہوں اور دل میں ارادہ کر لیا کہ کوئی اور کام کروں گا۔ دو دن کے بعد سیال شریف عرس تھا۔ سیال شریف حاضر ہوا۔ دل بڑا پریشان تھا۔ بیماری کے ساتھ ساتھ کیس کی پریشانی بھی تھی۔ قوالی شروع ہوئی تو قوال نے قوالی شروع ہی حضرت جامی کی نعت کے اس شعر سے کی۔

جامی ارباب وفا ازرہ عشق نہ روند
سر مبادت گرازیں راہ قدم باز کشی

جامی جو وفادار ہوا کرتے ہیں وہ عشق کا راستہ چھوڑ کر ادھر ادھر نہیں ہوا کرتے۔ تیرا سر ہی نہ رہے اگر تو اس راہ سے منہ موڑ کر کہیں اور چلا جائے۔ یہ شعر سننا تھا کہ تمام پریشانیاں اور شکوک وشبہات دور ہو گئے۔ جب آپ اپنی گردنیں اپنے رب کے سامنے جھکا دیں گے تو کائنات کی سب اشیاء تمہارے تابع ہو جائیں گی۔ جب انسان تسلسل اور خشوع وخضوع سے تہجد کی نماز ادا کرتا ہے تو حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، یعنی اپنے بندے کے قریب ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی وہ اپنے بندوں سے بعید نہیں ہے۔ جب آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے تو اعلان فرماتا ہے: **هل من تائب؟ هل من مستغفر؟ هل من سائل**۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا؟ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا؟ ہے کوئی سوال کرنے والا؟ اس وقت تم نے دامن طلب رحمت کے لئے پھیلایا تو وہ ضرور عطا کرے گا۔ آپ عالم شباب میں ہیں اور یہ شباب عیش وعشرت کے لئے اور چادر تان کر لمبی سونے کے لئے نہیں بلکہ اپنی صلاحیتوں اور لطائف کو بیدار کرنے کے لئے ہے اور ان کی نشوونما تمہارا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قوانین اٹل اور ہر قسم کے تغیرات سے پاک ہیں۔ یہ قانون ہے کہ نفع بخش چیز ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ کوئی زلزلہ، کوئی طوفان اس کو تباہ وبرباد نہیں کر سکتا۔ پانی کے اوپر جھاگ ہوتی ہے۔ وہ جھاگ چونکہ کوئی نفع نہیں دیتی۔ نہ پیاس بجھاتی ہے نہ برتن دھونے کے کام آتی ہے۔ وہ ایک بیکار چیز ہے، اس لئے ہوا کے جھونکے اسے ختم کر دیتے ہیں۔ یہ مثال آپ قبیلوں کی لیجئے، افراد کی لیجئے۔ جس کی

Marfat.com

افادیت ہوگی وہ باقی رہے گا۔ اسے مخالفین کی سازشوں کا سامنا کرنا پڑے وہ باقی رہے گا اور مخالفین منہ کی کھائیں گے اور ناکام اور نامراد ہوں گے، لیکن وہ شخص جس نے اپنی ذات کو نفع بخش بنائے رکھا، وہ باقی رہے گا۔ اسی طرح جو شخص اپنے خاندان، علاقے اور ملک کے لوگوں کے لئے نفع بخش ہوگا، وہ باقی رہے گا۔ جو علماء، مشائخ، سائنسدان عوام کی بہتری کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں ان کا نام باقی رہتا ہے۔ آپ دیکھیں ایک بلب جسے ایک سائنسدان نے بنایا ہے جب تک نفع بخش ہے اس کو جلا کر ہم کام بھی کر سکتے ہیں۔ مطالعہ بھی کر سکتے ہیں۔ جب تک اس کی منفعت باقی رہے گی آپ اسے ہولڈر میں سجائے رکھیں گے۔ جونہی یہ بلب فیوز ہوگا آپ اسے اتار کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیں گے اور نیا بلب اس جگہ لگا دیں گے۔ میں ایک دفعہ پیرس گیا۔ وہاں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میرے ذہن میں چند ایک شبہات تھے جو مجھے پریشان کیے رکھتے تھے۔ میں نے سوچا بڑا قابل اور محقق ہے، اس سے ان کی بابت پوچھا جائے۔ میں نے کہا: میری چند معروضات ہیں، اگر اجازت ہو تو پیش کروں۔ انہوں نے کہا ضرور۔ میں نے کہا: میں صرف آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اسلام نے ہمیں ایک اعلیٰ نظام اخلاق دیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ امت مسلمہ نے جب تک اسے اپنائے رکھا اس وقت تک وہ تمام دنیا کے حکمران رہے۔ ترقی کی منازل طے کیں اور عروج کی اس منزل پر پہنچ گئے کہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا حتیٰ کہ اقبال نے اسے یوں بیان کیا۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ تھا، امن وسکون کی چادر تنی ہوئی تھی، ہر شخص سکون سے زندگی گزار رہا تھا۔ اس کے برعکس ہم یورپ کو دیکھتے ہیں جو اس اعلیٰ نظام اخلاق کی بالکل خلاف ورزی کرتا ہے اور جس قسم کی بدمعاشی و فحاشی اور عریانی یورپ میں ہے اس کے پیش نظر تو ایک شریف النفس انسان کے لئے ایک رات گزارنا مشکل نظر آتا ہے، چہ جائے کہ زندگی بسر کرنا، چاہئے تو یہ تھا کہ ان پر ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا جو ان کو تہس نہس کر دیتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ روز بروز ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں۔ نت نئی ایجادات کر رہے ہیں۔ ان کا ہر قدم بلندی کی طرف ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ قرآن نے جو سزائیں بدکاروں کے لئے مقرر کی ہیں وہ کس قسم کے بدکار ہیں جن کو یہ سزائیں دی جائیں۔ میری نظر میں تو جو کرتوت ان کے ہیں یہ اس چیز کے مستحق ہیں کہ اللہ کے غضب کی بجلی گرے اور ان کو جلا کر خاکستر کر دے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کی زندگی کے دو پہلو ہیں: ایک پہلو کا ذکر آپ نے کیا۔ لیکن ان کی زندگی کے دوسرے پہلو کی طرف آپ نے توجہ نہیں کی۔ آپ اپنے ڈاکٹروں، ہسپتالوں اور ہسپتالوں میں مریضوں سے ہونے والے سلوک سے تو بخوبی واقف

Marfat.com

ہوں گے۔ ان کے ہسپتالوں میں بھی جا کر دیکھیں کہ وہ اپنے مریضوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ مریض فرانسیسی ہے یا عیسائی۔ اس کا تعلق کسی بھی قوم سے ہو، اس کی خاطر تواضع کرتے ہیں اور ایسا علاج کرتے ہیں کہ آپ اپنے ملک میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یتیموں، غریبوں اور ناداروں کے ساتھ آپ ان کا سلوک نہیں دیکھ رہے لیکن خدا دیکھ رہا ہے اور جب تک ان کا یہ پلڑا بھاری رہے گا تب تک انہیں کچھ نہیں ہوگا اور جب یہ پلڑا ہلکا ہو جائے گا واقعی جس طرح آپ کہہ رہے تھے ان پر خدا کا غضب نازل ہوگا اور ان کو تہس نہس کر دے گا۔ کسی مریض کا علاج کرنا، خاطر مدارات کرنا، ادویات مہیا کرنا اور بے روزگار کو روزگار دینا یہ سب امر بالمعروف ہیں۔

عزیزان گرامی! اپنی ذات کو اگر آپ اپنے علاقہ، اپنے شاگردوں، اپنے متعلقین، اپنی قوم کے لئے نفع بخش بنائیں گے تو آپ کی ہستی باقی رہے گی بلکہ آپ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی آپ کی یادوں کے دیپ روشن رہیں گے۔ لیکن اگر آپ کسی کو نفع نہ پہنچا سکیں گے۔ کسی کو جہالت کی تاریکیوں سے علم کے نور کی جانب نہیں نکال سکیں گے تو پھر ''اَمَّا الزَّبَدُ'' کی مثل ہوں گے۔

اپنے اندر احساس ذمہ داری پیدا کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں کبھی کسی کو فارغ نہیں رہنے دیا۔ ایک دن آپ نے مدینہ کی ایک گلی میں ایک اندھے کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اس اندھے کو بلایا اور بھیک مانگنے کا سبب دریافت فرمایا۔ اس نے جواب دیا: میں ایک یہودی ہوں۔ بینائی سلب ہو چکی ہے اور پیٹ بھرنے کے لئے بھیک مانگنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ بڑی بے انصافی ہے۔ اسی وقت بیت المال کے افسر کو بلا کر فرمایا: ایک غلام اسے دے دو کہ جہاں یہ جانا چاہے وہاں وہ اسے پہنچا دے اور اتنا وظیفہ مقرر کر دے کہ روزی کی خاطر بھیک نہ مانگے۔ اسی وقت اسے غلام بھی مہیا کیا گیا اور وظیفہ بھی مقرر کر دیا گیا۔ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے مجھے ڈر لگتا ہے کہ فرات کے کنارے اگر کوئی بکری بھوکی مر گئی تو قیامت کے دن مجھ سے اس کے بارے میں پوچھ ہوگی کہ تم اس علاقے کے بادشاہ تھے۔ یہ بکری تمہارے ہوتے ہوئے بھوکی کیوں مر گئی۔

اسی طرح اہل سنت و جماعت کا طریق فقر ہے۔ یہ جب تک نفع مند تھا، اس کے دامن میں جب بھی کسی نے پناہ لی، اسے دولت ایمان وایقان نصیب ہوئی۔ لیکن اب جبکہ علامہ نے کہا ۔

قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

یہ طریق اختیار کرنے والی ہستیاں جب کسی مردے کو کہتیں کہ کھڑا ہو جا تو وہ کھڑا ہو جاتا۔ ایک بے نماز کو کہتیں کہ نماز پڑھا کر تو وہ تہجد خواں بن جاتا۔ اندھے کو بینا کر دیتیں۔ وہ قم باذن اللہ کی قوت کی مالک تھیں۔

Marfat.com

درویش کی خدمت کو آپ معمولی نہ سمجھیں۔ اللہ کے درویشوں کی خدمت کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ قدردان اس کی قدر جانتے ہیں۔ اس کی قدر پیر سیال جیسی ہستیاں جانتی ہیں۔ حضور خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ لنگر کا سارا انتظام آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کرتی تھیں۔ جسے اتنے بڑے لنگر کی ذمہ داری سنبھالنا ہو، اسے وظائف ونوافل کے لئے وقت کہاں ملتا ہے۔ ایک دن حضور خواجہ غریب نواز گھر تشریف لائے۔ دوسری عورتیں بھی بیٹھی تھیں۔ آپ کی ہمشیرہ نے کہا کہ خواجہ صاحب! میری تو ساری عمر لنگر کے انتظامات میں گزری ہے۔ مجھ سے تو کچھ عبادت نہ ہو سکی۔ لوگوں نے چلے کاٹے۔ عبادتیں ریاضتیں کیں۔ آپ نے فرمایا: اے میری بہن! میرے ساتھ سودا کر لو۔ جو چلے میں نے کاٹے ہیں، جو وظائف میں نے پڑھے ہیں، جو ریاضتیں وعبادتیں میں نے کی ہیں وہ تم لے لو اور جو لنگر کی خدمت تم نے کی ہے وہ مجھے دے دو۔ آپ غور کریں کہ پیر صاحب کی جو عبادتیں ہوں گی کیا وہ ہماری عبادتوں جیسی ہوں گی۔ نہیں بلکہ وہاں تو "کانک تراہ" والی بات ہوگی۔

جب وہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے تھے تو اللہ کے جلوے انہیں نظر آتے تھے۔ آپ غور کریں کہ اپنی عبادات اور وظائف ایک پلڑے میں رکھ رہے ہیں اور ہمشیرہ کی خدمات دوسرے پلڑے میں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ تم لے لو اور وہ مجھے دے دو۔ معلوم ہوا خدمت کرنا کوئی معمولی کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ منظور فرمائے۔ آمین

Marfat.com

لائحہ عمل

(دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فضلاء کے لئے)

اللھم لک الحمد علی کبریائک ولک الشکر علی نعمائک وعلی حبیبک المصطفیٰ ورسولک المرتضیٰ و عبدک المجتبیٰ الف الف صلوۃ وسلاما کما تحب و ترضی و علی آلہ و صحبہ ومحبیہ الی یوم الدین۔

انسان کا گراں بہا متاع اس کی زندگی کے ماہ وسال اور روز وشب ہیں۔ جس نے ان کی قدرو قیمت کو پہچانا اور ان سے مقدور بھر استفادہ کی کوشش کی، اس کے دونوں جہان سنور جائیں گے۔ اس دنیا میں بھی وہ عزت اور وقار کی زندگی بسر کرے گا اور روز محشر بھی اس کے سر پر رحمت ومغفرت کا تاج سجایا جائے گا اور جس نے ان لحات کی قدر نہ پہچانی اور ان کو ضائع کرتا رہا دونوں جہانوں میں وہ خائب وخاسر رہے گا۔ ہادی انس وجاں، مرشد عقل ودل ونگاہ ﷺ نے اپنے ارشادات طیبات سے وقت کی قدرو قیمت کے بارے میں اپنی امت کو مختلف انداز میں متوجہ فرمایا ہے۔ ایک بڑی ایمان افروز حدیث ہے۔ رحمت عالم ﷺ اپنی امت کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

عَلَامَةُ اِعْرَاضِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَا لَا يَعْنِيْهِ۔

''اپنے بندے سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت کے پھر جانے کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنا قیمتی وقت بے سود مشاغل میں برباد کرتا رہے''۔

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ المرءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ۔

''کسی کے اسلام کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ وہ ایسے امور کو اپنی زندگی کے لائحہ عمل سے خارج کردے جو بے سود اور بے فائدہ ہوں''۔

نیز سرور عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی غور طلب ہے:

اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ۔

''جب تم پنگھوڑے میں بچپنے کے ایام گزار رہے ہو اس وقت سے لے کر لحد میں لٹائے جانے تک حصول علم میں کوشاں رہو''۔

Marfat.com

جس امت کے ہادی برحق ﷺ نے اپنے وقت کو ضائع کرنے سے روکا اور انہیں گوناگوں اسالیب سے فرصت کے ان لمحات کو پوری دانشمندی سے استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی ہو، وہ امت اگر زندگی کے ان لمحات کو ضائع کرے اور بڑی بے دردی سے ان کو لہو ولعب کی اور عیش و آرام کی نظر کرتی رہے تو اس سے بڑی نادانی اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہاں میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک بصیرت افروز ارشاد گرامی بھی اپنے عزیزان کی نذر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر عزیزان اس ارشاد فاروقی کو اپنے دل میں جگہ دیں گے اور اس پر کاربند ہونے کے لئے دل سے کوشاں رہیں گے تو جن بلندیوں اور رفعتوں پر وہ پہنچیں گے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

علامہ محمود آلوسی نے سورۃ الم نشرح کی آخری آیت فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک دل افروز قول نقل کیا ہے جو ہم لوگوں کے لئے ازبس مفید ہے۔ اسے پیش کرتا ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ آپ اسے خوبصورت لکھ کر ایسی جگہ آویزاں کریں جہاں آپ کی نگاہ اکثر پڑتی ہو، آپ فرماتے ہیں:

اِنیّ لَاَکرَہُ اَنْ اَرٰی اَحدکُم فارغاً سَبھَلَلًا لَا فِی عَمَلِ دُنْیَاہ وَلَا فِی عمل آخرتہ (روح المعانی)۔ ”میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ میں تمہیں نکما بیٹھے ہوئے دیکھوں تم دنیا کا کوئی کام کر رہے ہو اور نہ تم اپنی آخرت کو سنوار رہے ہو۔“

آپ نے فارغاً کے ساتھ سبھللا کا وزنی اور رعب دار لفظ استعمال فرمایا ہے اور خود ہی تشریح بھی فرما دی ہے یعنی بے کار نکما جسے دنیا کی فکر نہ عاقبت کا اندیشہ، ہاتھ پر ہاتھ دھرے صبح سے شام تک وقت ضائع کرتا رہتا ہے۔ یہی فاروقی تربیت تھی جس کی برکت سے امت مسلمہ نے چند سالوں میں مشرقی اور مغربی عالمی طاقتوں پر فتح حاصل کر لی تھی اور اپنی عظمت کے پرچم گاڑ دیئے تھے۔

جس بے دردی سے آج ہم اپنا قیمتی وقت برباد کرتے ہیں اور جس سنگدلی سے ہم اپنے ذاتی اور ملی فرائض کی ادائیگی میں کاہلی اور بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتے ہیں انہیں دیکھ کر خون کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے فاضل نوجوان

جتنا عرصہ آپ اس گہوارۂ علم و دانش میں رہے ہیں اس ناچیز نے اور آپ کے اساتذہ کرام نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ وقت کی قدر و قیمت کا نقش صحیح طور پر آپ کے لوح قلب پر ثبت کریں اور آپ کو الوداع کہنے سے پہلے یہ ناچیز ایک بار پھر وہی سبق دہرانا چاہتا ہے۔ اللہ کرے آپ کو اپنے آقا علیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام کے نورانی کلمات طیبات اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ ازحد قیمتی جملہ ہمیشہ یاد رہے اور اس کی روشنی میں آپ سفر حیات طے کرتے ہوئے جب اپنی منزل پر پہنچیں تو آپ کے استقبال کے لئے آنے والے فرشتے آپ کے رب کی طرف سے یہ نوید جانفزا آپ کے گوش گذار کر رہے ہوں:

یَاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی۔

میں صرف زبانی اس نصیحت پر اکتفانہیں کرنا چاہتا بلکہ آپ کی خدمت میں ایک لائحہ عمل پیش کرتا ہوں جس پر اگر آپ صدق دل سے عمل پیرا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے طفیل آپ کو ان عظمتوں سے نوازے گا اور ان رفعتوں اور بلندیوں پر پہنچائے گا کہ آپ کو اپنی زندگی کے بارے میں قطعاً کوئی ارمان نہیں رہے گا۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے فارغ التحصیل طلبہ زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ہیں:

1۔تدریس

الف:۔اسلامی عربی مدارس ب:۔کالجز میں لیکچررز ج:۔سکولز میں اساتذہ

2۔مبلغین

الف:۔مساجد میں خطیب ب:۔عساکر پاکستان میں خطیب

ج:۔اندرون پاکستان عوامی مبلغین

3۔سرکاری اداروں میں ملازمین

4۔نجی اداروں میں ملازمین

5۔بیرون ملک

1۔تدریس

ہمارے فضلاء جو زندگی کے ان مختلف شعبوں میں متعین ہیں وہ اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں، لیکن ان کے وہ فرائض منصبی اتنے وسیع نہیں ہیں جو ان کے یومیہ چوبیس گھنٹوں کو احاطہ کئے ہوئے ہوں۔ یقیناً فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد بھی ان کے پاس کافی وقت بچ جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ بے کار مشغلوں میں اسے برباد کریں، میں چاہتا ہوں کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اس طرح صرف ہو کہ دین اسلام کی قدروں کو بلند کرنے کے لئے جس جہاد کا انہوں نے آغاز کیا ہے اس میں مزید قوت، اثر

Marfat.com

اور وسعتیں پیدا ہوں۔ اس لئے ہر شعبہ جات کے متعلقہ فضلاء کے لئے میں نے چند تجاویز مرتب کی ہیں۔ اگر ان کو وہ درخواست سمجھیں گے اور ان پر عمل کرنے کے لئے کوشاں رہیں گے تو امت مسلمہ ان سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوگی اور زندگی کی محدود فرصت میں جادۂ حیات پر ایسے نقوش ثبت کر سکیں گے جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔

(الف) عربی مدارس کے مدرسین کے لئے چند اہم ہدایات

عربی مدارس کے اساتذہ کے لئے ضروری ہے کہ سبق پڑھانے سے پہلے اپنے متعلقہ اسباق کا خوب مطالعہ کریں اور اپنے طلبہ کو بغیر مطالعہ کے سبق پڑھانے کی عادت ترک کر دیں۔ پہلے خود اچھی طرح سمجھیں پھر سمجھائیں۔ جو مقام کوشش کے باوجود سمجھ میں نہ آئیں اس کے لئے اساتذہ سے رجوع کریں۔ اس میں قطعاً عار محسوس نہ کریں ورنہ عمر بھر خود بھی جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتے رہیں گے اور اپنے طلبہ کے سینوں میں بھی تحصیل علم کا شوق پیدا نہ کر سکیں گے۔ اگر طالب علم کو سبق اچھی طرح سمجھ نہ آئے تو حصول علم سے اس کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ یا وہ بھاگ جاتا ہے یا اپنی زندگی کے قیمتی ماہ و سال ضائع کر دیتا ہے۔ نفس کتاب کو سمجھنے کے لئے اساتذہ کو چاہئے کہ شروح و حواشی کی طرف متوجہ ہوں۔ نیز اپنی کلاس کے ہر طالب علم کے دل میں یہ احساس پیدا کریں کہ آپ کی خصوصی توجہ اس کی طرف ہے۔ اس طرح وہ اپنے اسباق کا مطالعہ بھی کوشش سے کرے گا۔ ان میں مسابقت کا جذبہ پیدا ہوگا۔ استاد جب نفس کتاب کو اچھی طرح سمجھ جائے تو پھر اس فن کی دوسری کتب کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوتا کہ اس فن میں اسے کچھ عرصہ کے بعد مہارت تامہ حاصل ہو جائے۔

مثلاً قدوری کے ساتھ جوھرہ، کنز الدقائق کے ساتھ بحر الرائق، ہدایہ کے ساتھ فتح القدیر لابن ہمام کے اہم مقامات کا مطالعہ کرے۔

اسی طرح اصول فقہ کی نصابی درسی کتب اصول الشاشی، نور الانوار، حسامی، توضیح وتلویح کے ساتھ امام غزالی کی المستصفیٰ، شوکانی کی ارشاد الفحول، حضرت شیخ محمد ابو زہرہ کی کتاب ''اصول الفقہ'' کا بھی مطالعہ کرے۔

فقہ اور اصول فقہ کے اساتذہ اگر ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مجتہدین کے بارے میں حضرت شیخ محمد ابو زہرہ نے جو کتب لکھی ہیں ان کا دقت نظر سے مطالعہ کریں تو ان کے مطالعہ سے ان کے علم میں گہرائی، نظر میں وسعت اور معلومات میں بیش بہا اضافہ ہوگا اور ان کو اصول فقہ کے قواعد وضوابط کے ذریعے استنباط مسائل اور استخراج دلائل کے سلسلے میں بڑی بصیرت حاصل ہوگی۔ نیز میرے استاد مکرم شیخ محمد مصطفیٰ

Marfat.com

الشلبی کی کتب کا مطالعہ بھی ازبس مفید ہوگا، ان کی کتب مرکزی دار العلوم کی لائبریری میں موجود ہیں۔

وہ اساتذہ جو نحو کے فن کو پڑھاتے ہیں ان کے لئے الفیہ لابن مالک بمع شروح یعنی ابن عقیل، اوضح المسالک کے اہم مباحث کا مطالعہ کریں۔

عربی ادب میں نصابی کتب کے علاوہ جرجی زیدان، منفلوطی، محمود تیمور اور دیگر جدید ہم عصر ادیبوں کی کتب کا مطالعہ کریں۔ جو نیا لفظ، جو دلکش فقرہ، کوئی عمدہ شعر، طرائف ادبیہ آپ کے مطالعہ میں آئیں انہیں ایک علیحدہ کاپی میں نقل کر کے محفوظ کرتے جائیں اور انہیں وقتاً فوقتاً دہراتے رہیں۔ اس طرح آپ کے پاس عربی لغت کے الفاظ اور فصیح و بلیغ جملوں اور اچھے اشعار کا ایک قیمتی ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔ جب آپ خود کوئی مضمون لکھیں گے تو آپ کے لئے یہ سرمایہ بڑا کارآمد ہوگا۔ عربی کا کوئی پیرا اگر پسند آئے تو اس کا اردو میں ترجمہ کریں۔ اسی طرح اردو کا جو پیرا پسند آئے اس کو عربی میں منتقل کریں۔ ابتدا میں غلطیاں سرزد ہوں گی لیکن اس کی پرواہ نہ کریں۔ اگر آپ یہ مشق جاری رکھیں گے تو کچھ عرصہ بعد آپ میں اس قدر استعداد پیدا ہو جائے گی کہ آپ اغلاط سے بچنے لگیں گے اور اگر کوئی غلطی سرزد ہو بھی گئی تو آخرکار آپ خود اس کی اصلاح کر سکیں گے۔ جن ادیبوں کے نام میں نے اوپر لکھے ہیں ان کی زیادہ کتب پڑھنے کی بجائے اگر آپ ایک کتاب کو بار بار پڑھیں تو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔

(ب) کالجوں میں لیکچررز

جو فضلاء مختلف کالجوں میں لیکچرر مقرر ہیں ان پر لازمی ہے کہ نصابی کتب کا پہلے خود مطالعہ کریں اور پھر طلبہ کو پڑھائیں تاکہ طلبہ ان سے پوری طرح مستفید ہوں اور ان کی علمیت سے متاثر ہوں۔ تبھی آپ اس اجنبی ماحول میں ایسے جوان پیدا کر سکیں گے جو دل و جان سے اسلام کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہوں اور باطل کے نظریات سے ٹکر لینے کی ان میں جرأت پیدا ہو۔

قرآنی موضوعات کے لئے تفسیر ضیاء القرآن کے ساتھ ساتھ تفسیر مظہری، روح المعانی، اور المنار کا مطالعہ ازبس مفید ہوگا۔

علوم حدیث کے لئے علوم السنۃ از مصطفیٰ الزرقا اور سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دقت نظر مطالعہ کریں۔ حجیت سنت کے بارے میں جو شکوک و شبہات ایک طبقہ کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں ان کے مطالعہ سے بفضلہ تعالیٰ ان کا ازالہ ہو جائے گا۔ سیرت نبوی کے مطالعہ کے لئے ضیاء النبی ﷺ، سبل الھدیٰ والرشاد، سیرت حلبیہ از زینی دحلان کا مطالعہ کریں۔ عمومی مطالعہ کے لئے ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی منتخب کتب بالخصوص شمس العرب تطلع علی الغرب کا مطالعہ بھی سودمند ہوگا۔

Marfat.com

اردو ادب کے لئے مشہور ادیبوں کے علاوہ شورش کاشمیری کی شب جائے کہ من بودم اور جناب نسیم حجازی کے ناول بہت مفید ہوں گے۔ نیز حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی کتب اردو و فارسی کے مطالعہ کو اپنا فرض اولین سمجھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ انگریزی میں اپنی قابلیت بڑھانے کی طرف اپنی توجہ مبذول رکھیں۔

(ج) ہائی سکولوں میں اساتذہ

دار العلوم کے وہ فضلاء جو ہائی سکولوں میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سبق پڑھانے سے پہلے ان اسباق کی خود تیاری کریں تاکہ آپ کا ہر شاگرد آپ کی علمیت سے متاثر ہو۔ آپ کی ہر بات کو وہ سمجھے اور اسی وقت وہ آپ کے دَرس کی طرف متوجہ ہوگا، جب اس کو وہ پوری طرح ذہن نشین کرے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ اس کے لئے پوری تیاری کے بعد انہیں پڑھانے کے لئے تشریف لائیں۔

بچوں کی انفرادی نگرانی اور تربیت:۔ اخلاق حسنہ کا جو سبق آپ انہیں پڑھائیں اپنے حسن عمل اور بے داغ کردار سے اس کی عظمت کا نقش ان کے لوح قلب پر آپ ثبت کریں۔ کوئی ایسا اخلاقی درس نہ دیں آپ کا قول و عمل جس کی تردید کر رہا ہو۔

اگر فرصت ہو تو تربیتی مراکز قائم کریں جن میں آپ کے طلبہ اور آپ کے محلہ کے لڑکے آپ سے استفادہ کر سکیں۔ جتنا وقت وہ آپ کے ساتھ گذاریں انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور عظمت کا نقش ثبت کریں۔

2۔ مبلغین

عساکر پاکستان میں خطباء

دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے جو فضلاء عساکر پاکستان میں نائب خطیب یا خطیب کے عہدوں پر متمکن ہوں انہیں چاہئے کہ منصبی ذمہ داریوں کو حسن و خوبی اور بڑی مستعدی سے انجام دیں۔ ان فرائض کی ادائیگی کے بعد فرصت کے جو لمحات آپ کو میسر ہوں یہ بڑی بے انصافی اور زیادتی ہوگی کہ آپ ان قیمتی لمحات کو ضائع کرتے رہیں۔ آپ کو چاہئے کہ ان لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے علم و حکمت کے موتیوں سے اپنی جھولیاں بھرنے کے لئے محنت کریں۔ قرآن کریم اور حدیث سرور عالم ﷺ کا مطالعہ بڑی دقت نظر سے کرنے کے لئے منظم پروگرام مرتب کریں اور طے شدہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے

Marfat.com

اسی محنت وکاوش کا مظاہرہ کریں جس کا آپ مختلف امتحانات کی تیاری کے وقت کیا کرتے تھے۔ وہ امتحانات محدود تھے۔ ہر امتحان کے بعد آپ کو نئے امتحان دینے کا موقع میسر آتا تھا جس میں آپ پہلی غفلتوں کی تلافی بھی کر سکتے تھے لیکن اب آپ زندگی کی امتحان گاہ میں قدم رکھ چکے ہیں۔ یہ آخری امتحان ہے۔ شاید اس کے بعد کسی اور امتحان میں بیٹھنے کا آپ کو موقع نہ ملے۔ صرف آپ کو نتیجہ سننا ہو گا۔ اس لئے اس امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کرنے کے لئے آپ کو انتہائی دلسوزی اور جگر کاوی سے کام لینا ہوگا۔ اس میں کامیابی کے لئے آپ کو پیہم اور منظم کام کرنا ہوگا۔ تب آپ کامیابی کا منہ دیکھ سکیں گے۔ اس کے لئے میں آپ کے سامنے آپ کے لئے لائحہ عمل کے چند خدوخال عرض کر رہا ہوں۔ اس میں آپ حسب حال حسب تقاضائے وقت رنگ بھر سکتے ہیں۔ اس میں اضافہ اور ردو بدل کر سکتے ہیں۔

ہمارے تمام علوم ومعارف کا حقیقی منبع اور پہلا سرچشمہ قرآن کریم ہے۔ جب تک اس کو اس یقین کے ساتھ نہ پڑھا جائے کہ یہ رب العالمین کا کلام بلاغت نظام ہے جسے اس نے ساری اولاد آدم کے لئے تاروز حشر سراپا رشد و ہدایت بنا کر اپنے محبوب رسول اور اپنے برگزیدہ بندے رحمت للعالمین ﷺ پر نازل فرمایا ہے، اس وقت تک اس کتاب کے فہم کے دروازے نہیں کھلتے۔ جو لوگ علم وحکمت کے اس بحر بے پیدا کنار سے مستفید ہونے کے آرزومند ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ پوری سنجیدگی سے اس کا مطالعہ کریں۔ اس کے لطائف ومعارف سے بہرہ ور ہونے کے لئے تمام تعصبات سے بالاتر ہو کر اس میں غور کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم قاری کے حسن طلب کو اس کے معارف ولطائف سے یقیناً معمور کردے گا۔

تیسویں پارے سے تلاوت کا آغاز کریں کیونکہ اسی پارے میں اسلام کے گراں قدر بنیادی عقائد بڑے دلکش انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ عقیدہ توحید، رسالت، قیامت وغیرہ۔

مندرجہ ذیل کتب تفسیر کا مطالعہ بڑا سودمند ثابت ہوگا انشاء اللہ:

روح المعانی، روح البیان، مظہری، عزیزی، ضیاء القرآن۔

تیسویں پارے کو ان تفاسیر کی اعانت کے ساتھ دو تین بار پڑھیں۔ یہ بنیادی عقیدے آپ کے دل ودماغ میں رچ بس جائیں گے۔ آپ کی سوچ بدل جائے گی۔ آپ کے عمل میں عجیب قسم کی پاکیزگی اور دلربائی پیدا ہو جائے گی۔

اس کے بعد سورۃ الاحزاب، الفتح، الحجرات کا انہیں کتب تفسیر کی معیت میں مطالعہ کریں۔ اتنا مطالعہ اگر آپ اس ترتیب سے مکمل کرلیں گے تو پھر حسب ضرورت باقی ماندہ سورتوں سے استفادہ

Marfat.com

کرنے کا طریقہ کار خود متعین کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ان شاء اللہ

قرآن کریم کے بعد ہدایت کی روشنی آپ کو اللہ تعالیٰ کے محبوب خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے آفتاب عالمتاب کی کرنوں میں ملے گی۔اس کے لئے پہلے سنت کے مقام کو سمجھنا ہو گا۔نیز اس پرفتن دور میں حجیت سنت کے خلاف شکوک وشبہات کے جو طوفان اٹھائے جا رہے ہیں ان سے نپٹنا ہوگا۔عقل کی آنکھ کو جب تک آفتاب نبوت کی روشنی میسر نہ آئے وہ کتاب الٰہی کے حسن و جمال کا ادراک کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ان شبہات سے رستگاری حاصل کرنے کے لئے سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ بفضلہٖ تعالیٰ بہت مفید ہوگا۔

اس کے بعد آپ ریاض الصالحین، مشکوٰۃ شریف کا مطالعہ کریں۔مشکوٰۃ کی وضاحت کے لیے مرقات ملا علی قاری اور اشعۃ اللمعات شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا مطالعہ کریں۔ان کے بعد مسلم شریف بمع شرح النووی بمع اردو شرح علامہ غلام رسول سعیدی کا مطالعہ کریں۔

یہاں تک اگر آپ اس نظم وضبط سے پہنچ جائیں تو آگے بڑھنے کے راستے بفضلہٖ تعالیٰ کھلے ملیں گے اور آپ کو بہت سے ایسے چراغ میسر آئیں گے جن کی روشنی میں آپ کو بے خوف وخطر آگے بڑھنے کا حوصلہ میسر آتا جائے گا۔

خطباء عساکر پاکستان کے لئے اس منظم مطالعہ کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ وہ اپنے افسران کے ساتھ مکمل تعاون کریں اور ان سے قریبی رابطہ رکھیں۔مناسب مواقع پر ان کے گھر جا کر ان سے ملاقات کریں۔اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کے لئے ان سے ہدایت لیں نیز ان کے بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم کی تعلیم اور دیگر دینی معلومات سے آگاہ کرنے کے لئے اپنی خدمات حسبۃً للہ تعالیٰ پیش کریں۔اگر آپ کی اس سعی سے افسران کی آئندہ نسل نظری اور عملی لحاظ سے اسلام سے وابستہ ہو جائے تو اس سے بڑھ کر ہماری اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔

افسران کے علاوہ پاکستانی فوج کے جوانوں کے ساتھ بھی آپ کے ذاتی مراسم ہونے چاہئیں تاکہ وہ کسی حجاب کے بغیر آپ سے استفادہ کر سکیں۔انہیں بھی قرآن کریم پڑھانے کا انتظام کریں۔ان کے بچوں بچیوں کو بھی اس نعمت سے مالا مال کرنے کی کوشش کریں۔حتی الوسع اختلافی مسائل سے اجتناب کریں۔اگر کسی گوشہ سے یہ فتنہ نمودار ہو تو بازاری گفتگو سے احتراز کریں اور بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فتنہ کی سرکوبی کریں۔

مساجد کے خطباء

ان حضرات کو مندرجہ بالا پروگرام کے مطابق کتاب وسنت اور دین اسلام کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

Marfat.com

اپنی تقریر تیار کرنے کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کرنا چاہیے:

ضیاء القرآن، ضیاء النبی ﷺ، الترغیب والترہیب، ترجمان السنۃ خصوصاً احیاء العلوم امام غزالی، کشف المحجوب ودیگر کتب تصوف۔

عوامی مبلغین

بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے عوامی مبلغین، مطالعہ کئے بغیر اور تیاری کئے بغیر منبر پر دادِ سخن دینے کے لئے تشریف فرما ہو جاتے ہیں۔ خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور اپنے سامعین کو بھی طرح طرح کے شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیتے ہیں اور مخالفین کو عقیدۂ حقہ اہلسنت پر زبان طعن دراز کرنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

اس لئے دارالعلوم کے جو فضلاء عوامی جلسوں میں خطاب کے لئے تشریف لے جائیں اس کے لئے باقاعدہ تیاری کریں۔ اپنے دلائل بے سروپا قصے کہانیوں سے نہ لیں بلکہ قرآن کریم کی آیات بینات اور سرور کائنات ﷺ کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے اپنے سامعین کے قلوب و اذہان کو ہدایت کی روشنی سے منور کریں۔ ان کی معمولی سی غفلت سب کے لئے پریشانی کا باعث ہوگی۔ قرآن کریم کی آیات سے استدلال کے لئے روح المعانی، مظہری، ضیاء القرآن کا ضرور مطالعہ کریں اور کتب احادیث میں سے الترغیب والترھیب، ترجمان السنۃ، احیاء العلوم، ریاض الصالحین، مشکوٰۃ شریف بمع اشعۃ اللمعات اور مرقات کا مطالعہ کریں۔

عصر حاضر کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے اپنے نصاب تعلیم میں تین مضامین کا اضافہ کیا ہے: انگریزی زبان، معاشیات، سیاسیات۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے فضلاء انگریزی زبان میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے سکیں جس کی اشد ضرورت ہے، نیز عہد حاضر کے سیاسی نظاموں پر آگاہی حاصل کریں اور ان کا مقابلہ اسلامی نظام سیاست کے ساتھ کریں اور اسلامی نظام سیاست کی خوبیاں بیان کر کے اس کی برتری کو ثابت کریں۔ اس طرح دارالعلوم کے طلبہ عصر حاضر کے جدید معاشی نظاموں سے آگاہ ہوں پھر اسلامی نظام معیشت کو پوری طرح سمجھیں اور اس کی برتری کا سکہ اپنے قارئین اور سامعین کے دلوں پر ثبت کریں۔ اگر آپ صاحبان ان علوم کی طرف توجہ نہیں دیں گے تو اس میں ایک تو جو سالہا سال محنت ان مضامین کے سلسلہ میں آپ نے کی ہے وہ رائیگاں جائے گی۔ نیز ان مضامین کو داخل نصاب کرنے کے جو مقاصد تھے وہ حاصل نہیں ہوسکیں گے اور یہ دونوں خسارے ناقابل برداشت ہیں۔ آپ ان مضامین سے اپنا رابطہ قائم رکھیں اور مزید مطالعہ سے اپنی معلومات میں اضافہ کریں تاکہ اسلام کے ساتھ ان کا تقابل کر کے اسلام کی عظمت کو ثابت کرسکیں۔

Marfat.com

اہلسنّت کا انتشار اور اس کا علاج

اہلسنّت جس انتشار کا شکار ہیں اور اس کے باعث جس زبوں حالی سے دوچار ہیں وہ محتاج بیاں نہیں۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ امید کی ایک کرن ہے جس سے اب امیدیں بندھ رہی ہیں کہ آپ اہلسنت کو رشتہ اتحاد میں پروئیں گے۔ اس کا اولین قدم یہ ہے کہ آپ حضرات جو عرصہ دراز تک اس مادر علمی میں زیر تربیت رہے ہیں ایک زنجیر کی طرح مستحکم اور مضبوط رہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کا تعلق اپنے مرکز سے برقرار رہے۔ اعراس اور جو دیگر تقریبات یہاں منعقد ہوتی ہیں، ان میں آپ حضرات لازمی طور پر شرکت کریں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ خط و کتابت، آمد و رفت کے ذریعہ ہر طرح کے تعاون سے آپ کی محبت کا یہ سلسلہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے گا۔ اگر آپ یہاں سے جا کر اپنی ذات میں کھو گئے اور اپنے مرکز سے رابطہ کی اہمیت کو فراموش کر دیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھی محبت و پیار کے تعلقات کو پس پشت ڈال دیا تو پھر ملت اسلامیہ کو ازحد مایوسی ہوگی۔ اس لئے ان الوداعی کلمات میں اپنے عزیزان سے بجا طور پر یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے مرکز سے اپنے رابطہ کو مستحکم کریں گے اور اپنے علمی بھائیوں کے ساتھ بھی ہر طرح سے تعاون کر کے باہمی محبت و خلوص کے ان چراغوں کو ہمیشہ روشن رکھنے کی سعی جمیل کرتے رہیں گے۔

آپ کا خادم

ابوالحسنات پیر محمد کرم شاہ

من علماء الازہر الشریف

بھیرہ ضلع سرگودھا

21 شوال 1414ھ 13 اپریل 1994ء

Marfat.com

باب چہارم

ضیاء الامت کی یاد میں کانفرنسیں

Marfat.com

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت کا سفرِ آخرت

اجتماع قل شریف اور حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ کی دستار بندی

رپورٹ: میاں محمد نعیم الدین

مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

9-10 ذوالحجہ کی درمیانی رات پونے دس بجے کا وقت تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ڈرتے ڈرتے ریسیور اٹھایا۔ برادر عزیز پیر آصف کہہ رہے تھے: ''حضور ضیاء الامت 9 بج کر 21 منٹ پر پردہ فرما گئے۔'' اس لمحے بادل نے زوردار آواز میں اعلان کیا کہ موت العالم موت العالم اور محوِ گریہ ہو گیا۔ دار العلوم پہنچے تو امین الامت صبر و تحمل کا پہاڑ بنے ہوئے تھے۔ ان کے منہ سے اتنے الفاظ نکلے کہ ''آج علم و حکمت کا چاند غروب ہو گیا۔'' رات کو ہی یہ خبر ملک میں جنگل کی آگ کی طرف پھیل گئی۔ بھیرہ کے لوگ آنا شروع ہو گئے۔ جس شہر کو حضور ضیاء الامت نے ایک شناخت عطاء کی تھی، آج اس کے شہری اپنے محسن کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے خراب موسم کی پرواہ کیے بغیر جوق در جوق آرہے تھے۔ ساری رات ضیاء الامت کے انتظار میں گزر گئی۔ صبح نماز عید کے بعد اطلاع ملی کہ آپ تشریف لانے والے ہیں۔ سب لوگ اس جگہ جمع تھے جہاں سے اکثر آپ کو الوداع کیا جاتا تھا۔ آپ کے آستانہ کے گیٹ پر لوگوں کا جم غفیر ہو گیا۔ ساڑھے آٹھ بجے گاڑیوں کا قافلہ نمودار ہوا۔ جونہی ایمبولینس کا دروازہ کھلا، ضبط کے سارے بند ٹوٹ گئے۔ انسانی ہجوم میں ہزاروں افراد شامل ہو چکے تھے جو حضور ضیاء الامت کا آخری دیدار کرنا چاہتے تھے۔ آپ کے جسدِ اطہر کو غسل دینے کے لئے آستانہ عالیہ کے اندر لے جایا گیا۔ اسی اثناء میں ہم لوگ مدیر ضیائے حرم کے ہمراہ جنازہ گاہ کا جائزہ لینے کے لئے القمر ہاسٹل کا سبزہ زار دیکھنے کے لئے گئے ''کیا یہ جگہ بھر جائے گی'' ایک ساتھی نے آہستہ سے پوچھا۔

''ممکن ہے'' میں نے محتاط انداز میں جواب دیا۔ اس وقت میرے پیش نظر عید، ٹرانسپورٹ کی عدم دستیابی اور موسم کی خرابی جیسے عوامل تھے۔ اسی وجہ سے انتظامات بھی اسی اندازے کے مطابق کئے گئے تھے۔ سارا دن بادلوں اور سورج میں آنکھ مچولی جاری رہی۔ ظہر کی نماز سے قبل اعلان کیا گیا کہ نماز جنازہ تین بجے ادا کی جائے گی۔ میں نے القمر ہاسٹل کی چھت پر کھڑے ہو کر ارد گرد کا جائزہ لیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جنازہ سے کئی گھنٹے قبل سرکلر روڈ گاڑیوں سے بھر چکی تھی۔ لوگوں کے قافلے کشاں

Marfat.com

کشاں کھچے چلے آ رہے تھے۔ وہ ہستی جس نے ساری عمر لوگوں کو محبت رسول ﷺ کا درس دیا تھا، آج اس کی محبت لوگوں کو کھینچ رہی تھی۔ بھیرہ کے مقامی لوگ تو تھے ہی، ملک کے کونے کونے سے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے عوام، علماء اور مشائخ دور حاضر کے مجدد کے جنازے میں شرکت کے لئے آ رہے تھے۔ نماز جنازہ سے قبل ہی القمر ہاسٹل کی وسعتیں سمٹ گئیں۔ سپیکر کے ذریعے نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ہاسٹل کی چھتوں پر بھی صفیں آراستہ ہو گئیں۔ ارد گرد کی سڑکیں اور گلیاں بھی جنازہ گاہ بن گئیں۔ ہر طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ گھڑیوں نے تین بجنے کا اعلان کیا۔ آستانہ عالیہ سے ضیاء الامت کا سفرِ آخرت شروع ہوا۔ جب چارپائی اٹھی تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ سنجیدگی اور بردباری کے پیکر مولانا مختار ضیاء کی آنکھوں سے چشمے جاری تھے۔ سراپا محبت والفت سید زاہد صدیق شاہ کی ہچکی بند گئی۔ آپ کے شاگردوں کی حالت اور بھی عجیب تھی۔ کوئی کسی کو کیا دلاسہ دیتا۔ ہر کوئی سوختہ جاں تھا۔ سب ایک دوسرے کے کندھوں پر سر رکھ کے اپنے غم کا اظہار کر رہے تھے اور جب دارالعلوم کے طلباء نے قصیدہ بردہ شروع کیا تو وجد، غم، کیف اور مستی کی ملی جلی کیفیت پیدا ہو گئی۔ آسمان سے نورانی بارش کے مہین قطرات رحمتِ ایزدی کا مژدہ سنا رہے تھے۔ معاً میرے ذہن میں ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم آیا جس میں آقائے دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''جب اللہ کا بندہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو وہ گلیاں روتی ہیں جن میں وہ چلا کرتا تھا۔ وہ جگہیں روتی ہیں جہاں وہ بیٹھا کرتا تھا۔ وہ آسمان روتا ہے جس کے نیچے وہ چلا کرتا تھا۔'' آج اس حدیث مبارکہ کی عملی تفسیر دیکھنے کو مل رہی تھی۔ آج بھیرہ کی گلیاں رو رہی تھیں۔ درودیوار رو رہے تھے۔ آج تو آسمان کے آنسو بھی رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ گھروں کی چھتیں بھر چکی تھیں۔ لوگ حضور ضیاء الامت کا چہرہ دیکھنے کے لئے بے چین ہو رہے تھے اور جس نے ایک مرتبہ آپ کا آخری دیدار کر لیا وہ ایسے سرور سے آشنا ہوا کہ جس سے زندگی بھر نا آشنا رہا۔ آپ کے چہرے پر انوارِ الٰہیہ کی بارش ہو رہی تھی اور مسکراہٹ ایسی کہ معلوم ہوتا تھا ابھی گفتگو فرمائیں گے۔ رنگت ایسی کہ گلاب بھی شرمائے۔ معصومیت ایسی کہ جس کی مثال ناممکن تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ کے چہرے پر بیماری کے اثرات بالکل نہ تھے۔ صحت مند انسان کی طرح چہرہ سرخ وسفید تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ کی زندگی میں آپ کی زیارت کی تھی وہ گواہی دے رہے تھے کہ چہرہ پہلے سے بھی زیادہ حسین وجمیل ہے۔ آپ کے چہرے کا اطمینان وسکون اور تبسم گواہی دے رہا تھا کہ

نشان مرد مومن باتو گویم   چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

جنازہ کا جلوس القمر ہاسٹل میں داخل ہو چکا تھا۔ کندھے سے کندھا ملائے ہزاروں عقیدت مند

Marfat.com

اپنے شیخ کے دیدار کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ سٹیج سے بار بار اعلان ہو رہا تھا کہ نظم وضبط کا خیال رکھا جائے لیکن ایسے عالم میں اس اعلان پر کون توجہ دیتا۔

آپ کے جسدِ اطہر کو بمشکل مقررہ جگہ پر پہنچایا گیا۔ آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین امیر شریعت حضرت خواجہ حمید الدین مدظلہ العالی تشریف لے آئے تو صفیں آراستہ ہوئیں۔ پہلی صف پر نظر ڈالی تو علم وحکمت اور تصوف وطریقت کے درخشندہ ستارے تاجدار تصوف کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ جانشین ضیاء الامت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ تشکر کی نظروں سے مہمانانِ گرامی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کے خلفاء، شاگرد، ہزاروں علماء ومشائخ اور لاتعداد عوام علم وعمل کے بحرِ ناپیدا کنار کو الوداعی سلام کہنے کے لئے جمع ہو گئے۔ حضور امیر شریعت مصلّٰی پر کھڑے ہو گئے۔ نیت باندھی گئی اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں جب میں نے اڑتی نگاہ سے دیکھا تو حضرت امیرِ شریعت کے علاوہ ملک بھر کے سینکڑوں سجادہ نشین حضرات اور جید علماء نماز جنازہ میں شریک نظر آئے۔ نمازِ جنازہ کے بعد آپ کے دیدارِ عام کا اہتمام کیا گیا۔ بہت سارے لوگ اس نعمت سے بہرہ مند ہوئے۔ لیکن ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ کچھ لوگ محروم بھی رہ گئے۔

روضہ مبارکہ میں جہاں آپ کے جدامجد اور والد گرامی کا مزار مبارک تھا وہیں آپ کا مزار اقدس تیار کیا گیا تھا۔ قصیدہ بردہ شریف کی گونج میں حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کو اس جگہ لے جایا جا رہا تھا جہاں آپ کو بیٹھنا سب سے زیادہ پسند تھا۔ آپ کا معمول مبارک تھا کہ اپنے والد گرامی کے مزارِ مبارک کے پاس بیٹھ کر اوراد ووظائف کرتے تھے۔ آپ کے جسد اطہر کو مسجد دربار امیر السالکین سے ملحقہ دربار شریف میں لے جایا گیا۔ روضہ مبارکہ میں آپ کے صاحبزادگان اور خلفاء موجود تھے۔ اب وہ لمحہ آن پہنچا جس کا کبھی کسی نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ تاجدارِ تصوف اپنی آخری آرامگاہ میں تشریف لے جانے والے تھے۔ مجدّدِ وقت لاکھوں عقیدت مندوں کو بلکتا اور سسکتا چھوڑ کر اپنے رب کے ساتھ ملاقات کے لئے جانے والے تھے۔ یقیناً رحمت عالم ﷺ اپنے پاکباز غلام کا انتظار فرما رہے ہوں گے۔ آپ کے شیخِ طریقت شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے مرید باصفا کو مرحبا کہنے کے لئے بے تاب ہوں گے۔ حضرت غوث الحق والدین بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان کے قابلِ فخر فرزند کے لئے سراپا انتظار ہوں گے اور شاید کسی اہل نظر نے حضور ضیاء الامت کے چہرے سے وہ بے تابیاں بھی پڑھ لی ہوں جو آقائے دو عالم ﷺ سے ملاقات سے قبل آپ کے رخ انور پر عیاں تھیں۔ آپ کے صاحبزادے پیر محمد محسن شاہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ لحد میں اترے اور الحاج حفیظ البرکات شاہ کی مدد سے حضرت ضیاء الامت کو ان کی آخری آرام گاہ میں پہنچایا۔

Marfat.com

اس وقت کی کیفیت بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں .... پیر امین الحسنات شاہ کے آنسوؤں کی کیفیت بیان کرنے کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں؟ برادر فاروق بہاؤالحق کے جذبات کی ترجمانی کیسے کروں۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ خادم اور آپ کے پرسنل سیکرٹری جناب محمد سعید اسعد کے چہرے پر پھیلی ہوئی تنہائی، اداسی اور غم کی کیفیت بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ کہاں۔

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی چاند کی جو تہِ مزار چلا گیا

آپ کی تدفین کے مراحل طے ہوئے تو حضرت پیر امین الحسنات شاہ نے فرمایا کہ قُل شریف کا ختم ہفتہ صبح دس بجے منعقد ہوگا۔ قُل شریف کی تقریب کا اہتمام اس جگہ پر کیا گیا جہاں نمازِ جنازہ ادا کی گئی تھی۔ القمر ہاسٹل کے وسیع وعریض سبزہ زار کو شامیانوں سے ڈھانپ دیا گیا اور الفرید آڈیٹوریم کے مین گیٹ کے سامنے باوقار سٹیج تیار کیا گیا۔ اگرچہ قُل شریف کا وقت صبح دس بجے مقرر کیا گیا تھا لیکن صبح نو بجے ہی پنڈال بھر گیا اور لوگوں کی آمد کا سلسلہ ہنوز جاری تھا۔ چونکہ القمر ہاسٹل کے سبزہ زار کے علاوہ بھیرہ میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں پر اجتماع یا پارکنگ کا انتظام کیا جاتا، اس لئے شہر کے گرد سرکلر روڈ ہی پارکنگ ایریا کی شکل اختیار کر گئی۔

سٹیج پر ملک بھر سے آنے والے علماء ومشائخ، سیاسی، سماجی، مذہبی اور طلبہ راہنما موجود تھے۔ حضرت امیر شریعت تشریف لائے تو تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تلاوت ونعت کے بعد حضور ضیاء الامت کے خلیفہ مجاز برطانیہ میں قائم جامعہ الکرم کے پرنسپل پیرزادہ محمد امداد حسین آپ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے کہا: ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے افراد تیار کیے جو فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ انہوں نے مختلف واقعات کے حوالوں سے بتایا کہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر بے لوث اسلام کی خدمت کی ہے اور کئی عہدوں کو ٹھکرا کر دار العلوم بھیرہ شریف کی اپنے خون ناب سے آبیاری کی۔ ان کے بعد صاحبزادہ غلام بشیر نے اسی قسم کے جذبات کا اظہار کیا اور پھر ممتاز مذہبی راہنما علامہ محمد کریم سلطانی نے ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے شیخ سے والہانہ وابستگی کا ذکر کیا۔ انہوں نے پرجوش انداز میں کہا کہ پیر سیال لجپال نے واقعی سچ کہا تھا کہ

''پیر محمد کرم شاہ پیر سیال کے روضے کا مینار ہے''

علامہ کریم سلطانی کی اس مؤثر گفتگو کے بعد دستار بندی کا مرحلہ آیا۔

Marfat.com

آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی نے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین کی دستار بندی فرمائی۔ آپ کی تمام امانتوں کا امین پیر محمد امین الحسنات شاہ کو مقرر فرمایا۔ اس حوالے سے ضیاء الامت کے تمام معاملات کی نگرانی آپ کے کندھوں پر آ گئی۔ دستار بندی کے بعد اہل سنت کے ممتاز مذہبی اور سیاسی رہنما مجاہد ملت علامہ عبدالستار خان نیازی نے حضرت ضیاء الامت کے ساتھ اپنی چالیس سالہ وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پیر صاحب نے کبھی اصولوں پر سمجھوتہ نہ کیا۔ علامہ نیازی نے گرجتے ہوئے کہا کہ ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ باطل کے مقابلے میں جرأت کا استعارہ تھے۔ آپ کی شخصیت امید کا چراغ تھی۔ آپ کے پردہ فرمانے سے معاشرے میں تاریکی اور بڑھ گئی ہے۔

اب اس شخصیت کو دعوت خطاب دی گئی جو وابستگان بھیرہ شریف کے لئے تمام امیدوں کا مرکز ہے۔ جن کا دامن جدید وقدیم علوم سے معمور ہے۔ جامعہ پنجاب کے ساتھ اُم القریٰ سے بھی علم کے موتی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے، جن کا دل ایک طرف محبتِ رسول ﷺ سے روشن ہے تو دوسری طرف دنیوی آلائشوں سے پاک ہے۔ جنہوں نے اپنی عفت مآب جوانی کا لحہ لحہ قرآنی فکر اور محبت رسول ﷺ کو عام کرنے کے لئے صرف کر رکھا ہے۔ میں ان کو سیاستدان نہیں کہتا کیونکہ سیاست ان کے مقام سے فروتر ہے۔ ان کو مروجہ معنوں میں سکالر نہیں کہتا کیونکہ وہ اس قسم کے تکلفات سے بلند تر ہیں۔ وہ محض واعظ ہی نہیں بلکہ فن خطابت میں ان کو موجودہ دور کا ابوالکلام کہا جا سکتا ہے۔ جن کی پیشانی خوش بختی اور سعادت کے نور سے روشن ہے۔ جن کا چہرہ علم وعرفان اور تقویٰ و پرہیز گاری کے نور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ آستانہ عالیہ امیر السالکین کی سجادگی کی دستار سر پر سجائے باوقار اور بارعب شخصیت کے حامل حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ ڈائس پر تشریف لائے۔ آپ گویا ہوئے تو ہمیں یقین ہو گیا کہ ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کا مشن نہیں رکے گا بلکہ مزید آگے بڑھے گا۔ (ان شاء اللہ)

آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی سجائے، بھرائی آواز میں مضبوط عزم کے ساتھ وہ وعدہ کر رہے تھے کہ "میرا ہاتھ صرف رب کریم کی بارگاہ میں اٹھے گا۔ میں مانگوں گا تو صرف رب ذوالجلال سے۔"

آپ نے مزید فرمایا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ ضیاء الامت کے قائم کئے گئے اداروں کو مزید ترقی دوں گا۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ اور اس کی شاخوں کو نئی منزلوں سے آشنا کراؤں گا۔" انہوں نے کہا کہ تفصیلی گفتگو چہلم کے موقع پر ہو گی اور چہلم کے لئے 17 مئی 1998ء بروز اتوار مقرر فرمایا۔ ساتھ ہی اعلان کیا کہ ضیاء الامت کا عرس مبارک 20 محرم الحرام کو ہوا کرے گا۔ اس کے بعد شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی نے دعا کرائی اور یہ یادگار تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

Marfat.com

روداد ختم چہلم حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ

تمہیدی کلمات: پروفیسر حافظ احمد بخش

خلاصہ خطابات: شہباز احمد چشتی

مشتاق احمد قادری

16 مئی بروز ہفتہ شدید گرمی تھی۔ آبستانہ عالیہ حضرت امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین محترم المقام پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب اور آپ کے جملہ بھائیوں کے علاوہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے جملہ کارکنان مضطرب تھے کہ آنے والے کل یعنی 17 مئی بروز اتوار بے پناہ عقیدتوں کے مرکز، مفکر اسلام، مفسر قرآن، ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ کا چہلم مبارک ہے۔ اگر موسم کی تلخی یونہی برقرار رہی تو اجلاس میں شامل ہونے والے مہمانان گرامی کو تکلیف ہوگی۔ اگرچہ کافی مقدار میں الیکٹرک پنکھوں، شامیانوں اور ٹھنڈے پانی کا انتظام ہو چکا تھا لیکن طبیعتوں سے بے قراری نہیں جا رہی تھی۔ انتظامی موضوعات پر گفتگو جاری تھی کہ الحاج صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب نے فرمایا: فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ دوست اپنے دوستوں کی ضرور لاج رکھتے ہیں۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے گزار دی اور اس کی خوشنودی حاصل کر کے اس کی بارگاہ اقدس کا تقرب حاصل کیا ہے۔ میرا کریم مالک اپنے محبوب بندے کی ضرور لاج رکھے گا اور کل کے لئے موسم خوشگوار کر دے گا۔ بالکل ایسا ہی ہوا۔ جب رات گئے ہم عوامی ٹینٹ سروس منڈی بہاؤ الدین کے خوبصورت سائبان کی چھت ایستادہ کر کے فارغ ہوئے تو اچانک قضا و قدر کے فرشتوں نے شمال مغربی جانب سے کسی کشادہ حویلی کے بند دریچے وا کر دیئے۔ سحاب کرم کی اودی اودی گھٹاؤں اور ٹھنڈی پرنم ہواؤں نے فضاء کو نیا رنگ ڈھنگ اور موسم کو دلکش حسن عطا کیا۔ مؤذن صبح کی نماز کے لئے توحید و رسالت کے دلنواز کلمات دھرا رہا تھا اور رحمت خداوندی اپنے محبوب بندے کے چہلم میں شریک ہونے والے مہمانوں کی سہولت کے لئے آسمان سے مہین مہین پھوار برسا رہی تھی۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے اسیر رات کو ہی کافی تعداد میں پہنچ گئے تھے۔ نماز صبح کے ساتھ ہی درود پاک، کلمہ طیبہ اور دیگر اوراد و وظائف کے لاکھ پڑھے گئے۔ پھر ہر روز کے معمول کے مطابق دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے خوش گلو بچوں نے اپنی کوثر و تسنیم سے دھلی زبانوں کے ساتھ قصیدہ بردہ شریف کے اشعار

Marfat.com

پڑھے۔ بعدازاں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ چک شہزاد اسلام آباد کی طرف سے پیش کی گئی پھولوں کی چادریں دربار عالیہ پر چڑھائی گئیں۔ صلوٰۃ وسلام، دعاؤں اور التجاؤں کے ساتھ چہلم شریف کا پہلا مرحلہ مکمل ہوا۔ بمطابق اشتہار 9 بجے صبح عام اجلاس کے شروع ہونے کا وقت تھا۔ دور دراز کا سفر طے کرتے ہوئے عاشقوں کے قافلے ہنگام صبح ہی دارالعلوم میں پہنچنا شروع ہو گئے۔ 10 بجے تک القمر کیمپس کا وسیع وعریض گراؤنڈ اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کر رہا تھا۔ جانب شمال سے قناتیں ہٹا کر مزید شامیانوں کا اضافہ کر دیا گیا لیکن

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا غلط تھا اے جنوں تیرا یہ اندازۂ صحرا

کے مصداق اہل محبت کا سیل رواں بڑھتا ہی گیا اور جلسہ گاہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اپنی حیات طیبہ میں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''ہماری محبت کے جال میں جو ایک دفعہ اسیر ہو جاتا ہے، تڑپ تڑپ کر جان تو دے دیتا ہے لیکن ساری زندگی اس کے لئے رہائی ممکن نہیں ہوتی۔''

اس دعویٰ کا عملی اظہار آج ہم اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر رہے تھے۔ نامعلوم ملک کے کن کن علاقوں سے اللہ کے بندے اظہار عقیدت کے لئے اکٹھے ہو رہے تھے۔ بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان کی سرحدیں جہاں ملتی ہیں وہاں کچے کے دور دراز علاقوں میں کوٹ جائی نامی گاؤں سے آنے والے قافلہ کے سربراہ نے ایک مجلس میں بتایا کہ ایک مرتبہ بھیرہ شریف میں حاضری ہوئی۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ اپنے کمرہ میں اپنی نشست پر رونق افروز تھے۔ جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے آپ نے پوچھا: کیا نام ہے اور کہاں سے آئے ہو؟ بتاتے ہوئے میری زبان سے حافظ کا اضافہ ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور اپنی نشست پر ساتھ بیٹھنے کو کہا۔ میں نے کافی کوشش کی کہ میں نیچے بیٹھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: حافظ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ بہرصورت میرے ساتھ بیٹھیں گے۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ آپ کی یہی ادائے دلبرانہ مجھے گھائل کر گئی اور میں زندگی بھر آپ کی محبت کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ طرز عمل ایک مرد درویش ہی اختیار کر سکتا ہے۔ کسی دنیا دار سے ایسا ممکن نہیں۔ جیکب آباد سندھ کے قافلہ کے سالار سے سوالیہ انداز میں عرض کی گئی۔ حضور! اتنی طویل مسافت طے کر کے آپ نے چہلم شریف میں شرکت فرمائی تو فرمانے لگے: صرف سائیں کی محبت کھینچ لائی ہے وگرنہ سفر تو بہت طویل ہے۔

بلوچستان سرحد کے دور دراز علاقوں اور پورے پنجاب سے عوام کے علاوہ مشائخ وعلماء نے جس وابستگی، محبت، اپنائیت اور ہم آہنگی کا ثبوت دیا۔ یہ داستان بھی انتہائی ایمان افروز، روح پرور اور نظر

Marfat.com

کشا ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ ان سطور میں ایسے اولوالعزم اور وفا کیش بزرگوں کے نام لے لے کر انہیں خراج عقیدت پیش کروں لیکن اختصار ملحوظ خاطر ہے۔ اس لئے عزیز القدر شہباز احمد چشتی اور مشتاق احمد قادری کی طرف سے خلاصہ ءتقاریر پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

قارئین! دن کے دس بج رہے تھے۔ سٹیج پر مشائخ وعلماء کا مثالی اجتماع تھا۔ تاحد نظر پھیلے ہوئے مجمع پر روحانی کیفیات طاری تھیں۔

جلسہ گاہ کا نظم وضبط مثالی تھا۔ نقابت کے فرائض سرانجام دینے کے لئے جناب رضاء الدین صدیقی مائیک کے سامنے تھے۔ صاحب سجادہ کی اجازت سے پروگرام کا آغاز ہوا۔

تلاوت کلام مقدس کا شرف جناب قاری علی اکبر نعیمی صاحب نے حاصل کیا۔ نعت رسول مقبول ﷺ کے لئے سٹیج سیکرٹری نے جناب ڈاکٹر محمد یونس پرواز کو دعوت دی۔

بعدازاں سلسلہ تقاریر کا آغاز ہوا۔ یہ صدیقی صاحب کی مہارت تھی کہ انہوں نے کمال ہنر مندی سے تھوڑے سے وقت میں بہت سارے احباب کے تاثرات سے مجمع کو مستفیض کروا دیا۔ اب خطابات کی تلخیص ملاحظہ فرمائیں:

مولانا خان محمد قادری (پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ لاہور)

مولانا خان محمد قادری نے اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم وہ خوش نصیب لوگ ہیں کہ جنہیں حضور ضیاء الامت کے پاس بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہم حضور ضیاء الامت کے نہ صرف شاگرد بلکہ مرید بھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پیروں اور مریدوں میں بڑے فاصلے ہوتے ہیں اور یہی حال علماء کا ہے کہ مرید وشاگرد ہاتھ آگے بڑھائیں تو وہ اپنا ہاتھ کھینچ لیتے ہیں لیکن قربان جائیں اس پیر، استاد اور مربی پر جو ہاتھ بھی مدینے والے کی سنت کے مطابق ملاتا تھا۔ جب تک آدمی ہاتھ خود پیچھے نہ کرتا وہ ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا۔ وہ ایک آدمی جو حوصلوں کا کوہ ہمالیہ تھا۔ وہ شفقتوں کا سحاب کرم تھا۔ مولانا خان محمد قادری نے کہا کہ جب بھی لوگوں نے کہا کہ اہل سنت وجماعت کے قائدین جماعت کے شیرازہ کو منتشر کر رہے ہیں اور مجموعی طور پر جماعت بحران کا شکار ہے، آپ جماعت کی قیادت سنبھالیں تو آپ نے فرمایا: کرم شاہ اہل سنت وجماعت کو کبھی ٹکڑوں میں بٹنے نہیں دے گا۔ چنانچہ آپ نے جماعت اہل سنت کی سپریم کونسل کی چیئرمین شپ سنبھال کر پھر سے جماعت کو اجتماعیت اور مرکزیت عطا فرمائی۔

نصیر احمد ایڈووکیٹ

ضلع سرگودھا سے جناب نصیر احمد ایڈووکیٹ نے اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ

Marfat.com

میرے لئے یہ ناممکن ہے کہ میں حضور ضیاء الامت کے محاسن گنوا سکوں۔ موت نے ہم سے وہ شخص چھینا ہے جس کا ثانی نہیں ہے۔ اب ایسا شخص رخ زیبا لے کر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا۔ موت افراد سے اغماض نہیں کرتی لیکن بعض مردان خدا مست موت کو مار دیتے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ ضیاء الامتؒ نے موت کو مار کر حیات ابدی حاصل کر لی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف سیالوی (صدر شعبہ عربی بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان)

نے کہا کہ میں اس نکتہ پر غور کرتا رہا ہوں کہ ضیاء الامتؒ نے اتنے مختصر عرصہ میں اس قدر عظیم کام کس طرح سرانجام دیئے اور اس کامیابی کے حوالے سے آپ کی زندگی کا بنیادی اصول کیا تھا۔ انتہائی غور و فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سرور کونین ﷺ کی ایک حدیث کے حوالے سے اپنی زندگی کی تعمیر فرمائی ہے۔ آپ نے زندگی کو موت سے پہلے غنیمت شمار کیا۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانا اور اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، امیری کو غربت سے پہلے غنیمت جانا۔ آپ لوگ شاہد ہیں۔ ۹۱ کے رزلٹ میں آپ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک ایک مثال رہیں گے۔ میری دعا ہے کہ آپ کے تلامذہ اور متوسلین اپنی زندگی کو اسی اصول کے مطابق گزاریں۔

انجمن طلباء اسلام کے سابق مرکزی صدر جناب حمزہ مصطفائی صاحب

نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ انجمن کا ادنیٰ کارکن ہونے کے ناطے میں اس قابل نہیں کہ ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے حضور خراج عقیدت پیش کروں، لیکن حضور ضیاء الامت کا ایثار اور پیار اس قابل بنا رہا ہے کہ چند باتیں عرض کروں۔ انہوں نے کہا کہ حضور ضیاء الامتؒ کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے بلکہ علماء، دانشور اور صاحب حال ہی جانتے ہیں کہ کتنی بڑی ہستی ہم سے بچھڑی ہے۔ علماء و محدثین سے پوچھئے کہ اس دور کا آفتاب علم و حکمت ہم سے بچھڑا ہے۔ بڑے بڑے ججز سے پوچھئے کہ عصر حاضر کا کتنا بڑا جج اور اسلامی قوانین کا ماہر ہم سے بچھڑا ہے۔ بڑے بڑے سیرت نگاروں اور مفسروں سے پوچھئے کہ اس دور کا امام ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء النبی ﷺ اور آپ کے ادارے آپ کے مشن اور پیغام کو زندہ رکھیں گے۔ انہوں نے کہا: ”اللہ پاک ضیاء الامت علیہ الرحمہ کے مشن سے وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین“

جناب نذیر احمد غازی ایڈووکیٹ (چیئرمین انٹرنیشنل سیرت فورم)

نے حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ میری ضیاء الامت

Marfat.com

سے تقریباً تیس برس تک نیاز مندی رہی۔ یقیناً پیر صاحب اس دور میں قرنِ اوّل کے حجازیوں کی علمی و عملی تصویر تھے۔ آپ کی محفلوں میں بیٹھنے والے جانتے ہیں کہ کس طرح انہیں ضیاء الامت کی محفل میں ایمان کی تازگی نصیب ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ محض عاشق رسول ﷺ ہی نہیں تھے بلکہ ایک غیرت مند عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ نذیر غازی نے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جب ہم قادیانیوں کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے تو میں نے ہر ایک دروازے کو کھٹکھٹایا۔ جواب ملتا کہ ہم اس موضوع کے سپیشلسٹ نہیں ہیں بلکہ فلاں موضوع کے سپیشلسٹ ہیں۔ ان لوگوں کے برعکس پیر محمد کرم شاہ الازہری ایک ہی موضوع کے سپیشلسٹ تھے کہ اگر کوئی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں گستاخی کرتا تو ان کا ایمان اور غیرت فوراً جوش میں آجاتی۔ ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لئے جب بھی آپ کو دعوت دی گئی آپ نے فوراً لبیک کہا۔

انجمن طلباء اسلام کے مرکزی صدر ملک نعیم شہباز

نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضور ضیاء الامت کی عرصہ تیس برس سے انجمن طلباء اسلام پر جو شفقتیں اور محبتیں تھیں وہ کسی تقریر یا تحریر میں بیان نہیں کی جاسکتیں۔ انجمن سے ضیاء الامتؒ کی محبت کی وجہ سے مجھے بھی کئی دفعہ حضور ضیاء الامتؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ آپ نے ہمیشہ کمال شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔

حضرت صاحبزادہ مظہر فرید شاہ صاحب

نے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مظہر فرید اگر اس ہستی کو آسمان کی بلندی کہے تو بھی حق ہے۔ اگر زمین کی پستی کہے تو بھی حق ہے لیکن ان بلندیوں، رفعتوں اور عروج و کمال کے باوجود وہ ایک باکمال عاشق رسول ﷺ تھے۔ انہوں نے کہا: میرے والد گرامی نے ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ میں نے قبلہ پیر صاحب کو حضرت علامہ اقبال کے مزار کی پائینتی کو بوسہ دیتے دیکھا تو عرض کی کہ حضور! آپ اتنے بڑے عالم اور مفسر قرآن ہیں۔ اس کے باوجود آپ نے مزارِ اقبال کو بوسہ دیا تو بدیدہ نم ارشاد فرمایا کہ میں نے اقبال کی ڈگریوں کی وجہ سے اس کا احترام نہیں کیا بلکہ اس وجہ سے کیا ہے کہ وہ سچا عاشق رسول ﷺ تھا۔ علامہ مظہر فرید نے کہا کہ پیر محمد کرم شاہ الازہری کا طرۂ امتیاز ہی یہ تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق کی بات کی جاتی تو وہ مچل جاتے تھے۔

سلسلہ سیفیہ کے روحانی پیشوا حضرت اخوندزادہ

نے فارسی میں خطاب کیا اور کہا کہ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ شریعت، طریقت اور حقیقت

Marfat.com

کے پیکر تھے اور ایسا شخص حضور ﷺ کا صحیح وارث بن سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیر صاحب نے اولاد صالحہ اور مدرسوں کی صورت میں صدقہ جاریہ چھوڑا ہے۔ حضرت اخوندزادہ نے کہا کہ ضیاء الامت الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب کے مصداق سوئے حبیب چلے گئے ہیں۔

صاحبزادہ محمد ابوبکر چشتی صاحب

نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ پیر صاحب جیسی ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں لیکن ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت مٹ جانے کا نام ہے۔ بخدا موت مٹ جانے کا نہیں بلکہ مل جانے کا نام ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت خواجہ غلام فرید سے کسی نے پوچھا: عید کب آتی ہے تو آپ نے فرمایا: جب محبوب مل جاتا ہے لیکن محبوب کے ملنے کے لئے موت کے پل کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیر صاحب کا میخانہ علم و معرفت تا حشر قائم و دائم رہے گا۔ ان شاء اللہ

استاذ العلماء حضرت علامہ غلام محمد سیالوی (چیئرمین مرکزی بیت المال کمیٹی)

نے اپنے تعزیتی خطاب میں کہا کہ ضیاء الامت کی موت یقیناً موت العالم موت العالم کے مصداق ہے اور ضیاء الامت حقیقی معنوں میں ''العلماء ورثة الانبیاء'' کے امین تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنی زندگی میں اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے بعد جس ہستی سے سب سے زیادہ متاثر ہوا ہوں وہ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ کی ہستی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور ضیاء الامت سراپا کرم اور سراپا حسن تھے اور آج اگر جماعت اہلسنت متحد نظر آتی ہے تو ضیاء الامت کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ پاک صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو پیر صاحب کی خوبیوں اور حسنات کا صحیح وارث بنائے۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے حضور ضیاء الامت کے حضور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے خطاب میں کہا کہ آج جہاں یہ لمحہ سانحہء ملال و ارتحال کا لمحہ ہے کہ ہم حضرت ضیاء الامت قدس سرہ العزیز کی تقریب چہلم میں حاضر ہیں وہاں یہ امر ہمارے لئے باعث سعادت و خوش بختی ہے کہ ہم اس نہایت مبارک مجلس میں حاضر ہو کر اپنے اپنے حال اور ظرف کے مطابق حصہ لے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت ضیاء الامت، مفکر اسلام، مفسر قرآن، عظیم رہبر و راہنما، داعی اور مربی و مرشد تھے اور بلاشک وشبہ ان کا شمار ہمیشہ مقتدایان عالم میں ہوتا رہے گا۔ وہ ظاہراً ہم سے جدا ہو گئے ہیں مگر باطنی

Marfat.com

طور پر ان کی توجہات نہ صرف ان کے طلبہ، مریدین اور متوسلین پر بلکہ پوری امت مسلمہ پر فیض کی بارش بن کر برستی رہیں گی۔

علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے خطاب میں قرآنی آیت تزکیہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کا منہج تعلیم و تربیت اور تزکیہ و تصفیہ تاجدار کائنات ﷺ کے منہج کامل کے تابع تھا۔ نیز ضیاء الامت نے قرآن مجید کے انقلاب آفریں پیغام کے ذریعے نہ صرف طلباء بلکہ ایک ایک شخص کو تعلق باللہ کی مالا میں پرو دیا تھا۔ علامہ محمد طاہر القادری نے مزید کہا: علم صرف پڑھنے پڑھانے سے نافع نہیں بنتا بلکہ عمل صالح کے نور سے نافع بنتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ علم نافع اور عمل صالح کا جس شخصیت میں امتزاج ہو جائے، وہ اپنے دور کا مصلح، مجدد اور مجتہد بن جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ضیاء الامت کو بچپن سے تادم وصال دیکھا وہ علم نافع اور علم حجت دونوں کے جامع تھے اور وہ امام مالک کے اس قول کے سچے مصداق تھے کہ جس نے تفقہ پایا اور تصوف نہ پایا وہ فاسق ہو گیا اور جس نے تصوف کی طرف پیش قدمی کی اور تفقہ نہ پایا وہ زندیق ہو گیا اور جس میں تفقہ اور تصوف جمع ہو گئے اس نے حق کو پالیا تو جس طرح امام اعظم نے علم کوفہ میں بیٹھ کر پڑھا اور تصوف دریائے دجلہ کے کنارے بہلول مجذوب کی صحبت سے حاصل کیا اور امام شافعی نے تفقہ کے لئے مصر میں آبلہ پائی کی اور تصوف کے لئے حضرت شیبان راعی کے قدموں میں بیٹھے اور جس طرح امام احمد بن حنبل نے تفقہ کے لئے بغداد کا رخ کیا اور تصوف کے لئے حضرت بشر حافی کے در کی خاک کو سرمایہء زیست بنایا۔ بعینہ اسی طرح حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ بھی تفقہ کے لئے مدرسوں کے ٹاٹ پر بیٹھے اور تصوف کے لئے حضرت خواجہ شمس العارفین کے ٹکڑے کھائے۔ اس کے نتیجے میں رب کائنات نے ضیاء الامت کو صاحب تقویٰ، صاحب استغناء اور صاحب سنت بنایا۔ ان کا ظاہر شریعت محمدی اور باطن طریقت محمدی سے منور تھا۔

جگر گوشۂ غزالی زماں

حضرت صاحبزادہ حامد سعید کاظمی صاحب نے قبلہ پیر صاحب علیہ الرحمۃ کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضور ضیاء الامت فقید المثال عالم نبیل مفسر قرآن اور پیر طریقت تھے۔ ان کی زندگی ہمارے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے قال اللہ اور قال الرسول سے چار دانگ عالم کو معطر کیا۔

صاحبزادہ فضل کریم صاحب (صوبائی وزیر اوقاف)

صاحبزادہ فضل کریم نے اپنے تعزیتی خطاب میں کہا کہ آج ہم جس شخصیت کے چہلم مقدس میں

Marfat.com

شریک ہیں۔ان کا شمار برصغیر پاک و ہند کے نامور علماء، محدثین، فقہا اور ائمہ وقت میں ہوتا ہے۔آپ نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور مصطفیٰ کریم ﷺ کی محبت کا درس دیتے ہوئے بسر کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ اس دور میں حضور ضیاء الامت کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ آج وہ اگرچہ دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں لیکن عاشقان مصطفیٰ ﷺ کو عشق کی دولت عام کرنے کے لئے پاکستان اور بیرون ممالک چھوڑ گئے ہیں۔علماء اہلسنّت اور مشائخ اہلسنت کی سرپرستی ہو یا جمعیت علمائے پاکستان یا انجمن طلباء اسلام ہو ان کی سرپرستی میں حضرت ضیاء الامت کا تادم آخر بنیادی کردار رہا ہے۔

حضرت صاحبزادہ پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑہ شریف

کو دعوت خطاب دی گئی تو آپ نے اپنے تعزیتی خطاب میں فرمایا کہ حضور ضیاء الامت صرف پیر نہ تھے بلکہ وہ بہت بڑے عالم دین بھی تھے۔وہ دین کے وارث اور مجاہد ملت اسلامیہ تھے۔انہوں نے کہا کہ وہ مشائخ چشتیہ کا ناز تھے۔ضیاء الامت خانقاہی ماحول میں رہنے کے باوجود ایک الگ شخصیت کے مالک تھے۔انہوں نے فرمایا کہ آپ علیہ الرحمہ کی علمی خدمات سب پر عیاں ہیں۔

حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب

حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے ختم قل کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ میں حضور ضیاء الامت کے ختم چہلم کے موقع پر اپنی آئندہ زندگی کا لائحہ عمل آپ کے سامنے پیش کروں گا۔لیکن ختم چہلم کی تقریب میں آپ نے گرمی کی حدت اور وقت کی نزاکت کے پیش نظر اپنے لائحہ عمل کا خلاصہ سامعین کے سامنے بیان فرمایا۔آپ نے فرمایا کہ ضیاء الامت جو امانتیں میرے سپرد فرما کر گئے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اور آپ لوگوں کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ میں ان امانتوں کی پاسبانی کروں گا۔ان میں ایک امانت پیر سیال کی غلامی کا پٹہ ہے۔یہ پٹہ ان شاء اللہ ہمیشہ میرے گلے کی زینت بنا رہے گا۔دوسری امانت مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف اور غوثیہ گرلز کالج بھیرہ شریف اور ان کی اندرون ملک اور بیرون ممالک شاخیں ہیں۔میں وعدہ کرتا ہوں میں ان شمعوں کو مزید نیا بخشوں گا۔تیسری امانت اس خانقاہ عالیہ سے وابستہ مریدین اور متوسلین کی صورت میں ہے۔میں ان شاء اللہ ان کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے ہمیشہ ان سے قلبی و روحانی تعلق قائم رکھوں گا۔

آخر میں امیر شریعت رہبر طریقت حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی صاحب

نے اپنے مرید صادق کے متعلق تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مشائخ کی نشانی یہ ہے کہ

Marfat.com

انہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ اللہ پاک ہر دور میں کبھی شیخ الاسلام والمسلمین کی صورت میں اور کبھی ضیاء الامت کی صورت میں اپنے بندے بھیجتا رہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ان لوگوں کے نقش قدم پر چلو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ خواجہ صاحب نے مزید فرمایا: آج سے چالیس دن قبل حضرت ضیاء الامت ہم میں موجود تھے، لیکن آج ظاہراً موجود نہیں ہیں۔ جب دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا نام آئے گا تو آپ کے ذہن میں اس کو قائم کرنے والی ہستی پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی صورت آئے گی۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پیر صاحب کا نام زندہ رہے گا کیونکہ وہ سرمدی زندگی پا گئے ہیں۔

اس طرح تقریب چہلم پاک تقریباً 4 بجے حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی صاحب کی دعا سے اختتام پذیر ہوئی۔

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں
تعزیتی ریفرنس منعقدہ اسلام آباد

رپورٹ: محمد شمیم چشتی، محبوب الرحمن

علم و فضل کے بحرِ بیکراں، زھد و تقویٰ کے خزانہء بے پایاں، تحقیق و تدقیق کے نیر تاباں حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین اور سپاس عقیدت پیش کرنے کے لئے جماعت جند اللہ اسلام آباد نے 27 اپریل بروز پیر بوقت 3 بجے سہ پہر ھالیڈے اِن اسلام آباد ہوٹل میں ایک عظیم الشان اور فقید المثال تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا۔ ٹھیک سوا تین بجے ممتاز شاعر اور صاحبِ طرز ادیب رضاء الدین صدیقی صاحب اس بابرکت اور روح پرور تقریب سعید کا آغاز کرنے کے لئے سٹیج پر تشریف لائے۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز آیات ربانی کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ارمغان عقیدت پیش کرنے کے لئے عندلیب چمن مصطفیٰ ﷺ جناب خالد حسنین خالد تشریف لائے۔ تلاوت و نعت کے بعد سیکرٹری صاحب نے تقریب کے صدر نشین قائم مقام چیف جسٹس آف پاکستان جناب جسٹس سعید الزماں صدیقی صاحب سے کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہونے کی درخواست کی۔ اس کے بعد باری باری مہمانان خصوصی جگر گوشہء ضیاء الامت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی، راجہ ظفر الحق وفاقی وزیر مذہبی امور، صاحبزادہ غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی، پیر علاؤ الدین صاحب صدیقی، جناب اعجاز الحق صاحب ممبر قومی اسمبلی، میاں عبد الستار لالیکا وفاقی وزیر خوراک و زراعت اور ڈاکٹر نعمان جلال سفیر مصر سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ پر مقررین نے نہایت عمدہ اور احسن انداز میں ھدیہء عقیدت پیش کیا۔ انہوں نے آپ کی سادگی، عجز و انکساری، تواضع، دردمندی، نکتہ سنجی، حاضر جوابی، تحریر کی چاشنی، اجتہاد و استنباط کی فراوانی پر اپنی اپنی بساط کے مطابق مدلل اور جامع روشنی ڈالی۔

واقعی قبلہ پیر صاحب کی رحلت سے غیاب انسانیت سے ایک دلنواز اور روح پرور شخصیت کا ظل ھمایوں عنقا ہوگیا ہے۔ آپ کے وصال سے وقار و تمکنت کا ایسا باب بند ہوگیا ہے۔ جس کے دریچوں سے ہمیشہ الفت و محبت کے سوتے پھوٹتے رہے۔ آپ کی گویائی میں کمال درجہ کی حلاوت و مٹھاس تھی۔

Marfat.com

آپ کی رشکِ لعل و گوہر باتیں اور صاحبِ جلال و جمال شخصیت عاجزی کا پیکر اور عزم و استقلال کا مظہر تھی۔

مولانا محمد انور قریشی پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ پنڈ دادن خان نے حضور ضیاء الامت کی عظیم خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک ہمہ جہت روحانی، مذہبی اور علمی انجمن تھی۔ آپ نے اسلام کی عالمگیریت کو دوام بخشنے کے لئے ''دارالعلوم'' کا جو سلسلہ شروع کیا، زمانہ ہزار کروٹیں کیوں نہ بدلے، اس میں انقطاع نہیں آ سکتا۔ تا قیام قیامت تشنگان علم ان صافی چشموں سے پیاس بجھاتے رہیں گے۔ انہوں نے قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے اس خواب کی حقیقت قرار دیا کہ

مثلِ خورشید سحر فکر کی تابانی میں   بات میں سادہ و آزاد معانی میں دقیق
اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا   اس کے احوال کے محرم نہیں پیرانِ طریق

مشہور صحافی اور صاحبِ طرز ادیب ''آزادی کی ان کہی کہانی'' کے مصنف اور نوائے وقت کے سب ایڈیٹر گل محمد فیضی نے کہا کہ تاریخ، دن اور سال یاد نہیں، صرف اتنا یاد ہے کہ پرائمری کی کسی کلاس میں پڑھتا تھا، قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ گاؤں تشریف لائے، پہلی دفعہ وہاں دیکھا، نرم خو، ہنس مکھ، تو دل و جان سے فدا ہو گیا۔

انہوں نے کہا کہ قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اصول پسند تھے۔ انہوں نے کبھی اصولوں پر سودے بازی نہیں کی۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب جامعۃ الازہر مصر سے فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس لوٹے تو آپ کو بہاولپور یونیورسٹی کے چانسلر کے عہدہ کی پیش کش کی گئی مگر آپ نے انکار فرما کر اپنے والدِ گرامی کے مشن کو آگے بڑھانے کو ترجیح دی۔ اسی طرح 1975ء میں آپ سے بادشاہی مسجد کی خطابت کے فرائض ادا کرنے کی درخواست کی گئی مگر آپ نے انکار فرما دیا اور کہا کہ یہاں آ کر شاید میں حق کا بہتر اظہار نہ کر سکوں۔

محترم رضاء الدین صدیقی صاحب نے اپنے مخصوص روایتی انداز میں کمپیئرنگ کر کے سامعین کے دل جیت لئے۔ وہ جہاں موقع دیکھتے شعر پڑھتے اور دلوں کو موہ لیتے۔

جناب گل محمد فیضی صاحب کی تقریر کے اختتام پر انہوں نے یہ شعر پڑھا کہ

اک اضطراب مسلسل غیاب ہو کہ حضور   جو خود کہوں تو میری داستاں دراز نہیں

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی نے کہا کہ قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ضیاء القرآن اردو تفاسیر میں حنفی نقطہ نظر کی بہترین ترجمان ہے اور علوم و معارف کا سمندر ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی

Marfat.com

تصنیف کردہ کتاب ''ضیاء النبی ﷺ'' محبت رسول ﷺ کی آئینہ دار ہے۔

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی (انچارج شعبہ عربی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت مجموعہ کمالات تھی۔ آپ اللہ والے تھے اور اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ یاد آتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیر صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قائم کردہ دینی مدارس میں وہ تعلیمی نظام رائج کر دیا ہے جو حکومتیں گزشتہ پچاس برس میں نہ کر سکیں۔ آپ کے دینی مدارس کے فارغ التحصیل فضلاء کا مختلف شعبہ ہائے زندگی میں عظیم کارہائے نمایاں سرانجام دینا آپ کے دینی مدارس کے بلند علمی معیار کا مظہر ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ میں مختلف ادوار میں پبلک سروس کمیشن میں سلیکشن بورڈ کا ممبر رہا۔ جہاں کہیں پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادارے کا فارغ التحصیل فاضل آ گیا، کسی دوسرے کو موقع نہ ملا اور کوئی میرٹ پر نہ آ سکا۔ وہاں میرٹ پیچھے رہ گیا اور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادارے کا فاضل آگے نکل گیا اور بڑے سے بڑا متعصب آدمی ہی کیوں نہ ہو بالآخر اسے اس کی قابلیت کا اعتراف کرنا پڑا۔ انہوں نے حضور ضیاء الامت کی روشن اور تابندہ تر زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی تقریر کے آخر میں کہا کہ جہاں بھی فقہ و تصوف اکٹھے ہوئے وہاں شخصیت آفتاب و ماہتاب ہوگئی۔

راولپنڈی بار کے صدر ملک رب نواز نون ایڈووکیٹ نے انگریزی میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت صاحب کی روشن خدمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور آپ کے رقم کیے ہوئے تاریخ ساز فیصلے قانون کے طالب علموں اور بعد میں آنے والے جج صاحبان کے لئے راہنمائے کامل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مسلم لیگ کے سپریم ایڈوائزر شہید ضیاء الحق کے بیٹے اعجاز الحق ممبر قومی اسمبلی نے کہا کہ آپ کی ذات گرامی ایک عالم بے بدل تھی۔ ایسی ہستیاں صدیوں بعد ہی پیدا ہوتی ہیں۔ انہوں نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مزید کہا کہ میری ان سے زیادہ تر ملاقاتیں میرے والد کی وفات کے بعد ہوئیں۔ انہوں نے اسلام کی خاطر جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں یہ کام ہر عالم دین کو کرنا چاہئے۔ آج اسلام پر بنیاد پرستی کا الزام لگایا جا رہا ہے اور فرقہ واریت کے ذریعے علماء اور دین کو بدنام کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ بہت کم نظر آتے ہیں۔ میں ایمان کی قوت سے کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ تھے۔ سیاسی آلائشوں سے دور رہنے والے علماء کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ سیاسی جماعتوں نے ہمیشہ علماء سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ خود کو آزاد ظاہر کرنے والے بھی آج دیکھ لیں، عالم دین کو اپنا لیڈر مان چکے ہیں۔ ہم اگر حضور پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مل کر اکٹھے چلتے رہے تو یہ ملک جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، اسلام کے نام

Marfat.com

پر ہی آگے بڑھے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کیا جائے۔ ان شاء اللہ ہم اپنی منزل پر ضرور پہنچیں گے۔ ڈاکٹر ایس ایم زمان چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے خطاب میں کہا کہ پیر صاحب اخلاقِ نبوی ﷺ کا حسین پرتو تھے۔ ایسی شخصیات اب کہاں ملیں گی۔ آپ جید عالم دین اور اس سے بڑھ کر عظیم صوفی تھے۔ آپ کے مبارک ہاتھوں سے مرحمت فرمایا ہوا حجیت حدیث پر آپ کی کتاب ''سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کا تحفہ ابھی تک میرے پاس متاعِ زیست کی طرح محفوظ ہے اور جب موقع ملتا ہے ضرور پڑھتا ہوں۔ مجھے کوئی بھی ایسی مجلس یاد نہیں جس میں حاضری نصیب ہوئی ہو اور قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ عجز و انکساری کے بغیر ملے ہوں۔ ''جناب'' آپ کا تکیہ کلام تھا۔ آپ اپنے مریدوں کو بھی جناب کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ دینی مدارس میں ادبی ذوق رکھنے والی یہ ہستی نایاب تھی، نایاب ہے اور نایاب رہے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ مجھے آپ کے تدریسی نظام پر تحقیقی مقالہ لکھنے کا شرف بھی نصیب ہوا۔ بلاشبہ دینی علوم کی خدمت کا سب سے بڑا فریضہ پیر صاحب کے متعین کردہ نصاب نے ہی ادا کیا۔

میاں عبدالستار لالیکا وفاقی وزیر خوراک و زراعت نے کہا کہ آپ کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ قبلہ پیر صاحب کا مرتب کردہ نصاب آپ کی شبانہ روز محنتوں اور کاوشوں کا ثمر ہے۔

انہوں نے کہا کہ ولی اللہ کی زبان میں بہت اثر ہوتا ہے۔ ان کا عمل ان کے قول کا شاہد ہوتا ہے، اس لئے اللہ ان کے قول میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے۔

پیر علاؤ الدین صدیقی سجادہ نشین نیریاں شریف آزاد کشمیر نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قبلہ پیر محمد کرم شاہ صاحب علیہ الرحمہ ایسی شخصیات میں سے تھے جن کے تذکرہ سے رحمتیں جھوم جھوم کر اترتی ہیں۔ انہیں جس میدان میں بھی رکھا جائے وہ پشت پناہ اور راہنما نظر آتے ہیں۔ قوم کے مقدر کو چمکانے میں انہوں نے جو کوششیں کیں ان کا احسان چکانا ناممکن ہے۔ انہوں نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دلفگار اور دلدوز موقع پر قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق چند الفاظ کہنا بھی میری بساط سے باہر ہے۔ قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ان مقربانِ الٰہی میں سے تھے جو دلوں میں تمنا کی طرح محفوظ رہتے ہیں۔ اسلام کے لئے آپ کی خدمات کو کبھی نہیں بھلایا جا سکتا۔ آپ ایسی نابغہء روزگار ہستی تھے جن کی محفل پر فرشتوں کا تقدس نثار ہوتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ موید من اللہ تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی کبھی دعاہائے نیم شبی سے، کبھی آہِ سحر گاہی سے، کبھی نمناک کیفیت میں، کبھی وجد کے عالم میں اور کبھی حضوری کی منزل میں قوم کے مقدر کو چمکانے کیلئے صرف کر دی۔ یہ انہی پھولوں کی خوشبو ہے جو سارے عالم کو معطر کیے ہوئے ہے۔

Marfat.com

پیر غلام نصیر الدین نصیر سجادہ نشین گولڑہ شریف نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ یقیناً ایک عظیم شخصیت تھے۔ میں بچپن سے ہی ان کا بہت دلدادہ تھا۔ میرا ان سے علمی رابطے کے علاوہ سلسلے کا تعلق بھی تھا۔ آپ کے جدامجد پیر محمد امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور میرے پردادا جی حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں سلطان العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلفاء میں سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ قبلہ پیر صاحب کو دیکھ کر پانچ سو سال پرانی شخصیات یاد آ جاتی ہیں۔ آپ نے کہا کہ پیر صاحب کی ہستی تمام مکاتب فکر کے لئے مستند حیثیت کی حامل تھی۔ آپ کے مخالفین بھی آپ کی علمی برتری اور فضیلت کا اعتراف بڑے واشگاف الفاظ میں کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ گویا آپ **الفضل ماشهدت به الاعداء** کا مصداق تھے۔

پیر غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی نے دور حاضر کے خانقاہی نظام کو بہتر بنانے پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ آج کل درگاہیں تو موجود ہیں لیکن وہ لوگ نظر نہیں آتے، دنیا جن کے پیچھے چلا کرتی تھی۔ آج کل صرف دنیاداری، چمک دمک اور نمود و نمائش رہ گئی ہے۔ علماء کا بھی یہی حال ہے۔ خلوص اور للہیت بہت کم رہ گئی ہے۔

علماء کو چاہئے کہ جس بات کو حق سمجھیں اس پر ڈٹ جائیں اور شریعت کا فتویٰ کسی کے ڈر سے نہ بدلیں۔ انسانیت پرستی کی بجائے اللہ پرستی کریں۔ یہی وہ خوبیاں تھیں جو پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ میں موجود تھیں۔ اسی لئے میں انہیں اپنا شیخ سمجھتا ہوں۔

آہ! اب ہمیں پیر محمد کرم شاہ الازہری جیسے لوگ کہاں ملیں گے۔

آپ نے پیر صاحب کی فرقت جانگسل پر ایک طویل نظم پیش کی جسے شرکائے محفل نے بے حد پسند کیا، جس میں سے قارئین کی دلچسپی کے لئے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

نکل گئے ہیں خرد کی حدوں سے دیوانے — اب اہل ہوش سے کہہ دو نہ آئیں سمجھانے
بساطِ بزم الٹ کر کہاں گیا ساقی — فضا خاموش، سبو چپ، اداس پیمانے
یہ کس کے غم نے دلوں کے سکون لوٹ لئے — یہ کس کی یاد میں سر پھوڑتے ہیں دیوانے
جبیں کو در پہ تیرے رکھ دیا یہ کہہ کر — یہ جانے اور تیرا سنگ آستاں جانے
انھیں گے پی کے تیری بے نواز آنکھوں سے — یہ طے کئے ہوئے بیٹھے ہیں آج دیوانے

دوران نظم آپ نے ضیاء النبی ﷺ کی تعارفی تقریب کا حوالہ دیا اور کہا کہ چند سال قبل جب پیر صاحب اس جگہ سٹیج پر جلوہ افروز تھے اور میں ڈائس پر کھڑا تھا، اس منظر کے حوالے سے چند اشعار:

Marfat.com

بھری بہار کا منظر ابھی نگاہ میں تھا
میری نگاہ کو کیا ہو گیا خدا جانے
ہے کون برلبِ ساحل کہ پیشوائی کو
قدم اٹھائے باندازِ موج دریا نے
اور تمام شہر میں اک دردآشنا نہ ملا
بسائے اس لئے اہل جنوں نے ویرانے
نہ اب وہ جلوۂ یوسف نہ مصر کا بازار
نہ اب وہ حسن کے تیور نہ وہ دیوانے
خیال و خواب کی صورت بکھر گیا ماضی
نہ سلسلے، نہ قصے، نہ اب وہ افسانے
نہ قدرداں، نہ کوئی ہم زباں، نہ انساں دوست
فضائے شہر سے بہتر ہیں اب تو ویرانے
نصیرؔ اشک تو پلکوں پہ سب نے دیکھ لئے
گزر رہی ہے جو دل پر وہ کوئی کیا جانے

مصر کے سفیر ڈاکٹر نعمان جلال نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک متقی اور پرہیز گار عالم تھے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ اپنے نام کی طرح قوم کے اوپر خدا کا کرم تھے۔ وہ ایک ولی کی تمام خوبیاں رکھتے تھے۔ بطور جج انہوں نے ذمہ داری سے کام کیا اور خوف خدا ذہن میں رکھا۔ ڈاکٹر نعمان جلال نے حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی عالم اسلام کے لئے عظیم الشان خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ آپ اتحاد بین المسلمین کے علمبردار تھے۔ آپ کی وفات سے عالم اسلام ایک عظیم مذہبی سکالر سے محروم ہو گیا ہے۔

مشہور ادیب اور دانشور پروفیسر پریشان خٹک نے اپنے احساسات سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ پیر صاحب کی ظاہری شخصیت نے متاثر کیا۔ آپ کی شخصیت پر روحانیت چھائی ہوئی تھی۔ عجز و انکسار، ملنساری اور اخلاق و پیار پیر صاحب میں دیکھنے والی چیزیں تھیں۔ قدرت نے سمندر کو کوزے میں بند کر کے رکھ دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ایسے کام پورے پورے ادارے نہیں کر سکتے جو قبلہ پیر صاحب نے انجام دیئے۔ آپ صرف ''ضیاء النبی ﷺ'' لکھ کر بس کر دیتے اور کچھ کام نہ کرتے تو دین و دنیا کے لئے کافی ہوتا۔

Marfat.com

ادارہ تعلیمات اسلامیہ کے ڈائریکٹر علامہ سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ میں قبلہ پیر صاحب کی یاد میں عقیدت کے داماں پہ چند پھول سجانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پیر صاحب کے عمل میں مسلمانوں کے لئے منزل کے نشان موجود ہیں۔ انہیں جو عظمت ملی ہے وہ ان کی زندگی کے سنہری اصولوں کی وجہ سے ملی ہے۔

انہوں نے کہا کہ ضیاء القرآن میں جہاں کہیں حضور پرنور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پیر صاحب نے گلوں کے قلم لے کر خوشبوؤں کے الفاظ رقم کیے ہیں۔

قائم مقام چیف جسٹس آف پاکستان جناب جسٹس سعید الزماں صدیقی نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ماہرانہ رائے اور قرآن وسنت کی روشنی میں آپ کے دیئے گئے فیصلے عدالتی تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ آپ نے پاکستان میں اسلامی نظام کی راہ ہموار کرنے کے لئے کئی ایک وقیع اور مدلل فیصلے رقم کئے جن میں حق شفعہ، سود، رجم، پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت، شناختی کارڈ پر تصویر لگانا بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے داعی اور علم وفضل کا پیکر تھے۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت پاکستان کے لئے سرمایہ افتخار تھی۔ آپ کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

انہوں نے کہا کہ قبلہ پیر صاحب سب کے لئے ایک جیسے تھے۔ ان کی محبت اور دینی سوچ نے مجھے متاثر کیا۔ ان کی ماہرانہ رائے اور عظیم فیصلے ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

حضور ضیاء الامت کے فرزند ارجمند پیر محمد امین الحسنات شاہ مدظلہ العالی پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف نے آخر میں حضرت صاحب کے بارے میں مہمانان گرامی کی طرف سے عقیدت ومحبت کے اظہار پر ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وہ اللہ کا بندہ تھا۔ ''بکل مار کر آیا اور بکل مار کر چلا گیا''۔ اللہ کے ولی کے تذکرے رہتی دنیا تک یاد رہتے ہیں۔

ریفرنس کے اختتام پر سجادہ نشین نیریاں شریف پیر علاؤ الدین صدیقی صاحب نے دعائے خیر فرمائی۔

ریفرنس کے انتظامات بہت عمدہ اور شاندار تھے۔

مرشدی ومربی حضور غریب نواز ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے جن خوش نصیبوں کو خرقہ خلافت سے نوازا ہے ان میں حضرت علامہ مولانا مختار احمد ضیاء صاحب پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ خیابان کرم چک شہزاد، سرپرست اعلیٰ جماعت جند اللہ اسلام آباد بھی شامل ہیں۔ آپ کو قبلہ پیر صاحب کی ذات گرامی سے والہانہ عشق اور جنون کی حد تک محبت ہے۔ آپ کا ہر ہر عمل قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ وارفتگی کا آئینہ دار ہے اور آپ کی زندگی جمالِ یار کا حسین پرتو ہے۔

اسی خلوص، محبت، لگن، فداکاری اور کمالِ شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ نے اپنی شبانہ روز

Marfat.com

کاوشوں اور محنتِ شاقہ سے ریفرنس کے انعقاد کو کامیاب بنایا۔ محترم جناب آصف رضا مرزا صاحب ان بیدار بخت انسانوں میں سے ہیں جن پر قبلہ پیر صاحب کا دامانِ کرم بطور خاص سایہ فگن رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''بارگاہ کرم'' کے اس مقبول بندے کو ایثار و قربانی کے جس جذبے سے سرشار فرمایا ہے اس کی فراوانیوں کا تذکرہ احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ ریفرنس کی تیاریوں میں آپ بھی پیش پیش رہے۔ ریفرنس کا کامیاب انعقاد آپ کے اعلیٰ ذوق کا لاجواب نمونہ ہے۔

جناب محمد صدیق بٹ امیر جماعت جند اللہ اسلام آباد ریفرنس کے چیف آرگنائزر جناب علامہ محمد ریاض گوندل صدر مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ اسلام آباد، دارالعلوم کے دیگر اساتذہ کرام حافظ اللہ یار گوندل، مولانا محمد اکرم سعید، ملک لیاقت علی اعوان، مولانا محمد جاوید اقبال، قاری تصور حسین چشتی اور دارالعلوم کے طلباء نے بھی انتھک محنت و کوشش سے ریفرنس کی کامیابی کو یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے اساتذہ کرام خصوصاً علامہ سعید احمد اسعد اور پروفیسر احمد بخش صاحب مہمانانِ گرامی کے استقبال کے لئے پیش پیش رہے۔ پیرزادہ احمد اویس صاحب اور مہر محمد بخش صاحب ڈپٹی رجسٹرار سپریم کورٹ خصوصی مبارک باد کے مستحق ہیں جو کمال خلوص اور بے مثال دلنوازی سے معزز مہمانان گرامی قدر کو اپنے جلو میں لئے ہوٹل کے گیٹ سے نشست گاہ تک لاتے رہے۔

بے پناہ محبتوں اور بے پایاں عقیدتوں کے مستحق ہیں آقائی و مولائی نائب ضیاء الامت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی جو اپنی گوناگوں مصروفیات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے انتہائی محبت و شفقت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ریفرنس میں خصوصی طور پر تشریف لائے اور تقریب کی رونق کو دوبالا فرمایا۔

ریفرنس میں قبلہ پیر صاحب کے مریدین و متوسلین، علماء کرام، مشائخ عظام، جج صاحبان، سیاستدان، بیوروکریٹس، ممتاز سکالرز، نامور صحافی، دانشور اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی، جن میں جسٹس تنزیل الرحمٰن، جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان، جسٹس خلیل الرحمٰن، ڈاکٹر فضیل عیاض قاسمی موہڑہ شریف، سید حسین الدین شاہ صاحب، پیرزادہ طارق محمود، پیرزادہ رفیع الدین صاحب، گل احمد خاں صاحب، ممتاز کالم نگار یوسف عزیز، پروفیسر جی اے حق محمد، سید احمد علی، ڈاکٹر محمد مدثر، محمد افتخار الحسن میاں، قاری ضمیر احمد ساجد، ملک احمد خان ٹوانہ، مشہور شاعر اور نامور ادیب قائم نقوی، اسسٹنٹ ڈائریکٹر وزارت اطلاعات و نشریات، معروف شاعر اور ریڈیو ٹی وی کے مشہور کمپیئر ناصر زیدی، معروف نثر نگار اور ناول نویس محمد اکرم، سید محمد علی واسطی اور صاحبزادہ غلام فاروق بہاؤ الحق ضیاء، طارق محمود میر، محمد صدیق، محمد سعید عباسی اور ابرار احمد کے اسماء گرامی بطور خاص شامل ہیں۔

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت کے پہلے سالانہ عرس مبارک کی روداد

منعقدہ 19، 20 محرم الحرام

رپورٹ: میاں نعیم الدین

18 محرم الحرام کی شام جب میں بھیرہ پہنچا اور شہر میں داخل ہوا تو عجیب کیف و سرور کا عالم پایا۔ آج اس عظیم المرتبت شخصیت کے پہلے عرس مبارک کی تیاریاں تکمیلی مراحل طے کر رہی تھیں، جس کی زیست کا ہر ہر لمحہ رضائے الٰہی کے حصول اور اطاعت رسول ﷺ میں گزرا تھا۔ جس کی تقدس مآب سیرت، سیرت مصطفوی ﷺ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ جس نے دین متین کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ جس نے شجر اسلام کو خونِ جگر سے سینچا تھا۔ جو علوم و معرفت کا گنجینہ تھی۔ جس نے نور علم سے جہالت کی تیرگی کو کافور کیا تھا۔ جسے گفتار کا اعلیٰ معیار ہونے کے ساتھ ساتھ کردار کا غازی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ جس نے بھیرہ جیسے دور افتادہ قصبہ کو علم و حکمت کا مرکز بنا دیا تھا۔ یہی وہ ہستی تھی جسے دنیا ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے نام سے یاد کرتی تھی۔ آج بھیرہ کی گلیاں اس ذات کی قدم بوسی کو ترس رہی تھیں جس نے انہیں رونق بخشی تھی۔ در و دیوار غم سے نڈھال، ہر آنکھ پرنم تھی۔ جس سے گلے ملتا سلام کا جواب ملنے سے قبل اشکوں کا سیل رواں نظر آتا۔

قارئین محترم! یقین جانئے بھیرہ کی فضا میں وہ کیف پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ شاید صاحب مزار کی مکمل توجہات اپنے پہلے عرس مبارک کی تقریبات کے موقع پر بھیرہ پر مرکوز ہو چکی تھیں۔

ان مست الست فضاؤں میں ذکر ان کا دما دم آج بھی ہے
اک کیف کی صورت کل بھی تھی اک وجد کا عالم آج بھی ہے

اس وجد و کیف کے عالم میں انیس محرم الحرام کی صبح طلوع ہوئی۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ ملک کے طول و عرض سے اور بیرونی ممالک سے وفود کی آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ عرس شریف کی مجالس کے لئے دار العلوم الکرم کیمپس کے وسیع لان کا انتخاب کیا گیا۔ دار المطالعہ کے چبوترے کے ساتھ سٹیج سجایا گیا اور ان تمام امور کی نگرانی کے لئے اکیڈمک بلاک میں ہی ایک کنٹرول روم قائم کیا گیا، جہاں سے اساتذہ کرام کی زیر نگرانی تمام معاملات سرانجام پا رہے تھے۔ راقم بھی ان کی معاونت کے لئے اور قومی اخبارات کے نمائندگان کی راہنمائی کے لئے کنٹرول روم میں موجود رہا۔ صبح دس بجے پروگرام کے

Marfat.com

مطابق مجلس کا آغاز ہوا۔ دارالعلوم کے شعبہ حفظ کے طلباء نے اپنی خوبصورت آوازوں اور معصوم لہجوں میں تلاوت کلام پاک کی۔ ختم قرآن کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ حضرت قبلہ سجادہ نشین صاحب مدظلہ العالی تشریف لائے اور ساتھ ہی پنڈال تیزی سے بھرنے لگا۔ آپ کی آمد پر تلاوت کلام پاک سے محفل کا آغاز ہوا۔ یہ سعادت شعبہ حفظ کے استاد محترم قاری محمد صدیق صاحب نے حاصل کی۔ پھر نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت پیر صاحب کے حکم کے مطابق تبلیغی تقاریر کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے نوجوان مقرر اور مرکزی جامع مسجد ملکوال کے خطیب علامہ محمد اسلم رضوی صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ علامہ رضوی صاحب نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ رحمت عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا مظہر اتم تھے۔ آپ کی ساری زندگی اتباع رسول ﷺ میں گزری۔ آپ کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ ﷺ تھی۔ آپ کا قدم قدم حضور اکرم ﷺ کے فرامین کے عین مطابق تھا۔

علامہ رضوی صاحب کے بعد نوجوان دانشور علامہ رضاء الدین صدیقی صاحب نے تقریر کی۔ آپ کی گفتگو سے محفل پر رقت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ کی شستہ مقالی سے ہر کوئی متاثر ہو رہا تھا۔ آپ نے کہا کہ بلاشبہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے مجدد تھے۔ آپ غوثیت کے مقام پر فائز تھے۔ آپ ان تمام صفات سے بدرجہ اتم متصف تھے جو ایک مجدد میں پائی جانی چاہئیں۔ علامہ صدیقی صاحب نے مجدد کے فرائض بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور ضیاء الامت نے وہ تمام امور سرانجام دیئے جو ایک مجدد کو سرانجام دینے چاہئیں۔ پھر صدیقی صاحب نے درج ذیل سحر انگیز اشعار پڑھ کر سامعین پر رقت کی کیفیت طاری کر دی:

حضرت شاہ کرم محبوب مولا و رسول ۔ دین و ملت کی ضیائے دلربا کے واسطے
غوثیت، تکوین اور تجدید جس سے فیض یاب ۔ استقامت کے اسی کوہ گراں کے واسطے

انہوں نے مزید کہا کہ آپ سلسلہ چشتیہ کے روشن چراغ تھے اور آپ کی وجہ سے تصوف کے تمام سلسلوں کو نیا وقار عطا ہوا۔ اپنے عہد کے غزالی کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے نوجوان مقرر رضاء الدین صدیقی صاحب زبان حال سے کہہ رہے تھے:

عالم بے بدل، رازی وقت تھے ۔ وہ فقیہ زماں، قاضی وقت تھے
ان کے غم میں اہل قلم رو پڑے ۔ ان کی فرقت میں اہل زباں رو پڑے

ان کے بعد نقیب محفل نے مفتی محمد سلیمان صاحب کو دعوت خطاب دی۔ محترم مفتی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں حضرت ضیاء الامت کے ساتھ اپنی یادوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اہل سنت پر جناب ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم احسانات ہیں، جن کا بدلہ چکانا ناممکن ہے۔ وہ ہمیشہ اہل محبت

Marfat.com

کے سینوں میں زندہ رہیں گے۔

دن آہستہ آہستہ ڈھل رہا تھا۔ وقت اپنی مخصوص رفتار کے ساتھ محوِ خرام تھا۔ سورج کی تمازت و حرارت کے باوجود سامعین میں کہیں بھی بے چینی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ سب بڑی عقیدت سے اپنے مرشد کامل کا تذکرہ سن رہے تھے۔ انہیں الفت بھرے لمحات میں پاکستان کے خطیب شہیر حضرت علامہ محمد ابوبکر چشتی صاحب کی مسحور کن مترنم آواز نے سامعین پر جادو کی کیفیت طاری کر دی۔ خطبہ کے دوران محفل وجدانی کیفیات سے دوچار ہوگئی۔ جوں جوں آیات ربانی کی تلاوت کی جاتی ذوق و شوق میں اضافہ ہوتا چلا جاتا۔ جب کوئی شعر پڑھا جاتا تو سبحان اللہ ماشاء اللہ کی صدائیں فضا میں گونج اٹھتیں۔ علامہ ابوبکر چشتی صاحب نے کہا کہ خدا کا وعدہ ہے کہ اگر تم اس کے بندے بن کر رہو تو وہ تمہیں رزق کریم سے نوازے گا۔ آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ خوان کرم سے لاکھوں لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ جو کوئی بھی آتا ہے اپنے ظرف سے بڑھ کر پاتا ہے۔ پس رزق کریم کی عملی تفسیر دیکھنی ہو تو بھیرہ شریف میں دیکھی جا سکتی ہے۔ خوبصورت واقعات اور کئی اردو پنجابی اشعار سے مزین یہ دلکش تقریر ایک گھنٹے سے زائد وقت تک جاری رہی۔ بھرے پنڈال میں ہر طرف سے لوگ داد و تحسین کی صدائیں بلند کر رہے تھے اور حضرت علامہ صاحب اپنی شیریں لسانی کا جادو جگائے ہوئے تھے۔ حضرت علامہ صاحب نے کہا: عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب دنیا میں ہر جگہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان عام ہوگا۔

سلسلہ تقاریر کے اختتام پر حضرت قبلہ سجادہ نشین صاحب نے پیر بھائیوں کو کچھ ہدایات دیں اور ختم خواجگان کی سعادت حسب روایت حافظ محمد یوسف صاحب اور حافظ عبدالرحمن صاحب کو حاصل ہوئی۔ پھر قوالی کا سلسلہ شروع ہوا۔ بھیرہ شریف اور دیگر شہروں کے قوالوں نے منتخب کلام پیش کیا اور محفل میں لطف و سرور کی لہر دوڑ گئی۔ آخر میں قبلہ پیر صاحب نے دعائے خیر فرمائی۔ یوں عرس مبارک کی پہلی مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ ساتھ ہی نماز ظہر اور کھانے کے وقفے کا اعلان ہوا۔

وقفہ کے دوران جب راقم حالات کا جائزہ لینے کے لئے القمر کیمپس پہنچا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کھانے کے لئے تیار کردہ وسیع و عریض پنڈال لوگوں سے بھر چکے تھے اور بہت سے لوگ مختلف سٹالز پر خریداری میں مصروف تھے۔ اس موقع پر ملک بھر کے معروف اشاعتی اداروں نے اپنی اپنی مطبوعات کے سٹال لگا رکھے تھے۔ کئی اخبارات نے سپلیمنٹ کی اشاعت کا اہتمام کیا تھا۔ ان کے سٹال بھی دعوت نظارہ دے رہے تھے۔ سب سے زیادہ جھرمٹ ''الکرم آڈیو وڈیو لائبریری'' کے سٹال پر تھا، جہاں متعلقہ احباب حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ سجادہ نشین صاحب کے خطابات کی وڈیو اور آڈیو کیسٹیں فروخت کرنے میں مصروف تھے۔ تمام پیر بھائی بڑی دلچسپی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ان

Marfat.com

احباب کی کاوش قابل صد تحسین اور ٹھوس تعاون کی متقاضی ہے۔ خرید و فروخت وغیرہ کا یہ سلسلہ نماز عصر تک جاری رہا۔

بعد از نماز عصر عرس مبارک کی اہم ترین روحانی تقریب ''چادر پوشی'' کا آغاز محفل نعت سے ہوا۔ یہ آستانہ عالیہ کی حسین روایات سے ایک ایسی روایت ہے جس میں تمام صاحبزادگان اور خاندان والا تبار کے تمام افراد مل کر صاحب مزار کی بارگاہ میں چادر کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے آیات ربانی کی تلاوت کی گئی۔ پھر بارگاہ رسالت مآب میں عقیدت کے گلدستے پیش کیے گئے۔ محفل شروع ہونے سے قبل خاصی گرمی تھی مگر اب موسم اعتدال پر تھا۔ ادھر محفل کے حاضرین کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ ادھر آسمان بھی بوندا باندی کی صورت میں آنسو بہانے لگا۔ شاید وہ بھی نذرانہ عقیدت پیش کرنے میں پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے محفل میں سکون کی کیفیت پیدا کر دی۔ بالآخر وہ حسین ترین لمحہ آ پہنچا جب حضرت قبلہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی نے برادران عزیز، اہل خاندان، خلفاء، اساتذہ، طلباء اور پیر بھائیوں کے جھرمٹ میں نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی گونج اور قصیدہ بردہ شریف کی دلآویز صداؤں میں چادر پوشی کے لئے مزار شریف کی طرف قدم اٹھائے۔

قارئین محترم! میرے الفاظ میرے حقیقی جذبات کی ترجمانی کرنے سے قاصر ہیں۔ شاید اس لئے اس روحانی منظر کی لطافت الفاظ کی متحمل نہیں۔ وہاں ہر کسی پر رقت کی کیفیت طاری تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پچھلے پورے سال کے رکے ہوئے آنسوؤں کے بند ٹوٹ چکے تھے۔ اشکوں کا سیلاب امڈ آیا۔ یاد ماضی کے آئینے میں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر دکھائی دے رہی تھی۔ آج اس جگہ پیر امین الحسنات صاحب تشریف فرما تھے جہاں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز ہوا کرتے تھے۔ آج بھی وہی ہجوم عاشقان دکھائی دے رہا تھا۔ وہی کیف و سرور تھا، صرف ایک کمی تھی

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی چاند کی جو تہِ مزار چلا گیا

جوں جوں قصیدہ بردہ شریف کی صدائیں بلند ہوتیں وجد و کیف میں اضافہ ہوتا چلا جاتا۔ کاش وہ لمحے رک جاتے۔ کاش وقت تھم جاتا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضور ضیاء الامت ہمارے درمیان جلوہ فرما ہیں۔ انہی لطف بھری کیفیات میں خوبصورت سنگ مرمر سے مزین نو تعمیر شدہ مزار مبارک پر چادر پوشی کی گئی۔ دعا کیلئے ہاتھ اٹھے تو لبوں پر کئی دعائیں آ کر مچلنے لگیں۔ صدائیں ہچکیوں میں دبنے لگیں۔ اسی اثناء میں پیکر صبر و رضا حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی کی رقت آمیز آواز بلند ہوئی:

''یا اللہ! ہمیں اس درویش کی چاکری کی توفیق مرحمت فرما۔ اس آستانہ کی کما حقہ خدمت کی

Marfat.com

توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! حضور ضیاء الامت کے مشن کو فروغ دینے کی ہمت دے۔ پروردگار عالم! اس بندۂ خدا کے قائم کردہ اداروں کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرما۔"

رندھی ہوئی آواز میں جناب سجادہ نشین گویا تھے:

"الٰہی! دارالعلوم اور اس کی شاخوں کے اساتذہ وطلباء پر خصوصی رحمت کا نزول فرما اور ان کی خدمت کو اپنی بارگاہ صمدیت میں قبولیت کا شرف عطا فرما۔"

جانشین ضیاء الامت کے دعائیہ کلمات پر ہزاروں لوگ آمین کہہ رہے تھے۔ کتنے حسین تھے وہ لمحات، کتنی کیف آور تھیں وہ ساعتیں جن پر نوری ملائکہ بھی رشک کناں ہوں گے۔ بالآخر یہ روحانی محفل انتہائی نظم وضبط کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ نماز مغرب اور لنگر شریف کے لئے وقفے کا اعلان ہوا۔ مغرب اور عشاء کی نماز کے دوران سجادہ نشین صاحب دربار شریف میں موجود رہے اور دور دراز سے آنے والے لوگوں سے ملاقات کرتے رہے۔ آپ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ روایات کو بحسن وخوبی سرانجام دے رہے تھے۔

بعد از عشاء ایک انوکھی اور حسین روایت کا آغاز "تربیتی مجلس" کی صورت میں کیا گیا۔ آستانہ عالیہ امیریہ بھیرہ شریف کے اعراس مبارکہ کی تقریبات میں اس مجلس کا آغاز امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔ کچھ عرصہ قبل جماعت جنداللہ کے ضلعی امراء کو ایک میٹنگ میں عرس پاک کے انتظام وانصرام اور بالخصوص تربیتی مجلس کے طریقہ کار کے متعلق بریفنگ دی گئی تھی۔ لہٰذا مجوزہ پروگرام کے مطابق القمر کیمپس میں تمام اضلاع کے الگ الگ کیمپ لگا دیئے گئے تھے۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے ضلع کے کیمپ میں چلے گئے۔ ہر کیمپ میں تربیتی مجلس کا طریقہ کار کچھ اس طرح تھا کہ تلاوت کلام مجید اور نعت رسول مقبول ﷺ کے بعد ضلعی امیر جنداللہ تربیتی لیکچر دے رہا تھا۔ اس تربیتی گفتگو کا مواد مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی طرف سے پمفلٹوں کی صورت میں فراہم کیا گیا تھا جسے استاذی المکرم مولانا ملک محمد بوستان صاحب اور استاذی المکرم مولانا سید محمد اقبال شاہ صاحب نے انتہائی عرق ریزی سے تیار کیا تھا۔ یہ گفتگو تین موضوعات پر مشتمل تھی:

I۔ عقیدہ توحید ورسالت II۔ بیعت کی اہمیت اور اس کے فوائد III۔ طہارت کے مسائل

اس مجلس میں حاضرین کو بنیادی مسائل بھی بتائے گئے۔ اس مجلس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ سامعین کو ہر قسم کے شرعی مسائل پوچھنے کی اجازت تھی۔ اس طرح ہر سامع جہاں جہاں اسلامی تعلیمات سے آگاہی حاصل کر رہا تھا وہاں اپنے ذہن میں پیدا شدہ ہر خلش کا جواب بھی پا رہا تھا۔ حضرت سجادہ نشین صاحب خصوصی کرم فرماتے ہوئے ہر کیمپ میں تشریف لے جاتے اور صورت حال کا جائزہ

Marfat.com

لیتے۔ اس طرح ہر ضلع کے لوگوں کو انفرادی ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا اور ان کی حوصلہ افزائی بھی ہوئی۔ اس نئے پروگرام کا بنیادی مقصد لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا تھا۔ نیز سوال و جواب کی نشست سے ان کی فکری تربیت اور قلبی طمانیت مقصود تھی۔ اس مجلس کے نتائج انتہائی حوصلہ افزا رہے۔ تمام پیر بھائیوں نے اس خوبصورت تبدیلی کو سراہا اور بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ امید کی جاتی ہے کہ اگر اس طریقہ کار کو مزید بہتر اور موثر بنایا گیا تو بہت سے علمی وفکری اور تربیتی مقاصد حاصل ہوں گے۔ یہ نشست 12 بجے کے قریب اختتام پذیر ہوئی۔

دوسرے روز 20 محرم الحرام 7 مئی 1999ء بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ میں فجر کی نماز کے بعد حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر عمل کرتے ہوئے پیر بھائیوں کو خطاب فرمایا۔ مسجد میں عقیدت مندوں کا جم غفیر موجود تھا۔ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی، جبکہ خواتین کے لئے علیحدہ پردے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ پیر صاحب نے ذکر الٰہی کو موضوع بنایا اور پرمغز گفتگو فرمائی۔ آپ اپنے منفرد انداز خطابت سے سامعین کے دلوں کو مسخر کر رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کے ذہنوں میں ذکر الٰہی کی اہمیت کو اجاگر کیا اور خداوند ذوالجلال والاکرام کی ودیعت کردہ نعمت ہائے غیر مترقبہ کا ہر لحظہ شکر بجالانے پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا کہ شکر الٰہی بجالانے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ کفران نعمت سے عذاب الٰہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ الغرض آپ نے اپنے ملفوظات عالیہ سے حاضرین کے لئے تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب کا سامان کیا۔ آخر میں آپ نے دعائے خیر فرمائی۔ یوں اس نشست کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد ناشتے کا وقفہ تھا۔

10 بجے عرس مبارک کی تیسری اور آخری مجلس کا آغاز ختم قرآن سے ہوا۔ باقاعدہ آغاز کے وقت قاری محمد صدیق صاحب نے تلاوت قرآن پاک کا شرف حاصل کیا اور ادارہ معین الاسلام بیربل شریف کے مدرس قاری محمد امان اللہ رضوی صاحب نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گلہائے عقیدت کا نذرانہ پیش کیا۔ پھر نقیب محفل مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھکر کے شیخ الحدیث مفتی شیر محمد خان صاحب کو دعوت خطاب دی۔ محترم مفتی صاحب نے حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کی وضاحت کی۔ آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں عقائد اہلسنت کے حوالے سے ہر قسم کے شکوک وشبہات کا رد کیا۔ دھیمے مگر باوقار لہجہ میں کی گئی اس گفتگو کو بہت پسند کیا گیا۔ آپ کے بعد دارالعلوم محمدیہ رضویہ پنڈ دادنخان کے پرنسپل اور خطیب شہیر علامہ محمد انور قریشی صاحب سٹیج کی زینت بنے۔ آپ نے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کے مختلف پہلوؤں پر ٹھوس اور جامع گفتگو کی۔ آپ کی گفتگو کی شیرینی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ سامعین پورے

Marfat.com

انہماک سے آپ کی باتیں سن رہے تھے۔ آپ نے آخر میں اس عہد کا اعادہ کیا کہ جب تک جسم میں جاں رہے گی ہم حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم مشن کو جاری رکھیں گے۔

قارئین کرام! عرس مبارک کی اس آخری نشست میں سارا پنڈال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ملحقہ گلیوں میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ دارالعلوم کی عظیم الشان عمارت کی چھت پر لوگ براجمان تھے۔ دوسری طرف خواتین کی ایک بھاری تعداد مسجد سے ملحق پرانے مجلس خانہ میں موجود تھی۔ تقریباً ایک ہزار سے زائد طالبات وفود کی صورت میں عرس کی تقریبات میں شریک ہوئیں۔ خواتین وحضرات کے اس بے مثال اجتماع سے خطاب کرنے کے لئے اب اس شخصیت کو دعوت خطاب دی گئی جنہوں نے دیار غیر میں بیٹھ کر دنیا بھر میں سماجی وفلاحی کاموں کا جال بچھا دیا۔ پچیس سے زائد ممالک میں قائم عظیم سماجی تنظیم ''مسلم ہینڈز انٹرنیشنل'' کے سربراہ، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے فاضل سید لخت حسنین شاہ عوام سے یوں مخاطب ہوئے: ''ہم نے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ سے انسانیت کی خدمت کا سبق سیکھا ہے اور اس سبق کو لے کر ہم دنیا بھر میں پھیل جائیں گے۔'' انہوں نے مزید کہا کہ ''ہماری اولین ترجیح اہل سنت ہیں اس کے بعد کوئی دوسرا ہے۔'' پرعزم اور سرخ وسفید چہرے والے ''شاہ جی'' نے کہا کہ ہم ''تازیست انسانیت کی بالعموم اور اہل سنت کی بالخصوص خدمت کرتے رہیں گے۔''

پھر پاکستان بیت المال کے چیئرمین اور ممتاز عالم دین علامہ غلام محمد سیالوی کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ آپ نے کہا کہ ''اہل سنت وجماعت پر حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اتنے احسانات ہیں کہ ہم ان کا بدلہ ادا نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا نام تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو چکا ہے۔ انہوں نے حکومتی حوالے سے اس عزم کو دہرایا کہ حکومت نفاذ اسلام میں مخلص ہے اور جلد ایسے اقدامات کئے جائیں گے کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی عملی صورت ممکن ہو سکے۔''

اس کے بعد وفاقی وزیر خوراک وزراعت میاں عبدالستار لالیکا نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہماری بقاء اس میں ہے کہ ہم صوفیاء کرام کے آستانوں کے ساتھ اپنی وابستگی برقرار رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے روشن سلسلہ کی ایک حسین کڑی تھے۔ ہمیں ان کی تعلیمات پر چلتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت کے سنوارنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ لالیکا کی تقریر قرآن وحدیث کے حوالوں سے مزین تھی اور محسوس ہو رہا تھا کہ جناب وزیر زراعت کامیاب سیاستدان ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے پہلو میں ایسا دل بھی رکھتے ہیں جو محبت رسول ﷺ اور صوفیاء کی محبت سے سرشار ہے۔

اس سلسلہ تقاریر کے دوران جمعہ کی نماز کا وقت قریب آچکا تھا۔ فرصت کے لمحات نزدیک آرہے تھے۔ آستان محبت بھیرہ شریف سے رخصت ہونے کے تصور سے عقیدت مندوں کی آنکھیں پرنم ہو

Marfat.com

رہی تھی۔ بالآخر سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیر السالکین بھیرہ شریف کو دعوت خطاب دی گئی۔ حضرت پیر صاحب تصویر ضیاء الامت بنے سامعین کے سامنے کھڑے تھے۔ ادھر پنڈال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے جذبوں میں طوفان آ گیا۔ نعروں کی گونج سے بھیرہ کی فضاء لرز اٹھی۔ جذبات سے معمور اس ماحول میں حضرت پیر صاحب کی دلکش اور بارعب آواز فضا میں بلند ہوئی۔ آپ نے فرمایا: حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے پیر اور مرید کے تعلق کو وہ شان عطا کی تھی جو حضرت پیر پٹھان اور حضور پیر سیال نے عطا کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ پیر مانگنے والا گداگر نہیں ہوتا۔ وہ تو عطا کرنے والا سخی ہوتا ہے۔ جناب پیر صاحب نے جذبات کے سمندر میں مزید تلاطم پیدا کرتے ہوئے کہا کہ دوسرے عاشق جاتے ہیں تو دنیا ویران کر جاتے ہیں۔ لیکن جب سے عاشق صادق رخصت ہوا ایک جہاں کو آباد کر گیا۔ وقت کی تنگ دامانی کے باعث حضرت پیر صاحب نے تقریر مختصر کرتے ہوئے آنے والے مہمانوں اور معزز پیر بھائیوں کا شکریہ ادا کیا۔

آخری مجلس اختتام کو پہنچ رہی تھی۔ ان لمحات میں ختم خواجگان پڑھا گیا اور قوالی شروع ہوئی۔ تمام قوالوں نے ایسا سماں باندھا تھا کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ جب قوال مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھنے لگے تو وجد کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اب اختتامی دعا کے لمحات آن پہنچے۔ صاحبزادہ حبیب نواز سیالوی صاحب مدظلہ العالی نے دعائے خیر کرائی۔

دعائے خیر کے بعد حضرت پیر صاحب نے تمام مریدین کو گھر جانے کی اجازت عطا فرمائی۔ یوں یہ قافلے ''آستان کرم'' سے شادکام ہو کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہونے کی تیاری کرنے لگے۔ سب لوگ زبان حال سے کہہ رہے تھے:

محشر میں ہو گا لب پہ ہمارے کرم کرم   بندہ نواز اور میری پہچان کون ہے
اے شاہ پردہ پوش میرا ہاتھ تھام لے   مجھ سے گنہگار کا پرسان کون ہے

Marfat.com

ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ سیمینار لاہور

(ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں مورخہ 29 جولائی بمقام ہمدرد سنٹر لٹن روڈ لاہور میں ضیاء الامت سیمینار منعقد ہوا۔ اس میں ملک کی نامور شخصیات نے خطاب کیا۔ پیرزادہ محمد ابراہیم شاہ کا صدارتی خطاب قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کیا جاتا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزت مآب جناب محمد خالد رانجھا صاحب صوبائی وزیر قانون، عزت مآب جناب جسٹس محمد شریف صاحب، عزت مآب جناب پیرزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب ومعزز حاضرین! السلام علیکم!

کسی بھی شخصیت کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کی زندگی میں اس کے کردار سے لگایا جاتا ہے اور جب وہ اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچتا ہے تو اس کے کئے ہوئے فیصلے اس کی قدر و قیمت میں کمی یا اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ حضور ضیاء الامت کی زندگی بھی مثالی تھی، جس کے بارے میں مقررین حضرات نے تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اس بارے میں اختصار کے ساتھ آپ کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ انسان کی زندگی کا یہ تضاد ہے اور اس سے بڑی بڑی شخصیات بھی مبرا نہیں کہ یہ لوگ جب عوام میں ہوں تو ان کا معیار کچھ اور ہے۔ یہ سراپا محبت وانکسار کا پیکر نظر آتے ہیں۔ ان سے بڑا وسیع القلب اور خدمت خلق کا داعی اور کوئی نہیں۔ مگر جب ہم ان کی ذاتی زندگی پر نظر دوڑاتے ہیں یا وہ لوگ جو ان کے قریب ہوتے ہیں ان سے بات کرتے ہیں تو ان کی قلعی کھل جاتی ہے۔ عوام کو فریب دینے والے یہ لوگ ذاتی زندگی میں انتہا کے کھٹور، لالچی اور ظالم واقع ہوتے ہیں۔ اپنے مفاد کے لئے یہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ چند ایک کو چھوڑ کر اس حمام میں سبھی ننگے ہیں۔ کیا سیاست دان، کیا افسر غرض کیا عوام کیا خواص۔ حضور ضیاء الامت کی ساری زندگی ریاکاری سے پاک تھی۔ جو وعدہ آپ نے اپنے رب کے ساتھ اپنی عملی زندگی کے آغاز پر کیا اس کو مردانہ وار دم آخر تک نبھایا۔ اپنے پروردگار کے لئے لوگوں سے محبت کی اور مخالفت کا باعث بھی اس کی خوشنودی تھی۔ آپ کے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا نصاب آج سے تقریباً 50 سال پہلے مرتب کیا گیا۔ آپ نے اس میں اسلامی علوم کے علاوہ انگلش، اکنامکس، پولیٹیکل سائنس کو نصاب میں شامل کیا۔ اس وقت اس کی مخالفت بھی کی گئی اور جب کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا اجراء ہوا تو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ اس کو اپنانے میں بھی سبقت لے گیا۔ آج پچاس سال کے بعد جب حکومت بڑے

Marfat.com

زوروشور سے دینی مدارس میں سائنسی علوم، کمپیوٹر کو شامل کرنے پر زور دیتی ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ ایسی حکومت جو اپنے زیر کنٹرول اداروں کے بچوں کو تو ٹاٹ مہیا نہیں کر سکتی۔ جس کے اپنے کارندے، کارپرداز اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے پرائیویٹ اداروں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس کے سالانہ نتائج اس کی کارکردگی پر ماتم کناں ہیں۔ جو ہر سال اربوں کا بجٹ ڈکارنے کے باوجود عوام کو محرومی اور بے روزگاری کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتے۔ ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ ان کا اعتماد بحال کیا جائے۔ آپ لوگ نظریہ پاکستان کیا، پاکستان کی جغرافیائی حدود کی حفاظت کر لیں۔ روحانی بالیدگی کیا، ان کی شکم پروری کر لیں تو بھی بڑی بات ہے۔ خدارا اغیار کی سازش کا شکار نہ ہوں۔ وہ ادارے جنہیں عوام کا اعتماد حاصل ہے ان سے نہ الجھیں، پہلے اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ اپنے کام کریں اور انہیں اپنا کام کرنے دیں۔ جب بھی ملک پر کڑا وقت آیا یا آئے گا، یہی لوگ ہمیشہ سینہ سپر ہوں گے۔ آج کل کے مادی دور میں جب نفسانفسی کا عالم ہے۔ آپ کسی بھی مسجد، دارالعلوم یا دینی مدرسے میں چلے جائیں تو وہاں پر استحکام پاکستان اور امت مسلمہ کی بہتری کے لئے دعائیں ہی سنیں گے۔ یہ جو تخریب کاری کا الزام دھرا جاتا ہے اس میں بھی دشمن ملک کی سازش عیاں ہے۔ سرکاری اداروں کے نتائج سے تو آپ لوگ بخوبی آگاہ ہیں۔ اب آپ کی خدمت میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (جس کی شاخیں ملک بھر میں ہیں اور اب جس کے پرنسپل ان کے صاحبزادے حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب ہیں) کے نتائج پیش کرتا ہوں۔ اسلام آباد فیڈرل بورڈ سال 1998ء/1999ء امتحان ایف، اے پہلی تینوں پوزیشنیں حاصل کی ہیں۔ سرگودھا بورڈ سال 1998ء/1999ء امتحان ایف، اے پہلی تینوں پوزیشنیں حاصل کیں۔ دارالعلوم پنڈ دادنخان سال 1998ء/1999ء امتحان ایف، اے سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ بچے پوزیشن ہولڈر ضرور ہیں مگر ان کو وظائف نہیں مل سکتے کیونکہ ان کا تعلق مذہبی اداروں سے ہے اور یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے موجودہ قواعد کے خلاف ہے۔ کوئی بھی حکومت جو حقوق پر ڈاکہ ڈالے اس پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ پچھلی حکومت نے حضور ضیاء الامت کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے انٹرچینج کو حضور ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے نام سے منسوب کیا تھا۔ اس حکومت کے ارادے مشکوک نظر آ رہے ہیں۔ جیسے کہ پہلے معزز مقررین نے اپنی تقاریر میں کہا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ نہ پہلے حضور ضیاء الامت کے خاندان نے اس سلسلے میں خواہش کا اظہار کیا تھا اور نہ اب حکومت کی منتیں کریں گے۔ اپنے نامور سپوتوں کو خراج عقیدت پیش کرنے میں

Marfat.com

بخل سے اس حکومت کی نیک نامی میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔حکومت آنی جانی شے ہے۔عاشق رسول ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے نام کا جھنڈا اللہ کے کرم سے تا قیامت لہراتا رہے گا۔ان شاء اللہ۔آخر میں حجاج کرام ویلفیئر سوسائٹی کے صدر محمد عبدالرؤف صاحب اور سید صدیق ہاشمی صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے حضور ضیاء الامت کے سیمینار کو منعقد کیا اور مجھے یہاں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔اللہ رب العزت انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

Marfat.com

ضیاء الامت سیمینار وزیر آباد

رپورٹ: محمد الیاس چشتی
ناظم اعلیٰ انجمن غلامان چشتیہ پاکستان

اس خیابان وجود اور چمنستان شہود میں اس ذات واجب الوجود کے سواء کسی کو بقا اور دوام حاصل نہیں ہے اور مسافر جانے کے لئے آتا ہے لیکن مطلع کائنات پر کچھ آفتاب ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا غروب نئے اجالوں کا پیامبر ہوتا ہے۔ کچھ ایسے صباء رفتار مسافر بھی سینۂ کائنات پر جلوہ فرما ہوتے ہیں جن کے نقوش پا بھٹکے ہوئے انسانی قافلوں کے لئے منزلوں کے امین ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے ضیاء بار چراغ بھی روشن ہوتے ہیں جو پسِ چلمن بھی رہ کر ہزاروں دلوں کے آبگینوں میں عکس ریز ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ نفوس قدسیہ فاتح موت وحیات ہوتی ہیں۔ اسی قافلہ درد سے میرے حضور سیدی و مرشدی وسندی و مولائی حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جو شمع کی طرح جلے اور چاندنی کی طرح بکھرتے چلے گئے۔ آپ علم وفضل کے بحرِ بیکراں، زہد و تقویٰ کے مہر درخشاں، تحقیق وتدقیق کے نیر تاباں تھے۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے انجمن غلامان چشتیہ پاکستان اور مسلم ہینڈز (عالمی فلاحی ادارہ) پاکستان نے مورخہ 9 نومبر بروز پیر بوقت صبح 9:00 بجے بندھن میرج ہال وزیر آباد کے پر شکوہ ہال میں ضیاء الامت سیمینار کا اہتمام کیا۔ ہال کی فقید المثال عمارت کو مسلم ہینڈز، انجمن غلامان چشتیہ، تحریک منہاج القرآن اور انجمن طلباء اسلام کی جانب سے رنگارنگ بینروں سے سجایا گیا تھا۔ ہال 9:30 بجے تک مہمانوں سے کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ تقریباً 10:00 بجے راقم الحروف (جو نقابت کے فرائض سرانجام دے رہا تھا) نے اللہ تعالیٰ کے کلام مقدس کی تلاوت کے لئے پاکستان ٹیلی ویژن کے نامور قاری جناب سعید احمد ارشد صاحب کو دعوت دی۔ بارگاہ ختم المرسلین ﷺ میں پروفیسر نصر چٹھہ صاحب اور قاری محمد سرور شہباز صاحب نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ بارگاہ ضیاء الامتؒ میں منظوم نذرانہ عقیدت جناب لیاقت علی بٹ صاحب نے پیش کیا۔ کرسی صدارت پر مجاہد تحریک ختم نبوت جگر گوشہ ضیاء الامت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف جلوہ افروز تھے۔ آپ کے ساتھ مہمان خصوصی جناب حاجی محمد حنیف طیب صاحب

Marfat.com

(سابق وفاقی وزیر)، حضرت علامہ مولانا غلام محمد صاحب سیالوی اور کرنل غلام سرور چیمہ ممبر قومی اسمبلی و چیئرمین اسٹینڈنگ کمیٹی برائے دفاع تشریف فرما تھے۔

ضیاء الامت کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جن مہمانان ذی وقار کو دعوت دی گئی تھی ان میں جناب علی اکبر قادری الازہری مدیر اعلیٰ مجلّہ منہاج القرآن، جناب ڈاکٹر سید عبد الرحمٰن بخاری صاحب چیئرمین امہ فاؤنڈیشن، نامور صحافی و کالم نگار صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی صاحب، گلستان کرم کی شگفتہ کلی جناب علامہ غلام بشیر صاحب نقشبندی، قائد طلباء ملک محمد نعیم شہباز اعوان اور جگر گوشہ غزالی زمان صاحبزادہ حامد سعید کاظمی ''مدیر اعلیٰ ماہنامہ السعید'' تھے۔

مشائخ عظام میں سے جناب سید محمد صفی اعظم المعروف چن پیر شاہ، جناب صاحبزادہ صوفی محمد عارف چشتی صاحب بھٹی کے شریف، صاحبزادہ پیر سید عنایت اللہ شاہ صاحب ڈھونیکی شریف، مولانا مفتی جعفر حسین ہزاروی صاحب اور حضرت پیر سید زاہد صدیق شاہ صاحب بوکن شریف نے محفل کو رونق بخشی۔ تلاوت، نعت اور منقبت کے بعد عظیم سماجی راہنما کوآرڈینیٹر مسلم ہینڈز پاکستان صاحبزادہ سید ضیاء النور نے جانشین ضیاء الامت کے حضور سپاس نامہ پیش کیا۔ آپ نے کہا کہ مسلم ہینڈز پاکستان ایک عظیم عالمی فلاحی تحریک ہے جس کا مقصد دکھی انسانیت کی خدمت، معاشرے میں علم کا نور پھیلانا اور بیماروں کی مسیحائی کرنا ہے اور انجمن غلامان چشتیہ کا مقصد مشائخ چشت کی تعلیمات کے فروغ کے ساتھ ساتھ علم کے نور سے ظلمتوں کے اندھیروں کو کافور کرنا ہے۔ آپ نے کہا کہ انجمن غلامان چشتیہ اور مسلم ہینڈز کے کارکنان حضور ضیاء الامت کے مشن کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

اس کے بعد مدرسہ انوار مدینہ ضیائے کرم کے دو حفاظ سید محمد عمران شاہ اور حافظ سید ریاض حسین شاہ کی دستار بندی حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے فرمائی۔ دستار بندی کے بعد محمد افضل چیمہ صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور ضیاء الامت مسلک احمد رضا رضی اللہ عنہ کے پاسبان ہونے کے ساتھ ساتھ داعی اتحاد امت بھی تھے۔ آپ کی خدمات کو صدیوں یاد رکھا جائے گا۔

ان کے بعد جناب محمد شفیق صاحب ایڈووکیٹ جنرل سیکرٹری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا خان اسلام آباد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور ضیاء الامت کی ضیاء شاہراہ حیات کے ہر گوشے کو منور کیے ہوئے ہے لیکن بطور جج شفعہ کا قانون، رجم و دیت کا مسئلہ اور مزدوروں کے حقوق کے سلسلہ میں کیے گئے آپ کے فیصلے عدالتی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے جائیں گے۔

ان کے بعد صاحبزادہ غلام بشیر صاحب نے حضور ضیاء الامت بحیثیت کامیاب معلم کو اپنا موضوع

Marfat.com

سخن بنایا۔ انہوں نے کہا: آپ ایک طرف طلبہ کو علمی نکات سے آگاہ فرماتے تو دوسری طرف روحانی فیوض و برکات سے بھی نوازتے۔ آپ کی بارگاہ میں دورۂ حدیث شریف کا سبق پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا کہ سبز گنبد کی ہریالیاں آنکھوں کے سامنے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ آپ کی کلاس میں جانے سے پہلے یوں محسوس ہوتا کہ ہم دنیوی زندگی کے مختلف قسم کے بوجھوں میں دبے ہوئے ہیں۔ جب سبق سے فارغ ہوتے تو روحانی طور پر کیف و مستی کی نئی دنیا میں محو سفر ہوتے۔

چیئرمین اسٹینڈنگ کمیٹی برائے دفاع کرنل غلام سرور چیمہ کو دعوت خطاب دی گئی تو انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ پیر محمد کرم شاہ صاحب کی خدمات پاکستان کی تاریخ کا روشن باب ہیں جس سے ہمیشہ ضیاء پھوٹتی رہے گی۔

جناب حاجی محمد حنیف طیب صاحب سابق وفاقی وزیر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے حضور ضیاء الامت سے غیرت، جرأت اور حق گوئی کا سبق سیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیر محمد کرم شاہ صاحب کی تصانیف کا انگریزی میں ترجمہ کروایا جائے اور اگر ہو سکے تو اسے انٹرنیٹ پر دکھایا جائے۔

مدیر اعلیٰ ماہنامہ منہاج القرآن محترم علی اکبر قادری الازہری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ تاریخ لکھتے ہیں اور بعض وہ ہوتے ہیں جو تاریخ تخلیق کرتے ہیں۔

حضور ضیاء الامت انہیں لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے تاریخ کو تخلیق کیا۔

عالم اسلام کی فروغ عشق رسول ﷺ کی تحریک انجمن طلباء اسلام کے صدر قائد طلباء جناب ملک محمد نعیم شہباز نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور ضیاء الامت کی عرصہ تیس برس سے انجمن پر جو محبتیں اور شفقتیں تھیں وہ کسی تقریر یا تحریر میں بیان نہیں کی جا سکتیں۔ انجمن طلباء اسلام کی محبت کی وجہ سے مجھے بھی کئی دفعہ حضور ضیاء الامت کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ آپ نے ہمیشہ کمال شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔

پروفیسر ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن بخاری صدر اُمّہ فاؤنڈیشن نے خطاب کرتے ہوئے کہا: پیر صاحب جیسی ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں لیکن ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ پیر صاحب عجز و انکساری کے پیکر اتم تھے۔ آپ عجز و انکساری کی زمین پر سجدہ ریز ہوئے۔ رب نے انہیں اٹھا کر آسمان علم و حکمت کا درخشاں آفتاب بنا دیا۔

ممتاز کالم نگار اور دانشور صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علم کی پیاس کے ساتھ اہل علم کو روحانی طور پر سیراب کرنا ضیاء الامت کا شیوہ تھا۔ پیر صاحب کا کمال ہے کہ

Marfat.com

انہوں نے بھیرہ میں ایک یونیورسٹی قائم کر کے دنیا کو بتایا۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں   زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

انہوں نے کہا کہ پیر صاحب کی تقریر و تحریر میں توڑنے کا عمل کہیں نظر نہیں آتا۔ ہمیشہ انہوں نے جوڑنے کا کام کیا ہے۔

جگر گوشہء غزالی زماں صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی شاہ صاحب نے قبلہ پیر صاحب کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار ان کلمات میں کیا کہ ضیاء الامت فقید المثال عالم، مفسر قرآن اور پیر طریقت تھے۔ ان کی زندگی ہمارے لئے روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔

انہوں نے قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کی صداؤں سے چار دانگ عالم کو معطر کیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ضیاء القرآن اور ضیاء النبی ﷺ جیسی فقید المثال تصانیف عالم اسلام کو عطا فرمائیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ضیاء الامت کی عالمی سطح پر اشاعت دین کی خدمات قابل تقلید ہیں۔ حضرت علامہ مولانا غلام محمد سیالوی صاحب چیئر مین بیت المال پاکستان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے روحانیت کا فروغ از حد ضروری ہے۔ علم و روحانیت کی شان اور اس کے نشان قرآن و حدیث میں جو بیان کیے گئے ہیں اگر ماضی قریب میں دیکھنے ہوں تو وہ ضیاء الامت میں نظر آئیں گے۔

صدارتی خطاب سے پہلے انجمن غلامان چشتیہ کی جانب سے یہ قراردادیں پیش کی گئیں:

1۔ جمعہ کی چھٹی بحال کی جائے اور اتوار کی چھٹی منسوخ کی جائے۔

2۔ نصاب تعلیم میں اولیائے کرام کے تذکروں کو شامل کیا جائے۔

3۔ شریعت بل جلد از جلد سینٹ سے منظور کروا کر نافذ کیا جائے۔

صدارتی خطاب کے لئے نوجوان جذبوں سے سرشار اور اہلسنت کی عقیدتوں کے مرکز، آغوش کرم کے پروردہ حضور ضیاء الامت کی امانتوں کے امین جگر گوشہ ضیاء الامت الحافظ الحاج پیر محمد امین الحسنات شاہ (ایم۔اے ام القریٰ) سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیر السالکین و پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی خدمت عالیہ میں مؤدبانہ التماس کی گئی۔ آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے بڑے خوبصورت، مختصر اور دلنشین الفاظ میں اپنے خیالات عالیہ سے نوازا۔

آپ نے فرمایا کہ میں سلسلہء چشتیہ کے حوالے سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ جب شیخ الاسلام بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا تو تین

Marfat.com

نصیحتیں فرمائیں:

1۔علم۔ 2۔عشق۔ 3۔بصیرت

جتنے بھی سلسلہ کے بزرگ ہیں ان میں یہ تینوں چیزیں نظر آتی ہیں۔اس حوالے سے حضور ضیاء الامت کی زندگی میں علم کے جلوے بھی نظر آتے ہیں،عشق کی تڑپ بھی نظر آتی ہے اور بصیرت کے اجالے بھی نظر آتے ہیں۔آخر میں آپ نے مسلم ہینڈز پاکستان اور انجمن غلامان چشتیہ پاکستان کے اراکین کو بڑے خوبصورت انداز میں خراج عقیدت پیش کیا،جنہوں نے بہترین انتظام وانصرام سے سیمینار کا انعقاد کیا۔بعدازاں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایصال ثواب اور دعائے خیر کے ساتھ اس یادگار سیمینار کا اختتام ہوا۔

Marfat.com

پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کانفرنس بلوچستان

رپورٹ: حافظ محمد طاہر سومرو

عظیم علمی وروحانی شخصیت، نامور مفسر قرآن، سیرت نگار، کامیاب ماہر تعلیم، سپریم کورٹ شریعت بنچ کے سابق جج، نباض عصر، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اسلاف کے اخلاق وکردار کا کامل نمونہ تھے۔ آپ نے اپنی تمام عمر دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔

آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس کے فروغ کے لئے معیاری دینی ادارے قائم فرمائے۔ آپ کا شمار سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ان بزرگوں میں ہوتا ہے جن کا نام آسمان ولایت پر آفتاب عالم تاب کی طرح جگمگا رہا ہے۔

قرآن کریم کی تفسیر اس طرح لکھی کہ قرآن کی ضیاء پاشیوں سے پڑھنے والے کا دل منور ہو جاتا ہے۔ قرآن کتاب ہدایت ہے۔ آپ نے تفسیر لکھتے وقت اس پہلو کو مدنظر رکھا اور ایسی کتاب تصنیف فرمائی جو حریم ناز تک رسائی میں راہنمائی کرتی ہے۔ شان الوہیت کے ساتھ مقام رسالت کو یوں بیان کیا ہے کہ قاری داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ مقامات جہاں اکثر مفسرین نے لغزش کھائی ہے یا غلط تاویلیں کی ہیں وہاں بھی بحسن وخوبی قرآن کے جمال سے نقاب کشائی کی ہے۔

سرور دو عالم، باعث تخلیق انس وجاں ﷺ کی سیرت مبارکہ کے مقدس موضوع پر قلم اٹھانا اسی مرد قلندر کا کام ہے جو آداب ومقام رسالت سے کما حقہ آگاہ ہو۔ اس بارگاہ ناز میں رسائی، جہاں فرشتے غلامی کو باعث صد افتخار سمجھتے ہیں خوش بخت اور بلند قسمت افراد کا ہی نصیب ہے۔ ہر دور میں اس میدان میں شہسوار آئے مگر وہ یا تو محض سرکار دو عالم ﷺ کے جسمانی خدوخال بیان کرتے رہے یا صرف مکہ ومدینہ کی تاریخ۔ مگر سیرت کا جو مقصد ہے اس کو حاصل نہ کر سکے۔ لیکن حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق ومحبت میں مستغرق ہو کر "ضیاء النبی ﷺ" کے نام سے سیرت پر کتاب لکھ کر جو ارمغان عقیدت پیش کیا، اسے دربار گوہر بار مصطفیٰ ﷺ میں پذیرائی کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

ہم یہ کہیں تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی کہ قبلہ پیر صاحب نے ضیاء النبی ﷺ لکھ کر منبر دل پر کھڑے ہو کر خطبہ عشق دیا ہے اور پڑھنے والا خود بخود وجد میں آ جاتا ہے۔ بلند پایہ علمی حیثیت کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

تصوف کے میدان میں بھی آپ صف اوّل میں نظر آتے ہیں۔ آپ 80 سال یاد الٰہی میں گزار کر 1998ء میں دار بقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ وہ آج پورا ہو رہا ہے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی اپنے مریدوں، شاگردوں اور عقیدت مندوں کو قال اللہ وقال الرسول ﷺ کا درس دیا اور ان کی رحلت کے بعد خدا بندوں سے ان کا ذکر کروا رہا ہے۔ پورے ملک اور بیرون ملک میں بھی آپ کی یاد مختلف طریقوں سے منائی جاتی رہی ہے۔ اس کا ایک طریقہ کانفرنس بھی ہے۔ اللہ رب العزت نے صوبہ بلوچستان میں آپ کا تذکرہ کرنے کی سعادت جماعت جند اللہ بلوچستان کے حصے میں لکھ دی ہے۔ جماعت جند اللہ بلوچستان پروفیسر محمد حسین سومرو کی سربراہی میں شب و روز حضور ضیاء الامت کے مشن کو عام کرنے اور ان کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے مصروف ہے۔ ہر سال کل پاکستان سطح پر ''پیر کرم شاہ کانفرنس'' منعقد کرائی جاتی ہے۔ اس سال بھی گذشتہ دنوں سائنس کالج آڈیٹوریم میں عظیم الشان ''پیر کرم شاہ کانفرنس'' منعقد ہوئی، جس کی صدارت امین امانات ضیاء الامت، مجاہد تحریک ختم نبوت، پیر طریقت رہبر شریعت، ضیاء المشائخ حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب ایم۔ اے ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ، سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف پرنسپل مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف نے کی۔ جبکہ حضرت علامہ الحاج پیر سید محمد مزمل شاہ کاظمی چشتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ مواز والا شریف میانوالی اور صاحبزادہ پیر خالد سلطان القادری صوبائی امیر جماعت اہل سنت مہمانان خصوصی تھے۔

کانفرنس کی دو نشستیں ہوئیں۔ پہلی نشست محفل نعت پر مشتمل تھی جس میں ممتاز نعت خوانوں نے بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔ ان میں غلام دستگیر، احمد رضا قمر انی، غلام شبیر، محمد بلال قادری، صاحبزادہ سمیع اللہ، محمد اعظم چشتی، حامد سلیم سہروردی، محمد رفیق بھٹی، محمد منیر، احسان علی صابر اور اصغر علی شامل ہیں۔ قاری غلام شبیر جیبی نے طارق سلطان پوری کی لکھی ہوئی منقبت بحضور ضیاء الامت

حکمت کی ضیاء علم کی تنویر کرم شاہ تابانی قندیل حرم پیر کرم شاہ

پیش کی۔ دوسری نشست بعد نماز مغرب شروع ہوئی۔ قاری غلام شبیر جیبی نے تلاوت کلام مجید سے محفل کا باقاعدہ آغاز کیا۔ محمد اعظم چشتی نے بارگاہ رسالت میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ سلسلہ خطابات میں سب سے پہلے حضرت علامہ مولانا غازی محمد کمال کو دعوت دی گئی، جنہوں نے کہا کہ قبلہ پیر صاحب کی ذات جامع الکمالات تھی۔ آپ کی تفسیر ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اس میں جماعت اہلسنت کے عقائد کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ انہوں نے قبلہ پیر صاحب کی اتحاد بین المسلمین کے لئے پیش کی

Marfat.com

گئی خدمات کو سراہا۔ صاحبزادہ مفتی عبدالرؤف قیومی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پیر صاحب کی زندگی اسلاف کا بہترین نمونہ تھی۔

آپ ایک ولی کامل، مفسر قرآن، بلند درجہ فقیہہ اور لائق جج تھے۔ آپ کی تفسیر ضیاء القرآن علماء، وکلاء، طلباء، خطباء، ججز اور مفسرین تمام کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ مولانا پیر عبدالباقی جان مروی نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے فروغ دین وعشق رسول ﷺ کے لئے جو مدارس بنائے ہیں وہ دین اسلام کے قلعے ہیں۔ ان مدارس کا قیام امت مسلمہ پر آپ کا احسان ہے۔ لاہور سے آئے ہوئے خصوصی مقرر، خطیب العصر علامہ حافظ خان محمد قادری نے اپنے مفصل خطاب میں ختم نبوت اور تحریک ختم نبوت کے لئے حضور ضیاء الامت کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے دین اسلام اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں۔

آپ کی خدمات قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئیں اور قادیانی اپنے مذموم مقاصد میں ناکام رہے۔ عالمی عدالت انصاف میں قادیانیوں نے جب پاکستان کے خلاف مقدمہ دائر کیا تو اس میں پاکستان کی وکالت آپ نے ہی فرمائی اور یہودی لابی کے سامنے مسلمانوں کی حقانیت کو واضح فرمایا۔ صاحبزادہ خالد سلطان القادری نے اپنے خطاب میں حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اہل سنت کو متحد کرنے کی کوششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آج اہلسنت و جماعت حضرت پیر محمد کرم شاہ کی وجہ سے متحد ومتفق ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے علم دین کے فروغ کے لئے بے انتہا کام کیا اور وقت کی ہمیشہ قدر کی اور اسی وجہ سے آپ ہر میدان میں کامیاب تھے۔ حضرت علامہ الحاج پیر محمد مزمل شاہ نے اپنے خطاب میں حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا شمار مقتدر علماء کے ساتھ ساتھ صف اول کے صوفیوں میں ہوتا ہے۔ صوفی وہ ہے جو ہمہ وقت یاد الٰہی میں مگن رہتا ہے اور حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے بھی اپنی زندگی کا ہر لمحہ یاد الٰہی اور محبت رسول ﷺ میں گزارا۔ آپ کی زندگی کے جتنے پہلو ہیں۔ ان میں ہر پہلو تابندہ تر اور منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ آخر میں صدارتی خطاب کرتے ہوئے حضرت علامہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے کہا کہ حضرت ضیاء الامت کی تمام زندگی توکل علی اللہ سے عبارت تھی۔ آپ نے تمام کام اللہ کے بھروسے پر بطریق احسن انجام دیئے۔

جب آپ نے بھیرہ شریف میں دارالعلوم بنایا تھا تو خواہش ظاہر کی تھی کہ اس میں 500 طالب علم دین کی تعلیم حاصل کریں اور آج اللہ کے فضل وکرم سے اس میں اور اس کی شاخوں میں

Marfat.com

6000 سے زائد طلباء وطالبات دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ نے تفسیر لکھتے وقت اس کے مقدمہ میں ایک جملہ لکھا تھا: ''میں بھلا نہ دیا جاؤں''۔ یہ دعا قبول ہوئی اور ساری دنیا آج آپ کو یاد کر رہی ہے۔ کانفرنس کا اختتام صلوٰۃ وسلام اور ڈاکٹر پیر سلطان الطاف علی کی دعا سے ہوا۔ کانفرنس میں کثیر تعداد میں علماء ومشائخ شریک ہوئے جن میں صاحبزادہ ابوبکر جان مجددی نقشبندی جانشین سلطان العصر سلطان حامد نواز القادری، پیر سید محمد اعجاز اکبر شاہ جماعتی، صاحبزادہ سید عبدالرحمٰن شاہ جیلانی، صاحبزادہ بازید سلطان القادری، پیر محمد قاسم شاہ، سید حبیب اللہ شاہ چشتی، سید حیات شاہ بخاری، پیر سید محمد ملوک شاہ، مولانا غلام عباس قادری، پروفیسر ڈاکٹر محمد بخش قمر، پروفیسر حضور بخش سومرو اور حافظ غلام رسول کے نام قابل ذکر ہیں۔

کانفرنس کی آرگنائزنگ کمیٹی پروفیسر محمد حسین سومرو کی سربراہی میں بنائی گئی تھی۔ کمیٹی میں رحمت اللہ سومرو، نذیر احمد نقشبندی، خلیل احمد چشتی، فقیر عبدالمجید چاکی محمد عثمان سومرو، غلام مصطفیٰ سومرو اور محمد صدیق چشتی شامل تھے۔

Marfat.com

ضیاء الامت کانفرنس برطانیہ

رپورٹ: الحاج جلال الدین ناروے

دنیائے اسلام کی عظیم ہستی، عاشق رسول ﷺ حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ذات والا صفات اپنے عظیم علمی وروحانی کارناموں کے باعث مشرق ومغرب میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔آپ کی خدمات کا دائرہ اندرون ملک اور بیرون ملک دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ یورپ کے مختلف ممالک میں آپ کے پہلے سالانہ عرس پاک کی تقریبات بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منائی گئیں، جن میں جید علماء کرام نے آپ کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ جماعت جند اللہ انگلینڈ نے آپ کے پہلے سالانہ عرس پاک کی تقریب ضیاء الامت کانفرنس کا انعقاد جامعہ الکرم انگلینڈ میں کیا، جس کی صدارت جانشین ضیاء الامت پیر طریقت حضرت علامہ پیر محمد امین الحسنات شاہ سجادہ نشین بھیرہ شریف نے فرمائی۔ جبکہ میزبانی کے فرائض حضرت پیرزادہ محمد امداد حسین نے ادا کیے۔ اس عظیم الشان کانفرنس میں یورپ کے دیگر ممالک ناروے، ہالینڈ اور جرمنی سے بھی وفود نے شرکت کی۔

کانفرنس وقت مقررہ پر شروع ہوئی۔ نقابت کے فرائض مولانا عبدالباری اور مولانا مسعود عالم الازہری نے ادا کیے۔ اس کانفرنس میں وطن عزیز پاکستان کے جید علماء کرام کے علاوہ انگلینڈ کے طول وعرض سے تشریف لائے ہوئے درجنوں علماء کرام نے بھی شرکت کی۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت قاری محمد زمان کے حصے میں آئی۔ جبکہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کرنے کی سعادت انڈیا کے قاری محمد اسماعیل مصباحی کے حصے میں آئی۔ کانفرنس میں سب سے پہلے مقرر مولانا غلام رسول آف چکسواری آزاد کشمیر نے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ان کے بعد ناروے سے تشریف لائے ہوئے چوہدری محمد اشرف نے مشہور زمانہ نعت شریف پیش کی:

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا ﷺ کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

مولانا محمد صفی اللہ نے مختصر وقت میں حضور ضیاء الامت کی مساعی جمیلہ اور ان سے مرتب ہونے والے اثرات کو بیان کیا۔ ہالینڈ سے تشریف لائے ہوئے مولانا افتخار علی چشتی نے بھی مختصر وقت میں خراج تحسین پیش کیا۔

قاری محمد اسماعیل مصباحی جو اس سے قبل نذرانہ عقیدت ومحبت بحضور سرور کونین ﷺ پیش کر

Marfat.com

چکے تھے اب ایک منقبت لے کر سٹیج پر تشریف لاتے ہیں۔

حضرت مولانا قمر الزمان صاحب اعظمی مانچسٹر اس سے قبل ناروے میں حضور ضیاء الامت اور تفسیر ضیاء القرآن کے حوالے سے نہایت ہی شستہ ورواں اردو زبان میں گفتگو فرما چکے ہیں۔ کیوں نہ ہو اردو تو ان کے گھر کی لونڈی ٹھہری۔ آپ نے فرمایا کہ حضور ضیاء الامت نے جب اس جہان آب و گل میں شعور کی آنکھ کھولی، اس وقت جنگ عظیم کے بعد ہر طرف مایوسیوں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ جب دنیا ہمیں جلنے کی لکڑی کی طرح استعمال کر رہی تھی بلکہ آج بھی کر رہی ہے۔ غالباً اس مایوسی کے ماحول سے نکلنے کی آپ نے ٹھان رکھی تھی اور کچھ تربیت کا اثر بھی تھا کہ حضور ضیاء الامت نے ضیاء القرآن اور ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی تصانیف و تالیفات سے ہمارے قلوب و اذہان کی پاکیزگی کا سامان فراہم کیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں مزید فرمایا کہ وہ لوگ جنہیں قلم سنبھالنے کا سلیقہ نہ تھا وہ گزشتہ پچاس سال یا پون صدی میں مجدد، مصلح اور مفکر بن بیٹھے۔ لوگوں نے اپنی تصانیف میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا مگر حضور ضیاء الامت نے کہیں ایسا نہیں کیا۔ مختصراً یوں کہیے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے قرآن پاک کا ترجمہ کیا، صدر الافاضل نے تشریح کی اور حضرت ضیاء الامت نے اسے حوالوں سے سجا دیا۔

سچ تو یہ ہے بلکہ بقول خود ان کے، جناب اعظمی صاحب کے ناروے اور آج کے خطاب کو یکجا کیا جائے تو ایک مقالہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ مولانا ظفر محمود فراشوی نقشبندی مجددی (مانچسٹر) نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ مفسر کے لئے دو چیزوں کا حامل ہونا ضروری ہے: نباض اور متقی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ضیاء الامت کو ان دونوں خوبیوں سے بہرہ ور کر رکھا تھا۔ آپ نے تفسیر ضیاء القرآن پر تنقیدی بحث فرمائی اور اس کے محاسن نہایت ہی خوبصورت انداز میں پیش کئے۔ مثلاً جہاں یہودیوں کی بد اعمالیوں کا ذکر ہے وہاں حضرت ضیاء الامت نے اپنی ملت کو بھی درس عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن کے حوالے سے حسن ادب اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف گوشوں کا تذکرہ کیا کہ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ کی گلیوں میں چلنا تو نظر آیا، عرش کی بلندیوں پر محو خرام ہونا نظر نہ آیا۔ اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر آیا تو یوں تحریر فرمایا کہ میاں جی جو ساری عمر انگریزی حکومت کے جھولی چک بنے رہے اور اس کی خیرات پر پلتے رہے، خدائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ قادیان کا خطہ پاکستان کا حصہ بنے۔ اب بھی جو لوگ انہیں مسیح موعود مانتے ہیں ان کی نادانی قابل صد افسوس ہے۔

سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دینے کے لئے جناب مسعود عالم سٹیج پر موجود مہمان علماء کرام کے اسماء گرامی بتاتے ہیں۔ یہ فہرست خاصی طویل ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ اس قدر علماء کرام کا ایک جگہ

Marfat.com

اجتماع ہونا حضور ضیاء الامت کی نگاہِ کرم کا ہی صدقہ ہے یا پھر ان کے تربیت یافتہ شاگردانِ رشید اور بالخصوص جناب پیرزادہ صاحب کے خلوص کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ورنہ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ جامعہ ہذا ایسی جگہ پر واقع ہے جہاں پہنچنے کے لئے واقعی وقت درکار ہے۔

نجیب الرحمان ناز ایک خوبصورت سی نعت لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نعتیہ اشعار سے ابتدا کرتے ہیں اور پھر اپنی دلکش آواز میں جناب ظہوری قصوری کے نعتیہ کلام سے یوں لب کشائی کرتے ہیں:

جس کی دربار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رسائی ہو گی
اس کی قسمت پہ فدا ساری خدائی ہو گی
سانس لیتا ہوں تو آتی ہے مہک طیبہ کی
یہ ہوا کوچہء سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئی ہو گی
دل تڑپ جائے گا اے زائر بطحا تیرا
تری جس وقت مدینے سے جدائی ہو گی
تجھ سے کچھ بھی نہ نکیروں نے ظہوری پوچھا
قبر میں نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نے سنائی ہو گی

مناظرِ اسلام حضرت مولانا سعید احمد اسعد صاحب کو دعوت خطاب دی جاتی ہے۔ آپ نے اپنے مختصر سے خطاب میں فرمایا کہ حضرت ضیاء الامت میرے خاندان کے محسن ہیں اور پھر اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار بریں الفاظ فرمایا:

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

آپ نے اپنے پیشرو مقررین جناب فراشوی اور اعظمی صاحب کے خطابات کے حوالے سے مزید فرمایا کہ حضرت ضیاء الامت کی شخصیت میں خشیت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور اس کا اظہار اکثر ان کی اشکبار آنکھوں سے ہوا کرتا تھا۔

سیرت کا کام ہو یا ضیاء القرآن یا پھر دار العلوم کا اس کی مثال ہی نرالی ہے۔ آپ نے اپنے مریدوں سے امید رکھی تو اکثر یہی فرمایا کہ مجھے ایک بیٹا دے دو تا کہ وہ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام بن جائے۔ اتحاد اہل سنت کے لئے آپ نے جو کام کیا اس خلوص کے پیش نظر انہیں J.U.P سپریم کونسل کا چیئرمین تسلیم کیا گیا اور پھر غزالی دوراں حضرت کاظمی شاہ کے بعد اہلسنت کے پاس کثرت رائے سے صدارت کے لئے جس ہستی پر نظر پڑی وہ حضرت ضیاء الامت ہی تھے۔ مگر آپ نے عہدوں کی کبھی

Marfat.com

خواہش نہ کی اور ایسے وقت بھی فرمایا کہ پھر ضیاء النبی ﷺ اور ضیاء القرآن کا کام کون کرے گا؟

حضرت مولانا شبیر احمد ہاشمی جنہیں رئیس التحریر کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے نے فرمایا۔

ہم سے محبتوں کا تقاضا نہ مل سکا — اتنا جانتے ہیں کہ انہیں چاہتے ہیں ہم

آپ نے سیاسی حوالے سے 1970ء کا تذکرہ چھیڑتے ہوئے کہا کہ مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن کے چھ نکاتی پروگرام کے حوالے سے مغربی پاکستان سے جمعیت علمائے پاکستان کا جو تین رکنی وفد وہاں گیا اس میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی، جناب ظہور الحسن بھوپالی اور حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب شامل تھے۔ آپ نے مجیب الرحمٰن کو اپنے قوی دلائل سے قائل بھی کر لیا تھا مگر شومئی قسمت......

7 ستمبر 1974ء کو تحریک ختم نبوت کے نتیجے میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ قومی اسمبلی میں مجموعی طور پر مرزا طاہر پر 170 سوالات کئے گئے، جن میں 95 سوال صرف جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے کئے گئے تھے۔ آپ نے اپنے خطاب کو یوں ختم کیا:

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق

سید زاہد حسین شاہ صاحب رضوی نے فرمایا: تین افراد ایسے ہوتے ہیں جن کے دنیا سے چلے جانے کے بعد نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے یعنی جو اپنے پیچھے صدقہ جاریہ، نیک اولاد اور علم نافع چھوڑ جائیں۔ انہوں نے فرمایا: میرے ممدوح حضور ضیاء الامت یہ تین چیزیں واقعی چھوڑ کر گئے ہیں۔ اسی طرح انسان اپنے علم کو تدریساً، تقریراً یا تحریراً چھوڑ کر جاتا ہے۔ حضرت ضیاء الامت نے یہ تینوں کام باحسن سرانجام دیئے اور پھر ضیاء القرآن اور ضیاء النبی ﷺ کے مختصراً محاسن بیان فرمائے۔

حضرت مولانا شاہد رضا نعیمی خطیب اعظم لیسٹر نے تفسیر ضیاء القرآن پر تبصرہ کے ساتھ ساتھ حضرت ضیاء الامت کے دیگر کارناموں پر بھی مختصراً روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا "میں نے ضیاء القرآن کے مطالعے کو گزشتہ پندرہ سال سے اپنے درس قرآن میں بڑے التزام کے ساتھ پیش نظر رکھا ہے۔ ضیاء القرآن ادب کا شاہکار تو ہے ہی اور حضور ضیاء الامت ایک صاحب طرز ادیب بھی ہیں مگر جب میں دوسری معاصرانہ تفاسیر سے ضیاء القرآن کا تقابلی جائزہ لیتا ہوں تو مجھے دو انفرادی خوبیاں نظر آتی ہیں: پہلی خوبی متقدمین کی عظمت کی وکالت کی ہے مثلاً امام رازی کے کسی قول کی آبرو کو بچایا جا سکتا ہے تو اسے بچایا جائے۔ اگر امام غزالی کے فکر کی کسی پہلو سے پاسداری کی جا سکتی ہے تو آپ نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا ہے اور دوسرے (Cross refrences) کا جو لحاظ آپ نے تفسیر ضیاء القرآن میں رکھا وہ میں کسی دوسری تفسیر میں نہیں پاتا"۔

فاضل نوجوان عالم دین جنہیں نہ صرف مذہب پر عبور حاصل ہے بلکہ سائنسی علوم پر بھی دسترس

Marfat.com

رکھتے ہیں، سائنسی دور کے تقاضوں میں انہوں نے یقیناً تصوف کا بھی بنظر غائر مطالعہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں بھی وہ ضیاء الامت کے دور کا مشاہدہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت کا دور وہ دور تھا جب تصوف تقریباً سوداگری بن چکا تھا، جس کے بارے میں علامہ اقبال نے بھی کہا تھا۔

ممکن نہیں تدبیر خودی خانقاہوں سے　　اس شعلہ نخ دہ سے اٹھے گی شرر کیا

اس صدی میں تصوف، طریقت، مشائخ اور خانقاہوں کو جس تکرار کے ساتھ تعطل کا نام دیا گیا ہے بلکہ بے عملی اور راہ فرار کا نام دیا گیا ہے۔ قسم خدا کی! اگر ضیاء الامت نہ ہوتے تو جو باتیں کی جارہی تھیں چند سالوں میں دنیا انہیں صحیح تسلیم کر لیتی۔ لیکن ضیاء الامت نے اپنے عمل، اپنی تقریر، اپنی تحریر، اپنے ذوق تحقیق اور قوت جستجو سے خانقاہوں کی آبرو کو بچا لیا۔ جناب شاہد رضا نعیمی نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: کاش! آج اقبال زندہ ہوتے۔

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے　　ہم اور گل بے تاب گفتگو کرتے

تو میں ضیاء الامت کو کھڑا کر کے اقبال سے پوچھتا: بتاؤ! خانقاہی نظام تعطل اور راہ فرار کا نام ہے یا اس عظیم تحریک کا نام ہے جو بھیرہ شریف میں بیٹھ کر علماء، مشائخ، نوجوانوں، آرگنائزروں، دانشوروں، مصنفوں، ڈاکٹروں اور وکلاء کی ایک پاکیزہ ٹیم تیار کرتی ہے۔ اس لئے میں عرض کروں گا کہ حضرت ضیاء الامت پیر طریقت بھی ہیں، لیکن اس سے بڑھ کر حضرت نے اس صدی میں تصوف کی حقیقت و حیثیت، اس کی آبرو اور اس کی عظمت کو اپنی عملی زندگی سے زندہ کرنے کا جو کام کیا ہے اس کے بل بوتے پر میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت کو تصوف کا مجدد کہوں، طریقت کا مجدد کہوں۔

(یاد رہے کہ آپ کا خطاب اس قدر مؤثر اور روانی و جاذبیت سے بھرپور تھا کہ سامعین پر عجب سماں طاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ جناب پیرزادہ صاحب نے اٹھ کر جوش محبت سے فاضل مقرر کے ہاتھ چوم لئے)۔

سید مزمل حسین شاہ صاحب خطیب اعظم وکٹوریہ پارک مانچسٹر، علامہ شاہد رضا نعیمی کی رواں اردو میں خطاب کے بعد ایسی شستہ اردو میں تقریر یا خطاب کوئی آسان کام نہ تھا مگر پنجابی بلکہ ٹھیٹھ پنجابی میں سامعین پر اپنا اثر دکھانا یہ گویا جناب شاہ صاحب موصوف کا ہی طرۂ امتیاز ہے۔ بہر حال آپ نے مختصر سے وقت میں اپنے موضوع کو خوب نبھایا۔

حضرت مولانا سردار احمد صاحب قادری ایل ایل بی نے نہایت مدلل انداز میں ضیاء النبی ﷺ پر روشنی ڈالی۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ بہت سے لوگوں نے سیرت پر کام کیا ہے انہوں نے تاریخ کے سانچے میں ڈھل کر مؤرخ بن کر لکھا ہے، لیکن حضرت ضیاء الامت نے سیرت کے لئے جن

Marfat.com

چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی اظہار، معیار اور کردار مسلمہ اصولوں پر پورا اترنے والی شخصیت کی حیثیت سے، مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت ﷺ سے قلبی تعلق جوڑ کر اور کوچہ مصطفیٰ ﷺ کا گدا بن کر لکھا ہے۔

سید شبیر احمد شاہ صاحب حافظ آبادی نے سادات کی قدر دانی کے حوالے سے حضرت ضیاء الامت کے کردار کا تذکرہ کیا اور بطور خاص آپ نے وہ واقعہ سنایا جب ضیاء الامت ان کے دولت کدے پر تشریف لے گئے۔ جناب شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب میری چھوٹی سی بیٹی کا چند ایک بار ادھر سے گزر ہوا تو ہر بار حضرت ضیاء الامت کھڑے ہو جاتے۔ میرے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ خاتون جنت کی بیٹی جو ہوئی۔ آپ نے اپنی تقریر کا اختتام اس شعر پر کیا۔

سورج ڈبدیاں ڈبدیاں دی کئی کرناں جہاں تے سٹ جاندا
جدوں سمندر موج وچہ تھل مارے کئی نگینے کنارے تے سٹ جاندا

حضرت مولانا فراغ القادری گلاسکو سکاٹ لینڈ نے فرمایا۔

جدھر سے وہ گذر گئے حیات بانٹتے گئے
حیات کا کیا حیات کو ثبات بانٹتے گئے

آپ نے مزید فرمایا کہ حضرت ضیاء الامت جب لکھتے تو معلوم ہوتا جیسے مصنف کے قلم کو مصور کا قلم سجدہ کر رہا ہو۔ حضرت ضیاء الامت کی زندگی کا ایک ایک گوشہ عظمت مصطفیٰ ﷺ سے آباد تھا۔ آپ کا پیغام آفاقی پیغام تھا۔

جانشین غزالی دوراں سید حامد سعید شاہ کاظمی نے اپنی نوعمری کا واقعہ سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہیں پہلی بار ضیاء الامت کو اس وقت سننے کا موقعہ ملا جب 1970ء میں ابھی آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے۔ اسلام اور اشتراکیت کا پیچیدہ موضوع تھا۔ میری سمجھ سے بالاتر مگر میں نے محسوس کیا کہ شاید وہ وقت آئے گا جب میں فخر سے بات کروں گا کہ میں نے اس ہستی کو سنا ہے جن کے ہاتھ میں آکر قلم کو زبان ملتی ہے۔ جنہیں لفظوں اور حرفوں کو برتنے کا سلیقہ آتا ہے اور جنہیں آواز کا جادو جگانے کا طریقہ آتا ہے۔

آخری بار مجھے انگلینڈ میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ نامعلوم کس نے میری آمد کا آپ کو بتا دیا، اپنی کمزوریٔ صحت ونقاہت کے باوجود جس طرح ضیاء الامت نے اٹھ کر میری عزت افزائی فرمائی، وہ ان کی عالی ظرفی، بزرگی اور تربیت کا ہی خاصہ ہے۔ محترم المقام واجب الاحترام جناب کاظمی شاہ صاحب نے زندگی کے فلسفے کے حوالے سے بھی گفتگو فرمائی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایا کہ

Marfat.com

کافر مردہ ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو نہیں سناتے۔ اسی طرح حدیث پاک کی روشنی میں فرمایا کہ جو سب سے پہلے مراد وہ شیطان ہے۔ حضرت ضیاء الامت کی یادوں کے حوالے سے آپ نے بتایا کہ انہیں جمیعت اور جماعت کا اتحاد کس قدر عزیز تھا کہ اس کے لئے آپ کس قدر متفکر رہتے تھے اور اصلاح احوال کے لئے وہ کس طرح ملت کی رہنمائی فرماتے تھے۔

آپ نے اپنے خطاب کا اختتام شورش کاشمیری کے ان اشعار سے کیا:

وہ جلوسوں کی صورت گزرا جہاں ان ہی رستوں سے اس کا جنازہ چلا
آگے آگے مسافر کی بارات تھی پیچھے پیچھے تھا اک زمانہ چلا

حضرت مولانا خلیل اطہر رامپوری نے نعت رسول مقبول ﷺ کے چند اشعار پیش کئے:

اس امت عاصی کے غمخوار چلے آؤ مختار دوعالم ہو مختار چلے آؤ
مدت سے تمنا تھی تشریف وہ لائیں گے لو بزم سجالی ہے میرے سرکار ﷺ چلے آؤ

اس کے معا بعد منقبت کے کچھ اشعار اپنی سریلی آواز میں سنائے:

ادھر ادھر کیوں بھٹک رہا ہے، مزا نہ پائے گا زندگی کا
اس کو حاصل ہو گئی حضوری صلہ ملا اس کو بندگی کا
جو نور ایمان کا طالب ہے تھام دامن کسی ولی کا
ہر اک لمحہ ہو ساتھ جس کے کرم علی کرم نبی کا

شہزادۂ محدث کچھوچھوی سید ہاشمی میاں صاحب نے حضرت ضیاء الامت کے حضور عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: آج کا جلسہ ایسے محور پر گردش کر رہا ہے جو اپنے آپ میں مدرسہ تھا، مکتبہ فکر بھی، طالب بھی تھا، مطلوب بھی، مدرسہ بھی تھا اور سکول بھی، منصف بھی تھا اور مصنف بھی اور سب سے بڑی بات کہ وہ عاشق رسول ﷺ بھی تھا۔ وہ پیر طریقت جس نے حضرت صدر الافاضل سے پڑھا ہو، فکر احمد رضا کی نشانی ہو، درسگاہ عشق کا تربیت یافتہ ہو، جو خواجہ قمر الدین کی نظر کی دین ہو، جس پر کشمیر اور پاکستان کے اولیاء کاملین کا اعتماد ہو۔ قلم جس کے ہاتھ میں پہنچ کر ناز کرے، سنیت مسکرا پڑے۔ جو نبی ﷺ سے رابطہ قلب جوڑ کر تفسیر لکھے۔ اس کی تفسیر بھی روشن ہے۔ ضیاء ہے، چمک ہے، عرفان ہے بلکہ جملہ مختصر یہ ہے کہ جس پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کرم ہوتا ہے وہ علی ہوتا ہے اور جس پر علی رضی اللہ عنہ کا کرم ہوتا ہے وہ ولی ہوتا ہے۔ جناب ہاشمی نے آج کے عرس پاک کو جشن سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا: آج کا جشن ایک آدمی کا جشن نہیں، گھر کے کسی ایک فرد کا جشن نہیں اور کرم شاہ بننا کوئی بچوں کا کھیل ہے: بلکہ عربی دانی کے ساتھ ساتھ علم قرآن، علم حدیث، علم تفسیر، علم اصول، زہد و تقویٰ، احتیاط د

Marfat.com

پرہیزگاری، احترام سادات، بزرگان دین کی صحبت، علم حاصل کر کے غرور علم سے بچنا سب کے بس کی بات نہیں۔ جب یہ ساری باتیں ایک جگہ جمع ہوں تو ایک کرم شاہ بنتا ہے...... ضیاء الامت کی عشق رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی، فکر ونظر کے سانچے میں ڈھلی ہوئی، عقل اسلامی کے ترازو میں تلی ہوئی، بزرگان دین کی نظروں میں پرکھی ہوئی ضیاء النبی ﷺ نے ایسے چمکایا جس کی طلب بریلی کے تاجدار امام عشق ومحبت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت نے رسول پاک ﷺ سے کی تو یوں کی ہے۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ضیاء الامت کو بھی ایسا چمکایا کہ تفسیر قرآن لکھے گا تو ضیاء القرآن، میری زندگی لکھے گا تو ضیاء النبی ﷺ ہوگی، رسالہ لکھے گا تو ضیائے حرم ہوگا۔

جناب سید ہاشمی میاں صاحب نے اپنے خطاب کے آخر میں جامعہ الکرم کی شاندار کارکردگی پر اظہار اطمینان وتمکنت کرتے ہوئے بدیں الفاظ نصیحت فرمائی کہ ارادہ لے کے جاؤ کہ اس جامعہ کو دوسروں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑیں گے۔ یہی ارادہ ہی اصلی خراج عقیدت ہے۔ تمہارے پاس تو پہلے ہی امداد حسین کی صورت میں پیرزادہ ہے جو بہت زیادہ ہے۔

حضرت صاحبزادہ محبوب الرحمٰن محبوبی صاحب نے اپنے مختصر سے خطاب میں دعائیہ کلمات کا اختتام اس خوبصورت سے شعر پر کیا:

دیدہ و سازی دل ہمہ ہمراہ تست تانہ پنداری کہ تنہا می روی

حضرت مولانا مسعود عالم ایک بار پھر سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے حضرت ضیاء الامت کے شاگرد رشید ابوالانعام محمد عبد الباری صاحب چشتی کی تصنیف کردہ اس کتاب کا تعارف کراتے ہیں جو حرمین شریفین کی حاضری کے وقت حضرت ضیاء الامت کے حضر وسفر میں ساتھ رہنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہوئے تحریر کی گئی اور جس کا ٹائیٹل ''شاہ جود وسخا کی کرم نوازیاں'' سے مزین ہے۔ بعدازاں بانی و پرنسپل جامعہ الکرم جناب پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ آپ نے اپنے خطاب میں حاضرین جلسہ کا بالعموم اور علماء کرام کا بالخصوص شکریہ ادا کیا اور ان علماء کرام اور مشائخ عظام سے معذرت بھی کی جنہیں وقت کی قلت کے پیش نظر خطاب کا وقت نہ دیا جا سکا۔ آپ نے جماعت جند اللہ انگلینڈ کے شاندار انتظام وانصرام پر خراج تحسین پیش کیا۔ نیز آئندہ سال کے لئے عرس مبارک کی تاریخ کا تعین 4 جون بروز اتوار کر دیا گیا۔

آپ نے اپنے خطاب میں حضور ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی ایک نصیحت کا بطور خاص ذکر کیا جو اکثر فارغ ہونے والے طلباء کو فرمایا کرتے تھے۔ وہ یہ کہ ''صرف تنخواہ کی کمی کی وجہ سے کسی اسلامی

Marfat.com

خدمت کے مرکز کو چھوڑ کر نہ جاؤ کیونکہ جس کے دین کی خدمت تم کر رہے ہو وہ تمہیں خزانہ غیب سے اس قدر دے گا جس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔''

دوسری نصیحت یہ ہوا کرتی تھی: ''میرے شاہین ساتھیو! خانہ بدوشوں کی طرح زندگی نہ گزارنا بلکہ جہاں جاؤ وہاں کی ضرورت بن جاؤ۔''

جناب پیرزادہ صاحب نے بتایا کہ جناب حضور ضیاء الامت نے خود بھی مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں زندگی گزاری اور اپنے طلباء کو بھی یہی نصیحت کی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج صاحبزادہ لخت حسنین جیسے صاحب دل نے مسلم ہینڈز جیسی چیرٹی قائم کی ہے جو دنیا کے مظلوم و معذور مسلمانوں کی مدد کے لئے ہمہ وقت عملی طور پر مصروف جہاد ہے۔

جناب پیرزادہ صاحب نے مستقبل قریب میں جامعہ الکرم کو مزید وسعت دینے اور اپنے دائرہ کار کو قدیم و جدید علوم کے حسین امتزاج سے مزین کرنے کے پیش نظر صوبہ سرحد سے مولانا فضل سبحان صاحب اور پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ایک سابق ماہر تعلیم ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی خدمات حاصل کرنے کی خوشخبری کے ساتھ یہ مژدۂ جانفزا بھی سنایا کہ اس سال ماہ ستمبر میں ہیسٹر (برطانیہ) کے اندر مسلمان لڑکیوں کیلئے پہلا الکرم گرل سکول کام شروع کر دے گا۔ (ان شاء اللہ)

ساتھ ہی آپ نے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ جامعہ الازہر (مصر) نے جامعہ الکرم کی سند آئندہ سال کے لئے قبول کر لی ہے۔ آپ نے اپنے خطاب کے آخر میں نوجوانوں کو درد بھرے لہجے میں فرمایا کہ اگر تم اس ملک کی ضرورت نہ بنے، اتحاد و اتفاق کے فقدان، آپس کے جوڑ توڑ، آوارگی و دنگا فساد کے نتیجے میں حکومت برطانیہ پر بوجھ کے نتیجے میں تمہارا حشر بھی کسووا کے مسلمانوں جیسا ہو سکتا ہے۔ جوں ہی آپ نے اس درد بھرے لہجے سے خطاب کا اختتام کیا تو سٹیج سیکرٹری نے تبصرہ کرتے ہوئے یوں کہا۔

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے

آخر میں جانشین ضیاء الامت حضرت صاحبزادہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ آپ نے اپنے خطاب دلنواز کا موضوع هذا من فضل ربی لیبلونی ءاشکر ام اکفر کو بناتے ہوئے اس آیت کے رموز و اسرار سے آگاہ کیا۔

حاضرین، سامعین، ناظرین، علماء کرام و مشائخ عظام کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کیا۔

درود و سلام اور نماز عصر با جماعت کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔

Marfat.com

انٹرنیشنل "الکرم" کانفرنس برطانیہ

رپورٹ: مسعود عالم خان

برطانیہ کے شہر نوٹنگھم میں قائم جامعہ الکرم میں حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جامعہ کے پرنسپل اور حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز صاحبزادہ محمد امداد حسین نے اپنے احباب کے تعاون سے ایک عظیم الشان کانفرنس کا اہتمام کیا۔ 31 مئی 1998ء کو منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں صاحبزادہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی اور صاحبزادہ میجر محمد ابراہیم شاہ صاحب مہمان خصوصی تھے۔ پورے یورپ سے علماء کرام اور مشائخ طریقت نے اس اہم ترین کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ آٹھ گھنٹے تک یہ پروگرام جاری رہا اور ہر مقرر نے اپنے دلپذیر انداز میں اپنے ممدوح کو خراج عقیدت پیش کیا۔ آنے والی سطور میں انتہائی اختصار کے ساتھ گفتگو کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

حضرت علامہ ابوالانعام عبدالباری صاحب نے کانفرنس کا آغاز کرتے ہوئے اپنی تمہیدی گفتگو میں فرمایا۔

اسی کشمکش میں گذریں، میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و ساز رومی کبھی پیچ و تاب رازی

آج استغنا اور سیر چشمی کے بادشاہ، علم و عرفان کے بحر بیکراں، عارف اسرار یزداں حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کی خصوصی مناجات کے ثمر جامعہ الکرم کے درودیوار اپنے محسن عظیم کی دلنواز مسکراہٹوں، روح پرور ارشادات کے لئے سراپا انتظار و تشنہ لب ہیں۔ امت مسلمہ کا ہر فرد تشنہ دیدار ہے لیکن اب جامعۃ الکرم کے درودیوار ہمیشہ کے لئے تشنہ لب ہی رہیں گے اور ہر فرد ملت تشنہ دیدار ہی رہے گا۔ احباب! آپ جانتے ہیں کہ اس سے قبل جامعہ الکرم کی کانفرنس کی کاروائی کا آغاز یہ کفش بردار ضیاء الامت کے رشک قمر مکھڑے کی جلوہ سامانیوں کو دیکھ دیکھ کر کیا تھا۔ آج میری نگاہوں کے سامنے علماء وہی ہیں، فضلاء وہی ہیں، اصفیاء وہی ہیں، فقراء وہی ہیں، گدایان کوچہ مصطفےٰ ﷺ وہی ہیں مگر

وہی بزم ہے، وہی دھوم ہے، وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی چاند کی جو تہہ مزار چلا گیا

Marfat.com

تو آج میں اس فراق زدہ اور سوگوار ماحول میں دنیائے اسلام کے بطل جلیل، اقلیم عشق و مستی کے تاجدار، سلطنت زہد وتقویٰ کے سپہ سالار، وادئ توکل کے بادشاہ، آسمان علم وحکمت کے ماہِ تمام، مستی سوز وگداز کے لئے نغم دلنشین، اپنے اساتذہ کی نگاہ میں اسلام کے درخشاں آفتاب، پیر کامل کی آنکھوں کا نور، اپنے پرائے کی نظر میں قرآن کا عظیم مفسر، اہل محبت کی نظر میں اسیر گیسوئے مصطفےٰ ﷺ، اہل عدل وانصاف کی نگاہ میں حق وصداقت کی صدا اور حقیقت میں جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ، اس دھرتی پر جن کا چلنا پھرنا اور یہاں سے رخت سفر باندھنا ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین کی واضح اور مکمل تفسیر تھا۔ اس بارگاہ ولایت پناہ میں خراج تحسین وعقیدت پیش کرنے کے لئے آج اس بزم کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا چاہتا ہے۔

تلاوت کلام پاک

خانوادہ دربار عالیہ عید گاہ شریف قاری عبدالقادر صاحب نے قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کی سعادت حاصل کی۔

حمد ونعت

تلاوت قرآن پاک کے بعد جرمنی سے ہمارے مہمان محمد بابر صاحب نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حمد پیش کی اور ان کے بعد نیلسن کے جناب محمود حسین صاحب چشتی نے آقائے دو جہاں ﷺ کے حضور ہدیہ نعت پیش کیا۔

خطابات

تلاوت وحمد ونعت کے بعد خطابات کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ مولانا غلام رسول آف چکسواری مقیم حال برمنگھم نے حضور ضیاء الامت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا: حضور ضیاء الامت ایسی شخصیت تھے جس نے ملت اسلامیہ کے لئے ایک یا دو نہیں لاتعداد میدانوں میں کام کیا اور (ہر میدان میں) اپنی مثال آپ تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے محبت رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کا ایک کامل نمونہ اور زندہ مثال اپنے اردگرد رہنے والوں کے لئے، اپنے مریدین کے لئے اور اپنے شاگردوں کے لئے چھوڑی۔

علامہ غلام مصطفےٰ بلوچ آف آسٹریا نے حضور ضیاء الامت کی ذات کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد پاک من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه کا حسین نمونہ قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ علیہ الرحمۃ نے جس انداز میں وقت کا استعمال کیا اور زندگی کی انمول گھڑیوں کو امانت الٰہی سمجھ کر

Marfat.com

گزارا اسی رنگ میں اگر ہم ڈھل جائیں تو آپ کے مشن کو عملی جامہ پہنا سکتے ہیں۔

شیخ محمود حسین رشیدی صدیقی آف برمنگھم نے اپنے انگریزی خطاب میں حضور ضیاء الامت کے وصال کو امت مسلمہ کا سانحہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ہم میں نہیں ہیں لیکن آپ کی روح اور علم ومعرفت مختلف انداز میں ہمیں سکون عطا کرنے کے لئے موجود ہیں۔ اس کی زندہ مثال شہرۂ آفاق تفسیر ''تفسیر ضیاء القرآن'' ہے اور محبت وعشق سے لبریز ضیاء النبی ﷺ ہے جو سیرت کی مشہور کتاب ہے۔ شیخ صاحب نے مزید کہا کہ آپ عالمی شخصیت تھے۔ آپ عالمی علوم سے بہرہ ور تھے۔ ہر میدان میں آپ کے پاس معلومات کا ایک بے بہا سرمایہ موجود تھا اور یہ سرمایہ آپ کی تحریروں میں ہمیں بصورت احسن نظر آتا ہے۔

محمد مسعود عالم خان الازہری یعنی راقم الحروف نے اپنے قائد عظیم کی ذات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ آج اس سوگوار ماحول میں میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں اپنے محسن عظیم کو خراج عقیدت پیش کرسکوں۔ الفاظ ڈھونڈتا ہوں تو الفاظ کے معانی مجھے کہتے: ہیں نہیں یہ الفاظ میرے عظیم قائد کی خدمات کا صلہ نہیں بلکہ میرے عظیم قائد کی خدمات کی خاک تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اسی کشمکش میں ہوں کہ کس طریقے سے اپنے قائد سے محبت کا اظہار کروں۔

میں کس طرح تم سے اظہار محبت کرتا ۔ لفظ سوچا تو معانی نے بغاوت کر دی

لیکن آیئے حضور ضیاء الامت کے استاد جلیل کی طرف جنہوں نے آج سے پچاس سال پہلے حضور ضیاء الامت کی ذات کو خراج عقیدت ایک خط کی صورت میں پیش کیا تھا۔ وہ خط حضور ضیاء الامت کے آنے والے احوال کا حقیقی ترجمان ہے۔ آپ کے استاد گرامی امام ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے آپ کی ذات کو عظیم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ انہوں نے آپ کی نہ تو تفسیر ضیاء القرآن اور نہ ہی سیرت ضیاء النبی ﷺ دیکھی تھی، لیکن آپ کی جبین مبارک کے اندر سعادتوں کے سارے نور دیکھ رہے تھے۔ اے میرے فرزند ارجمند! میں تیری ذات میں اسلام کو ایک چمکتا ہوا سورج دیکھ رہا ہوں یعنی جس طرح سورج دنیائے کائنات کو نوازتا ہے اور اپنی روشنی سے بلا امتیاز نوازتا ہے۔ اسی طرح تو بھی عالم اسلام کو قرآن وسنت کی روشنی سے نوازے گا اور تیری ذات ان کے لئے سورج ہوگی، جو انہیں عشق مصطفیٰ ﷺ کی روشنی عطا کرے گی۔ راقم الحروف نے آخر میں کہا: احباب! حضور ضیاء الامت ہم میں نہ رہے لیکن اس ساقی کی چشم کرم، اس ساقی کے پیمانے آج بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ ساقی تو نہیں ہے لیکن اس ساقی نے جو شراب طہور ہمارے لئے چھوڑی وہ آج بھی موجود ہے اور یہی شراب طہور ہی ہماری کامیابیوں اور کامرانیوں کا ثمرہ ہوسکتی ہے۔ یہ شراب طہور تفسیر ضیاء القرآن کی صورت

Marfat.com

میں بھی ہے، سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں بھی ہے اور ضیاء النبی ﷺ کی صورت میں بھی ہے۔ آیئے حضور ضیاء الامت کے اس فیض کو عام کریں اور چار دانگ عالم میں اس فیض کی کرنوں کو پھیلا دیں تاکہ ہماری بھی دنیا و آخرت سنور سکے۔

پیرزادہ ذوالفقار حیدر صاحب جو کہ محسن اہلسنت پیرزادہ امداد حسین صاحب کے صاحبزادے ہیں! نے اپنے خطاب میں اپنے مرشد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا مرشد وہ عظیم ذات ہے جو ہم سب کے لئے رحمت و شفقت کا شجر سایہ دار تھی۔ تحقیق و تدوین کے میدان میں آپ ایک عظیم سکالر تھے۔ اس لئے آپ کی کتب تحقیق اور حق گوئی کا حسین امتزاج ہیں اور ہر بات حوالہ جات سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ یہ چیز آپ کی تصانیف کو دوسری تصانیف سے ممتاز کر دیتی ہے۔

حضرت علامہ ارشد مصباحی خطیب وکٹوریہ پارک مسجد مانچسٹر نے فرمایا کہ آپ علیہ الرحمتہ کی ذات ہمیں پانچ سو سال پہلے کے اسلاف کی یاد تازہ کرا دیتی تھی۔ آپ اپنے اسلاف کا قیمتی سرمایہ اور گوہر نایاب تھے۔ آپ حضرت نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی امانت کے وارث حقیقی تھے۔ سچ جانئے آپ اس شعر کی زندہ مثال تھے ۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

ڈاکٹر محمد شریف احمد صاحب نے فرمایا کہ سورج نظر نہ آئے تو اس کی روشنی کسی نہ کسی صورت میں موجود رہتی ہے۔ سو آج ہمارے پاس حضور ضیاء الامت تو موجود نہیں لیکن فلک کرم کا آفتاب درخشاں صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب موجود ہیں جو آپ کی ظاہری اور باطنی امانتوں کے امین بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ علیہ الرحمتہ نے جدید علوم کو اسلامی علوم کے سانچوں میں ڈھال دیا۔ اس جدید نظام تعلیم کے آپ ہی بانی ہیں۔ آپ کا یہ بھی عظیم کارنامہ ہے کہ ملت اسلامیہ کو عظیم الشان تعلیمی درسگاہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ سے نوازا۔

حضرت علامہ احمد حسین ترمذی (ہالی فیکس) نے آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ایک عظیم محقق ؟ مدقق اور سکالر تھے اور آپ ان ہستیوں میں سے ایک تھے جن کے اعمال کا سلسلہ وصال کے بعد بھی جاری و ساری رہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ کو اولاد صالح سے بھی نوازا ہے جو آپ کی مغفرت کے لئے دعائیں کرتی رہتی ہے۔ جو اولاد فقط آپ کے فرزندان نہیں بلکہ آپ کے فارغ التحصیل سینکڑوں علماء بھی ہیں۔

اس کے علاوہ صدقہ جاریہ کی صورت میں دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھی موجود ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن، سیرت ضیاء النبی ﷺ موجود ہے۔ فقط علم نافع کی صورت میں آپ نے کیا کچھ نہ چھوڑا۔ تفسیر چھوڑی،

Marfat.com

سیرت کی عظیم کتاب چھوڑی اور سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام چھوڑی۔ آپ نے مزید کہا کہ حضور ضیاء الامت کا قلم کبھی بہکا نہیں۔ اٹھا ہے تو صرف عظمت مصطفےٰ ﷺ کے لئے اٹھا ہے۔ آپ کی تحریر میں انفرادیت ہے۔ تحریر میں مناظرانہ رنگ بھی ہے محققانہ رنگ بھی۔ محققانہ اس وقت جہاں قانون اسلامی کے سربستہ رازوں کو کھولنا ہو تو آپ محققانہ رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور جب عشق مصطفےٰ ﷺ اور عظمت مصطفےٰ ﷺ کو اجاگر کرنے کا موقعہ آئے تو رنگ مناظرانہ نظر آتا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ آپ کی وہ شخصیت تھی کہ اگر دیکھو تو لباس میں نہایت نفاست اور سادگی تھی۔ مزاج میں خلق محمدی ﷺ کی لطافت و شگفتگی تھی۔ تبلیغ دین میں وقار و متانت اور سنجیدگی تھی۔ کردار میں سورج کی شعاعوں کی طرح صفائی اور پاکیزگی تھی۔ قیل وقال وحال میں اطاعت رسول ﷺ کا غلبہ اور عشق رسول ﷺ کی وارفتگی تھی۔ الغرض آپ کی ساری زندگی سراپا بندگی تھی۔ اس کے بعد پاکستان ریڈیو اور ٹیلیویژن کے مشہور و معروف نعت خوان قاری محمد اشرف صاحب سیالوی نے عظمت علی شاہ صاحب کی مشہور و معروف منقبت حضور ضیاء الامت کی بارگاہ میں پیش کی۔ حضرت مولانا علامہ محمد بشیر صاحب سیالوی استاذ العلماء (اولڈ ہم لنکا شائیر) نے حضور ضیاء الامت کی ذات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سب اس عظیم ہستی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر ہر لمحہ حضور ﷺ کی غلامی میں گذرا۔ ان کی ساری زندگی حضور سرور کائنات ﷺ کے دین کے لئے وقف تھی اور اس آیت کریمہ انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء کا نمونہ تھی۔ یہ آیت کریمہ آپ کے تن کی رگ رگ میں رچی بسی ہوئی تھی اور آپ سرتاپا اس کا عملی نمونہ تھے۔ اس دور کی عظیم قد آور شخصیت ہونے کے باوجود آپ سراپا عجز وانکساری تھے اور عملی تصوف کا حقیقی نمونہ تھے۔ آپ کی پوری زندگی جہد مسلسل کا حسین باب ہے۔ آپ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کا حسین نمونہ تھے۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

حضرت علامہ افتخار احمد چشتی (ہالینڈ) نے اپنے مربی ومحسن کی ذات پر عقیدتوں کے پھول نچھاور کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے قائد اپنے اصلی آستان کو چلے گئے۔ ''عید گاہ ما غریباں کوئے دوست'' کا زندہ نمونہ تھے اور آپ کا وصال، وصال الی اللہ کا نام ہے۔ آپ سیدنا بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے ترجمان ہیں: الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ آپ کا وصال ہمارے لئے تو غم واندوہ کا باعث بنا، کیونکہ آپ ہم سے بچھڑ گئے، لیکن آپ کے لئے عید کا دن تھا کیونکہ آپ اپنے رب حقیقی سے ملنے والے تھے۔ آقا ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں پہنچنے والے تھے۔ اس لئے آپ نے عید کے دن (عید الاضحیٰ) رخت سفر باندھا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ آپ سراپا خلوص و محبت تھے۔ خاص کر اہلسنت

Marfat.com

کے لئے اکثر تڑپا کرتے تھے اور اہلسنت کی شیرازہ بندی کے لئے تو آپ ہمیشہ کوشاں رہے۔اس لئے علماء اہلسنت کو چاہئے کہ آپ کی روح کو تسکین پہنچانے کے لئے اپنے ذاتی مفادات چھوڑ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔

پیر طریقت پیر عبدالغفار صاحب غزنوی (کیتھلے یارکشائر) نے فرمایا کہ یہ جگہ جہاں آج ہم سب لوگ جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا نام الاپ رہے ہیں۔ یہ سارا فیض حضور ضیاء الامت کی دعاؤں کا صلہ ہے۔عظیم درسگاہ جامعہ الکرم حضور پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فیض کا سرچشمہ ہے اور آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔یہی آپ کی زندگی کا اہم پہلو تھا کہ آپ نے ایسے کام امت مسلمہ کی سربلندی کے لئے انجام دیئے جن کا ثمرہ وقتی نہیں بلکہ دائمی ہے۔آپ نے مزید فرمایا کہ آپ ایسی ذات تھے کہ محدث آپ کے علم حدیث کے قائل تھے۔مفسر آپ کی تفسیر کے دلدادہ تھے۔اساتذہ آپ کی تدریس سے مرعوب تھے۔ولی آپ کی ولایت پر نازاں تھے۔عاشق آپ کے عشق کی وارفتگی سے حیراں تھے۔لیکن ان سب باتوں کے باوجود آپ نمونہ عجز وانکساری تھے۔آپ سب کچھ ہونے کے باوجود کہا کرتے تھے" میں تو کچھ بھی نہیں"۔

صاحبزادہ فیض الاقطاب پرنسپل حجاز کالج (کوونٹری) نے اپنے انگلش کے خطاب میں فرمایا کہ آج ایک افسردہ فضا ہے کیونکہ ایک ولی کامل ساری دنیا کو سوگوار کر کے چلا گیا۔آپ نے مزید کہا کہ جامعہ الکرم آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ ایک طریقے سے حجاز کالج بھی آپ کی دعاؤں کا صلہ ہے۔ کیونکہ ضیاء الامت کا کرم پوری اہلسنت کے لئے کرم تھا اور آپ کی دعائیں فقط اپنے شاگردوں اپنے مریدین کے لئے نہ تھیں۔آپ کا کرم تو پوری امت اسلامیہ پر رہا کرتا تھا اور رہے گا۔

علامہ محمد ظہور چشتی فاضل جامعہ الکرم (اولڈہم) نے حضور ضیاء الامت علیہ الرحمتہ کی ذات والاصفات کا تذکرہ جمیل کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے مرشد کامل میرے نبی کریم ﷺ کے محبوب تھے اور آپ کو یہ محبوبی اس دین کی پرخلوص خدمت کی وجہ سے ملی۔مولانا نے مزید فرمایا کہ آپ محبت رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ میں رنگے ہوئے تھے اور آپ کا ہر فعل سنت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق ہوا کرتا تھا۔

دستار بندی

اس خطاب کے بعد جانشین ضیاء الامت جناب پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب، صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی صاحب زیب سجادہ ڈھانگری شریف، مفتی محمد شریف الدین قادری صاحب صدر مدرس جامعہ الکرم نے جامعہ کے گیارہ فارغ التحصیل علماء کی دستار بندی کی جو یہاں سے اکتساب فیض

Marfat.com

کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے الازہر یونیورسٹی مصر جانے والے ہیں۔

مولانا محمد عرفان چشتی ایل۔ ایل۔ بی فاضل جامعہ الکرم نے اپنے انگریزی خطاب میں فرمایا: حضور ضیاء الامت نے جس مشن کی طرف ہماری رہنمائی کی ہے ہم اسے جاری وساری رکھیں گے اور یہ جامعہ الکرم جو آپ کے مشن (خدمت دین اسلام) کی اساس ہے اس کو اور زیادہ آگے بڑھائیں گے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ضیاء القرآن اور ضیاء النبی ﷺ کی صورت میں حضور ضیاء الامت ہمیشہ ہمارے سامنے رہیں گے اور ہماری رہنمائی فرماتے رہیں گے۔ اسی رہنمائی کی روشنی میں ہم اپنی زندگی کو آگے بڑھائیں گے۔

پیرزادہ بختیار احمد فاضل جامعہ الکرم نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ میرے لئے یہ اعزاز ہے کہ قیامت کے دن میرا شمار بھی حضور ضیاء الامت کے غلاموں اور شاگردوں میں ہوگا۔ اور اس سے بڑھ کر کیا اعزاز ہوسکتا ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ آج محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کے ساتھ جو لمحات گزرے وہ کتنے عظیم تھے کیونکہ آج آپ نہیں ہیں تو آپ کے ساتھ گذرے ہوئے لمحات کی قیمت معلوم ہو رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آپ نے عام لوگوں سے بھی خطاب کیا۔ یونیورسٹیوں میں بھی لیکچر دیئے۔ انٹرنیشنل کانفرنسوں سے بھی مخاطب ہوئے اور منصب انصاف پر بیٹھ کر وکیلوں اور ججوں کو بھی اپنے ارشادات سے نوازا اور ہر انداز اختیار کیا۔ یقیناً یہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ اس کے باوجود عجز وانکساری کا کامل نمونہ تھے۔

مولانا طارق مجاہد بریڈفورڈ نے حضور ضیاء الامت کو خراج عقیدت درج ذیل منقبت کی صورت میں پیش کیا:

محرم اسرار قرآن پیر محمد کرم شاہ	شاہسوار ملک عرفاں پیر محمد کرم شاہ
زندگی بھر منبر ومحراب کی زینت رہا	بن کے شمع فروزاں پیر محمد کرم شاہ
وہ مناظر وہ محقق، واعظ شیریں بیاں	شاہ بطحا کا ثناء خوان پیر محمد کرم شاہ
کہہ رہا ہے جند اللہ کا ہر رکن یہ بار بار	ہو گیا زیب گلستاں پیر محمد کرم شاہ
سن کے رحلت کی خبر طارق مجاہد نے کہا	چل بسا ہائے وہ ذیشاں پیر محمد کرم شاہ

حضرت علامہ پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب بانی وپرنسپل جامعۃ الکرم (نوٹنگھم) نے حضور ضیاء الامت کا ذکر جمیل کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی ذات نہ ہوتی تو پیرزادہ فوج میں ملازم ہوتا۔ کیونکہ جب میں نے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا اور بھائی کے پاس ملنے کے لئے گیا جو اس وقت فوج میں ملازم تھے۔ اس دوران ایک کرنل صاحب وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے بھائی جان کو کہا کہ اگر آپ

Marfat.com

چاہیں تو میں انہیں فوج میں ڈائریکٹ لیفٹیننٹ بھرتی کروا دیتا ہوں۔

گفت وشنید کے بعد میں نے بھائی جان کو کہا کہ حضور پیر محمد کرم شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی تو آپ نے بھائی جان کو فرمایا: آپ ہر سال مجھ سے لیفٹیننٹ کی تنخواہ وصول کر لیا کریں اور ان کو میرے پاس چھوڑ جائیں۔ پیرزادہ صاحب نے مزید فرمایا کہ میرے اوپر سارے احسانات حضور ضیاء الامت کے ہیں اور یہ سارا جامعہ الکرم ان کی دعاؤں کا صلہ ہے اور امانت ہے آپ کی اور امت مسلمہ کی جو میرے پاس ہے۔آپ نے مزید فرمایا کہ آج کل کسی ہستی کے ساتھ القابات دیکھتا ہوں تو کہیں نہ کہیں مبالغہ نظر آتا ہے لیکن جب حضور ضیاء الامت کی بات آتی ہے تو الفاظ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ کسی لقب میں بھی مبالغہ نظر نہیں آتا۔ حضرت علامہ عبدالعزیز چشتی (لیوٹن) نے کہا کہ حضور ضیاء الامت اتحاد اہلسنت کے داعی تھے۔آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اتحاد اہلسنت میں دین کا بھلا ہے۔آیئے اس مشن کی طرف قدم بڑھائیں اور اتحاد اہلسنت کے لئے حضور ضیاء الامت کے اقدامات کو عملی جامہ پہنائیں۔

حضرت علامہ فروغ القادری (گلاسکو سکاٹ لینڈ) نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سب لوگ دنیائے سنیت کی اس عظیم ہمہ جہت شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

عجیب فیضان تھا آپ کی زندگی میں جو ابر کرم بن کر دنیائے سنیت پر برستا رہا۔ اس ابر باراں کا ایک ایک قطرہ جہاں جہاں برسا ہے مشاہدہ یہ کہتا ہے کہ وہاں لاتعداد آشیانے آباد اور قائم ہوئے ہیں۔ جہاں جہاں وہ قطرۂ ابر گرا ہے وہ مقامات سبزہ زاروں اور مرغزاروں میں بدل گئے ہیں۔ آپ اپنی آہ سحر گاہی میں، آہ نیم شبی میں، اپنی تحریر میں، اپنی تدریس میں امت کے لئے عظیم پیغام رکھتے تھے۔ آپ نے حضور ضیاء الامت کی عظیم تصنیف سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تحریر میں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے محرر کا قلم سجدہ کر رہا ہو۔ وجہ یہ ہے کہ آپ کی ساری زندگی سنت مصطفےٰ ﷺ سے پیراستہ تھی۔ آپ مدرسہ و خانقاہ کا عظیم سنگم تھے۔

حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل مصباحی (انڈیا) حال مقیم راچڈیل یو کے نے حضور ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کو خراج عقیدت اپنی لکھی ہوئی ایک منقبت کی صورت میں پیش کیا۔

حضور قاری صاحب یہ منقبت پڑھ رہے تھے تو پورے مجمع پر ایک سوز غم کی کیفیت طاری تھی۔ آپ یوں گویا ہوئے:

موج میں ہے عرفان کا ساغر پیر کرم شاہ زندہ باد

Marfat.com

فیض مسلسل رحمت داور
پیر کرم شاہ زندہ باد
حسن کرم آئینہ دل میں
جلوہ سرا ہے میری نظر میں
تجھ سے شاہا روشن ہے مرا گھر
پیر کرم شاہ زندہ باد
خانہ دل میں بہر عقیدت
جس نے تجھے ہے اپنا بنایا
پایا تجھے ہر موڑ پر رہبر
پیر کرم شاہ زندہ باد
جہدِ مسلسل، نازش مسلم
جامعہ کرم ہے آج تمہارا
سینہ باطل پہ ہے نشتر
پیر کرم شاہ زندہ باد
جشن مناؤ ایسے کہ لوگو
جامعہ کرم کے نعروں سے
گونج اٹھے اغیار کا ہر گھر
پیر کرم شاہ زندہ باد
ان کی ضیاء سے روشنی پھیلی
قریہ قریہ نگر نگر
کتنے شہر ہیں ان سے منور
پیر کرم شاہ زندہ باد
ان کے جوامع، ان کے ادارے
ان کے طلباء، ان کے فضلاء
دنیا بھر میں بکھرے گوہر
پیر کرم شاہ زندہ باد
ان کی ضیاء القرآن سے ہے
ذہن انسانی مصباح
دل پہ ضیائے سیرت سرور ﷺ
پیر کرم شاہ زندہ باد

حضرت علامہ ظفر محمود فراشوی نقشبندی مجددی (مانچسٹر) نے حضور ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی ذات ستودہ صفات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم ایسی ہستی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں جو صدیوں تک یاد کی جاتی رہے گی۔ جس میں علم، عمل، تقویٰ، تفکر یعنی فکر امت مسلمہ، درد امت، درد اتحاد امت بدرجہ اتم موجود تھا۔ اس ہستی نے یقیناً روحانی اولاد کی صورت میں اپنے طلباء کی کثیر تعداد چھوڑی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے آستانے میں ایسا گوہر نایاب بھی چھوڑ گئے ہیں کہ یقیناً ان کی باقیات صالحات میں سے ہے۔ اسی لئے انہوں نے امین الحسنات کے نام سے موسوم بھی کیا اور آپ یقیناً ان کے جانشین حقیقی ہیں۔ آپ ان ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے صحراؤں کو گلشن بنایا ہے۔:

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحراء کو

آپ کی تفسیر ایسی تفسیر ہے جس کا مدتوں سے اہلسنت کو انتظار تھا اور آپ نے اس کمی کو پورا کیا۔

Marfat.com

آپ نے مزید فرمایا کہ ہر ادب ضیاء القرآن میں موجود ہے۔ جس نے اردو ادب کی چاشنی دیکھنی ہو تو ضیاء القرآن پڑھ لے۔ اگر کسی نے ادب رسول ﷺ دیکھنا ہے تو بھی اس کا مطالعہ کرے۔ دنیائے ادب کے سارے آداب اس میں ہمہ جہت موجود ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ ترجمہ قرآن میں بھی یہ تفسیر اعلیٰ ہے۔ کیونکہ ترجمہ بامحاورہ بھی ہے اور لفظی بھی۔ آپ نے **لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر** کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضور ضیاء الامت کی فہم و فراست، علمی قابلیت اور محبت رسول ﷺ کا تذکرہ کیا۔ نیز آپ نے اپنی تفسیر میں بدعقیدگی کے مرض کا علاج بھی فرمایا اور حب اہل بیت اور احترام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پاس بھی رکھا۔ اتحاد امت کی بات بھی اپنے عقیدے میں رہ کر کی اور نئی جماعت تشکیل کیے بغیر اس نظریے کو آگے بڑھایا۔

مولانا عبد الغفور گوہڑوی ایڈنبرا نے فرمایا کہ آپ ایک عظیم مفسر تھے۔ عظیم محدث اور عظیم سیرت نگار اور ہر رنگ میں ڈھلنے کے باوجود ہر رنگ میں آپ اپنی مثال آپ تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اتنی ساری خصوصیات کے باوجود آپ صوفی منش تھے۔ سادگی آپ کا شعار تھا۔ آپ کی سادگی کو دیکھ کر انسان آپ پر فدا ہوتا تھا۔

حضرت پیر سید مزمل حسین شاہ صاحب خطیب اعظم وکٹوریہ پارک جامع مسجد مانچسٹر نے فرمایا کہ آج مقام وہی ہے، وہی سرزمین ہے، وہی جگہ ہے، وہی اسٹیج ہے جہاں میں کھڑا ہوں۔ لیکن آج آپ (حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب) نہیں ہیں۔ لیکن آپ کی ذات حضور صاحبزادہ والا تبار کی صورت میں موجود ہے۔ آپ کی صورت حضور ضیاء الامت کی صورت معلوم ہوتی ہے۔:

درد دل میں وہی جنون ہے عشق میں وہی وارفتگی ہے
پلکوں پہ ویسی ہی برسات ہے لبوں پہ ویسی ہی مٹھاس ہے

بقول شاعر ؎

جو لگا کے آگ گئے ہو تم وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

آپ نے مزید فرمایا کہ جدید و قدیم علوم کا حسین امتزاج جو آپ نے دار العلوم میں مقرر فرمایا ہے۔ گزرتا ہوا وقت بتا رہا ہے کہ آپ نے جو نسخہ تجویز کیا وہ درد اہلسنت کے لئے درست تھا۔ آج مجھ جیسے عالم دین جو انگریزی علوم سے محروم ہیں اس کی شدت سے کمی محسوس کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہی انقلابی شخصیتوں کا رنگ ہوتا ہے کہ وہ امت کے امراض کا ٹھیک اور درست علاج کرتے ہیں اور مستقبل کے لئے اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔

حضرت علامہ سردار احمد قادری (ایل۔ ایل۔ بی) آف گریڈ مانچسٹر نے فرمایا کہ میں آج حضور

Marfat.com

ضیاء الامت کی عظیم تصنیف ''ضیاء النبی ﷺ'' کے حوالے سے چند گزارشات پیش کروں گا۔ آپ نے کہا کہ ضیاء النبی ﷺ کے عنوان کے ہر ہر لفظ میں گویا محبت اور الفت رسول اکرم ﷺ کی شمعیں اجاگر نظر آتی ہیں۔ نیز عام روایتی طرز بیاں سے ہٹ کر آپ نے تاریخی جغرافیائی رنگ کو بھی سیرت کا حصہ بنایا۔ ساتھ ساتھ تقابلی رنگ کا جام بھی چھلکایا اور تحقیقات کے میدان میں ایک ایک بات کے ثبوت کے لئے دنیا کا سفر کیا۔ اس کی زندہ مثال آپ کا وہ واقعہ ہے جو آپ نے انجیل برناباس کے حصول کے لئے کیا اور امریکہ کی لائبریریوں تک پہنچے اور اس کی تاریخ کو ڈھونڈ کر لائے۔ نیز حضور ﷺ کی پیدائش کو بارہ ربیع الاول قرار دیتے ہوئے دلائل و براہین کا انبار لگا دیتے ہیں۔ ثابت کرتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کو آپ پیدا ہوئے اور وہ دن سوموار کا تھا۔ تحقیق کا انداز بڑا پیارا ہے۔ نرالا بھی ہے اور انوکھا بھی، جاذب نظر بھی ہے اور جاذب قلب بھی۔

حضرت علامہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی اور کئی احباب وعلماء کرام باقی تھے۔ تنگ دامانی ءوقت آڑے آئی کیونکہ سات گھنٹے سے زائد سے یہ کانفرنس جاری تھی اور احباب کو گھروں کو واپس بھی جانا تھا۔ اس لئے تمام علماء ومشائخ سے معذرت کی گئی اور بھکی ہوئی نگاہوں کے نگہبان، بھٹکے ہوئے افکار کے مسیحا، پروردۂ آغوشِ ولایت، فلک کرم کے درخشاں آفتاب صاحبزادہ گوہر بار امین الملت پیر امین الحسنات شاہ صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ آپ نے اپنے خطاب عالیشان میں فرمایا کہ آج ہم لوگ حضور ضیاء الامت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے جمع ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ ماہتاب پردوں میں چلا گیا۔ دانائی وحکمت کا آسمان ہم سے اوجھل ہو گیا۔ میں اس کی ذات کو کن کن الفاظ سے خراج عقیدت پیش کروں۔ عقیدتوں کے پھول کیسے نچھاور کروں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ذات والاصفات زندگی کی بازی جیت کر ہم سے بچھڑ گئی۔ اگر رونے سے آپ واپس آسکتے تو میں آنسوؤں کے دریا بہا دیتا۔ اگر آہوں سے آپ واپس تشریف لا سکتے تو میں اپنی آہوں سے پہاڑوں میں شگاف کر دیتا۔ لیکن جانے والے لوٹ کر آتے نہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ضیاء الامت نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ تعلیمی وعلمی تحریک کے لئے وقف فرمایا اور اس میں ہر طریقے سے کامیاب وکامران ہوئے۔ یاد رکھئے کہ میرے مرشد نے جو بھی انتخاب کیا، جس کام کی بھی بنیاد ڈالی، آپ کامیاب وکامران ہوئے۔ چاہے دار العلوم محمدیہ غوثیہ کا میدان ہو یا تحریر وتصنیف کا۔ آپ کی علمی تحریک اب ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ دور تحریر اور ریسرچ کا دور ہے۔ آپ فرما گئے تھے کہ یہ صدی دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی صدی ہے۔ اس قول کو حقیقت کا روپ دینے کے لئے میں تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لاؤں گا اور دار العلوم محمدیہ غوثیہ کو یونیورسٹی کا درجہ دلاؤں گا۔ اس میں نئے تحقیقاتی

Marfat.com

ادارے قائم کروں گا اور آپ لوگوں کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ حضور ضیاء الامت کی امانتیں جو میرے سپرد کی گئی ہیں، ان کی آبیاری کروں گا۔ ان کی حفاظت کے لئے میرا خون جگر بھی حاضر ہے اور مجھے امید ہے کہ حضور ضیاء الامت کے پہلے انتخاب کی طرح یہ انتخاب بھی درست اور صحیح ہوگا اور میں اس ذات اقدس پر بھروسہ کرتا ہوں جو ناممکن کو ممکن بناتا ہے۔ جو بے نواؤں کو کج کلاہی بخشتا ہے۔ جو ذروں کو آفتاب بناتا ہے۔ جو فقیروں کو سروری عطا کرتا ہے۔ اس کے حضور عرض کرتا ہوں کہ اے مولا! اپنے اس بندے کے صدقے، اپنے اس فقیر کے صدقے، اپنے اس غلام کے صدقے، میرے اوپر بھی کرم فرمانا اور میری ذات کا انہوں نے جو انتخاب کیا ہے مجھے اس کی بارگاہ میں سرخرو فرمانا۔ اس کے بعد آپ نے پیرزادہ امداد حسین صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: آپ گھبرائیں مت۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ حضور ضیاء الامت کے محبوب تھے۔ آپ میرے بھی محبوب ہیں۔ حضور ضیاء الامت آپ سے پیار کرتے تھے۔ میں بھی پیار کا وہی رشتہ آپ سے قائم رکھوں گا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ آپ حضور ضیاء الامت کے یہاں (انگلینڈ میں) نائب ہیں اور تمام لوگوں اور حاضرین کو ارشاد فرمایا کہ پیرزادہ امداد حسین صاحب سے مکمل طور پر تعاون فرمائیں۔

آخر میں آپ نے تمام مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا اور یوں یہ آٹھ گھنٹے تک جاری رہنے والی کانفرنس خطابات کے آخری مرحلے تک پہنچی۔ اس کے بعد دعائے خیر ہوئی جو صاحبزادہ حبیب الرحمان صاحب محبوبی نے کی اور یوں یہ عظیم الشان کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

Marfat.com

تذکرہ ضیاء الامت

(صوبہ بلوچستان میں)

رپورٹ: حافظ طاہر چشتی

نباضِ عصر، ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ملت اسلامیہ کے لئے بے شمار خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے پوری زندگی دین اسلام کے مطابق گزاری اور لمحہ لمحہ اطاعت الٰہی اور اتباع رسول ﷺ میں بسر کیا۔ تحریر، تقریر، تدریس اور تبلیغ ہر شعبے میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ بحیثیت جج ملکی قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے جو کوششیں آپ نے کیں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ضیائے حرم کے مدیر کی حیثیت سے بے باک اداریے لکھ کر عوام کو ملک کی صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے میں اپنا کردار بخوبی نبھایا۔

ضیاء القرآن، ضیاء النبی ﷺ اور سنتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھ کر اسلامی ادب میں نمایاں اضافہ کیا۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے نام سے علم وحکمت کی عظیم درسگاہ قائم کر کے ملت کے نوجوانوں پر احسان عظیم فرمایا، جس کی چالیس سے زائد شاخیں اندرون وبیرون ملک مصروف کار ہیں۔ آپ 80 سال کی عمر میں 1998ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے دنیا کے کونے کونے میں آپ کے نام سے کانفرنسز، سیمینار اور جلسے منعقد ہوتے رہے۔ دیگر علاقوں کی طرح بلوچستان کے مختلف شہروں میں بھی آپ کی یاد میں مختلف تقاریب ہوتی رہی ہیں۔ ان کا اجمالی تذکرہ یوں ہے:

10 مئی 1998ء کو جماعت جند اللہ بلوچستان کے زیر اہتمام سبی کی مرکزی جامع مسجد میں ''پیر کرم شاہ کانفرنس'' منعقد کی گئی۔ اس کی صدارت الحاج عبد الروف نے کی۔ کانفرنس سے مولانا محمد حسن سیلاچی، صاحبزادہ صوفی سلیمان نقشبندی اور حافظ محمد اقبال القادری نے خطاب کیا۔

10 جون 1998ء کو انجمن طلباء اسلام کے زیر اہتمام جامع مسجد حنفیہ ریلوے کالونی سبی میں ''پیر کرم شاہ کانفرنس'' منعقد ہوئی۔ اس کی صدارت مولانا نبی بخش نقشبندی نے کی۔ حاجی حاکم علی چشتی، صوفی سلیمان نقشبندی، انجمن طلباء اسلام کے صوبائی ناظم غلام رسول سومرو نے خطاب کیا اور حضرت پیر صاحب کے کارناموں پر روشنی ڈالی۔

Marfat.com

10 اگست 1998ء کو جماعت جنداللہ بلوچستان کے زیر اہتمام جامع مسجد ڈی۔ ایس آفس کوئٹہ میں صوبائی سطح پر ''پیر کرم شاہ کانفرنس'' منعقد کی گئی۔ جماعت اہلسنت بلوچستان کے صوبائی امیر صاحبزادہ خالد سلطان القادری نے کانفرنس کی صدارت کی۔ علامہ مفتی غلام محمد قادری پرنسپل جامعہ غوثیہ رضویہ انوار باہو کوئٹہ، علامہ محمد قاسم ساسولی خطیب نورانی مسجد کوئٹہ، علامہ صاحبزادہ افتخار احمد حبیبی، ملک محمد اکبر اعوان، ڈاکٹر غلام عباس قادری، ڈاکٹر آصف محمود قادری اور انجمن طلباء اسلام کے صوبائی رہنما ملک نعیم جاوید نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت پیر صاحب کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

4 مارچ 1999ء کو اوستہ محمد میں جماعت اہلسنت اور جماعت جنداللہ بلوچستان کے تعاون سے ''پیر محمد کرم شاہ سیمینار'' ہوا۔ جس میں صاحبزادہ خالد سلطان القادری کے علاوہ خطیب العصر حافظ خان محمد قادری پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ لاہور نے بھی خطاب کیا اور حضرت پیر صاحب کی خدمات کو اجاگر کیا۔

7 مارچ 1999ء کو سبی میں ''پیر کرم شاہ کانفرنس'' زیر اہتمام جماعت جنداللہ بلوچستان منعقد ہوئی جس کی صدارت جگر گوشہ ضیاء الامت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی نے کی۔ اس موقع پر حافظ خان محمد قادری، مولانا فتح محمد باروزئی، مولانا رحمدل حلیمی اور قاری کمال الدین نے خطاب کرتے ہوئے حضرت پیر صاحب کی حیات وخدمات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور ان کو خراج عقیدت پیش کیا۔

مچھ ضلع بولان میں 8 مارچ 1999ء کو انجمن ضیاء الاسلام کے زیر اہتمام ''ضیاء الامت سیمینار'' ہوا جس کی صدارت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ مدظلہ العالی پرنسپل مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف نے کی۔ مولانا محمد عمر کیف، علامہ خان محمد قادری اور ملک نعیم جاوید نے خطاب کرتے ہوئے حضرت پیر صاحب کی دینی، ملی اور سماجی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا۔

2 مئی کو انجمن طلباء اسلام نے حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ملک بھر میں ''یوم ضیاء الامت'' منانے کا اہتمام کیا۔ ضلع سبی میں بھی جامع مسجد گنبد میں تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت پروفیسر محمد حسین سومرو صوبائی امیر جماعت جنداللہ بلوچستان نے کی۔

13 ستمبر 1999ء کو کوئٹہ میں جماعت جنداللہ بلوچستان اور انجمن خدام المسلمین کے زیر اہتمام

Marfat.com

''پیر کرم شاہ کانفرنس'' منعقد کی گئی۔ اس کی صدارت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ مدظلہ العالی سجادہ نشین بھیرہ شریف نے کی۔ جبکہ مہمان خصوصی حضرت علامہ غلام محمد سیالوی تھے۔ مقررین نے خطاب کرتے ہوئے حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ؒ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور آپ کی اصلاح امت کی کوششوں کو سراہا۔

اس سال بھی کوئٹہ میں 31 جولائی کو ادارہ ثقافت بلوچستان اور جماعت اہلسنت کے تعاون سے ''پیر کرم شاہ کانفرنس'' منعقد ہوئی جس کی صدارت صوبائی امیر جماعت اہلسنت صاحبزادہ خالد سلطان القادری نے کی جبکہ مہمانانِ خصوصی میں ملک کے ممتاز دانشور اور مذہبی شخصیات پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی اور جناب جسٹس چوہدری اعجاز یوسف جج وفاقی شرعی عدالت تھے۔

کانفرنس کی دو نشستیں ہوئیں۔ پہلی نشست بعنوان محفل نعت بعد نماز عصر منعقد ہوئی۔ اس نشست کا آغاز حسب معمول تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مولانا نور محمد القادری نے یہ سعادت حاصل کی۔ مولانا عبدالکریم بزنجو نے قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پرسوز انداز میں پیش کیے۔ جبکہ بارگاہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مدحت سرائی کا شرف حاصل کرنے والے ثناخوانوں میں احسن علی صابر، راجہ غلام حسین، ارشد اقبال ملک، محمد نیاز القادری، شہریار احمد، حافظ عارف نورانی اور سید حسین علی شاہ دویاسی تھے۔ اس کے بعد مغرب کی نماز کا وقفہ ہوا۔ بعد نماز مغرب کانفرنس کی دوسری نشست کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے لئے حافظ محمد عارف نورانی کو دعوت دی گئی۔ ملک کے ممتاز نعت خوان عبدالمجید سندھو کو بارگاہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ ارشد اقبال ملک نے طارق سلطان پوری کی لکھی ہوئی منقبت حضرت پیر صاحب کی خدمت میں پیش کی:

حکمت کی ضیاء علم کی تنویر کرم شاہ ۔۔۔ تابانی قندیل حرم کرم شاہ

ایک نابغۂ عصر رواں، شارحِ قرآن ۔۔۔ ایک صاحب دل صاحب تفسیر کرم شاہ

سلسلہ خطاب میں سب سے پہلے مولانا محمد عباس قادری مہتمم جامعہ قادریہ ٹرسٹ نے حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری ؒ کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت پیر صاحب نے دین اسلام کے لئے ہر میدان میں بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے ضیاء القرآن اور ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھ کر امت پر احسان فرمایا ہے۔ علامہ سید عبدالحبیب شاہ صوبائی امیر تحریک منہاج القرآن نے خطاب کرتے ہوئے کانفرنس کے شرکاء کو حضرت پیر صاحب کے علم کے بارے میں آگاہی دی اور کہا کہ حضرت پیر صاحب جامع الحیثیات، جامع الجہات، جامع الصفات اور جامع الکمالات شخصیت تھے۔ آپ کے من کی دنیا صاف وشفاف تھی۔ آپ کے ترجمہ قرآن سے شان الوہیت کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

شان رسالت ﷺ بھی احسن انداز میں واضح ہوتی ہے۔صاحبزادہ صوفی سلیمان نقشبندی نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت پیر صاحب کی سب سے بڑی خوبی آپ کا عشق رسول ﷺ ہے۔اس عشق کے سہارے آپ نے تفسیر ضیاء القرآن لکھی۔

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے دوران 77ء میں جب آپ کو پابند سلاسل کیا گیا۔تو جیل میں بھی آپ نے تفسیر کا کام جاری رکھا۔ممتاز عالم دین استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی حبیب احمد نقشبندی پرنسپل جامعہ نوریہ ٹرسٹ نے بحیثیت سیاستدان حضرت پیر صاحب کی خدمات کو اجاگر کیا اور اپنی یادگار ملاقاتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ قبلہ پیر صاحب علم وعمل کے ساتھ ساتھ عجز وانکساری کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔آپ کی سادگی قابل دید تھی۔مگر جب بولتے تھے تو علم وحکمت کے موتی بکھیرتے۔ممتاز قانون دان میر صلاح الدین مینگل ایڈووکیٹ، سابق پرنسپل یونیورسٹی لاء کالج کوئٹہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت پیر صاحب بلند پایہ عالم دین، ماہر قانون دان اور امت مسلمہ کے بڑے محسن تھے۔شریعت کورٹ میں آپ کے تحریر کردہ فیصلے مینارۂ نور ہیں جن سے آج بھی وکلاء اور جج روشنی لیتے ہیں۔

آپ نے اپنے تعلیمی اداروں میں قدیم وجدید علوم کو یکجا کر کے مثبت قدم اٹھایا۔حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے شاگرد خطیب العصر حافظ خان محمد قادری نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علم وعمل کے کوہ گراں اور ملت اسلامیہ کے محسن تھے۔آپ نے دین اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی دی۔تمام عمر تدریس، تقریر اور تبلیغ میں بسر کی۔تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے دوران جب جیل گئے تو وہاں بھی تبلیغ کا کام جاری رکھا۔آپ ساری زندگی قال اللہ اور قال الرسول کا درس دیتے رہے۔علامہ خان محمد قادری نے آپ کے ترجمہ قرآن کے بارے میں کہا کہ یہ ترجمہ تراجم کے اصول کے مطابق اور دور حاضر میں سب سے بلند پایہ ہے۔

عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر لکھا جانے والا ترجمہ جہاں اسلام کی حقانیت اور شان خداوندی کا اظہار کرتا ہے وہاں کمالات وشان مصطفیٰ ﷺ کا بھی مظہر ہے۔الغرض حضرت پیر صاحب نے زندگی ایسے گزاری جس طرح گزارنے کا حق تھا۔مہمان خصوصی جسٹس چوہدری اعجاز یوسف جج وفاقی شرعی عدالت نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری عہد حاضر کے سب سے بڑے عالم دین اور عاشق رسول ﷺ تھے۔حضرت پیر صاحب سچے عاشق رسول ﷺ، عالم باعمل، ذہین اور قابل جج تھے۔

بحیثیت جسٹس آپ نے ملکی قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے جو کوششیں کیں، سنہری

Marfat.com

حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ان کے علم وعمل میں یکسانیت ان کے کردار کی نمایاں خوبی تھی۔مہمان خصوصی پروفیسر ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پیر صاحب علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق ہیں ۔

سبق پھر پڑھ، صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

حضرت پیر صاحب میں صداقت، عدالت اور شجاعت تینوں خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔آپ ایک حقیقی صوفی تھے اور صوفیاء کی تعلیمات کو عام کرنا آپ کا مشن تھا۔آپ نے اسلامی ادب میں گرانقدر اضافہ کیا۔آخر میں انہوں نے حضرت پیر صاحب کی حیات وخدمات پر ایک جامع کتاب ترتیب دینے کی ضرورت پہ زور دیا۔صدارتی خطاب کرتے ہوئے امیر جماعت اہلسنت بلوچستان صاحبزادہ خالد سلطان القادری نے حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ ان کو جو مرتبہ ملا ہے، عشق رسول ﷺ کے صدقے سے ملا ہے۔آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔بحیثیت جسٹس، بحیثیت مدرس، بحیثیت مفسر وسیرت نگار آپ نے جو بھی کام کیا اپنی مثال آپ اور دنیا کے لئے مشعل راہ ہے۔

صاحبزادہ صاحب نے پیر صاحب کی سماجی خدمات کے حوالے سے کہا کہ آپ کے تربیت یافتہ افراد نے مسلم ہینڈز اور مسلم چیریٹی کے نام سے فلاحی تنظیمیں قائم کیں جو دنیا کے 36 ممالک میں دکھی انسانیت کی بلاتفریق رنگ ونسل خدمت کر رہی ہیں۔آپ نے جماعت اہل سنت کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔آپ نے ان تھک محنت سے اپنے مدرسے کو یونیورسٹی کے درجے تک پہنچا دیا جس کی درجنوں شاخیں اندرون اور بیرون ملک علم کے فروغ میں مصروف عمل ہیں۔آپ انتہائی مخلص اور منکسر المزاج شخصیت تھے۔جماعت جنداللہ بلوچستان کے جنرل سیکرٹری حاجی حاکم علی چشتی نے حضرت پیر صاحب کی خدمات کو سراہا اور آپ کی ملت اسلامیہ کے لئے خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور کانفرنس کے شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔کانفرنس کے آرگنائزر اور صوبائی امیر جماعت جنداللہ پروفیسر مہر حسین سومرو نے مہمان خصوصی جسٹس چوہدری اعجاز یوسف کو حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی تفسیر ضیاء القرآن کا سیٹ پیش کیا۔

حضرت پیر سید حبیب سلطان شاہ آستانہ عالیہ یوسفیہ ہذہ کی دعا سے کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔
کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے اہل سنت یوتھ ونگ، انجمن طلباء اسلام، انجمن نوجوانان اسلام، المصطفیٰ ﷺ ویلفیئر سوسائٹی نے بھرپور تعاون کیا اور بلوچستان کے تمام اخبارات نے بروقت

Marfat.com

مضامین اور خبریں شائع کر کے کانفرنس کے پیغام کو عوام تک پہنچایا۔ کانفرنس میں صوبہ بھر کے مقتدر علماء کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔ جن میں حضرت پیر سلطان حامد نواز القادری، سید محمد قاسم شاہ دویاسی، میاں محمد انور سجادہ نشین کشبار شریف، سید شاہ محمد شاہ، سید محمد حیات شاہ، سید حسین علی شاہ، صاحبزادہ فقیر اللہ خان نقشبندی، حضرت علامہ مفتی غلام محمد قادری، صاحبزادہ حافظ افتخار احمد حبیبی، مولانا مختار احمد حبیبی، مولانا فتح محمد باروزئی، مولانا عبدالکریم بزنجو نال خضدار، ڈاکٹر غلام عباس قادری، مسلم ہینڈز کے محمد حنیف حجازی، اہل سنت یوتھ ونگ کے صالح بلوچ، میر عبدالقدوس ساسولی، حافظ فضل احمد، حافظ مظہر بھٹی، صاحبزادہ سعد اللہ جان باروزئی شامل ہیں۔

Marfat.com

خراجِ عقیدت

(ضیاء الامت علیہ الرحمہ کے وصال پر سپریم کورٹ کی طرف سے فل کورٹ ریفرنس میں جسٹس سعید الزمان صدیقی کا خطاب)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترم امین الحسنات صاحب، میرے رفقاء کار محترم جج صاحبان وفاقی شرعی عدالت
محترم وزراء صاحبان معزز سامعین ومہمانان گرامی!

اسلام علیکم!

آج ہم سب یہاں پیر محمد کرم شاہ صاحب کی شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آج سے تقریباً 20 دن پہلے جناب پیر محمد کرم شاہ صاحب اس دیار فانی سے کوچ کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

پیر محمد کرم شاہ صاحب کی وفات پر ہر مکتب فکر اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کی سرکردہ ہستیوں نے جس طرح مرحوم کی دینی، ملی، تعلیمی اور سماجی خدمات کو اپنے تعزیتی پیغامات میں سراہا ہے، اس سے حضرت شاہ صاحب کی شخصیت کے کئی پہلو اجاگر ہو کر سامنے آئے۔

آج کی اس تعزیتی تقریب میں فاضل مقررین نے جس طرح پیر محمد کرم شاہ صاحب کی خدمات اور صفات کا تذکرہ کیا وہ اگرچہ درویش حق آگاہ کی شخصیت اور خدمات کا پوری طرح احاطہ تو نہیں کرتے مگر یہ بات ضرور ثابت کرتے ہیں کہ پیر محمد کرم شاہ صاحب کا حلقہ اثر کسی خاص دینی مسلک تک محدود نہ تھا۔

بلاشبہ پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ اتحاد بین المسلمین کے داعی ایک جید عالم دین اور دنیائے اسلام کا قابل قدر اثاثہ تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا مشن تبلیغ واشاعت دین اور عشق رسول ﷺ کو بنایا جو کسی بھی مسلمان کے لئے ایک باعث فخر سرمایہ ہے۔ پیر محمد کرم شاہ صاحب کے لئے پہلے بھی بہت کچھ کہا گیا اور آج بھی آپ نے بہت کچھ سنا۔ میری رائے میں پیر محمد کرم شاہ صاحب کی یاد کو تازہ رکھنے کا بہترین طریقہ ان کے شروع کردہ دینی، علمی اور سماجی کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب سے ذاتی طور پر میں مئی 1992ء سے واقف ہوا، جب میری تقرری

Marfat.com

بحیثیت جج سپریم کورٹ عمل میں آئی۔اس وقت پیر صاحب ''شریعت اپیلیٹ بینچ کے جج کی حیثیت سے سپریم کورٹ میں تعینات تھے۔پیر کرم شاہ صاحب کی پروقار شخصیت، ان کی طبیعت میں عجز وانکساری اور اپنے ساتھیوں سے محبت، شفقت اور رواداری کے سلوک نے مجھے بہت متاثر کیا۔

پیر کرم شاہ صاحب فیڈرل شریعت کورٹ کے قیام کے فوراً بعد اس مقتدر ادارہ سے منسلک ہوئے اور بعد میں شریعت اپیلیٹ بینچ کے جج کی حیثیت سے سپریم کورٹ منتقل ہو گئے اور اپنی وفات تک ملک کی اس اعلیٰ ترین عدالت میں بحیثیت جج کام کرتے رہے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے بحیثیت جج فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ اپیلیٹ بینچ بے شمار مقدمات میں اپنی ماہرانہ رائے کا اظہار کیا جو اب ہماری عدالتی تاریخ کا حصہ بن چکی ہے اور آئندہ آنے والوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔یہاں ان تمام مقدمات کا جن میں پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اپنی ماہرانہ رائے کا قرآن وسنت کی روشنی میں اظہار فرمایا تھا۔تذکرہ کرنا تو ممکن نہیں مگر ان چند خاص موضوعات کا ذکر مناسب ہوگا۔جن پر مرحوم پیر صاحب نے اسلامی نقطہ نظر سے بڑی سیر حاصل بحث کے بعد بڑے مدبرانہ فیصلے صادر کیے۔ان میں قانون شفعہ، لعان، رجم، شناختی کارڈ پر تصویر لگانا، سرکاری ملازمین کے مسائل، قانون میعاد کی اسلامی حیثیت، پرائز بانڈ اور لاٹری کا موازنہ یہ وہ چند قانونی پیچیدہ مسائل تھے جن پر پیر محمد کرم شاہ صاحب کے فیصلے ان کی عالمانہ بصیرت اور اسلامی احکامات پر گہری تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔یہ تمام فیصلے قانون کی کتابوں میں آئندہ آنے والوں کی رہنمائی کے لیے محفوظ ہیں۔

آخر میں اپنی طرف سے اور اپنے رفقاء کار کی طرف سے پیر محمد کرم شاہ صاحب کی وفات پر گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین۔

میں جناب پیر محمد کرم شاہ صاحب کے صاحبزادے محمد امین الحسنات شاہ صاحب سے خاص طور پر ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے والد محترم کے مشن کو آگے بڑھانے میں بھرپور کردار ادا کریں گے۔اللہ تعالیٰ ان کا حامی وناصر ہو۔آمین

Marfat.com

مشرق ومغرب میں سب ان کا غم بکھر گیا

رپورٹ: ڈاکٹر ظفر اقبال نوری واشنگٹن امریکہ

چاند آسمان پر چمکتا ہے مگر اس کی ٹھنڈی میٹھی چمکیلی چاندنی ہر سو برستی ہے۔ ہر چھت پر اترتی اور ہر آنگن سے گزرتی ہے۔ ہر چھت اور ہر آنگن والا یہی سمجھتا ہے کہ اس چاند کی روپہلی کرنیں اسی کے لئے ہیں۔ اس چاند کی ساری چاہتیں اسی کے قلب وجان کا اجالا ہیں اور جب چاند ڈوب جاتا ہے تو ہر چھت اور آنگن اندھیرے میں ڈوب جاتا ہے۔ گذشتہ دنوں آسمان روحانیت کا ایسا ماہتاب غروب ہوا جو پون صدی تک چودھویں کا چاند بن کر جگمگاتا رہا۔ جس کی دلنواز کرنیں مشرق ومغرب کے مشتاقان جمال کی روحوں کو سیراب کرتی رہیں اور اب جب اس نے پردہ فرمایا تو مشرق ومغرب پر حزن وملال کے اندھیرے کراں تا کراں پھیل گئے۔ چشم وگوش وزبان اور قلب وجان پر سکتے کی کیفیت طاری ہوئی۔ سکتے کی حالت ختم ہوئی تو جان کی گہرائیوں سے درد کی لہریں اٹھیں اور آنکھیں آنسوؤں کی زبان میں قصہ غم بیان کرنے لگیں۔ افق کے اس پار اترنے والے اس ماہ تاباں کا نام حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ تھا، جن کے کرم کا بادل بہ توفیقِ ایزدی یوں کھل کر برستا تھا کہ ہر چھت والا اور ہر آنگن والا انہیں اپنا سمجھتا تھا۔ مشرق ومغرب کے مکین انہیں یکساں طور پر اپنے دل وجان سے قریب پاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے وصال پر صرف بھیرہ شریف میں ہی نہیں پاکستان کے شہر شہر اور قریہ قریہ میں نہ صرف پاکستان بلکہ مشرق وسطیٰ، حجاز مقدس، حرمین شریفین، افریقہ ویورپ اور بلاد امریکہ تک ہر جگہ ان کی یاد میں محافل منعقد کی گئیں۔ ان کے حضور عقیدت ومحبت کے نذرانے پیش کیے گئے اور ان کے وسیلے سے رحمت ایزدی کے لئے دعائیں کی گئیں۔ اس طرح کی ایک کیف وسرور اور درد وسوز میں ڈوبی ہوئی محفل اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ کے زیر اہتمام امریکی دارالحکومت واشنگٹن کے قریب الیگزینڈریا کے ہاورڈ جانسن ہوٹل میں منعقد ہوئی۔ جماعت جند اللہ امریکہ کے صدر صوفی باصفا، پیکر عشق ووفا جناب محمد اعجاز صاحب، امریکہ میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز شیخ طریقت ڈاکٹر مولانا محمد غفران صدیقی، معروف مذہبی سکالر اور فاؤنڈیشن کے سرگرم راہنما علامہ محمد عثمان خان نوری، فاؤنڈیشن کے صدر حافظ حبیب اللہ، سیکرٹری جنرل میاں سعید احمد، مولانا حافظ محمد سعید احمد نقشبندی، مولانا قاری محمد فضل رسول چشتی، معروف نعت خان محمد اصغر چشتی، حافظ عبدالرحمٰن رضا، صاحبزادہ حافظ محمد عثمان، جناب شیخ ریاض احمد، شیخ محمد عرفان،

Marfat.com

فریدخان شیروانی، مزمل حسین، میاں ماجد الاسلام، حافظ محمد یونس، محمد انیس اور طارق لودھی نے شرکت کی۔ قاری محمد عثمان صدیقی کی تلاوت کے بعد محمد اصغر چشتی اور قاری محمد فضل رسول چشتی نے حضور ضیاء الامت کی پسندیدہ نعتیں سنا کر ایک سماں باندھ دیا۔ مولانا ڈاکٹر محمد غفران صدیقی نے حضور پیر صاحب کو امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا بریلوی، خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور خود سرکار دو عالم ﷺ کا نائب قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ قافلہ سالاران طریقت دراصل ہادیٔ انسانیت مرشد کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کے نائب ہوتے ہیں۔ ان کی زندگیاں ہمیشہ سنت رسول ﷺ کی گھنی چھاؤں تلے گزرتی ہیں۔ حضور ضیائے ملت، ضیائے دین پیر محمد کرم شاہ نے بھی تلاوت کتاب، تزکیہ نفوس اور تعلیم کتاب وحکمت کے مصطفوی ﷺ نصاب تربیت کے مطابق اپنے شاگردوں، مریدوں اور تمام ملنے جلنے والوں کی روحانی تربیت فرمائی۔ ان کی لکھی ہوئی تفسیر ضیاء القرآن اور سیرت ضیاء النبی ﷺ عشق رسول ﷺ کا مہکتا گلستان ہے۔ علامہ محمد عثمان خان نوری نے کہا کہ حضور پیر صاحب کی روشن زندگی معلمین، مفکرین، مدرسین، قائدین، کارکناں اور مریدین کے لئے مشعل راہ ہے۔ انہیں اس کے مطالعہ سے جرأت، عزم، ہمت، استقامت، لگن، یقین، اعتماد، توکل، اور عشق رسول ﷺ کی متاع بے بہا حاصل کرنا چاہیے۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں کے قائدین اور کارکناں حضور پیر صاحب کی علمی اور روحانی خدمات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے دینی مشن کے لئے سپرٹ اور تحریکی جذبہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جماعت جنداللہ کے صدر جناب محمد اعجاز نے حضور پیر صاحب کی یاد میں لکھی ہوئی منقبت پیش کی تو پورا حال سسکیوں اور آنسوؤں سے مہک گیا۔ اعجاز صاحب کے آنسو زبان بن گئے اور لفظوں میں آنسوؤں کی حرارت اور نمی اتر آئی تھی۔ اہل مجلس ان کی گفتگو سے حضور پیر صاحب کی خوشبو محسوس کر رہے تھے۔ ان کی طویل نظم کے چند دلگداز اشعار ملاحظہ فرمائیں:

نعتیں سرکار کی اب بھی کہی جائیں گی بہت
بھیگی پلکوں سے انہیں کون سنے گا جاناں
آپ سے خوب برستا تھا کرم کا بادل
ایسا بادل اب کوئی نہ اٹھے گا جاناں
ہر کڑی دھوپ میں تھا تیرے کرم کا سایہ
کیسے اب دھوپ میں سب وقت کٹے گا جاناں
آپ سن لیتے تھے بن بولے بھی باتیں دل کی
اب کہیں گے بھی کچھ تو کون سنے گا جاناں

Marfat.com

نقابت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے مولانا محمد سعید احمد نقشبندی نے کہا کہ ہم حضور ضیاء الامت کی بارگاہ میں خراج عقیدت و تحسین نہیں بلکہ ان کے ذکر خیر سے اپنی اس محفل کو بابرکت کررہے ہیں اور ان کے وسیلہ سے اللہ کی رحمت کے خواہاں ہیں۔ آخر میں راقم الحروف نے اپنی ذات حقیر اور انجمن طلبا اسلام پر حضور ضیاء الامت کی گرم گستریوں، عطاپاشیوں اور بندہ نوازیوں کا عاجزانہ ذکر کیا۔ درود و سلام کے ساتھ یہ پاک محفل اختتام پذیر ہوئی۔ اس کے آغاز میں تقریباً دو گھنٹے قرآن خوانی، کلمہ طیبہ اور درود پاک پڑھا گیا۔ اس محفل کی روحانی برکتیں اور سوز و ساز شرکاء محفل کئی دنوں تک محسوس کرتے رہے۔

Marfat.com

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

رپورٹ: افتخار محمود ناروے

مفسر قرآن، رازیٔ زماں، ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ کا چہلم 25 مئی 1998ء بعد از نماز ظہر غوثیہ مسلم سوسائٹی ناروے میں نہایت عقیدت واحترام سے منایا گیا۔ چہلم کی تقریب کا آغاز حافظ محمد اسلم کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ اس چہلم کی تقریب میں مہمان خصوصی علامہ پیرزادہ امداد حسین صاحب پرنسپل جامعہ الکرم خصوصی طور پر انگلینڈ سے اس تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ میزبانی کے فرائض حضرت مفتی محمد زبیر تبسم خطیب غوثیہ مسلم سوسائٹی ناروے نے انجام دیئے۔ مفتی صاحب نے اپنے مرشد ضیاء الامت کی شان دار خدمات کا ذکر کر کے ہر آنکھ کو اشکبار کر دیا اور نظامت کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔

احسن اختر، چوہدری محمد اشرف، علامہ نجیب الرحمان ناز نے بارگاہ رسالت میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔

جن علماء کرام نے اس تقریب میں حصہ لیا، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت علامہ نعمت علی بخاری، قاری احسن گولڑوی، قاری محمد اشرف سیالوی، مولانا نجیب الرحمان ناز، پروفیسر حافظ عطاء المصطفیٰ، علامہ قمر الزمان اعظمی، مولانا نذیر اختر قادری، حافظ اصغر، قاری محمد اسلم، حافظ طارق، علامہ اکرام جیلانی، علامہ محمد اکرام شاہ جیلانی نے چہلم سے خطاب فرمایا کہ حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ بزم علم وادب نبوی ﷺ کی ضیاء تھے۔

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے جد امجد حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی کی طرح شریعت وطریقت کی ضیاء اور علم وادب کا روشن چراغ تھے۔ آپ کی ساری زندگی حصول علم اور فروغ علم کا حوالہ بن چکی ہے۔ آپ کا علم اتنا مستند کہ خود ایک حوالہ قرار پایا۔ آپ کا طرز نگارش جدید ادب کا انوکھا باب اور مثالی قرار دیا گیا۔ آپ کا طرز تدریس مدرسین کے لئے نمونہ اور طلباء کے لئے باعث رشک مشہور ہو گیا ہے۔

اسلام کی عالمگیر دعوت وتبلیغ کے لئے دنیا کے کثیر ممالک میں نہ صرف سفر کئے بلکہ اپنے تیار کردہ مبلغین وفاضلین کو دور دراز علاقوں میں خدمت دین کے لئے مقرر فرمایا۔ جامعۃ الازہر سے سند کیا لی کہ خود ایک سند بن گئے۔ آپ کے قلم سے نکلا ہوا ہر لفظ علم وادب کا سرمایہ اور قرآن وسنت کی ضیاء

Marfat.com

ہے۔آپ کا مقام جاننا ہو تو ضیاء القرآن پڑھ لیں۔اس کی کیفیت ولذت محسوس کرنی ہو تو ضیاء النبی ﷺ میں غور کر لیں۔بلا شک وشبہ جن علماء دین محمدی کی قلم کی روشنائی شہیدوں کے خون سے تولی جائے گی آپ کا شمار انہی میں ہوتا ہے۔ضیاء القرآن فروغ علم وفکر کی اس تحریک کا نام ہے جو مسجد سے لے کر وفاقی شرعی عدالت اور بھیرہ شریف سے لے کر دنیا تک پھیل گئی۔

علامہ نعمت علی شاہ خطیب جماعت اہلسنت اوسلوناروے نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور پیر محمد کرم شاہ صاحب علم کا مینار تھے۔انہوں نے اپنی پرسوز اور مترنم آواز کے ساتھ ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کیا۔

حضرت علامہ قمر الزمان اعظمی نے نہایت خوبصورت اور رواں اردو میں سردلبراں،ضیاء القرآن اور سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نہایت پرجوش اور جچے تلے انداز میں تذکرہ وتبصرہ کیا۔اعظمی صاحب نے اپنے محسن کو یاد کیا اور رقت آمیز طریقے سے نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

اختتامی خطاب

حضرت علامہ پیرزادہ امداد حسین نے حضرت ضیاء الامت کے اس عظیم کردار کا تذکرہ کیا جو انہوں نے جنیوا میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے ادا کیا۔آخر میں ختم شریف اور ہدیہ درود وسلام پیش کیا گیا اور اجتماعی دعا کی گئی۔

Marfat.com

نفس مطمئنہ کی حقیقتوں کا مظہر

اسکاٹ لینڈ (گلاسکو) میں حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کے لیے تعزیتی کانفرنس کے موقع پر خطاب

صاحبزادہ میجر محمد ابراہیم شاہ صاحب

الحمدللّٰه رب العالمین والصلوة والسلام علی سیّد المُرسلین خاتم النبیین المبعوث رحمة العالمین اما بعد فاعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۲﴾ (الانعام)

''آپ فرمائیے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا''۔

جناب علامہ شبیر احمد ربانی صاحب بانی و ناظم دار العلوم ضیاء القرآن گلاسکو، قابل صد احترام مشائخ عظام و علمائے کرام، معزز حاضرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

زندگی کے منطقی انجام، موت سے کسی کو انکار ہے نہ انکار کی جرأت۔ موت برحق ہے اور اس کا ذائقہ ہر ذی روح کو چکھنا ہے۔ سانسوں کی ڈور وقت مقررہ پر ٹوٹتی ہے۔ ایک ایسے معاشرے میں جسے تفرقہ بازی، فتویٰ فروشی اور خود پسندی جیسے امراض لاحق ہوں اور حضور ضیاء الامت جیسا معالج اٹھ جائے اس کی حالت کیا ہوگی۔

ضیاء الامت نے شعور کی منزل پر پہنچنے کے بعد سے وصال یار تک کے درمیانی لمحوں، دنوں، مہینوں، برسوں اور عشروں میں لوگوں میں حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کا پیغام پہنچانے کا فرض اس شان سے نبھایا کہ اپنے اور بیگانے عش عش کر اٹھے۔ وہ عالم باعمل جس کا علم اور عشق، تحریر اور تقریر خلق خدا کی رہنمائی کا باعث بنے، رخصت ہو گیا۔

وہ شخص چلا گیا جس نے عشروں تک انسانوں میں جہالت کی دولت بانٹنے والوں کے خلاف جہاد اکبر کیا۔ متلاشیان علم کو علم کی دولت سے مالا مال کیا۔ جو حق سمجھا وہی کہا اور پھر اس پر ڈٹ گیا۔ قرآن اور

Marfat.com

سیرت والضحیٰ کے درس ہائے انقلاب کا پرچم یوں بلند کیا کہ بھٹکے ہوؤں کو صراط مستقیم دکھائی۔ بکھرے ہوئے اس پرچم کے نیچے پھر سے جمع ہو کر صف بند ہوئے۔ وہ شخص نہیں رہا جس نے حلال کمایا، حلال کھایا اور کھلایا۔ اس مادیت زدہ دور میں کارخانے اور کوٹھیاں بنانے کی بجائے اپنے آقا و مولا کی امت کے لئے علم کے قلعے تعمیر کئے۔

سنو! غور سے سنو! حضور محمد مصطفےٰ ﷺ نے اس کے من کی دنیا کو منور کیا تو اس نے روشنی پر حق فائق جتانے کی بجائے اسے تاریکی و جہالت کے خاتمے کے لئے استعمال کیا۔ وہ جس کا دن اپنے آقا کی امت کے بچوں اور بچیوں کی تربیت کے لئے وقف رہا اور جس کی رات اپنے خالق کے حضور سجدوں سے مزین تھی۔ جو قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴿۱۶۲﴾ کی عملی تفسیر تھا۔ وہ جو اپنی نسبی اور روحانی اولاد کو یہ درس دے گیا کہ ریا سے بچو اور اپنے ماں باپ کی خدمت بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرو۔ کیونکہ ماں باپ انسان ہیں۔ بغیر وجہ کسی غلط فہمی کے سبب ناراض ہو سکتے ہیں۔ رب کا مخلص و وفادار بندہ، عاشق رسول ﷺ، دعوت حق کا داعی، پیکر حلم و سخا جس کی ذات اور علم کا متبادل ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتا، منصف عظیم و برتر کے حضور روانہ ہوا۔ نفس مطمئنہ کی حقیقتوں کا مظہر ہم سے جدا ہوا۔ اس معاشرے سے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ ہر طرف نفسانفسی کا دور ہے، اختلاف ہے، فساد ہے، نفرت ہے اور انا ہے اور جھوٹی انا ہے۔ اللہ درجات بلند کرے اس آزاد مرد کے جس نے دلوں کو توڑنے کی بجائے ان کو جوڑنے کے کمال ہنر کا کئی عشروں تک عملی مظاہرہ کیا۔ ذات پات اور فرقہ بندی کو برسوں قدموں تلے روندنے والا چلا گیا۔ اب اسے چراغ رخ زیبا لے کر بھی ڈھونڈیں تو نہیں ملے گا۔ بھائیو!

اشک بہہ بہہ کر میرے خاک پر جب گرنے لگے
میں نے تجھ کو تیرے دامن کو بہت یاد کیا

ابدی سفر پر روانہ ہونے والے بھلا کب لوٹ کر آتے ہیں، مگر ان کا عمل رہ جاتا ہے، کردار زندہ رہتا ہے۔ جس دعوت کے وہ داعی ہوتے ہیں قائم رہتی ہے کہ اس میں زندگی پوشیدہ ہے اور یہی زندگی ہے۔

میرے پیارو! میری بات غور سے سنو۔ جانے والا تو اپنے کریم آقا کے پاس چلا گیا مگر ہمیں بے آسرا اور بے سہارا نہیں چھوڑ گیا۔ اس نے جگہ جگہ روشنیوں کے بلند مینار تعمیر کیے۔ وہ ایسے خلفاء چھوڑ گیا جو آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سکون اور صاحب یقین ہیں۔ آپ نے ہمیں حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب جیسا سپہ سالار عطا کیا جو کہ ظاہری اور باطنی حسن کا حسین مرقعہ ہے۔ جو کہ علم و عمل کا پیکر ہے۔ تالیف قلوب کا ماہر اور جس کا ہاتھ زمانے کی نبض پر ہے۔ گویا حضور ضیاء الامت فرما رہے ہیں ۔

ہم ہیں چراغ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

Marfat.com

عرس مبارک حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ

منعقدہ جامعہ الکرم انگلینڈ

رپورٹ: نجم صفدر

مورخہ 29 مئی 2001ء کو جامع الکرم ایٹن ہال نوٹنگھم (U-K) میں ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے سلسلے میں ایک اہم ترین اجلاس انعقاد پذیر ہوا۔ اس اجلاس میں مختلف ممالک کے علماء ومشائخ نے شرکت فرمائی اور حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کوخراج عقیدت پیش کیا۔

عرس مبارک کی ایک مخصوص نشست میں جامع مسجد اقصیٰ کے امام وخطیب اور جامعہ الازہر شریف کے نمائندہ وفد نے شرکت فرمائی اور جامعہ کی طرف سے حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی علمی ودینی خدمات کے اعتراف میں جامعہ کا سب سے بڑا ایوارڈ ''الدرع الفخری'' پیش کیا۔ ساتھ ہی آپ کے لختِ جگر پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ العالی، پیرزادہ امداد حسین صاحب پرنسپل جامعہ الکرم، خلیفہ مجاز حضرت ضیاء الامت اور آپ کے رفقاء مولانا عبدالباری اور راشد مصباحی کو بھی ایوارڈ پیش کیے گئے۔

ان سطور میں متذکرہ بالا شخصیات کے عربی خطابات کا ترجمہ پیش خدمت ہے:۔

سپاس نامہ امین امانات ضیاء الامت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اَمّا بعد فاعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ (الزمر:22) صدق اللّٰہ العظیم۔

محترم ومحتشم مہمانانِ گرامی! جناب الشیخ احمد عمرو ہاشم صاحب رئیس جامعہ الازہر، پروفیسر جناب طٰہٰ حسین، ابوالقریش، الاستاذ طٰہٰ کمال صاحب، جناب الشیخ العلام یوسف ابوالوہاب خطیب وامام جامع مسجد اقصیٰ اور دیگر علمائے کرام، مشائخ عظام! ہم آپ کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ اس تقریب سعید میں تشریف لائے۔ جامع الکرم کی جانب سے اس عظیم الشان اجلاس کا مقصد سیدی ومرشدی حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی حیات جلیلہ کی

Marfat.com

یاد تازہ کرنا ہے۔ یہاں اس سرزمین پاک کا ذکر ہوگا جو آپ کی جائے ولادت بنی اور جہاں آپ نے تعلیم وتربیت کے ابتدائی مراحل طے کیے۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ برصغیر پاک وہند کی تاریخ کے اس اہم موڑ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جہاں مسلمانوں کی تقریباً ہزار سالہ حکومت زوال پذیر ہوئی اور فرنگی سامراج کا آغاز ہوا۔ جسنے ایک بھیانک سازش کے ذریعے ملت بیضاء کی صفوں میں انتشار وافتراق پیدا کیا۔

انہیں پرآشوب حالات میں 1918ء میں اس مردحر کی ولادت باسعادت ہوتی ہے جنہوں نے انگریزوں کی مکارانہ سازشوں کی ظلمتوں کو کافور کیا اور ضیاء الامت کے لقب سے ملقب ہوئے۔ پاکستان میں ابتدائی وثانوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ الازہر مصر کی طرف روانہ ہوئے جہاں کے شیریں چشمہ سے آپ ساڑھے تین سال تک علمی تشنگی کو دور کرتے رہے۔ اس مختصر عرصہ میں قانون الشریعہ میں الشہادۃ العالمیہ کی ڈگری تخصص فی القضاء کے طور پر حاصل کی۔

وہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے ہر میدان میں دین مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی اشاعت کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جامعہ الازہر کے اساتذہ کی تعریفی اسناد آپؒ کے تبحر علمی کی شواہد ہیں۔ آپ نے جامعہ الازہر کی علمی وراثت ہر مسلمان تک پہنچانے کے لئے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی نشاۃ ثانیہ فرمائی۔ جس کا آغاز آپ کے والد گرامی پیر محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے 1925ء میں کیا تھا۔ حضور ضیاء الامت نے علوم قدیمہؒ وجدیدہ کو یکجا کرکے دین اسلام کی بڑی خدمت کی۔ آپ نے انسانیت کی فلاح واصلاح کے لئے پانچ جلدوں پر مشتمل تفسیر ضیاء القرآن لکھی جو صحیح معنوں میں وحی الٰہی کی ترجمان ہے۔ علاوہ ازیں آقائے دو جہاں ﷺ کی سیرت طیبہ کے حوالے سے سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ضیاء النبی ﷺ تحریر کی جو تحقیق وآگہی کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ آخری دو جلدوں میں آپ نے مستشرقین کے اعتراضات پر محققانہ گرفت کی ہے۔

شرعی عدالت کے جسٹس کی حیثیت سے آپ نے مسلمانان عالم کو ایسے سنہری اصول پیش کیے جن سے راہنمائی لے کر وہ اپنے مسائل کا حل نکال سکتے ہیں۔ آپ نے مجاہدہ وریاضت کے ذریعے عرفان الٰہی کی دولت بھی حاصل کی۔ آپ نے سلسلہ چشت سے منسلک ہوکر تصوف کے اسرار ورموز سے بھی آگاہی حاصل کی اور وہ مقام ومرتبہ پایا جو سالکین راہ طریقت کے لئے مینارۂ نور ہے۔

اتنے کم وقت میں آپ کی حیات طیبہ کے تمام پہلوؤں کا تذکرہ ناممکن ہے۔ دنیا کے مختلف حکمرانوں نے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ صدر حسنی مبارک نے 1994ء میں آپ کو "نوط الامتیاز" پیش کرکے آپ کی علمی قابلیتوں کو تسلیم کیا۔ حضور ضیاء الامت نے قبل از وصال ہی اپنی امانتیں

Marfat.com

اس عبد ضعیف کو تفویض کر دی تھیں۔ میں اپنی تمام تر صلاحیتیں آپ کے مشن کے لئے وقف کرتا ہوں اور آپ کی سیرت کو اپنے لئے مشعل راہ سمجھتا ہوں۔ میں ایک بار پھر الشیخ احمد عمرو ہاشم صاحب، الشیخ طٰہٰ کمال صاحب، الشیخ یوسف عبدالوہاب اور دیگر معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے اپنے قیمتی لمحات میں سے کچھ وقت ہمیں عنایت فرمایا۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

خطاب 1: الشیخ یوسف عبدالوہاب امام وخطیب بیت المقدس

حمد وصلوٰۃ کے بعد میں بیت المقدس کے محافظوں اور فلسطینی مجاہدوں کی طرف سے حضور ضیاء الامت کی خدمات کو سلام عقیدت پیش کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ ہم پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی عظمتوں اور علمی کمال کا اندازہ ان کے خلفاء اور شاگردوں کی پیشانیوں پر چمکتے نور سے لگا سکتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ایسے ہی لوگوں سے وفا کرنے کا درس دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ پر انعام فرمایا کہ وہ مفسر قرآن اور عظیم سیرت نگار کے لحاظ سے ہم سب کے امام بن گئے۔

ایسے علماء کے قلم کی سیاہی شہیدوں کے خون سے افضل ہوتی ہے۔ نیز رب کریم نے پیر محمد کرم شاہ صاحب پر یہ بھی کرم فرمایا کہ انہیں پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب جیسا فرزند عطا فرمایا، جو آپ کے مشن کے امین ہیں اور آپ کو وہ شاہین صفت شاگرد عطا فرمائے جو دین الٰہی کے فروغ کے لئے ہمہ تن مصروف ہیں۔

صاحبزادہ امداد حسین صاحب سے میری پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب آپ مسلم چیرٹی کی طرف سے فلسطینی بھائیوں کی مدد کے لئے بیت المقدس تشریف لائے اور وہاں مسلم چیرٹی کا دفتر قائم کیا۔ اب وہاں حضور ضیاء الامت کے فیضان سے مسلم چیرٹی کے دو دفاتر قائم ہو چکے ہیں جن کی سربراہی الحاج ابور میز کر رہے ہیں۔ اب یہ تعلقات مزید بڑھتے جا رہے ہیں۔

حاضرین گرامی قدر! میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ کی تعریف کا حق ادا کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیض اور نور سے سب کو حظ وافر عطا فرمائے۔

2۔ الاستاذ الدکتور طٰہٰ مصطفیٰ ابوالقریش نائب رئیس جامعہ الازہر

بعد از حمد وصلوٰۃ ہماری یہ خوش بختی ہے کہ ہم حضور ضیاء الامت کی خوشبو سے مہکتی اور معطر فضا میں

Marfat.com

موجود ہیں۔ آپ کی ذات میں اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور واقعتاً آپ "مِن عبادک المُخلصین" کے مصداق تھے۔

ہمارے لئے یہ بات باعث صدافتخار ہے کہ آپ دنیا کے کونے کونے میں جامعہ الازہر کے نمائندہ کی حیثیت سے دین حنیف کی اشاعت میں اپنے شاگرد اور رفقاء بھیجتے رہے۔ اس لئے ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس بطل جلیل کی یاد منائیں۔

آپ نے مزید فرمایا: اتنے مختصر وقت میں ایسی عظیم ہستی کو کماحقہ خراج عقیدت پیش کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ صرف چند معروضات پیش کروں گا۔

ارشاد نبوی ہے: "العلماء ورثة الانبیاء" اس فرمان کا مصداق اتم جو میری نظروں سے گزرا ہے وہ حضرت ضیاء الامت کی ذات والاصفات ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح انبیاء کرام سے امت کی رہنمائی و ہدایت کا کام لیا اسی طرح ضیاء الامت نے تفسیر ضیاء القرآن لکھ کر انبیاء کی اس سنت کو بھی ادا کیا۔

مولائے کریم نے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ (الاحزاب) میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جن صفات کا ذکر کیا، امت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء کے ان علماء کو بھی ان صفات سے متصف کیا ہے جنہوں نے علم وعمل کو جمع کیا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور بنا کر مبعوث فرمایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کو بھی نور قرار دیا ہے اور میرے نقطہ نظر کے مطابق حضور ضیاء الامت کو ان دونوں انوار کا حظ وافر عطا فرمایا گیا ہے، جس کا اظہار آپ کے استاد الشیخ الدکتور ابوزہرہ نے یوں کیا:

"اے بیٹے! میں آپ میں سراج منیر کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔" اگر آپ حضور ضیاء الامت کے نور کا مشاہدہ کرنا چاہیں تو پاکستان میں دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کا مشاہدہ کر لیں۔ اندرون ملک اور بیرون ملک کے طول وعرض میں پھیلی دار العلوم کی برانچز کو دیکھ لیں۔ یہ محفل جہاں آپ تشریف فرما ہیں بھی حضور ضیاء الامت کے نور سے منور ہے۔ علمی مدارس کے ساتھ ساتھ آپ کی تصانیف مثلاً تفسیر ضیاء القرآن، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھی گئی ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مقالات، سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہ آپ کے علم کے نور سے فروزاں ہیں۔ حضور ضیاء الامت کی خدمات کے صلے میں ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ جامعہ الازہر میں تشریف لانے والے حضور ضیاء الامت کے شاگردوں کے لئے کوئی تعداد معین نہیں کی جائے گی۔ ہم جامعہ الکرم کے پرنسپل پیرزادہ امداد حسین کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہماری ملاقات کو آسان بنایا۔

Marfat.com

3۔ شیخ احمد عمر وہاشم الرئیس الاعظم الجامعۃ الازہر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہم یہاں ایک عظیم اسلامی دن منانے کے لئے جمع ہیں جو حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں انعقاد پذیر ہے۔ ہماری یہاں شرکت حضور ضیاء الامت کے ساتھ محبت کا تعلق بھی ہے۔ عقیدت کا تعلق بھی ہے۔ علمی وابستگی بھی ہے۔

آپ نے فرمایا: میرا یقین یہ کہتا ہے کہ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے تھے، جن کے بارے میں صادق ومصدوق نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری امت میں کچھ ایسے بھی ہوں گے جو نبی تو نہیں ہیں لیکن انبیاء ان پر فخر کریں گے۔ وہ شہید تو نہیں ہیں لیکن شہداء ان پر فخر کریں گے۔'' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کی علامات کے بارے میں استفسار کیا تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

یہ وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں اللہ کے لئے محبت کریں گے۔ قیامت کے دن ان کے چہروں سے نور کی شعاعیں پھوٹیں گی۔ وہ نور کی کرسی اور منبر پر جلوہ گر ہوں گے۔ جس دن لوگ خوفزدہ ہوں گے وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

اَلا ان اولیاء اللّٰہِ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

ہمارا پاکستان کے ساتھ کوئی نیا رشتہ نہیں بلکہ یہ رشتہ اس وقت مستحکم ہو گیا تھا جب رئیس جامعہ الازہر پاکستان گئے اور صدر ضیاء الحق نے سیڑھیوں تک آ کر ان کا استقبال کیا اور یہ تعریفی الفاظ کہے: میں نے آپ کی تعظیم وتکریم اس لئے کی ہے کہ آپ اس یونیورسٹی سے تعلق رکھتے ہیں جو مستقبل میں امت مسلمہ کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے گی۔

آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا ارادہ فرمایا تو جامعہ الازہر جیسا اسلامی قلعہ بنا دیا اور پیر محمد کرم شاہ بھی اس قلعہ کی دیوار ہیں۔ آپ ایک عام عالم نہ تھے بلکہ آپ علم کے ایسے چراغ تھے جو زمانہ طالبعلمی میں ہی فروزاں تھا۔

آپ زمانہ طالبعلمی میں ہی تصوف کی وہ منزل تلاش کر رہے تھے جس میں نہ افراط ہو اور نہ ہی تفریط۔ نہ ریا ہو اور نہ غیبت بلکہ وہ صراط مستقیم کے راہی بامراد تھے۔ آپ ان کاملین اولیاء میں سے تھے جن کے بارے میں حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے:

من عادی لی ولیًا فقد اذنتہ بالحرب۔

لہٰذا آپ ایسے ولی کامل تھے جو لوگوں کے لئے عملی نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج ہم جو عرس منا

Marfat.com

رہے ہیں یہ آپ کی محبت کا فیضان ہے اور کسی سے محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اس کے طور طریقوں کو اپنایا جائے۔ حضرت ضیاء الامت نے قرآن مجید پر عمل کر کے اور تفسیر ضیاء القرآن لکھ کر آپ کو یہ درس دیا ہے کہ کامیابی و کامرانی کا راز قرآن پاک سے لگاؤ میں مضمر ہے۔ اگر آپ بھی درس ضیاء الامت کو یاد رکھیں تو اس صحابی کی کیفیت سے سرشار ہو سکتے ہیں جو گھوڑے پر سوار ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے محو سفر ہیں کہ گھوڑا بدک جاتا ہے۔ کیونکہ آسمان کی طرف سے روشن قندیلیں زمین کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ وہ صحابی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تمہاری تلاوت سننے کے لئے آسمان سے نوری فرشتے، روشن قندیلیں لے کر زمین پر آ رہے تھے۔ اگر تم تلاوت جاری رکھتے تو دوسرے لوگ بھی انہیں اسی طرح دیکھ سکتے جس طرح تم دیکھ رہے تھے۔'' اس کانفرنس میں اس مرد درویش کی یاد تازہ کر رہے ہیں جو اتحاد ملت کا عظیم داعی تھا۔ آج پھر ہم انتشار کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ جہاں سے حضور پاک ﷺ نے آسمان کی طرف معراج شروع کی جو ہمارا قبلہ اوّل تھا، غیروں کے قبضے میں ہے۔ وہاں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ ایسے نازک مرحلے پر ہمیں تمام اختلافات کو بھلا کر دشمن سے ٹکرانا ہوگا۔ تب فتح و نصرت ہمارے نصیب میں لکھ دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم پر رحمت اور سکینہ نازل فرمائے۔

4۔ اس تقریب کے آخر میں حضور ضیاء الامت کی علمی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے انہیں جامعہ الازہر کا سب سے بڑا ایوارڈ ''الدرع الفخری'' پیش کیا گیا جس کا اعلان الدکتور الاستاذ طٰہٰ حسین مدیر العام لجامعۃ الازہر الشریف نے کیا۔ واضح رہے کہ یہ ایوارڈ کسی شخص کو اس کی اعلیٰ خدمات کے صلہ میں اس کی زندگی ہی میں دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ حضور ضیاء الامت کا امتیاز ہے کہ آپ کے وصال کے بعد یہ ایوارڈ آپ کے صاحبزادے پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو پیش کیا گیا۔

علاوہ ازیں قبلہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو امانات ضیاء الامت کی کما حقہ پاسداری کے صلے میں ''الدرع الممتاز'' کا ایوارڈ پیش کیا گیا۔ پیرزادہ امداد حسین صاحب اور محمد ارشد مصباحی صاحب کو بھی ایوارڈ پیش کیے گئے۔

پھر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین مدظلہ العالی نے پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو خلافت اور دستار عطا کی۔ الشیخ یوسف ابوالوہاب نے بھی قبلہ پیر صاحب کو تحفہ پیش کیا۔ آخر میں قبلہ پیر محمد امین الحسنات نے دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی طرف سے ڈاکٹر محمد اعظم، حاجی محمد بشیر اور حاجی عبدالرشید کو ضیاء الامت ایوارڈز پیش کیے۔

Marfat.com

باب پنجم

جانشین ضیاء الامت

حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ

دامت برکاتہم العالیہ

Marfat.com

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ کو دستار خلافت وسیادت سے مشرف دیکھ کر کہے گئے چند اشعار

اس آئینے میں عکس رُخِ یار دیکھنا

گفتار دیکھنا ذرا کردار دیکھنا
اس آئینے میں عکسِ رُخِ یار دیکھنا
آنکھوں سے پھوٹتے ہوئے آنسو گہر مثال
چہرے سے جو ہویدا ہیں انوار دیکھنا
ہے کار رہبری میں شب وروز منہمک
روشن جبین ودیدۂ بیدار دیکھنا
ریشم کی طرح نرم ہے حلقہ خلوص
طاغوت کے لئے اسے تلوار دیکھنا
اے قائد جواں یہ سفر ہے کٹھن بہت
باطل سے لمحہ لمحہ ہے پیکار دیکھنا
لیکن ضیاء امتِ دوراں ہو گر شریک
چنداں نہیں ہے راستہ دشوار دیکھنا

محمد رضاء الدین صدیقی

Marfat.com

حصولِ تعلیم کے بعد صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ کی وطن واپسی

تحریر: ایم ایس زاہد

مفسر قرآن ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ ایم۔ اے الازہر کے خلف ارشد جناب محترم صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ اُمّ القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ سے اسلامک لاء کی اعلیٰ تعلیم مکمل کر کے وطن واپس تشریف لائے تو مختلف شہروں اور قصبوں میں بڑی گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا گیا۔ کراچی، لاہور اور بھیرہ میں ان کے فقید المثال استقبال کی جھلکیاں قارئین ضیائے حرم کی خدمت میں پیش ہیں:

کراچی

حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے صاحبزادے محمد امین الحسنات شاہ اُمّ القریٰ یونیورسٹی مکۃ المکرّمہ سے قضائے شرعی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب گزشتہ ماہ کراچی پہنچے تو ان کے اعزاز میں دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی میں استقبالیہ دیا گیا۔

اس موقع پر ابوظہبی کے شیخ محمد بن جابر الجابر، شیخ راشد بن حمدان النہان، جناب خادم بن ہامل الغیث، مولانا شاہ تراب الحق ممبر قومی اسمبلی، جناب سعید سپوت والا، جناب راجہ دادر جنجوعہ اور دیگر علمائے کرام بھی موجود تھے۔ دارالعلوم کے پرنسپل سید عظمت علی شاہ ہمدانی نے پیر محمد کرم شاہ الازہری اور ان کے صاحبزادے جناب محمد امین الحسنات شاہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ابوظہبی کے شیخ محمد بن جابر الجابر نے کہا کہ یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ پاکستان میں اسلامی مدارس اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے نہایت اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ اس بات سے بھی بے حد متاثر ہوئے کہ ان دینی اداروں کے منتظمین بڑی محنت اور لگن سے ان اداروں کو چلا رہے ہیں، اور ملت اسلامیہ کے بچوں کی اسلامی خطوط پر تربیت کی جا رہی ہے۔ انہوں نے یقین دلایا کہ ایسے دینی اداروں کو ان کا ہر ممکن تعاون حاصل رہے گا۔

انہوں نے جناب صاحبزادہ امین الحسنات شاہ کو مکہ مکرمہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے وطن واپس آنے پر مبارکباد دی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں خدمات دین کی توفیقات ارزانی فرمائے۔

مہمان خصوصی صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ نے اپنی عزت افزائی پر دارالعلوم کے منتظمین کا

Marfat.com

شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ انہیں دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ میں تعلیم حاصل کرنے پر فخر ہے۔ انہوں نے دینی مدارس کے ذمہ دار علمائے کرام سے اپیل کی کہ وہ دینی مدارس کے نصاب تعلیم اور طریقہ کار کو جدید طریقہ کے مطابق ڈھالیں۔ کیونکہ نہ تو پرانا نصاب تعلیم آج کے دور کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اور نہ ہی ناقص طریقہ تعلیم اچھے طلباء کو مدارس میں دینی تعلیم کے حصول کی ترغیب دیتا ہے۔

لاہور

13 جنوری 1986ء کی صبح درخشاں آفتاب طلوع ہوتے ہی لاہور، سیالکوٹ، گجرات اور پنجاب کے دیگر شہروں اور قصبوں سے اہل محبت کے قافلے کشاں کشاں لاہور ایئرپورٹ پر پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ ایک بجے کے قریب ہم وہاں پہنچے، تو وہاں سینکڑوں افراد موجود تھے اور منتظر نگاہوں سے لاہور ایئرپورٹ کے رن وے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ آج پی۔ آئی۔ اے کی سوا ایک بجے والی فلائٹ سے مفسر قرآن ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ ایم۔ اے الازہر کے خلف ارشد محترم المقام جناب صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ (ایم اے ایل ایل بی) اُمّ القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ سے اسلامک لاء کی اعلیٰ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وطن واپس آرہے تھے۔

سوا ایک بجے کے قریب جناب صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب تشریف لائے تو عقیدت مندوں نے بڑی گرمجوشی اور محبت سے ان کا استقبال کیا۔ انہیں کاروں اور موٹر سائیکلوں کے ایک جلوس کی شکل میں لاہور ایئرپورٹ سے فلیٹیز ہوٹل کے شالیمار ہال میں لایا گیا جہاں زندہ دلان لاہور نے ان کے اعزاز میں ایک باوقار استقبالیے کا اہتمام کیا تھا۔

گورنر پنجاب مخدوم محمد سجاد حسین قریشی جو گورنر پنجاب ہونے کے ساتھ ساتھ غوث العلمین حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا اور شیخ الاسلام حضرت شاہ رکن عالم رحمتہ اللہ علیہما کی مقدس درگاہوں کے سجادہ نشین بھی ہیں، اس استقبالیہ کے مہمان خصوصی تھے۔ پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ عربی کے صدر اور نامور سکالر جناب پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے اس پرخلوص تقریب کی صدارت فرمائی۔

قاری فرید احمد نے تلاوت کلام مجید سے باقاعدہ کارروائی کا آغاز کیا اور نامور نعت خواں الحاج محمد علی ظہوری نے بارگاہ حبیب کردگار ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ ان کے بعد ممتاز نعت گو شاعر، نامور ادیب اور سیرت نگار جناب خواجہ عابد نظامی نے جگر گوشہ ضیاء الامت صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ کو اہالیان لاہور کی جانب سے استقبالیہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

محترم المقام جناب صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب! اُمّ القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ سے اسلامک لاء کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وطن تشریف لانے پر ہم اہالیان لاہور دل کی اتھاہ گہرائیوں

Marfat.com

سے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس مبارک موقع پر جبکہ آپ مبارک وطن میں تشریف لا کر اپنی عملی زندگی کا آغاز کرنے والے ہیں ہم داتا کے شہر، لاہور کے باسی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ مولا کریم رحمٰن ورحیم آپ کی قدم قدم پر رہنمائی و دستگیری فرمائے اور آپ وہ تمام کارہائے نمایاں بحسن وخوبی انجام دے سکیں، جن کی آرزوئیں آپ وطن عزیز میں اپنے ہمراہ لائے ہیں۔

صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب کے اجداد کرام کی دینی وملی اور روحانی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے خواجہ صاحب نے کہا:

مخدوم مکرم! آپ کا تعلق اس خاندان عالیشان سے ہے، جس نے گزشتہ چودہ صدیوں سے مسلسل دعوت وارشاد کا فریضہ سرانجام دیا ہے اور اس راستے میں بے مثال عزیمت کے نقوش ثبت کیے ہیں۔ ماضی بعید میں حضرت غوث العالمین شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی، حضرت شیخ صدر الدین عارف اور حضرت شیخ الاسلام شاہ رکن الدین والعالم اور ماضی قریب میں امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ اور غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی آج بھی قلوب میں عقیدت ومحبت کی خوشبوئے جانفزا مہکاتے ہیں۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نے ان کے والد مکرم ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب کی دینی وملی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ اس استقبالیہ تقریر کے آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے جناب خواجہ صاحب نے کہا:

"فیاض قدرت نے آپ کو جو اعلیٰ وارفع صلاحیتیں ارزانی فرمائی ہیں، ان کی بناء پر ہماری آپ سے بے پناہ توقعات وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں آپ کو ہماری توقعات سے بھی بڑھ کر دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔"

خواجہ صاحب کے بعد جناب اقبال محمود اعوان ایڈووکیٹ سٹیج پر آئے اور اسلامک لاء کی تعلیم مکمل کر کے وطن واپسی پر صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو بڑے والہانہ انداز میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا:

آج کا دن صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب کے لئے بالخصوص اور ملک کے نوجوانوں کے لئے بالعموم مسرت کا دن ہے۔ کیونکہ آج نوجوانوں کے نمائندہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب تکمیل تعلیم کے بعد پاک وطن کی سرزمین پر تشریف لائے ہیں۔

انہوں نے اپنے خطاب میں مشائخ عظام، علماء کرام اور دینی مدرسوں کے مہتمم حضرت سے اپیل کی کہ وہ حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے فرزندوں کو صاحبزادہ

Marfat.com

محمد امین الحسنات شاہ کی طرح دینی و دنیوی تعلیم کے ذریعے آراستہ کریں۔

جناب اقبال محمود اعوان کے بعد جگر گوشہ ضیاء الامت جناب صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے اور اس باوقار استقبالیہ تقریب کے اہتمام پر اہالیان لاہور کا شکریہ ادا کرنے کے بعد یوں گویا ہوئے:

کیا دینی مدارس کے قیام کا مقصد صرف خطیب، نکاح خواں اور مردوں کو غسل دینے کے لئے غسال پیدا کرنا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے قیام کا مقصد تو اسلام کا نام سربلند کرنے والے افراد پیدا کرنا ہے۔ اس ضمن میں دینی مدارس کے طلباء کو نہ صرف دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم سے آراستہ کرنا ہوگا بلکہ انہیں معاشرہ میں احترام وعزت کا مقام بھی مہیا کرنا ہوگا تاکہ وہ جدید دنیا کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکیں۔

صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے بڑے درد اور کرب سے کہا کہ:

> ''ہمارے معاشرہ کے افراد اپنی اولاد میں سے صرف ناکارہ بچوں کو دینی مدارس میں بھیجتے ہیں اور پھر دینی مدارس میں ان کی عزت نفس کو یوں مجروح کیا جاتا ہے کہ وہ دوپہر اور شام کے وقت لوگوں کے دروازوں پر جا کر التجا کرتے ہیں کہ ہمیں پیٹ بھرنے کے لئے کھانا میسر نہیں اور ہم بھوکے ہیں۔ پھر وہ اس گھر کی مالکہ (چودھرانی) کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں۔ وہ چاہے تو روٹی کا ٹکڑا دے دے یا یونہی دھتکار دے۔ دینی مدارس کا ماحول انتہائی اصلاح طلب ہے۔''

انہوں نے مطالبہ کیا کہ دینی مدارس کے طلباء کو عزت نفس اور معاشرے میں عزت و وقار دیا جائے۔ اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے جناب صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ: ''دینی مدارس میں جب کوئی طالبعلم انگریزی پڑھنے کی بات کرتا ہے تو وہاں کے مہتمم اسے کافروں کی زبان کہہ کر دامن چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔'' انہوں نے کہا: بزرگان محترم! اب وہ وقت گیا جب بلی کو دیکھ کر کبوتر آنکھیں بند کر لیتا تھا اور سمجھ لیتا تھا کہ وہ محفوظ ہے۔ اب بلی بھی سامنے ہے اور کبوتر بھی آنکھیں کھولے ہوئے ہے۔

پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے صدر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے اپنا صدارتی خطبہ دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ملک میں دینی علوم کو ان کا مقام دیا جائے۔ اس طرح دنیا میں ہم کھویا ہوا اپنا وہ مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جو ہمارا طرہ امتیاز رہا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ پاکستان میں مکمل دینی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ کیونکہ ہمارے طلبہ کو دینی تعلیم کے حصول کے لئے بھی

Marfat.com

یورپ ہی کا رخ کرنا پڑتا ہے۔

ڈاکٹر ظہور احمد صاحب کے صدارتی خطبہ کے بعد ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے منیجر جناب صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب نے گورنر پنجاب کو حضرت ضیاء الامت کی معرکہ آراء تفسیر ضیاء القرآن کا سیٹ پیش کیا۔ جبکہ مکتبہ تعمیر انسانیت کے مینجنگ ڈائریکٹر جناب سعید اللہ شیخ نے گورنر صاحب کو خواجہ عابد نظامی کے مجموعہ ہائے نعت اور ان کی دوسری تصانیف کا سیٹ پیش کیا۔

تقریب کے اختتام پر گورنر پنجاب مخدوم سید سجاد حسین قریشی نے صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ کی دینی و دنیوی کامیابیوں کے لئے دعا فرمائی اور تعلیم مکمل کر کے وطن پہنچنے پر انہیں مبارکباد پیش کی۔

بھیرہ شریف

چودہ جنوری صبح ہی سے دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی رونقوں میں اضافہ ہو چلا تھا۔ ضیاء الامت کے شاداب چہرے سے خوشی و مسرت کے جذبات ہویدا تھے۔ دار العلوم کے اساتذہ و طلباء کے جذبات بھی محسوس کیے جا سکتے تھے۔ صاف شفاف آئینے کی طرح در و دیوار، رنگ و روغن کے نئے پیرہن میں ملبوس، فضاؤں میں رنگین و دلربا جھنڈیاں۔ یہ سب اس لئے کہ آج ضیاءُ الامت کے شہزادہ والا تبار کی آمد تھی۔

صاحبزادہ محمد امین الحسنات آستانہ عالیہ کی روشن اُمید، دار العلوم کے درخشاں و تابندہ مستقبل کے ترجمان ہی نہیں، علاقے کے مظلوم و غریب عوام کے لئے ایک مخلص، ہمدرد و خیر خواہ بھی ہیں۔

لہٰذا اُمّ القریٰ یونیورسٹی کے 5 سالہ نصاب تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کی بھیرہ شریف واپسی علاقے بھر کے لئے اہم واقعہ تھی۔ اس لئے عوام الناس کا ایک انبوہ کثیر صبح سے ان راہگزاروں پر منتظر کھڑا تھا جہاں سے ان کے محبوب قائد کی تشریف آوری تھی۔ موٹر سائیکلوں اور کاروں کے جلوس کے علاوہ علاقہ کی روایات کے مطابق چاق و چوبند گھڑ سواروں کے دستے اور اونٹوں کے مزین قافلے ترتیب دیئے گئے۔ تمام لوگ گیارہ بجے سے بہت پہلے بھیرہ شریف کے داخلی راستے پر جمع ہو گئے جبکہ ضیاء الامت معززین شہر کی ایک جماعت کے ساتھ دار العلوم کے نئے تعمیراتی منصوبے القمر کمپلیکس میں آپ کے منتظر رہے۔

پروگرام کے مطابق جونہی صاحبزادہ صاحب کی سواری نمودار ہوئی فضا کی بے کرانیاں فلک شگاف نعروں سے گونج اُٹھیں۔ جذبات دیدنی تھے اور کیفیات کچھ اس قسم کی تھیں کہ زبان و بیان کے پیرائے انہیں اپنے دامن میں سمیٹنے سے عاری نظر آتے ہیں۔ اس طرح یہ قافلہ خراماں خراماں آہستہ آہستہ جامعہ کی طرف رواں دواں ہوا۔ راستے بھر میں شہر کے باسی والہانہ انداز میں اپنے مذہبی رہنما کا

Marfat.com

استقبال کرتے رہے۔

آخر یہ کارواں جامعہ کے دروازے تک آپہنچا۔ضیاء الامت اپنے ہاتھوں میں ہار لئے منتظر تھے۔ سعید فرزند کی نگاہ جونہی پدر بزرگوار پر پڑی، آپ فوراً سواری سے نیچے اترے اور بے اختیارانہ ضیاء الامت کی قدم بوسی کے لئے جھکے۔ پیر صاحب نے والہانہ انداز میں آپ کو سینے سے لگایا۔ آئینہ اپنے آئینہ گر اور تصویر اپنے مصور کی آغوش میں تھی۔ ضیاء الامت کی آنکھیں خوشی و مسرت سے تر تھیں۔ یہی کیفیات شاہ حسنات پر طاری تھیں۔ حاضرین نے وفور مسرت سے نعرہ ہائے تحسین بلند کیے۔ ضیاء الامت کے حضور میں ہر ایک نے مبارک سلامت کے نذرانے نچھاور کیے۔ پھر یہ تقدس مآب گروہ القمر کمپلیکس کے پنڈال میں تشریف لے آیا، جو آج کے اجتماع کے لئے خصوصی طور پر تیار کیا گیا تھا۔

ضیاء الامت اور صاحبزادہ صاحب کی تشریف آوری کے بعد دار العلوم کے اساتذہ نے باری باری صاحبزادہ صاحب کے گلے میں ہار پہنائے اور ضیاء الامت کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا۔ اس کے بعد جلسہ کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوا، نظامت کی ذمہ داریاں راقم الحروف کے سپرد تھیں۔ قاری محمد عاصم نے قرآن مقدس کے ان مقدس کلمات کی تلاوت کی جو صحرا کی خلوتوں میں سب سے پہلے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب منیر پر نازل کیے گئے۔ دلنشیں تلاوت کے بعد صوفی محمد حسین (آف پھالیہ) نے اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام پیش کیا۔ اس کے بعد راقم الحروف نے اجلاس کی غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ شاہا: آپ کی تشریف آوری پر آج ہمارے دل مسرت اور خوشی سے شگفتہ پھولوں کی طرح کھل رہے ہیں۔ انبساط و مسرت کی سرمدی کیفیات قلب و روح پر طاری ہیں۔ لیکن یہ جذبات ہمارے ہیں۔ آپ کے جذبات کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔ اس لئے کہ آپ تو ام القریٰ کی مقدس فضاؤں میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپ غلاف کعبہ کو تھام کر ضیاء الامت کے مشن کے لئے التجائیں کیا کرتے تھے۔ آپ اپنی نگاہوں کی تشنگی کا مداوا گنبد خضراء کے حسین نظاروں سے کیا کرتے تھے۔ آپ سنہری جالیوں کے سامنے ہم گناہگاروں کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے کہ

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست

اہالیان بھیرہ کی جانب سے ڈاکٹر رشید احمد نے سپاسنامہ پیش کیا۔ انہوں نے آپ کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا اور تجویز پیش کی کہ علاقہ بھر میں تبلیغ دین کے مشن کو مزید منظم کیا جائے۔ اس کے بعد دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے طلباء کی جانب سے حافظ احمد طارق نے سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے کہا:

آج سے پانچ سال قبل جب ہم ''شاہ حسنات الوداع'' کے نعروں سے آپ کو حجاز مقدس کی طرف رخصت کر رہے تھے تو آپ کے مے خانہ سے سیراب ہونے والوں کے لئے یہ مدت بڑی جان گداز

Marfat.com

اور دلدوز تھی۔ لیکن آج سب مسرور ہیں کہ ہمارا قائد، ہمارا محسن علم کے گہر ہائے نایاب سمیٹنے کے بعد ہماری قیادت کا پرچم اپنے ہاتھوں سے لے رہا ہے۔

جامعہ ہی کے طالبعلم صاحبزادہ کمال الدین معظمی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ صوفیائے کرام کے آستانوں نے ہمیشہ سے فروغ اسلام میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ خصوصاً برصغیر میں تبلیغ دین انہی قدس صفات انسانوں کی مرہون منت ہے۔ بھیرہ شریف کی یہ علمی تحریک جو اہل نظر کی آرزوؤں کا مرکز ہے، اس سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی ہے۔

کمال الدین معظمی کے بعد اس خاکسار نے اپنے خیالات کا اظہار چند اشعار کی صورت میں پیش کیا:۔

ہر قطرہ آج گوہر تاباں ہے اور بھی
ہر ذرہ مثل لعل بدخشاں ہے اور بھی

چمن کرم تو پہلے ہی شاداب تھا بہت
رعنائی و جمال فرواواں ہے اور بھی

ہر پھول رنگ وروپ کا پیکر تو تھا ضرور
ہر پھول آج رشک گلستاں ہے اور بھی

پہلے بھی ڈالیوں پہ نواسنج تھے طیور
ہر عندلیب آج غزلخواں ہے اور بھی

پہلے بھی ہولے ہولے چلا کرتی تھی صبا
پر آج بھی وہ مست خراماں ہے اور بھی

کل بھی ضوفشاں تھا یہ خورشید بے نقاب
پر مہر نیم روز درخشاں ہے اور بھی

پہلے بھی مہتاب کی کرنیں تھیں دلنواز
کچھ ان دنوں وہ جلوہ بداماں ہے اور بھی

ہر اک سے پوچھ لیتا ہوں ہولے سے اے رضا
اس انبساط وکیف کا کیا کچھ ہے ماجرا

ہر اک نے یہ کہا کہ تجھے کیا خبر نہیں
یہ صبح دلنواز وہ پہلی سحر نہیں

Marfat.com

اس میکدے میں آج جو اتنا ہجوم ہے
اک بادہ خوارِ ارض محمد ﷺ کی دھوم ہے
ہاں ہاں وہی کہ جس پہ نگاہ کرم بھی ہے
جس کے جلو میں نور وضیائے حرم بھی ہے
جو مستنیر لطف شہ والضحیٰ بھی ہے
جو خوشہ چین حکمت اُمّ القریٰ بھی ہے
وہ کہ رھین ،سید خیر البشر ﷺ بھی ہے
وہ کہ امینِ جلوۂ شمسٌ وقمرٌ بھی ہے
دل میں محبتوں کا خزینہ لئے ہوئے
آنکھوں میں ہے جمال مدینہ لئے ہوئے
صد مرحبا اے قلب پہ انوار! مرحبا
صد مرحبا اے دیدہ بیدار! مرحبا
اے پیکر حمیت وغیرت سلام ہو
اے جان نثار ختم نبوت ﷺ سلام ہو
شاہا نیا سفر ہے نئے مرحلے بھی ہیں
الجھے سے ملک وقوم کے کچھ مسئلے بھی ہیں
اب تم نقوش جہل مٹاؤ تو بات ہے
علم ویقین کی بات سناؤ تو بات ہے
عزم سفر دلوں میں جگاؤں تو بات ہے
شمعیں قدم قدم جلاؤ تو بات ہے

بعد ازیں دارالعلوم چشتیہ غوثیہ منڈی بہاؤ الدین کے مہتمم سید خضر حسین شاہ چشتی نے اردو اور پنجابی میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

اس کے بعد صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں گزارش کی گئی کہ نگاہوں نے مدت دراز کے بعد اپنی مراد کو پالیا۔اب سماعتیں بے تاب ہیں کہ آپ کی دلنشیں ودل نواز آواز سنائی دے۔

آپ کی آمد کے ساتھ ہی فضا ایک بار پھر فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن مقدس کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

Marfat.com

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(الانعام)

آپ نے فرمایا کہ میری کتاب زیست کے ہر ہر ورق پر میرے آقائے ولی نعمت، میرے پدر بزرگوار کا نام رقم ہے۔ میری متاع حیات کے مالک وہی ہیں۔ وہ اسے جہاں چاہیں صرف کریں۔ جیسے چاہیں استعمال میں لے آئیں۔

آپ نے فرمایا کہ دعا فرمائیں کہ مجھ سے جو آرزوئیں وابستہ کی گئی ہیں ان پر پورا اتر سکوں۔ اب ضیاء الامت کی تشریف آوری تھی۔ آپ نے فرمایا:

خدائے بزرگ و برتر نے مجھ پر جو احسانات کئے ہیں، اگر میں صد ہزار سال بھی اپنے اشکوں سے وضو کر کے اس کا شکر ادا کروں تو جب بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

آپ نے مزید فرمایا کہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کا مشن ایک مقدس مشن ہے اور اس قافلہ عشق و محبت کا ہر راہی مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔

آپ نے تمام احباب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے آپ کی خدمت میں مبارکباد پیش کی اور دور دراز کے مقامات سے اس تقریب میں شریک ہونے کے لئے آئے تھے۔

(رپورٹ محمد رضاء الدین صدیقی)

Marfat.com

حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ کا دورۂ مصر

رپورٹ: حافظ محمد منیر

جامعہ الازہر شریف میں زیر تعلیم بھیرہ شریف کے فارغ التحصیل علماء کی ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ مصر تشریف لائیں۔ ان کی امیدیں پوری ہوئیں اور یکم دسمبر 1998ء کو علامہ ملک محمد بوستان مدظلہ العالی کے خط کے ذریعے اطلاع ملی کہ آپ 13 دسمبر کو مصر تشریف لا رہے ہیں۔ پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ حضرت پیر صاحب مدظلہ العالی 13 دسمبر 5:30 بجے صبح جامعہ الکرم ایٹن ہال کے پرنسپل اور جماعت اہل سنت برطانیہ کے راہنما پیرزادہ محمد امداد حسین مدظلہ کے ہمراہ قاہرہ انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر پہنچے۔ تمام احباب پورے جوش وخروش اور جذبہ عقیدت سے سرشار استقبال کے لئے چشم براہ تھے۔

قاہرہ میں کچھ دیر آرام کے بعد طے ہوا کہ آج اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات پر حاضری دی جائے۔ سب سے پہلے سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کے مزار پر حاضری دی۔ وہاں پہنچ کر جو کیفیت طاری ہوئی اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ اسی جگہ حضرت مولانا محب اللہ نوری سے بھی ملاقات ہوگئی۔ ان کے ہمراہ پاکستان کی سلامتی اور استحکام کے لئے دعا کی گئی۔ بعد ازاں آپ نے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیدہ سکینہ بنت امام الشہداء علیہ السلام، سیدہ رقیہ بنت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، سیدہ عاتکہ عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدہ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارات اقدس پر حاضری دی اور اسلام کی سربلندی اور پاکستان کے استحکام کے لئے دعائیں مانگیں۔

مزارات کی حاضری سے فراغت کے بعد آپ دریائے نیل جو اہل مصر کے لئے عطیہ الٰہی ہے، کی خاموش موجوں کا نظارہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ رات 9 بجے جامعہ الکرم ایٹن ہال کے فارغ التحصیل علماء نے جو اس وقت الازہر شریف کے کلیہ اصول الدین میں زیر تعلیم ہیں، حضرت پیر صاحب کے اعزاز میں ایک ضیافت کا اہتمام کیا۔ بعد ازاں جامعہ الازہر کے مختلف شعبوں میں زیر تعلیم مرکزی دارالعلوم بھیرہ شریف کے فارغ التحصیل علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت الازہر شریف میں بھیرہ شریف سے فارغ التحصیل ہونے والے 10 علماء زیر تعلیم ہیں:

(1) عبدالباقی خطیب احمد کلیہ اصول الدین

(2) صاحبزادہ سلطان العارفین صدیقی کلیہ اصول الدین

Marfat.com

(3) حافظ محمد نصر اللہ:۔ انہوں نے پہلے اصول الدین سے شعبہ حدیث میں تخصص کیا بعدازاں جامعہ الدول العربیہ سے عربی ادب میں ایم۔اے کیا۔

(4) ملک امیر حسین:۔ انہوں نے کلیہ اصول الدین کے شعبہ حدیث میں تخصص کے بعد اب کلیۃ الشریعہ والقانون کے شعبۃ الفقہ العام میں تخصص کر رہے ہیں۔

(5) قاری منظور احمد:۔ کلیۃ الشریعہ والقانون کے شعبۃ السیاسۃ الشرعیہ میں ایم۔اے کے بعد حال ہی میں ایم فل کا مقالہ مکمل کیا۔

(6) محمد ثناء اللہ:۔ آپ نے پہلے کلیۃ الدراسات الاسلامیہ میں ایم۔اے کیا، بعدازاں آپ نے علامہ محمد اقبال کی شخصیت پر ایم فل۔ کے لئے مقالہ تحریر کیا۔ آپ پہلے پاکستانی ہیں جنہوں نے اس موضوع پر مقالہ لکھا۔ ان دنوں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ رہے ہیں۔

(7) عبدالقدیر خان:۔ کلیۃ الشریعہ والقانون میں امتحان المعادلہ کے بعد السیاسۃ الشرعیہ میں ایم۔اے کر رہے ہیں۔

(8) حافظ عبدالواحد:۔ کلیہ الدراسات الاسلامیہ میں ایم۔فل کے بعد اب پی ایچ ڈی کے لئے مقالہ تحریر کر رہے ہیں۔

(9) قاری محمد اشفاق:۔ تخصص فی القراۃ کر رہے ہیں۔

(10) حافظ محمد منیر:۔ شعبہ اصول فقہ میں ایم۔اے کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں جامعہ الکرم ایٹن ہال سے فارغ التحصیل 20 علماء بھی جامعہ الازہر کے مختلف شعبوں میں زیر تعلیم ہیں۔ آپ سے ملاقات کرنے والوں میں دوسروں کے علاوہ پروفیسر منظور احمد اور حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری کے صاحبزادے مولانا ممتاز احمد سدیدی بھی شامل تھے۔ دوران گفتگو آپ نے اس یقین کا اظہار کیا کہ پاکستان مین ضرور اسلام نافذ ہوگا اور لوگوں کی دلی توقعات پوری ہوں گی۔

پروفیسر منظور احمد کے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ بے شک پاکستان کے حالات پیچیدہ ہیں لیکن یاد رہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس سے بھی زیادہ مشکل حالات میں اسلام کا بول بالا فرمایا۔ آپ نے کہا کہ ہمیں ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کا ظاہر و باطن ایک ہو۔ آپ نے جناب ممتاز سدیدی کو خراج تحسین پیش کیا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ پر مقالہ لکھا۔ یہ محفل رات ایک بجے تک جاری رہی۔

14 دسمبر کی مصروفیات

14 دسمبر کو حضرت امام شرف الدین بوصیری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لئے آپ

Marfat.com

اسکندریہ تشریف لے گئے۔ تاریخی وثقافتی لحاظ سے یہ ایک اہم شہر ہے۔ اسکندریہ کی اہمیت حضرت امام بوصیری کی وجہ سے زیادہ ہوگئی ہے۔ حضرت پیر صاحب نے پہلے امام بوصیری کے شیخ طریقت حضرت عبدالعزیز مرسی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی اور پھر حضرت امام شرف الدین ابوعبداللہ محمد بوصیری کے مزار پر حاضر ہوئے۔ مزار شریف کے اندر قصیدہ بردہ شریف پڑھا گیا۔ سب حاضرین پر کیف کا عالم طاری تھا۔ آنکھیں آنسوؤں سے وضو کر رہی تھیں اور اس شعر پر دلوں کی دنیا ہی بدلتی گئی:

یا رب بالمصطفیٰ بلغ مقاصدنا   واغفرلنا ما معنٰی یا واسع الکرم

حاضری سے فراغت کے بعد قاہرہ کے لئے عازم سفر ہوئے۔ دو سے تین گھنٹے کا سفر طے کر کے ہم لوگ شام کو واپس قاہرہ پہنچ گئے۔ نماز عشاء کے بعد ایک تربیتی نشست کا اہتمام تھا۔ پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب مدظلہ العالی کے خطاب کے بعد قبلہ حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ مدظلہ العالی نے گفتگو فرمائی۔ آپ نے فرمایا: کوئی بھی کام کرنا ہو تو اس میں تین پہلو تلاش کرنے چاہیں:

1۔ اخلاقی پہلو 2۔ دینی پہلو 3۔ قانونی پہلو

اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی پہلو پایا جائے تو کام کر لینا چاہیے۔ ورنہ رک جانا چاہیے۔ اس تربیتی نشست میں سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ کردی کے صاحبزادے بھی تشریف فرما تھے۔ اس رات چار بجے مولانا محمد امداد حسین پیرزادہ واپس انگلینڈ تشریف لے گئے۔ حضرت پیر صاحب نے ان کو ائیر پورٹ پر الوداع فرمایا۔

15 دسمبر کی مصروفیات

آج کے دن الازہر کے 4 نمبر ہاسٹل مدینۃ البعوث الاسلامیہ میں پروگرام تھا۔ اس ہاسٹل میں تقریباً دو ہزار غیر ملکی طلباء رہائش پذیر ہیں۔ مرکزی دارالعلوم بھیرہ شریف سے تعلق رکھنے والے تمام طلباء اسی ہاسٹل میں مقیم ہیں۔ آپ کی آمد سے قبل ہاسٹل کے ہال کو بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا۔ پھولوں سے آرائش کی گئی اور طلباء زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

میرے گھر آج کوئی آ رہا ہے   الٰہی آسماں سے نور برسے

وقت مقررہ پر آپ تشریف لائے۔ افغانستان، وسطی ایشیائی ریاستوں اور افریقی ممالک کے طلباء نے پاکستانی طلباء کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے طلباء سے ان کی تعلیمی مصروفیات کے متعلق سوالات کیئے۔ ہر ایک پر انفرادی توجہ دی۔ محبتوں کے جام پلائے اور ان کے روشن مستقبل کے لئے دعا فرمائی۔

نماز عصر کے بعد آپ واپس اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ نماز عشاء کے بعد ایک مرتبہ پھر تمام

Marfat.com

طلبہ جمع ہوئے اور گفتگو شروع ہوئی۔ موضوع گفتگو حضور ضیاء الامت کی ذات والا صفات تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور ضیاء الامت کی جلوت وخلوت کو دیکھا اور ایک بھی تضاد نہ پایا۔ آپ سے زیادہ سچا آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔

آپ نے بتایا کہ جب میں تین سال کا تھا تو حضور ضیاء الامت مصر تشریف لے گئے۔ ایک دن میں کھیل رہا تھا کہ جہاز گزرا۔ میں نے کہا: اے جہاز! میرے ابو کو کہہ کہ جلدی واپس آئیں اور میرے لئے کار لے آئیں۔ میری پھوپھی صاحبہ نے یہ بات حضور ضیاء الامت کو لکھ دی۔ آپ نے جواباً میرے نام خط لکھا۔ آپ نے کہا: بیٹا! ہمیں کاروں کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اللہ کے نبی ﷺ کی غلامی کافی ہے، ہمیں اللہ کے نبی ﷺ کی غلامی کافی ہے، ہمیں اللہ کے نبی ﷺ کی غلامی کافی ہے اور بس۔

آپ نے مزید فرمایا کہ جب میں نے میٹرک کیا، میرے استاد صاحب تشریف لائے اور مبارک دیتے ہوئے کہا کہ آپ ڈی سی بنیں۔ حضور ضیاء الامت نے فرمایا: اللہ کے نبی کے غلام بن جاؤ، سارے ڈی سی چل کر تمہارے پاس آئیں گے۔

یادوں کے چمن سے پھول چنتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ آپ کو علم سے والہانہ محبت تھی اور ہر سرگرمی پر علم کو ترجیح دیتے تھے۔ آج ڈاکٹر حبیب احمد خاں مقیم انگلینڈ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ وہ ایک مرتبہ ذکر بالجہر کر رہے تھے۔ ذکر سے فراغت کے بعد حضور ضیاء الامت نے ان کو شاباش دی۔ پھر فرمایا کہ علم حاصل کرنا بہت بڑا ذکر ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ذکر نہیں لہٰذا ان اوقات میں اپنے اسباق پڑھا کرو کیونکہ وہ بھی قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے ہیں۔ ذکر ہو حضور ضیاء الامت کا اور بیان ہو جانشین ضیاء الامت کا پھر رنگ محفل کا تصور کیا جاسکتا ہے۔

حضور ضیاء الامت نے اپنی ساری زندگی فروغ اسلام اور تحفظ پاکستان کے لئے وقف کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے دس سالہ جشن کے موقع پر 1957ء میں آپ نے وطن عزیز کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لئے ایک ایسا ادارہ قائم کیا جس سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء نے واقعتاً ملک کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لئے بے مثال کردار ادا کیا۔ آپ نے ایسے افراد تیار کیے جنہوں نے قیام پاکستان کے مقاصد کے حصول کے لئے ان تھک کام کیا۔

محفل میں موجود انٹرنیشنل پاکستانی سکول قاہرہ کے استاد محمد زکریا بابر نے پوچھا کہ دارالعلوم میں کس قسم کی تعلیم دی جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دارالعلوم میں دونوں قسموں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ایک طرف دینی علوم سے اس کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں تو دوسری جانب دنیاوی علوم بھی اس کی دسترس میں ہوتے ہیں۔ ان کے ایک ہاتھ میں دورۂ حدیث شریف کی سند ہوتی ہے۔ ایک ہاتھ میں پنجاب

Marfat.com

یونیورسٹی کی بی۔اے کی ڈگری ہوتی ہے۔ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ میرے حضور ضیاء الامت نے دو قسم کی کتابیں تصنیف کی ہیں:

1۔کتابوں کی پہلی قسم (کاغذی کتابیں) ضیاء القرآن، ضیاء النبی ﷺ، سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام فتنہ انکار ختم نبوت، مقالات، رویت ہلال کا شرعی ثبوت اور بے شمار مضامین۔

2۔کتابوں کی دوسری قسم (انسانوں کی صورت چلتی پھرتی کتابیں) آپ کے سارے شاگرد آپ کی چلتی پھرتی تحریریں بھی ہیں۔ان کو جس زاویے میں چاہو پڑھ لو۔

آنے والی نسلیں تم پر فخر کریں گی اے لوگو!
تم نے میر سے باتیں کی ہیں تم نے میر کو دیکھا ہے

اب تو محفل میں موجود ہر شخص کی خواہش تھی کہ آپ گفتگو کرتے چلے جائیں۔آپ پھولوں کی برسات کرتے رہیں اور ہم اپنے دامن ان گلوں سے بھرتے رہیں۔سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کراچی سے حاضر خدمت ہوئے۔اس وقت آپ مطالعہ میں مصروف تھے۔انہوں نے عرض کی: میں جنوں کو قابو کرنے کے لئے کچھ چلے کر رہا ہوں، دعا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا چلہ کرو کہ خالق کی تمام مخلوق مسخر ہو جائے۔ پھر آپ نے حدیث بیان کی: من کان للہ کان اللہ لہ۔

تو بندگی چوں گدایاں بشرط مزد مکن که خواجه خود رسم بنده پروری داند

آپ نے فرمایا کہ لوگ چالیس دن کا چلہ کاٹتے ہیں لیکن ہمارے شیخ طریقت نے چالیس سال کا چلہ کاٹا اور دار العلوم کی آبیاری کی۔حضور ضیاء الامت کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ پروفیسر مرزا منور صاحب نے متنبی کے کسی شعر پر کہا کہ جب عاشق دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ویرانی و تباہی چھوڑ کر جاتے ہیں۔ جواباً حضور ضیاء الامت نے فرمایا: عاشق تو وہ ہوتے ہیں جو دنیا سے جاتے ہیں تو محبتوں اور الفتوں کے گلشن بسا کے جاتے ہیں۔

آقائے دو عالم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور نے فرمایا کہ مرنے کے بعد تین قسم کے اعمال کا ثواب بندے تک پہنچتا رہتا ہے:

(1) صدقہ جاریہ (2) علم نافع (3) نیک اولاد۔حضور ضیاء الامت کو ہر طرف اور ہر پہلو سے ثواب پہنچ رہا ہے۔ دار العلوم، اس کی شاخیں، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، آپ کی اپنی اولاد اور روحانی اولاد ہر دم آپ کی بلندی درجات کے لئے دعا گو ہے۔

رات دو بجے یہ محفل نور و نکہت اختتام پذیر ہوئی۔

Marfat.com

16 دسمبر کی مصروفیات اور یوم الوداع

16 دسمبر کو نماز ظہر کے وقت آپ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ مزار شریف سے متصل مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔ تمام احباب الوداع کہنے کے لئے قاہرہ ائیر پورٹ پر جمع ہو گئے۔ آپ نے ہر فرد سے محبت بھری گفتگو فرمائی۔ ڈبڈباتی آنکھوں اور ملول دل کے ساتھ آپ کو الوداع کیا اور آپ دبئی جانے کے لئے روانہ ہو گئے جہاں آپ کو انتہائی اہم میٹنگ میں شرکت کرنا تھی۔ میں یہ دعا مانگتے ہوئے واپس آیا۔

الٰہی تابود خورشید وماہی چراغ چشتیاں را روشنائی

Marfat.com

ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے مہکتی فضائیں

پیر محمد امین الحسنات شاہ کا دورۂ مصر

استقبال

سرزمین مصر کو اپنی قدیم تہذیب اور بعد از اسلام اسلامی تمدن وثقافت کے حوالے سے ہمیشہ امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اسلامی حوالے سے جو نام مصر کو ماضی میں ممتاز مقام عطا کرتا رہا ہے اور مرور وقت کے ساتھ اس کی درخشندگی وتابندگی فزوں تر ہوتی جا رہی ہے وہ ہے جامعۃ الازہر الشریف۔ فاطمی دور حکومت میں تعمیر شدہ یہ یونیورسٹی پوری دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے اور دینی علوم کے حوالے سے اس کا فقط نام ہی کافی ہے۔

30 نومبر 2000ء الازہر یونیورسٹی میں زیر تعلیم طالب علم جو کہ بھیرہ شریف اور اس کی متعلقہ شاخوں سے آ کر یہاں داخل ہوئے ہیں قاہرہ ایئرپورٹ پر جمع ہیں۔ رات گیارہ بجے کا وقت ہے اور سب لوگ محو انتظار ہیں۔ برٹش ایئرلائن کی ایئربس کے، جو کہ انگلینڈ سے مصر آ رہی ہے، بعض طالبعلم ہاسٹل سے باہر قیام پذیر ہیں لیکن وہ بھی موجود ہیں۔ خدشہ تھا کہ شاید انہیں حضور والا تبار کی آمد کی اطلاع نہ ہو سکی ہو لیکن۔

خودبخود بوئے یار پھیل گئی   کوئی منت کش صبا نہ ہوا

امیگریشن کے تکلیف دہ عمل سے گزرنے کے بعد آپ ایئرپورٹ پر اپنے مسکراتے اور روشن چہرے کے ساتھ نمودار ہوئے تو بے تاب اور مشتاق نگاہوں کو قرار آیا۔ قدرت کی تقسیم ہے۔ کچھ چہرے ایسے ہوتے ہیں کہ فقط ان کی زیارت تکلیف، تھکاوٹ اور بے چینی کے خاتمہ کے لئے کافی ہوتی ہے۔ ملاقات کے بعد آپ قبلہ صاحبزادہ ابوالحسن محمد شاہ صاحب کے فلیٹ میں جلوہ فگن ہوئے اور وہیں بعد ازاں آپ کا قیام رہا۔

افطار پارٹی

یکم دسمبر 2000ء آج شام پاکستانی طالب علموں کے لئے شاہ صاحب کی طرف سے افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا تا کہ حضور والا تبار سے ملاقات کا شرف بھی حاصل کر لیں اور کچھ سلسلہ تعارف بھی چل نکلے۔ پرتکلف پارٹی کے بعد آپ نے طالب علموں سے دوستانہ ماحول میں گفتگو فرمائی اور بصیرت

Marfat.com

افروز پند و نصائح سے نوازا۔ آپ نے فرمایا:

''انسان کی تخلیق مقصدیت کے تحت کی گئی ہے۔ دنیا میں کتنے ہی انسان ہیں جو کہ مال واسباب کے اعتبار سے کسی سے کم نہیں۔ کچھ لوگ حسن و جوانی اور عقل و ذہانت کے حوالے سے بے بدل ہیں لیکن الازہر میں پڑھنا انہیں نصیب نہیں۔ یہ تو قسمت کی بات ہے کہ آپ لوگوں کو اس عظیم درسگاہ میں حصول تعلیم کے لئے چن لیا گیا ہے۔ اب اصل چیز جو تمہارے پیش نظر ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس غبار کی مانند نہ بنانا جسے ہوا کے تھپیڑے جس طرف چاہیں، موڑ لے جائیں یا اس تنکے کی مانند جو پانی کے رخ پر بہتا چلا جاتا ہے بلکہ تم سب کو صاحب عزیمت بننا ہے کہ جن سے لوگ مستقبل کے بارے دریافت کرتے ہیں۔ جن کے اعمال، امور اور افعال سے اپنے راستے کا تعین اور آئندہ کی تدبیر کرتے ہیں۔ صاحبان رفعت سے دنیا بھری پڑی ہے لیکن صاحب عزیمت خال خال ہوتے ہیں۔''

مزید فرمایا کہ

''وقت کو اہم جانو کیونکہ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ علم کے حوالے سے حضور ضیاءالامت کا فرمان عالی یاد دلایا کہ علم بذات خود ایک شاہزادہ ہے بلکہ بڑا بے نیاز شاہزادہ ہے۔ بڑی منتوں، بیداریوں، ارتکاز فکر اور جہد مسلسل کے ساتھ رام ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ شہزادوں والا سلوک نہ کرنا، روٹھا کرے گا تو کبھی نہ مانے گا۔ اس کی رضا پر راضی ہو جاؤ تو مانے گا اور وہ ہے محنت اور بہت زیادہ محنت۔''

ضمناً طعام کے بارے گفتگو چل نکلی تو آپ نے کھانے کے بارے میں احادیث اور مختلف واقعات سنائے اور کراچی کے ایک بزرگ کا واقعہ ذکر کر کے فرمایا کہ وہ بعد طعام یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ ''مولا جو کھایا ہے اسے نور بنا دے اور کل اس سے اچھا کھانا نصیب فرما۔''

اس طرح باہمی تعارف اور محبت کے ساتھ یہ مختصر تقریب اختتام کو پہنچی۔

عشاء کی نماز اور صلوٰۃ تراویح جامع حسین میں ادا کی گئی۔ تاریخی حوالہ سے یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور قاہرہ میں دفن ہے۔ اگرچہ اس حوالہ سے کافی اختلافات موجود ہیں لیکن قطع نظر اس چیز کے جس ذات انور سے محبت و عشق کا تعلق ہو وہاں ان چیزوں کی اہمیت نہیں رہتی کہ تاریخ یہ کہتی ہے وہ کہتی ہے۔ دربار شریف میں آپ کی معیت میں حاضری دی گئی۔ اس کے بعد دربار شریف سے متصل ایک مجلس گاہ میں داخل ہوئے جس کا نام ''ملتقی الفکر الاسلامی'' ہے۔ یہ تقریب پورے رمضان شریف میں جاری رہتی ہے اور اس میں مصر کے چوٹی کے علماء، ڈاکٹرز اور

Marfat.com

مفکرین شرکت کرتے ہیں۔تقاریر کرتے ہیں اور اسلامی فکر کے احیاء اور دین کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔اس کے علاوہ ہر قسم کے سوالات کے جوابات کا سلسلہ پورے ماہ مبارک میں جاری رہتا ہے۔تقریب میں شرکت کے بعد آپ کے ساتھ'' خان خلیلی'' بازار میں بیٹھ کر چائے پی۔

خان خلیلی بازار مصر کا سب سے مشہور اور مہنگا ترین بازار ہے۔اسے ٹورسٹوں کا بازار کہا جاتا ہے۔ جو چیز کسی اور جگہ سے ایک روپے میں ملتی ہے یہاں سے دس روپے میں ملتی ہے اور یہاں پر ہر وقت سیاحوں کا میلہ لگا رہتا ہے۔شام کے وقت یہاں اوپن ائر کیفے کھل جاتے ہیں جہاں بیٹھ کر چائے پینا اور دوسرے ماکولات اور مشروبات سے محفوظ ہونا یہاں کے کلچر کا حصہ اور امارت کی نشانی ہے۔اب یہی دیکھ لیں کہ چائے کا ایک کپ عام طور پر نصف مصری پاؤنڈ کا ملتا ہے اور یہاں پر چار مصری پاؤنڈ میں ملتا ہے۔لیکن یہ خان خلیلی ہے اور خان خلیلی کی تعریف یہ ہے کہ یہ'' خان خلیلی'' ہے۔

سیدہ زینب کے دربار پر حاضری

2 دسمبر 2000ء حضرت سیدہ زینب ہمشیرۂ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کا مزار بھی قاہرہ میں ہے۔عزم وہمت،صبر واستقلال اور عصمت وعفت،آپ کی ذات بابرکات ان خوبیوں کا مجموعہ تھی اور کیوں نہ ہو یہ تو اس خانوادۂ عالیہ کا طرۂ امتیاز ہے کہ اسی گھر سے تمام خصائص ومحاسن نکلتے رہے ہیں۔ آپ کے دربار شریف پر عصر کے وقت حاضری دی گئی اور دربار سے متصل عالیشان مسجد میں نمازِ عصر ادا کی گئی۔بعد ازاں قاری منظور احمد صاحب کے فلیٹ میں آپ جلوہ افروز ہوئے جہاں پر قاری صاحب نے افطاری کا انتظام کیا تھا۔قاری منظور صاحب بھیرہ شریف سے فارغ التحصیل ہیں اور الازہر یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔مزید برآں ریڈیو قاہرہ کی اردو کی نشریات کے تعلیمی پروگرام میں ملازمت کرتے ہیں۔قاری صاحب نے بڑی پر تکلف ضیافت کا اہتمام کر رکھا تھا اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ تمام کھانے وسطی ایشیائی ریاستوں کے افراد کے ہاتھوں پکے تھے اور اسی طرز کے تھے۔آذر بائی جانی پلاؤ،تاجکی سالن اور سوبت ڈشز،واقعتہً کل کی مانگی ہوئی آپ کی دعا پوری ہوئی اور اعلیٰ ترین طعام کے ذائقوں سے روشناسی ہوئی۔

بعد ازاں آپ نے وہاں موجود طلباء سے گفتگو فرمائی جس کا لب لباب یہ ہے کہ جوانی اور ماحول یہی وہ چیزیں ہیں جو کسی بھی مقصد کے حصول کے لئے کافی ہوتی ہیں اور ہمیں یہ سب دستیاب ہیں۔ اب بھی اگر ان سے استفادہ نہ کیا گیا تو یقیناً ہم لوگ خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔

شیخ ضیاء الدین کردی سے ملاقات

یہیں قاہرہ میں ڈاکٹر شیخ ضیاء الدین کردی سے حضرت والا تبار کی ملاقات ہوئی۔شیخ صاحب

Marfat.com

سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے ہیں اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے خانوادے نے مصر میں دین اسلام کی بڑی تبلیغ کی اور عرصہ دراز سے یہ خاندان الازہر یونیورسٹی کے ساتھ متصل ہے۔ شیخ صاحب بھی الازہر میں کلیہ اصول الدین میں پڑھا رہے ہیں۔ علم حدیث، علم کلام، علم فقہ اور خصوصاً تصوف پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں اور سلسلہ طریقت میں چنیدہ افراد کو علم تصوف کی خاص مباحث اور خصوصاً فتوحات مکیہ کا درس دیتے ہیں۔ ان سے ملاقات کا عجب عالم تھا۔ کردی صاحب کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے اور محبت، شیفتگی، والہانہ پن اور خوشی کے جذبات ان کے چہرے پر عیاں تھے۔ حضور ضیاء الامتؒ کے ذکر پر ان پر رقت طاری ہوگئی اور ان کی وفات پر انہوں نے اپنے دلی غم کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی انہوں نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی تعریف کی کہ وہاں کے طالب علم بڑی اچھی تربیت پا کر آتے ہیں اور تعلیمی حوالے سے بھی کچھ کم نہیں ہوتے اور ان کی حالیہ کارکردگی بھی اسی بات کی غمازی کرتی ہے۔

وکیل الازہر اور نائب رئیس الازہر کے ساتھ ملاقات

3 دسمبر 2000ء آج وکیل الازہر محمود عاشور صاحب کے ساتھ حضور والا تبار کی ملاقات ہوئی جس میں باہمی امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ آپ نے اپنے طالبعلموں کی کارکردگی کے بارے میں وکیل الازہر سے گفتگو کی اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے حوالے سے بھی سلسلہ کلام چلا۔ وکیل الجامعۃ نے حضور ضیاء الامت کی شخصیت کی تعریف کی اور دارالعلوم دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ بعدازاں نائب رئیس الازہر طٰہٰ ابوحسین صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ ملاقات بڑے خوشگوار ماحول میں ہوئی۔ انہوں نے دارالعلوم کے طلباء کی الازہر الشریف میں اعلیٰ کارکردگی کا اعتراف کیا اور خصوصیت سے حضور ضیاء الامتؒ کے بارے میں بات کی کہ ایسے افراد صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

پند و نصائح

افطاری کے وقت آج پھر تمام پاکستانی، بنگلہ دیشی اور انگلینڈ کے لڑکے موجود تھے۔ اس پرتکلف پارٹی کا انتظام قبلہ حضرت صاحب کی طرف سے کیا گیا تھا۔ بعدازطعام آپ نے طلباء کی توجہ چند اہم باتوں کی طرف دلائی تاکہ اس طرح وہ اپنے مستقبل کے بارے محفوظ اور منظم پلاننگ کرسکیں۔ آپ نے فرمایا:

انسان بنیادی طور پر عظمت کی بلندیوں پر اسی طور فائز ہوسکتا ہے کہ انکساری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ عجز و انکساری ایسی نعمت ہے کہ اگر نصیب ہو جائے تو باقی نعمتیں اسی نعمت کی برکت سے

Marfat.com

نصیب ہو جاتی ہیں۔ امام غزالیؒ جب بغداد میں تعلیمی عروج اور شہرت دوام کے حصول کے بعد جانب تصوف مائل ہوئے تو ایک گدڑی میں رات کے وقت باہر نکلے اور دمشق کی جامع مسجد کے باہر نمازیوں کو وضو کرانے لگے اور ان کے پاؤں خصوصیت سے دھوتے۔ بعد ازاں مسجد سے متصل ایک حجرے میں جا کر کتاب لکھتے جس کا نام ہے ''احیاء العلوم''۔ جی ہاں احیاء العلوم جیسی کتاب لکھنے کے لئے علمی غرور کو ذرا پرے رکھنا پڑتا ہے۔ اسی دوران ایک طالبعلم کو فرمایا: تو نے مجھ پر بڑا ظلم کیا۔ کیا ہو جاتا اگر ذرا چپ رہ جاتا۔ اس کے بعد آپ نے وہاں سے رخت سفر باندھا اور کسی دوسری جگہ جا کر تکمیل کتاب کی۔

پھر فرمایا کہ یہودی اپنے بچوں کی صحت، تعلیم اور پرورش کا خاص خیال رکھتے ہیں اور حفظان صحت کے جملہ اصولوں کے عین مطابق ان کی تربیت کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم بھی اپنے بچوں کی تعلیمی اور جسمانی صحت کا خیال رکھیں تا کہ ایک صحتمند اسلامی اور انسانی معاشرہ کی تشکیل میں حصہ لے سکیں۔ پھر چند طالب علموں نے اپنی شاعری سنائی۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ تم لوگ جہاں کہیں بھی ہوئے یہ محفلیں تمہیں یاد آئیں گی اور ان کا حسن ان کی چاشنی اور ان کی یاد مستقبل میں ایک خوشگوار تاثر چھوڑے گی۔

ساحل نیل

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ دریائے نیل طغیانی پر ہے اور اہل مصر کہتے ہیں کہ ایک جوان عورت کو بناؤ سنگھار کر کے اس میں نہ ڈالا گیا تو یہ بھر جائے گا۔ آپ نے جواباً ایک پرچی پر چند کلمات تحریر فرما کر واپس بھجوائے اور کہا کہ یہ پرچی دریائے نیل میں ڈال دو۔ اس پر کیا تحریر تھا؟ یہ کہ اے نیل! اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو پھر ہمیں تمہاری منتیں کرنے کی حاجت نہیں اور اگر خداوند ذوالجلال کی مرضی سے چلتا ہے تو خبردار! اپنی روش پر چلتا رہ۔

نیل اس دن سے آج تک کبھی آپے سے باہر نہیں ہوا۔ جس کا اہل مصر کو بہت زیادہ فائدہ ہے۔ زراعت، آبپاشی، پینے کا پانی اور ساحل نیل پر کھیل تماشے اسی خط کی برکت سے ہیں۔ نہ تو یہ خشک ہوگا اور نہ ہی کناروں سے باہر بہے گا۔ آپ کی ہمراہی میں نیل کے ساحل پر گئے۔ نیل کے پانیوں کو دیکھا کہ ایک عظیم ترین شخصیت کے دو بول ان پانیوں کو بھی پابند کر سکتے ہیں۔ یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے نیل کی زیارت کرنا عبادت ہے۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا　　سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

حدیث یار

دریائے نیل سے واپسی کے بعد حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے

Marfat.com

میں آپ نے پر اثر اور دل افروز گفتگو فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

زندگی میں بے شمار افراد کی زیارت کی۔ بہت سے عبقری، قد آور لوگوں سے ملاقات رہی۔ لیکن سچ کہتا ہوں کہ آپ سا سچا، کھرا، قول کا پکا، جلوتوں اور خلوتوں میں یکتا فرد نہ پایا۔ کبھی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ اپنے بیٹوں اور دوسروں کے بیٹوں میں فرق نہ کرے مگر آپ کو دیکھا۔ کبھی ایسا فرد نہیں دیکھا کہ جس کے خاندان کا بچہ، جوان اور بوڑھا بیک وقت اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والے انداز میں اس کی عزت کرے۔ اس سے محبت کرے اور اس پر نچھاور ہونا چاہے مگر آپ کی شخصیت کو دیکھا۔

کبھی ایسی ہستی سے تعارف نہیں ہو پایا جو خستہ خالی میں بھی قول کا اور عزم کا اس قدر پکا ہو کہ جیب خالی ہو اور سائیکل پر اس عزم سے نکلے کہ بادشاہی مسجد کے معمار سے اپنے دارالعلوم کے سنگ بنیاد کے بارے میں بات کرے۔ اور کیا یہ اس حدیث کی کامل اتباع نہیں کہ "اے سراقہؓ! تو امان نامہ لکھوانا چاہتا ہے اور میں تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔" دارالعلوم کی بنیاد کی اینٹ نہیں رکھی گئی اور ملاقات کس سے کرنے جا رہے ہیں۔

کبھی ایسا فرد نہیں دیکھا جو زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب ہوا ہو۔ ہر بڑے فرد کا المیہ رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی میدان میں ناکام رہا ہے اور عموماً خانگی زندگی میں تو بہت زیادہ لوگ ناکامی سے دوچار رہے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ کی طرف اور آپ کی زندگی کی طرف نظر دوڑاتا ہوں تو کہیں کوئی درز کوئی دراڑ نہیں پاتا۔ کسی حوالے سے کمی نظر نہیں آتی۔ دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھا یعنی بیج بویا، پانی لگایا، بوٹا بنا پھر شجر بنا پھر اس پر پھل آیا۔ آپ نے پھل چکھا اور کیا خوب چکھا۔ جو سوچا اس پر عمل کیا اور رب نے بڑھ کر ثمر دیا۔ تفسیر ضیاء القرآن لکھی، خوب لکھی بلکہ کیا ہی خوب لکھی، آج اردو تفاسیر میں اس کی سیل سب سے بڑھ کر ہے اور ادبی اور علمی حلقوں میں تفسیر پر گفتگو ہو گی تو اس کے ذکر کے بغیر چارہ نہیں۔ سیرت النبی ﷺ پر کتاب ضیاء النبی ﷺ لکھی۔ ابھی تین ☆ جلدیں آئیں، دھوم مچ گئی، صدارتی ایوارڈ آف حکومت پاکستان، پہلا انعام آزاد کشمیر حکومت کی جانب سے، یقیناً زندگی میں ہی پھل کھا لیا۔

سپریم کورٹ کے جج بنے۔ کب اور کس عمر میں تریسٹھ سال کی عمر میں اور ساٹھ سال کی عمر میں لوگ ریٹائر ہو جاتے ہیں۔ پھر کیا خوب کیا۔ وکیل کہتے ہیں کہ آپ کے فیصلوں سے ہم سند اور دلیل دیتے ہیں۔ آخری عمر میں اس خواہش کا اظہار کیا کہ مستعفی ہو جاؤں۔ وزیر اعظم سے بات کی گئی۔ صدر سے بات کی گئی۔ چیف جسٹس سے استعفیٰ دینے کے بارے مشورہ کیا گیا۔ ہر طرف سے یہ جواب ملا کہ یہ کورٹ کی زینت ہیں۔ کیا آپ بے رونقی چاہتے ہیں۔ تکمیل کی طرف سفر میں معدومیت کا کیا سوال۔

☆ اب سات جلدوں میں مکمل ہو کر چھپ چکی ہے۔

Marfat.com

سفر رخصت اس طور کیا کہ حاضر سروس جج تھے۔

اور یہ سب کیوں ہوا۔ کیا فسوں ہے کہ ایک ذات اور اتنے کام۔ اتنے کام تو ایک جماعت کرتی ہے اور وہ بھی ممکن ہے کہ اس حد تک اثر آفریں ہوں بھی کہ نہیں۔ اس کی وجہ ہے اور وہ ہے باطن کی صفائی۔ الازہر میں پڑھائی کے دوران آپ نے پھوپھی کی طرف ایک خط تحریر فرمایا۔ انہوں نے جوابی خط تاخیر سے لکھا اور ساتھ معذرت کی بلکہ شدید معذرت کی اور وجہ یہ لکھی کہ میں آپ کو خط بغیر وضو کے نہیں لکھتی۔ بس وضو میں تاخیر ہوگئی جس کے باعث یہ تاخیر ہوگئی۔ کیا کوئی شخص ہے جس کی بہن اس کا اس حد تک احترام کرتی ہو۔ نہیں نظر آئے گا۔ مان لو کہ بڑی مشکل سے نظر آئے گا اور یہ تو حقیقت ہے کہ بہنیں، مائیں، بھائی سب کچھ جاننے والے ہوتے ہیں ان کے سامنے کردار پیش کرنا ہی جوانمردی اور عمل مؤمن ہے کہ یہ لوگ سب سے زیادہ قریبی اور سب سے بڑھ کر تنقید کرنے والے ہوتے ہیں تو صاحبو! جب بہنیں خط وضو کے بغیر نہ لکھیں تو باقی لوگ تو مانیں گے ہی ناں۔

الازہر کی طرف بھیجنے سے قبل والد نے فرمایا: اے کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ! تو جا اور اپنے نبی کے دین کو حاصل کر۔ دیکھ! خوب خوب دین کی سمجھ پیدا کرنا اور جب تو واپس آئے گا تو میں تمہارے ہر ہر قدم کے بدلے رب ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز ہوں گا۔ اور ہاں جب تو واپس آئے گا تو میں تمہیں ایک کار خرید کر دوں گا، بڑی خوبصورت سی۔ اس کے اوپر ایک باجا لگوا دوں گا پھر تم تقریر کرنا۔ میرے نبی ﷺ کے پیغام کی بستی بستی، شہر شہر، قریہ قریہ تبلیغ کرنا اور ہاں پٹرول کی فکر نہ کرنا میرا سوہنا رب دے گا۔

بس میرے سوہنے اب تو جا اور نبی ﷺ کے دین کی سمجھ پیدا کر۔ تو صاحبو! وہی کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ جب مصر سے واپس آتے ہیں تو عقل سلیم اور عزم صمیم کے ساتھ معرفت کے اس اسلوب سے بھی واقف ہوتے ہیں جو بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر کھانے والے کو ملتا ہے کہ کسی نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے آکر عرض کیا کہ مجھے معرفت چاہیے۔ فرمایا: اسے کھانا دو۔ اس نے کھایا اور تیسرے دن پھر معرفت چاہی۔ فرمایا: اسے کھانا دو۔ کہنے لگا: حضرت کو شاید میری بات سمجھ نہیں آئی، میں معرفت کا بھوکا ہوں کھانے کا نہیں۔ آپ نے فرمایا: ہم نے یہی جانا ہے کہ کھانا کھلانا ہی معرفت ہے۔ تو معرفت جس کا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار فرمایا یہ تھی کہ ایک کرم شاہ کہاں تک آوازیں لگاتا رہے گا، کیوں نہ ایسا اسلوب اختیار کیا جائے کہ ہر طرف کرم شاہ نظر آئیں۔ بس یہی وہ فکر تھی جس نے آپ کو اس طرزِ تعلیم کی طرف گامزن کیا۔

اور سنو اب تم لوگوں نے ہی آپ کے اس قول کو، آپ کی فکر کو اور آپ کے ہر ہر فرمان کو پورا کرنا ہے۔ تم اور کرم شاہ دو شخصیات کے نام نہیں۔ پڑھو اور پڑھو اور پڑھو حتیٰ کہ عرفان اور معرفت کے مقام

Marfat.com

پر فائز ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معرفت نصیب فرمائے۔

روانگی 4 دسمبر 2000ء

کہتے ہیں کہ رخصت کا منظر ہمیشہ ہی دلگیر، اداس اور دکھی کرنے والا ہوتا ہے۔ لیکن نظامِ کائنات ہی فراق، ہجر اور روانگی پر چل رہا ہے اور فراق محبت کے عمل کو فزوں تر کرتا ہے کہ اضطراب میں ہی بندگی کا مزہ ہے۔ روانگی سے قبل آپ نے تمام ساتھیوں کا محبت بھرے انداز میں شکریہ ادا فرمایا اور ساتھ ہی ضیاء الامت اور اے کے بروہی کا واقعہ سنایا کہ آپ ایک ہوٹل میں بیٹھے تھے اور باہم گفتگو ہو رہی تھی۔ وہیں ایک لڑکا تھا جو کہ ہوٹل کی طرف سے خدمت پر مامور تھا وہ بڑی محبت، شیفتگی اور لگاوٹ سے ان حضرات کے کام کرتا رہا اور ساتھ ہی اپنی میٹھی باتوں سے انہیں خوش کرتا رہا۔ ان کی ضرورت کا خیال رکھتا رہا۔ جب آپ لوگ اٹھے تو اے کے بروہی صاحب نے اس لڑکے کو بلا کر کہا کہ تم نے اپنی معیت اور خدمت سے ہمارا یہاں بیٹھنا جنت میں بیٹھنا بنا دیا ہے۔ تو میں بھی آپ سب ساتھیوں سے یہی کہتا ہوں کہ آپ نے میرے اس قیام کو جنت نظیر بنا دیا ہے۔

دن بارہ بجے آپ سوئے حجاز ادائیگی عمرہ کے لئے روانہ ہو گئے

ع تیز ترک گامزن، منزلِ ما دور نیست

Marfat.com

بین الاقوامی کنونشن

جماعت جند اللہ امریکہ

رپورٹ: علامہ افتخار علی چشتی

18 نومبر صبح سات بجے تک ائر پورٹ پر برادران طریقت کی کثیر تعداد جمع ہو چکی تھی۔ حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے عظیم جانشین کے خلوص ومحبت اور عظمت کے تذکرے ہر زبان پر تھے۔ دل محبت وعقیدت کے جذبات لئے دھڑک رہے تھے اور آنکھیں محو انتظار۔ تقریباً 8 بجے حضرت صاحبزادہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب جلوہ گر ہوئے تو سراپا انتظار نگاہیں باوضو ہو کر آپ کی زیارت میں مصروف ہو گئیں۔ ضبط کے سارے بند ٹوٹ گئے۔ کوئی جگر گوشہ حضور ضیاء الامت کی زیارت کر رہا تھا اور کوئی اس پردے کی اوٹ سے خود حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کے دیدار سے دل ودماغ کی وادیوں میں نور ونکہت کے جلوے بکھیرنے میں مصروف تھا۔ ہر ایک کا انداز محبت جدا تھا۔ سید امیر حسین شاہ صاحب کی حالت تو احاطہ بیان سے باہر ہے۔ آپ ان کو پاس بٹھاتے۔ لیکن وہ پھر اٹھ کر باادب کھڑے ہو جاتے۔ شاہ صاحب موصوف پیر سید ظفر علی شاہ صاحب "فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف" کے برادر اکبر ہیں۔ چوہدری نادر خان صاحب کے دو ننھے منھے بچوں نے پھولوں کے گلدستے پیش کیے۔ سب کی نگاہیں شرف میزبانی حاصل کرنے کے لئے سراپا التماس تھیں۔ لیکن آپ کی نگاہ انتخاب حسب روایت اعجاز خان صاحب صدر جماعت جند اللہ امریکہ پر تھی۔ جناب اعجاز خان صاحب حضور ضیاء الامت کے امریکہ میں میزبان اوّل ہیں۔ صوفی منش، انتہائی باوقار، مرنجان مرنج طبیعت کے مالک پیش نوا شاعر ہیں۔ خوداری تو ان کا طرّہ امتیاز ہے۔ آپ (NOR WAIK CONNOETCEUT) میں رہائش پذیر ہیں۔ ضیاء الامت کے غلامون کا قافلہ عشق ومستی تقریباً دس بجے ان کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ ناشتہ کے بعد کنونشن اور اس کے اغراض ومقاصد پر گفتگو شروع ہوئی جو دو گھنٹے سے زائد جاری رہی۔ جانشین حضور ضیاء الامت نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ مغربی ممالک میں وقتاً فوقتاً آمدورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ان ممالک میں تبلیغ واشاعت کا سلسلہ مختلف انداز سے جاری ہے۔ لیکن اس مرتبہ میں نے اپنے دوستوں تک اللہ کے دین کا پیغام پہنچانے کے طریقہ کار میں تبدیلی کی ہے۔ میری خواہش ہے کہ ہم تمام دوست کسی ایک مقام پر تین دن اکٹھے گزاریں اور باہم گفتگو کے ذریعے اپنے دین کے بارے میں چند بنیادی امور پر کھل کر بحث کریں۔

Marfat.com

اس طرح وہ تمام وقت بھی بچ جائے گا جو احباب تک پہنچنے کے لئے راستہ میں صرف ہو جاتا ہے۔ وہاں ہمیں یکسوئی بھی میسر رہے گی۔ جو وقت ہم اکٹھا گزاریں اس میں ایسا ماحول مہیا کیا جائے جو خالص دینی ہوتا کہ ہماری نوزائیدہ نسل اس سے استفادہ کر سکے۔ آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ہر ہر مخلوق کے لئے جب تک اس کے موافق ماحول میسر نہ ہو وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ مثال سے سمجھاتے ہوئے آپ نے فرمایا: مجھے پچھلے سال جرمنی جانے کا اتفاق ہوا۔ فرینکفرٹ میں دوران سیاحت مجھے ایک کھجور کا درخت دکھایا گیا جو ایک مخصوص ہال میں لگایا گیا تھا۔ اس ہال میں داخل ہوتے ہوئے محسوس ہوا کہ درجہ حرارت انتہائی زیادہ ہے جبکہ باہر برف باری ہو رہی تھی۔ استفسار پر پتا چلا کہ اس صحرائی درخت کی نشونما کے لئے بلند درجہ حرارت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس سرد علاقے میں اس کو سرسبز رکھنے کے لئے مصنوعی طور پر اسے مطلوبہ حرارت مہیا کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح نباتات کی بقا کے لئے ایسے لوازمات ضروری ہیں اسی طرح نظریہ ہائے حیات کے لئے بھی ضروری ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اسلام ہماری نئی نسل کا مقدر بنے تو ہمیں دیار مغرب میں بھی انہیں اسلامی ماحول دینا پڑے گا، ہم اپنے مجوزہ کنونشن میں ہلکی سی جھلک پیش کریں تاکہ اس کے اثرات کم از کم کچھ مدت کے لئے تو موجود رہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ انسان راہ راست پر تب رہ سکتا ہے جب اسے بار بار تلقین کی جائے۔ یہی انسانی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔ مثال دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ ؐ نے دین کی باتیں سمجھائیں۔ پندونصائح سے نوازا۔ بہت متاثر ہوئے۔ جب تھوڑی دور گئے تو پلٹ کر واپس آئے اور پریشانی کے عالم میں عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! نَافَقَ حنظلہ۔ حنظلہ کی طبیعت سے منافقت کی بو آ رہی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے کہا کہ جب ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو طبیعتوں پر رقت طاری رہتی ہے۔ جب دور جاتے ہیں تو وساوس جنم لینا شروع ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پریشان نہ ہوں یہ انسانی سرشت ہے۔ بار بار کوشش کرنے سے آپ اپنی طبیعت پر کنٹرول کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ تلقین کا سلسلہ لگاتار جاری رہے تاکہ ہمارے دلوں میں اسلامی اقدار راسخ ہو جائیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ جب ہم تین دن مل کر گزاریں گے تو ایک دوسرے سے شناسائی ہوگی۔ باہمی محبت پروان چڑھے گی۔ ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یاد رکھیں باہمی موانست اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا ہی اسلام کی اصل ہے۔ کنونشن کے اغراض ومقاصد بیان کرنے کے بعد قبلہ پیر صاحب نے کچھ دیر آرام فرمایا۔ رات کا کھانا STAMFORD میں مقیم بمبئی سے آئی ہوئی کاپڑولا فیملی کے ہاں تھا۔ پہنچنے پر پتہ چلا کہ کھانا

Marfat.com

اصل مقصد نہیں بلکہ اس فیملی کے پاس انڈیا میں آقائے دو عالم حضور ﷺ کا موئے مبارک تھا جو انہوں نے یہاں منگوالیا ہے اور امریکہ میں اس کی زیارت کا افتتاح حضرت پیر صاحب سے کروانا چاہتے تھے۔ ہدیہ حمد ونعت اور قصیدہ بردہ شریف اور صلوٰۃ وسلام کے بعد بھیگی نگاہوں سے یہ مقدس شرف حاصل کیا گیا۔ نماز جمعہ کا پروگرام (BROOKLYN) کی مرکزی جامع مسجد مکی میں تھا۔ وسط شہر میں یہ خاص وسیع دومنزلہ مسجد ہے۔ خطبہ جمعہ میں حضرت پیر امین الحسنات شاہ صاحب نے امت مسلمہ کے ماضی اور حال کے تناظر میں انتہائی جامع خطاب فرمایا۔ کسووا کے مسلمانوں کی چشم دید حالت زار کا ذکر فرما کر ملت کو جھنجھوڑنے کا فریضہ بطریق کمال پورا فرمایا۔ فاتح شام حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کی سادگی اور امانت ودیانت کا تذکرہ فرمایا۔ مختصر وقت میں آپ نے عالم اسلام کی حالت کا نقشہ کھینچ دیا۔ باقاعدہ کنونشن سے پہلے جو دن میسر تھے، ان میں حضور ضیاء الامت کے طریقہ کار کے مطابق ارباب طریقت کے پاس انفرادی طور پر ضیافتوں اور پند ونصائح کا سلسلہ جاری رہا۔

چوہدری نادر خان صاحب کے معصوم بیٹے اور اہل خانہ، لازوال محبتوں اور الفتوں کے امین سید امیر حسین شاہ صاحب، خانوادہ حضرت امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ متوسلین میں سے سراپا خلوص میاں اظہر صاحب، جناب چوہدری ظفر اقبال صاحب، محترم راجہ صاحب وغیرہ یہ سارے احباب وہ ہیں جنہوں نے جانشین حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ سے ہم نشینی کا شرف حاصل کیا اور اپنے اپنے کاشانوں کو یمن وسعادت سے شادکام کیا۔ انہی دنوں میں مختلف مقامات پر مسلم لیگی حلقوں کی طرف سے تین پروگرام رکھے گئے جن میں آپ نے شرکت فرمائی۔ ان اجتماعات کا بنیادی موضوع ملک کی تازہ صورت حال تھی۔ قبلہ پیر صاحب نے فرمایا کہ ہماری قوم نے تازہ اقدام کر کے اچھی روایت قائم نہیں کی۔ مجھے امریکہ سے ملنے والے کئی لوگوں نے کہا ہے آپ بھی کوئی قوم ہیں۔ دنیا 21ویں صدی میں داخل ہو رہی ہے اور آپ کے ہاں آج بھی جمہوری حکومتوں کو بزور بازو ختم کر کے منتخب نمائندوں کو پس دیوار زنداں کیا جا رہا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا مسلم لیگ فوج سے تصادم کی پالیسی اختیار کرے گی۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم پاک فوج کے خلاف تصادم اور نفرت کی فضا پیدا نہیں کریں گے۔ بھٹو کے دور میں بلوچستان میں فوجی کاروائی کی وجہ سے بلوچی پہلے ہی فوج کے بارے میں خوشگوار جذبات نہیں رکھتے۔ بھٹو کی پھانسی اگرچہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے متفقہ فیصلوں سے ہوئی لیکن پھر بھی ان کے سندھی ہونے کے ناطے سندھ میں ان لوگوں کی کمی نہیں جو فوج کو بھٹو کا قاتل سمجھتے ہیں۔ جنرل یحییٰ خان کے مارشل لاء میں صوبہ سرحد کے قائد کے خلاف غداری کا مقدمہ چلا اور وہاں کی ایک سیاسی جماعت پر پابندی لگنے کی وجہ سے وہاں پر فوج کے بارے میں منفی

Marfat.com

رائے رکھنے والوں کی ایک تعداد موجود ہے۔صرف پنجاب ہی وہ صوبہ ہے جس میں عوام کی بھاری اکثریت فوج سے محبت کرتی ہے۔اگر پنجاب سے تعلق رکھنے والی مسلم لیگی قیادت کے خلاف فوجی انتظامیہ کے دور میں کوئی نامناسب کاروائی ہوئی تو اس کے نتائج کسی بھی لحاظ سے خوشگوار نہیں ہوں گے کیونکہ لوگ پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت کی بنا پر فوج اور پاکستان کے بانی ہونے کی وجہ سے مسلم لیگ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔پاکستان کی متعدد جماعتوں نے فوج کے پہلو میں اپنے عسکری ونگ تیار کر رکھے ہیں۔لیکن پاکستان مسلم لیگ پاک فوج ہی کو اپنا ونگ یقین کرتی ہے۔مسلم لیگ اور پاک فوج ایک دوسرے کے فطرتی حلیف ہیں۔ان دو حلیفوں کے درمیان حریفانہ کش مکش نہ ملک وملت اور نہ ان کے اپنے مفاد میں ہے۔حضرت خالد بن ولیدؓ اور محمد بن قاسم کے حوالے سے آپ نے بتایا کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار حاکم وقت کے سبکدوشی کے فیصلوں کو بسر وچشم قبول کرتے آئے ہیں کہ کہیں ان کا نام ملت اسلامیہ کے باغیوں کی فہرست میں نہ آ جائے۔ہمارا دین اور ملکی آئین سربراہ مملکت کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ سپہ سالاروں کو ملک وملت کے مفاد میں نامزد و برخاست کر سکے۔جماعت جنداللہ کے مرکزی کنونشن کے لئے بنیادی طور پر مرکزی امیر جنداللہ کی طرف سے تین موضوعات کا انتخاب کیا گیا تھا: 1۔قرآن فہمی 2۔طہارت 3۔بیعت مرشد کی حقیقت وضرورت

قرآن فہمی کا موضوع قبلہ پیر صاحب نے خود اپنے ذمہ لیا اور اس کے لئے بنیادی طور پر تین چیزیں پیش نظر رکھیں:

1۔قرآن میں کون کون سے علوم کو متعارف کرایا گیا ہے۔

2۔قرآن کی عظمت ماضی، حال و مستقبل کے تناظر میں۔

3۔قرآن مجید سے کسی ایک سورۃ کا انتخاب کر کے اس کا ترجمہ وتشریح۔

اس سال کے لئے ''سورۃ النور'' کا انتخاب کیا گیا تا کہ حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق معاشرتی مسائل کے بارے میں معلومات حاصل ہوں اور ساتھ ہی ساتھ عورت کی عظمت اور پھر اس سورۃ کے مخصوص تناظر میں ''سیدہ عائشہؓ'' کی حیات طیبہ کے بارے میں معلومات مسلمان گھرانوں تک پہنچائی جائیں۔طہارت کے موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے جنوبی افریقہ سے مفتی محمد اسماعیل نقشبندی (فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف) قبلہ پیر صاحب کے حکم پر امریکہ پہنچے تھے۔انہوں نے بھی اپنے موضوع کو تین حصوں میں تقسیم کیا:

1۔طہارت بدنی (نظام طہارت ووضووغسل)

2۔طہارت روح (نماز)

Marfat.com

3۔طہارت مال (زکوٰۃ وصدقات)

بیعتِ مرشد کی حقیقت کے سلسلہ میں راقم الحروف کو قبلہ پیر صاحب نے ہالینڈ سے طلب فرمایا۔ مجھے بمطابق پروگرام چند روز قبل ہی مرشد کریم کے حکم پر امریکہ پہنچنے کی سعادت حاصل ہوگئی۔ قیام امریکہ کے دوران حضور ضیاء الامتؒ کے متوسلین نے جس پیار، خلوص ومحبت سے نوازا، میرے لئے یہ بہت بڑا سرمایہ ہے۔ میں نے بساط بھر اپنے موضوع کو نبھانے کی کوشش کی۔ میرے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ قبلہ پیر محمد امین الحسنات صاحب نے میری گفتگو کے بعد حد درجہ حوصلہ افزائی فرمائی اور متعلقہ موضوع کے بارے میں میری ادنیٰ کوشش کو بنظر استحسان دیکھا۔ 26 تا 28 نومبر RAMADA INNLANCASTEQ میں جماعت جنداللہ کا پہلا سالانہ بین الاقوامی جنداللہ کونشن منعقد ہوا۔ جناب اعجاز احمد خان صاحب نے ناظم اعلیٰ کی ذمہ داری ارکان جنداللہ اور دیگر احباب کے تعاون واشتراک سے ادا فرمائی، جس پر وہ اور دیگر تمام احباب بجا طور پر تبریک وتحسین کے مستحق ہیں۔ خصوصاً جاوید کوثر اپنی سعی اور کوششوں سے نمایاں رہے۔ کونشن کا آغاز جمعہ سے ہوا۔ خطبہ جمعہ مولانا سید لخت حسنین صاحب فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف اور چیرمین مسلم ہینڈز نے ارشاد فرمایا۔ خطبہ جمعہ میں انہوں نے اسلام کی عالمگیریت کو بڑے اچھوتے انداز میں واضح فرمایا۔ اسلام کسی خاص نسل، قوم، رنگ، زبان سے تعلق رکھنےوالوں کا دین نہیں بلکہ یہ پوری انسانیت کے لئے فوز وفلاح کا ضامن ہے۔ اسلام وہ جامع نظام حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام روحانی، اخلاقی، معاشی، سیاسی اور معاشرتی مسائل کا فطری اور منصفانہ حل پیش کرتا ہے۔ اسلام نے چودہ صدیاں پیشتر علم وحکمت اور تہذیب وتمدن کی بنیادی حقیقتوں تک سے نا آشنا قوم کو اپنے سرمدی فیضان سے اقوام عالم کا رہبر وراہنما بنا دیا اور آج بھی سرچشمہ اسلام آب زلال رکھتا ہے جو سسکتی اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کے ہر ناسور اور مرض کا علاج ہے۔ یہ بات انتہائی درجہ باعث مسرت ہے کہ جمعۃ المبارک کے موقع پر اس علاقہ کی جملہ تنظیموں اور اداروں کے افراد نے اسلامی یک جہتی کا اظہار کرتے ہوئے نماز جمعہ جماعت جنداللہ کے ساتھ ادا کی۔ بعد نماز اسلامی سنٹر لنکاسٹر کے صدر جناب ابراہیم قیس صاحب نے کونشن کے شرکاء کو اپنے خطاب میں خوش آمدید کہا اور اس کے مرکزی اور مقامی قائدین کا قلبی شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس عظیم روحانی اجتماع کے لئے لنکاسٹر کا انتخاب کیا ہے۔ انہوں نے آئندہ بھی ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ چائے وغیرہ، نماز مغرب اور اوابین کے نوافل کے وقفے کے بعد اجلاس دوبارہ شروع ہوا۔ کونشن کے صدر حضرت علامہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھیرہ شریف نے افتتاحی خطاب میں فرمایا کہ اس کونشن کا مقصد وحید نسل انسانی کو قرآن

Marfat.com

اور صاحب قرآن کی طرف بلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو انسان کی آخری اور حتمی راہنمائی کے لئے قرآن حکیم جیسی مکمل کتاب دے کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے متعدد مثالوں سے واضح فرمایا کہ نسل انسانی کو علم و حکمت کی جس جہت اور رخ کی ضرورت ہے وہ ڈھونڈنے سے قرآن کی آیات میں ملے گا جس کی وضاحت صاحب قرآن نے اپنے قول و فعل سے کر دی۔ تورات، انجیل اور زبور صرف وقتی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نازل کی گئی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتب میں انسانی زندگی کے ان گنت پہلوؤں کا تذکرہ سرسری انداز میں بھی مفقود ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد کھانے کا وقفہ کر دیا گیا۔ شرکاء کے لئے کھانے کا بہترین انتظام کیا گیا تھا مگر جناب ڈاکٹر خالد صاحب کی محبت متعدد مہمانوں کو اپنے دولت کدہ پر لے جانے میں کامیاب ہوگئی۔ ڈاکٹر صاحب بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ایک طویل عرصہ سے امریکہ میں مقیم ہیں۔ پاکستان سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ کاش وطن عزیز کے ارباب بست و کشاد ان کی پاکستان واپسی کی راہ ہموار کر سکیں تو کیا بعید ہے کہ ملک کو ڈاکٹر قدیر کا ایک ہم سفر میسر آ جائے۔ رات کی نشست میں ناچیز راقم الحروف نے قرآن وسنت پر مشتمل متعدد دلائل کی روشنی میں ضرورت مرشد واضح کرنے کی کوشش کی۔ اہل ذوق نے تمام خامیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے بے پناہ حوصلہ افزائی فرمائی۔ اگر توفیق ایزدی نے ساتھ دیا تو کبھی ایک مضمون کی صورت میں ضیائے حرم کے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ بعد ازاں جنوبی افریقہ سے تشریف لائے ہوئے مفتی محمد اسماعیل نقشبندی نے فقہ اسلامی کے بنیادی ابواب طہارت و پاکیزگی، اس کا فلسفہ اور اس کے اصول وقواعد پر روشنی ڈالی اور طہارت و نظافت کے لطیف فرق کو واضح فرمایا۔ انہوں نے فرمایا کہ جسمانی طہارت کے لئے اسلام نے وضو اور غسل وغیرہ کا تصور دیا جبکہ روح کی پاکیزگی کے لئے نظام صلوٰۃ اور دیگر عبادات کی طرف راہنمائی فرمائی اور مال کو پاک کرنے کے لئے زکوٰۃ وصدقات کا نظام دیا۔ صلوٰۃ وسلام اور دعائے خیر سے محفل برخاست ہوئی۔ 27 نومبر کو نماز تہجد کے لئے حسب پروگرام سب کو بیدار کیا گیا اور محفل ذکر سجائی گئی۔ محفل کے آغاز میں پیر صاحب نے ذکر کے بارے میں مختصر مگر مؤثر خطاب کیا جس میں ذکر کی فضیلت اور شرائط ذکر کو بیان کیا گیا۔ نماز فجر کے بعد حضرت قبلہ پیر صاحب نے سورۃ نور کی روشنی میں شرم وحیاء، چادر اور چاردیواری، عفت و عصمت کے موضوعات پر جامع درس قرآن دیا اور مغربی معاشرہ میں اسلام کے ان بنیادی اصولوں پر کاربند رہنے کی اہمیت وافادیت واضح فرمائی۔ سانحہ افک کے ضمن میں ام المومنین سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ و مقام اللہ رب العزت اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی بارگاہ میں کیا ہے، اس کے بارے میں وضاحت فرمائی۔ اشراق کے نوافل اور اجتماعی دعائے خیر سے یہ نور ونکہت

Marfat.com

بداماں محفل اختتام کو پہنچی۔ ناشتے اور آرام کے لئے نماز ظہر تک وقفہ کیا گیا۔ نماز ظہر کے بعد کی نشست سے انگلستان سے تشریف لائے ہوئے حضرت پیر سید لخت حسنین شاہ صاحب نے قرآن وسنت اور سلف صالحین کے اقوال وافعال کی روشنی میں سوشل ورک کی اہمیت کو بڑے اچھوتے اور حسین انداز میں بیان فرمایا۔ ان کی زیر قیادت مسلم ہینڈز بوسنیا'' چیچنیا'' کوسووا، مقبوضہ کشمیر، بنگلہ دیش، پاکستان کے علاوہ دنیا میں مظلوم اور بے یارومددگار یتیموں اور بیواؤں کی خدمت میں جس انداز میں مصروف کار ہے اس پر روشنی ڈالی۔ اسلامک سوسائٹی آف گریڑ ہاربرگ کے امام علامہ عزیز شاہ صاحب نے اسلام میں عورت کے مقام ومرتبہ پر مختصر مگر پر مغز گفتگو فرمائی۔ نماز عصر کے بعد مغرب کی نماز تک جناب علی محمد ذاتائی صاحب کے زیر نظامت محفل حمد ونعت منعقد ہوئی اور کھانے کا وقفہ کر دیا گیا۔ بعد از نماز عشاء نشست شروع ہوئی۔ مفتی محمد اسماعیل صاحب نقشبندی نے فلسفہ زکوۃ اور مصارف زکوۃ پر بڑے دلنشین انداز میں روشنی ڈالی اور خصوصی طور پر واضح کیا کہ غیر مسلم اور غیر مسلم خیراتی ادارے زکوۃ کے بالکل مستحق نہیں ہیں۔ مفتی صاحب انگریزی زبان بڑی روانی سے بولتے ہیں۔ انداز بیاں بہت موثر ہے۔ فاضل نوجوان ہیں۔ اللہ تعالیٰ صلاحیتوں میں مزید نکھار پیدا فرمائے۔ (آمین) انجمن طلباء اسلام کے سابق مرکزی صدر جناب ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ انسانیت لاتعداد مسائل اور مشکلات کو دامن میں لئے ہوئے 21 ویں صدی میں داخل ہو رہی ہے۔ علوم وفنون کی تمام تر فتوحات کے باوجود ان مسائل کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اسلام اپنے دامن میں ان تمام مسائل کا فطری اور حکیمانہ حل رکھتا ہے، اس لئے اہل مغرب کو خود اسلام سے خائف ہونے اور دوسری اقوام کو اس سے خائف کرنے کی بجائے اس کے دامن رحمت میں پناہ لینی چاہیے۔ کیونکہ حکیم اور ڈاکٹر سے خائف ہونا صرف ناسمجھ بچوں کو ہی زیب دیتا ہے۔ صدر اجتماع حضرت علامہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ انسان بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا سکتا ہے اور ہر جنگ میں ہار جیت دونوں کے امکانات موجود رہتے ہیں، لیکن فطرت انسانی کے خلاف نبرد آزما قومیں باہمہ جاہ وحشمت اور قوت وشوکت عبرت ناک شکست سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتیں۔ اس جنگ میں جیتنے کا کوئی امکان ہی نہیں۔ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو انسان اور اس کی فطرت بلکہ تمام کائنات کے خالق کا دیا ہوا ہے۔ انسان اپنی تمام تر علمی ترقیوں کے باوجود ہمیشہ خدائی اور مصطفائی ہدایت کا محتاج رہے گا۔ محفل کے اختتام پر جناب پیر امیر علی شاہ صاحب اور جناب اعجاز احمد خان صاحب ننگے پاؤں آقائے دو عالم نور مجسم ﷺ کا موئے مبارک لے کر محفل میں داخل ہوئے تو اس اجتماع کی کاروائی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ علامہ فیض رسول چشتی گولڑوی صاحب نے بڑے

Marfat.com

وجد آفریں انداز میں صلوٰۃ وسلام، قصیدہ بردہ شریف اور طلع البدر علینا کے گلہائے عقیدت پیش کیے۔ آہوں، سسکیوں اور آنسوؤں کے سیلاب پھوٹ پڑے۔ موئے مبارک کی زیارت سے سب حضرات نے دیدہ و دل، نور علی نور کیے۔ ایسے انداز میں دعائے خیر ہوئی کہ بارہ ربیع الاول شریف کی صبح ولادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھیرہ شریف میں منعقد ہونے والی نور و سرور بداماں محافل کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ 28 نومبر کو نماز تہجد کے بعد پھر محفل ذکر شروع ہوئی۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد مجھے کچھ عرض کرنے کا حکم ہوا۔ راہ طریقت میں امیر کارواں کی اطاعت وانقیاد کے موضوع پر گفتگو ہوئی اور رفقائے کارواں کے باہمی نظم وضبط اور تعلق ووابستگی کے متعلق بھی کچھ باتیں عرض کی گئیں۔ حضرت قبلہ پیر صاحب نے الوداعی پند ونصائح سے شرکاء کو نوازا۔ صلوٰۃ وسلام اور دعائے خیر سے امریکہ میں جند اللہ کا یہ پہلا تین روزہ روحانی تربیتی اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اس اجتماع میں سینکڑوں کی تعداد میں زندگی کے مختلف طبقات اور ہر عمر سے تعلق رکھنے والے خواتین وحضرات، بچوں اور بچیوں نے شرکت کی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی شامل ہوئے اور عامۃ المسلمین بھی۔ مملکت علم ودانش کے فرمانروا بھی اور رموز شریعت وطریقت کے شناسا بھی۔ اس اجتماع سے قلب ودماغ اور عقل وعشق اپنے اپنے انداز میں گلہائے رنگ وبو کے گلدستے اپنے ایوانوں کی زینت بنانے کے لئے لے گئے اور بقول ایک بزرگ شرکت کنندہ صلاح الدین صاحب کہ میں نے آج تک بڑے بڑے کنونشنوں میں شرکت کی لیکن قلب اس سوز وگداز سے ناآشنا رہا جو اس کنونشن کا طرہ امتیاز تھا۔ نگاہیں اس نمنا کی سے محروم رہیں جو اس کنونشن میں نصیب ہوئی۔ جند اللہ امریکہ کے زیر انتظام یہ پہلا سالانہ روحانی اجتماع اپنے نتائج کے اعتبار سے کافی کامیاب رہا۔ کنونشن کا نظم وضبط جناب اعجاز احمد خان صاحب کے حسن انتظام اور قائدانہ صلاحیتوں اور ان کے دیگر رفقائے کار کے خلوص ومحبت اور اشتراک وتعاون پر شاہد عادل تھا۔ اللہ تعالیٰ جند اللہ کے اس کارواں کو مزید نظم وضبط اور مہر ومحبت کے ساتھ سوئے منزل رواں دواں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ افضل الصلوٰات واجمل التسلیمات۔

Marfat.com

ختم نبوت کنونشن لین کیسٹر امریکہ

رپورٹ: افتخار الحسن میاں

پاکستان کے معروضی حالات نے قادیانیوں میں ایک بار پھر یہ جرأت پیدا کر دی ہے کہ وہ عقیدہ ختم نبوت پر پاکستان کے غیور مسلمانوں کے ایمان کو چیلنج کر سکیں۔ کلیدی عہدوں پر براجمان قادیانی موجودہ پاکستانی حکمرانوں کی آنکھ کا تارہ ہیں۔ ملکی آئین معطل کئے جانے کے بعد اب یہ دشمن دین وملت طبقہ دعویٰ کر رہا ہے کہ آئین میں موجود ختم نبوت سے متعلقہ آرٹیکل اور اس کے زیر اثر بننے والے قوانین جن میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا، وہ سب بھی معطل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اب وہ غیر مسلم اقلیت نہیں رہے۔

پاکستان کی فوجی حکومت نے زندگی کے ہر شعبے میں قوم کو مایوسیوں اور ناکامیوں کے سوا کچھ نہیں دیا۔ معاشی صورت حال کا یہ عالم ہے کہ عام آدمی کے منہ سے نوالہ تک چھین لیا گیا ہے اور اشیاء خورد ونوش کی روز افزوں گرانی اور قلت کے علاوہ بیروزگاری کے باعث متوسط طبقہ کی زندگی بھی اجیرن ہو چکی ہے۔ آئے روز ٹی، وی پر اپنی کامیاب پالیسیوں کے بے بنیاد دعوے کرنے والے حکمرانوں کو اب یکے بعد دیگرے اپنی ناکامیوں کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں۔ متمدن اور ترقی یافتہ ممالک میں اگر حکومت کی کوئی ایک پالیسی بھی ناکام ہو جائے تو وہ سیاسی اخلاقیات کے تحت فوراً استعفاء دے دیتی ہے۔ مگر یہ سیاسی اخلاقیات ان حکمرانوں کے یہاں اہمیت رکھتی ہیں جو عوام کی مرضی اور ووٹ سے برسر اقتدار آتے ہیں۔ البتہ جب اقتدار کے شوق کی تکمیل کا ذریعہ بندوق اور ٹینک کی اندھی طاقت ہو تو سیاسی اخلاقیات ایسے حکمرانوں کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ پاکستان کے مسلم معاشرہ میں جہاں سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ اور رب العالمین کے نام لیوا اپنے آقا ﷺ کی ناموس، عصمت وحرمت اور عقیدۂ ختم النبوت کو اپنی جانوں سے عزیز رکھتے ہوں، وہاں طاقت کے نشے میں مست حکمران اگر ان کے اسی عقیدہ کو متزلزل کرنے کے درپے ہو جائیں تو اہل ایمان کے اضطراب اور تشویش کی کوئی حد نہیں رہتی۔ قادیانیوں کی ریشہ دانیوں کے باعث غیرت مند پاکستانی عوام اور علماء کرام وطن عزیز کے اندر بھی حکمرانوں کے فتنہ پرور اقدامات کے خلاف سراپا احتجاج ہیں اور دنیا کے دیگر ممالک کی طرح امریکہ میں مقیم پاکستانی بھی قادیانیوں کے مذکورہ بالا شر انگیز دعویٰ کو سختی سے مسترد کرتے ہیں۔ ناموس رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت خطرے میں ہو تو مجاہد تحریک ختم نبوت جانشین ضیاء

Marfat.com

الامت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ دامت برکاتہم العالیہ اور آپ کے ارادتمندوں کا بے چین ہونا فطری اور یقینی امر ہے۔ آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے اہل ایمان کی ترجمانی فرمائی اور زیر بحث مسئلہ پر اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے حکمرانوں کو خبردار کیا ہے کہ توہین رسالت کی سزا، عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے متعلق قوانین میں سر مو تبدیلی نہ کی جائے ورنہ قوم کا ہر فرد غازی علم دین شہید کی یاد تازہ کر دے گا۔ حکمرانوں کی تشجیع یعنی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کے باعث قادیانیوں کی حالیہ شرانگیزیوں کے خلاف جہاں پاکستان کے اندر بسنے والے کروڑوں اہل ایمان اپنے شدید اضطراب اور احتجاج کا مختلف طریقوں سے بھرپور اظہار کر رہے ہیں وہاں امریکہ میں مقیم غیرت مند مسلمان اور آستانہ عالیہ امیر السالکین بھیرہ شریف کے متوسلین بھی ناموس رسالت کے تحفظ اور عقیدہ ختم نبوت اور اپنے غیر متزلزل ایمان کے اظہار کے لئے پرشکوہ کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے تحت جماعت جنداللہ امریکہ نے جو مرکزی جماعت جنداللہ بھیرہ شریف کی متحرک اور فعال شاخ ہے، امریکہ کی مختلف ریاستوں میں مقیم مسلمانوں میں قادیانیوں کی دین دشمن سازشوں کے خلاف پائے جانے والے اضطراب کے اظہار اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا عزم مزید محکم کرنے کے لئے امریکی ریاست پن سلوینیا شہر لین کاسٹر میں واقع راما دا ہوٹل میں 24 تا 26 نومبر 2000ء تین روزہ ختم نبوت کنونشن کا اہتمام کیا۔ آستانہ عالیہ بھیرہ شریف کے تمام عقیدتمندوں نے اس کنونشن کی کامیابی کے لئے شبانہ روز محنت کی۔ چند احباب کا بطور خاص ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا جنہوں نے دیگر دوستوں کے ساتھ رابطوں، اطلاعات اور انتظامات کے علاوہ ہالینڈ اور انگلینڈ وغیرہ سے علماء کرام کو اس کنونشن سے خطاب کرنے کے لئے مدعو کیا اور انہیں وسائل سفر مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی مہمان نوازی کی خدمات باوقار انداز میں سرانجام دیں۔ ان میں حضرت پیر ظفر علی شاہ صاحب (گجرات) کے برادر گرامی محترم سید امیر حسین شاہ صاحب اس کنونشن کی روح رواں تھے۔ انہوں نے کنونشن کو موثر اور جاندار بنانے کے لئے اپنے قیمتی اوقات اور گراں قدر مالی وسائل صرف کئے۔ محترم میاں محمد اظہر (سیالکوٹ) اور محترم حاجی ظفر اقبال (گوہد پور) کو اس کنونشن کے محرک، مجاہد تحریک ختم نبوت حضور غریب نواز حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ، ہالینڈ سے تشریف لائے ہوئے مولانا افتخار علی چشتی، انگلینڈ سے تشریف لائے ہوئے مولانا محمد مسعود عالم الازہری کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ قبلہ حضور غریب نواز کی اس کنونشن کے لئے پاکستان سے تشریف آوری سے لے کر آپ کو مصر کے لئے الوداع کہنے تک کے پندرہ دنوں میں یہ احباب ہمہ وقت مصروف خدمت رہے اور خدمت کے ہر لمحے کو اپنے لئے غنیمت جانتے رہے۔ بلاشبہ ان کے پرخلوص جذبے کسی لفظی شکریے

Marfat.com

سے بہت ارفع ہیں۔ کنونشن سے خطاب فرمانے کے لئے حضرت مفتی محمد اسمٰعیل انگلینڈ سے تشریف لائے تھے۔ ان کی میز بانی محترم عبدالعزیز (گجرات) کے حصہ میں آئی۔ جماعت جنداللہ امریکہ کے مخلص احباب گذشتہ دو سالوں سے کسی مرکزی مقام پر کنونشن کا اہتمام کر رہے ہیں تاکہ فکر معاش کی ہنگامہ خیزیوں سے کچھ وقت نکال کر ارباب عقیدت اپنے دین وایمان کی تازگی اور پختگی کا اہتمام کر سکیں۔ کنونشن کی روح پرور محافل میں شرکت کر کے محسوس ہوا کہ رسول کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ان عاشقوں کے جسم امریکہ میں ہیں مگر ان کے دل دم بہ دم مدینہ کی وجد آور مہکتی فضاؤں میں دھڑکتے ہیں۔ اپنے پیر کامل کے فیض تربیت سے یہ اہل عقیدت، ترجمان حقیقت حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کے اس شعر کے مصداق ہیں ۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

رمضان المبارک کی آمد سے صرف تین روز قبل شروع ہونے والے اس کنونشن کے باقاعدہ آغاز سے قبل پن سلوینا اور دیگر ریاستوں سے شرکاء آنا شروع ہو چکے تھے۔ 24 نومبر کو جمعہ کی نماز رامادا ہوٹل کے خوبصورت ہال میں ادا کی گئی۔ مولانا افتخار علی چشتی نے مختصر خطاب کے بعد نماز جمعہ کی امامت کروائی۔ نماز کے فوراً بعد حضرت قبلہ پیر صاحب نے اس کنونشن کے اغراض ومقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ نے شرکاء کو آگاہ فرمایا کہ قادیانیوں نے اپنے حقوق کی پامالی اور اپنے خلاف مظالم ڈھائے جانے کے بے بنیاد الزامات عائد کرتے ہوئے حکومت پاکستان کے خلاف اقوام متحدہ میں اپیل دائر کی ہے جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ عالمی ادارہ ان کے حقوق کے تحفظ اور ان کے خلاف مظالم کی روک تھام کے لئے پاکستان پر دباؤ ڈالے۔ برطانیہ میں قائم احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کے صدر افتخار ایاز کی مذموم سرگرمیوں سے پردہ اٹھاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس نے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کمیٹی کو بتایا ہے کہ دنیا بھر کے ساٹھ سے زائد ممالک میں چار کروڑ سے زائد احمدی موجود ہیں۔ جبکہ ان میں سے زیادہ تر پاکستان میں بستے ہیں جہاں ان کی حالت قابل رحم ہے۔ کیونکہ وہاں ان کو پاکستانی شہری ہونے کے مساویانہ حقوق نہیں دیئے جاتے۔ پاکستان میں نہ ان کو ملازمت دی جاتی ہے اور نہ کسی کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ دیا جاتا ہے۔ حضرت قبلہ پیر صاحب نے افتخار ایاز کا یہ بیان شرکائے کنونشن کی خصوصی توجہ کے لئے دہرایا کہ پاکستان کی فوجی حکومت کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے ناموس رسالت ایکٹ میں ترامیم کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم وہ وقتی طور پر قدامت پسندوں کے سامنے جھک گئے ہیں۔ اس نے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کمیٹی سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ قادیانیوں کے

Marfat.com

خلاف امتیازی قوانین منسوخ کرنے کے لئے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالے۔ مجاہد تحریک ختم نبوت حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ دامت برکاتہم العالیہ نے برطانیہ میں قادیانی جماعت کے صدر افتخار ایاز کی طرف سے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی میں لگائے ہوئے الزامات کو سختی سے مسترد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ پاکستان کے زمینی حقائق ان الزامات کی واضح طور پر نفی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پاکستان میں قادیانیوں پر ملازمت کی پابندیوں کے الزام کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ملک کے کلیدی عہدوں پر آج بھی خاصی تعداد میں قادیانی براجمان ہیں جو اپنے اختیار کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے الٹا اکثریت کے حقوق پامال کر رہے ہیں اور اپنے ہم مذہب قادیانیوں میں سرکاری ملازمتیں بانٹ رہے ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ بھیرہ شریف میں قادیانی حکومتی سرپرستی کی وجہ سے اس درجہ جسارت کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ وہ مہنگائی اور بیروزگاری کے ستائے ہوئے کمزور ایمان مسلمانوں کو تین تین لاکھ روپے کا لالچ دے کر انہیں قادیانی بنانے کی کھلم کھلا مہم چلا رہے ہیں۔ آپ نے جنرل پرویز مشرف کے سٹاف میں شامل ایک اعلیٰ عہدہ دار قادیانی کی سرگرمیوں سے بھی شرکاء کنونشن کو آگاہ فرمایا کہ اس انتہائی قریبی ساتھی کے اثر ورسوخ کی وجہ سے جنرل پرویز مشرف نے مغربی ممالک اور ان کے پروردہ قادیانیوں کو خوش کرنے کی غرض سے توہین رسالت ایکٹ کو منسوخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی تائید برطانیہ میں مقیم قادیانیوں کے صدر افتخار ایاز کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو اس نے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی کے سامنے دیا ہے۔ حضرت قبلہ پیر صاحب نے قرآن حکیم کی آیات بینات اور احادیث مبارکہ کے علاوہ عقلی دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ فخر موجودات سید کونین حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شک وشبہ کے بغیر خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آ سکتا۔ یہ ہر کلمہ گو کا عقیدہ اور ایمان ہے۔ دنیا کا کوئی لالچ اور خوف کسی سچے مسلمان کے اس عقیدہ وایمان کو متزلزل نہیں کر سکتا۔ اپنے خطاب میں قبلہ پیر صاحب نے مزید فرمایا کہ پاکستان کے موجودہ فوجی حکمران اپنی اقتصادی پالیسیوں میں ناکامی کے بعد اب مغربی ممالک کو خوش کرنے کے لئے توہین رسالت ایکٹ میں ترامیم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وطن عزیز کی مسلم اکثریت کو یرغمال بنانے کے خبط میں مبتلا طبقے غیرت مند مسلمانوں کا غلط اندازہ لگا رہے ہیں۔ کیونکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے جان تک قربان کر دینے کی طویل اور روشن تاریخ کے وارث ہیں۔ یہ کنونشن اسی مقصد کے لئے منعقد کیا گیا ہے کہ اہل وطن کو دین وایمان پر نقب لگانے والوں کے مکروہ چہروں اور ناپاک عزائم سے آگاہ کیا جا سکے اور ساتھ ہی اقوام متحدہ کو یہ پیغام دینا ضروری ہے کہ قادیانی اقلیت کے حقوق پامال نہیں ہو رہے بلکہ الٹا یہ اقلیت

Marfat.com

اعلیٰ حکومتی عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے مسلم اکثریت کو یرغمال بنانے کے درپے ہے۔ اس تعارفی خطاب کے آخر میں حضرت قبلہ پیر صاحب نے کنونشن کے انعقاد کو ممکن بنانے پر تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا جو اپنی بے پناہ مصروفیات اور مالی ترغیبات پر اس دینی اجتماع کو فوقیت دیتے ہوئے تشریف لائے۔ آپ نے خصوصاً ان معزز خواتین کو کنونشن میں خوش آمدید کہا جو اپنے بچوں کے ہمراہ کنونشن میں شریک ہوئیں تاکہ اپنے آقا و مولا حضور ختمی مرتبت ﷺ سے اپنی والہانہ محبت اور ختم نبوت پر اپنے غیر متزلزل ایمان کا اظہار کر سکیں۔ آپ نے لین کاسٹر میں کنونشن کے میزبان محترم ڈاکٹر ناصر شاہ، محترم ڈاکٹر محمد عارف، محترم ڈاکٹر مجید صدیقی، محترم ڈاکٹر محمد حسین چوہدری، محترم بابر، محترم قیصر چیمہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ جنہوں نے مہمان نوازی کی ارفع اسلامی روایات کے مطابق مہمان شرکاء کو ممکنہ سہولیات کی فراہمی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ نے محترم ڈاکٹر خالد چوہدری کی خدمات کو سراہا اور ان کی صحت یابی کی دعا کی۔ آپ نے محترم ڈاکٹر عارف صاحب کے حسن انتظام کی شاندار الفاظ میں تعریف کی جنہوں نے کنونشن کے لئے بطور خاص ساؤنڈ سسٹم کا اہتمام کیا تاکہ مردوں اور خواتین کے دونوں حصوں میں سامعین کو کاروائی سننے میں کوئی دقت محسوس نہ ہو۔ اس موقع پر ڈاکٹر سید ناصر حسین شاہ نے اپنی مترنم اور رندھی ہوئی آواز میں کنونشن کے شرکاء کو خوش آمدید کہا اور حضرت قبلہ پیر صاحب کو اس کنونشن کی سرپرستی فرمانے اور اس میں شرکت کے لئے پاکستان سے امریکہ تشریف لانے پر ہدیہ تشکر و امتنان پیش کیا۔ اس نشست کا اختتام دعائے خیر سے ہوا۔ بعد میں شرکاء کے کھانے اور آرام کے لئے ایک گھنٹے کا وقفہ کیا گیا۔ جمعہ 22 نومبر کی دوسری نشست نماز مغرب کے بعد شروع ہوئی۔ اس نشست کے لئے موضوع تھا عقیدۂ ختم نبوت۔ قرآن کریم کی آیات بینات تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سٹیج سیکرٹری محترم اعجاز احمد خاں امیر جماعت جند اللہ امریکہ نے محترم سید امیر حسین شاہ جنرل سیکرٹری جماعت جند اللہ امریکہ کو دعوت دی۔ تلاوت کے بعد دربار رسالت میں ہدیہ نعت پیش کرنے کے لئے امریکہ میں معروف نعت خواں محترم محمد اعظم چشتی تشریف لائے۔ فنی پختگی اور ان کے پرسوز لہجہ نے محفل پر وجد طاری کر دیا۔ نعت رسالت مآب ﷺ کے بعد سلسلہ خطابات شروع ہوا تو سٹیج سیکرٹری نے نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی گونج میں انگلینڈ سے تشریف لانے والے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف اور جامعۃ الازہر مصر کے فاضل حضرت مولانا محمد مسعود عالم الازہری کو دعوت خطاب دی۔ آپ کا موضوع سیرت طیبہ اور صاحب سیرت علیہ التحیۃ والثناء تھا۔ محترم مولانا محمد مسعود عالم الازہری نے اپنے ایمان پرور، پرجوش اور مدلل خطاب میں سیرت طیبہ کے متعدد واقعات بیان فرماتے ہوئے محبت رسول ﷺ کو اسلام اور مسلمانوں کی اساس اور بنیادی اثاثہ قرار دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ

Marfat.com

صاحب سیرت طیبہ ﷺ سے صرف نظر کر کے اگر سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ محض اسلامی تاریخ کا مطالعہ قرار دیا جاسکتا ہے جب کہ مسلمان کی زندگی میں انقلاب وہ مطالعہ سیرت طیبہ پیدا کرتا ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں ڈوب کر پرنم آنکھوں کے ساتھ کیا جائے۔ ان کے بعد راقم الحروف کو ''دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے نصاب تعلیم کی انفرادیت'' کے موضوع پر گفتگو کرنے کی دعوت دی گئی۔

خاکسار نے شرکاء کو مختلف حوالوں سے بتایا کہ اسلام کی تعلیم کو دور غلامی کے سوا کسی دور میں بھی دینی اور دنیوی تعلیم کے خانوں میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ سائنسی علوم وفنون مسلمانوں کی میراث ہیں۔ مسلمانوں کے سیاسی عروج کے دور میں علماء اسلام اپنے عہد کے مروجہ سائنسی علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ہمارے اسلاف نے بیشتر سائنسی علوم کی نہ صرف بنیاد رکھی بلکہ انہیں اس درجہ ترقی دی کہ وہ عصر حاضر کی سائنسی ترقی کی اساس ثابت ہوئے، جس کا اعتراف بعض دیانتدار مغربی محققین نے بھی کیا ہے۔ راقم نے بتایا کہ دور غلامی میں ایک سازش کے تحت دینی اور دنیوی تقسیم کر کے مسٹر اور مولانا کے دو متحارب طبقات پیدا کئے گئے۔ مسلمانوں کے ان دو تعلیم یافتہ طبقوں میں حائل خلیج وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی گئی جس کے نتیجے میں قیام پاکستان کے بعد مثالی اسلامی معاشرے کے قیام کا ہدف نظروں سے محو ہونے لگا۔ اس تکلیف دہ صورت حال نے حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ایسا نصاب تعلیم تیار کرنے پر آمادہ کیا جس میں مروجہ دینی علوم کے پہلو بہ پہلو میٹرک، ایف اے اور بی اے کی سطح تک انگریزی، معاشیات اور سیاسیات کے اہم مضامین کو شامل کیا گیا۔ آج سینتالیس برس پر محیط شبانہ روز محنت اور حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اولوالعزمی اور دعاؤں سے یہ نصاب پاکستان کے تمام ماہرین تعلیم سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔ ابتدا میں علماء کرام اس کو دینی نصاب تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ مگر آج پاکستان کے اکثر دینی ادارے اسی نصاب کے زیر اثر جدید علوم اپنے نصاب میں شامل کرنے پر مجبور ہیں۔ راقم الحروف نے دارالعلوم کے اساتذہ کی جگر کاوی کو سپاس عقیدت پیش کرتے ہوئے شرکاء کو دارالعلوم اور الکلیۃ الغوثیہ للبنات کے شاندار امتحانی نتائج سے آگاہ کیا۔ کنونشن کے مندوبین نے کلمہ شکر ادا کیا کہ دارالعلوم کے قابل رشک طلبہ ملکی جامعات کے علاوہ جامعۃ الازہر مصر میں بھی اپنی انتھک محنت سے پاکستان اور دارالعلوم کے نام کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ نصاب تعلیم کی جامعیت کے باعث دارالعلوم کے فارغ التحصیل علماء زندگی کے ہر شعبے میں اہل علم اور تحقیق کے ہاں قدر ومنزلت کا مقام رکھتے ہیں۔ یہ اس نصاب کی کامیابی کی دلیل ہے کہ اب رفتہ رفتہ مسٹر اور مولانا کی طبقاتی تقسیم کی شدت میں کمی آ رہی ہے اور ملک کے اہم طبقات کے افراد اپنے بچوں کو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں تعلیم دلانا ان کے لئے دینی اور ظاہری پہلوؤں سے انتہائی مفید

Marfat.com

سمجھتے ہیں۔ یہ نصاب مرتب فرما کر حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے فکری معمار کا قابل صد افتخار فریضہ سرانجام دیا۔ خاکسار نے دارالعلوم کے موجودہ پرنسپل اور جانشین ضیاء الامت حضرت محمد امین الحسنات شاہ دامت برکاتہم العالیہ کی ان مساعی جمیلہ پر بھی روشنی ڈالی جن کے نتیجے میں دارالعلوم کا گلاسکو یونیورسٹی انگلینڈ اور الجامعۃ الاسلامیہ بن لور، شام کے ساتھ الحاق حتمی شکل اختیار کرنے کے آخری مرحلے میں ہے۔

راقم الحروف کے بعد حضرت مولانا افتخار علی چشتی نے خطاب کیا جو اس اہم کنونشن میں شرکت کے لئے ہالینڈ سے تشریف لائے تھے۔ حضرت نے وسیلہ کے موضوع پر اپنے خطاب میں قرآن حکیم کی آیت مبارکہ "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" سے استدلال کیا اور مفسرین کے اقوال بیان کئے۔ انہوں نے فرمایا کہ مفسرین نے اس آیت میں تلاشِ وسیلہ سے مراد مرشد کامل کی تلاش لیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "قول جمیل" میں اسی کے حق میں مسکت دلائل دیئے ہیں، جب کہ شاہ اسماعیل دہلوی نے "صراطِ مستقیم" میں لکھا ہے کہ حقیقی کامیابی کے لئے مجاہدات سے پہلے تلاش مرشد ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر راہ سلوک کا پانا ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہی وجہ ہے کہ حضرت پیران پیر غوث اعظمؒ اور حضرت شیخ الاسلام فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہما ایسے مادرزاد ولی اور حسب ونسب میں نجیب الطرفین ہونے کے باوجود کسی مرد کامل کے آستانہ پر بوسہ زن ہوئے بغیر منزل مقصود تک رسائی ممکن نہیں پاتے۔ انہوں نے وسیلہ اختیار کرنے کی تاریخ اسلام سے نظائر و امثلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اولیاء کرام کی دعا اور توجہ سے ان کے طالبین مشکلات ومصائب سے رستگاری حاصل کرتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی اپنے خلوص کامل اور جہد پیہم کے باوجود کسی مرد کامل کے آستانہ پر بوسہ زن ہوئے بغیر سومنات کے مندر کو سولہ حملوں کے باوجود فتح نہ کرسکا۔ لیکن ابوالحسن خرقانی کے جبہ کی برکت سے ایک ہی حملہ میں یہ مہم سر ہوگئی۔ مولانا افتخار علی چشتی صاحب نے تاریخ کے اوراق الٹتے ہوئے تفصیل سے بتایا کہ متقدمین علمائے اسلام کسی استثناء کے بغیر حصول علم کے بعد صوفیاء کی خانقاہوں کا رخ کیا کرتے تھے۔ علمائے دیوبند کی ایک بڑی تعداد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھی۔ انہوں نے کہا کہ روس، بوسنیا، چیچنیا، چین، برصغیر پاک وہند، افریقہ کے علاوہ جہاں بھی مسلمان آباد ہیں تحقیق کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے آباء واجداد کو کفر کی دلدل سے نکال کر شاہراہ اسلام پر گامزن کرنے میں صوفیاء کرامؒ نے اہم رول ادا کیا۔ مولانا افتخار علی چشتی کے بعد حضرت پیر صاحب نے خطاب کیا۔ آپ نے بڑی تفصیل سے قرآن حکیم اور احادیث نبوی ﷺ کے علاوہ عقلی دلائل سے عقیدۂ ختم نبوت پر گراں قدر معلومات سامعین کو فراہم کیں۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی

Marfat.com

جھوٹی نبوت کے عقل وخرد سے عاری دعویٰ کی اس کی مسخرانہ زندگی کے واقعات سے بھی تکذیب کی۔ آپ نے آفتاب نبوت حضور خاتم النبیین ﷺ کی سیرت طیبہ کے ایمان افروز واقعات سے ثابت کیا کہ سچے نبی کی رفعت شان کا اندازہ لگانا بھی عقل انسانی کے بس کی بات نہیں۔ آپ نے اپنے خطاب کے آخر میں قادیانیوں کے بارے میں حکومت کی جانبدارانہ پالیسیوں کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو فوری طور پر کلیدی عہدوں سے الگ کیا جائے۔ آخر میں دعاء خیر اور بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیہ درود وسلام کے ساتھ یہ محفل اختتام کو پہنچی۔

ہفتہ 25 نومبر کو تمام شرکائے کنونشن نماز تہجد کے لئے بیدار ہوئے۔ خواتین کے لئے پردے کا خصوصی انتظام کیا گیا تھا۔ مردوں کی جانب دین اسلام کی محبت، روحانیت اور عبادت گزاری کے مناظر قابل دید تھے۔ نماز تہجد کے بعد ذکر الٰہی کی ایمان پرور محفل سجی۔ اللہ ہو کی صدائیں ایک عجیب کیف آور سماں باندھ رہی تھیں۔ شرکائے کنونشن کے دل اپنے خالق ومالک کے پاک نام کے ساتھ دھڑک رہے تھے تو سانسیں بھی اس مقدس نام سے مہک رہی تھیں۔ اولیاء کرام کا ارشاد ہے کہ دل پر اللہ ہو کی ضربیں لگانے سے نام الٰہی دل پر نقش ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں میر محفل حضرت قبلہ پیر صاحب ؒ نے سورۃ الحجرات کے پہلے رکوع کی تلاوت کے بعد آیات مبارکہ کی تشریح فرمائی۔ درس قرآن دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس سورہ کے پہلے حصے میں حقوق اللہ کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے جب کہ حقوق العباد مفصل بیان ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام محض عبادات کی بجا آوری کے ذریعہ حقوق اللہ کی ادائیگی کا ذریعہ نہیں بلکہ اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کا حسین مرقع ہے۔ درس قرآن کے بعد ناشتہ اور آرام کے لئے وقفہ کیا گیا۔ 25 نومبر کو دن ساڑھے دس بجے محفل نعت کا اہتمام کیا گیا۔ سٹیج سیکرٹری محترم سید حسین شاہ نے تلاوت قرآن حکیم سے باقاعدہ محفل کا آغاز کیا۔ امریکہ کی مختلف ریاستوں سے تشریف لانے والے جن عشاق رسول مقبول ﷺ نے بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کئے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: محترم اعجاز احمد خان، محترم محمد فیاض خان، مولانا قاری فضل رسول، محترم یونس شہزاد، محترم میاں محمد سعید انور، محترم میاں محمد اظہر، چوہدری نادر خان، محترم جاوید کوثر، محترم میاں محمد مسعود انور، محترم سید میر حسن شاہ، معروف نعت خواں محترم محمد اعظم چشتی، محترم محمد علی داتائی، محترم میاں محمد نجیب انور اور محترم چاچا منیر۔ مؤخر الذکر نے اہل خانہ کی علالت کے باوجود شرکاء گرامی کی میزبانی کر کے قبلہ حضرت صاحب اور تمام احباب سے دعائیں لیں۔ محفل نعت کے بعد نماز مغرب تک وقفہ کیا گیا۔ ہفتہ 25 نومبر کی تیسری نشست کا آغاز نماز مغرب کے بعد کیا گیا۔ اس کے لئے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجمن طلباء اسلام کے سابق صدر محترم ومکرم جناب ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب نے سرانجام

Marfat.com

دیئے، جو امریکی ریاست ورجینیا میں اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ کے بانی ڈائریکٹر ہیں اور گذشتہ تین برس سے یہاں پر اسلامی، سماجی اور اصلاحی سرگرمیوں کے روح رواں ہیں۔ تلاوت کی سعادت محترم حافظ حبیب اللہ کے حصہ میں آئی۔ تلاوت اور ہدیہ نعت کے بعد مولانا محمد امین الدین بشیر ڈائریکٹر سنی مسلم فاؤنڈیشن نیو یارک کو دعوت خطاب دی گئی۔ مولانا نے عقیدہ ختم نبوت کو موضوع سخن بنایا۔ ان کے بعد مولانا محمد مسعود عالم خان الازہری نے شمائل نبوی ﷺ کے موضوع پر ایمان افروز خطاب کیا۔ آپ نے مقام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء، ختم نبوت اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عشق رسول ﷺ کے حوالے سے مدلل خطاب فرمایا۔ مولانا محمد مسعود عالم الازہری گذشتہ دو سالوں سے انگلینڈ میں مقیم ہیں اور خاص اس کنونشن میں شرکت کرنے کے لئے امریکہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ علامہ الازہری کے بعد محترم ڈاکٹر نوری صاحب نے حضرت مفتی محمد اسمٰعیل پروجیکٹ انچارج مسلم ہینڈز انگلینڈ کو عقیدہ ختم نبوت پر انگریزی میں خطاب کرنے کی دعوت دی۔ اپنے ایک گھنٹہ کے خطاب میں حضرت مفتی صاحب نے خوبصورت اور آسان انگریزی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے بعض خلاف عقل ودانش واقعات بیان کر کے سامعین سے انتہائی داد حاصل کی۔ آپ نے قادیانی کذاب کی جھوٹی نبوت کو طشت از بام کرتے ہوئے بعض خوبصورت عقلی دلائل دیتے ہوئے فرمایا کہ سچے انبیاء جہاں وصال فرماتے تھے وہیں دفن کئے جاتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر قادیانی غلام احمد کو سچا نبی مانتے تو اسی جگہ دفن کرتے جہاں وہ ہلاک ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کے خود اپنے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی مرزا غلام احمد کو سچا نبی تسلیم نہ کرتے تھے۔ حضرت مفتی محمد اسمٰعیل صاحب کے بعد کنونشن میں شرکت کرنے کے لئے ہالینڈ سے تشریف لائے ہوئے ممتاز عالم مولانا افتخار علی چشتی کو دعوت خطاب دی گئی۔ ان کا موضوع خطاب اسلامی اخوت تھا۔ انہوں نے متعدد آیات، احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سے مسلمانوں میں دین کی بنیاد پر بھائی چارے پر زور دیا، انہوں نے خوبصورت پیرایہ میں ارشاد نبوی ﷺ بیان کیا کہ کسی مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ ناراض رہنا حرام ہے اور یہ کہ جو دوسروں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ بھی اس کی خطاؤں اور گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ مولانا چشتی نے حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ کا یہ حکیمانہ ارشاد بھی سامعین کی نذر کیا کہ جو شخص اپنوں کی چھوٹی چھوٹی خلاف طبع باتوں کو نظر انداز نہیں کرتا، اسے غیروں کی بڑی بڑی زیادتیوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آج مسلم معاشروں، جماعتوں اور ممالک کی ابتری نے غیروں کو مسلمانوں کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی جو جرأت دی ہے اس کی بنیادی وجہ مسلمانوں میں اس حقیقی اخوت

Marfat.com

کا فقدان ہے جس کی اساس پر مدینہ طیبہ کا مثالی معاشرہ وجود میں آیا تھا۔ اس نشست کے آخر میں محترم و مکرم حضرت ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب نے جانشین ضیاء الامت حضرت پیر امین الحسنات شاہ دامت برکاتہم العالیہ کو کلیدی خطاب فرمانے کی دعوت دی۔ آپ نے سورۃ الملک کی پہلی آیت مبارکہ کے حوالے سے خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن حکیم میں اس آیت سمیت کئی دوسرے مقامات پر بھی ید اللہ (اللہ کا ہاتھ) سے مراد ید الرسول ﷺ ہے۔ آپ نے مزید وضاحت کے ساتھ بیعت رضوان اور آیت کریمہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے فرمایا کہ سیدنا محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول مان لینے کے بعد شرک کا شائبہ تک نہیں رہتا۔ ان آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی مکرم ﷺ کی رفعت شان کو عجب انداز میں انسانیت پر آشکار کیا ہے۔ ان آیات کے علاوہ احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام خزانوں کو اپنے محبوب نبی محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ہاتھوں لٹا رہا ہے اور حضور ﷺ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ فرما رہا ہے۔ حضرت قبلہ پیر صاحب کے ایمان افروز خطاب کے بعد درود وسلام اور نعت رسول مقبول ﷺ کی گونج میں جماعت جند اللہ امریکہ کے امیر محترم اعجاز احمد خان نے سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کے موئے مبارک کی شرکائے کنونشن کو زیارت کی سعادت بخشی۔ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک کی زیارت کرتے ہوئے ہر امتی آہ وزاری کر رہا تھا۔ آنسو ہچکیوں میں ڈھل رہے تھے۔ یہ وقت دعا تھا۔ حضور نبی مکرم ﷺ کے موئے مبارک کے واسطے سے احباب التجائیں اور دعائیں کر رہے تھے۔ حضرت قبلہ پیر صاحب نے اپنے بھائیوں، بہنوں، امت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء کے بچوں اور بچیوں، اسلامی ممالک، پاکستان، وحدت امت اور خصوصاً برادران طریقت، دار العلوم کی ترقی اور باوقار مستقبل کے لئے دعائیں کیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ نشست اپنے اختتام کو پہنچی۔

اتوار 26 نومبر امریکہ میں ہونے والے تین روزہ کنونشن کا آخری دن تھا۔ اس روز دینی اشغال کا آغاز نماز تہجد کے ساتھ ہوا۔ کنونشن میں شرکت کرنے والی خواتین نے اپنی باپردہ نشست گاہ میں اسی ذوق وشوق کے ساتھ یہ نوافل ادا کئے جو ذوق وشوق مردوں کی نشست گاہ میں نظر آرہا تھا۔ ان نوافل کے بعد ذکر الٰہی کی محفل منعقد ہوئی۔ یہ کنونشن تربیتی نوعیت کا تھا۔ اس تہجد کی سی انفرادی نوعیت اور اور تنہائی میں کی جانے والی عبادت سینکڑوں افراد نے ایک ساتھ ادا کی۔ محفل ذکر کے بعد جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کی گئی۔ امامت حسب سابق میر مجلس قبلہ پیر صاحب نے فرمائی۔ بعد میں آپ نے سورۃ الحجرات کے دوسرے رکوع کی آیات پر مشتمل درس قرآن دیا۔ آپ نے بتایا کہ ان آیات میں اسلامی

Marfat.com

معاشرے کے استحکام کو یقینی بنانے کے لئے بعض سماجی برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو دیمک کی طرح معاشرتی امن وسکون کو چاٹ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے دوسرے حصے میں اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کو برے ناموں یا نام بگاڑ کر نہ پکارو۔ کیونکہ اس میں دوسرے مسلمان بھائی کی توہین اور تحقیر کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ میں تجسس اور عیب جوئی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ کان لگا کر یا چھپ کر کسی کی باتیں سننا، تاکا جھانکی کرنا، کسی خاندان اور معاشرہ میں اضطراب برپا کرنے اور دشمنی ونفرت پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ حضرت قبلہ پیر صاحب نے مزید فرمایا کہ قرآن حکیم نے اسلامی معاشرت کو زمانہء جاہلیت کی معاشرتی برائیوں سے پاک کرنے کے لئے اس سورۃ میں غیبت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ نیز اپنے مسلمان بھائی یا بہن کے بارے میں بدگمانی کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان بداعمالیوں کی بنیاد کینہ پروری، نفرت اور جہالت ہوتی ہے، اس لئے ان کے ارتکاب کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دردناک عذاب کی وعید دی ہے۔ دنیا میں بھی ان بداعمالیوں کا ارتکاب کرنے والا نہ خود چین وسکون کی زندگی گزارتا ہے اور نہ ہی دوسروں کو سکون سے رہنے دیتا ہے۔ ان خصلتوں والے افراد اصل میں شیطان کے نمائندے ہوتے ہیں جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے پریشانیاں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ آخرت میں ان بداعمالوں کو بہت دردناک عذاب سے دوچار کرے گا۔ درس قرآن کا اختتام دعائے خیر سے ہوا۔

حضرت قبلہ پیر صاحب نے کنونشن کی اس آخری نشست میں RAMADA ہوٹل لین کیسٹر کے مالکان محترم اعجاز احمد اور محترم اعزاز احمد کا شاندار الفاظ میں شکریہ ادا کیا جنہوں نے دینی جذبے کے زیر اثر اس کنونشن کو ممکن بنانے کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ ان دونوں بھائیوں نے شرکائے کنونشن سے اپنے مختصر خطاب میں وعدہ کیا کہ وہ آئندہ بھی ایسے پرامن دینی اجتماعات کے لئے اپنی خدمات پیش کریں گے۔ حضرت قبلہ پیر صاحب نے چاچا منیر اور محترم ڈاکٹر سید ناصر شاہ کا خصوصیت کے ساتھ شکریہ ادا کیا جنہوں نے اپنے برادران طریقت کی ناشتے اور کھانے کے اوقات میں لذیذ اور متنوع کھانوں سے ضیافت کی اور ان کے تشکرات کی برسات لوٹی۔ آخر میں حضرت قبلہ پیر صاحب نے کنونشن کی کامیابی کے لئے مال، وسائل اور قیمتی وقت کی قربانی دینے والے تمام حضرات، خواتین اور کنونشن میں شریک بچوں کے لئے دعائے خیر فرمائی اور کنونشن میں شرکت پر ان کا اور مہمان علمائے کرام کا شکریہ ادا کیا اور سب کو الوداع کہا۔ جماعت جند اللہ امریکہ کے زیر اہتمام رامادا ہوٹل لین کیسٹر میں منعقدہ تین روزہ ختم نبوت کانفرنس اپنے اہداف کے حصول میں بہت کامیاب رہی۔ جماعت جند اللہ

Marfat.com

کے تمام افراد نے اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خواتین اور بچوں میں بھی عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے سینکڑوں اہل ایمان اپنے گھر کے تمام افراد کے ہمراہ کانفرنس میں شریک ہوئے۔ علمائے کرام اور حضرت قبلہ پیر صاحب نے عقیدۂ ختم نبوت پر نہایت معلومات افزا اور مدلل خطابات کے ذریعے شرکاء کے ایمان کو جلا بخشی اور قادیانیوں کے دجل وفریب اور دین دشمن سرگرمیوں سے شرکائے کانفرنس کو آگاہ کیا۔ یہ کانفرنس امریکہ میں مقیم ارباب عقیدت کے باہمی تعارف اور دینی تعاون کے مواقع فراہم کرنے میں بھی کامیاب رہی۔ یہی وجہ تھی کہ شرکائے گرامی آئندہ سال منعقد ہونے والی کانفرنس کے بارے میں ابھی سے پر جوش نظر آ رہے تھے اور وہ اس سال کے تجربے کی روشنی میں آئندہ سال اسے پہلے سے مؤثر اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے صلاح ومشورے کرتے نظر آئے۔ اگر مشاورت کے نتیجے میں کامیابی کے نئے افق تلاش کرنے کا عمل انسانی زندگی میں مسلسل جاری رہا تو انسانی رفعتیں تصورات کی حدود سے بھی آگے نکل جائیں گی۔ توقع کی جاتی ہے کہ جماعت جنداللہ اور امریکہ کے متحرک، فعال اور مخلص احباب کے باہمی اشتراک اور تعاون سے ان شاء اللہ یہ کانفرنس آئندہ سالوں میں امریکہ کا اہم اسلامی اجتماع ثابت ہوگی۔

وما توفيقي إلّا بالله۔

Marfat.com

البریلویہ کے مصنف کی ہرزہ سرائیوں کا جائزہ

حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ کی دلنشین تحریر

مؤرخین جب بھی کسی اسلامی مملکت کے عروج وزوال کا ذکر کرتے ہیں تو ان اسباب کا تذکرہ بھی کرتے ہیں جن کی وجہ سے اس سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ وہ یہ بھی تذکرہ کرتے ہیں کہ فتوحات کا سلسلہ کیسے پھیلا۔ نظم ونسق کس خوبی سے چلایا گیا۔ نظامِ عدل کی اساس کیا تھی۔ اسی طرح جب زوال کے اسباب کا کھوج لگاتے ہیں تو دوسرے کئی اسباب کے ساتھ ساتھ اہم سبب مذہبی منافرت اور فرقہ وارانہ کشیدگی بھی قرار پاتا ہے اور بلاشبہ اسلامی مملکتوں کے زوال میں مخالف قوتوں نے ہماری اس کمزوری کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ استعمال کیا، لیکن جو بات ہمیں پریشان کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس باہمی چپقلش کا ذکر کرتے ہوئے تجزیہ نگار اس بات کو یکسر بھول جاتے ہیں کہ ان مذہبی گروہوں میں سے حق پر کون تھا۔ دونوں میں سے جارح کون تھا۔ ہٹ دھرمی کس طرف سے تھی تاکہ آنے والی نسلیں ان سے خبردار رہیں۔

مقام تاسف ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کی موجودہ مذہبی فضاء اسی قسم کی صورت حال سے دوچار ہے اور کتنے ستم کی بات ہے کہ چند انتہا پسند گروہ جو عددی لحاظ سے انتہائی قلیل ہیں لیکن اپنی منظم پراپیگنڈہ مہم، شورش پسندی اور سودابازی میں مہارت کی بنا پر ملک کے سوادِ اعظم کے حقوق پر شب خون مار رہے ہیں، لیکن غلط کو غلط کہنے والا کوئی نہیں ہے۔ اپنے اس موقف کی دلیل کے طور پر میں اپنے قارئین کی توجہ ماہ ستمبر کے درمیانی عشرہ میں شائع ہونے والے چند اخباری بیانات کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جن میں اسی نہج کے طرزِ عمل کا مظاہرہ ہے۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہر سال اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے سلسلہ میں علمی وفکری مجالس منعقد کرتا ہے۔ حسب روایت اس سال بھی ادارہ نے پہلے اسلام آباد اور پھر لاہور میں ایسی ہی کانفرنسوں کا اہتمام کیا۔ پہلا اجلاس صوبائی وزیر مذہبی امور کی صدارت میں ہوا جس کے مہمان خصوصی لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس، جسٹس محمد الیاس تھے اور دوسرے اجلاس کے صدر جناب میاں شہباز شریف تھے اور مہمان خصوصی وفاقی وزیر مذہبی امور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی تھے۔ چونکہ یہ کانفرنس بین الاقوامی تھی اس لئے اس

Marfat.com

میں بیرون ملک سے بھی کافی علماء ودانش وروں نے شرکت کی۔ جس چیز نے ایک مخصوص طبقہ (جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتا ہے) کی صفوں میں ہلچل مچا دی اور انہیں اپنے روایتی بھیس کو بدل کر اپنی اصلیت کا اظہار کرنا پڑا وہ جناب میاں شہباز شریف کا یہ جملہ تھا کہ امام احمد رضا کی ذات کو خراج تحسین پیش کرنے کا بہترین ذریعہ ان کی ذات پر لگائے گئے الزامات کا جواب دینا ہے۔ ''البریلویہ'' نامی کتاب جو علامہ احسان الٰہی ظہیر کی تالیف ہے اس کا جواب دیا جانا چاہئے اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا میں اس کو ایوارڈ دوں گا۔ اس بیان کے چھپتے ہی متذکرہ گروہ کے افراد جزبز ہونے لگے۔ ہر روز میاں صاحب کی مذمت میں بیانات اخبارات کی زینت بننے لگے۔ ہنگاموں میں میاں صاحب کے پتلے جلائے گئے اور تاہنوز تکرار کے ساتھ یہ الزامات لگائے جا رہے ہیں کہ میاں شہباز شریف منافرت کا بیج بو کر سنیوں اور اہل حدیثوں کو لڑانا چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

میں نے میاں صاحب کے بیان کو پڑھا اور بار بار پڑھا۔ مجھے اس میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو ان کے غیض وغضب کا سبب بنتی۔ کیونکہ میاں صاحب لاہور سے قومی اسمبلی کے ممبر ہیں اور ایسی محافل میں شرکت کرنا ان کا جمہوری اور اخلاقی حق بنتا ہے۔ دوسرا وہ خاندانی اعتبار سے مسلک اہل سنت وجماعت سے متعلق ہیں اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اپنے مسلک کے ایک بزرگ پر لگائے گئے الزامات اور ان کی ذات کے بارے میں پیدا کیے گئے شکوک وشبہات کے بارے میں ان کا یہ اظہار قلق فطری امر ہے۔ اس پر ناراض ہونے اور خفگی کا اظہار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اگر وہ وزارت علیا اور وزارت عظمیٰ جیسے عہدے پر فائز ہوتے اور کسی ثقہ اور مثبت کتاب کے بارے میں یہ رویہ اختیار کرتے تو ان کے اس قسم کے بیان پر تنقید کسی حد تک مناسب ہوتی۔ اب جبکہ وہ صرف مرکزی اسمبلی کے ممبر ہیں اور انہوں نے ذاتی حیثیت سے اس کانفرنس میں شرکت کی ہے تو اس پر اتنی برہمی کسی لحاظ سے بھی روا نہیں۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے مسلک اہل السنت والجماعت سے تعلق رکھنے والے افراد کو اپنے مسلک سے بیزار کرنے کے لئے یار دوست اس نہج کی حرکتیں کرتے ہیں۔ ان کا یہ واویلا صرف اس لئے ہے کہ یہ خاندان جس کا ایک فرد اس وقت ملک کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہے بدک جائے اور ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ ایسی محافل میں ان کی شرکت ان کے اقتدار کے لئے سخت مضر ہے۔ وہ کسی بھی مجلس میں اپنے مسلک کا اظہار نہ کر سکیں۔ وہ نام کے سنی رہیں لیکن اپنے مسلک کا کوئی کام نہ کر سکیں۔ اپنی ناقص معلومات کے مطابق میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان کا یہ نشانہ خطا جائے گا کیونکہ اس خانوادہ کی تربیت اور سیادت ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جو اللہ کا نیک اور مخلص بندہ ہے اور رسول اللہ ﷺ سے والہانہ عشق رکھتا ہے۔ اس خاندان کو

Marfat.com

اگر عزت وآبرو میسر ہے تو یہ محض اللہ کا کرم اور حضور ﷺ کی نظر عنایت کا صدقہ ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ وہ اس نہج کے اوچھے ہتھکنڈوں سے پریشان ہوکر اپنے موقف میں لچک پیدا نہیں کریں گے۔

وہ کتاب جس کے بارے میں ہمارے یہ دوست اتنا شوروغوغا کر رہے ہیں اگر اس کی حقیقت کے بارے میں بھی کچھ وضاحت کر دی جائے تو نامناسب نہیں ہوگا۔ کتاب کے مندرجات پڑھنے سے ان کے دعویٰ اخلاص کی قلعی بھی کھل جائے گی اور پتہ چل جائے گا کہ جس اتحاد کے وہ نقیب ہیں اس کی اصل صورت کیا ہے۔ آیئے پہلے بطور خلاصہ ان اعتراضات کو ملاحظہ کریں جو اپنی کتاب میں احسان الٰہی ظہیر نے امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر کئے ہیں:

''بریلویہ ایک نیا فرقہ ہے جیسے قادیانی اور شیعہ۔ ان کے عقائد کا اسلام سے دور ونزدیک کا کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ وہی عقائد ہیں جو جزیرہ عرب کے مشرک اور بت پرست حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے رکھتے تھے بلکہ دور جہالت کے لوگ بھی شرک میں اتنے غرق نہیں تھے جتنے یہ ہیں۔

امام احمد رضا جاہل تھے۔ لوگوں کی لکھی ہوئی تحریریں اپنے نام سے منسوب کرتے تھے۔

انگریز کے ایجنٹ تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی کے شاگرد تھے وغیرہ وغیرہ''

اب ترتیب وار اصل صورت حال پیش خدمت ہے:

(1) بریلویت کوئی فرقہ نہیں ہے

امام احمد رضا بریلی شریف میں پیدا ہوئے اور اپنی وفات تک وہیں قیام رہا۔ اپنے علم، زہد، تقویٰ اور ورع میں یکتا تھے۔ عامۃ المسلمین میں آپ کی تعلیمات وتصانیف کو بے پناہ مقبولیت حاصل رہی۔ بریلوی آپ کی شہری نسبت ہے۔ آپ کے مخالفین نے آپ کے ہم مسلک مشائخ وعلماء کو بریلوی فرقے کا نام دیا۔ مقصود یہ تھا کہ ظاہر کیا جائے کہ جس طرح کئی دوسرے فرقے سرزمین ہند میں نمودار ہوئے اسی طرح یہ بھی ایک نیا فرقہ ہے۔ مبلغ اسلام علامہ سید محمد مدنی کچھوچھوی فرماتے ہیں ''فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہیں تھے۔ از اول تا آخر مقلد رہے۔ ان کی ہر کتاب اور ہر تحریر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی صحیح ترجمان رہی۔ نیز سلف صالحین وآئمہ مجتہدین کے ارشادات اور مسلک اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی۔ وہ زندگی کے کسی گوشہ میں ایک پل بھی سبیل مومنین صالحین سے نہیں ہٹے''۔ (مقدمہ دور حاضر میں بریلوی اہل سنت کا علامتی نشان صفحہ 11،10 مکتبہ حبیبیہ لاہور)

مکتبہ اہل حدیث کی عبارات خود اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں۔ مثلاً البریلویہ کے مصنف علامہ احسان خود تضاد کا شکار ہو گئے اور اپنی کتاب کے صفحہ 7 پر یہ لکھنا پڑا'' یہ

Marfat.com

جماعت اپنی پیدائش اور نام کے اعتبار سے نئی ہے لیکن اپنے افکار و عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔"
مشہور مصنف علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں "تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل سنت کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔" (حیات شبلی صفحہ 46)

اور بھی بے شمار تحریریں تائید میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

چونکہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے حنفی مسلک کے مطابق اہل السنت والجماعت کی زبردست حمایت وحفاظت کی، اس لئے آپ کی طرف نسبت اہل سنت کے لئے نشان امتیاز بن گئی۔ ورنہ بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں۔ یہ لوگ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سختی سے پیروکار ہیں اور فقہی مسلک میں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ جو خود مقلد ہو نیا فرقہ کیسے ایجاد کرسکتا ہے۔

(2) بریلویوں کے عقائد مشرکانہ نہیں ہیں

جو لوگ اہل سنت پر شرک کا افتراء باندھتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ کیا اس مکتبہ فکر کے تمام لوگ خالق کائنات کو اپنا الٰہ تسلیم نہیں کرتے۔ کیا وہ اس کی وحدانیت کا اقرار نہیں کرتے۔ اگر یہ لوگ مشرک ہوتے تو گنگا اور جمنا کا رخ کرتے، مندروں کی طرف جاتے اور وہاں اصنام پرستی کرتے۔ اگر یہ لوگ مشرک ہوتے تو مکہ کا رخ نہ کرتے؛ بیت الحرام کی طرف شدرحال نہ کرتے۔ ان کی زبانوں پر اہل توحید و اہل ایمان کا تلبیہ نہ ہوتا۔ وہ ذوق وشوق سے یہ کلمات نہ کہتے لبیک اللّٰھم لبیک لا شریک لک لبیک۔ پانچ وقت اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بندگی کا اظہار نہ کرتے۔ اگر یہ مشرک ہوتے تو صبح وشام یہ گواہی نہ دیتے اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد انّ محمّداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ اگر یہ لوگ بدعتی ہوتے اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تارک ہوتے تو کیف ومستی میں جھوم جھوم کر آنکھوں سے عقیدت کے موتیوں کی برکھا برساتے مدینہ کی طرف نہ جاتے۔ ان عاشقانِ دلفگار کا خدا بھی وہی، رسول بھی وہی، کتاب بھی وہی، قبلہ بھی وہی۔ نہ جانے یہ مشرک کیسے ہوگئے۔ میں تو کہوں گا بریلویت کا نام لے کر مخالفت کرنے والے دراصل ان عقائد وافکار کو نشانہ بنانا چاہ رہے ہیں جو ابتدائے اسلام سے اہل سنت کی پہچان چلے آرہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا عقیدہ امام اہل سنت کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا جو قرآن وسنت اور متقدمین علماء اہل سنت سے ثابت نہ ہو۔ علامہ صاحب اپنی دل آزار تالیف البریلویہ میں اعتراض کرتے ہیں کہ

"ایک بریلوی کہتا ہے کہ انبیاء زندہ ہیں، اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔"

کیا ایسا عقیدہ رکھنا غلط ہے؟ کیا یہ تمام باتیں احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں ہیں؟ حضرت ابودرداء سے

Marfat.com

روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "انّ اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فَنبی اللّٰہ حیّ یرزق رواہ ابن ماجہ" (بحوالہ مشکوۃ شریف صفحہ 121)

"اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے"۔

حضرت انس بن مالک روای ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مُرتُ علی مُوسیٰ لیلۃ اسری بی عند کثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ" (مسلم شریف صفحہ 268)

"شب معراج کثیب احمر (سرخ ٹیلہ) کے پاس سے میں گزرا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے"۔

علامہ صاحب نے اپنی کتاب میں یہ بھی فرمایا ہے کہ بریلویوں نے اللہ تعالیٰ کو معطل الاختیار اور قدرت واقتدار سے معزول قرار دے رکھا ہے اور ان کے گمان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کا ملک اور اختیارات انبیاء واولیاء کو منتقل ہو چکے ہیں۔ موصوف کا یہ اعتراض بھی محض افتراء ہے۔ ہمارے نزدیک ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علی کل شئی قدیر ہے اور جس بندے کو جس انعام سے نوازے اس سے کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ اپنے بارے میں فرماتا ہے کہ "میری قدرت کے ہاتھ کھلے ہیں۔ جیسے چاہتا ہوں خرچ کرتا ہوں۔"

اگر میں اپنے کسی بندے کو قدرت عطا فرمادوں تو میں مالک ہوں۔ تائید کے لئے قرآن کی بے شمار آیات پیش کی جاسکتی ہیں اور ایسا کرنے سے اس کے اختیارات میں اور قدرت میں کسی قسم کا ابطال نہیں ہوتا۔

(3) امام احمد رضا جاہل نہ تھے

امام احمد رضا بریلوی چودھویں صدی کی وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جن کے علمی جاہ وجلال، وسعت نظری، قوت استدلال اور قدرت کلام کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ذیل میں چند معروف شخصیات کے تاثرات پیش کئے جاتے ہیں:

علامہ اقبال فرماتے ہیں " وہ بے حد ذہین، باریک بین عالم دین تھے۔ فقہی بصیرت میں ان کا مقام بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک وہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔" (حیات مولانا احمد رضا خان از ڈاکٹر محمد مسعود احمد صفحہ 18)

Marfat.com

سید ابوالاعلیٰ مودودی

''مولانا احمد رضا خاں کے علم کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں''۔

(حیات مولانا احمد رضا صفحہ 22)

ڈاکٹر محی الدین اہلِ حدیث جامعہ از ہر مصر لکھتے ہیں:

''پرانا مقولہ ہے کہ فرد واحد میں دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں (1) تحقیقاتِ علمیہ (2) اور نازک خیالی۔لیکن مولانا احمد رضا خان نے اس تقلیدی نظریہ کے برعکس ثابت کردکھایا کہ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازل خیال شاعر بھی تھے۔'' (حیات مولانا احمد رضا صفحہ 20)

ڈاکٹر حامد علی خان ایم۔اے پی ایچ ڈی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ''امام رضا نہایت بلند پایہ صاحب قلم تھے اور بے شک وشبہ اپنے عہد کے لاثانی صاحب تصنیف وتالیف تھے۔آپ کی اردو نویسی، برجستہ اور تصنیفی استعداد اعلیٰ صلاحیتوں کی غماز تھی۔آپ نے برسوں کا کام دنوں میں اور مہینوں کا کام گھنٹوں میں باسلوب احسن انجام دے کر فضلاء وقت کو انگشت بدنداں کردیا۔''

رئیس احمد امروہی، ''ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیف وسرور سے لبریز ہے جس سے عجب طرح کا انشراح صدر ہوتا ہے۔روح پر اہتزازی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔وہ ایک صوفی باصفا اور اور عالم جلیل تھے۔ایسی کم یاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں اور عہد آفریں بھی۔''

یہ سب کچھ اس شخصیت کے بارے میں کہا جارہا ہے جن کے بارے میں ''البریلویہ'' کے مؤلف نے جاہل ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔جن کی زبان کو موصوف نے مغلق اور انداز بیان کو مبہم کہا ہے۔قارئین تقابلی جائزہ خود لے سکتے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ دوسرے لوگوں سے لکھوایا کرتے تھے تو اس کے بارے میں گزارش ہے کہ کثرت کار کی وجہ سے یا اپنے شاگردوں کو تجربہ دلانے کے لئے تحقیق کا کام ان کے سپرد کرنا ناپسندیدہ نہیں بلکہ ہر دور میں علماء کا معمول رہا ہے اور نہایت مرغوب ہے۔البتہ بقول حافظ عبدالرحمان مدنی ''میرے شاگرد اردو عربی میں لکھتے اور علامہ احسان الٰہی ظہیر ان تحریروں کو اپنے نام چھپوا لیتے۔'' اس قسم کی حرکات مذموم ہیں جن کا ارتکاب مصنف موصوف خود کرتے رہے ہیں۔

(4) آپ انگریز کے ایجنٹ نہیں تھے

آپ کی ذات پر الزامات کے سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ انگریز کے ایجنٹ تھے اور بطور

Marfat.com

دلیل تحریک ترک موالات کی مخالفت کو پیش کیا جاتا ہے۔ دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ اس تحریک کا انجام کیسا ہوا۔ کیا یہ تحریک مسلمانوں کے حق میں رہی یا مخالفت میں۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس تحریک کے نتائج اسلامیانِ ہند کے لئے سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ تھے۔ آپ کا فرمان یہ تھا کہ ایک طرف انگریز سے موالات ودوستی ترک کر کے ہندوؤں کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھانا سراسر زیادتی ہے۔ ہندو کبھی بھی مسلمانوں کا مخلص نہیں ہوسکتا۔ تاریخ نے اس رائے کے صائب ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

محمد جعفر شاہ پھلواری تحریک ترک موالات کے زبردست حامی تھے۔ اسی حمایت کی بنیاد پر انگریزی تعلیم چھوڑ دی اور عربی پڑھنا شروع کر دی۔ انہی کا ایک اقتباس ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں، ''ترکِ موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی مجھے فاضل بریلوی سے کوئی دلچسپی نہ رہی۔ ترک موالات کے حامیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکار برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریکِ ترکِ موالات کی مخالفت پر مامور ہیں۔

تحریکِ ترکِ موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا اسی لئے ایسی افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا، مذہبی تعصب اور تنگدلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا چلا گیا''۔

(5) امام احمد رضا خاں قادیانیوں کے سخت مخالف تھے

''البریلویہ'' کے مصنف کا دعویٰ ہے کہ امام احمد رضا خان قادیانی تھے کیونکہ ان کے استاد کا نام مرزا غلام قادر بیگ تھا جو مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔ یہ الزام بھی سراسر غلط اور عدم واقفیت کی دلیل اور تحقیق کا منہ چڑا رہا ہے۔ مرزا قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر بیگ معزول تھانیدار تھا اور پچپن برس کی عمر میں 1883ء میں فوت ہوا۔ (رئیس قادیان صفحہ 14,11,1 ابوالقاسم دلاوری) جبکہ مرزا غلام قادر بیگ جن سے اعلیٰ حضرت نے بچپن میں چند کتابیں پڑھیں قطعی طور پر الگ شخصیت تھے۔ پہلے بریلی میں رہے پھر کلکتہ چلے گئے۔ وہاں سے بذریعہ استفتاء رابطہ رکھا۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں کہ مرزا غلام قادر بیگ نے ''1897ء'' میں اعلیٰ حضرت کو استفتاء بھیجا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص ''1883ء'' میں فوت ہو جائے اور پھر ''1897ء'' میں کلکتہ سے استفتاء بھیج رہا ہو۔ شعبہ تاریخ احمدیہ ربوہ سے دوست محمد شاہد نے پروفیسر محمد مسعود صاحب کو مکتوب لکھا کہ مرزا غلام احمد کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب آپ کے دعویٰ مسیحیت (1891ء) سے 8 سال قبل

Marfat.com

(1883ء) میں فوت ہو گئے۔ آپ خود یا آپ کے کوئی بھائی بانس بریلی، رائے بریلی یا کلکتہ میں مقیم نہیں رہے۔

یہ حق ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اسلام کے نام پر مذہبی منافرت پھیلانے والے تمام فرقوں کے لئے شمشیر بے نیام تھے۔ آپ نے مزائیوں کے خلاف متعدد رسائل تصنیف فرمائے۔ چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

(1) المبین ختم النبیین (2) السوء العقاب علی المسیح الکذاب (3) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (4) جزاء اللہ عدوہ باباہٗ ختم النبوۃ (5) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

ان رسائل کے علاوہ احکام شریعت اور فتاویٰ رضویہ میں ردّ مرزائیت سے متعلق آپ کے فتاویٰ دیکھے جاسکتے ہیں۔

پروفیسر خالد شبیر احمد دیوبندی فیصل آبادی نے امام احمد رضا خاں کے رد مرزائیت کے فتویٰ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

''اس فتویٰ سے جہاں مولانا کے کمال علم کا احساس ہوتا ہے وہاں مرزا غلام احمد کے کُفر کے بارے میں ایسے دلائل بھی سامنے آتے ہیں جن کے باعث ایک ذی شعور مرزا موصوف کے مسلمان ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔'' مزید لکھتے ہیں'' ذیل کا فتویٰ بھی علمی استطاعت، فکری دانش وبصیرت کا ایک تاریخی شاہکار ہے جس میں آپ نے مرزا کے کفر کو خود اس کے دعاوی کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔ یہ فتویٰ مسلمانوں کا وہ علمی اور تحقیقی خزینہ ہے جس پر مسلمان جتنا بھی ناز کریں کم ہے''۔

(تاریخ محاسبہ قادیانیت صفحہ 455-456)

اسی طرح شیعیت کا الزام بھی جھوٹ کا پلندہ ہے۔ آپ کی طرف شیعیت منسوب کرنے کے لئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آپ کے بزرگوں کے نام شیعوں والے ہیں۔ امام رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔ یہ دلیل شیعہ ہونے کا ثبوت مہیا نہیں کرتی۔ اگر اس قسم کے نام بھی شیعہ ہونے کی علامت ہیں تو غیر مقلدین کے شیخ الکل کا نام نذیر حسین دہلوی تھا۔ مدراس کے ایک اہل حدیث کا نام محمد باقر تھا۔ قنوج کے رستم علی بن اصغر علی انہی کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان کے والد کا علی الحسنین، بیٹے کا نام میر علی خان اور میر نور الحسن خان تھا۔ اسی طرح دیوبندیوں کے عالم مولانا اشرف علی تھانوی، حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثانی صاحب، کیا نام کی وجہ سے سب کو شیعہ کر دیا جائے۔ امام اہلِ سنت نے تقریباً 20 کتب ورسائل شیعیت کے رد میں لکھے۔ اگر اہل بیت اطہار سے محبت

Marfat.com

وعقیدت کا اظہار موصوف کی دانست میں رفض ہے تو یہ الگ بات ہے۔لیکن اس معاملہ میں صرف امام احمد رضا خان پر ہی فتویٰ نہیں لگتا بلکہ علماء سلف بھی اس تنقید کی تلوار سے نہیں بچ سکتے۔اس سلسلہ میں امام شافعیؒ کا شعر بطور استشہاد پیش خدمت ہے۔:

لو کان رفضاً حب اهل محمدﷺ فليشهد الثقلان انی رافض

امام احمد رضا خان نے اسی مسلک عشق کی ترجمانی کی۔

یہ چند اعتراضات اوران کے جوابات میں نے صرف اس لئے آپ کے سامنے ذکر کر دیئے ہیں تاکہ پتہ چل سکے کہ متذکرہ کتاب میں نہ تو وزنی اعتراضات ہیں اور نہ ہی علمی ثقاہت ہے جس کی بنیاد پر اسے معیاری کتاب قرار دیا جاسکے۔جہاں تک البریلویہ کے مؤلف موصوف کا تعلق ہے ان کی ذات کے بارے میں ہم نے یہاں کسی نہج کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔جو دوست اس سلسلہ میں مزید معلومات کے خواہشمند ہیں وہ میاں فضل حق صاحب کی نگرانی میں شائع ہونے والے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کا شمارہ 3 اگست 1984ء ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ان اعتراضات وجوابات کا ہلکا سا جائزہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ جناب میاں شہباز شریف اور ان جیسے دوسرے احباب جو مسلک حقہ اہل سنت وجماعت سے تعلق رکھتے ہیں، انہیں باور کرایا جائے کہ ان اعتراضات کی کوئی حیثیت نہیں۔اس قماش کے لوگوں کی قلعی اب کھلنے والی ہے۔ان کے یہ ہنگامے، نعرہ بازی اور اخلاق سوز حرکتیں چراغ سحری کی آخری لو ہے جو ابھر کر ختم ہونے کے قریب ہے۔آپ یقین جانئے کہ اب اہلِ سنت وجماعت میں بیداری کی لہر ہے۔وہ اپنے حسن عمل، فکری بصیرت اور ژرف نگاہی سے کمین گاہوں میں چھپے ان شکاریوں کا ضرور تعاقب کریں گے۔ان کے زہریلے پراپیگنڈے جن کی بنیاد پر انہوں نے پورے عالمِ اسلام میں غلط فہمیاں پیدا کر رکھی ہیں اب بے نقاب ہو رہے ہیں۔مختلف عرب سلطنتوں کے والیوں کو اب انکشاف ہو رہا ہے کہ کون لوگ ہیں جو ان سے معاوضہ لے کر مسلم اُمّہ اوران کے درمیان خلیج حائل کر رہے ہیں اور مشکل وقت آنے پر وہ کس طرح طوطا چشمی سے کام لیتے ہیں۔آخر میں سوادِ اعظم کے ترجمان مشائخ عظام، علماء ربانیین اور اس مسلک سے تعلق رکھنے والی مذہبی وسیاسی تنظیموں سے گزارش ہے کہ خدارا اپنے زندہ ہونے کا ثبوت مہیا کیجئے۔باہمی شکر رنجیوں کو بھول کر یکجہتی کا اظہار کیجئے۔اپنے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والوں کا محاسبہ کیجئے۔خانقاہیں آپ کی ہیں۔ان کی آمدنی وہ کھا رہے ہیں جو اولیاء کے مزارات پر حاضری کو شرک وبدعت کہتے ہیں، مسجدیں تمہارے پیروکار تعمیر کرتے ہیں لیکن ان پر قابض وہ ہیں جو ان سادہ لوح مسلمانوں کو

Marfat.com

مشرک اور بدعتی کہتے ہیں۔ یہ حسین وجمیل ملک تمہارے بزرگوں نے بنایا۔ اس کی فضاؤں کو وہ لوگ مسموم کر رہے ہیں جو تمہارا وجود برداشت کرنا گوارا نہیں کرتے۔ اگر آپ نے وقت کی آواز پر لبیک نہ کہا اور مجرمانہ خاموشی کا اظہار کیا تو ہوسکتا ہے کہ پھر کوئی صاحب حیثیت لیڈر اپنے سُنّی ہونے کا اظہار نہ کر سکے۔ آپ کے سامنے میلاد شریف کے جلوسوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے اور وہی حملہ آور اتحاد کے مدعی بھی ہیں لیکن آپ اپنی قوت عمل سے انہیں مجرم ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ اگر یہی صورتحال رہی تو

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

یا

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

Marfat.com

باب ششم

متفرقات

Marfat.com

Marfat.com

حضور ضیاء الامت کے چند باوفا ساتھی

علامہ عبدالمجید ارشد

آدم خاکی کے اندر جب عشق حقیقی انگڑائی لیتا ہے تو اس کی تابناکی قابل دید ہوتی ہے۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک
عشق ہے صہبائے خام، عشق ہے کاس الکرام

ایسے انسان کے اندر وہ لافانی قوت آجاتی ہے کہ وہ پکار اٹھتا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عشاق کی ایک ایسی ہی حسین کڑی کا نام ہے۔ آپ علیہ الرحمہ آسمان عشق پر ایسے آفتاب بن کر چمکے کہ جس پر بھی آپ کی نورانی کرنیں پڑیں اسے اپنا اسیر بنالیا۔

اٹھتی نہیں نگاہ کسی اور کی طرف
پابند کر گئی کسی کی نظر مجھے

آپ نے جس عظیم مشن کا بیڑا اٹھایا، اس میں آپ نے جس شخص کو بھی اپنے ساتھ ملالیا اسے تحت الثریٰ سے اٹھا کر اوج ثریا تک پہنچادیا۔ آج بھی ان شخصیتوں کے نام لوگ عقیدت سے لیتے ہیں ؎

تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا
تیرے عشق نے بنا دی میری زندگی فسانہ

حضور ضیاء الامت کے ساتھ شب و روز کام کرنے کی سعادت حاصل کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے اساتذہ کرام بھی ہیں اور خدام بھی۔ آستانہ عالیہ امیریہ سے عقیدت رکھنے والے بھی ہیں اور آپ کی ذات سے محبت کا دم بھرنے والے بھی۔ لیکن مندرجہ ذیل افراد قابل ذکر ہیں:

صوفی خدا بخش صاحب مرحوم، حاجی میاں عبدالمجید صاحب، میاں نیک عالم صاحب، چوہدری میاں خان صاحب، محترمہ مائی اللہ جوائی صاحبہ مرحومہ، میاں محمد اسلم صاحب، بابا جلال صاحب مرحوم، ملک خدا بخش جوئیہ صاحب، بابا محمد دین صاحب، حاجی قاضی احمد صاحب، صوفی عبدالقادر صاحب

Marfat.com

مرحوم، محترمہ بابو غلام بی صاحبہ، حاجی میاں طاسین صاحب، بابو غلام مرتضٰی صاحب، میاں محمد سعید اسعد صاحب، مختار احمد مجاہد صاحب، منشی محمد حنیف صاحب، میاں محمد رفیق صاحب، حاجی صالح محمد صاحب، رانا محمد صدیق صاحب، محمد حبیب خان صاحب مرحوم، بابا گوندل صاحب، سائیں ناجہ صاحب، بابا حاجی ولی صاحب مرحوم، میاں تاج دین صاحب مرحوم، حاجن غلام فاطمہ بھوڑ صاحبہ، غلام بی صاحبہ، حاجی اللہ بخش صاحب میلووال، حاجی اللہ بخش صاحب پنڈ مکو، چوہدری فضل حق بھوڑ صاحب، چوہدری محمد نواز دھریانہ صاحب، بابا احمد بکھر صاحب، حافظ کرم علی صاحب اور میاں خان بیگ صاحب مرحوم۔

اس طویل فہرست میں صرف ان احباب کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے جو اس دارِ فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔

صوفی خدا بخش صاحب مرحوم

نحیف ونزار، خمیدہ کمر، سفید ریش مبارک، خوش پوش، خوش اطوار، متقی وپرہیزگار، شب زندہ دار، مسجد امیر السالکین کے قریب وہ حجرہ مبارکہ جسے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا پہلا کمرہ ہونے کا شرف حاصل ہوا، کے مکین، دارالعلوم کے پہلے سیکرٹری، یہ ہیں صوفی خدا بخش صاحب مرحوم۔

آپ موضع ڈھل تحصیل بھلوال میں یکم اپریل 1907ء کو اس عالم گیتی میں تشریف لائے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ سے کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت پیر امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ آسمانِ ولایت پر ماہتاب بن کر چمک رہے تھے۔ قبلہ صوفی صاحب بھی کشاں کشاں آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ ارادے باندھ رہے تھے کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کریں کہ اسی دوران حضور امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔ چنانچہ آپ نے حضرت پیر محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین بننے پر ان سے شرف بیعت حاصل کیا۔ 1925ء میں حضرت پیر محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محمدیہ غوثیہ پرائمری سکول کا اجراء کیا تو قبلہ صوفی صاحب کو اس میں تدریس کے لئے منتخب فرمایا۔ قبلہ صوفی صاحب کے والد گرامی کا اس علاقہ کے معروف سماجی خاندان نون فیملی سے قریبی تعلق تھا۔ خیر احمد نون صاحب کی سفارش پر قبلہ صوفی صاحب کی تحصیل داری کے آرڈر آ گئے۔ قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ صوفی صاحب سے استفسار کیا کہ کیا آپ تحصیلداری کا عہدہ قبول کرنا چاہتے ہیں یا خدمت دین؟ تو قبلہ صوفی صاحب نے فی الفور جواب دیا: ''یا حضرت میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔'' چنانچہ آپ نے ساری زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف فرما دی۔

Marfat.com

ایک دفعہ حضور ضیاء الامت کی معیت میں آپ گولڑہ شریف حاضر ہوئے۔ وہاں ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔ قبلہ صوفی صاحب کو دیکھتے ہوئے فرمانے لگے: ''ولایت پر خدمت کو ترجیح دی ہے۔'' قبلہ صوفی صاحب کو حضور ضیاء الامت اور آپ کے برادر اصغر حضرت پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی استادی کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ نے دونوں صاحبزادگان کو پرائمری تک پڑھایا اور اتنی محبت اور محنت سے تربیت کی کہ جہاں حضور ضیاء الامت افق عالم پر عالم بے بدل بن کر ابھرے وہاں قبلہ غلام حیدر صاحب نے ڈاکٹری کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ان کے علاوہ پیر جمال شاہ صاحب اور حضور ضیاء الامت کے صاحبزادگان نمایاں ہیں۔

1957ء میں جب دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی نشاۃ ثانیہ ہوئی تو قبلہ صوفی صاحب دارالعلوم کے پہلے سیکرٹری بنے۔ مسجد دربار امیر السالکین سے ملحقہ حجرہ میں پہلے اسباق کا اجراء ہوا۔ جب طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوا تو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ اولڈ کیمپس کی جگہ خریدی گئی۔ اس جگہ پر چند لوگوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ کیس عدالت تک پہنچا۔ کچھ اسی قسم کے حالات القمر کیمپس کی جگہ کے بارے میں بھی پیش آئے۔ ان دونوں کیسوں کی پیروی قبلہ صوفی صاحب نے ہی کی۔ اس دوران قبلہ صوفی صاحب اخراجات کے بل کی وہ تفصیل درج فرماتے گویا کوئی سفرنامہ لکھ رہے ہیں۔ ان کے بنائے ہوئے تفصیلی بل آج بھی ان کی دیانتداری، خلوص، لگن اور عزمِ پیہم کی دلیل ہیں۔

قبلہ صوفی صاحب کی زندگی ایک جہدِ مسلسل اور عقیدت وارادت کا مرقع تھی۔ آپ نے زندگی کا لمحہ لمحہ اپنے مرشد کی اداؤں پر وقف کر رکھا تھا۔ حج کی درخواست منظور ہوئی تو ہر وقت یہ دعا کرتے کہ اے کاش حج نصیب ہو لیکن اپنے مرشد کی معیت میں۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ نے حضور پیر محمد کرم شاہ صاحب کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کی۔ آستانہ عالیہ سے قبلہ صوفی صاحب کو قلبی لگاؤ تھا۔ جب پیر محمد شاہ صاحب کا انتقال ہوا تو قبلہ صوفی صاحب کو اتنا صدمہ ہوا کہ آپ دن رات روتے رہتے تھے۔ جب بھی آپ روضہ شریف میں حاضری دیتے تو روتے روتے بے ہوش ہو جاتے۔

قبلہ صوفی صاحب کے خاندان کے آستانہ عالیہ بھیرہ شریف کے ساتھ گہرے تعلقات ہیں۔ آپ کے ایک فرزند ارجمند جناب حاجی حفیظ البرکات شاہ صاحب کے رضائی بھائی تھے۔ آپ کے دوسرے بیٹے جناب غلام محمد مدنی صاحب حضور ضیاء الامت کے چچازاد بھائی پیر جمال شاہ صاحب اور پیر عبداللہ شاہ صاحب کی رضائی اولاد تھے۔ یہ دونوں بھائی پچھلے سال 1998ء میں یکے بعد دیگرے 8 ماہ کے وقفے سے اس دارفانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ قبلہ صوفی صاحب کے بڑے بیٹے محمد یوسف صاحب حیات ہیں اور منصب تدریس پر فائز ہیں۔

Marfat.com

آپ کی وفات 4 دسمبر 1984ء بمطابق 9 ربیع الاول موضع ڈھل شریف میں ہوئی۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے تمام اساتذہ وطلبا نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ موضع ڈھل کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا اور ایک عظیم محسن کے لئے سب سے بڑا خراجِ عقیدت۔

حضرت میاں تاج دین مرحوم

امیر جند اللہ حضور پیر محمد شاہ صاحب کے عرس مبارک کا موقع ہے۔ مسجد امیر السالکین (بھیرہ شریف) میں لوگ نماز باجماعت میں شمولیت کے لئے حاضر ہیں۔ مسجد کے ایک کونے میں ایک سال خوردہ شخص بیٹھا ہے جس کی بینائی اب جواب دے چکی ہے۔ حضور ضیاء الامت نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں اور کشاں کشاں اس ضعیف العمر شخص کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔ پیار بھرے انداز میں ان سے خیریت دریافت کرتے ہیں۔ طلباء متجسس نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ یہ خوش نصیب شخص کون ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ میاں تاج دین ہیں۔ حضور کے مخلص خادم اور باوفا ساتھی جنہوں نے خلوص ومحبت کی لاتعداد داستانیں رقم کیں۔ میاں تاجدین مرحوم موضع بھاگووال (تحصیل ملکوال) کے رہنے والے تھے۔ زمیندار گوندل خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بعدازاں چک 22 میں زمین الاٹ ہوئی تو وہیں فروکش ہو گئے۔

یہ حضرت قبلہ ثانی پیر محمد شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ بلکہ آپ کی صفات کا پرتو جمیل تھے۔ تہجد واشراق سے لے کر اوابین تک تمام نوافل کا التزام فرماتے تھے۔ اپنے پیرومرشد کے حکم سے بے شمار لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دی لیکن کبھی نذرانہ وغیرہ قبول نہ فرماتے تھے۔

قبلہ امیر جند اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہاد اور دوروں میں بطور خادم ہمراہ ہوتے تھے۔ جہاد کشمیر میں بھی حصہ لیا۔ واقعہ ''کرامت'' جس میں حضرت قبلہ امیر جند اللہ کے مجاہدین پر ایک جہاز نے فائرنگ کی لیکن کسی کو کوئی گزند نہ پہنچی، کے چشم دید گواہ تھے۔

پیر محمد شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے شدید محبت تھی۔ وہ جب دورے پر تشریف لے جاتے تو ان کے ڈیرے پر دو روز ضرور قیام فرماتے۔ بعدازاں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ جب سجادہ نشین ہوئے تو آپ سے بھی وہی تعلق عقیدت برقرار رہا۔ لنگر شریف کی خدمت کے لئے میاں صاحب کی کوئی نہ کوئی بیٹی موجود رہتی تھی۔ گھر میں جو کچھ ہوتا اس میں لنگر شریف کا حصہ ضرور ہوتا۔

قبلہ ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جب دار العلوم میں پڑھانے کے لئے اپنے مریدین سے بچے طلب کئے تو اس وقت ان کے ہاں نرینہ اولاد نہ تھی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک فرزند عطا فرمایا تو

Marfat.com

اسے پڑھنے کے لئے دارالعلوم لے آئے۔ ان کے نواسے مولانا محمد الطاف حسین الازہری جب الازہر شریف سے تحصیل علم کے بعد وطن واپس تشریف لائے تو حضور ضیاء الامت انہیں لے کر میاں تاجدین مرحوم کی قبر پر تشریف لے گئے اور قبر پر انگلی رکھ کر دیر تک تشریف فرما رہے۔

مولانا عنایت اللہ صاحب (کٹھیالہ خورد نزد ملکوال) بیان کرتے ہیں کہ میرا تعلق بیعت اللہ شریف سے ہے۔ جب میرے چھوٹے بھائی مولانا محمد عبید اللہ نے مڈل پاس کیا تو میں اس کے داخلے کے لئے بھیرہ شریف حاضر ہوا۔ قبلہ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: میاں تاجدین اگر اس بات کی ضمانت دیں کہ یہ بچہ سلسلہ تعلیم منقطع کر کے چلا نہ جائے گا تو ہم اسے داخل کر لیں گے۔ چنانچہ میں میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان کی ضمانت سے میرے بھائی کو داخلہ ملا۔ (واضح رہے کہ یہی مولانا عبید اللہ اب دارالعلوم کے فضلاء میں سے ہیں اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ منڈی بہاؤ الدین کے ناظم اعلیٰ ہیں)

حضرت میاں تاجدین عرس شریف کے مواقع پر حضور ضیاء الامت کے پہلو میں بیٹھے رہتے اور دارالعلوم کے لئے چندے کا حساب رکھتے۔ پھر باقاعدہ حساب پیش کر کے واپس آتے۔ دارالعلوم کی خود بھی خدمت فرماتے اور علاقے کے مریدین سے گندم جمع کر کے بھیرہ شریف بھیجتے۔

جو کچھ پڑھتے روزانہ حضور ضیاء الامت کی ملک کرتے۔ قبلہ پیر صاحب نے انہیں فرما رکھا تھا کہ عصر کے بعد اپنے گھر سے ہی کلام ملک کر دیا کریں۔

حضور ضیاء الامت کی ان سے محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا کہ گزرتے ہوئے سڑک پر کار کھڑی کر کے فاتحہ خوانی فرماتے پھر آگے تشریف لے جاتے۔ اکتوبر 1983ء بمطابق 5 محرم الحرام بحالت نماز انتقال فرمایا۔ عمر تقریباً 80 سال تھی۔

بابا جلال مرحوم

خمیدہ کمر، سرخ داڑھی اور لاغر جسم کے مالک بابا جلال لنگر شریف کے مہمانوں کی خدمت میں ہر وقت مصروف رہتے تھے۔ آستانہ عالیہ بھیرہ شریف کے ان خدام میں سے تھے جنہوں نے حضور ضیاء الامت کے بچپن کو دیکھا اور آپ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ قبلہ پیر محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ موضع چک راما اس تحصیل بھلوال میں پیدا ہوئے۔ ایک دن ذکر واذکار میں مشغول تھے کہ اپنے پیر ومرشد قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار نصیب ہوا۔ یہ لذت دید کچھ اس طرح بڑھی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر در مرشد پر حاضر ہو گئے۔ منڈلیس میں آپ کی زمینوں پر رہے۔ بعد میں بھیرہ شریف میں لنگر شریف کے مہمانوں کی خدمت پر مامور ہو گئے۔

Marfat.com

حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ جب سجادہ نشین بنے تو بابا جلال مرحوم ناتوانی کے باوجود عزم صمیم اور ارادہ جدید کے ساتھ خدمت میں اور بھی زیادہ حصہ لینے لگے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے طلباء سے ازحد شفقت فرماتے تھے۔ ان کی نگہداشت کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ شیخ الحدیث قاضی محمد ایوب صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں بھیرہ شریف دارالعلوم میں داخل ہوا تو میری عمر بمشکل آٹھ دس سال تھی۔ میں ہر وقت بابا جلال مرحوم کی ٹھنڈی چھاؤں میں پناہ لئے رکھتا۔ اگر بابا جلال مرحوم کی محبت و شفقت مجھے نصیب نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ میں یہاں نہ رہتا۔

حضرت ضیاء الامت جب مسجد و مکتب میں زیر تعلیم تھے تو بابا جلال ہر وقت آپ کی خدمت میں مشغول رہتے اور آپ کو ہر قسم کی آسانی بہم پہنچاتے۔

آخری عمر میں ناتوانی غالب آگئی۔ پیر و مرشد سے اجازت لے کر اپنے گھر چک رامداس چلے گئے لیکن آستانہ عالیہ سے یہ جدائی برداشت نہ ہو سکی اور صرف چار دن بعد اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔

بابا جلال مرحوم کے خاندان کو یہ سعادت حاصل ہے کہ ہر عرس شریف کے موقع پر مہمانوں کے لئے خورد و نوش کی تیاری میں تا حال بھرپور حصہ لیتا ہے۔

صوفی عبدالقادر صاحب مرحوم

آپ تحصیل ساہیوال ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کے آباء و اجداد کا آستانہ عالیہ بھیرہ شریف سے دیرینہ تعلق تھا۔ اس لئے آپ بھی بچپن ہی سے بھیرہ شریف سے خاص لگاؤ رکھتے تھے۔ آپ کے والد گرامی غلام محمد صاحب حضور قبلہ پیر امیر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ قبلہ صوفی صاحب کے چار بھائی تھے۔ یہ سب حضرت پیر محمد شاہ صاحب سے بیعت تھے۔ اس لئے حضور ضیاء الامت سے شروع سے قلبی لگاؤ رکھتے تھے۔

1957ء میں جب دارالعلوم کی نشاۃ ثانیہ ہوئی تو آپ دامے، درمے، سخنے ادارہ کی ترویج و ترقی کے لئے کوشاں ہو گئے۔ آپ نے اپنے فرزند مولانا محمد اسحاق صاحب کو حصول علم کے لئے دارالعلوم میں داخل کروایا۔

بھٹو دور میں جب تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ شروع ہوئی تو قبلہ صوفی صاحب نے اس تحریک میں حضور ضیاء الامت کے ہمراہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید کی صعوبتیں برداشت کیں۔

صوفی صاحب نہایت خلیق اور ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔ عاجزی و انکساری کے پیکر تھے۔ ان کا سراپا ادب و نیاز پیکر آج بھی میری چشم تصور کے سامنے ہے۔ سفید پٹکا گلے میں ڈالے جھکی گردن کے ساتھ اعراس اور دیگر اہم مواقع پر دارالعلوم اور آستانہ عالیہ میں گھومتے پھرتے اب بھی محسوس

Marfat.com

ہوتے ہیں۔

سرگودھا شہر اور ساہیوال کے مضافات سے دارالعلوم کے لئے فنڈ اکٹھا کرنے کا فریضہ آپ کے ذمہ تھا جو انہوں نے تادم واپس باحسن انداز پورا کیا۔ آج یہ خدمت ان کے چچا زاد بھائی حاجی خدا بخش صاحب اور عبدالواحد صاحب سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ مختلف علاقوں میں دارالعلوم کے لئے زمین پٹہ پر حاصل کرتے اور وہاں گندم بوتے اور دارالعلوم کے طلباء کے لئے سالانہ سوسوا سو بوری گندم لاتے۔ ان دنوں ادیب عربی اور فاضل عربی کے امتحانات کا مرکز سرگودھا ہوا کرتا تھا۔ امتحان کی خاطر جانے والے طلباء کے قیام، طعام اور رہائش کا بندوبست قبلہ صوفی صاحب کے ذمہ ہوتا تھا۔ جولڑ کا بھی ایک دفعہ میز بانی کا لطف حاصل کر لیتا، ہمیشہ ان لمحات کو یادرکھتا۔ راقم الحروف کو خود ادیب اور فاضل کے امتحانات میں قبلہ صوفی صاحب کا میزبان بننے کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ 28 بلاک کی مسجد میں قیام اور قبلہ صوفی صاحب کا انتظام آج بھی روز اول کی طرح یاد ہے۔

آپ انجمن تعلیم المسلمین غوثیہ رجسٹرڈ بھیرہ کے ممبر تھے۔ جب غوثیہ گرلز کالج کا آغاز 1990ء میں ہوا تو قبلہ صوفی صاحب نے پہلے سال ہی اپنی بچی کو اس کالج میں داخل کروادیا۔ اس طرح آپ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ اور غوثیہ گرلز کالج کے اولین طلباء وطالبات میں آپ کے بچے شامل ہیں۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا القمر کیمپس جس سرزمین پر موجود ہے اس کا مقدمہ سالہا سال تک عدالتوں میں چلتا رہا۔ حضور ضیاء الامت جب بھی پیروی کے سلسلہ میں سرگودھا تشریف لے جاتے تو قبلہ صوفی صاحب کو بھی میزبانی کا شرف حاصل ہو جاتا۔ آستانہ عالیہ اور بالخصوص حضور ضیاء الامت کی ذات سے آپ کو انتہائی قلبی لگاؤ اور روحانی عقیدت تھی۔ آپ کا انتقال 6 ربیع الاول بمطابق ستمبر 1992ء میں ہوا۔ حضور ضیاء الامت نے اپنے عاشق صادق کی خود نماز جنازہ پڑھائی۔

محمد حبیب خان مرحوم

آپ 1920ء میں دوائیل چکوال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام کرم دین تھا۔ دو جماعت تک تعلیم حاصل کی اور پھر فوج میں بھرتی ہو گئے۔ جنگ عظیم دوم میں شرکت کی اور بہادری اور جرأت کے کئی تمغے حاصل کئے۔ بعد میں ریاست بھوپال کی ملازمت اختیار کی اور پاکستان بننے کے بعد دوبارہ فوج میں ملازم ہو گئے۔ وہاں سے ریٹائر ہونے کے بعد موضع پھلروان میں آڑھت کا کاروبار شروع کیا۔ آپ کے دادا حضرت خواجہ ضیاء الدین آستانہ عالیہ سیال شریف کے مرید تھے۔

Marfat.com

اسی وجہ سے آستانہ عالیہ بھیرہ شریف سے بھی تعلق خاطر ہو گیا۔

ایک دفعہ بیمار ہو گئے اور دم وغیرہ کے لئے حضور پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ لنگر شریف کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد اجازت لے کر واپس چلے گئے۔ اس دوران انہوں نے شادی کی اور ان کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا اور زوجہ خالق حقیقی سے جا ملی۔ دوسری شادی کی اور بیماری حملہ آور ہو گئی۔ دوبارہ دم وغیرہ کے لئے بھیرہ شریف حاضر ہوئے اور اب کی بار واپس نہ جانے کے لئے آئے۔

لنگر شریف کی زمینوں کی دیکھ بھال ان کے ذمے تھی اور جب محمدیہ غوثیہ اولڈ کیمپس کی تعمیرات شروع ہوئیں تو آپ کو تعمیرات کا انچارج مقرر کیا گیا۔

حضور ضیاء الامت کی خدمت میں ہر وقت مصروف رہتے۔ صاحبزادگان کا حد سے زیادہ احترام کرتے۔ روضہ شریف پر حاضری دیتے تو طویل وقت تک مراقبہ میں رہتے۔ حضور ضیاء الامت جس ٹانگہ پر سفر فرماتے اس کی دیکھ بھال اور کوچوانی کا فریضہ بھی قبلہ حبیب صاحب کے ذمے تھا۔

والدہ حضور ضیاء الامت فرمایا کرتی تھیں: ''حبیب ہمارے لئے بمنزلہ بھائی ہے۔ یہ لنگر شریف کی خدمت اور دیکھ بھال یوں کرتا ہے گویا یہ اس کا ذاتی مال ہے۔''

حضور ضیاء الامت نے حبیب صاحب پر وہ شفقت فرمائی جو کسی اور کو نصیب نہیں۔ آپ نے خود ان سے کہا کہ آپ مجھے اپنا بیٹا دے دیں، میں اسے عالم دین بناؤں گا۔ مولانا محمد انور حبیب صاحب مرکزی دارالعلوم کے ایک محنتی، قابل اور جید استاد ہیں۔ یہی وہ خوش نصیب بیٹا ہے جسے حضور ضیاء الامت ان کے باپ سے مانگ رہے تھے۔

1972ء میں آپ شدید علیل ہوئے اور دسمبر 1973ء میں اس دار فانی سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئے۔

میاں خان بیگ مرحوم

صفت بلالی سے متصف میاں خان بیگ حضور ضیاء الامت کے روحانی شاگرد تھے۔ کئی کئی گھنٹے زانوئے ادب تہہ کئے زیارت سے لطف اندوز ہوتے رہتے۔ کبھی کبھی یکلخت محبت و شیفتگی سے حضور ضیاء الامت کے ہاتھ چوم لیتے۔ فارسی ادب کا ذوق رکھتے تھے اور اکثر شیخ سعدی کا کلام زیر مطالعہ رہتا۔

لنگر شریف میں آنے والے مہمانوں کی تواضع کرنا، ان کے فرائض میں شامل تھا۔ کئی کئی مہینے گزر جاتے لیکن وہ اپنے گھر جانے کا نام تک نہ لیتے۔ آستانہ عالیہ کی خدمت کو ذاتی محبتوں پر ترجیح دیتے۔

کم گو، سنجیدہ فکر اور عبادت و ریاضت میں گم یہ شخصیت رائے فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔ اصل گھر

Marfat.com

تحصیل ساہیوال میں موضع عظمت والا ہے لیکن زندگی کے اکثر ایام بھیرہ شریف اور بالخصوص حضور ضیاء الامت کی معیت میں بسر ہوئے۔

حضور ضیاء الامت اکثر ان سے دل لگی فرماتے تھے۔ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد ختم غوثیہ شریف پڑھنے کے بعد آپ نے میاں خان بیگ سے پوچھا: ''خان یہ جو تمہارے نام کے ساتھ بیگ لگا ہوا ہے۔اس کا معنی کیا ہے؟'' میاں خان بیگ صاحب نے بڑے بھولپن سے جواب دیا ''حضور مجھے تو معلوم نہیں لیکن ارشد صاحب (راقم الحروف) مجھے خان تھیلا علی خان کہتے ہیں۔'' یہ سننا تھا کہ حضور ضیاء الامت خوب ہنسے اور دیر تک محظوظ ہوتے رہے۔

حضور ضیاء الامت کی وفات کے بعد سنت خسروی پر عمل کرتے ہوئے یہ دیوانہ بھی اپنے پیرومرشد سے جا ملا۔

چوہدری میاں خان صاحب مرحوم (بہک میکن)

آپ بہک میکن ضلع سرگودھا کے ایک زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔آپ غازی پیر محمد شاہ صاحب کے مرید تھے۔حضور ثانی صاحب جب بھی سیال شریف حاضری کے لیے جاتے تو بہک مکین میں آپ قدم رنجہ فرماتے۔عرس شریف کے موقع پر آپ بابا حاجی صالح محمد کے ہمراہ سارا انتظام وانصرام کرتے تھے۔یہ سلسلہ حضور ضیاء الامت کے زمانہ میں بھی جاری رہا۔

آپ عرس شریف کے موقع پر نہ صرف خورد ونوش کا پورا انتظام اپنے ذمہ لیتے تھے بلکہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے لئے اپنے علاقے میں زمین پٹہ پر لیتے، گندم کاشت کرتے اور بھیرہ شریف پہنچاتے تھے۔اس کے علاوہ بہک میکن اور اس کے مضافات سے دارالعلوم کے لئے گندم اکٹھی کرنے کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔جب دارالعلوم کے طلباء امتحان کے لئے سرگودھا میں ہوتے تو روزانہ ان کی ضروریات کی اشیاء اور دودھ بہک مکین سے سرگودھا لے جاتے۔آپ کو آستانہ عالیہ سے از حد لگاؤ تھا۔

حافظ کرم علی صاحب

آپ موضع میرے تحصیل پنڈ دادنخان کے رہنے والے تھے۔آپ نے قرآن مقدس کے 25 پارے اپنے گاؤں میں حفظ کئے اور بعد ازاں موضع حضور پور تحصیل بھلوال میں بقیہ 5 پارے حفظ کئے۔یہیں انہیں حضرت پیر محمد شاہ غازی کا ہم درس ہونے کا شرف حاصل ہوا۔آستانہ عالیہ بھیرہ شریف سے قلبی تعلق کی یہی وجہ بنی۔

آپ موضع میانہ گوندل میں مزارعت پر کاشتکاری کرتے تھے۔بیوی کے فوت ہونے پر یہ کام

Marfat.com

ترک کر کے موضع میرے کو روانہ ہوئے۔ راستے میں بھیرہ شریف پڑاؤ کیا تو قبلہ پیر محمد شاہ غازی صاحب نے انہیں یہیں رہنے کی پیشکش کی جو قبلہ حافظ صاحب نے قبول فرمالی۔ چنانچہ آپ نے مسجد امیر السالکین میں امامت اور تدریس کا کام اپنے ذمے لیا۔ اس کے علاوہ لنگر شریف کا جملہ انتظام بھی آپ کے سپرد تھا۔ جب حضرت پیر محمد شاہ صاحب جہاد کشمیر کے لئے گئے تو قبلہ حافظ صاحب کو تمام امور کا انچارج مقرر فرمایا۔

آپ ایک جید حافظ قرآن تھے۔ ان دنوں حضور پیر محمد شاہ صاحب صلوٰۃ التراویح کی امامت خود فرماتے تھے۔ چنانچہ حافظ کرم علی صاحب رمضان شریف کی طاق راتوں میں روزانہ بذات خود 6 پارے تلاوت کرتے اور اس طرح پانچ راتوں میں ختم قرآن مکمل کرتے۔

آپ فرائض کے ساتھ اوابین، تہجد اور اشراق کے بھی پابند تھے۔ مسجد امیر السالکین سے اس قدر لگاؤ تھا کہ بھیرہ شہر میں زندگی بھر کسی اور مسجد میں نماز ادا نہ کی۔ تلاوت کلام مقدس آپ کا ذکر ہوتا تھا اور غریب پروری شیوہ۔ آستانہ عالیہ سے محبت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب تک صاجزادگان میں سے کوئی ایک بھی مسجد میں پہنچ نہ جاتا آپ امامت کے لئے کھڑے نہ ہوتے۔

مسجد امیر السالکین کے انتظام اور حفاظت میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ رات کو بذات خود مسجد کو تالا لگاتے اور مسجد کی تمام اشیاء کی حفاظت خود کرتے۔

آخری ایام میں نقاہت زیادہ ہوگئی تو عشاء کے بعد احباب اٹھا کر آپ کو مسجد سے گھر لے گئے۔ لیکن سحری کے وقت لالٹین اور گھڑی پکڑے حافظ صاحب پھر مسجد پہنچ گئے۔

آپ کو موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ کو قرآن حفظ کرانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے 80 سال کی عمر میں وفات پائی۔ اب آپ کے فرزند حضرت قاری محمد یوسف صاحب ان کا فریضہ باحسن انداز نبھا رہے ہیں۔

میاں محمد اسلم مرحوم

آپ ان خوش نصیب حضرات میں سے تھے جنہیں غازی اسلام پیر محمد شاہ صاحبؒ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کی سعادت ارزانی ہوئی۔ میاں محمد اسلم صاحب مرحوم بیعت کے مبارک لمحہ سے لے کر زندگی کی آخری سعادت مآب سانس تک ہمیشہ اپنے شیخ کامل کی نگاہ فیض سے مالا مال رہے۔ بیعت کے بعد ان کی زندگی میں کوئی ایک مہینہ ایسا نہ گزرا جب وہ بھیرہ شریف حاضر نہ ہوئے ہوں۔

حضور ضیاء الامت علیہ الرحمہ سے ان کا تعلق محبت گویا ازل سے تھا۔ حضرت غازی اسلام کے عہد

Marfat.com

مسعود کے بعد جب حضرت ضیاء الامت مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی نشأۃ ثانیہ کا عزم سعید فرمایا تو میاں محمد اسلم مرحوم ان خوش نصیب ارادتمندوں میں شامل تھے جنہوں نے اس عظیم مقصد کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا عہد کیا۔ میاں صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے: ''فرض نمازوں کے بعد جو سب سے بڑا فرض مجھ پر عائد ہوتا ہے وہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی خدمت ہے۔'' وہ اپنے کاروبار پر محض اس لئے بھرپور توجہ دیتے تھے کہ وہ دار العلوم کی خدمت کا ذریعہ تھا۔ وہ اپنی اولاد کو بتاتے اور جتلاتے رہتے کہ میں تمہاری جو خدمت کرتا ہوں، اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ تم دار العلوم کی خدمت اور ترقی کے لئے تیار ہو سکو۔

حضور ضیاء الامت جب بھی سیالکوٹ تشریف لے جاتے تو میاں صاحب کو میزبانی کا شرف بخشتے۔ جناح ہال سیالکوٹ میں ڈاکٹروں، انتظامی و عدالتی افسروں، تجارت پیشہ افراد اور عام پڑھے لکھے سامعین کا ایک مشترکہ اجتماع ہوتا۔ عام دیہات میں بھی متعدد خطابات کا اہتمام ہوتا۔ میاں صاحب مرحوم ان اجتماعات کی تشہیر و تنظیم میں اس طرح بھرپور کردار ادا کرتے کہ ہزاروں کی تعداد میں مئے توحید کے متوالے اور شمع رسالت ﷺ کے پروانے کشاں کشاں ان روح پرور اجتماعات میں حاضر ہوتے اور علم و عرفان سے فیض یاب ہوتے۔

آپ مرکزی انجمن تعلیم المسلمین رجسٹرڈ بھیرہ شریف کی مجلس عاملہ کے رکن تھے اور ہمیشہ اپنے مفید مشوروں سے نوازتے۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی تعلیمی اور تبلیغی ترقی کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے اور بھرپور مالی تعاون کرتے۔ اب ان کے فرزند ارجمند میاں عبدالودود صاحب یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت میاں صاحب مرحوم کے حضور ضیاء الامت سے عشق کا یہ عالم تھا کہ پیر و مرشد کا نام نامی زبان پر آتے ہی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔

یہ عشق اتنا سچا تھا کہ شیخ کامل سے منسوب دار العلوم، اس کے عظیم اساتذہ کرام، اس کے طلباء اور اہل عقیدت خصوصاً آپ کے صاحبزادگان سے بھی بے پناہ محبت کرتے تھے۔ چنانچہ میاں صاحب مرحوم کی مجلس میں کسی دوسرے کا ذکر نہ آتا۔ جو بات بھی ہوتی اس کی تان شیخ کامل کے ذکر خیر پر ٹوٹتی۔ وہ کسی سے پیار کرتے تو اس لئے کہ شیخ کامل اس سے پیار کرتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''دار العلوم کے نصاب میں شامل دیگر کتابیں تو اور بھی بہت سے مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں لیکن جو کتاب کہیں اور نہیں وہ ضیاء الامت ہیں، اسے پڑھو اور اس میں ڈھل جاؤ۔''

چھیالیس سال فنافی الشیخ کی کیفیت میں گزارنے کے بعد جب وہ تریسٹھ برس کے ہوئے تو

Marfat.com

6 رجب المرجب بمطابق 11 جنوری 1992ء کو دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ ضیاء الامت اپنے عاشق صادق کو الوداع کرنے کے لئے بنفس نفیس سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ میاں صاحب مرحوم کی جبین سعادت کو بوسہ دیا اور بے ساختہ پکار اٹھے: ''زیارت کرو، یہ ہے مومن کا چہرہ۔'' آپ نے میاں صاحب مرحوم کو جس انداز سے الوداع کیا، دیکھنے والوں کو ان کی موت پر رشک آنے لگا۔ میاں صاحب مرحوم اس جہاں میں بھی اپنے محبوب اور شیخ کامل کا استقبال کرنے کے لئے ان سے پہلے روانہ ہو گئے۔

خدا محبوب اور محب پر تا ابد کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

بابا محمد دین مرحوم آف ڈھوک مگھال۔

موضع مگھال ضلع چکوال وہ باسعادت علاقہ ہے جسے حضور امیر السالکینؒ، پیر غازی شاہ اور حضور ضیاء الامت کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ ڈھوک مگھال کی پرانی مسجد کا سنگ بنیاد حضرت پیر محمد شاہ نے اپنے دست مبارک سے رکھا اور جس جگہ بیٹھ کر آپ نے دعائے خیر فرمائی، یہ وہی جگہ ہے جہاں حضور ضیاء الامت نے بیٹھ کر تفسیر ضیاء القرآن لکھی۔ اس وقت کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت پیر محمد صاحب دعا فرما رہے تھے تو اسی وقت آسمان سے رحمت کی بارش ہونا شروع ہو گئی حالانکہ مطلع بالکل صاف تھا اور بادلوں کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا۔

بابا محمد دین اور ان کا خانوادہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں حضور ضیاء الامت کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ موسم گرما میں حضور ضیاء الامتؒ اکثر مگھال تشریف لے جاتے تھے اور وہاں تفسیر ضیاء القرآن لکھتے تھے۔ اس دوران بابا محمد دین، ان کے بھائی بابا اللہ دتہ (کرنل محمد صفدر صاحب کے والد گرامی) اور حکیم بابا اللہ دین خدمت میں ڈٹ جاتے۔ آپ اور آپ کے جملہ ساتھیوں کی خوراک، رہائش اور دیگر سہولتوں کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے۔ اس خدمت کے صلہ میں انہیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کی اولادوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور مالی طور پر انتہائی استحکام حاصل کیا۔

بابا محمد دین صاحب کو اجازت حاصل تھی کہ وہ لوگوں کو سانپ کاٹے کا دم فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان میں یہ تاثیر پیدا فرما دی تھی کہ جس کو دم کرتے اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرماتا۔ ان احباب نے ڈھوک مگھال میں حضور ضیاء الامت کے لئے ایک مکان بھی تعمیر کروایا تھا۔ آج اس مکان میں لڑکیوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے کلیۃ البنات کا اجراء کر دیا گیا ہے۔

بابا محمد دین کے علاوہ صوبیدار میجر مہر خان، بابا لال خان، حاجی قاضی احمد اور مولانا محمد انور مگھالوی کے والد گرامی مولانا حافظ نور محمد مگھالوی صاحب بھی خدمت میں پیش پیش تھے۔

Marfat.com

حاجی قاضی صاحب

آپ پیر احمد شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ ملتان شریف سے بیعت تھے۔ ان دنوں حضرت پیر محمد شاہ صاحب بھی مکھال شریف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب ملتان والے پیر صاحب انتقال فرما گئے تو قاضی احمد صاحب چونکہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور اپنے خلوص ومحبت کی بناء پر ایک خاص مقام رکھتے تھے، آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

جب حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ مصر سے تحصیل علم کے بعد واپس بھیرہ شریف تشریف لائے تو اپنے والد گرامی کے ہمراہ مکھال تشریف لے گئے اور قبلہ قاضی صاحب کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت پیر محمد شاہ صاحب نے حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''کرم شاہ جی! اس آدمی کو دیکھ لو۔ اس نے (قاضی صاحب) جو کچھ بھی کہا اس کا کبھی انکار نہ کرنا۔''

ایک دفعہ حضور ضیاء الامت نے گرمیوں میں مری جانے کا ارادہ فرمایا۔ قبلہ صوفی خدا بخش صاحب نے جملہ تیاریاں مکمل کر لی تھیں کہ حاجی قاضی صاحب بھیرہ حاضر ہوئے اور عرض کی آپ مکھال تشریف لے آئیں، یہاں خدام موجود ہیں، آپ کو آسانی ہوگی۔ آپ نے فرمایا: اس دفعہ تو مری جانے کا پروگرام بن چکا ہے۔ اگلی دفعہ مکھال آئیں گے۔ قبلہ صوفی صاحب نے مذکورہ بالا بات کا حوالہ پیش کیا تو حضور ضیاء الامت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور قبلہ صوفی صاحب کو حکم دیا کہ ہم مری نہیں جائیں گے مکھال جائیں گے۔

حاجی قاضی احمد ایک صوفی منش انسان تھے۔ ضیاء القرآن شریف کے مستقل قاری تھے۔ بلکہ بعض مقامات تو زبانی یاد تھے۔ بھیرہ شریف سے قلبی لگاؤ تھا۔ حضور ضیاء الامت انتہائی نقاہت کے باوجود مکھال تشریف لے گئے اور قبلہ حاجی قاضی صاحب کی قبر پر طویل وقت تک کھڑے رہے اور فاتحہ خوانی کی۔

حضور ضیاء الامت نے جو بھی تبلیغی جلسہ کرنا ہوتا اس کے جملہ انتظامات قبلہ حاجی صاحب فرماتے۔ بلکہ ایک سالانہ جلسہ ان کے گھر کے صحن میں بھی منعقد ہوتا تھا۔

محترمہ بابو غلام بی صاحبہ مرحوم

حاجی عبد المجید صاحب کی زوجہ، میاں غلام مرتضیٰ صاحب کی بہن اور راقم الحروف کی پھوپھی زاد بہن محترمہ غلام بی صاحبہ ان خوش نصیب لوگوں میں شامل ہیں جنہیں دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے طلباء کی خدمت کرنا نصیب ہوئی۔

Marfat.com

حاجی عبدالمجید صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی جلال پور شریف سے وابستگی رکھتے تھے۔ سیال شریف جاتے ہوئے حضرت پیر امیر شاہؒ موضع نبہ تحصیل بھلوال میں ہمارے ڈیرے پر ضرور تشریف لاتے اور پھر آرام فرمانے کے بعد عازم سیال شریف ہوتے۔

اس طرح اس عظیم روحانی خانوادے سے تعلق کا آغاز ہوا جو مرورِ زمانہ کے ساتھ گہرا اور مضبوط ہوتا چلا گیا۔ محترمہ بابو غلام بی اعراس کے موقع پر آستانہ عالیہ بھیرہ شریف حاضر ہوتیں۔ یہاں مستورات کے سامنے نعت شریف پڑھتیں جسے ہر طرف سے پذیرائی حاصل ہوتی۔

انہیں ایام میں حضور ضیاء الامت کے ہاں پیرزادہ محمد محسن شاہ صاحب (ایم پی اے) کی ولادت ہوئی۔ آپ شروع میں بہت روتے تھے۔ کوئی بہلاوا کام نہیں دے رہا تھا کہ محترمہ غلام بی لنگر میں داخل ہوئیں۔ قبلہ صاحبزادہ کو گود میں لیا تو وہ نہ صرف خاموش ہو گئے بلکہ ان کی گود میں کھیلنا شروع کر دیا۔ جب بھی آپ کو بابو صاحبہ کی گود سے علیحدہ کیا جاتا تو آپ پھر رونا شروع کر دیتے۔ چنانچہ اپنے خاوند حاجی عبدالمجید سے اجازت لے کر لنگر شریف ہی میں رہنا شروع کر دیا۔

پیرزادہ محمد محسن شاہ صاحب نے جب بولنا شروع کیا تو محترمہ غلام بی کے متعلق فرمایا کہ یہ میری ''بابو'' ہیں۔ ان کا دیا ہوا یہ لقب ان کے نام کا ایک مستقل حصہ بن گیا۔

لنگر شریف میں تمام احباب خصوصاً پیرزادہ محمد محسن شاہ صاحب سے ازحد محبت تھی۔ فرائض نماز کے ساتھ نماز تہجد کی بھی پابند تھیں۔ خاندان بھر کے لئے شجر سایہ دار تھیں اور خاندان کا ہر فرد ان کے سامنے سر جھکا دیتا تھا۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی لیکن پورے خاندان کے بچوں اور بچیوں کو اپنے ہی بچے سمجھتیں تھیں۔

جب مائی اللہ جوائی کی رحلت ہوئی تو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے طلباء کے کھانے کا انتظام آپ کے سپرد ہوا جسے انہوں نے نہایت جانفشانی سے سرانجام دیا۔ لیکن معاوضہ تو کجا، اپنے لئے اور اپنے مہمانوں کے لئے کھانا لنگر شریف سے حاصل کرتیں۔

نبہ کی ننگیانہ فیملی کی خواتین جب پیر محمد شاہ صاحب کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئیں تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ نبہ ہی میں بابو غلام بی سے تعویذ لے لیا کریں اور دم کروا لیا کریں۔

ابتدائی فقہی مسائل میں درک تھا۔ انہوں نے یہ مسائل اپنے والد میاں فضل دین صاحب سے پڑھے تھے۔ باعمل خاتون تھیں اور آستانہ عالیہ سے شدید محبت تھی۔ ایک دفعہ چند بھیک مانگنے والے درویش آئے اور انہوں نے ظاہر کیا کہ بھیرہ والے دارالعلوم کے درویش ہیں۔ تو آپ نے شدید غصہ کے عالم میں فرمایا: ''میرے پیر کے درویش مانگا نہیں کرتے، تم جھوٹے ہو۔''

Marfat.com

ایک دفعہ کسی بدمذہب سے بحث چل نکلی تو آپ نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ میں تو صرف اسے مانتی ہوں جو میرا پیر کہتا ہے۔حضور ضیاء الامت نے انہیں ایک چادر اوڑھنے کے لئے دی اور فرمایا ''کہ تیرا ہاتھ میرے ہاتھ میں'' اور آپ کو ایک حمائل شریف تحفہ پیش کی۔

مائی اللہ جوائی

آپ موضع حضور پور تحصیل بھلوال کی رہنے والی تھیں۔آپ کا خاندان شروع ہی سے آستانہ عالیہ بھیرہ شریف سے وابستہ تھا۔حضرت پیر امیر شاہ صاحب کے زمانے ہی سے اس خاندان کو لنگر شریف کی خدمت کی سعادت حاصل تھی۔حضرت مائی صاحبہ نے شادی کی لیکن یہ رشتہ زیادہ دیر نہ چل سکا۔ چنانچہ آپ اپنے والدین کے پاس آ گئیں۔انہیں ایام میں آپ آستانہ عالیہ پر حاضری دیتی رہتی تھیں۔

1957ء میں جب حضور ضیاء الامت نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کو وسعت دی تو طلباء کے لئے کھانا پکانے کا مسئلہ پیش آیا تو نظر انتخاب مائی اللہ جوائی پر پڑی۔آپ نے بطیب خاطر یہ فریضہ قبول فرمالیا اور تادم واپسیں باحسن انداز پورا کیا۔وہ احباب جنہیں مائی صاحبہ کے ہاتھوں کا کھانا نصیب ہوا وہ آج بھی ان حسین دنوں کو اپنی یادوں میں سجائے ہوئے ہیں۔

آپ بہت شفیق، مہربان اور ملنسار خاتون تھیں۔ دارالعلوم کے طلباء سے ازحد پیار کرتی تھیں۔ جب بھی کوئی بچہ بیمار ہو جاتا تو اس کی بھرپور تیمارداری کرتیں۔اس کی تکلیف پر پریشان ہو جاتیں اور اس کے لئے علیحدہ پرہیزی کھانا تیار کرتیں۔

بعض اوقات یوں بھی دیکھا گیا کہ دو چولہے جل رہے ہیں۔دونوں پر علیحدہ علیحدہ توے رکھے ہیں اور مائی اللہ جوائی درمیان میں بیٹھی اتنی تیزی سے روٹیاں پکا رہی ہوتیں کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا۔

ان کی قبر مبارک شاہ نصیب دریائی کے قبرستان میں ہے جو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ اور لنگر شریف کے درمیان ہے۔جب بھی کوئی عالم فاضل مرکزی دارالعلوم میں آتا ہے مائی اللہ جوائی کی قبر پر حاضری ضرور دیتا ہے۔جب میلاد النبی ﷺ کا پرشکوہ جلوس روانہ ہوتا ہے تو حضرت مائی صاحبہ کی قبر پر فاتحہ خوانی کرنا لازمی سمجھتا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

Marfat.com

پیر کامل کا مریدِ صادق

میاں محمد اسلم سیالکوٹی

افتخار الحسن میاں، اسلام آباد

کسی مسلمان کے لئے اس سے زیادہ خوش بختی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے پسندیدہ دین اسلام کی سرفروشانہ خدمت لے۔ مرحوم میاں محمد اسلم ایسے ہی سعادت مند لوگوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنی تمام زندگی اسلام کی نشر و اشاعت اور اسلامی علوم کی آبیاری کے لئے وقف کئے رکھی۔ مرحوم میاں صاحب قیام پاکستان سے چند برس قبل آستانہ عالیہ حضرت پیر امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ سلاسل طریقت میں بیعت کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی سابقہ زندگی پر نظرِ ثانی کرے اور آئندہ زندگی اپنے شیخ کی راہنمائی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی شریعت مطہرہ کے قالب میں ڈھال کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا طلبگار رہو۔ اس بیعت کے لئے یقیناً ایسی ہستی کا انتخاب کیا جاتا ہے جو خود بھی شریعت کی پابند اور ہر لحہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کوشاں ہو۔ غازیٔ اسلام حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ان صفات سے بدرجہ اتم متصف تھے۔ وہ قرآن کریم کے جید حافظ ہونے کے علاوہ دین اسلام کا گہرا شعور و ادراک رکھتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے دار العلوم محمدیہ غوثیہ ایسی عظیم دینی درسگاہ کی بنیاد بھی رکھی جس کے فیض یافتگان میں سے ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری بھی ہیں۔

میاں صاحب نے بیعت کرنے کے ساتھ ہی اپنا سابقہ طرز زندگی یکسر بدل ڈالا اور پیر محمد شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی راہنمائی میں دین اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ پیر صاحب موصوف کے قول و فعل اور عمل کی یکسانیت نے انہیں اپنا گرویدہ بنالیا۔ میاں صاحب کو اپنے پیر و مرشد سے بڑی گہری محبت ہوگئی اور وہ اپنے مقصد حیات یعنی دین اسلام کی سربلندی کے لئے مصروف عمل رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اس کے بندوں کی یہ باہمی محبت حدیث پاک کی رو سے خود اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ رضائے الٰہی کا حصول ہی ان پیر و مرید کا مقصد حیات تھا۔

جن دنوں قیام پاکستان کے لئے برصغیر کے مسلمان ہندوؤں اور انگریزوں کی دوہری غلامی سے

Marfat.com

نجات کے لئے ان کے خلاف بر سر پیکار تھے۔ اس وقت ایک طرف چند عاقبت نا اندیش مسلمان زعماء کانگرس کی حمایت کر رہے تھے تو دوسری طرف شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی، غازی اسلام پیر محمد شاہ بھیروی اور پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابرین ملت نے اعلان کر رکھا تھا کہ ہمارے جس مرید نے کانگرس کی حمایت کی اور مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیا، اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمانوں کے ان اکابرین کی حمایت میسر آتے ہی تحریک پاکستان اپنے نقطہ عروج کو پہنچ گئی۔

آستانہ عالیہ بھیرہ شریف سے وابستہ ہر فرد مسلمانوں کی آزادی کی اس جنگ میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگائے ہوئے تھا۔ خود حضرت پیر محمد شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اس جہد آزادی کی پاداش میں پیرانہ سالی میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ جبکہ ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری ان دنوں نوجوان طبقے کی قیادت فرما رہے تھے۔ وہ مسلم لیگ پنجاب کی مجلس مشاورت کے بھی رکن تھے۔

یہاں میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ بھیرہ شریف میں ہندو بہت بڑی تعداد میں آباد تھے۔ ان کے علاوہ اس علاقہ کی پراچہ برادری بھی مسلم لیگ اور قیام پاکستان کے خلاف تھی۔ ان لوگوں کی دعوت پر جب گاندھی ان سے خطاب کرنے بھیرہ آیا تو مسلم لیگ کی ہائی کمان نے اس کے خلاف جوابی خطاب کرنے کے لئے پیر محمد کرم شاہ صاحب کو حکم دیا۔ یہی وہ وقت تھا جب مرحوم میاں محمد اسلم اپنے پیرو مرشد کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے قیام پاکستان کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔

سیالکوٹ میں تحریک پاکستان کے دنوں میں اہل شہر کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ اس تحریک کے سلسلے میں ہر روز شہر میں جلوس نکالا جاتا تھا۔ جلوس کی قیادت پاکستان کے نامور شاعر جناب اصغر سودائی، جناب عبدالسلام بٹ اور مرحوم خواجہ محمد صفدر کیا کرتے تھے جبکہ مرحوم میاں صاحب اپنے پیر بھائیوں کے ہمراہ ان جلوسوں کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات سرگرم عمل رہتے۔ جلوس کے دوران یہ اس میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کے لئے نعرے لگاتے اور نہایت پرسوز آواز میں نعتیں پڑھتے۔ پھر رحمت خداوندی نے سہارا دیا اور مسلمانوں کی لاتعداد قربانیوں اور بے مثال جدوجہد کی بدولت پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

اب اس کی نظریاتی بنیادوں کو مستحکم کرنے کا مرحلہ درپیش ہوا تو آستانہ عالیہ بھیرہ شریف اس میں بھی پیش پیش تھا۔ ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے جامعۃ الازہر سے

Marfat.com

واپس آتے ہی اپنے وابستگان کا بھیرہ شریف میں اجلاس طلب کیا اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی نشاۃ ثانیہ کا عزم ظاہر کیا۔ اس موقع پر ان کے خطاب کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں میں اسلام کی حقیقی روح بیدار کرنے اور پاکستان میں اسلام کو قوت حاکمہ کا درجہ دلانے اور اس وطن عزیز کی نظریاتی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے ایسے افراد تیار کرنے کی ضرورت ہے جو اس عظیم مقصد کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر سکیں اور اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ ضروری عصری علوم پر دسترس رکھتے ہوں تا کہ وہ دشمنان دین وملت کی نظریاتی وفکری یلغار کا مقابلہ کر سکیں۔ میاں محمد اسلم مرحوم حضرت ضیاء الامت کے ان جانثار ساتھیوں میں سے بہت نمایاں حیثیت رکھتے تھے جنہوں نے اس مقصد کے لئے اپنا سب کچھ پیش کر دیا۔ وہ زندگی بھر دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی تعمیر وترقی کے لئے کوشاں رہے۔ وہ مرکزی انجمن تعلیم المسلمین بھیرہ شریف کے رکن رکین تھے۔ اعلائے کلمۃ الحق کی راہ میں پیش آنے والے ہر کڑے وقت میں حضرت ضیاء الامت کے دست راست ثابت ہوئے۔ دارالعلوم میں منعقد ہونے والی ہر تقریب کی وہ رونق ہوا کرتے تھے۔

مرحوم میاں صاحب نے سیالکوٹ کی سطح پر حضرت ضیاء الامت کے مشن کے نشر وفروغ میں جو بنیادی کردار ادا کیا اس سے اہل شہر اچھی طرح واقف ہیں۔ انہوں نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ اور تفسیر ضیاء القرآن کو گھر گھر متعارف کرایا۔ اس مقصد کے لئے وہ اپنے مخلص پیر بھائیوں کے تعاون سے شہر میں وقتاً فوقتاً دینی وتبلیغی اجتماعات بھی منعقد کرتے جن میں حضرت ضیاء الامت اسلام کا ابدی وسرمدی پیغام سناتے۔ نظریہ پاکستان کے تحفظ اور ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے چلائی جانے والی تحریکوں میں بھی میاں صاحب مرحوم پیش پیش رہے۔ زیڈ اے بھٹو کے دور کے آخری ایام میں انہیں پیپلز پارٹی کی طرف سے طرح طرح کی دھمکیاں بھی دی جاتی رہیں لیکن وہ ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش پیدا نہ کر سکیں۔ ایک موقع پر جب تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کی ساری قیادت گرفتار ہو چکی تھی تو سیالکوٹ کی مقامی قیادت کے اصرار پر انہوں نے حضرت ضیاء الامت سے سیالکوٹ کے دورہ کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت ضیاء الامت اس نازک وقت میں سیالکوٹ تشریف لے گئے تو اہلیان سیالکوٹ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ پورا شہر ان کا استقبال کرنے اور ان کا خطاب سننے امڈ آیا۔ حضرت قبلہ ضیاء الامت نے اپنے دورہ سیالکوٹ کے دوران مختلف مقامات پر جو خطاب فرمائے وہ آپ کی سیاسی بصیرت کے آئینہ دار تھے۔ ان تمام مواقع پر جناب میاں محمد اسلم مرحوم کا کردار نہایت نمایاں تھا۔ انہوں نے اپنے تمام پیر بھائیوں کو منظم کر کے اس تحریک میں اجتماعی طور پر حصہ لیا۔

سیالکوٹ چھاؤنی میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی برانچ کا قیام بھی ان کے جذبہ ایمان اور

Marfat.com

جہد مسلسل کا نتیجہ تھا اور اس دار العلوم کے قیام کے دن سے آخری سانس تک اس کی انتظامیہ میں بطور سینئیر صدر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بھیرہ شریف ان کا دوسرا گھر تھا۔ بات یہ نہیں بلکہ وہ اپنی قلبی وابستگی کی بناء پر سیالکوٹ کو اپنا دوسرا گھر کہتے تھے۔ وہ احباب جن کو ان کے ساتھ نشست کا موقع میسر آیا وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کے قلب و ذہن پر اپنے پیر و مرشد کا نقش کتنا گہرا تھا۔ ان کی کوئی نشست ایسی نہ ہوتی تھی جس میں وہ اپنے شیخ کامل حضرت ضیاء الامت کا ذکر خیر نہ کرتے۔ وہ تسلیم و رضا کا پیکر تھے۔ اپنے شیخ کی زبان حق ترجمان سے نکلی ہوئی ہر بات ان کے لئے حرف آخر کا درجہ رکھتی تھی۔ اپنے شیخ کامل کا ذکر خیر کرتے ہوئے محبت کی فراوانی سے ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے۔ حضور نبی اکرم علیہ افضل التحیۃ واطیب الثناء کا نام پاک ان کی زبان پر آتے ہی آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔

مرحوم میاں صاحب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی بہت گہری محبت رکھتے تھے، مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے انہیں خصوصی تعلق خاطر تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے اپنے شیخ کامل حضرت ضیاء الامت سے اپنی کیفیت بیان کی کہ وہ جب بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی زبان پر لاتے ہیں تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ یہ سن کر پیر صاحب نے جواب میں یہ مختصر امگر نہایت بلیغ جملہ ارشاد فرمایا کہ ''وہ شخص ہی ایسا تھا۔''

مرحوم میاں صاحب وہ خوش نصیب تھے جنہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لئے اپنے شیخ کامل کی محبت میں بسر کر دی۔ حضرت ضیاء الامت اس لحاظ سے بھی بہت کامیاب ہستی ہیں کہ ان کا دامن مرحوم میاں صاحب جیسے کتنے ہی جانباز سپاہیوں سے مالا مال ہے جو ان کے ایک ادنیٰ اشارے پر اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا سب کچھ نثار کرنے کو ہر وقت تیار رہتے۔ رجب کا مہینہ آتے ہی دل ان کی فرقت کے غم سے بوجھل ہونے لگتا ہے۔ 4 رجب المرجب 1412ھ بمطابق 12 جنوری 1992ء کو اپنے شیخ کامل کا یہ مرید صادق خود مسکراتا ہوا اور دوسروں کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ ان کی زندگی کی طرح ان کا سفر آخرت بھی قابل رشک تھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ ان کی لحد پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

Marfat.com

صوفی محمد اکرم میرپوری

حاجی محمد اعظم

برطانیہ میں اشاعت اسلام کے لئے جہاں علمائے کرام، مشائخ عظام اور دیگر افراد نے مثالی کردار ادا کیا ہے وہاں صوفی محمد اکرم مرحوم کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ انہوں نے ایک عام مزدور ہوتے ہوئے تبلیغ اسلام میں بھرپور کردار ادا کیا ہے اور اسلامی لٹریچر گھر گھر پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیا۔ آج ان کا جسد خاکی تو اس دنیا میں موجود نہیں مگر اسلامی خدمات کے سلسلہ میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

پیدائش

آپ میرپور آزاد کشمیر کے ایک گاؤں مہتہ جاگیر میں 22 پھاگن 1925ء کو ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ والدین کی خواہش تھی کہ فرزندار جمند مزید تعلیم سے بہرہ ور ہو مگر حالات نے ایسا مجبور کیا کہ وطن عزیز کو بھی خیر آباد کہنا پڑا۔

ملازمت

آپ 19 فروری 1962ء میں لندن تشریف لائے۔ چند دن فیکٹری میں مزدوری کی۔ اس کے بعد محکمہ ڈاک سے منسلک ہو گئے اور بحیثیت پوسٹ مین ملازمت کا آغاز کیا۔ فرض شناسی اور اعلیٰ کارکردگی کی بدولت مسلسل ترقی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب موت کا بلاوہ آیا تو آپ بحیثیت ایکٹنگ منیجر اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔

جماعت جند اللہ

جب صوفی صاحب مرحوم و مغفور انگلینڈ تشریف لائے تو یہ ان کا عین شباب کا زمانہ تھا اور ادھر مادر پدر آزاد معاشرہ کے طور طریقے کسی سے مخفی نہیں۔ مادہ پرستی، عیاشی اور بے حیائی ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ مگر اس نوجوان کا ایمان بھی نوجوان تھا۔ فسق و فجور کی اس تاریکی میں جہاں کہیں دین کی شمع روشن ہوتی یہ نوجوان پروانہ وار وہاں پہنچ کر اکتساب فیض کرتا۔ ان دنوں حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے ایک عقیدت مند مجاہد چوہدری عنایت گوندل انگلستان کے ایک چھوٹے قصبہ چشم (بکس) میں سیرۃ النبی ﷺ کے جلوے بکھیر رہے تھے اور قرب و جوار سے بہت سے لوگ ان کے

Marfat.com

اسلامی حلقہ درس سے فیضیاب ہو رہے تھے۔ ان بہت سے لوگوں میں ایک صوفی صاحب مرحوم بھی تھے۔ چوہدری گوندل صاحب کی تربیت سے باقاعدہ ایک ٹیم تیار ہوئی جس میں مرزا منیر احمد، چوہدری محمد ظریف، چوہدری اللہ داد، چوہدری عبدالرشید، چوہدری غلام رسول، حاجی عبدالرشید، چوہدری غلام رسول اور بندۂ ناچیز (محمد اعظم) وغیرہ شامل تھے۔ اس مختصر سی ٹیم نے بعد میں جماعت جنداللہ بھیرہ شریف کی شاخ کی صورت اختیار کر لی اور اس شاخ کی صدارت کے لئے حضور ضیاء الامت کی نگاہ انتخاب جس ہستی پر پڑی وہ صوفی محمد اکرم صاحب کی ذات گرامی تھی۔ اس جماعت کا پہلا اصول یہ ہے کہ ہر ممبر پہلے اپنے آپ کو اسلام کا عملی نمونہ بنائے تو پھر اس کی ترغیب دے۔ اس وقت برطانیہ میں جماعت جنداللہ کی بہت سی شاخیں بن چکی ہیں۔ مگر برطانیہ کی مرکزی شاخ میں پیرزادہ محمد امداد حسین (نگران اعلیٰ) ناچیز (صدر) حاجی محمد بشیر (نائب صدر) چوہدری محمد ظریف (جنرل سیکرٹری) مرزا منیر احمد (خزانچی) اور دیگر ارکان میں چوہدری اللہ داد، حاجی نذیر احمد بٹ، چوہدری غلام رسول، حاجی محمد تمیز، صوفی محمد رضا خان اور چوہدری عبدالرشید کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اسلامی خدمات

صوفی محمد اکرم صاحب کو برطانیہ بھیجنے کا مقصد اگرچہ اقتصادی حالت مستحکم کرنا تھا۔ مگر آپ نے دیار غیر میں رہ کر صرف اپنے خاندان کی مالی امداد ہی نہیں کی بلکہ تبلیغ اسلام میں ایک سرگرم مجاہد کا کردار ادا کیا۔ آپ نے اپنے آپ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی بھرپور کوشش کی۔ عین جوانی کے عالم میں اس قدر اسلامی جذبہ اور خلوص نے پورے خاندان کو متاثر کیا۔ اکثر خویش واقارب اس نوجوان کی اسلامی ادائیں دیکھ کر اصلاح نفس کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے چہرے پر سنت رسول ﷺ کا نور آج بھی گواہی دے رہا ہے کہ اس نور میں صوفی محمد اکرم مرحوم کا کردار کافی حد تک جلوہ گر ہے اور تبلیغ اسلام کا یہی وہ سیدھا راستہ ہے۔ جس کی نشاندہی نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنے عملی کردار سے واضح فرمائی کہ سب سے پہلے اصلاح نفس اور اس کے بعد تبلیغ کی ابتداء اپنے خاندان سے کی جائے۔

تفسیر ضیأ القرآن

عصر حاضر کے عظیم مفسر جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی معرکہ آرا تفسیر ضیاء القرآن فہم القرآن کا بہترین ذریعہ ہے، جس میں ایک عام سادہ لوح انسان سے لے کر وکلاء اور جج حضرات کے لئے تسکین کا سامان موجود ہے۔ اس عظیم تفسیر کے سینکڑوں نسخے برطانیہ کے طول وعرض میں تقسیم کئے گئے ہیں، جس میں نمایاں کردار صوفی صاحب مرحوم کا تھا۔

Marfat.com

دار العلوم محمدیہ غوثیہ

مذکورہ دار العلوم اب دنیائے اسلام میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں اس دار العلوم کے تعلیم یافتہ علماء تبلیغ اسلام میں سرگرم عمل ہیں۔ اس کی شاخیں اندرون ملک اور بیرون ملک اپنا فریضہ انجام دینے میں مصروف عمل ہیں۔ صوفی صاحب مرحوم نے دار العلوم کی تعمیر و ترقی اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے قیام میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اس صدقہ جاریہ کے اجر و ثواب سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

زیارت حرمین شریفین

حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔ صوفی صاحب مرحوم نے پہلے اپنے والد گرامی کو حج کی سعادت سے مشرف فرمایا اور 1976ء میں خود بذریعہ کار حرمین شریفین روانہ ہوئے۔ فریضہ حج ادا کیا۔ مقامات مقدسہ کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ روضۃ الرسول ﷺ کے نورانی جلوؤں سے دل و نگاہ کو منور کیا۔ پاکستان پہنچتے ہی بھیرہ شریف حاضری دی اور حضرت ضیاء الامت کے دست حق پرست پر سلسلہ چشت اہل بہشت میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔

وفات حسرت آیات

کشادہ پیشانی، گول نورانی چہرہ، پورا قد، سیاہ گھنی داڑھی، مخلص و ہمدرد، بے ریا و باوفا صوفی محمد اکرم عین عالم شباب یعنی 41 برس کی عمر میں اس جہان فانی سے چل بسے۔ 11 جون 1986ء کو ہائی ویکمب ہسپتال میں معمولی آپریشن کے دوران اچانک اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

جامع مسجد ہائی ویکمب (انگلستان)

ہائی ویکمب لنڈن سے تقریباً 25 میل کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے۔ مسلمانوں نے جب یہاں آباد ہونا شروع کیا تو ملت کے ہمدرد اور بہی خواہ افراد نے مسجد کی تعمیر کا پروگرام بنایا، جن میں بہت سے افراد قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو اس سعی جمیل کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ بہر حال صوفی صاحب مرحوم بھی انہیں میں سے تھے۔ آپ نے صوفی محمد افضل صاحب کی قیادت میں بحیثیت ایک عام رکن کام شروع کیا۔ مگر حسن کارکردگی کے باعث ہائی ویکمب کے عوام نے آپ کو مختلف اوقات میں کمیٹی کے اہم ترین عہدوں کے لئے منتخب کیا۔ لہٰذا آپ نے بطور چیئرمین اور جنرل سیکرٹری گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ 1983ء میں چار لاکھ پونڈ سے تیار ہونے والی عظیم الشان جامع مسجد کی تعمیر

Marfat.com

میں صوفی صاحب مرحوم کی خدمات سرفہرست ہیں۔ رب العزت انہیں اس اجر عظیم سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

ماہنامہ ضیائے حرم

ضیائے حرم کی افادیت اور اہمیت آپ پر عیاں ہے۔ برطانیہ میں اس کی ابتداء مرزا منیر احمد اور جماعت جنداللہ نے فرمائی اور بالآخر یہ ذمہ داری تنہا صوفی محمد اکرم صاحب کے کندھوں پر آ گئی۔ پوسٹ آفس میں ملازمت کے باوجود ہر ماہ ساڑھے پانچ صد ضیائے حرم وصول کر کے سارے برطانیہ میں اس کی ترسیل وحساب وکتاب کوئی آسان کام نہیں۔ اس لئے انہیں کئی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ لیکن مرد مجاہد نے کبھی ہمت نہ ہاری اور تمام تر رکاوٹوں کے باوجود اس اہم فریضہ کو جاری رکھا۔ اس طرح صوفی صاحب کی کوششوں سے ہر ماہ ساڑھے پانچ سو مسلمان اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرتے تھے۔ آپ اندازہ فرمالیں کہ جو حضرات ضیائے حرم کو پڑھ کر اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے یا ایک حدیث پر بھی عمل پیرا ہوئے تو ان کے ثواب میں قبلہ صوفی محمد اکرم صاحب بھی برابر کے شریک ہیں۔

نماز جنازہ

اعلان ہوا کہ صوفی محمد اکرم صاحب کی نماز جنازہ 13 جون بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز جمعہ ہائی ویکمب کی جامع مسجد میں ادا کی جائے گی۔ اخبار میں خبر پڑھتے ہی برطانیہ کے طول وعرض سے علماء کرام، مشائخ عظام، دانشور حضرات اور ہر طبقہ کے مسلمان ہائی ویکمب کے لئے چل پڑے تاکہ اس مرد مجاہد کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی جائے۔ ہائی ویکمب کی عظیم الشان جامع مسجد جو صرف عید کے دن ناکافی نظر آتی تھی، آج نماز جمعہ پر بھی تنگیٔ داماں کا شکوہ کر رہی تھی۔ مسجد کے باہر بھی صفیں بنا کر نماز جمعہ ادا کی گئی۔ مگر ابھی لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع تھا۔ لہٰذا اعلان کیا گیا کہ کثرت ہجوم کی وجہ سے نماز جنازہ گرین سٹریٹ سکول کے کھلے گراؤنڈ میں ادا کی جائے گی۔ وہاں لاؤڈ سپیکر کا انتظام کیا گیا اور پیرزادہ محمد امداد حسین بانی جامع الکرم ملٹن کینز کو نماز جنازہ کی امامت کی دعوت دی گئی۔ پیرزادہ صاحب اشکبار آنکھوں کے ساتھ صف کے آگے بڑھے اور سپیکر سنبھال کر بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا: نماز جنازہ محترم صاحبزادہ غلام جیلانی خطیب جامع مسجد ہائی ویکمب پڑھائیں گے۔ دیر تو کافی ہو چکی ہے مگر اس مرحوم کو خراج تحسین پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

حاضرین محترم! آج ہم جس ہستی کی نماز جنازہ کے لئے حاضر ہیں، وہ کوئی معمولی انسان نہ تھا۔

Marfat.com

عالم نہ ہوتے ہوئے اس نے ایک عظیم مبلغ کا کام سرانجام دیا۔ برطانیہ کا شاید کوئی ایسا شہر یا قصبہ ہوگا جس میں اس مرد مجاہد کی تبلیغ اسلام کے آثار نہ ہوں۔ برطانیہ کی ہر مسلم آبادی میں ضیائے حرم اور ضیاء القرآن کی صورت میں صوفی صاحب مرحوم نے اسلام کا پیغام پہنچایا ہے۔ عین اٹھتی جوانی میں اسلام کو چھاتی سے لگایا اور آج مرتے دم تک اس کا چہرہ اسلام کے نور کا گواہ ہے۔ آج جس طرح صوفی صاحب مرحوم کے بیوی بچوں کے سروں سے ایک مشفق اور مہربان سرپرست کا سایہ اٹھ گیا ہے اسی طرح میں بھی ایک مخلص اور سرگرم ساتھی سے محروم ہوگیا ہوں۔ مجھے احباب میں اپنے سمیت کوئی ایسا فرد نظر نہیں آتا جو اس خلا کو پورا کر سکے۔ یا الہ العالمین! آج یہ بے شمار زبانیں تیرے حضور میں یہی التجا کرتی ہیں کہ ہمارے اس مرحوم بھائی کو اپنے جوار رحمت میں خصوصی مقام عطا فرما اور اس کے معصوم بچوں کی دستگیری فرما۔ (آمین) حضرت صاحبزادہ غلام جیلانی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور پیرزادہ صاحب نے دعائے مغفرت فرمائی۔ بے شمار آنکھیں اشکبار تھیں۔ کچھ لوگ جذبات پر قابو نہ پا سکے جس کی وجہ سے کہیں کہیں آہ و بکا بلند ہو رہی تھی۔ گراؤنڈ میں ہر طرف انسان ہی انسان نظر آ رہے تھے۔ دیکھنے والوں نے بتایا کہ اس سے قبل ہائی ویکمب میں کئی جنازہ ہوئے ہیں مگر اتنی قدر کثیر تعداد دیکھنے میں نہیں آئی۔

میّت کی پاکستان روانگی

15 جون کو پاکستانی ہوائی جہاز کے ذریعے صوفی صاحب مرحوم کی میت پاکستان پہنچی۔ میرپور میں یہ افسوس ناک خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے کثیر تعداد میں لوگوں کی آمد شروع ہوگئی۔ صوفی صاحب مرحوم کے مرشد کامل حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کو بذریعہ ٹیلی فون اطلاع مل چکی تھی۔ آپ بنفس نفیس تشریف لائے۔ نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ سخت دھوپ میں میت کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے اور جب میت کو قبر میں اتارا جا رہا تھا تو میری ان گنہگار آنکھوں نے جو منظر دیکھا وہ الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔ حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے بارش کے قطروں کی طرح آنسو ٹپک رہے تھے اور رحمتوں کے نزول کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعا مانگ رہے تھے۔ ایک مرید باصفا کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے کہ اس کا سفر آخرت ہو اور اس کا شیخ طریقت اس کے سرہانے بیٹھ کر بارگاہ ایزدی میں مغفرت کے لئے دست بدعا ہو۔

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صوفی صاحب مرحوم کے بارے میں حضرت ضیاء الامت کا تعزیتی پیغام حرف آخر کی حیثیت رکھتا

Marfat.com

ہے۔اس پیغام کے ساتھ اپنی گزارشات اختتام پذیر کرتا ہوں:

پیغام تعزیت

عزیز القدر گرامی مرتبت پیرزادہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مکرمی صوفی محمد اکرم صاحب کی وفات حسرت آیات کی جگر سوز خبر سن کر جتنا دکھ ہوا اس کا اظہار میرے لئے ممکن نہیں۔ایک مخلص اور انتھک رفیق سفر کا بچھڑنا کوئی معمولی سانحہ نہیں۔ان کی شخصیت گوناگوں خوبیوں کا مرقع زیبا تھی۔وہ جند اللہ کے ایک نڈر سپاہی تھے۔وہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے توسیعی پروگراموں میں روح رواں کی حیثیت رکھتے تھے۔وہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی مطبوعات کی اشاعت میں شب و روز سرگرم عمل رہتے تھے اور ضیائے حرم کا بار گراں تو انہوں نے اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا اور آپ کے تمام پروگراموں میں وہ بڑی گرم جوشی اور خلوص سے حصہ لیتے تھے۔ان کی کمی تو ہم سب ہمیشہ محسوس کرتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے اہل وعیال، معصوم بچوں، بچیوں کو اپنی خصوصی حفاظت میں پروان چڑھائے۔ان کی روح کو ایصال ثواب کے لئے احباب کی خاص محفل میں ختم شریف پڑھا گیا اور تمام نے اس ناقابل تلافی نقصان پر اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا۔آپ بھی میری طرف سے تعزیت قبول فرمائیں اور جند اللہ کے تمام اراکین اور دیگر اراکین کی خدمت میں میرا پیغام تعزیت پہنچا دیں۔میں نماز جنازہ میں شرکت کے لئے میرپور گیا تھا۔نماز جنازہ میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور ان کے چہرے کی زیارت کی۔ان کی معصومیت اور نور ایمان کی تجلیاں ان کے چہرے کو مزید دلکشی بخش رہی تھیں۔

والسلام

شریک غم

محمد کرم شاہ

Marfat.com

انٹرویو علامہ سید نذیر حسین شاہ چشتی نظامی

فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

پرنسپل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ

انٹرویو پینل: ملک لیاقت علی۔ایم احسان الحق صدیقی

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے کوئی عظیم کام لینا چاہتا ہے تو اس کو ابتداء ہی سے ایسے مواقع اور اسباب مہیا کر دیتا ہے کہ وہ شخص ترقی کی منازل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔اس کو ایک ایسا حوصلہ عطا کیا جاتا ہے کہ اس کے سامنے مشکلات کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔وہ تنہا شخص مخالفین کے سامنے سد سکندری ثابت ہوتا ہے۔ایسی ہی شخصیات میں ایک شخصیت جناب سید نذیر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی ہیں جنہوں نے اعلاء کلمہ حق کے لئے دن رت ایک کر دیا۔آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے ابتدائی فارغ التحصیل طلباء میں سے ایک ہیں۔آپ یکم جنوری 1943 کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ مین ایک انتہائی باکمال صوفی بزرگ سید محمد عالم شاہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔آپ نے ناظرہ قرآن پاک حافظ سید شاہ سوار سے پڑھا۔ مڈل تک ابتدائی تعلیم بھی آبائی گاؤں میں حاصل کی۔آپ نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ کرسچین ہائی سکول سیالکوٹ سے پاس کیا۔

چونکہ آپ نے ایک دینی ماحول والے گھر میں آنکھ کھولی اس وجہ سے آپ میں دینی تڑپ کا پایا جانا ضروری امر تھا۔اسی شوق کے پیش نظر آپ نے جامع عبدالحکیم سیالکوٹ میں داخلہ لیا اور ڈیڑھ سال کے انتہائی قلیل عرصہ میں نحو جامی تک اور صرف اکبری تک مکمل کر لی۔اس کے علاوہ آپ نے فقہ، اصول فقہ اور منطق کی کتب اپنے وقت کے جید علماء کرام سے پڑھیں۔اس کے بعد آپ 1963ء میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں داخل ہوئے۔دوران تعلیم آپ نے اپنی ذہانت اور قابلیت کے بل بوتے پر اعلیٰ پوزیشنیں حاصل کیں۔آپ ادیب عربی کے امتحان میں اوّل آئے اور عالم عربی کے امتحان میں آپ نے پنجاب بھر میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔آپ نے 1971ء میں سند فراغت حاصل کی۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد آپ مرکزی جامع مسجد سیالکوٹ کینٹ میں خطیب مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے اپنے پیرومرشد حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے حکم پر

Marfat.com

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا۔ 21 اپریل 1972ء کو حضور ضیاء الامت نے اپنے دست اقدس سے اس دارالعلوم کا افتتاح فرمایا۔ آج حضور ضیاء الامت کے اس جلائے ہوئے چراغ سے ایک جہاں اکتساب فیض کر رہا ہے۔ اس وقت شاہ صاحب اس دارالعلوم کے پرنسپل ہیں اور آپ کے زیر سایہ دارالعلوم کے طلباء کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آ رہی ہیں (اس دارالعلوم کے طلباء ادیب و میٹرک کے امتحانات میں گوجرانوالہ بورڈ سے بارہا پوزیشنز حاصل کر چکے ہیں)۔ جب ہم نے آپ سے انٹرویو کے لئے عرض کی تو آپ نے انتہائی مہربانی فرماتے ہوئے اپنی مصروفیت کے باوجود وقت دیا تو آپ سے گفتگو کا ایک سلسلہ چل نکلا۔

پینل: محترم شاہ صاحب! وہ کیا عوامل تھے جن کی بناء پر آپ جامع عبدالحکیم سیالکوٹ کو چھوڑ کر دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں داخل ہوئے:

شاہ صاحب: اصل بات یہ ہے کہ میرا تعلیم حاصل کرنے کا بنیادی مقصد روحانی تسکین تھا۔ لیکن مجھے جامع عبدالحکیم سیالکوٹ میں ''قیل وقال'' تو میسر آیا لیکن روحانی تشنگی بدستور باقی تھی۔ اسی پریشانی کی حالت میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ ایک فرشتہ سیرت انسان نے مجھے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا نصاب تعلیم دیا۔ مجھے یہ نصاب تعلیم بہت پسند آیا۔ چنانچہ والدین سے اجازت لے کر میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف پہنچا۔ مغرب کا وقت تھا۔ مسجد امیر السالکین میں نماز مغرب ادا کی۔ اس وقت میں پریشان تھا کہ معلوم نہیں پیر صاحب کون ہیں۔ اسی گومگو کی حالت میں تھا کہ پیر صاحب خود ہی میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے آنے کا مدعا بیان کیا۔ عرض کی: کیا مجھے داخلہ مل جائے گا؟ تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبانے لگیں اور فرمایا'' میں کون ہوتا ہوں کہ ایک سیدزادے کو داخلے سے روکوں۔'' اس طرح میری یہ خوش قسمتی تھی کہ مجھے اپنی روحانی پیاس بجھانے کا موقع میسر آ گیا۔

پینل: آپ نے سیالکوٹ میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی اس کی وجوہات کیا تھیں؟

شاہ صاحب: جب میں دارالعلوم سے فارغ ہونے کے بعد یہاں آیا تو میں نے دیکھا کہ یہاں اہلسنت کا کام نہ ہونے کے برابر تھا۔ نوجوان نسل دین سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ علاوہ ازیں مسجد کمیٹی نے بھی مجھے مشورہ دیا کہ یہاں ایک مدرسہ ہونا چاہیے اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضور ضیاء الامت کا حکم بھی تھا کہ مدرسہ قائم کروں۔

پینل: آپ کو مدرسہ قائم کرتے ہوئے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

شاہ صاحب: یہ بات تو طے شدہ ہے کہ دین کا راستہ پھولوں کی سیج نہیں ہوتا۔ مشکلات کے پہاڑ ہر وقت سینہ تانے کھڑے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ہمیں کسی قسم کی شدید مشکلات سے دوچار

Marfat.com

نہیں ہونا پڑا۔ بلکہ توقع سے بڑھ کر کامیابی نصیب ہوئی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ابتدائی طور پر ہمیں کچھ مشکلات کا سامنا تھا۔ یہاں پر مرزائی اور پیپلز پارٹی والوں نے ہمیں تنگ کیا اور راستے میں روڑے اٹکانے کی بھرپور کوشش کی لیکن چونکہ ہم خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لئے کوشاں تھے۔ یہ مشکلات خود بخود ختم ہوگئیں اور مخالفین کو منہ کی کھانا پڑی۔

ایک دفعہ رمضان المبارک میں اعتکاف بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بہت نیک خاتون جو یقیناً حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں میرے سرہانے آئیں اور فرمایا ''بیٹا گھبرانے کی ضرورت نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میں اور میری مدد تمہارے ساتھ ہیں۔'' اس کے بعد مجھے کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی۔

پینل: دینی ادارے جو پہلے ہی زبوں حالی کا شکار ہیں تو اپنے اس مدرسہ کی بنیاد رکھتے ہوئے اس بات کا خوف محسوس نہیں کیا؟

شاہ صاحب: الحمدللہ کبھی خوف محسوس نہیں ہوا۔ جو کام خدا کی رضا کے لئے کیا جائے خدا خود مدد فرماتا ہے۔

پینل: کیا آپ دینی مدارس کے نصاب سے متفق ہیں؟

شاہ صاحب: بعض دینی مدارس کا نصاب تعلیم انتہائی فرسودہ ہے، جس میں فلسفہ و منطق پر زور دیا جاتا ہے۔ میرے خیال میں اب ان علوم کی ضرورت نہیں ہے۔ اب چونکہ یہ سائنسی دور ہے لہٰذا ہمیں موجودہ دور کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے طلباء کو جدید علوم سے آراستہ کرنا چاہیے۔ اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضور ضیاء الامت نے اپنے نصاب تعلیم میں قدیم علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کو بھی اہمیت دی ہے۔

پینل: آپ کو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے نصاب تعلیم سے کہاں تک اتفاق ہے؟

شاہ صاحب: میرے دارالعلوم بھیرہ میں داخل ہونے کی بنیادی وجہ بھی یہی نصاب تعلیم تھا کیونکہ اس میں جدید علوم کے علاوہ تصوف اور روحانیت کی تعلیم کے لئے ''کشف المحجوب'' اور ''قصیدہ بردہ شریف'' کی تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن اب اگر نصاب تعلیم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پرانے اور جدید نصاب تعلیم میں بڑا فرق ہے۔ ابتدائی طلباء کے لئے بعض مشکل کتب کو نصاب میں شامل کرلیا گیا ہے مثلاً تسہیل النحو، تسہیل الصرف اور تسہیل المنطق۔ اگرچہ ان کتب کی افادیت سے انکار نہیں لیکن مبتدی طلباء کے ذہنی معیار سے یہ بلند ہیں۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ریاضی کو انگلش میں پڑھانا شروع کردیا جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ان کتب کے علاوہ آسان کتب شامل نصاب کی جائیں۔

Marfat.com

پینل: دینی مدارس کی زبوں حالی کی کیا وجہ ہے اور ان مدارس کی اصلاح کس طرح کی جا سکتی ہے؟

شاہ صاحب: دینی مدارس کی زبوں حالی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے مدارس بچوں کو وہ ماحول مہیا نہیں کر پا رہے جس میں پروان چڑھ کر وہ عالم دین بن سکیں۔ لہٰذا عوام ان مدارس کی طرف توجہ بہت کم کرتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اب مدارس میں اصل کتب پڑھانے کا رواج کم ہو گیا ہے۔ تلخیصوں اور تراجم پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب یہ مدارس ''الا ماشاء اللہ'' صرف عربی ٹیچر ہی پیدا کر رہے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ان مدارس میں اساتذہ کو بہت کم سہولتیں میسر ہیں۔

مدارس کی اصلاح کے لئے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان پر اکتفا کرتا ہوں: آپ فرماتے ہیں کہ مدارس کو چلانے کے لئے دو اصول ہیں: ایک امانت داری دوسرا تدبیر۔ اگر ان اصولوں پر عمل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ دینی مدارس ترقی کی منازل کو جلد طے نہ کریں۔

پینل: معاشرتی اصلاح میں دینی مدارس کا کیا کردار ہونا چاہئے؟

شاہ صاحب: عصر حاضر میں دینی مدارس پر سب سے بڑی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ معاشرتی اصلاح کے لئے کوشاں رہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرتے ہوئے موجودہ معاشرہ کو اسلامی معاشرہ میں تبدیل کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ ایسے علماء دین پیدا کریں جن پر ملت اسلامیہ کو فخر ہو۔

پینل: اس وقت اہل سنت زبوں حالی کا شکار ہیں۔ اس کی وجوہات کیا ہیں اور اس کا تدارک کس طرح ممکن ہے؟

شاہ صاحب: دین سے لاتعلقی اس کی بنیادی وجہ ہے۔ ہمارے علماء کرام کا یہ فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اپنی کوششیں تیز کریں۔ تعلیمی انقلاب کے ذریعے ہم اپنی حالت سنوار سکتے ہیں۔ زبوں حالی کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم میں خلوص کی کمی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے بیٹھا ہے۔ وحدت پارہ پارہ ہو چکی ہے۔ اگر ہم اپنے عقائد کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں انا کی دیوار گرا کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا چاہیے۔

پینل: علماء کرام طویل عرصہ سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں لیکن ان خدمات کا کوئی واضح نتیجہ سامنے نہیں آ رہا، اس کی وجہ؟

شاہ صاحب: اس وقت سوائے چند کے میں کسی پر مطمئن نہیں ہوں۔ پیران عظام اپنے بزرگوں کے کردار کو بھول کر دنیا کی رنگ رلیوں میں کھو گئے ہیں۔ پیران عظام کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل کریں اور امت مسلمہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دیں۔ شیعہ حضرات کے اس وقت

Marfat.com

دونشانے ہیں: سیدزادے اور پیران عظام۔ اگر حالات کا صحیح اندازہ نہ لگایا گیا تو حالات دگرگوں ہو سکتے ہیں۔

پینل: آپ کی شخصیت کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ حضور ضیاء الامت کے خلیفہ مجاز بھی ہیں تو حضور ضیاء الامت مدظلہ کے متعلق آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

شاہ صاحب: حضور ضیاء الامت رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اس پر آشوب دور میں امت مسلمہ کی رہنمائی فرمارہے ہیں۔ میں نے آپ کو خلوت وجلوت میں دیکھا۔ میں نے جو ورد 1963ء میں آپ کی زبان سے سنا تھا وہ آج بھی ہے کہ

"اِنَّ صلاتی نسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین"

آپ کا شمار تو ان ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ "یحبّ اللّٰہ ورسولہ" "یحبہ اللّٰہ ورسولہ"۔ آپ کی شخصیت کو عشق مصطفیٰ ﷺ کی نعمت عظمیٰ سے ایک وافر حصہ ملا ہے۔ حضور ﷺ کی بھی آپ پہ خاص نظر کرم ہے۔ آپ بارہا زیارت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے ہیں۔ آپ کے علمی کارناموں سے کون واقف نہیں۔ آپ نے ہر مشکل میں امت مسلمہ کے لئے چراغ راہ کا کام کیا ہے۔ علاوہ ازیں خلافت کی نعمت عظمیٰ جو مجھے ملی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ کا فضل اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر رحمت ہے۔ شروع میں میری یہ خواہش نہ تھی اور نہ ہی میں نے اس نعمت عظیم کا تصور کیا تھا۔ بھیرہ شریف میں تعلیم کے دوران اکثر مجھے فرماتے تھے کہ تمہاری ایک امانت میرے پاس موجود ہے۔ اس وقت تو یہ بات مجھے سمجھ نہ آتی تھی لیکن جب میں دارالعلوم سے فارغ ہوا تو چند ماہ بعد آپ نے پیغام بھیجا کہ بھیرہ آؤ۔

چنانچہ میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا بھیرہ شریف پہنچا تو حضور ضیاء الامت نے دو دن بعد مجھے اس نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ مجھے یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضور ضیاء الامت نے اپنے دست مبارک سے سند خلافت لکھ کر عطا فرمائی۔

پینل: عصر حاضر میں ایک طالبعلم کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور کیا کسی طالب علم کا کسی تنظیم سے منسلک ہونا ضروری ہے؟

شاہ صاحب: آج کا طالب علم کل کا راہنما ہے۔ وہ مستقبل کا معمار ہے۔ اس لئے ایک طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی تعلیم کی طرف بھرپور توجہ دے اور اساتذہ کرام کا ادب کرے۔ اس کا کردار پاکیزہ ہونا چاہئے۔ خصوصا دینی طلباء کے لئے ضروری ہے کہ وہ بلند کردار کے حامل ہوں۔ میں طلباء میں تنظیم سازی کے سخت خلاف ہوں۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ تمام سیاسی وغیر سیاسی تنظیموں سے کنارہ

Marfat.com

کش رہے۔

چینل: عام تاثر یہ ہے کہ دینی مدارس میں بہت زیادہ سزا دی جاتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ کیا سزا ضروری ہے؟

شاہ صاحب: میں سزا کے سخت خلاف ہوں۔ اس طرح تو طلباء میں سرکشی بڑھتی ہے بلکہ میں تو ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ ان بچوں سے پیار کے ساتھ پیش آئیں اور ان کی نفسیات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ایک صاحب کردار استاد کی زبان ہی سب سے بڑا ڈنڈا ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ ڈنڈا سے سر تو جھک جائے گا لیکن دل نہیں جھکے گا۔

چینل: دینی مدارس میں عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی طالب علم فارغ التحصیل ہوتا ہے تو اس کو بغیر تربیت کے استاد مقرر کر دیا جاتا ہے۔ کیا یہ طریقہ کار درست ہے؟

شاہ صاحب: جی ہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اساتذہ کرام کی تربیت کرنی چاہیے۔ لیکن چونکہ وہ کافی عرصہ تعلیم میں گزارتے ہیں بجائے اس کے کہ بعد میں ان کو تدریس کا کورس کروایا جائے بہتر ہوگا کہ دوران تعلیم ہی ان کو ریفریشر کورس کروائے جائیں، کیونکہ مسند تدریس کوئی مذاق نہیں کہ جو آیا بیٹھ گیا۔ اس کی تربیت کا انتظام ضرور ہونا چاہیے۔

چینل: دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے علماء کرام کی ایک کثیر تعداد فارغ التحصیل ہو چکی ہے۔ ان سے رابطہ کیسے ممکن ہے؟

شاہ صاحب: شاہین حضرات کا مرکز سے رابطہ بہت ضروری ہے۔ اس کے لئے مرکز میں ایک کمیٹی ہونی چاہئے جو شاہین حضرات سے رابطہ کرے۔

چینل: رسالہ شاہین کو بہتر بنانے کے لئے کوئی تجویز؟

شاہ صاحب: طلباء کی یہ اچھی کاوش ہے۔ طلباء کی ادبی صلاحیتیں اجاگر کرنے میں یہ رسالہ اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ رسالہ شاہین کے معیاری مضامین کو ضیائے حرم میں دوبارہ شائع کروایا جائے۔

چینل: قارئین شاہین کے نام آپ کا پیغام۔

شاہ صاحب: قارئین کو چاہئے کہ سہ ماہی شاہین کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ خود پڑھیں۔ دوستوں کو پڑھائیں۔ دینی مدارس کے علاوہ سکولوں اور کالجوں میں بھی یہ رسالہ ضرور تقسیم ہونا چاہئے۔

Marfat.com

انٹرویو مولانا مختار احمد ضیاء صاحب

جناب مولانا مختار احمد صاحب کا شمار دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے ممتاز ترین فضلاء میں ہوتا ہے۔ دیار فرنگ میں بھی ان کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ حضور ضیاء الامت نے انہیں خلافت سے مشرف فرمایا۔ اس وقت دار العلوم محمدیہ غوثیہ خیابان کرم چک شہزاد میں بطور پرنسپل اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

انٹرویو پینل:۔ ملک لیاقت علی اعوان

ملک احسان الحق صدیقی

سوال:۔ جناب! سب سے پہلے آپ اپنی ابتدائی زندگی کے بارے میں فرمائیں اور آپ نے ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی؟

جواب:۔ میرا آبائی گاؤں آلہ ہے۔ 1954ء میں پیدا ہوا۔ میرے والد صاحب قبلہ نیاز احمد صاحب اسی گاؤں کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ اس کے ساتھ قرآن کریم کے بارے میں ان کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ میں نے ایک قریبی گاؤں کھیرا میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد والد صاحب نے دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں داخل کرا دیا۔ اس طرح مجھے قبلہ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب کی غلامی نصیب ہوئی۔

سوال:۔ آپ کون سے سال دار العلوم میں داخل ہوئے؟

جواب:۔ میں 1966ء میں یہاں داخل ہوا۔

سوال:۔ جس وقت آپ دار العلوم میں داخل ہوئے تو کیا یہ آپ کے والد کی مرضی تھی یا آپ کی پسند تھی کہ داخلہ لیا جائے؟

جواب:۔ اصل بات یہ ہے لوگ مولویت سے بھاگتے ہیں۔ آٹھویں کلاس کے بعد میں نے بھی بھاگنا شروع کر دیا۔ والد صاحب کو میں نے راضی کر لیا کہ میں دینی تعلیم حاصل نہیں کروں گا۔ میں کالج میں پڑھوں گا۔ لیکن میری والدہ صاحبہ میرے مقابلے میں ڈٹ گئیں۔ انہوں نے فرمایا: مجھے راضی کرنا ہے تو ہر حال میں دینی تعلیم حاصل کرنا ہوگی۔ تو اس طرح میں جب دینی ماحول میں شفٹ ہوا اور قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت نصیب ہوئی تو اب میں یہاں ہر لحاظ سے مطمئن تھا اور سچ پوچھیں تو بڑا سہانا اور محبتوں بھرا دور تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری خوش بختی تھی کہ مجھے یہ ماحول میسر

Marfat.com

آیا۔ باقی رہی معیار کی بات تو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے معیار کے بارے میں کیا عرض کروں۔ اس طرح کا ماحول اور تعلیمی معیار شاید مجھے کہیں نہ ملتا۔

سوال:۔ تو کیا آپ نے دس سال والدہ کی خوشنودی کے لئے لگائے؟ کیا آپ اس دینی ماحول کے علمی اور عملی میدان میں قدم رکھنے کے بعد اطمینان محسوس کرتے ہیں؟

جواب:۔ دارالعلوم میں آ کر مجھے ایک دن بھی یہ احساس نہ ہوا اور دل میں یہ خیال تک نہیں آیا کہ میں نے غلط منزل کا انتخاب کیا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں اور میرے جسم کا رواں رواں اپنی والدہ کو دعائیں دیتا ہے کہ انہوں نے مجھے یہاں داخل کرایا اور جو اطمینان اور عزت اللہ تعالیٰ نے مجھے اس فیلڈ میں عطا کی ہے شاید کسی اور شعبہ میں نہ ملتی۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے دینی تعلیم حاصل کی اور دین کی خدمت کر رہا ہوں۔ الحمدللہ میں نے بیرون ملک بھی سفر کیا۔ سرکاری نوکریوں کے مواقع بھی ملتے رہے۔ بحثیت ٹیچر بھی کام کیا۔ لوگ انگلینڈ جانا فخر سمجھتے ہیں، میں وہاں بھی رہا ہوں۔ وہاں مزید رہنا بھی میرے لئے مسئلہ نہ تھا۔ لیکن میرے دل میں ایک خواہش تھی کہ اسلام آباد میں سنیوں کا ایک مدرسہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ 1978ء میں قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ نے مجھے سپر مارکیٹ میں خطابت کے لئے بھیجا۔ سو میں اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے کوشش کرتا رہا۔ اسلام آباد کی سڑکیں اس وقت بڑی ویراں ویراں ہوتی تھیں۔ میں ان سڑکوں پر بہت زیادہ پیدل چلا اور بہت سی جگہیں دیکھیں۔ اس کے بعد مجھے انگلینڈ جانے کا حکم ملا۔ وہاں سے واپسی پر حرم شریف میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ وہاں اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے عرض کی، جو قبول ہوئی۔ 1983ء کی بات ہے جب یہ اسلام آباد والا پلاٹ الاٹ ہو چکا تھا تو حضرت صاحب نے ایک میٹنگ بلائی۔ اس میں میرے علاوہ صاحبزادگان بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ تو حضرت صاحب نے سب سے مشاورت کی اور مجھے فرمایا کہ کیا خیال ہے کہ تم انگلینڈ جانا چاہتے ہو یا یہاں رہنا پسند کرو گے؟ تو میں نے عرض کی: جیسے آپ کا حکم ہو۔ تو آپ نے فرمایا میری رائے تو یہ ہے کہ تم یہاں رہو۔ چنانچہ میں نے انگلینڈ جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اسلام آباد میں کام شروع کر دیا۔

سوال:۔ آپ کی فراغت کون سے سال ہوئی اور آپ کے کلاس فیلوز میں کون کون سے علماء شامل ہیں؟

جواب:۔ میں 1978ء میں فارغ التحصیل ہوا۔ میرے ساتھ فارغ التحصیل ہونے والوں میں پروفیسر احمد بخش صاحب، مولانا عبدالرزاق صاحب، مولانا عبیداللہ صاحب، مولانا الٰہی بخش کوثری صاحب اور کچھ عرصہ صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب کے ساتھ بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

سوال:۔ قبلہ پیر صاحب کے ساتھ آپ کی روحانی وابستگی کس طرح ہوئی؟

Marfat.com

جواب:۔ یہ محض ان کا کرم ہے اور ان کی شفقت ہے۔ جب بھی آپ کے حوالے سے سوچا کمی نہیں ہوئی۔ ایک کامل میں جتنی چیزیں ہونی چاہئیں وہ بدرجہ اتم آپ کی ذات میں پائی جاتی ہیں اور الحمدللہ میں کبھی کبھی سوچ کر اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوں۔ اب تک کسی اور کو روحانی لحاظ سے دیکھنے کا خیال تک میرے ذہن میں نہیں آیا۔ جونہی آپ کی ذات کے ساتھ ملاقات ہوئی، غلامی نصیب ہو گئی۔ دل میں محبت پیدا ہو گئی۔ قبلہ والد صاحب سے عرض کی کہ بیعت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے بخوشی اجازت مرحمت فرما دی اور بہت ساری دعاؤں سے نوازا۔ صوفی خدا بخش صاحب سے عرض کی کہ مجھے بیعت کروائیں۔ اس وقت رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ انہوں نے حضرت صاحب سے عرض کی تو حضرت صاحب نے اپنی غلامی میں لے لیا۔

سوال:۔ آپ کو حضرت صاحب علیہ الرحمہ کی طرف سے جو خلافت عطا ہوئی وہ کب اور کیسے عطا ہوئی؟

جواب:۔ میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد آپ وہاں تشریف لے گئے۔ وہیں پر آپ نے کرم فرمایا اور خلافت عطا فرمائی۔

سوال:۔ اسلام آباد میں دار العلوم کی بنیاد کب اور کس طرح رکھی گئی؟ وہ کون سے امور تھے جن کو بنیاد بنا کر آپ نے اس ادارے کا آغاز کیا؟

جواب:۔ قبلہ حضرت صاحب جب شریعت کوٹ کے جج مقرر ہوئے تو وہاں اسلام آباد تشریف لے جاتے تو جیسا کہ پہلے میں نے عرض کیا ہے کہ وہاں اہل السنت والجماعت کے ادارے کی کمی تھی۔ آپ نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا۔ چنانچہ دوست احباب کے مشوروں سے اور آپ کی مساعی جمیلہ سے ہمیں پلاٹ الاٹ ہوا۔ اس کے بعد 1983ء میں جب انگلینڈ سے میں چھٹی پر آیا تو حضرت صاحب نے یہاں میری ڈیوٹی لگا دی۔ تو اس طرح ہم نے وہاں کام شروع کر دیا۔ جب پہلے دن میں اور سید زاہد صدیق شاہ صاحب وہاں گئے تو جنگل ہی جنگل تھا۔ اب ماشاء اللہ رونقیں ہیں۔ جب یہاں پہلا جلسہ ہوا تو قبلہ حضرت صاحب نے پہلی تقریر فرمائی اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے اس بیاباں میں تشریف لا کر ہم کو نوازا ہے۔ سید برکات احمد شاہ صاحب آف جلالپور شریف تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بیاباں تھا اب تو خیابان کرم ہے۔

سوال:۔ تو گویا یہ موجودہ نام سید برکات احمد شاہ صاحب کا عطا کردہ ہے؟

جواب:۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کا نام تو قبلہ حضرت صاحب نے رکھا ہے اور خیابان کرم میری ایک ذاتی خواہش بھی تھی اور احباب کا مشورہ بھی تھا۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ یہ خیابان ضیاء الامت ہو لیکن چونکہ میرا نام ضیاء ہے اس حوالے سے پھر یہاں کچھ اشتباہ وغیرہ پیدا ہونے کا خدشہ تھا۔ لہٰذا خیابان کرم ہی

Marfat.com

موزوں لگا۔

سوال:۔ مسجد کسی بھی ادارے کی دینی اساس ہوتی ہے لیکن یہاں پر ابھی تک مسجد کا قیام عمل میں نہیں آیا؟

جواب:۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ بالکل الگ تھلگ جگہ ہے۔ بنیادی مقصد دارالعلوم کا قیام تھا لہٰذا مسجد کو موخر رکھا گیا۔ طلباء کی تعداد میں روز بروز اضافہ کی وجہ سے زیادہ توجہ دوسری تعمیرات کی طرف ہی رہی۔ ان شاء اللہ اس دفعہ رمضان شریف میں مسجد کا افتتاح بھی ہو جائے گا۔

سوال:۔ آپ کے طلباء ایک ماڈرن علاقے میں رہتے ہیں۔ اسلام آباد اور راولپنڈی کی نام نہاد ثقافت سے آپ انہیں کس طرح محفوظ رکھتے ہیں؟ کیونکہ طلباء کا اس سے متاثر ہونا یقینی امر ہے۔

جواب:۔ الحمدللہ قبلہ حضرت صاحب نے جب جگہ کا انتخاب فرمایا تو اتنی خوبصورت جگہ تھی کہ پنڈی اسلام آباد کا حصہ ہونے کے باوجود ہم ثقافتی یلغار سے بڑے محفوظ ہیں۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے بچے ادھر ادھر جائیں۔ ہمارے کنٹرول میں رہتے ہیں اور ہمارے قوائد وضوابط کی پابندیاں کرتے ہیں۔ البتہ جو بیماری ہمارے گھروں میں ہے ٹی وی وغیرہ تو ان کے لئے دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ انہیں محفوظ رکھے۔

سوال:۔ کیا وجہ ہے کہ ایک دینی ادارے کا طالب علم وہ مقام حاصل نہیں کر سکتا جو ایک کالج یا یونیورسٹی کے طالب علم کو حاصل ہوتا ہے، اس وجہ سے وہ احساس کمتری کا شکار رہتا ہے؟

جواب:۔ میرے خیال میں تو دین کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگ محنت کریں اور اپنی شخصیت میں نکھار پیدا کریں اور حضور نبی پاک ﷺ کی سنت مطہرہ پر عمل کریں تو میں نہیں سمجھتا کہ کسی بھی مقام پر وہ احساس کمتری کا شکار ہوں اور اپنے بارے میں آج تک میں احساس کمتری کا شکار نہیں ہوا۔ میرے والد محترم فرمایا کرتے تھے:

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

فرماتے تھے کہ اپنے کام اس احسن انداز میں سرانجام دو کہ دنیا بھر میں مقبول ومحبوب ہو جاؤ۔
دوسری بات مجھے یہ فرماتے تھے ۔

چوں بکار خویش حاضر بودئی آبروئے خویش را افزودئی

یہ دو باتیں مجھے آج تک یاد ہیں۔

سوال:۔ عمومی طور پر معاشرے میں علماء کو وہ مقام نہیں دیا جاتا جس کے وہ حقدار ہیں؟

جواب:۔ میرے تجربے میں جو بات آئی ہے وہ یہ ہے کہ بعض احباب جلد بازی کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں کہ انہیں احساس کمتری کا شکار ہونا پڑتا ہے ورنہ میں نے ایک

Marfat.com

دنیا دیکھی ہے جہاں گیا وہ عزت ملی کہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ ایک چیز ہے خودی تو بعض احباب کی خودی انانیت اور تکبر میں بدل جاتی ہے جس کی وجہ سے بعض احباب پھسل جاتے ہیں۔

سوال:۔ آپ کا تعلق خصوصاً طبقہ صوفیاء سے ہے جو لاریب اعلیٰ مرتبہ کا حامل ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ نے طلباء کو تصوف سے روشناس کرانے کے لئے کیا اہتمام کر رکھا ہے؟

جواب:۔ یہ آپ کی خوش فہمی ہے کہ میرا تعلق طبقہ صوفیاء سے ہے۔ میں ایک عام سا آدمی ہوں۔ یہ تو قبلہ حضرت صاحب کی شفقت ومہربانی ہے کہ انہوں نے مجھے شرف خلافت سے سرفراز فرمایا ورنہ اس میں میری کسی صلاحیت کا کوئی دخل نہیں۔ باقی طلباء کے حوالے سے حضرت صاحب اکثر وہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ کے قیام کے دوران کافی ساری چیزیں خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔ جبکہ ہمارے بچے بہت چھوٹے ہیں اور میٹرک تک کلاسیں ہیں تو تصوف کا تعلق بڑی سمجھ بوجھ سے ہے۔ مزید کوئی باقاعدہ سلسلہ نہیں۔

سوال:۔ طلباء میں اجتماعی بے حسی کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے؟

جواب:۔ قبلہ حضرت صاحب ہمیں فرمایا کرتے تھے وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۝

جو اساتذہ ہیں یا دارالعلوم کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگ ہیں ان کا یہ فرض ہے کہ وہ طلباء کو بار بار اسلام کی طرف بلاتے رہیں، سمجھاتے رہیں تو اس طریقے سے بے حسی ختم ہو سکتی ہے۔

سوال:۔ موجودہ دور میں تصوف اپنا کردار کس طرح ادا کر رہا ہے جب کے اس راستے پر وہ لوگ بھی چل رہے ہیں جو اس کی بدنامی کا باعث ہیں؟

جواب:۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا نہیں ہیں اور صوفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ سراسر جھوٹے ہیں۔ میرے خیال میں صوفی وہ ہے جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سختی سے پیروکار ہو اور جو لوگ اس شرط پر پورا اترتے ہیں لوگ ان کا کردار دیکھتے ہیں اور ان سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن جو متصوفین ہیں ان سے عوام کو آگاہ کرنا ہمارا فرض ہے۔

سوال:۔ معاشرے میں عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ جس کسی نے داڑھی رکھی ہو اسے مولوی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ کیا وجوہات ہیں کہ آج لفظ مولوی بطور اہانت استعمال ہوتا ہے؟

جواب:۔ مجھے کبھی ایسا تجربہ نہیں ہوا کہ کسی بھی سفر میں کسی بھی موقع پر کسی آدمی نے مجھے محض داڑھی کی وجہ سے حقیر سمجھ کر بلایا ہو۔ بالکل نارمل زندگی گزار رہا ہوں۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا کہ یہ لفظ بطور اہانت استعمال ہوتا ہے بلکہ کوئی بندہ ایسی حرکت ضرور کرتا ہے جس کی وجہ سے یہ لفظ اس کو اچھا نہیں لگتا۔

سوال:۔ بحیثیت مجموعی کیا دینی ادارے موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں۔ اگر نہیں تو

Marfat.com

وجوہات کیا ہیں؟

جواب:۔ دینی اداروں کا ماحول اتنا اچھا تو نہیں لیکن من حیث المجموع وہ اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس میں مزید بہتری پیدا کی جاسکتی ہے۔ اداروں کے منتظمین کا فرض ہے کہ وہ طلباء کو اچھا ماحول مہیا کریں اور خودی کو اجاگر کریں۔ تو خود بخود یہاں سے حضور ﷺ کے غلام اور اسلام کے وفادار لوگ پیدا ہوں گے۔

سوال:۔ داڑھی کے حوالے سے آپ فرما رہے ہیں کہ مجھے آج تک ایسا تجربہ نہیں ہوا تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارا نوجوان طبقہ داڑھی رکھنے سے کتراتا ہے؟

جواب:۔ یہ ان کی ایک ذاتی کمزوری ہے اور احساس کمتری ہے۔ حضور ﷺ کی ذات سے جو تعلق ہے اس کی عزت و توقیر کو یہ لوگ سمجھتے نہیں اور داڑھی رکھنے سے کتراتے ہیں۔ اگر سمجھ جائیں کہ حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنا ہی ان کی زندگی کا بہترین عمل ہے اور ان کے لئے وجہ عزت اور وجہ اعزاز ہے تو وہ داڑھی رکھنے سے ہچکچائیں گے نہیں۔ جب کامل ترین قربت اور کامل ترین تعلق پیدا نہیں ہوسکتا تو وہ خواہ مخواہ پھسل جاتے ہیں۔

سوال:۔ یہ دینی اداروں کے متعلق جو حکومت نے آج کل شور مچا رکھا ہے کہ یہ دہشت گرد ہیں، یہ کہاں تک حقیقت پر مبنی ہے؟

جواب:۔ لاریب چند ایک ادارے ایسے ہیں جن کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے، جن کی سرگرمیاں قابل اعتراض ہیں، وہ کسی بھی حالت میں کسی بھی مسلک کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں۔ جو ادارے دہشت گردی پھیلاتے ہیں، منافرت پھیلاتے ہیں، غنڈہ گردی کرتے ہیں یہ فعل کسی بھی طریقے سے قابل ستائش نہیں ہے۔ یہ نہیں کرنا چاہیے۔ باقی کچھ ایسے ادارے ہیں جن کے خلاف پیپلز پارٹی پہلے بھی آئی تھی۔ ہنگامے کرتی رہی، اب بھی آئی ہے ہنگامے کر رہی ہے۔ یہ وقتی شور ہے اور قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کے جو مراکز ہیں ان کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔

سوال:۔ اہل سنت وجماعت میں مصنفین کی کمی ہے، اس کی کیا وجہ ہے جب کہ موجودہ دور میں اپنے خیالات کے اظہار کا بہترین ذریعہ تحریر ہے؟

جواب:۔ واقعی عرصہ دراز سے اہل سنت وجماعت تحریر کی طرف سے صرف نظر کرتے رہے لیکن الحمد للہ آج کل بیداری کی ایک لہر ہے اور بہت سارے لوگ تحریری کام کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ یہ کمی جلد پوری ہو جائے گی۔

سوال:۔ پاکستان میں اسلامی نفاذ کس طرح ممکن ہے؟

Marfat.com

جواب:۔اسلامی نظام کاتعلق دل کے ساتھ ہے۔ جب تک تزکیہ قلب نہ ہواس وقت تک کوئی بندہ مومن یا مسلمان نہیں ہوسکتا۔آج کے وہ لوگ جوعلم دین حاصل کرنے کا اعزاز حاصل کررہے ہیں وہ اپنے اندرقوت پیدا کریں۔حضور ﷺ کی سنت پاک پرعمل کرکےاوران کے ساتھ کامل ترین وابستگی اختیار کرکےان کی زبان میں اثرآجائے کہ وہ جوبات لوگوں کوبتائیں وہ ماننے پرمجبور ہوجائیں۔

سوال:۔دارالعلوم کی سطح پر جوویلفیر فنڈ قائم ہےاس کے کیا مقاصد ہیں جبکہ بعض لوگ اس کواچھانہیں سمجھتے؟

جواب:۔میرے خیال میں جولوگ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی تاریخ سے وابستہ ہیں اور مستقل طور پر وابستہ رہنا چاہتے ہیں،ان کے معاشی مسائل کے حل کے لئے یہ بہترین سوچ ہے۔خدا معلوم کہ رزلٹ کیا ہو گا،یہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب بہتر جانتا ہے۔لیکن یہ ایک اچھی کاوش ہے کہ سوچا جاسکتا ہے کہ مستقبل میں ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کو جب کوئی ضرورت درپیش ہو یا اچانک کوئی ساتھی کسی مشکل میں گھر جائے تو ہمارے پاس ایک ایسا فنڈ ہوجس سے ہم اس کی مدد کرکے اس کومشکل سے نکال سکیں۔

سوال:۔حضور ضیاء الامت جوکہ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اوران کے اس مقام کے بارے میں بعض لوگوں کواشارے بھی ملے ہیں کیا آپ کوبھی کوئی ایسا اشارہ ملا ہے؟

جواب:۔حضرت صاحب غریب نواز کی حیات طیبہ بڑی خوبصورت ہے۔آپ کا کردار بڑانکھراہوااور صاف ستھراہےاورایک بندہ مومن میں جوخصوصیات پائی جانی چاہیں وہ حضور ضیاء الامت کی ذات میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ جو بندہ اسلام کے مقرر کردہ معیار پر پورااترتا ہے ہرحوالے سے وہ اس قابل ہے کہ اس سے پیار کیا جائے،اس کی غلامی کو اختیار کیا جائے۔باقی اشارے کی آپ نے بات کی ہےتو وہ بے شمار چیزیں ہیں جن کو میں بیان نہیں کرسکتا۔

سوال:۔کوئی ایک واقعہ بتادیں تاکہ ہم بھی اس سے راہنمائی حاصل کریں۔

جواب:۔مجھےان کے بتانے کی اجازت نہیں ہے۔

سوال:۔آپ نے حضور ضیاء الامت کے ساتھ کافی عرصہ گزارا ہے،اس حوالے سے آپ کا کوئی ناقابل فراموش واقعہ؟

جواب:۔حضور ضیاء الامت کی زندگی کے سارے گوشے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔جو چیز سب سے زیادہ ناقابل فراموش ہے وہ یہ ہے کہ حضرت صاحب کی ''وفاداری'' صرف اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے ساتھ تھی۔میں بڑے وثوق سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ حضرت غریب نواز کے ذہن میں کوئی اور چیز ہے ہی نہیں۔مجھے الحمدللہ دارالعلوم میں خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔سفر میں آپ

Marfat.com

کے ساتھ رہا۔ یورپ کا سفر آپ کے ساتھ کیا۔ حرم شریف کی حاضری آپ کی معیت میں نصیب ہوئی۔ ہر جگہ پر حضرت صاحب کا ایک ہی نظریہ رہا، وہ یہ کہ اللہ اور اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راضی ہو جائے۔ میرے لئے آپ کا یہی کردار نا قابل فراموش ہے۔

سوال :۔ ہم نے طلباء کی ادبی سرگرمی کو نکھارنے کے لئے شاہین کا اجراء کر رکھا ہے آپ کے نزدیک یہ کیسا ہے؟

جواب :۔ بڑی خوبصورت کاوش ہے۔

سوال :۔ اس کی کوئی خامی جو آپ کی نظر میں گزری ہوتا کہ ہم اصلاح کر کے اس کو بہتر طریقے سے پیش کر سکیں؟

جواب :۔ خوب سے خوب تر کی تلاش بہر حال ہونی چاہیے۔ کسی بھی حوالے سے اسے خامی نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن بہتری بہر حال اس میں پیدا کی جا سکتی ہے۔ آپ اس کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کریں۔

Marfat.com

انٹرویو حضرت پیر سید زاہد صدیق شاہ صاحب

انٹرویو پینل: حافظ امتیاز احمد۔ راجہ عبدالرحمٰن

حضور ضیاء الامت کا فیض تو ہر کسی نے اپنے ظرف کے مطابق حاصل کیا ہے لیکن آپ کی اولادِ امجاد کے علاوہ وہ ہستی جس نے بہت زیادہ آپ کے فیضان کرم سے اپنی سیرت کو سنوارا اور نہ صرف خود بلکہ ہزاروں لوگوں کو اس مردِ کامل کی دریوزہ گری سکھائی اور ایک نسل کو ضیاء الامت کی غلامی کا اعزاز عطا فرمایا، آج وہ شخصیت سیرت وصورت میں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کا عکس نظر آتی ہے۔ ہماری مراد فیض ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر سید زاہد صدیق شاہ صاحب زیب آستانہ عالیہ بوکن شریف ہیں۔ ادارہ ضیاء الاسلام نے آپ سے ضیاء الامت کی مبارک زندگی کے بارے میں انٹرویو کیا ہے جو قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔

ضیاء الاسلام: آپ اپنی ابتدائی زندگی، تعلیم وتربیت کے مراحل مختصراً ذکر فرمائیں۔

شاہ صاحب: یہ اللہ کا احسان اور فضل ہے کہ بچپن سے ہی مجھے مذہبی خاندان کا ایک فرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ میرے والد گرامی مرتبت اور دادا جان کا شمار اپنے علاقے کی معروف روحانی شخصیات میں ہوتا ہے۔ اوائل عمری میں مجھے کچھ عرصہ اپنے ننھیال سوہدرہ شریف رہنے کا موقع ملا۔ وہاں بھی مجھے خالصتاً دینی اور مذہبی فضا میسر آئی۔

میری ابتدائی تعلیم کا آغاز بھی سوہدرہ شریف سے ہوا۔ پرائمری کے بعد میں واپس اپنے گاؤں بوکن شریف میں آ گیا۔ قرآن مجید اپنے گاؤں کے مشہور حافظ غلام حسین صاحب سے پڑھا اور میٹرک کا امتحان گورنمنٹ زمیندار ہائی سکول گجرات سے پاس کیا۔

مذہبی اور روحانی خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے دینی علوم حاصل کرنے کا ازحد شوق تھا۔ جس کا آغاز میں نے اپنے بزرگوں سے کیا۔ بعد ازاں آہلہ شریف (منڈی بہاؤ الدین) کی عظیم روحانی شخصیت حضرت مولانا نیاز احمد صاحب کی صحبت میسر آئی، جنہوں نے اپنے مخصوص انداز میں فارسی اور عربی علوم میں میری بھرپور رہنمائی فرمائی۔ خاص طور پر ان کی سب سے بڑی مہربانی مجھ پر یہ رہی کہ انہوں نے مجھے مرشد کریم حضور ضیاء الامت نور اللہ مرقدہ کی بارگاہ تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

Marfat.com

مُرشد کریم حضور ضیاء الامت نور اللہ مرقدہ نے خصوصی کرم سے نوازتے ہوئے دارالعلوم محمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے کی اعزازی سند عطا فرمائی۔

ضیاء الاسلام: حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وابستگی کا محرک کون سا جذبہ بنا؟

شاہ صاحب: حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی میرے لئے وہ متاع حیات ہے جس پر میں جتنا بھی ناز کرسکوں کم ہے۔

تیری نسبت نے سنوارا میرا اندازِ حیات　　میں اگر تیرا نہ ہوتا سگ دنیا ہوتا

میری تمنا یہ تھی کہ کوئی مرد کامل اور عارف حق ایسا ملے جو صحیح سمت میں میری رہنمائی کرے۔ جو خود بھی شریعت مصطفوی ﷺ کا پابند ہو اور اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے قلوب پر بھی گرفت رکھتا ہو۔ جب میں اپنے عظیم محسن مولانا نیاز احمد صاحب کے توسل سے بھیرہ شریف کے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو شکل وصورت، سیرت وکردار، علم وعمل، اخلاق واطوار دیکھ کر یہ یقین ہو گیا کہ یقیناً یہی وہ عظیم ہستی ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ یہی وہ گوہر انمول ہے جس کی مجھے جستجو تھی۔ دل نے آپ کی شخصیت کے بارے میں یہ گواہی دی کہ آپ کا ہر ہر عمل سنت رسول ﷺ کا آئینہ دار ہے۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہونے کے بعد کسی اور کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لوگوں کے نزدیک ولایت کے مختلف پیمانے ہیں کہ ولی وہ ہے جو دعا کرے تو دولت مل جائے، دعا کرے تو اولاد مل جائے، دعا کرے تو اقتدار مل جائے لیکن میرے نزدیک ولایت کا ایک ہی معیار ہے کہ ولی وہ ہے جو لوگوں کے دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دے۔ انہیں قرب الٰہی اور عشق رسول ﷺ سے آشنا کردے۔ میرا ایمان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اگر آپ ولی نہیں تو دنیا میں کوئی اور ولی ہو ہی نہیں سکتا۔

ضیاء الاسلام: ایک دینی ادارے کے قیام کا محرک کون سا جذبہ تھا۔ اتنے بڑے تعلیمی منصوبے کے لئے آپ وسائل کہاں سے لاتے ہیں؟

شاہ صاحب: دارالعلوم ضیاء القرآن سعید آباد میرے دادا جان پیر سید عبدالشکور شاہ صاحبؒ کے خوابوں کی تعبیر، والدہ ماجدہ، والد ماجد اور حضور ضیاء الامت کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ میری حیثیت ایک چوکیدار کی ہے۔ میرے دل میں ایک جذبہ تھا، تڑپ تھی کہ اپنے مرشد کریم حضور غریب نواز کے مشن کو آگے بڑھایا جائے۔ 1976ء کو جب غریب نواز پہلی بار تشریف لائے تو چٹیل میدان تھا۔ میرے حضور ضیاء الامتؒ کے قدموں کی برکت اور رقت آمیز دعا کا یہ اثر ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے اس جنگل کو

Marfat.com

منگل بنا دیا۔ دارالعلوم ضیاء القرآن سعید آباد بوکن شریف حضور ضیاء الامت کی خصوصی کرامت ہے۔ آج اس مادر علمی میں پانچ 500 سو کے لگ بھگ طلباء مختلف کورسز میں زیر تعلیم ہیں۔ 19 اساتذہ ہیں۔ 6 دیگر ملازمین مختلف ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطاء، حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ عنایت کا صدقہ اور مرشد کریمؒ کی دعاؤں کا فیضان ہے۔ رہی بات وسائل کی تو یہ میرا ایمان ہے کہ ادارے ظاہری وسائل سے نہیں چلتے۔ الحمدللہ حضور ضیاء الامت کے فرمان کی روشنی میں آج تک کسی کے دروازے تک جانا نہیں پڑا۔ جب بھی مشکل گھڑی آئی تو آپ کے ارشاد کے مطابق اپنے کریم رب کے حضور سجدہ ریزی کرتے ہوئے التجا کی تو مشکلیں آسان ہوتی چلی گئیں۔ جو جو منصوبہ بنایا اسے میرے خدا نے پورا کیا۔ تاہم میرے مخلص احباب قابل ستائش ہیں کہ جنہوں نے ہر موقع پر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

ضیاء الاسلام: دارالعلوم ضیاء القرآن سعید آباد بوکن شریف کے تمام تر تعمیراتی منصوبہ جات کے متعلق مزید آپ کے خیالات کیا ہیں؟

شاہ صاحب: میں اللہ تعالیٰ کی اس عطا پر بہت مطمئن ہوں کہ حضور ضیاء الامتؒ کی غلامی میں خدمت دین کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں یہ خدمت زندگی کے آخری سانس تک کرنا چاہتا ہوں اور دعا کرتا رہتا ہوں کہ پروردگار صرف مجھے ہی نہیں بلکہ میری نسل کو بھی قیامت تک اس گلستان کرم کی نوکری سے بہرہ مند فرمائے۔ اب تک جو عمارتیں بن چکی ہیں یہ میرے منصوبہ حیات کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ اس گلشن کرم کو 500 کنال تک وسیع کرنے کی خواہش بلکہ جذبات رکھتا ہوں، جس میں طلباء و طالبات کے لئے الگ الگ کلاس رومز ہاسٹل، لائبریری اور گراؤنڈ ہوں گے۔ طرز تعمیر، نظم و نسق، تعلیم و تربیت کے حوالہ سے اس کا معیار اتنا بلند کرنا چاہتا ہوں کہ بڑے بڑے دنیا دار خود بخود اس کی طرف مائل ہوں اور انہیں پتہ چلے کہ یہ وہ ادارے ہیں جہاں سے نوجوان اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے سچے غلام بن کر قوموں کی بے لوث خدمت کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں۔

ضیاء الاسلام: اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے آپ کے ذہن میں کیا خاکہ ہے؟

شاہ صاحب: بھیرہ شریف کے تاجدار، علم و عرفان کے سلطان، فقر و درویشی کے شہنشاہ حضور ضیاء الامتؒ کی غلامی کا صدقہ اللہ رب العزت نے ہر نعمت سے مجھ ذرۂ حقیر کو نوازا ہے۔ اولاد بھی بلاشبہ قدرت کی طرف سے بہت بڑا عطیہ ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور ایک بیٹی کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اپنی اولاد بلکہ پوری نسل کے لئے میری آرزو اور تمنا ہے کہ اللہ رب العزت انہیں دین متین

Marfat.com

کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ بیت اللہ شریف اور گنبدِ خضریٰ کے سامنے بھی دامن پھیلا کر یہی دعا مانگی ہے کہ پروردگار! دین حنیف کی جونوکری تو نے مجھے مرشد کریم کے فیض سے عطا فرمائی، قیامت تک میری نسل کو اس کی پائیداری کی توفیق عطا فرما۔ میری اولاد میں ہر بچے کا نام حضور ضیاء الامتؒ نے رکھا ہے اور اپنے خصوصی کرم سے نوازتے ہوئے بیعت بھی فرمایا ہے۔ بڑا بیٹا عزیزم سید حامد فاروق شاہ پرائمری کے بعد قرآن مجید حفظ کر چکا ہے۔ مڈل کے بعد اب ادیب عربی کے سال اول میں ہے۔ جبکہ دوسرا بیٹا عزیزم سید عتیق الرحمٰن شاہ 16 پارے حفظ کر چکا ہے اور بچوں کے بارے میں میرا یہ نظریہ ہے کہ حضور ضیاء الامتؒ کے مروجہ نصاب کی تکمیل کے بعد جھاڑو اور مصلے کے وارث بن کر اور حضور غریب نواز کے غلام بن کر گلستانِ کرم کی بہاروں کے لئے اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔

ضیاء الاسلام: حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزرا ہوا کون سا ایسا واقعہ ہے جو آپ کو ہر وقت یاد رہتا ہو؟

شاہ صاحب: حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مبارکہ میں گزرا ہوا ہر واقعہ ہی یادگار ہے۔ ایک مرتبہ بھیرہ شریف میں باغیچے لگانے کے لئے میں اپنے بچوں کو ساتھ لے کر حاضر ہوا۔ جب ہم کام مکمل کر چکے تو آپ نے فرمایا شاہ صاحب کتنے لوگ آپ کے ساتھ ہیں تاکہ میں ان کے لئے کھانا لے آؤں؟ میں نے عرض کیا: حضور! پانچ چھ دوست ہیں آپ نے فرمایا: ''باقی لوگ کدھر ہیں؟'' میں نے عرض کیا: حضور! وہ اپنے طالب علم ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھالیں گے۔ تو آپ مجھے فرمانے لگے: شاہ صاحب کیا: حضور اکرم ﷺ کے غلام میرے گھر کھانا نہیں کھائیں گے؟ پھر آپ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: ''شاہ جی! یاد رکھنا ہمارے دنیا میں آنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ان غلاموں کی جوتیاں سیدھی کرتے رہیں۔'' آپ کی مبارک زبان سے یہ الفاظ سن کر میں بڑا متاثر ہوا اور یہ واقعہ مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے۔

ضیاء الاسلام: دارالعلوم محمدیہ غوثیہ اور دارالعلوم ضیاء القرآن سے فارغ التحصیل علماء کرام کے نام آپ کیا پیغام دینا پسند فرماتے ہیں؟

شاہ صاحب: مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ اور اس کی جملہ شاخوں کے فارغ التحصیل علماء کرام میرے مرشد کریم کے لگائے ہوئے گلستان کے مہکتے ہوئے خوشبودار پھول ہیں۔ مجھے یہ پھول جہاں بھی نظر آتے ہیں ان کی معطر و معنبر خوشبو سے طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ حضرات کہ جنہوں نے اتنی عظیم شخصیت کے حضور رہ کر میرے حضور کے حسن

Marfat.com

وجمال، سیرت وکردار، علم وعمل، حلم وبردباری، محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ سے اپنے اپنے ذوق کے مطابق حصہ لیا۔ حضور ضیاء الامتؒ کی ان پیاری نشانیوں کے نام میرا یہی پیغام ہے کہ حضور نے جس محنت شاقہ سے آپ کی تربیت فرمائی ہے اس کا حق ادا کرنے کے لئے میدان عمل میں اتر کر اپنی توانائیاں صرف کردیں۔ بے لوث ہو کر خدمت دین کی قندیلیں روشن کردیں کہ دیکھنے والے یہ محسوس کریں کہ یہ اس ہستی کے تربیت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں جنہیں زمانہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ دارالعلوم ضیاء القرآن سے فارغ ہو کر میرے بچے جب بھی بھیرہ شریف جاتے ہیں تو میں انہیں بار بار یہی کہتا ہوں کہ میرے خوش نصیب بچو! حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ حضور قبلہ عالم کی صورت وسیرت کے قریب قریب رہنا۔

Marfat.com

انٹرویو پیرزادہ محمد امداد حسین

صدر مرکزی جماعت اہل سنت برطانیہ

محمد الیاس قادری (سٹاف رپورٹ)

غالباً دسمبر 1972ء کا ذکر ہے کہ میں حج بیت اللہ اور روضہ اقدس حضور رسول مقبول ﷺ کی زیارت کے بعد پاکستان پہنچا اور اپنے افراد خاندان کے ساتھ تقریباً چار ماہ تک آزاد کشمیر رہا۔ مئی 1973ء کے آخری دن تھے کہ میں نے بزرگان پنجاب کے مزارات اور علمائے اہلسنت کی زیارت کے لئے سفر کیا اور جہلم، بھیرہ، سرگودہا، لائلپور سے ہوتا ہوا لاہور حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار گہربار پر حاضری دی۔ میرے ساتھ میرے بزرگ دوست مولانا محمد یوسف اور ان کے چچا محترم بھی تھے۔ خوش قسمتی سے لاہور جمعہ کی نماز کے وقت پہنچے اور نوری مسجد (بالمقابل ریلوے سٹیشن) نماز جمعہ ادا کی۔ نماز سے پہلے تقریر اور خطبہ ایک نوجوان مولانا صاحب نے دیا۔ فارغ ہونے کے بعد ان مولانا صاحب کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری کے شاگرد رشید ہیں اور نام مولانا امداد حسین ہے۔ حضرت پیر صاحب کے متعلق پاکستان کا ہر کہ و مہ ان کے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ اور ماہنامہ ضیائے حرم کی وجہ سے جانتا ہے۔ ہم کو بھی اشتیاق ہوا کہ مولانا صاحب سے ملاقات کی جائے۔ خیر مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی جو تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ ایک ماہ بعد میں واپس برطانیہ آ گیا۔ چند ماہ بعد میں ہائی ویکمب کسی کام کے لئے گیا۔ وہاں الحاج صوفی صاحب کے ہاں ایک مولانا صاحب بھی موجود تھے۔ احقر نے فوراً پہچان لیا اور پوچھا: کیا آپ نوری مسجد لاہور کے خطیب پیرزادہ محمد امداد حسین ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ مولانا صاحب سے اس اچانک ملاقات پر بے حد خوشی ہوئی۔ بعد ازاں چند مرتبہ ہم نے مولانا صاحب کو مانچسٹر میں جلسوں پر بلایا اور مولانا صاحب تشریف لاتے رہے اور اہل مانچسٹر کو اپنے مواعظ حسنہ سے نوازتے رہے۔

پچھلے دنوں اخبارات میں پڑھا کہ (برمنگھم) برطانیہ میں موجود تمام علمائے اہلسنت کی ایک میٹنگ ہوئی اور جناب پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب کو صدر منتخب کیا گیا۔ چند روز بعد پھر ہائی ویکمب جانا ہوا اور مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان کو صدر منتخب ہونے پر مبارک باد دی۔ واپس آ کر ایک روز فون پر گفتگو ہوئی تو میں نے انٹرویو کے لئے عرض کیا جسے مولانا صاحب نے بخوشی قبول فرمالیا۔

جماعت اہلسنت برطانیہ کے اغراض و مقاصد اور قیام کے سلسلے میں میری جو گفتگو پیرزادہ صاحب

Marfat.com

موصوف سے ہوئی، وہ سوال و جواب کی صورت میں من وعن حاضر ہے۔

سوال: برطانیہ میں جماعت اہلسنت کے قیام کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟

جواب: اس کے پس منظر میں کئی عوامل کارفرما ہیں۔ مثال کے طور پر:

1۔ برطانیہ میں اہلسنت کی کئی تنظیمیں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں۔ مشائخ عظام اپنی نورانی محافل اور علمائے کرام اپنے دلآویز خطبات کے ذریعہ اشاعت دین میں سرگرم عمل ہیں۔ یہ انفرادی اور جزوی کوششیں اگرچہ بڑی وسیع تھیں لیکن اجتماعی رنگ سے محروم اور یکجہتی کے فقدان سے بے اثر ہوتی جارہی تھیں۔ لہٰذا دعوت اسلام کو مؤثر اور وقیع بنانے کے لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ مسلمان اپنی تمام تر قوتوں کو مجتمع کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔

2۔ کسی قوم کے روشن مستقبل کے لئے محض اس کی اکثریت کافی نہیں ہوتی بلکہ نظم وضبط شرط اوّل ہے۔ عددی اکثریت جب بدنظمی اور بے حسی کا شکار ہو تو وہ مات کھا جاتی ہے اور اقلیتیں اپنی تنظیم کے باعث بازی جیت جاتی ہیں۔ برطانیہ میں کچھ ایسی ہی صورت بنتی جارہی تھی۔ دو چار فیصد والے فرقے نظم وضبط کے بل بوتے پر اپنا وزن بڑھا رہے تھے۔ مگر 80 فیصد غالب اکثریت والا سوادِ اعظم اپنی بدنظمی کے باعث بے اثر ہوتا جارہا تھا۔ وقت کا تقاضا تھا کہ سوادِ اعظم کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جاتا۔

3۔ رسائل و جرائد اور دینی لٹریچر کا سلسلہ کچھ ایسا ہے کہ ''روئیم ببیں حالم مپرس۔'' اوّل تو اہل قلم حضرات کی تعداد ہی ہمارے حلقوں میں نہایت قلیل ہے۔ دوسرے جو چند لکھنے والے ہیں ان کی ناقدردانی اور حوصلہ شکنی نے انہیں میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کئی رسائل منصۂ شہود پر آئے، لیکن باہمی افتراق اور عدم تعاون کا نشانہ بننے کی وجہ سے معدوم ہو گئے۔ ان حالات میں اہل سنت کو ایک ایسی جماعت کی اشد ضرورت تھی جو ہر قسم کے اختلافات سے بالاتر ہو کر اور عوام وخواص کو اعتماد میں لے کر باہمی تعاون سے دینی لٹریچر اور ایک مرکزی رسالہ کی طرف توجہ دے تاکہ سوادِ اعظم کا پیغام سواد اعظم تک بآسانی پہنچ سکے۔

4۔ آج مادہ پرستی کے اس دور الحاد میں اسلام کے خلاف کئی محاذ سرگرم عمل ہیں۔ ایک طرف طاغوتی طاقتیں منظم ہو کر حق کو مٹانے پر کمربستہ ہیں۔ دوسری طرف کچھ کلمہ گو اپنی بدقسمتی اور گستاخی سے اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں۔ اس دوہرے محاذ سے نبرد آزما ہونے کے لئے پوری دنیا میں سواد اعظم کا اتحاد اشد ضروری ہے۔ ہر ملک میں اہل سنت کے حقیقی نام پر سواد اعظم کو اکٹھا کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں تاکہ عالمی سطح پر جب اتحاد کی ضرورت پڑے تو راہ اس حد تک صاف ہو کہ نام بدلنے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔

Marfat.com

5۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہماری اکثریت ان پڑھ ہے اور اسلامی سیاست سے عدم واقفیت کی بنا پر کئی گروہوں میں بٹ چکی ہے۔ پیپلز پارٹی، جمیعۃ العلماء پاکستان، تحریک استقلال، مسلم لیگ، مسلم کانفرنس وغیرہ تمام سنی مسلمان ہیں۔ لیکن اختلاف سیاست کی بناء پر ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو کر اپنی قوت کو ختم کر رہے ہیں۔ اس لئے خالصتاً ایک ایسے مذہبی سٹیج کی ضرورت تھی جو سیاست سے بالاتر ہو کر ان منتشر افراد کو اتحاد کی لڑی میں منسلک کر سکے۔ یہ تھیں وہ چند وجوہ جن کی بدولت سواد اعظم کو اہل سنت کا ایک مشترک اور ملک گیر پلیٹ فارم مہیا کیا گیا۔ تمام اہل سنت سے دل کی گہرائیوں سے اپیل ہے کہ

ہر قسم کے مفادات اور اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عظمت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر اس سٹیج پر اکٹھے ہو جائیں۔ اگر یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو اس کا نقصان نا قابل تلافی ہو گا۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے شمع دیں کے پروانو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

سوال: جماعت اہل سنت کس قسم کے کاموں کو اولیت دے گی اور کیوں؟

جواب: اس ملک میں سب سے بڑا اور اہم مسئلہ نو جوان نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم لوگ جو بچپن اور جوانی کے کچھ ایام پاکستان میں گزار چکے ہیں ہمارے اعمال میں بے شمار کوتاہیاں ہو سکتی ہیں لیکن اسلام سے عقیدت اس قدر ٹھوس اور مضبوط بنیادوں پر استوار ہے کہ کوئی بد مذہب ہمارے رشتہ اسلام کو منقطع نہیں کر سکتا۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں مگر اس ملک میں پروان چڑھنے والی نئی نسل کا رشتہ اسلام متزلزل ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں کا مادر پدر آزاد معاشرہ مذہب کو گھن کی طرح آہستہ آہستہ نہیں بلکہ برق رفتاری سے کھائے جا رہا ہے اور میں عالم خیال میں جب آنے والی دوسری یا تیسری نسل کا تصور کرتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

آج یہ حالت ہے کہ بعض مسلمان لڑکیوں نے عیسائیوں اور سکھوں کے ساتھ شادیاں رچا لی ہیں۔ برائی اور بے حیائی میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتیں۔ والدین بے چارے قانونی مجبوریوں کے تحت طاقت استعمال نہیں کر سکتے اور جب اخلاقی دباؤ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تو صاف جواب ملتا ہے۔ It is my own business (یہ میرا ذاتی معاملہ ہے)۔ اس آزاد ملک میں آپ کو مداخلت کی اجازت نہیں۔ کچھ نو جوان یہ کہتے ہیں کہ ہم پچاس فیصد مسلمان ہیں بھلا ایسے نو جوان لڑکوں اور لڑکیوں سے ہم کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔ اور یہ صورت حال صرف برطانیہ میں نہیں بلکہ پورے یورپ میں پائی جاتی ہے۔ آپ کی معلومات کے لئے ایک واقعہ عرض کروں: پچھلے دنوں تبلیغی دورہ پر جب میں

Marfat.com

ہالینڈ پہنچا تو راٹرڈم میں ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو وہ کہنے لگے کہ ایک دفعہ ایک نوجوان لڑکی میرے پاس طبی معائنہ کے لئے لائی گئی جس کے کاغذات میں اس کا نام نور محمد درج تھا لیکن لباس پر مغربیت چھائی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا:

Are you Muslim?۔ تو وہ جھٹ بولی: No۔ میں نے پوچھا تیرا نام؟ تو اسلام اور اہل سنت کا ترجمان نظر آتا ہے۔ وہ کہنے لگی: میرا دادا مسلمان تھا۔ میں نے اسلام سے وابستگی کی حیثیت سے نہیں بلکہ دادا کی یادگار کے طور پر یہ نام اختیار کر رکھا ہے۔ ویسے میں اب اسلام کو پسند نہیں کرتی۔

ان لرزہ خیز حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ یہاں پر میں ان تدریجی مراحل کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جن سے ہر نسل کو گزرنا پڑتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں یہی وہ عوامل ہیں جو براہ راست اولاد کی نفسیات پر اثر کرتے ہیں: (1) گھر اور والدین (2) عبادت خانہ اور مبلغ (3) سکول اور اساتذہ (4) ماحول اور معاشرہ۔

اگر آپ ان مراحل کا تفصیلی تجزیہ کریں تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سکول کی فضا میں اسلام کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ معاشرہ کی آزادی اور عریانی اسلام کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ گھر کی چار دیواری میں ٹی وی کا پردۂ سکرین اور اعمال میں اسلامی اقدار کا فقدان بھی خطرے کا اعلان ہے۔ لے دے کے صرف ایک مسجد اسلامی تقدس کا نشان رہ جاتی ہے۔ لیکن وہ بھی عجیب کشمکش کا شکار ہے۔ والدین کی اکثریت ایسی ہے جو ایک طرف تو اپنے بچوں کو دینی تعلیم کے لئے مسجد میں بھیجتی ہے اور دوسری طرف انہی بچوں کی موجودگی میں علمائے کرام کے خلاف زہر اگل کر اس تعلیم کا اثر زائل کر دیتی ہے۔ ان معصوم بچوں کی حالت اس مریض کی سی ہے جو ایک طرف علاج میں مصروف ہے اور دوسری طرف بد پرہیزی کر کے اس کا اثر زائل کر دیتا ہے۔

ان گوناگوں خطرات کے پیش نظر مرکزی جماعت اہل سنت کے نزدیک سب سے اہم مسئلہ اولاد کے مستقبل کا تحفظ ہے۔ نئی نسل کے ذہنوں میں اسلامی شعور اجاگر اور پختہ کرنے کو اولیت دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ البتہ اس مقصد کے حصول کے لئے سواد اعظم کا اتحاد اور والدین کا تعاون اشد ضروری ہے۔

سوال: کیا جماعت اہل سنت کے پیش نظر برطانیہ میں پروان چڑھنے والی مسلمانوں کی نئی پود کے لئے کوئی پروگرام ہے۔ اگر ہے تو جماعت اسے کس طرح بروئے کار لانے کا پروگرام رکھتی ہے؟

جواب: کسی قوم کا مستقبل اور آئندہ سرمایہ اس کی نوجوان نسل ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنی تہذیب سے وابستہ اور زیور علم سے آراستہ ہے تو روشن مستقبل کی ضمانت ہے اور اگر اپنی تہذیب سے ناآشنا ہے تو اس قوم کے خاتمے کا اعلان ہے۔ کوئی قوم اپنی نئی نسل کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ جماعت اہل سنت بھی نئی نسل کے

Marfat.com

لئے جامع پروگرام بنا رہی ہے۔ سردست جو چیزیں قرطاس منشور میں ثبت ہو سکی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1۔ مساجد میں زیر تعلیم بچوں کے لئے جدید تقاضوں کے مطابق ایک جامع نصاب مرتب کرنا۔

2۔ تمام شہروں کے طلبہ کے اندر باہمی رابطے کے لئے مختلف اوقات میں حسن قرأت، نعتیہ اور تقریری مقابلوں کا انتظام کرنا۔

3۔ چرچ سکولوں کی طرح برمنگھم میں ایک سٹیٹ سکول قائم کرنے کی کوشش، جس کے انتظامات مسلمانوں کے پاس ہوں اور اس کے دیگر بڑے شہروں میں ایسے سکولوں کے قیام کی کوشش۔

4۔ مرکزی جماعت اہل سنت پارلیمنٹ کے ارکان اور محکمہ تعلیم کے افسروں سے رابطہ قائم کر کے انہیں آمادہ کرنے کی کوشش کرے گی کہ مسلمانوں کی طالبات کے لئے علیحدہ سکول یا کم از کم سکول میں علیحدہ کلاس کا انتظام کیا جائے۔ مسلمان طلبہ کو عیسائیت کے مضمون سے مستثنیٰ کیا جائے۔ سکول کے اوقات میں مسلمان بچوں کے لئے مذہبی اور تاریخی تعلیم کا اہتمام کیا جائے۔ حکومت کی طرف سے مسلمان بچوں کی مذہبی اور قومی زبان (عربی و اردو) پڑھانے کا بندوبست کیا جائے۔

سوال: جوانوں اور بوڑھوں کی مذہبی تعلیم کے لئے بھی کوئی پروگرام ہے؟

جواب: ہاں۔ کیوں نہیں۔ آج برطانیہ میں قوم مسلم انہی افراد کا نام ہے۔ ان کا مذہب سے رابطہ جتنا مستحکم ہوگا اسی نسبت سے ہمارا وقار بلند ہوگا۔ جماعت نے ابتدائی طور پر جو اقدامات تجویز کیے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

1۔ ہر شہر میں ایک ہفتے کے بنیادی تربیتی کورس کا انتظام کیا جائے گا جس میں ایک عالم دین درج ذیل عنوانات پر عوام اہل سنت کی تربیت کرے گا۔

عقیدہ توحید و رسالت، عقیدہ آخرت، دیگر ارکان اسلام، عظمت صحابہؓ و تقدس اہل بیتؓ، احترام اولیاء اللہ، انفرادی و اجتماعی اصلاح، اسلام کی برتری وغیرہا۔

جو افراد اس جماعت کی باقاعدہ رکنیت اختیار کریں گے ان کے لئے یہ تربیتی کورس لازمی ہوگا۔ جب کہ دیگر عوام کو اس میں شمولیت کی بھرپور دعوت دی جائے گی۔

2۔ مرکزی اور علاقائی سطح پر مذہبی اجتماعات کے ذریعے دینی جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

3۔ معاصر اخبارات میں عقیدہ اہل سنت پر مشتمل مقالے اور کالم شائع کرانے کی کوشش کی جائے گی۔

4۔ مرکزی اور مقامی سطح پر لائبریریاں قائم کی جائیں گی جن میں اہل سنت کا لٹریچر اور رسائل دستیاب ہوں گے۔

سوال: برطانیہ میں اسلامی تہواروں کی صورت حال کیا ہوگی کیوں کہ ماضی میں یہ ایام اکثر اختلاف کا

Marfat.com

شکار ہوتے رہے ہیں جس کی وجہ سے چھٹی لینے میں کافی دشواریاں پیش آتی رہی ہیں؟

جواب: گزشتہ برسوں میں عیدین کے ایام پر عدم اتفاق واقعی ایک عظیم المیہ سے کم نہیں۔ بالخصوص اس دیار غیر میں عوام وخواص کے لئے باعث تشویش اور غیر مسلموں کے لئے تضحیک کا سبب بنا رہا۔ اب جماعت اہل سنت مرکزی سطح پر عنقریب ایک بورڈ مقرر کرے گی جو چاند سے متعلق مذہبی تہوار منعقد کرنے کے شرعی فیصلے کا مجاز ہوگا اور برطانیہ میں آباد تمام اہل سنت کو ایک دن مذہبی تہوار منانے کا موقع فراہم کرے گا۔ عوام وخواص سے گزارش ہے کہ وہ اس مرکزی بورڈ کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ قبل ازیں ہمارے آپس کے اختلافات کے سہارے اقلیتیں نقصان پہنچاتی رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب سواد اعظم متفق اور متحد ہوکر ایک مضبوط قوت کی حیثیت اختیار کرے گا تو اقلیتی فرقے از خود ساتھ ملنے پر مجبور ہو جائیں گے اور اگر ٹکرانے کی کوشش کی تو اکثریت کے مقابلے میں بے اثر ہوکر اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

نیز یہ مرکزی بورڈ ہر علاقہ کے رکن پارلیمنٹ سے ملاقات کر کے مطالبہ کرے گا کہ جس طرح پاکستان میں اقلیتوں کو مذہبی تہوار منانے کے لئے حکومت کی طرف سے قانونی تحفظ حاصل ہے اسی طرح برطانیہ کی سب سے بڑی مسلم اقلیت کو بھی مذہبی تہوار مثلاً نماز جمعہ اور عیدین کی تقاریب میں شرکت کا قانونی حق حاصل ہونا چاہیے۔

سوال: اہل سنت کے مختلف گروپوں میں عدم اتحاد اور علمائے کرام و پیران عظام کے درمیان جو چپقلش ہے۔ اس کے بارے میں آپ کی جماعت کس طرح کوشش کر رہی ہے اور اس کے بارے کوئی کامیابی بھی نظر آتی ہے؟

جواب: کسی چیز کو توڑنا محض ایک ضرب یا جھٹکے کا مرہون منت ہے۔ لیکن اسے از سر نو جوڑنے کے کئی تدریجی مراحل ہوتے ہیں۔ میں نے قبلہ سید عبدالقادر شاہ صاحب اور جناب سید حامد علی شاہ صاحب جماعتی کی معیت میں کچھ بزرگوں سے ملاقاتیں کی ہیں۔ دراصل شمع رسالت کے پروانے، عظمت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیوانے سب ایک ہیں اور ایک رہنا چاہتے ہیں۔ البتہ حاسد اور مخالف لوگوں کی فتنہ پردازیوں سے کچھ بعد اور دوریاں پیدا ہو چکی ہیں۔ ہم نے ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے واثق امید ہے کہ ہم بہت جلد کامیاب ہو جائیں گے اور عنقریب آپ تمام بزرگوں کو ایک سٹیج پر دیکھیں گے۔

سوال: مسلم پرسنل لاء کے مطالبہ سے کیا مراد ہے اور یہ کیوں ضروری ہے؟

جواب: مسلم پرسنل لاء سے مراد نکاح، طلاق، وراثت، خلع، ہبہ وغیرہ جیسے وہ مذہبی مسائل ہیں جن کے

Marfat.com

متعلق اسلام کا ایک مخصوص انداز فکر اور مستقل عائلی نظام ہے جو برطانوی نظام عدالت سے مختلف ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ برطانیہ میں رہائش پذیر مسلمانوں کے ان مسائل کو اسلام کے مطابق حل کیا جائے کیونکہ ہمارا مذہب اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اپنے عائلی مسائل کو غیر اسلامی عدالتوں میں غیر اسلامی طریقہ سے حل کرائیں۔ مذہب سے ہٹ کر اگر غیر جانب دارانہ سرسری تجزیہ کریں تو بھی یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کیونکہ ہر مخلوق اور ہر نوع کے فطری تقاضے اور ضروریات زندگی مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر مچھلیاں اور پرندے دونوں جنس حیوان کی الگ الگ انواع ہیں۔ مچھلیوں کی فطرت پانی اور پرندوں کی جبلت ہوا سے متعلق ہے۔ اگر پرندوں کو پانی میں اور مچھلیوں کو ہوا میں رہنے پر مجبور کیا جائے تو یہ ان کی فطرت کے ساتھ ظلم اور ان کی زندگی کا قتل عام ہوگا۔ اسی طرح مسلمان فطری طور پر اپنی الگ تہذیب وثقافت کے حامل ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو غیر اسلامی نظام کے تحت رہنے پر مجبور کرنا ان کی فطرت کے منافی اور ان کے طبعی تقاضے کے خلاف ہے۔

اس وقت برطانیہ میں تقریباً دس لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ اتنی بڑی آبادی کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ملنا چاہیے۔ انگریز حکومت نے جب انڈیا میں مسلمانوں کے قانون کو تسلیم کر لیا تھا تو اسی طرح یہاں بھی ان کا پاس رکھنا چاہیے۔ اگر ہم نے متحد ہو کر اس کوشش کو جاری رکھا تو ان شاء اللہ العزیز ایک دن ہمارے حقوق انہیں تسلیم کرنا ہوں گے۔ آپ کو سن کر خوشی ہوگی کہ اسلامی حق مہر کو یہ حکومت تسلیم کر چکی ہے۔

سوال: جماعت اہل سنت کو برطانیہ میں متعارف کرانے کے لئے کیا طریق کار اختیار کر رہے ہیں۔ اگر اس سلسلہ میں کوئی پیش قدمی ہوئی ہے تو اس میں کامیابی کا تناسب کیا ہے؟

جواب: ابتدائی طور پر جماعت کا تعارف مجالس وعظ، خطابات جمعہ، محافل میلاد اور جلسہ ہائے عام کے ذریعہ شروع کر دیا گیا ہے۔ آئندہ تحریر کے ذریعہ اسے مزید وسعت دی جائے گی۔ فی الحال اس مختصر سی مدت میں جہاں تک پہنچ سکا ہوں جماعت کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ لوگوں میں ایک تحریک جنم لے رہی ہے۔ تاہم خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے اور منتشر قوتوں کو از سر نو منظم کرنے کے لئے وقت درکار ہے۔ ظاہر ہے ابھی ابتدا ہے، بہر حال ابتدا بہت اچھی ہے۔ مستقبل روشن نظر آتا ہے۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

سوال: جماعت کی رکنیت کے سلسلہ میں کچھ فرمائیں یعنی اس میں کونسی جماعتیں یا افراد شامل ہو سکتے ہیں؟

Marfat.com

جواب: جماعت کا دستور اور رکنیت کے فارم شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں رکن کے فرائض اور حقوق تفصیل سے لکھ دیے گئے ہیں، البتہ رکنیت کے لئے بنیادی شرط حسب ذیل ہے:

''ہر سُنّی فرد یا جماعت جو اس مسلک پر کامل یقین رکھتا ہو جس کی نمائندگی حضرت غوث اعظم، حضرت داتا گنج بخش، حضرت خواجہ اجمیری، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے فرمائی اس جماعت کا رکن بن سکتا ہے۔''

سوال: اب تک برطانیہ کے کتنے شہروں میں جماعت کی شاخیں قائم کی گئی ہیں؟

جواب: ہر سُنّی عالم اس جماعت کی ایک مستقل شاخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاہم باقاعدہ طور پر نو شہروں (ہائی ویکمب۔ ہالی فیکس۔ بری۔ برمنگھم۔ میڈن ہیڈ۔ راچڈیل۔ لیوٹن۔ اولڈھم اور ریڈچ) میں اس کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ صرف ڈیڑھ ماہ کے مختصر عرصہ میں اتنی شاخیں جماعت کی مقبولیت کی علامت ہیں۔

سوال: کیا یہ درست ہے کہ آپ کی جماعت مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کی شاخ ہے۔ اگر نہیں تو جماعت اہل سنت پاکستان کے ساتھ آپ کا رابطہ کس قسم کا ہے؟

جواب: اہل سنت دنیا کے کسی کونے میں ہوں ان کا کام اور مشن میں اشتراک ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ ہر ملک کی جماعت اہل سنت اس کوشش میں مصروف ہے کہ سواد اعظم کے دلوں میں عظمت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قندیل روشن ہو اور اعمال کی دنیا میں نظام مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ گر ہو۔ ظاہر و باطن کے اس حسین سنگم کا تحفظ ہر سُنّی کا نصب العین ہے۔ لیکن ظاہری تنظیمی ڈھانچہ کے اعتبار سے فی الحال مرکزی جماعت اہل سنت برطانیہ آزاد ہے۔ کسی جماعت کے ماتحت نہیں۔

سوال: اس سے پہلے بھی کل برطانیہ بنیادوں پر بعض جماعتیں قائم کی گئیں، مگر ناکام ہو گئیں۔ ان کی ناکامی کے اسباب کیا تھے اور جماعت کو ان عوامل سے بچانے اور کامیاب کرنے کے لئے آپ کیا طریقہ کار اختیار کریں گے؟

جواب: دیگر جماعتوں کو ناکام تو نہیں کہنا چاہیے۔ انہوں نے انفرادی طور پر بہت کام کیا ہے۔ البتہ اجتماعی رنگ نہ ہونے کی وجہ سے کامیابی کی اس منزل تک نہیں پہنچ سکیں جہاں تک سواد اعظم ہونے کی حیثیت سے انہیں پہنچنا چاہیے تھا۔ اس کی تفصیلی وجوہ تو وہ جماعتیں خود بہتر بتا سکتی ہیں تاہم جو چیزیں میری سمجھ میں آسکی ہیں ان میں عدم اعتماد اور عدم تعاون سرفہرست ہیں۔ ہم نے ان اعدام ثلاثہ سے بچنے کے لئے جماعت کا نام ہی ایسا اختیار کیا ہے جس کے اندر ایک ایسی صوتی کشش ہے جو ہر سُنّی کو

Marfat.com

تعاون پر مجبور کر دیتی ہے اور اتحاد کی خاطر ہم نے ہر جماعت کو پوری طرح اعتماد میں لے کر انہیں باقاعدہ مجلس شوریٰ اور مجلس عمل کا عہدیدار بنا لیا ہے تاکہ ہر جماعت اپنی ذمہ داری کے طور پر اس جماعت میں دلچسپی لے۔

سوال: جناب! آخر میں اپنے حالات زندگی اور تعلیم سے متعلق بھی کچھ فرما دیں؟

جواب: میرا نام محمد امداد حسین ہے۔ میں ایک متوسط الحال مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں جو ضلع جھنگ سے مشرقی جانب 15 میل کے فاصلہ پر چک نمبر 183 بلوآنہ شریف میں آباد ہے۔ میرے سن پیدائش کے ساتھ ایک خاص یادوابستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جس سال دنیا کے نقشہ پر پاکستان کا اضافہ ہو رہا تھا مجھے اس سال پاک سرزمین میں پیدائش کا شرف حاصل ہوا۔ ابتدائی تعلیم جھنگ ہی میں حاصل کی۔ میٹرک کے بعد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف ضلع سرگودہا میں داخلہ لیا۔ وہاں سے ادیب عربی، عالم عربی، فاضل عربی، ایف۔اے، اور بی۔اے کے امتحانات پاس کیے۔ 1966ء میں عالم عربی کے امتحان میں پورے پنجاب میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ 1970ء میں شیخ القرآن استاذی ومرشدی پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری سے سند فراغ لینے کا شرف حاصل ہوا۔

1971ء میں ایم۔اے عربی، ایم۔او۔ایل اور 1972ء میں ایم۔اے اسلامیات کے امتحانات پاس کیے۔ اس دوران نوری مسجد بالمقابل ریلوے سٹیشن لاہور میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ 1974ء میں قبلہ استاذی المکرم کے حکم پر وہاں سے استعفیٰ دے کر ہائی ویکمب انگلینڈ آ گیا۔ تاحال یہیں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔ اس دوران یورپ کے کچھ ممالک کے تبلیغی دورے کرنے کا بھی موقع ملا۔ بہرحال سات اپریل 1979ء کو کل برطانیہ مرکزی جماعت اہل سنت کا صدر مقرر کر دیا گیا۔ آپ دعا فرمائیں کہ مولائے کریم مجھے اس گراں بار ذمہ داری سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

Marfat.com

انٹرویو مولانا حافظ محمد خان نوری

مولانا محمد خان ابدالوی جو کہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں قبلہ نوری صاحب کے نام سے معروف ہیں، درسیات اسلامیہ کے ایک کہنہ مشق اور قابل استاد ہیں۔ آپ دارالعلوم بھیرہ شریف کے اولین طلبہ میں سے ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدرس کی حیثیت سے اسی درسگاہ سے وابستہ ہوئے۔ دارالعلوم بھیرہ شریف کی کامیابی میں حضرت نوری صاحب کا کردار کلیدی نوعیت کا ہے۔ ذیل میں آپ کا ایک انٹرویو ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ یہ انٹرویو غوثیہ گرلز کالج کی طالبات نے لیا ہے۔

سوال:۔ اطاعت خداوندی ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔ مگر نفس کی گہری اور زیرک چالوں میں انسان پھنس کے رہ جاتا ہے۔ آپ فرمایئے کہ وہ کون سے سنہری اصول ہیں جن کی مدد سے انسان نفس پر قابو پا کر مطیع الرحمان بن جائے؟

جواب:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس انسان کی عظمت وشان کا اس طرح تذکرہ فرمایا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التین:4)

ترجمہ:۔ ''میں نے انسان کو بہترین تقویم میں پیدا فرمایا'' یہ صرف خون اور گوشت پوست کا ہی مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ تین چیزوں کا مجموعہ ہے: 1۔جسم 2۔نفس 3۔روح۔ انسان کا جسم، اس کی الگ غذا ہے اور روح کی الگ غذا ہے۔ جسم کی غذا ظاہری تمام محسوسات ہیں۔ مثلاً یہ سبزیاں، گوشت اور یہ مرغن چیزیں جسم کی غذا ہیں۔ اگر ان تمام چیزوں کو انسان استعمال کرتا ہے تو جسم فربہ ہوتا ہے، موٹا ہوتا ہے اور اس میں طاقت آتی ہے۔ اگر دوسری دونوں چیزوں کو نظرانداز کرتا ہے تو جسم غالب آجائے گا مگر دوسری چیزیں ترقی نہیں کرسکیں گی۔ تو صرف یہ جسم ہی انسان نہیں بلکہ انسان کے اندر ایک دوسری قوت نفس بھی ہے۔ نفس کس چیز کو کہتے ہیں؟ نفس ذات الشئی کا نام ہے۔ یعنی کسی چیز کا وجود! اسے نفس کہتے ہیں۔ یہ اس کا لغوی معنی ہے، اصطلاح میں اس کا اطلاق متعدد معانی پر ہوتا ہے۔ چونکہ روح کے ساتھ زندگی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو بھی نفس کہتے ہیں۔

انسان کی رگوں میں جو خون گردش کرتا ہے اس خون کو بھی نفس کہتے ہیں۔ کیونکہ اس خون کے ساتھ انسان کا کام ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ انسان قائم رہتا ہے۔ اس کے ساتھ زندگی ہوتی ہے۔ پانی، اس کی بھی انسان کو اشد ضرورت ہے۔ اس لئے اسے بھی نفس کہتے ہیں۔ لیکن صوفیائے کرام کی اصطلاح میں نفس کے یہ معنی نہیں بلکہ ان کی اصطلاح میں نفس ہر برائی کا منبع ہے۔ ہر فساد کی جڑ ہے۔

Marfat.com

اسے نفس کہتے ہیں۔ نفس انسان کے دل میں برے خیالات پیدا کرتا ہے۔ اسے غلط کاموں پر چلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نفس کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں:

اس کی پہلی صفت نفس امارہ، دوسری صفت نفس لوامہ، تیسری صفت نفس مطمئنہ۔ اگر انسان میں نفس امارہ کی صفت پائی جائے تو امارہ امر سے نکلا ہے۔ امر کا معنی ہوتا ہے حکم دینا اور امارہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ معنی ہوا بہت زیادہ حکم دینے والا۔ یعنی نفس کی یہ صفت انسان کو ہمہ وقت غلط کاموں کا حکم دیتی رہتی ہے اور اس سے ان پر عمل کرنے کی کوشش کراتی ہے۔ اگر انسان اسی صفت کو اپنائے رکھے تو وہ ذلت اور پستی کی گہرائی میں گر جاتا ہے۔ خود بھی ہلاک و برباد ہو جاتا ہے اور اپنے ساتھ چلنے والوں کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ نفس کی یہ صفت کافر کی ہوتی ہے۔ یہ صفت امارہ بندہ مومن کی نہیں۔ کیونکہ اگر بندہ مومن کا نفس اسے حکم بھی دیتا ہے تو وہ دوسرے راستے پر چلتا ہے۔

دوسری صفت جو اللہ تعالیٰ نے نفس کی بیان فرمائی ہے وہ نفس لوامہ کی ہے۔ یہ لوم سے نکلا ہے اور اس کا معنی ہے ملامت کرنا۔ لوامہ یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے بہت زیادہ ملامت کرنے والا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ انسان سے کبھی غلطی ہوتی ہے۔ بتقاضائے بشریت اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو فوراً اس کا نفس اسے ملامت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ تم نے یہ غلطی کیوں کی۔ تم سے یہ گناہ کیوں سرزد ہوا؟ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ کہ وہ آئندہ اس قسم کی غلطی کرنے سے رک جاتا ہے۔ اس سے باز آ جاتا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ کبھی انسان سے غلطی ہوئی۔ نفس نے اسے ملامت کی پھر اس نے توبہ کی۔ پھر اس سے غلطی ہوئی، پھر اس نے توبہ کی، گویا نفس کی مثال اس طرح ہوتی ہے کہ جس طرح ایک ریچھ اور قلندر کی ہوتی ہے۔ ان کا آپس میں مقابلہ ہوتا ہے۔ کبھی ریچھ قلندر کو پچھاڑ دیتا ہے اور کبھی قلندر ریچھ کو پچھاڑ دیتا ہے تو ایسے ہی نفس لوامہ اور اس کی کیفیت ہوتی ہے۔

اگر انسان کے اندر یہ کیفیت پیدا ہو تو یہ اس کی مومنانہ صفت ہے۔ کیونکہ اس کا نفس اسے برا بھلا کہے گا، اسے ملامت کرے گا تو وہ لازمی طور پر اس حرکت سے باز آ جائے گا اور آئندہ اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ان کو عملی جامہ نہیں پہنائے گا اور یہ نفس کا دوسرا درجہ بندہ مومن کی صفت ہے۔

تیسرا درجہ نفس مطمئنہ ہے، مطمئنہ اطمینان سے نکلا ہے۔ اطمینان کا معنی ہوتا ہے راحت حاصل کرنا، سکون حاصل کرنا۔ مطمئنہ کا معنی یہ ہو جائے گا کہ وہ نفس جس کو اطمینان و آرام حاصل ہو جائے اور یہ نفس خاصانِ خاص لوگوں کو حاصل ہے اور اطمینان اور سکون کب حاصل ہوتا ہے؟ جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد:28)

Marfat.com

یعنی دلوں کو راحت اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے۔ جس بندہ مومن کا نفس اس صفت کے ساتھ متصف ہو جائے اسے اللہ کی طرف سے یہ ندا آتی ہے: اے نفس مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ۔ اور حواس باختہ ہو کر نہیں پریشان ہو کر نہیں، بلکہ اس حال میں کہ تیرا رب تیری ریاضتوں پہ راضی اور تو اپنے پروردگار کی عنایتوں پر راضی۔ اے بندے تو میری جنت میں داخل ہو جا۔ خاص بندوں میں شامل ہو جا اور یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے نفس کو نفس مطمئنہ کی کیفیت پر لے آئے۔ لیکن ہر آدمی اس مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ صاحب عزیمت اس مقام تک پہنچ سکتے ہیں۔ اب تیسری چیز کیا ہے؟ وہ روح ہے۔

روح کی حقیقت کے بارے میں حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ان سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! روح کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے محبوب ﷺ! آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ "یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی" روح میرے رب تعالیٰ کا امر ہے۔ اس کی حقیقت کوئی جان نہیں سکتا۔ لیکن صوفیائے کرام روح کے بارے میں فرماتے ہیں: نفس کی اس حالت کو اور کیفیت کو جو انسان کو بھلائی اور نیکی کا حکم دیتی ہے۔ ہر بھلائی، ہر نیکی، خیر و برکت کا جو منبع ہے اسے روح کہتے ہیں۔ روح کی غذا کیا ہے؟ روح کی غذا جس طرح نفس کی غذا خواہشات نفس کی پیروی ہے اور جسم کی غذا ظاہری محسوسات ہیں اسی طرح روح کی غذا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نفس مطمئنہ عطا کرتا ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہو جاتا ہے۔

اب جب ہم نے نفس کی ان کیفیات کو معلوم کر لیا ہے تو اب نفس کو مطیع کرنے کے دو ہی طریقے ہیں: ایک تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہر انسان اس کام کو عملی جامہ پہنائے جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے اس کام کی رہنمائی فرمائی اس کے مطابق عمل کرے تو انسان کا نفس تابع ہو جاتا ہے۔ فرمانبردار ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ کو یاد کرتا ہے۔ کبھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔ غافل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کثرت سے اسے یاد کرے، پھر اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرے۔ دوسرا طریقہ نفس کو مطیع کرنے کا یہ ہے کہ انسان کسی مرشد کامل کی نگاہ میں آجائے۔ کسی مرد کامل کی نگاہ اس پر پڑ جائے تو وہ نفس بے مہار اونٹ کی طرح نہیں رہتا۔ بلکہ کنٹرول میں آجاتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ انسان کو وہ طاقت عطا فرماتا ہے جس سے کئی بند راستے کھل جاتے ہیں۔ کئی حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ اسے اللہ کی معرفت اور اس کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے۔ تو یہ اللہ کے محبوب ﷺ نے نفس کو کنٹرول کرنے کے طریقے بتائے ہیں۔ تو انسان اسی وقت نفس کو کنٹرول کر سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر عمل پیرا ہو اور

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ احادیث مبارکہ کے مطابق عمل پیرا ہو جائے۔ صوفیائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ نفس کی مخالفت ہی اس کو مطیع بناتی ہے۔ جب نفس اس کو غلط راستے پر چلنے کا حکم دے تو اس کی مخالفت کرے تو جتنی اس کی مخالفت کرے گا اتنا ہی نفس اس کا مطیع ہو گا۔ ویسے نفس انسان کے قابو میں نہیں آتا جب تک اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم نوازی شامل نہ ہو۔ اصل بات تو یہی ہے کہ نفس پر قابو پانا یہ مولا کریم کی طرف سے امداد سے ہی ہوتا ہے۔ اس کی کرم نوازی ہوتی ہے۔ تبھی انسان قابو پا سکتا ہے۔ ورنہ یہ ایک ایسی سرکش قوت ہے جو بڑوں بڑوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احکام کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنے نفس پر قابو پانے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال:۔ جناب! آج ملک عزیز کی جو حالت زار ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ فرمایئے کہ ان حالات میں وہ کون سے افعال ہیں جو سرانجام دینے سے ہم اس بحران سے باہر نکل سکتے ہیں؟

جواب:۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جس وقت تک انسان کی صحیح تربیت نہ کی جائے اس وقت تک وہ کسی صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ہماری نسل کی صحیح تربیت و رہنمائی کی جائے اور اس کا تعلیمی نظام اس انداز میں چلایا جائے جس سے اس کے اندر وہ خوابیدہ صفات اور صلاحیتیں بیدار ہو جائیں جو بندہ مومن کی صفات ہوتی ہیں۔ ایسے ہی لوگ اس قوم کی کشتی پار لگا سکتے ہیں اور اس میں اسلامی نظام رائج کرنے کا بیڑہ اٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ جو ہمارے موجودہ رہنما ہیں یعنی ہمارے لیڈر اور حکمران ان کے ذہنوں میں یہ مقصد ہی نہیں۔ وہ عموماً اسلام کے نفاذ کا تصور رسمی طور پر اپنی زبان پر تو رکھتے ہیں مگر اسلام پاکستان میں نافذ ہو، اس کی انہیں کوئی خواہش نہیں۔

میرے نقطہ نظر کے مطابق اس کے عوامل یہی ہیں کہ جو آئندہ ہماری نسل ہے یا موجودہ اس کی اس بنیاد پر تربیت کی جائے، انہیں اس انداز سے چلایا جائے کہ وہ اسلام سے پوری طرح واقف ہوں اور اس کے اصولوں سے بھی پوری طرح واقف ہوں تاکہ وہ اسلام کے نظام کا دوسرے نظام ہائے زندگی سے تقابل کر سکیں۔ اس طریقے سے ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ورنہ موجودہ صورتحال کچھ اس طرح ہے کہ کوئی ایسی بہتری نظر نہیں آتی جس سے پاکستان میں نظام اسلام رائج ہو سکے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ انّ اللہ علی کل شیء قدیر ہے۔

سوال:۔ جناب! پاکستان میں آج کل جو مذہبی فرقہ بازی کا رجحان حد سے بڑھ گیا ہے۔ کیا یہ ملکی سالمیت کے خلاف نہیں اور اس تفرقہ بازی کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ نیز کیا اسلام پر بھی پہلے کوئی وقت ایسا آیا ہے؟

جواب:۔ اسلام پر جو موجودہ دور ہے اس سے بھی زیادہ مشکل ادوار میں سے یہ گزرا ہے۔ مثلاً ایک ایسا وقت

Marfat.com

بھی آیا تھا جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں درج ہے، جب شیعہ سُنّی کا اختلاف بہت بڑھ گیا تھا۔ وہاں سوائے سر پھٹول اور مناظرہ کے کوئی کام نہیں رہ گیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تاتاری طوفان آیا۔ اس نے بلا امتیاز شیعہ سنی کے قتل و غارت کا وہ بازار گرم کیا کہ بغداد کی گلیوں میں انسانوں کا خون اس طرح چلتا تھا جس طرح پانی۔ پہلے بھی اس قسم کے حالات پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور مہربانی کے ساتھ اسلام کی حفاظت فرماتا رہا ہے اور اس نے ان ہی میں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے ہیں جنہوں نے اسلام کے قلعے کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا ہے۔ پاکستان میں جو موجودہ حالات پیدا ہو چکے ہیں اس کے عوامل اور اس کے پیچھے جو سازشیں ہیں وہ بین الاقوامی حیثیت سے سازشوں کا ایک گڑھ بن چکا ہے۔ یہاں صرف ایک طرف سازشیں نہیں ہو رہیں بلکہ جتنی بھی عیسائی مملکتیں ہیں جتنے بھی یہودی ہیں اور جتنے بھی کافر ہیں "الکفر ملة واحدة" وہ کبھی بھی یہ دیکھنا گوارا نہیں کرتے کہ اسلام پروان چڑھ سکے۔ پاکستان کے بارے میں ان کا یہ خیال ہے کہ اگر اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو ممکن ہے کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں جس سے ترقی کے حالات اور لوگوں کو کچھ راحت نصیب ہو۔ اس لئے وہ ہر طریقے سے ان کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔

ان حالات میں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی آئندہ نسل کے اندر وہ صلاحیتیں پیدا کریں جو انہیں مجاہدانہ تیوروں کے ساتھ ساتھ ان میں دیانتداری پیدا کریں۔ جس سے اسلام کا یہ قلعہ ہمیشہ مضبوط رہے۔ آج جو حالات ہیں وہ انسانوں کے رونگٹے کھڑے کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی مہربانی سے امداد فرمائے تبھی کامیابی ہو سکتی ہے۔

سوال:۔ جناب آپ کی نظر میں وہ کون سی وجوہات ہیں کہ اسلامی ممالک میں اتحاد نہیں؟

جواب:۔ میرے خیال میں اس کی بڑی وجہ اسلام سے دوری ہے۔ اسلام کے مفہوم کو صحیح طریقے سے سمجھتے نہیں، اسلام ہمیں محبت اور اخوت کا درس دیتا ہے۔ اس درس کو ہم نے بھلا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ممالک ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اور ان کے اندر افتراق و انتشار پیدا ہو چکا ہے۔ اگر ہمیں اسلام سے پوری طرح واقفیت ہو جائے تو آپ اسلام میں ایک ایسا نظام پائیں گے جس میں عبادات سے لے کر تمام کے تمام قوانین اتحاد و اتفاق کا درس دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کو صحیح طور پر سمجھنے اور اخوت کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال:۔ اگر آپ کو اختیار دیا جائے کہ آپ گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کریں اور وہاں عبادت میں مصروف رہیں یا اس زندگی کے میدان کارزار میں آپ کو کہا جائے کہ ایسی زندگی گزاریں جو ایک بندہ مومن کی زندگی ہے تو آپ کیا چیز اختیار فرمائیں گے؟

جواب:۔ واقعی گوشہ نشینی میں اللہ کا ذکر کرنا اور اس کی قدرت کے واضح شواہد میں فکر کرنا بڑا اہم ہے۔

Marfat.com

جب ہم نبی کریم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں دونوں قسم کی چیزیں دستیاب ہوتی ہیں۔ پہلے وہ وقت تھا کہ آپ ﷺ غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھ کر اپنے رب کو یاد کرتے تھے۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ توحید کی تلوار لے کر کفار کے مقابلے میں اتریں۔ میں تو یہی کوشش کروں گا کہ جتنی بھی مولا کریم نے مجھے صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں ان سے کام لیتے ہوئے اس میدان کارزار میں ڈٹا رہوں۔

میں کوشش کروں گا کہ بجائے گوشہ نشینی میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنے سے اللہ تعالیٰ نے جو مجھے اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس کو میں پوری طرح تادم واپسیں احسن طریقے سے انجام دوں اور اسی میں میری کامیابی ہے۔

سوال:۔ جب آپ استاد بنے تو آپ نے اپنی کلاس کا آغاز کس طرح کیا اور اس وقت آپ کے احساسات کیا تھے؟

جواب:۔ ہمارے علمائے کرام کا طریقہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی کتاب شروع کراتے ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد، محبوب ﷺ پر درود پڑھتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور میں نے بھی اسی طریقے کو اختیار کیا تھا۔ جب ہم طالب علم تھے تو ہمیں اساتذہ کی ازحد قلت اور تکلیف تھی، کبھی کوئی استاد ہمیں جم کر نہیں پڑھاتا تھا۔ تقریباً ہمارے اہم ترین اسباق خود قبلہ حضرت صاحب پڑھاتے تھے۔ تو حضرت صاحب کی طرف سے تاکید کیا گیا کہ تم لوگ ہی یہاں بحیثیت اساتذہ یہ فریضہ سرانجام دو گے۔ اور قبلہ حضرت صاحب نے مضامین کا بھی انتخاب فرما دیا۔ میرے لئے آپ نے جو مضمون منتخب فرمایا وہ ابتدائی گرائمر یعنی صرف ونحو تھی اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی تفسیر کا درس بھی میرے ذمہ لگایا۔

میرا نظریہ یہ ہے کہ جب بچے داخل ہوتے ہیں تو میں انہیں اس انداز میں درس دیتا ہوں کہ ان کے ذہن میں جو اجنبیت ہے اور جو پریشانی کے تاثرات پیدا ہونے کا خدشہ ہے انہیں ختم کیا جائے اور ان کے ذہنوں میں دین اسلام کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔ باقی رہی بات میرے احساسات کی تو اصل بات یہ ہے کہ قبلہ حضرت صاحب نے یہ ذمہ داری میرے سپرد کی تو میں محسوس کرتا تھا کہ میرے جیسا ناقص العقل اور ناقص العلم ان ذمہ داریوں کو کس طرح سرانجام دے سکے گا۔ تو میرے حضور غریب نواز نے جہاں اور بہت سی نوازشات مجھ پر کی ہیں وہاں یہ نوازش بھی فرمائی کہ مجھے بازو سے پکڑا اور دربار شریف میں لے گئے اور خواجہ امیر شاہ صاحب اور پیر محمد شاہ صاحب کے قدموں میں کھڑا کر کے دعا مانگی ”یا اللہ ان بزرگان دین کے صدقے میرے اس بچے کو ہمت وحوصلہ عطا فرمانا کہ یہ اس فریضے کو

Marfat.com

احسن طریقے سے انجام دے سکے۔'' تو یہ ان کی دعاؤں ہی کا اعجاز تھا کہ جب میں کلاس میں گیا تو طالبعلموں کی طرف سے کسی قسم کا دباؤ نہیں تھا اور میں نے احسن طریقے سے ماضی الضمیر کا اظہار کیا۔

سوال:۔ جناب آپ کو کون سا مضمون پڑھانا اچھا لگتا ہے؟

جواب:۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ابتدائی طور پر حضرت صاحب نے میرے ذمے جو فریضہ سونپا میں نے اسے پورا کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ اصل میں میری اپنی کوئی ترجیحات نہیں ہیں بلکہ وہی ہیں جو میرے حضور غریب نواز نے میرے لئے مقرر فرمائیں۔ جب تک آپ نے میرے لئے گرائمر اور دوسرے اسباق مناسب سمجھے وہی میرے ذمے لگائے رکھے۔ تب تک وہی میری ترجیحات تھیں اور اب میرے ذمہ حدیث شریف اور تفسیر ہے تو میں اسے ہی اپنے لئے فخر سمجھتا ہوں۔ میری ترجیحات وہی ہیں جو میرے حضور غریب نواز کی ہیں۔ میں نے انہی کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ آپ میرے لئے دعا کریں کہ مولا کریم مجھے آپ کی خدمت میں باقی سانس گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال:۔ جناب پیر محمد کرم شاہ صاحب کی تو ہر نصیحت ہی خضر راہ کی طرح ہے۔ مگر ان کی کوئی ایسی نصیحت جس کے بارے میں آپ یہ سمجھیں کہ یہ میری زندگی کی تاریک راہوں میں مشعل راہ کی طرح ہے؟

جواب:۔ ویسے تو آپ کے منہ مبارک سے نکلنے والی ہر بات ہی سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ مگر ایک مرتبہ آپ نے ایک شعر تمام کلاس کو سنایا تھا جو کہ طارق بن زیاد نے ساحل اندلس پر کہا تھا۔ اس عربی شعر کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ جب ہم ایک بہترین مقصد لے کر شاہراہ پر گامزن ہوتے ہیں تو اس وقت ہمیں اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ ہمارے خون کس بے دردی سے بہائے جا رہے ہیں۔

سوال:۔ جناب آپ کی پیر محمد کرم شاہ صاحب سے وابستہ زمانہ طالب علمی کی کوئی خوشگوار یاد؟

جواب:۔ مجھے ایک بات بڑی یاد ہے کہ ایک دفعہ زمانہ طالب علمی میں چند شیطانی وساوس نے اس انداز میں برانگیختہ کیا ہوا تھا کہ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ ان دنوں میں از حد پریشان تھا۔ آپ نے نگاہ باطن سے میری دلی کیفیات کو بھانپ لیا اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس وقت بہاولپور یونیورسٹی میں آپ کا لیکچر تھا۔ جو آپ نے مقالہ لکھا تھا وہ اسی موضوع پر تھا۔ وہاں سے میں نے آپ کے ساتھ مختلف مقامات کی زیارت کی اور میں حضرت بہاؤ الدین زکریا کے دربار پر بھی آپ کے ساتھ گیا۔ وہاں میری دلی کیفیات پر اثر ہوا۔ تو حضور کی معیت اور خوشگوار لمحات آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور مجھے کبھی نہیں بھولتے۔

سوال:۔ آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ جب آپ نے اپنے آپ کو بے بس محسوس کیا ہو؟

جواب:۔ میں نے زندگی میں ترجیح ہی وہی مقرر کی ہے جس سے مجھے اپنے غریب نواز کی خوشنودی

Marfat.com

حاصل ہو جائے۔ اس خیال سے ہی میرے اندر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور مجھے ایسی راحت نصیب ہوتی ہے جو مجھے ہر چیز سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس لحاظ سے اگر کوئی بات سامنے آئی بھی ہے جو کہ میری طبیعت کے خلاف ہے تو بھی مجھے راحت ہی محسوس ہوئی ہے۔ مجھے تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنی زندگی کا ایک مقصد (Motto) مقرر کر لیا ہے اور میں یہ بطور تصنع اور بطور تکلف نہیں کہہ رہا بلکہ یہ میرے دل کی آواز ہے۔

سوال:۔ آپ کا پسندیدہ شاعر اور شعر؟

جواب:۔ شاعری سے مجھے خاص دلچسپی نہیں۔ مگر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو حضور ﷺ کی شان میں لکھا ہے وہی پسندیدہ ہے اور پسندیدہ شاعر بھی وہی ہیں۔ خاص طور پر آپ کا یہ ارشاد بیان کرنے کے قابل ہے:

واحسن منک لم ترقطُ عینی　　واجمل منک لم تلد النساءُ
خلقت مبرأً من کل عیب　　کانک قد خلقت کما تشاء

سوال:۔ آپ کا پسندیدہ کھانا؟

جواب:۔ مجھے لنگر شریف کی پکی ہوئی دال پسند ہے۔

سوال:۔ آپ کا پسندیدہ پھول اور رنگ؟

جواب:۔ پسندیدہ پھول گلاب، ہر رنگ اللہ کے محبوب ﷺ کا پسندیدہ رنگ ہے۔ لیکن مجھے تو یہی بات پسند ہے کہ جیسا میرے غریب نواز کا رنگ ہے وہی مجھے پسند ہے۔

سوال:۔ آپ کا پسندیدہ پھل اور مشروب؟

جواب:۔ مجھے سیب بہت پسند ہے اور مشروب دودھ پسند ہے۔

سوال:۔ آپ کا یادگار سفر؟

جواب:۔ میرا یادگار سفر وہی ہے جو قبلہ حضرت صاحب کی معیت میں ملتان سے ہوتے ہوئے بہاولپور کا کیا تھا۔

سوال:۔ آپ کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش؟

جواب:۔ میری خواہش یہی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہو جائے اور قبلہ حضرت صاحب تادم واپسیں مجھ پر راضی رہیں۔

سوال:۔ آپ کا کوئی طالبعلم جو آپ کی امیدوں پر پورا اترا ہو؟

جواب:۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ میرے ایسے بہت سے طالبعلم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سرخروئی عطا

Marfat.com

فرمائی ہے اور اب وہ دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ جو مجھے ان میں سے زیادہ پسند ہیں وہ دو آدمی ہیں جو میرے ساتھ ہی کام کر رہے ہیں: 1۔ استاد احمد بخش صاحب 2۔ ملک بوستان صاحب

سوال:۔ جناب! آج کل جن طالبعلموں کو دین اسلام سے روشناس کروا رہے ہیں ان سے آپ کیا امیدیں وابستہ کرتے ہیں؟

جواب:۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ وہ دین اسلام کے بہترین سپاہی ہوں گے۔ ہر میدان میں کامیابی کے ساتھ ہمکنار ہوں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

سوال:۔ جناب فارغ اوقات میں آپ کے کیا مشاغل ہیں؟

جواب:۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ فرصت ہی بہت کم ملتی ہے۔ جب اسباق سے فارغ ہوتے ہیں تو اگلے اسباق کی تیاری کرنی ہوتی ہے۔ ویسے پہلے میں والی بال کھیلتا تھا۔

سوال:۔ جناب اب آپ کو والی بال سے دلچسپی نہیں اور پسندیدہ کھلاڑی کون ہے؟

جواب:۔ دلچسپی اب بھی ضرور ہے لیکن کھیلتا نہیں۔ میرے پسندیدہ کھلاڑی مولانا محمود نیازی صاحب تھے۔ بہت اچھا کھیلتے تھے اور اب کے کھلاڑیوں سے دلچسپی نہیں ہے۔

سوال:۔ جناب آپ کی نظر میں زندگی کی کامیابی کا راز؟

جواب:۔ میری نظر میں زندگی کی کامیابی کا راز اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی رضا ہے۔ اور اس کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔

سوال:۔ آپ کا پسندیدہ مصنف اور کتاب؟

جواب:۔ مصنف قبلہ حضرت صاحب اور کتاب ضیاء القرآن۔

سوال:۔ اہلیان کلیہ کے لئے کوئی پیغام؟

جواب:۔ میرا ان کے لئے یہی پیغام ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو صلاحیتیں آپ کو عطا فرمائی ہیں ان سے کام لیں اور علم کے حصول کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ رات اور دن آپ کو یہی لگن ہونی چاہیے کہ اپنے دین کی سربلندی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آمین

سوال:۔ کاوش کے لئے کوئی پیغام؟

جواب:۔ کاوش کے لئے پیغام یہ حدیث ہے:

الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبعَ نفسہ ھوا ھا وتمنی علی اللہ الامانی (رواہ الترمذی)۔

Marfat.com

انٹرویو استاذ الاساتذہ علامہ قاضی محمد ایوب صاحب

مفتی و شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

انٹرویو پینل: محمد سعید احمد۔ مشتاق احمد قادری۔ محمد شاہد حبیب رضوی

سوال:۔ دار العلوم کا تعارف کس طرح ہوا اور آپ کب داخل ہوئے؟

جواب:۔ میرے دادا حضرت پیر امیر شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد سے والہانہ محبت تھی۔ آپ میرے بچپن میں ان کے حالات بیان کیا کرتے تھے۔ انہی کی وساطت سے مجھے یہاں کا تعارف ہوا۔ جس سال میں نے پرائمری کا امتحان پاس کیا میری خوش قسمتی یہ ہے کہ اسی سال قبلہ حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ نے حضرت پیر محمد شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے عرس پر اپنے مریدین کے سامنے اپنا دامن پھیلا کر فرمایا کہ مجھے کسی دولت کی ضرورت نہیں، مجھے کسی سے کچھ نہیں مانگنا، میں آپ سے فقط یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے فی سبیل اللہ اپنے بیٹے دیں اور پھر وہ بیٹے آپ لوگوں کے نہ ہوں بلکہ میرے ہی ہو جائیں گے، میرے دادا جان جو یہاں آئے ہوئے تھے انہوں نے میرا نام لکھوا دیا، اس طرح پرائمری پاس کرنے کے بعد میں 1957ء میں براہ راست اس دار العلوم میں دس سال کی عمر میں داخل ہوا۔

سوال:۔ دوران تعلیم آپ کا پسندیدہ مضمون؟

جواب:۔ دوران تعلیم میرا پسندیدہ مضمون ادب تھا۔

سوال:۔ طالب علمی کے زمانے میں آپ کی پسندیدہ گیم؟

جواب:۔ طالب علمی کے زمانے میں میری پسندیدہ گیم والی بال تھی۔

سوال:۔ آپ کے پسندیدہ استاد اور پسندیدہ شاگرد؟

جواب:۔ میرے پسندیدہ استاد قبلہ ضیاء الامت علیہ الرحمہ ہیں، جن سے میں نے بھرپور استفادہ کیا۔ حضرت صاحب علیہ الرحمہ نے میرے لئے فقہ کا مضمون متعین فرمایا تھا اور فقہی اعتبار سے مجھ سے جس نے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا وہ (بھکر والے) شیر محمد صاحب ہیں۔

سوال:۔ آپ ضیاء الامت کے منظور نظر تھے، ان کے بارے میں آپ کے تاثرات؟

جواب:۔ حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں میرے تاثرات بیان سے بالاتر ہیں۔ آپ

Marfat.com

جیسا شفیق، مشفق اور مخلص استاد اور پھر آپ جیسا مرشد کامل، جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق تھی، جب سے دیکھا ہے پھر اس کے بعد نظروں میں کوئی اور نہیں جچا۔

سوال:۔ سابق شیخ الحدیث مولانا معراج الاسلام صاحب کے بعد آپ کا انتخاب کیونکر ہوا؟

جواب:۔ مجھے یاد ہے کہ 71ء میں جب آپ ضیاء القرآن کی تصنیف کے سلسلے میں خوشاب تشریف لے گئے تو مجھے فرمایا کہ قاضی صاحب! آپ بھی چلیں اور اپنے شاگرد صاحبزادہ محمد امین الحسنات صاحب کو بھی ساتھ لیں، آپ نے میرے پاس وہاں آنا ہے اور مجھ سے پڑھنا ہے۔ چنانچہ ہم وہاں گئے تو قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ نے کلیات اقبال میں سے کچھ پڑھایا، اسی طرح مقدمہ شامی اور مقدمہ اشعۃ اللمعات کے ساتھ مشکوٰۃ شریف کے چیدہ چیدہ ابواب پڑھائے۔ ایک دن جب میں آپ کو وضو کرا رہا تھا تو آپ فرمانے لگے: قاضی صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کو یہاں کیوں لایا ہوں اور حدیث پاک کیوں پڑھا رہا ہوں؟ تو میں نے عرض کی: مجھے علم نہیں تو آپ نے فرمایا: قاضی صاحب! میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن آنے والا ہے جب حدیث پاک کی ساری ذمہ داری آپ کو سنبھالنی ہوگی۔ اس لئے میں پڑھانے کے لئے آپ کو یہاں لایا ہوں۔ چنانچہ 82ء میں جب آپ وفاقی شرعی عدالت کے جج بنے تو آپ نے اساتذہ کی میٹنگ بلا کر ان سے فرمایا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں جسٹس کا عہدہ قبول کرلوں؟ سب حضرات نے کہا کہ جناب یہ بہت ضروری ہے۔ آپ ضرور قبول فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میرا سبق (ترمذی شریف) کون پڑھائے گا؟ پہلے تو سارے خاموش ہو گئے لیکن آپ کے دوبارہ استفسار پر اساتذہ نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہمارے نزدیک اگر کوئی آپ کی جگہ سبق پڑھا سکتا ہے تو وہ قاضی ایوب ہے۔ قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میری نگاہوں میں بھی وہی تھا۔ میں اپنا یہ سبق اسی کو دوں گا۔ پھر آپ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے تو میں نے عرض کی کہ جناب! میں نے تو آج تک حدیث پڑھائی ہی نہیں۔ حالانکہ حدیث پاک پڑھانا بڑا ہی مشکل اور نازک مرحلہ ہے تو حضور غریب نواز علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں دعا کروں گا، اللہ رب العزت ان شاء اللہ آپ کو کامیاب کرے گا۔ اس طرح قبلہ حضرت صاحب نے مجھے سب سے پہلے ترمذی شریف دی۔ اس کے بعد قبلہ شیخ الحدیث تھے۔ آپ مسلم شریف پڑھاتے تھے اور بخاری شریف بھی آپ ہی پڑھاتے تھے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد قبلہ حضرت صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا کہ تم مسلم شریف پڑھاؤ میں بخاری شریف پڑھاؤں گا۔ چنانچہ چار سال تک میں مسلم شریف پڑھاتا رہا اور قبلہ حضرت صاحب بخاری شریف پڑھاتے رہے۔ پھر مسلم شریف قبلہ حافظ محمد خاں نوری صاحب کو دے دی گئی اور مجھے قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ میرا دوسرا سبق بھی خود ہی پڑھائیں، یوں میں

Marfat.com

نے قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ کے فرمان پر حدیث پاک کی ذمہ داری اٹھائی۔

سوال:۔ کلیات اقبال شامل نصاب ہے مگر اب یہاں کیوں نہیں پڑھائی جاتی؟

جواب:۔ یہ میرا مضمون نہیں ہے اگر میرا مضمون ہوتا تو ضرور پڑھاتا۔ چاہیے یہ کہ جو استاد فارسی پڑھاتے ہیں وہ یہ مضمون بھی پڑھایا کریں۔ کلیات میں بہت سے اشعار ایسے ہیں جو مسلمانوں میں روح اسلام بیدار کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔

سوال:۔ حضور ضیاء الامت علیہ الرحمہ کے علاوہ آپ کن شخصیات سے متاثر ہیں؟

جواب:۔ حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ کے بعد میں اگر کسی روحانی شخصیت سے متاثر ہوا ہوں تو وہ حضرت پیر مہر علی شاہ ہیں۔

سوال:۔ آپ نے مستقبل کے بارے میں کیا سوچ رکھا ہے خصوصاً خدمت حدیث کے حوالے سے؟

جواب:۔ اپنی زندگی میں میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف قبلہ حضرت صاحب کی خوشنودی کا حصول تھا۔ 1967ء میں فارغ ہونے کے بعد چھٹیوں میں قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مجھے روضہ شریف میں لے گئے اور جہاں اس وقت آپ کا مزار اقدس ہے وہاں بیٹھ کر آپ نے قرآن کریم کی تلاوت کی، وظائف پڑھے، دعا مانگی اور مجھے فرمانے لگے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں کیوں لایا ہوں؟ میں نے عرض کی کہ میں نہیں جانتا تو آپ نے فرمایا کہ میں آپ سے وعدہ لینا چاہتا ہوں، وعدہ یہ ہے کہ فرمائیں کہ جب تک آپ زندہ رہیں گے دار العلوم کے ساتھ وابستہ رہیں گے۔ سو میں نے وعدہ کر لیا۔ میری تو آرزو بھی یہی ہوگی کہ میری قبر بھی یہیں بنے۔ بہر حال اس وقت سے میری زندگی کا مقصد دار العلوم کی خدمت ہے۔ جس طریقے سے بھی ہو سکے۔ کہ حضور ضیاء الامت علیہ الرحمہ کا کرم ہے کہ آپ نے سب سے پہلے فقہ، اصول فقہ اور فقہی مضامین میرے ذمہ لگائے اور دار العلوم کا باقاعدہ قاضی اور مفتی مقرر کیا۔ پھر جب آپ جسٹس کے عہدے پر فائز ہوئے تو آپ نے مجھے شیخ الحدیث کے شرف سے بھی سرفراز کیا۔ بہرکیف میری تو یہی آرزو ہے کہ جب تک جسم میں جان ہے حدیث پاک کی خدمت سرانجام دیتا رہوں۔

سوال:۔ دار العلوم جواب ایک تناور درخت بن چکا ہے اس کی آبیاری میں آپ کا کردار؟

جواب:۔ جب اس دار العلوم کی نشأۃ ثانیہ ہو رہی تھی تو میں بھی ان ابتدائی طلبہ میں تھا جن کے ساتھ اس دار العلوم کا آغاز ہوا۔ پہلی کلاس قبلہ حافظ محمد خان نوری صاحب، ملک عطا محمد صاحب، اور میں نے سب سے پہلے پڑھائی کا آغاز کیا۔ میں دس سال کی عمر میں داخل ہوا اور بیس سال کی عمر میں فارغ ہوا۔ میرے مسند تدریس سنبھالنے سے قبل دار العلوم کے کمزور ترین مضامین فقہ، اصول فقہ اور منطق تھے لیکن

Marfat.com

اللہ کے فضل وکرم اور حضور ضیاء الامت کی نگاہ شفقت سے میں نے ان مضامین کو اس انداز میں پڑھایا کہ جتنے حضرات نے مجھ سے فقہ پڑھی ہے وہ جہاں جہاں بھی ہیں اللہ کے فضل وکرم سے بہتر انداز میں فقہ پڑھا رہے ہیں۔ جتنا مجھ سے ہوسکا میں نے خلوص کے ساتھ پڑھایا اور اسی خلوص کا نتیجہ ہے کہ جتنے مجھ سے پڑھتے تھے انہیں فقہ میں کسی دقت کا سامنا نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ دار العلوم کی کارکردگی سے مطمئن ہیں؟

جواب:۔ جی ہاں! بحمد اللہ تعالیٰ میں دار العلوم کی کارکردگی سے مطمئن ہوں۔

سوال:۔ حضور ضیاء الامت نے 57ء میں جو نصاب تعلیم مقرر کیا تھا کیا اس میں تبدیلی نہیں ہونی چاہیے مثلاً کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم شروع کی جائے؟

جواب:۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ ہم یہ ادارہ اس لئے بنا رہے ہیں تا کہ یہاں دینی جذبہ کے حامل علماء تیار کئے جائیں، آپ کا مقصد فنون عربیہ میں طلباء میں قابلیت پیدا کرنا تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے جس مقصد کے لئے نظام تعلیم مرتب کیا تھا، 40 سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی ہمیں اس میں کوئی نقص نظر نہیں آتا کہ جس وجہ سے اس میں کوئی تبدیلی کی جائے۔ بلکہ اگر یہ نصاب تعلیم ہمیشہ کے لئے پڑھایا جائے تو جس طرح حضرت صاحب علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ یہاں سے فارغ ہونے والے دینی کام کرسکیں ان کے لئے کوئی پیچیدگی نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ وہ یہ نصاب مکمل طور پر پڑھیں، اس دوران نہ تو خلاصوں کی مدد لیں اور نہ ہی اپنا وقت ضائع کریں بلکہ ان دس سالوں کو وہ اس طریق پر گزاریں جس طرح ایک طالب علم کو گزارنے کا حق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس نصاب سے گزرنے کے بعد انہیں عربی علوم میں کوئی کمی محسوس نہ ہوگی۔ ہاں! اگر اللہ رب العزت آپ کو وسائل سے نوازے اور آپ یہ شعبہ بھی کھول لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

سوال:۔ دار العلوم ایک عظیم ادارہ بن چکا ہے۔ یہاں سے بہت سے مصنفین پیدا ہونے چاہئیں تھے مگر ایسا نہیں ہے، کیوں؟

جواب:۔ کہیں بھی ساری چیزیں بیک وقت رونما نہیں ہوتیں، مصنفین اور علماء تیار کرنے کے لئے صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ تب جا کر ''مکھن'' تیار ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ یہ ساری چیزیں آن واحد میں موجود ہوں تو یہ نہیں ہوسکتا۔ قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمہ کا دور قحط الرجال کا دور تھا۔ اس وقت ہمیں اسباق پڑھانے کے لئے اساتذہ بھی نہیں ملتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ عالم عربی میں ہم نے 15 استاد بدلے تھے۔ کنز الدقائق پڑھانے کے لئے ہمیں کوئی استاد نہیں ملتا تھا جو آتا چلا جاتا، اس لئے جو پہلے فارغ ہوئے ان کے دور میں معاشرے میں ہر جگہ علم کی تشنگی تھی اور بڑی مانگ تھی کہ ہم

Marfat.com

ادارے قائم کرنا چاہتے ہیں، ہمیں علماء دیئے جائیں۔ اس کھپت کی وجہ سے ہمارے جتنے علماء فارغ ہوئے ان کو پڑھانے ہی سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ اب یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے کہ ہم اس میدان میں بھی پیچھے نہیں رہیں گے۔

سوال:۔ پہلے دارالعلوم میں عقائداور تصوف کی کتب پڑھائی جاتی تھیں۔خصوصاً اختلافی عقائد پر لیکن آج طالب علم جب دورے میں پہنچ جاتا ہے تو اس چیز کی کمی محسوس کرتا ہے؟

جواب:۔ میں دورے کی کلاس کو پڑھاتا ہوں۔ آپ دورے کے کسی طالب علم کو دیکھ لیں، اللہ کے فضل وکرم سے وہ یہاں سے مکمل اطمینان لے کر جائے گا کہ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ صحیح ہے۔ کوئی بھی سبق ہو رہا ہو میرا یہ حکم ہوتا ہے کہ عقائد کے متعلق کوئی بھی خلش ذہن میں آجائے تو آپ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر جگہ تمام عقائد کو پڑھایا بھی نہیں جاسکتا لیکن جہاں تک فارغ التحصیل علماء کا تعلق ہے ان کو ہم عقائد کافی حد تک پڑھا دیتے ہیں۔

سوال:۔ دارالعلوم میں تحریر وتحقیق کے دوران کن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کا تدارک کیسے ممکن ہے؟

جواب:۔ اگرچہ امہات کتب یہاں موجود ہیں لیکن ہر فن سے متعلقہ بہت سی کتب یہاں موجود نہیں۔ یہ سہولت میسر نہ ہونے کی وجہ سے تحریر وتحقیق کا وہ کام نہیں ہو رہا جو ہم کر سکتے ہیں۔

سوال:۔ علماء کو معاشرے میں وہ مقام نہیں دیا جاتا جس کے وہ مستحق ہیں، کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ اگر یہ معاشرے کی ذمہ داری ہے تو علماء کی بھی ذمہ داری ہے۔ مثلاً پہلے علماء جب پڑھتے تھے تو اپنی زندگیاں صرف کر دیا کرتے تھے اور صرف پڑھتے ہی نہیں تھے بلکہ اپنے کردار اور عمل کے ذریعے لوگوں پر یہ ثابت کرتے تھے کہ واقعی ہم عالم دین ہیں لیکن آج کل آپ کو جگہ جگہ علما ملیں گے لیکن ان کا وہ کردار نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی زبان میں اثر ہو اور نہ ہی لوگ ان کی بات سننے کو تیار ہیں۔ جب ہم بچے تھے تو جہاں بھی جلسہ ہوتا ہم وہ جلسہ سننے دور دور جایا کرتے تھے اور جب علماء بیان کرتے تو سامعین سارا سال ان کے بیان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ عمل کے میدان میں پیچھے نہ تھے۔ اگر ان کی زبان سے نکلتا کہ لوگو! اللہ رب العزت کے فرمانبردار بن جاؤ تو پہلے خود فرمانبردار بن کر دکھاتے تو جب تک کوئی عالم عمل سے آشنا نہ ہو اس وقت تک وہ اثر پیدا نہیں ہوسکتا جو ہونا چاہیے لیکن اگر آج ایسے علماء پیدا ہو جائیں جو صحیح کردار کے حامل ہوں، جو وہ کہتے ہیں ان کا عمل اس کی گواہی دے تو میں سمجھتا ہوں کہ

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی!

Marfat.com

معاشرے میں آج بھی محبت موجود ہے، جو صحیح عالم باعمل ہو لوگ اس کی قدر کرتے ہیں۔ میں نے تو حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کو دیکھا ہے کہ چونکہ آپ ایک جیسے یعنی شیشے کی طرح صاف وشفاف ظاہر و باطن کے حامل عالم تھے سو زمانے نے ان کی قدر کی۔

سوال:۔ کیا آپ سزا کے لئے ڈنڈے کے قائل ہیں یا تازیانہ محبت کے؟

جواب:۔ محبت جو کام کرتی ہے وہ ڈنڈا نہیں کرسکتا لیکن طالب علم، طالب علم ہی ہوتا ہے خواہ بوڑھا ہی ہو جائے۔ اس لئے ڈنڈے کا خوف ضرور دلاتے رہنا چاہیے، لیکن ڈنڈا استعمال کرنے کے بجائے محبت، محنت اور کردار سے اگر یہ ثابت کیا جائے کہ میں واقعی استاد ہوں تو آپ دیکھیں گے وہ استفادہ کرنے میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔

سوال:۔ عموماً دینی مدارس کے علماء احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں اور ان کو جب استاد مقرر کیا جاتا ہے تو بغیر کسی تربیت کے مقرر کر دیا جاتا ہے حالانکہ ایک اچھے اور ماہر استاد کے لئے ایک ماہر نفسیات ہونا ضروری ہے اور اسے صورت حال دیکھ کر قدم اٹھانا چاہیے لیکن عموماً ایسا نہیں ہوتا، کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ ہم پورا وقت ان کی تربیت میں مشغول رہتے ہیں۔ بسا اوقات ہمیں ایک طالب علم کے بارے میں وثوق ہو جاتا ہے کہ اگر اسے مسند تدریس تفویض کی جائے تو یہ اس ذمہ داری سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہو سکتا ہے یعنی ہم اپنی تربیت اور تجربے کی بنیاد پر باور کر لیتے ہیں کہ یہ پڑھانے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس وجہ سے بعض فارغ التحصیل علماء کو بغیر مزید تربیت کے مسند تدریس سونپ دی جاتی ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ تمام طلباء کو پڑھانے کے فوراً بعد تدریس پر نہیں لگانا چاہیے۔ استاد کے لئے ماہر نفسیات ہونا بھی ضروری ہے۔ جب تک استاد شاگرد کا نبض شناس نہ ہوگا وہ اس کو کماحقہ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

Marfat.com

انٹرویو مولانا محمد سعید اسعد صاحب

انٹرویو پینل: قاری محمد شفیق اللہ اجمل، محمد شاہد حبیب رضوی،
مشتاق احمد قادری

پینل: ۔آپ نے ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی اور پھر دارالعلوم میں کیسے آنا ہوا؟

اسعد صاحب: ۔ میں نے 1963ء میں گورنمنٹ مڈل سکول ڈھکوال تحصیل شاہپور ضلع سرگودھا میں مڈل کا امتحان پاس کیا۔ میرے والدین ایک مذہبی ذہن کے مالک تھے۔ جونہی میں نے مڈل پاس کیا تو میرے والدگرامی کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس کی مزید تعلیم کے لئے کون سے ادارے کو منتخب کیا جائے۔ اسی دوران میرے قابل صد احترام محترم حاجی عبدالمجید صاحب (اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھے) کے ایماء پر مجھے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

پینل: ۔ کچھ زمانہ طالب علمی کے بارے میں فرمائیں؟

اسعد صاحب: ۔ میں کوئی زیادہ قابل طلباء میں سے نہ تھا۔ متوسط ذہن کا مالک تھا۔ لیکن اپنی لگاتار محنت اور کاوش سے بفضلہٖ تعالیٰ تمام امتحانوں میں کامیاب ہوا۔ محنت کے علاوہ اساتذہ کا ادب واحترام کامیابیوں کے لئے ایک بڑا زینہ ہے۔

پینل: ۔ مضمون، کتاب، شخصیت اور کام وغیرہ کے حوالے سے آپ کی پسندیدگی کا کیا معیار ہے؟

اسعد صاحب: ۔ وہ مقالات جن میں طلباء کی اخلاقی، روحانی اور معاشرتی تربیت کی جاتی ہے۔ وہ کتب جو انسان کی شیطان کی بجائے رحمٰن کی طرف رہنمائی کرتی ہوں۔ وہ شخصیات جو ظاہری اور باطنی طور پر مجسمہ اخلاق ہوں، جن کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ ایسے مقالات اور شخصیات مجھے ازحد پسند ہیں۔

پینل: ۔ ہر والد اپنی اولاد کے بہتر مستقبل کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ مستقبل کے حوالے سے آپ نے اپنی اولاد کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا ہے؟

اسعد صاحب: ۔ بفضلہٖ تعالیٰ میری اولاد نہایت ہی ذہین، باوفا اور باکردار ہے۔ اللہ کے فضل سے مجھے یہ سعادت نصیب ہے کہ میرا بیٹا حافظ محمد نعیم الدین جس نے اس مادر علمی سے حفظ قرآن کریم کے بعد تمام کورس فرسٹ ڈویژن میں پاس کیے اور الشھادۃ العالمیۃ کی سند اس نے حاصل کی اور اب اسی ادارہ (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف) میں فرائض تدریس انجام دے رہا ہے اور مستقبل قریب میں ان

Marfat.com

شاء اللہ دیارِ غیر میں تبلیغ اسلام کے لئے جائے گا اور یہ بات بطور فخر نہیں بلکہ اظہار تشکر کے لئے ہے کہ دار العلوم کے سینئر اساتذہ میں سے اس ناچیز کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ میرے بیٹے نے دار العلوم کے نصاب کو باحسن طریق پایہ تکمیل تک پہنچایا اور اس کے جملہ اساتذہ کرام اس کی تعلیمی کارکردگی اور اعلیٰ اخلاق کے ہمیشہ معترف رہے ہیں۔ (الحمد للہ رب العالمین) نیز میری ایک بیٹی نے بفضلہ تعالیٰ غوثیہ گرلز کالج سے اعلیٰ پوزیشن میں نصاب تعلیم مکمل کیا ہے اور اب اسی کالج میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہی ہے۔ میرا چھوٹا بیٹا گورنمنٹ کالج بھیرہ میں فرسٹ ایئر کا سٹوڈنٹ ہے۔ انشاء اللہ اسے P-A-F میں کمیشن کورس کے لئے بھیجوں گا۔

پینل:۔ استاد اور شاگرد کے درمیان کس نوعیت کا رشتہ ہونا چاہیے؟

اسعد صاحب:۔ استاد ایک والد کی حیثیت کا حامل ہے۔ اپنے شاگردوں کی ہر قسم کی ذہنی، روحانی اور اخلاقی تربیت کرنا اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ اگر استاد اور شاگرد کا تعلق باپ بیٹے کے رشتے کے مترادف نہ ہو اور استاد شاگرد کو اپنا بیٹا تصور نہ کرے تو صحیح طریقے سے اپنا فیض اس تک نہیں پہنچا سکتا اور شاگرد جب تک استاد کو اپنا روحانی باپ تصور نہ کرے اس وقت تک وہ استاد سے کچھ فیض حاصل نہیں کر سکتا اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر طالب علم استاد کا نافرمان اور گستاخ ہوگا، استاد کے افعال و حرکات میں نکتہ چینیاں نکالنے والا ہوگا وہ کبھی استاد سے فیض یاب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی میدان عمل میں کامیابی سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔

پینل:۔ عموماً دینی طلباء احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔ اس مرض کے سدباب کے لئے آپ کیا تجاویز دیں گے؟

اسعد صاحب:۔ وہ دینی طلباء یقیناً احساس کمتری کا شکار رہتے ہیں جو صرف دینی علوم سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور دنیاوی علوم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ وہ اعلیٰ سوسائٹی میں بیٹھنے سے گھبراتے ہیں۔ کیونکہ وہ اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ ان کے ہم پلہ بات چیت کر سکیں۔ لیکن بفضلہ تعالیٰ دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کا کوئی طالبعلم احساس کمتری کا شکار نہیں ہوا۔ کیونکہ دینی علوم میں دسترس کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم میں بھی انہیں عبور حاصل ہے۔ انگریزی ماحول کے پروردہ لوگوں میں بیٹھنے سے ہمارا طالبعلم کبھی نہیں گھبرائے گا اور نہایت اعتماد کے ساتھ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کر سکتا ہے۔ دینی مدارس کے کارپردازوں کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ اپنے اداروں کے نصاب میں غیر معمولی تبدیلی لائیں اور ہمارے دار العلوم کے نصاب کو اپنائیں تاکہ ان کے طلباء بھی اکیسویں صدی میں دونوں روشن آنکھوں کے ساتھ داخل ہو سکیں اور ان میں احساس کمتری کا خاتمہ ہو سکے۔

Marfat.com

پینل:۔ دوران تعلیم طلباء کے نصابی اور غیر نصابی مطالعہ کے حوالے سے آپ کیا فرمائیں گے؟

اسعد صاحب:۔ طلباء کے لئے ضروری ہے کہ اپنی نصابی کتب کے علاوہ غیر نصابی کتب کا بھی مطالعہ کریں جو ان کی نصابی کتب کے لئے مدد و معاون ثابت ہو سکیں۔

پینل:۔ بھیرہ شریف کے تمام متعلقین خصوصاً طلباء کے نام پیغام؟

اسعد صاحب:۔ عزت مآب عالی جناب حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی صورت میں اللہ کریم نے ہم پر جو احسان عظیم فرمایا ہے، ہم متوسلین آستانہ عالیہ اس پر جتنا اللہ کا شکر ادا کریں کم ہے۔ پاکستان میں سینکڑوں آستانے موجود ہیں۔ صدیوں سے خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اس نصف صدی میں جتنا علمی تحقیقی کام ہمارے آستانہ عالیہ امیریہ میں ہوا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ حضور ضیاء الامت نے سجادہ نشینی کو ایک نیا رخ عطا فرمایا۔ سجادہ نشین وہ نہیں ہونا چاہیے جو صرف اپنے آستانہ ہی کا وارث ہو اور اسلاف کے کارناموں کو اپنے مریدین تک پہنچاتا رہے بلکہ ایسی ہستی کو سجادہ نشین ہونا چاہیے جو دینی اور دنیاوی علوم میں مرتبہ کمال تک پہنچا ہوا ہو۔

حضور ضیاء الامت فرمایا کرتے تھے کہ جتنی تلخ ذمہ داریاں سجادہ نشینوں پر اب ہیں اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ کسی بھی آستانہ کے سجادہ نشین کو آکسفورڈ یونیورسٹی کا فارغ التحصیل ہونا چاہیے اور دینی علوم کا متبحر عالم ہونا چاہیے جو کم از کم کسی عظیم دینی ادارے کا فارغ التحصیل ہو۔ دار العلوم کے طلباء کے لئے میں صرف اتنا ہی کہوں گا۔

پئے علم چوں شمع باید گداخت کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

طالبعلموں سے گزارش ہے کہ دار العلوم کے ان اوقات کو غنیمت سمجھیں۔ ایک ایک لمحے کی قدر کریں۔ جتنا ان اوقات کو مفید بنا سکتے ہیں بنائیں۔ کل آپ ہر کام کر سکیں گے پر علم حاصل کرنے کا وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

پینل:۔ حضور ضیاء الامت نے آپ کی کن خوبیوں کی بنا پر اپنا رفیق بنایا؟

اسعد صاحب:۔ حضرات اولیاء کرام کی نظر انتخاب جس پر پڑ جاتی ہے وہی اس کام کا اہل ہو جاتا ہے۔ کسی کی اہمیت کی بنا پر وہ حضرات کسی کو اپنے ہاں شرف باریابی عطا نہیں فرماتے۔ میں ناچیز بندہ نہ ہی قابل طلباء میں سے تھا اور نہ ہی آپ کے مقربین میں سے تھا۔ 1967ء میں جب میں نے عالم عربی کا امتحان دیا، گرمیوں کی تعطیلات ہونے والی تھیں۔ آپ کے پہلے خادم محترم محمد رفیق صاحب آپ کی خدمت سے چلے گئے تھے۔ آپ نے میرے محترم حاجی صاحب سے فرمایا: مجھے کوئی ایسا بچہ تلاش کر دیں جو میرے ساتھ رہے اور میری تصنیف و تالیف کے کام میں بھی میرا معاون ثابت ہو۔ میری قسمت

Marfat.com

نے یاوری کی کہ میرے محترم حاجی صاحب قبلہ نے میرا نام حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب گرمیوں کی تعطیلات کا اعلان ہوا تو حضور نے بلا کر فرمایا کہ گھر جا کر والد صاحب سے اجازت لے کر آؤ کہ میں ان چھٹیوں میں قبلہ حضرت صاحب کی صحبت میں رہوں گا۔ جب میں نے گھر جا کر والد صاحب قبلہ سے گزارش کی تو خوشی سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمانے لگے: ''ہمارے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہے کہ حضور غریب نواز ہمیں اپنی غلامی میں قبول فرمالیں''۔ بفضلہٖ تعالیٰ 1967ء سے لے کر آج تک حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور میری آرزو ہے کہ ان شاء اللہ میں تادم واپس حضور کی خدمت میں ہی رہوں گا۔ اور آپ کے سایہ شفقت میں ہی میرا آخری وقت بھی آئے گا۔ ان شاء اللہ

پینل:۔ حضرت صاحب طلباء کو کیسا دیکھنا چاہتے تھے؟

اسعد صاحب:۔ حضور ضیاء الامت اپنے طلباء میں عشق رسول ﷺ اور محبت الٰہی اور اپنے مقصد سے حد درجہ لگن دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ فرماتے ''میرے طلباء کی دونوں آنکھیں بینا ہونی چاہییں۔ وہ جس محاذ پر بھی کھڑے ہوں ڈٹ کر اپنے مسلک کی نمائندگی کریں اور اپنے مخالفین کو اپنے دلائل قاہرہ سے زیر کریں اور میرے طلباء علم و عمل کا نمونہ ہوں۔''

پینل:۔ سفر و حضر میں حضور ضیاء الامت کے معمولات؟

اسعد صاحب:۔ حضور ضیاء الامت نے اپنی زندگی کے لمحے لمحے کی قدر کی، سفر ہو یا حضر کسی لمحہ کو ضائع نہیں کیا۔ ابتدائی ایام میں جب اپنی گاڑی نہیں ہوا کرتی تھی اور تمام سفر بذریعہ بس طے ہوا کرتے تھے تو جس وقت بس اڈے سے روانہ ہوتی آپ کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔ منزل مقصود پر پہنچ کر عرض کی جاتی کہ سفر ختم ہو چکا ہے تو آپ فرماتے: بس نے کتنا جلدی سفر طے کیا ہے۔ بس کا شور و شغب، راستے کی پریشانیاں، گرمی، سردی وغیرہ کوئی شے بھی آپ کو متاثر نہیں کرتی تھی بلکہ آپ کمال انہماک کے ساتھ مطالعہ میں مصروف رہتے۔ اس انہماک کا نتیجہ نکلا اور انہیں لمحات کی قدر کرنے کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو تفسیر ضیاء القرآن جیسی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اور انہی پاکیزہ ساعات کے طفیل حضور سید المرسلین ﷺ کی معنبر و معطر حیات طیبہ، آپ ﷺ کے محامد و کمالات کا گلدستہ ضیاء النبی ﷺ کی شکل میں عطا فرمایا اور انہیں شبانہ روز کاوشوں کا ثمر شیریں دار العلوم محمدیہ غوثیہ ہے جس کا فیض چار دانگ عالم میں پہنچ رہا ہے اور گم کردہ راہ انسانیت اس کے طفیل صراط مستقیم پر گامزن ہو رہی ہے۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں تشنگان علم و حکمت اس سے شادکام ہو رہے ہیں۔ حضور ضیاء الامت کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر ساعت جملہ وابستگان آستانہ عالیہ، دار العلوم محمدیہ غوثیہ

Marfat.com

کے فارغ التحصیل شاہین صفت علماء اور زیر تربیت عزیزان کے لئے کامل نمونہ ہے۔

پینل:۔ حضور ضیاء الامت کے وہ اوصاف جو آپ کو دیگر علماء و مشائخ سے ممتاز کرتے ہیں؟

اسعد صاحب:۔ حضور ضیاء الامت بے عمل، بے علم مشائخ سے ازحد نالاں تھے اور انہی کی وجہ سے ان خانقاہوں جو توقعات وابستہ کی جاتی ہیں وہ پوری نہیں ہو سکیں۔ یہ سجادے مسند رشد و ہدایت تھے۔ لیکن اب یہ فرائض وہاں کما حقہ ادا نہیں ہو رہے۔ بفضلہ تعالیٰ حضور ضیاء الامت نے اس سجادہ کی لاج رکھی اس کے لوازمات اور فرائض کو باحسن طریق انجام دیا۔ اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے: سجادہ نشین ایک طرف تو جامعہ ازہر کا فارغ ہونا چاہیے دوسری طرف آکسفورڈ یونیورسٹی کا۔ اس طرح اس سجادہ کی ذمہ داریاں باحسن طریق انجام دی جاسکتی ہیں۔

پینل:۔ حضرت صاحب نے کس چیز کے پیش نظر فرمایا تھا کہ آئندہ صدی دار العلوم کی ہے؟

اسعد صاحب:۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے نصاب تعلیم اور اس پر عمل کرنے کے بعد اس کے فارغ التحصیل علماء کی عملی زندگی میں شاندار کامیابیاں اس بات کی غماز ہیں کہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ کے نصاب کا بول بالا ہوگا اور اکیسویں صدی میں کوئی دینی ادارہ ایسا نہیں ہوگا جہاں اس دار العلوم کا نصاب جزوی یا کلی طور پر پڑھایا نہ جا رہا ہو۔ اس ادارے کے فارغ التحصیل علماء مسند تدریس پر بیٹھے نہ ہوں۔ آج بھی اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو پاکستان کے عظیم اور مشہور اداروں میں اس دار العلوم کے علماء تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ادارہ منہاج القرآن ہو یا حضرت صاحبزادہ قبلہ محب اللہ نوری صاحب کا ادارہ، دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ ہو یا ادارہ معارف القرآن یا ادارہ معین الاسلام ہو وہاں ہمارے دار العلوم کے علماء تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ نیز اندرون ملک مختلف مرکزی مقامات پر ہمارے بہت سے ادارے اپنے زیر انتظام چل رہے ہیں جن میں نصاب تعلیم اور جملہ انتظام مرکزی دار العلوم کے تحت چل رہا ہے۔ بیرون ملک انگلینڈ میں 135 ایکڑ رقبہ پر محیط اڑھائی سو فرنشڈ کمروں پر مشتمل جامعہ الکرم، امریکہ میں پانچ ایکڑ پر مشتمل جامعہ الکرم، ناروے میں غوثیہ مسلم سوسائٹی، ہالینڈ، جرمنی، آسٹریا میں بھی ہمارے دار العلوم کے علماء خدمت دین میں مصروف ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ اکیسویں صدی میں دار العلوم محمدیہ غوثیہ کا نام دینی اداروں میں سرفہرست ہوگا اور شہرہ چار دانگ عالم میں ہوگا۔ ان شاء اللہ

پینل:۔ تفسیر ضیاء القرآن کی ابتداء میں حضرت صاحب نے تفسیری حوالے سے آپ کی خدمات کو سراہا ہے، وہ خدمات کس نوعیت کی تھیں؟

اسعد صاحب:۔ یہ حضور ضیاء الامت کی نظر کرم اور شفقت کا نتیجہ تھا کہ چھوٹی سے چھوٹی خدمت پر آپ

Marfat.com

کھل کر داد و تحسین دیا کرتے تھے۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ محض ان کی باطنی توجہات کا نتیجہ ہے کہ تفسیر ضیاء القرآن یا ضیاء النبی ﷺ کے لکھنے کے سلسلہ میں لگاتار بارہ بارہ گھنٹے بھی کام کیا تو کبھی بھی اکتاہٹ یا تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔ جب کام ختم ہو رہا ہوتا، رات کے دو بج رہے ہوتے اور آپ صرف یہ فرماتے: اس یخ بستہ رات میں تمہیں گھر چھوڑ آؤں۔ یہ من موہنے چند کلمات تمام تھکاوٹوں کو دور کر دیتے اور میں عرض کرتا غریب نواز! آپ کے سائے کے نیچے ہی میں بخیریت گھر پہنچ جاؤں گا۔ کیا وہ سہانی راتیں تھیں۔ کیا وہ عظیم دن تھے۔ کیا وہ بابرکت گھڑیاں تھیں اور کیا وہ سعادت مند ساعات تھیں جو پھر کبھی میسر نہیں ہوں گی۔ یہ بھی آپ کا روحانی تصرف ہی تھا کہ آپ جس رفتار سے بھی لکھواتے بفضلہ تعالیٰ میں ان پاکیزہ کلمات کو اسی طرح لکھتا اور اس دوران کبھی بھی خلل پیدا نہ ہونے دیا۔ اس سے آپ بہت خوش ہوتے کیونکہ جب آپ مسودہ لکھوا رہے ہوتے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ کلمات کا القاء ہو رہا ہے اور آپ زبان سے اسے لکھوا رہے ہیں پھر آپ کی عادت مبارک تھی کہ جو کچھ آپ لکھواتے اس کو سنتے کہ کہیں جلدی میں کوئی چیز رہ نہ گئی ہو۔ سن کر آپ از حد خوش ہوتے۔

پینل:۔ شرعی عدالت کے حوالے سے آپ کی زندگی کا کوئی ناقابل فراموش واقعہ بیان کریں۔

اسعد صاحب:۔ وفاقی شرعی عدالت اور اس کے بعد سپریم کورٹ میں آپ نے بحیثیت جج باحسن طریق اپنے فرائض منصبی انجام دیئے۔ وہ جج صاحبان جو سالہا سال سے اس کام سے وابستہ تھے۔ جب ان کے ساتھ آپ سٹیج پر سماعت کے لئے بیٹھتے تو کبھی بھی انہیں کوئی کمی محسوس نہ ہوتی۔ بلکہ محترم جسٹس محمد افضل سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اتنے تجربات کے بعد جس نتیجہ پر پہنچتے قبلہ پیر صاحب پہلی مرتبہ اس مقام پر پہنچ جاتے۔ تمام جج صاحبان دل کی گہرائیوں سے آپ کی قدر کرتے۔ تمام اہم فیصلوں میں آپ سے ضرور مشورہ کرتے۔

پینل:۔ آپ ایک عرصہ حضور کے سیکرٹری رہے۔ اس قربت کے حوالے سے چند خوشگوار یادیں جو سرمایہ حیات ہوں؟

اسعد صاحب:۔ یہ بھی ایک نہایت دلچسپ بات ہے کہ میرے جیسا کم علم اور کم فہم دفتروں کی پیچیدگیوں سے بالکل ناواقف تھا لیکن حضور ضیاء الامت کی نظر شفقت نے مجھے ان تمام کاموں کا اہل بنا دیا۔ آپ کے دفتر کے امور بطریق احسن انجام دیا کرتا اور کسی کو آج تک یہ احساس نہیں ہوا کہ میری تعلیم کتنی ہے۔ میں نے آپ کی نظر شفقت کے طفیل غیر ملکی پروگراموں کے سلسلہ میں مختلف وزارتوں اور ایمبیسیوں میں آپ کے کاغذات مکمل کروائے، ویزے لگوائے۔ اس کے علاوہ اندرون ملک جملہ خط و کتابت، ذاتی یا دفتری خدمات بفضلہ تعالیٰ انجام دیں اور الحمد للہ کسی کو شکایت کا موقع نہیں ملا۔

Marfat.com

پینل:۔ اتحاد بین المسلمین کے لئے حضرت صاحب کی خدمات؟

اسعد صاحب:۔ حضرت صاحب کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ تمام سرکردہ مشائخ عظام اور مقتدر علماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں اور فروعی اختلافات جن کی وجہ سے امت انتشار وافتراق کا شکار ہے اس کے بارے میں بیٹھ کر فیصلے کریں۔ کئی موقعوں پر دوسرے ممالک کے علماء کے ساتھ ان کے مدارس میں جا کر ان سے گفتگو کی لیکن وہ لوگ پر خلوص نہ تھے۔ اس لئے بات آگے نہ بڑھ سکی۔ آپ فرماتے: مشائخ عظام ہی ایک متحدہ لائحہ عمل تیار کر لیتے تو اس انتشار وافتراق کے ختم ہونے کی عمدہ صورت نکل آتی۔

پینل:۔ جو امنگیں اور آرزوئیں لے کر آپ بھیرہ شریف آئے کیا وہ پایہ تکمیل تک پہنچیں؟

اسعد صاحب:۔ بفضلہ تعالیٰ جو میری خواہشات تھیں، حضور ضیاء الامت کے طفیل اللہ تعالیٰ نے پوری کیں۔ ان شاء اللہ اب بھی آپ کی تمام توجہات میرے شامل حال ہیں اور آپ کے صاحبزادہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کی نظر شفقت بھی نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم ناچیزوں پر سدا سلامت رکھے۔ آمین۔

قارئین کی خدمات میں دردمندانہ التماس ہے کہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے دن رات ایک کریں۔ راستے میں حائل رکاوٹوں کو پرکاہ کی وقعت نہ دیں۔ اپنی منزل کی طرف بڑھتے چلے جائیں۔ ہزاروں لوگ آپ کے لئے چشم براہ ہیں۔ آپ خود قابل و عامل ہوں گے تو لوگ آپ کی باتوں سے اثر قبول کریں گے۔ اگر آپ باکردار ہوں گے تو لوگ آپ کو دیکھ کر ہی راہ ہدایت پر گامزن ہوتے رہیں گے۔ خدارا ان اوقات کی قدر کریں۔ فضول کاموں میں اپنے اوقات ضائع نہ کریں۔ اسباق کے علاوہ اگر فارغ وقت ہو تو ختمی مرتبت جان دو عالم ﷺ پر بکثرت باادب درود کے نذرانے پیش کریں۔ اس سے آپ کا دل مطمئن، دماغ روشن اور ذہن پاکیزہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

Marfat.com

بین الاقوامی سنی کانفرنس برمنگھم

مصباح الحق

رزمگاہِ حیات میں کسی قوم کا اتحاد و اتفاق ہی اس کی سربلندی اور فیروزمندی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ اس قوم کو میدانِ کارزار میں روند ڈالا جاتا ہے جو بے اتفاقی اور انتشار کا شکار ہو۔ اس کے افراد کی خوبیاں اور ندرت طرازیاں بے کار ہو کر رہ جاتی ہیں۔ وہ اپنے دشمن کی نگاہوں میں ہی نہیں خود اپنی نگاہوں میں بھی ذلیل و خوار ہو جاتی ہے...... اور پھر...... احساس...... یوں مر جاتا ہے کہ اس کے نظریات و معتقدات اور درخشاں ماضی کو بری طرح مسخ کیا جاتا رہے، اس کے علمی، تحقیقی، تخلیقی...... فخر روزگار کارنامے مٹائے جاتے رہیں۔ اس کی روشن کردہ علم و حکمت کی قندیلیں بجھائی جاتی رہیں۔ اس کے گلشن عمل کے گلہائے خوش رنگ کو نوچا جاتا رہے...... اس کی رگِ حمیت نہیں پھڑکتی اور نہ ہی اس کے منجمد خون میں جوش عمل پیدا ہوتا ہے اور پھر...... وہ پراگندہ قوم...... ویرانیوں، تاریکیوں محرومیوں اور مایوسیوں کو اپنا مقدر بنائے بے موت مرتی ہے...... اور صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔

اہل سنت لاکھوں کی تعداد میں، برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک میں اقامت گزیں ہیں۔ کافی عرصہ تک کسی مرکزی تنظیم کے فقدان کے باعث شمع جمال حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ پروانے، متحد و منظم ہو کر اپنا تشخص اجاگر نہ کر سکے۔ جدوجہد یہ کرتے، فنڈ ان کی جیبوں سے نکلتا لیکن فائدہ وہ جماعتیں اٹھاتیں، جن کے نزدیک اہلسنت کے مفادات کو زک پہنچانا اور صبح و شام ان پر شرک کے فتوے لگانا عبادت سے کم نہیں۔ اغیار کی چیرہ دستیوں، ہرزہ سرائیوں اور ناانصافیوں نے اہل سنت کو جھنجھوڑا اور خواب گراں سے بیدار ہونے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ چند دردمند احباب نے اہل سنت کے بکھرے موتیوں کو منظم و متحد کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ عوام اہلسنت گویا گوش برآواز تھے۔ جب انہیں خودشناسی کی دعوت دی گئی تو سارے بندھنوں کو توڑتے ہوئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔

مرکزی تنظیم کے طور پر جماعت اہلسنت کا قیام عمل میں آیا اور اتفاق رائے سے جواں سال مصنف و خطیب حضرت علامہ مولانا پیرزادہ امداد حسین صاحب ایم۔ اے، ایم او ایل فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کو اس کا صدر منتخب کیا گیا۔ سیکرٹری شپ کی گرانقدر ذمہ داری سنجیدہ و متین ادیب حضرت مولانا نثار احمد بیگ صاحب ایم۔ اے کو سونپی گئی۔ نشر و اشاعت کا کام سنبھالنے کے لئے حضرت مولانا صاحبزادہ ریاض محمود صاحب ایم۔ اے، ایم او ایل فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ

Marfat.com

شریف کا انتخاب عمل میں آیا۔

• الحمدللہ العزیز جماعت کی قیادت نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور شب و روز محنت کر کے...... منتخب کرنے والوں...... کے اعتماد کی لاج رکھی۔ جماعت کے دائرہ عمل کو وسعت دینے اور اس کے پیام محبت کو عام کرنے میں حضرت پیرزادہ صاحب کی ذات گرامی ممتاز و منفرد ہے۔ اس جواں سال مجاہد کی شب و روز محنت اور انتھک سعی بلیغ سے، جماعت اہلسنت...... نہ صرف انگلستان بلکہ یورپ بھر میں طوفانی و انقلابی انداز سے متعارف ہوئی۔ اس سلسلہ میں دوسرے عہدیداروں نے بھی ان تھک کوشش کی۔ پیرزادہ صاحب اور ان کے رفقائے کار بالخصوص علامہ نثار احمد بیگ صاحب نے جماعت کو مقبول، فعال اور منظم بنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اسلام کی اشاعت کے لئے کی جانے والی کوششوں کو مزید مؤثر بنانے اور ہم مسلک افراد کو نئے جذبوں اور تازہ ولولوں سے سرشار کرنے کے لئے بین الاقوامی سنی کانفرنس برمنگھم کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس کانفرنس کی کامیابی کا سہرا جماعت اہلسنت کی مخلص اور بے لوث قیادت کے سر بندھتا ہے۔ کانفرنس کی صدارت کے لئے غزالی زماں، رازیٔ دوراں، استاذ العلماء، فخر المحدثین حضرت العلامہ مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی کو دعوت دی گئی تھی مگر شومیٔ قسمت، عین موقع پر ان کی صحت نے سفر کی اجازت نہ دی اور ہزاروں عقیدتمند اپنے عظیم قائد کی زیارت سے محروم رہے۔

مفسر قرآن ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری زید مجدہٗ بحیثیت مہمان خصوصی مدعو تھے۔ حضرت علامہ کاظمی کے تشریف نہ لانے کے باعث کانفرنس کی صدارت بھی آپ ہی نے فرمائی۔ دیگر مہمانوں میں پیر طریقت حضرت قبلہ سجادہ نشین صاحب حضرت کرمانوالہ شریف، فاضل نوجوان گردوں وقار حضرت پیرزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب ایم۔ اے، ایم او ایل، خطیب ملت حضرت العلامہ مولانا مشتاق احمد صاحب چشتی ایم۔ اے ناظم نشر و اشاعت جماعت اہل سنت پاکستان اور حضرت علامہ محمد مختار احمد ضیاء صاحب کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ علاوہ ازیں انگلستان میں موجود مشائخ عظام اور علمائے حق نے اس کانفرنس میں شریک ہو کر اس کی رونق کو دوچند کیا۔

یہ کانفرنس اپنی انفرادیت میں بے مثال اور بے نظیر تھی۔ ٹاؤن ہال برمنگھم کی تاریخ میں اتنا بڑا اجتماع کبھی منعقد نہیں ہوا۔ عشق رسول ﷺ میں سرشار عوام اہل سنت نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں قابل رشک ذوق و شوق کا مظاہرہ کیا۔ انگلستان کے گوشے گوشے سے حضور ﷺ (فداہ ابی و امی) کے غلاموں کے قافلے آ رہے تھے۔ برمنگھم اگرچہ بہت بڑا شہر ہے اور اس میں لاکھوں لوگوں کا آنا جانا رہتا ہے، مگر آج کے آنے والے نرالی شان کے مالک تھے، عشق رسول ﷺ سے روشن و منور چہرے اور

Marfat.com

جذبہ ایمانی سے سرشار دل وہ جدھر سے بھی گزرتے، کیف وسرور کی خوشبو بکھیرتے چلے گئے۔

ٹاؤن ہال اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود شائقین کے ہجوم کو سمو لینے سے قاصر رہا۔ کانفرنس کی کاروائی شروع ہونے سے قبل ہی ہال کھچا کھچ بھر گیا۔ لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ عظمت اسلام کے امین گروہ در گروہ چلے آرہے تھے اور جگہ نہ ہونے کے باوجود ہال میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ آخر کار ہال کے عملہ کو ذوق وشوق کے اس سیل رواں کے سامنے "HALL IS FULL" کا بند باندھنا پڑا اور شاید انگلستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ کسی جلسہ میں شریک ہونے سے روکا گیا ہو۔

دور دراز سے آنے والے یہ محرومی بھلا کب برداشت کر سکتے تھے۔ چند ہی منٹوں میں دروازے پر اک ہجوم جمع ہو گیا۔ قطار در قطار لوگ اندر جانے کے لئے اصرار کر رہے تھے اور پولیس...... انہیں روکے ہوئی تھی۔ بالآخر سٹیج سیکرٹری صاحب کو درخواست کرنا پڑی کہ برمنگھم کے مقامی لوگ جذبہ ایثار کا مظاہرہ کریں اور باہر کھڑے لوگوں کے لئے نشستیں خالی کر دیں۔ مقامی لوگوں کی اس قربانی کے باوجود اکثر افراد باہر رہ گئے اور حسرتوں کے ہزاروں طوفان چھپائے حرماں نصیبی کے داغ لئے، خون خون ارمانوں کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔

اپنی نوعیت کی اس مثالی کانفرنس کی صدارت کے لئے عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت، عشق وعلم کے مرج البحرین، مفسر قرآن ضیاء الامت حضرت قبلہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری برمنگھم تشریف لا چکے تھے۔ ہال میں بیٹھے لوگ بڑی بیتابی سے ......اہل سنت کے اس عظیم محسن......کا انتظار کر رہے تھے۔ نگاہیں بار بار دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں اور پھر وہ ساعت آ ہی پہنچی جس کے دامن میں ہزاروں بے قرار نگاہوں کا قرار سمٹا ہوا تھا۔ مفسر قرآن۔ زندہ باد، ضیاء الامت۔ زندہ باد کے پرجوش نعروں سے ہال گونجنے لگا۔ اہلسنت فلک شگاف نعروں کی صورت میں اپنے محبوب قائد کی زندگی وتابندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے اور ان کے دیدہ ہائے پرنم سے لڑھکتے موتی قبولیت کی نوید سنا رہے تھے۔

خدا کرے رشد وہدایت کا یہ آفتاب جہاں تاب تا دیر جلوہ ریز رہے اور اپنی ضیاء باریوں سے ......نہاں خانہ دل......کو محبت کے نور، عشق کے سرور اور اطاعت کی تابندگی سے نوازتا رہے!

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

دروازے سے سٹیج تک......عقیدت ومحبت کا سفر طے کرنے میں کافی وقت لگ گیا اور اب......علماء ومشائخ کے ہالے میں ملت اسلامیہ کا......بدر منیر......کرسی صدارت پر جلوہ افروز تھا اور اس سے پھوٹنے والی سرور وحضور اور عرفان وایقان کی درخشندہ وتابندہ کرنیں، قلب وروح کو سامان راحت وسرور مہیا کر رہی تھیں۔

Marfat.com

حضرت مولانا نثار احمد بیگ صاحب جنرل سیکرٹری جماعت اہل سنت برطانیہ، سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ سات گھنٹے کی اس طویل نشست میں...... بے شمار علمائے ذی وقار، مثال ابر گوہر بار آئے اور خطابت کے لؤلوئے لالہ سے تشنہ کامان محبت کو سیراب کر گئے۔ محفل شباب پر تھی کہ جماعت اہلسنت برطانیہ کے نائب صدر حضرت مولانا صاجبزادہ عبدالغفار صاحب غزنوی کا اسم گرامی پکارا گیا۔ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم خانقاہ نیریاں شریف (آزاد کشمیر) کے بانی حضرت قبلہ غلامی محی الدین غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کے برادر زادہ ہیں اور عرصہ دراز سے دیار فرنگ میں مستان مئے الست کی رہبری ورہنمائی کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔ آپ نے بحیثیت نائب صدر جماعت اہلسنّت برطانیہ، معزز مہمانوں کا تعارف کروانا شروع کیا اور بڑی ندرت بیانی اور لطافت سے اس نازک ڈیوٹی سے عہدہ برآ ہوئے۔ آپ نے حضرت ضیاء الأمت مدظلہ، کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی ذات جذبہ اور عمل کا حسین سنگم ہے، جہاں سے ہمیشہ نتیجہ خیز تحریکوں کے سوتے پھوٹے ہیں۔ ضیاء القرآن، ضیائے حرم اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ آپ کے کارہائے نمایاں ہیں۔ جن پر آج ہر سُنّی کا سر فخر سے بلند ہے۔ جناب غزنوی نے سب مہمانوں کا فرداً فرداً تعارف کرایا اور ان کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کیا۔ نیز اس کانفرنس میں شمولیت کے لئے طویل سفر اختیار کرنے پر جماعت کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔

بعدازاں حضرت مولانا محمد مختار احمد ضیاء کو دعوت خطاب دی گئی۔ آپ نے کہا کہ آج مسلمان مصائب وآلام میں گھرا بے بسی کے عالم میں کراہ رہا ہے اور بدقسمتی سے اس درماندگی پہ خوش ہونے والوں کو...... جو اس درماندگی کا اصل سبب بھی ہیں...... اپنا مسیحا سمجھ بیٹھا ہے۔ آپ نے کہا کہ مسلمان کی عظمت اور سطوت وجبروت کا راز غلامی مصطفی ﷺ میں ہے۔ اگر ذلت ونکبت اور بیچارگی ودرماندگی سے نجات پا کر عزت وآبرو کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو ؏

ان کا دامن تھام لو جن کا محمد ﷺ نام ہے

مجاہد تحریک ختم نبوت، حضرت العلامہ الحافظ صاجبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب دعوت خطاب دی گئی۔ تاروں سے تابندہ تر صورت اور شبنم سے پاکیزہ تر سیرت کا مالک یہ نوجوان مائیک پر آیا تو حاضرین کی نگاہیں جم کر رہ گئیں۔ آپ نے خطبہ شروع کیا۔ مخصوص لے جس میں سوز بھی تھا اور ساز بھی، محفل پر سحر طاری ہونے لگا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ نے خالق ومالک کی عظمت وجلال کو کچھ اس قدر مؤثر اور دل نشین انداز میں بیان کیا کہ گلشن ایمان میں بہار آ گئی۔ آپ نے نظام کائنات میں دعوت فکر دیتے ہوئے مختلف اشیاء کا تجزیہ پیش کیا اور جدید علوم کی روشنی میں ثابت کیا کہ اگر یوں نہ ہوتا

Marfat.com

تو زندگی محال تھی۔ آخر میں آپ نے کہا کہ ارض وسما، شمس وقمر، بحروبر، شجروحجر کو ایک خاص انداز سے اور حکمت سے پیدا فرمانے والے مالک نے انسان کی فلاح وکامرانی کے لئے بھی ایک خاص ضابطہ مقرر فرمایا ہے جسے ہم ''نظامِ مصطفیٰ ﷺ'' کے نام سے جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انسانیت کی فلاح نظام مصطفیٰ ﷺ میں ہے۔ جب تک انسان اس مقدس نظام کو نہ اپنائے گا اس کی ردائے تقدس وعظمت تارتار رہے گی اور جو اس نظام کی برکات سے بہرہ ور ہوگا سرفرازی وکامگاری اس کے قدم چومے گی۔

صاحبزادہ صاحب کے بعد خطیب ملت حضرت العلامہ مولانا مشتاق احمد صاحب چشتی ''ناظم نشرواشاعت جماعت اہلسنت پاکستان'' تشریف لائے۔ آپ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی بے پناہ صلاحیتوں کی چمک دمک، تاجدار گولڑہ شریف کی نظر کرم کا نتیجہ ہے۔ جس کا انہیں اعتراف ہی نہیں بلکہ اس ''نسبت'' پہ نازاں ہیں۔ آپ کا انداز خطابت حسین بھی ہے اور دل نشین بھی۔ علم وفضل کے ساتھ...... مولا کریم نے رعنائی وزیبائی بھی عطا فرمائی ہے۔ آپ نے ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' کو اپنی تقریر کا عنوان بنایا اور توحید ورسالت کے جلیل وجمیل موضوع کو اس خوش اسلوبی اور خوبصورتی سے نبھایا کہ دادوتحسین کی حوصلہ پرور صداؤں میں...... ان کی آواز گم ہوگئی۔ ایک ایک نقطے پہ نعروں کی گونج اور پھر نعروں کی بازگشت سے حضرت علامہ چشتی کی ولولہ انگیز اٹھان...... ٹکٹکی لگائے لوگ زبان حال سے کہہ رہے تھے

اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ

ازاں بعد مولانا ریاض محمود صاحب ایم۔ اے ناظم نشرواشاعت جماعت اہلسنت برطانیہ نے غزالی زماں حضرت قبلہ علامہ کاظمی صاحب کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ یہ پیغام کثیر تعداد میں چھپوالیا گیا تھا جو اس موقع پر حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔

آخر میں صدرِ بزم، مفسر قرآن حضرت ضیاء الأمت قبلہ سے درخواست کی گئی کہ ع

تو نمِ شبنمے بدہ لالہ تشنہ کام را

فقر غیور کے امین اور عشق خود آگاہ کے نقیب حضرت قبلہ پیر صاحب نعروں کی گونج میں مائیک پر تشریف لائے، حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ نے انسان کے خودساختہ نظریات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا اور قدم قدم پر ٹھوکروں کی وضاحت فرمائی۔ پھر اسلام کے سادہ، آسان، فطری اور پرکشش، بامقصد اور انسانیت کے شایانِ شان اصول بیان فرمائے اور حاضرین کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سنایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ:143)

Marfat.com

اے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ! ہم نے تمہیں ایک ایسی امت بنایا ہے جو راہ اعتدال پہ گامزن ہے۔ جس کا دامن افراط وتفریط کے بدنما داغوں سے آلودہ نہیں۔ جس کے نظام حیات میں عقل کی قلابازیوں کے المناک مناظر دیکھنے میں نہیں آتے۔ اب تمہاری یہ ذمہ داری ہے کہ اس نظام حیات کے مطابق ایک ایسا معاشرہ وجود میں لاؤ جس میں ایسے پاکیزہ نفوس آباد ہوں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی سچی محبت کی شمع فروزاں ہو! اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے خلوص اور ہمدردی کے جذبات موجزن ہوں۔ جس معاشرے کے افراد روشن دماغ بھی ہوں اور روشن ضمیر بھی۔ عدل اور مساوات کے جان پرور، روح افروز مناظر قدم قدم پر دامن نگاہ کو اپنی طرف کھینچ رہے ہوں۔ جہاں نہ کوئی مظلوم ہو نہ ظالم، مادی ترقی بھی اپنے عروج پر ہو اور دنیائے روحانیت میں بھی بہار کا سماں ہو۔ وہاں بسنے والے دولتمند، سخی اور کریم ہوں اور فقراء خود دار اور بے نیاز۔

آپ نے فرمایا کہ اسی مقصد کے لئے لاکھوں نوجوانوں نے پاکستان کے حصول کے لئے سروں کے نذرانے پیش کئے تھے۔ اپنے معصوم بچوں کو دشمنوں کی تلواروں کی دھار پر کٹتے دیکھا تھا اور وہ خوش تھے کہ انہوں نے بندگی کا حق ادا کر دیا۔ ان کے اس خلوص نے ہمیں پاکستان جیسا عظیم ملک دیا۔ اب اس کو اسی نہج پر آباد کرنا ہماری اولین ذمہ داری ہے۔ اس لئے ہم اہلسنت، نظام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے نفاذ کے لئے کوشاں ہیں اور جب تک اس منزل تک رسائی حاصل نہ کرلیں اس وقت تک آرام کا سانس لینا ہمارے لئے جائز نہیں۔ حاضرین نے گوش حقیقت نیوش سے اپنے محبوب قائد کا پیغام سنا۔ ہال سے نکلتے وقت عزم وہمت کی سرخی ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ جسے عہد وخلوص کے غازے نے اور نکھار دیا تھا۔

صلوٰۃ وسلام اور دعائے خیر کے ساتھ خلوص ومحبت کی یہ یادگار اور تاریخی محفل انجام پذیر ہوئی۔

Marfat.com

اے قافلے والو جاگ اٹھو، اب راہ دکھائی دینے لگی

کل پاکستان سنی کانفرنس لاہور

رپورٹ: محمد نواز کھرل

96ء کی دم توڑتی گرمیوں کی میٹھی رت میں 30 اکتوبر کی روشن اور چمکدار صبح سورج نے مشرقی افق سے اپنی جھلملاتی کرنیں نذر زمین کیں تو دریائے راوی کے کنارے آباد شہر لاہور کے باسیوں نے داتا کی نگری میں ایسا حیران کن منظر طلوع ہوتے دیکھا کہ جس کی کہانیاں لوگ سالوں تک سنائیں گے ...... چشم فلک نے دیکھا کہ شہر داتا میں ہر طرف، ہر چوک، ہر بازار میں، ہر شاہراہ اور ہر موڑ پر گنبد خضریٰ کی تصویروں سے مزین سبز پرچم لہرا لہرا کر اہل محبت کے لہو میں سرمستی گھول رہے ہیں۔ مینار پاکستان کے تاریخی سبزہ زار میں دور تک ترتیب اور سلیقے سے بچھائی گئی کرسیوں کی لمبی قطاریں دکھائی دے رہی ہیں۔ روح میں گداز بونے والی تحریروں پر مبنی بینر آنکھوں کو خیرہ کر رہے ہیں۔ دینی کتابوں، مذہبی رسائل و جرائد اور اسلامی لٹریچر کے بے شمار سٹال سجے ہوئے ہیں۔ مینار پاکستان کے سائے تلے اونچے چبوترے پر تیار کیا گیا وسیع و عریض سٹیج آراستہ ہے۔ دنیا داروں کی اس فریب نگری اور نفس گیروں کی نفس زدہ سلطنت کے شہر شہر، گاؤں گاؤں سے یا رسول اللہ ﷺ کی صداؤں کے جھرمٹ میں نیکی کے قافلے داتا کی نگری میں پہنچ رہے ہیں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کا ورد کرتے ہوئے عشاقان رسول ﷺ ہجوم در ہجوم مینار پاکستان کی طرف رواں دواں ہیں۔ پاکستان کے ہر شہر، ہر قصبے، ہر گاؤں، ہر محلے، تنگ و تاریک کچے مکانوں اور ٹیڑھی میڑھی گلیوں سے انسانی کارواں شہر لاہور کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ آنے والوں کا استقبال گرمجوشی اور ہمدوشی سے کیا جارہا ہے۔

دلوں میں سکون بن کر اتر جانے والا یہ وہ حسین منظر تھا جو آل پاکستان سنی کانفرنس کے روز خوش قسمت آنکھوں نے دیکھا۔

30 اکتوبر کو نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے پنڈال میں رکھی گئیں لاتعداد کرسیاں بھر گئیں اور پھر ہر طرف سر ہی سر، ولولے ہی ولولے اور نعرے ہی نعرے تھے ...... مینار پاکستان کے میدان میں ہی نہیں پورے لاہور کے حسن پر نکھار آگیا تھا اور ہر طرف میلے کا سماں تھا۔ نماز ظہر کے بعد سنی سپریم کونسل کے سرپرست اعلیٰ ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری کی زیر صدارت منعقدہ کانفرنس کی افتتاحی نشست سے جماعت اہلسنت صوبہ سرحد کے امیر مولانا فضل سبحان قادری، بلوچستان کے امیر خالد سلطان قادری، مرکزی ناظم تعلیم و تربیت صاحبزادہ نور المصطفی رضوی،

Marfat.com

ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر مرکزی نائب ناظم اعلیٰ، مرکزی نائب امیر صاحبزادہ نورالحق قادری (پشاور)، صوبہ سندھ کے نائب ناظم مولانا ابرار احمد رحمانی (کراچی)، مرکزی شوریٰ کا رکن حضرت مولانا عبدالعزیز چشتی، مفتی محمد عارف سعیدی (سکھر)، مولانا حفیظ اللہ بہروی (ملتان)، مولانا اللہ بخش نیّر (جھنگ)، صاحبزادہ قطب عالم فاروقی (ڈیرہ اسماعیل خان)، مولانا ضمیر احمد ساجد (اسلام آباد) اور صاحبزادہ سید محمد اشرف گیلانی (کچھوچھہ شریف) نے مسلمانوں کے عالمی مسائل، استحکام پاکستان، اصلاح معاشرہ، تزکیہ نفوس، عقائد اہلسنت کی حقانیت، فضائل اعمال اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے موضوعات پر خطابات کئے۔ اختتامی نشست کے آخر میں جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ صاحبزادہ پیر محمد افضل قادری نے کانفرنس کا اعلامیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اسلاف نے گراں قدر قربانیوں سے قیام پاکستان کی منزل آسان کی۔ قیام پاکستان کے بعد انہیں دہشت گرد، رجعت پسند اور بنیاد پرست قرار دے کر صفحہ ہستی سے مٹانے کی ناپاک سازشیں ہو رہی ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اسلام کے ابدی و ازلی اصولوں اور قوانین کو ظالمانہ قرار دے کر مٹانے کی مکروہ کوششیں جاری ہیں۔ ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کیا جا رہا ہے۔ کشمیر، فلسطین، بوسنیا اور افغانستان کی آزادی، امن و اتحاد کو ختم کرنا اہل کفر کا ہدف ہے۔ "آج کل پاکستان سنی کانفرنس" کا فقید المثال، روح پرور اجتماع اس حقیقت کا واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ وطن عزیز کی اساس دو قومی نظریہ پر ہے۔ اس نظریہ کی اشاعت علماء اہل سنت نے سنی کانفرنس بنارس 1946ء کے موقع پر واضح اور غیر مبہم الفاظ میں کی۔ زعماء اہل سنت کی ولولہ انگیز قیادت اور تاریخ ساز عملی جدوجہد نے قوم کو غلامی کی آہنی زنجیروں سے آزاد کیا تھا اور بدعنوانیوں اور لاقانونی ہتھکنڈوں میں جکڑی ہوئی قوم کی ترقی اور ملک کی سالمیت، بقا اور استحکام کا ضامن نظام مصطفیٰ ﷺ ہے۔

کانفرنس کی آخری نشست کے آخر میں جب سنہری دھوپ دھیرے دھیرے درختوں سے لپٹ کر رخصت ہو رہی تھی اور سورج کی تمازت شام کی گود میں دم توڑ رہی تھی، تو سٹیج سیکرٹری (راقم الحروف) نے ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے صدارتی جلسے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ قبلہ پیر صاحب فکری اور علمی لحاظ سے اہل سنت کے کاروان عظیم کے امام ہیں۔ ان کی فکر سے فیض یافتہ ہزاروں افراد مایوسی، گمراہی اور جہالت کے ٹوٹتے ہوئے اندھیروں میں امید، علم اور محبت کے چراغ بن کر ابھر رہے ہیں۔ قبلہ پیر صاحب نے بھیگی آنکھوں، گداز لہجے اور دھیمے انداز میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ سنی کانفرنس کے انعقاد کی غرض و غایت کسی فرقے کے خلاف محاذ آرائی نہیں بلکہ اس کا مقصد وحید محض اہل سنت کی صفوں کو منظم کرنا ہے۔ کیونکہ ملک کا سواد اعظم ہونے کی حیثیت سے پاکستان کی

Marfat.com

نظریاتی حیثیت اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنا ان کا فرض اولین ہے اور اس فریضہ کو باحسن طریق فقط اس صورت میں ادا کیا جاسکتا ہے کہ اہل سنت متحد و منظم ہوں۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ آج ہمارے ملک پر جو خطرات منڈلا رہے ہیں وہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم اپنا فرض ادا کرنے کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ اپنے تمام گروہی اور ذاتی اختلافات کو بھلا کر ایک ہو جائیں تا کہ ان حالات کا مردانہ وار مقابلہ کر سکیں۔

پیر صاحب کی پھول پھول باتیں اور نرم نرم گفتگو زندگی کے جھٹ پٹے میں نجات کی روشنی کا دروازہ کھول رہی تھی۔ آپ نے ماضی کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے مؤثر کردار اہل سنت نے ادا کیا۔ قائداعظم کو اجتماعی طور پر اہل سنت کی تائید حاصل رہی، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بھی اہل سنت اور اہل سنت کے اکابر نے بھرپور عملی حصہ لیا اور کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اب پھر ملک کی حفاظت کا مسئلہ درپیش ہے۔ جس عزم و ہمت اور ثابت قدمی کے ساتھ پہلے چیلنجوں کا مقابلہ کیا ہے اب پھر اسی عزم و استقلال کی ضرورت ہے۔ آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا کہ اہل سنت کے اکابر اور عوام سے میری دردمندانہ اپیل ہے کہ اس نازک مرحلے پر اپنا بھرپور کردار ادا کریں، ہر اس قوت کا ڈٹ کر ساتھ دیں جو اسلام اور پاکستان کے لئے سرگرم عمل ہے اور اس قوت کو یہ باور کرائیں کہ اہل سنت اس کی پشت پر ہیں۔

آخر میں پیر صاحب نے جس دردمندی، عجز اور آنسوؤں کی برسات میں دعا فرمائی اس سے حاضرین پر رقت طاری ہوگئی اور ہر آنکھ پرنم ہوگئی۔ ضیاء الامت کی آنکھوں میں وہ موتی نازل ہو رہے تھے جن کو شان کریمی چن لیا کرتی ہے۔ اختتامی نشست کے اختتام پر نماز عصر ادا کی گئی۔ بعد از نماز عشاء سنی کانفرنس کی آخری نشست کا آغاز قاری عبدالغفار نقشبندی نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ بعد ازاں شہید اہلسنت مولانا اکرم رضوی کے صاحبزادگان حامد رضا اور نصیر رضا نے بارگاہ رسالت مآب میں ہدیہ نعت پیش کیا تو سینوں میں حب رسول ﷺ کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔ اختتامی نشست کی صدارت جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی کر رہے تھے، جبکہ اجمیر شریف کے سجادہ نشین حضرت سید دیوان آل مجتبیٰ مہمان خصوصی تھے۔

بعد ازاں مینار پاکستان کی وسعتوں میں چاروں طرف پھیلے ہوئے جوش و جذبے سے ابلتے عوام اہل سنت کے جم غفیر سے بالترتیب مولانا سید فدا حسین شاہ حافظ آبادی، مفتی محمد عبداللہ قصوری، صاحبزادہ سید مظہر فرید (ساہیوال)، مولانا اللہ بخش رضا (ملتان)، محمد یعقوب قادری ایڈووکیٹ (ناظم اعلیٰ سندھ)، صاحبزادہ فضل ربانی (نیریاں شریف)، شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی،

Marfat.com

صاحبزادہ غلام صدیق نقشبندی (امیر ضلع ملتان)، پیر سید شمس الدین بخاری (امیر ضلع لاہور)، مولانا عبدالتواب صدیقی (لاہور)، علامہ ظفر محمود (برطانیہ)، علامہ شاہ تراب الحق قادری (امیر کراچی ڈویژن)، علامہ سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی، صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری (ناظم اعلیٰ جہاد سیل)، مولانا بشیر احمد (امریکہ)، شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی، صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، مولانا جمشید سعیدی (برطانیہ)، جگر گوشہء محدث اعظم صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، جگر گوشہء غزالی زماں سعید حامد سعید کاظمی، حاجی محمد حنیف طیب (رکن سنی سپریم کونسل)، ملک نعیم شہباز اعوان (مرکزی صدر انجمن طلباء اسلام) اور سینیٹر مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے اپنے اپنے لب و لہجے میں خیال انگیز اور خوبصورت خطاب کیا۔

تقریروں کی سجی کہکشاں میں ہر مقرر اپنی جگہ خوب تھا۔ تمام مقررین اپنی اپنی بات کہہ رہے تھے لیکن ایک بات پر سارے متفق تھے کہ اتحاد اہل سنت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ کانفرنس کا نقطہ عروج وہ لمحہ تھا جب جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی سینئر نائب امیر اور ناظم کانفرنس مفکر اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ کو لائحہ عمل کا اعلان کرنے کے لئے دعوت خطاب دی گئی۔ سید زادے کی آمد پر تھرتھرا دینے والے ستائشی نعروں اور والہانہ خیر مقدم کا کبھی نہ بھولنے والا منظر آسمان نے دیکھا تو حیرتیں مسکرا اٹھیں۔ مفادات سے بے خبر اور مصلحتوں سے بے نیاز درویش صفت ''شاہ جی'' کے منزل نواز خطاب کے اہم حصے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

''سنی اور مسلمان الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی معنی اور مفہوم کے لئے بولے جانے والے مترادفات ہیں۔ سنی یا اہلسنت کا لفظ بھی آج کی ایجاد نہیں بلکہ اصحاب رسول ﷺ کے دور میں ہی جب کچھ لوگوں نے ذات رسول ﷺ کو چھوڑ کر فقط قرآن سے ہی اسلام کو سمجھنا چاہا اور قرآن ہی کو اپنی شناخت ٹھہرایا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''نحن علی سنة و جماعة'' کہ ہم تو رسول ﷺ کی سنت اور اسکے اصحاب کے طریقے پر ہیں۔'' اہلسنت و جماعت کا نام اسی قول سے ماخوذ ہے۔ خود سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی: ''ید اللہ علی جماعة'' اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے، اس نام کے لئے برکتوں کا ذریعہ ہے۔ سنی کانفرنس میں لاکھوں افراد کا ہجوم مچلتے جذبوں کا اظہار نہیں بلکہ کفر و الحاد کا زور توڑنے، حب رسول ﷺ کی دعوت کو عام کرنے، مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ، نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور وطن عزیز پاکستان کے استحکام کی منظم فکری تحریک کا شعوری آغاز ہے۔ اپنے معاشرے اور پوری دنیا میں غلبہ دین کی منزل مراد کو سر کرنے کی مربوط منصوبہ بندی ہے۔ جماعت اہلسنت کا اولین مقصد دنیا بھر میں مسلمانوں کے وقار اور آبرو کی بحالی ہے۔ ہم خود کو منظم کر کے سفر کے زور کو توڑنے کی فکر رکھتے

Marfat.com

ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ فرد کی اصلاح کے بغیر صالح اور جری معاشرہ کی تشکیل ناممکن ہے۔

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ کمپیوٹر اور میزائل کا دور ہے۔ اب دست بدست لڑائی کی مشقوں کی جگہ فضائی رسد گاہوں اور تیز ذہنی صلاحیتوں نے لے لی ہے۔ جس جماعت کا فکری نظام مضبوط رصد گاہ رکھتا ہو وہ عمل کی جولانگاہ میں بہت آگے نکل جائے گی۔ یہ ہماری بدقسمتی نہیں کہ ملک کی سب سے بڑی جماعت کے پاس اپنا ذاتی دفتر بھی نہیں جبکہ ایک فعال سیکرٹریٹ کی ضرورت اپنی جگہ تڑپ رہی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ کے فضل، حضور ﷺ کی نظر اور آپ کے تعاون کے ساتھ اس سہ سالہ میں ہم سیکریٹریٹ قائم کر کے دم لیں گے۔

دیہاتوں، شہروں اور قصبوں میں آپ کے فکری، عملی اور تحریکی روابط آپ کے مذہبی وجود کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ''کل پاکستان سنی کانفرنس'' اس عظیم ہدف تک رسائی حاصل کرنے کے لئے یہ لائحہ عمل تجویز کرتی ہے کہ ہر ضلع ضلعی سطح پر تحصیل سطح پر اور ہر جماعت کا یونٹ اپنے دائرہ کار کے اندر آج ہی سے جا کر محبت رسول ﷺ کانفرنس منعقد کرنے کا کام شروع کر دے۔ اس سے ہمارے فکری اور ایمانی ہدف کے پرچار کو قوت ملے گی۔

آپ جانتے ہیں کہ بہت خوبصورت درخت بھی ہو اور اسے جڑوں میں پانی نہ ملے تو وہ سوکھ جاتا ہے۔ ہم اور ہماری جماعت قائم ہیں تاجدار نبوت ﷺ کی محبت اور پیار سے۔ یہ ہمارا اساسی سرمایہ ہے۔ اسے ہرا بھرا رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ذکر الٰہیہ اور تلاوت کتاب کے ساتھ اپنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام پڑھنے کو ایمان بنالیں اور ہر شخص یہ کرے کہ وہ ہر روز اگر ممکن نہ ہو تو ہر ہفتے گھر میں محفل درود و سلام سجائے۔ یہ عمل تمہاری اور میری جماعت کی روحانی بقاء کی ضمانت ہوگا۔

سیاست دان جس طرح شیطانی نظام کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں ایک مذہبی جماعت اس پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے چند سفارشات پیش کرتی ہے۔ دیر یا سویر کسی دینی انقلابی کو یہ کام کرنے ہوں گے:

1۔ تمام اندرونی اور بیرونی قرضہ جات فی الفور ادا کیے جائیں۔ دوسروں کے چبائے ہوئے لقموں پر جگالی نہیں کی جاسکتی۔ یہ وہ ہدف ہے جس کے بغیر سودی معاشرہ ختم نہیں ہوسکتا۔ اگر اس کے لئے چند دن بھوک بھی کاٹنی پڑے تو ہمیں دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

2۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کا صاف مطلب بھوکے، ننگے، غریب اور بے روزگار انسانوں کی معاشی کفالت ہے۔ کم از کم ہر بے روزگار انسان کو 1000 روپے ماہانہ وظیفہ ملنا چاہئے۔

3۔ قوم کے تمام بچوں کو تعلیم کا یکساں ماحول فراہم کیا جائے۔

4۔ مقدمات کے فیصلے عدل سے کرنا اور فوری کرنا یہ نظام مصطفیٰ ﷺ کا اہم حصہ ہے۔ عدالتیں

Marfat.com

فوجداری مقدمات زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کی مدت میں نمٹائیں۔

5۔ پوری دنیا ٹیکسوں کے فرسودہ نظام کی لپیٹ میں آئی ہوئی ہے۔ اگر تاجر برادری کو یونہی تنگ کیا گیا تو بازار اور منڈیاں بے اعتمادی کے اندھیروں میں ڈوب جائیں گی۔ نظام مصطفیٰ ﷺ موجودہ ٹیکسوں کے نظام کو ٹھپ کر کے بیت المال کا حسین نظام دیتا ہے۔

6۔ حکمرانی کے لئے تقویٰ، ایمان اور شرافت کے ساتھ ساتھ نظام مصطفیٰ ﷺ یہ بھی تجویز کرتا ہے کہ حکمرانوں کا معیار زندگی عام آدمی سے زیادہ نہ ہو۔

7۔ حکومت کے تسلط میں آبی اور بارانی لاکھوں ایکڑ زمین بے کار پڑی ہے۔ قومی وسائل کا یہ اندھا استعمال ملت دشمنی کے مترادف ہے۔ یہ زمین صنعتکاروں، جاگیرداروں اور حکومت کے خوشامدیوں کو دینے کی بجائے غریب کسانوں میں بانٹی جائے۔ ظاہر ہے اس سے ملکی معیشت مضبوط ہوگی۔ جماعت اہل سنت نظام مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں زرعی اصلاحات کا ایک جامع منصوبہ رکھتی ہے۔

آخر شب کی مقدس ساعتوں میں رات 2 بجے جب جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر، نوکروڑ سنیوں کی متفقہ قیادت صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی خطبہ صدارت ارشاد فرمانے کے لئے ڈائس پر آئے تو لاکھوں افراد اپنے عظیم قائد کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی نے فرمایا کہ عشق رسول ﷺ ہمارا اسلحہ ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ نظریات کا مقابلہ طاقت کی بجائے نظریات سے کرنے کی روش اختیار کر کے فرقہ وارانہ قتل وغارت کا راستہ روکا جا سکتا ہے۔

قارئین! والہانہ پن، گہرائی علمیت اور دلربائی صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی کے لہجے میں رقص کرنے لگ گئی۔ جذبے اور ارادے ان کی آواز میں امڈے پڑے تھے۔ انہوں نے مزید کہا کہ استحکام پاکستان اور تعمیر ملت ہر دو کے لئے اہل سنت و جماعت کا منظم ہونا، فعال اور متحرک ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ زندہ رہنے کیلئے پانی اور ہوا کا وجود ضروری ہے۔ امیر اہلسنت نے اعلان کیا کہ ہم نیو ورلڈ آرڈر کے باغی ہیں کیونکہ ہم مصطفائی ﷺ ورلڈ آرڈر کے ماننے والے ہیں۔

صدارتی خطبے کے بعد بغداد شریف کے سجادہ نشین محترم شیخ عبدالقادر منصور الدین الگیلانی نے عربی زبان میں مختصر خطاب کیا اور آخر میں ان کے صاحبزادے نے صلوٰۃ وسلام کے بعد دعا کروائی۔

Marfat.com

مرکزی دارالعلوم ریاض المدینہ گوجرانوالہ کا پہلا سالانہ اجتماع

رپورٹ: محمد صدیق زاہد

گوجرانوالہ سے لاہور کی طرف جائیں تو تقریباً پانچ میل دور جی ٹی روڈ پر واقع پانچ ایکڑ رقبہ پر مشتمل جامعہ ریاض المدینہ کی وسیع عمارت بڑی تیزی سے اپنی تعمیری منازل طے کر رہی ہے۔ جس میں بیک وقت پانچ سو سے زائد طلبہ کو تمام تدریسی، تعلیمی اور رہائشی سہولتیں مہیا کی جاسکیں گی۔

جمعرات 16 مئی 1985ء کو نماز عصر کے بعد ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے دارالعلوم کے طلبہ کو سبق پڑھا کر دورۂ تفسیر و حدیث کا آغاز فرمایا۔ بعد نماز عشاء دارالعلوم کے خوبصورت سبزہ زار میں دارالعلوم کا پہلا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔

فخر خانوادۂ سیال شریف حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی نے اس عظیم اجتماع کی صدارت فرمائی۔ نوجوان قائد فخر اہلسنت الحاج محمد حنیف طیب (وفاقی وزیر محنت وافرادی قوت) مہمان خصوصی تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مرکزی دارالعلوم ریاض المدینہ کے چیف آرگنائزر (مہتمم اعلیٰ) حضرت مولانا محمد سعید احمد مجددی نے انجام دیئے۔

کم وبیش پندرہ بیس ہزار افراد کے اس عظیم اجتماع سے جن اکابر نے خطاب فرمایا ان میں حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس مفتی شجاعت علی قادری، پروفیسر محمد طاہر القادری، مولانا غلام فرید رضوی سعیدی، مولانا عبد العزیز چشتی، صاحبزادہ سید مظہر الحسن (ایم پی اے)، چوہدری محمد اقبال (صوبائی وزیر مال)، صاحبزادہ سید افتخار الحسن (ایم پی اے)، مولانا غیاث الدین (ایم پی اے)، محترم محمد خالد جذبی سعیدی (سیکرٹری جنرل چشتی مشن پاکستان، رابطہ سیکرٹری مرکزی دارالعلوم ریاض المدینہ گوجرانوالہ)، میجر فتح محمد صابر نظامی، الحاج امجد علی چشتی صوبائی جنرل سیکرٹری جماعت اہلسنت پاکستان اور جناب محمد اقبال اظہری اور محمد ارشد چشتی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

پروگرام کا آغاز زینت القراء الحاج قاری غلام رسول (مرکزی سیکرٹری اطلاعات جماعت اہلسنت پاکستان) نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ محمد علی ظہوری (صدر مجلس حسان پاکستان) نے اپنے والہانہ انداز میں سرور کون ومکان ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ پروفیسر محمد اکرم رضا

Marfat.com

نے مرکزی دارالعلوم ریاض المدینہ کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا اور مولانا محمد رحمت اللہ نوری نے سپاس نامہ پیش کیا۔

اس عظیم اجتماع سے حاضرین کے قلوب واذہان کو منور و مجلی فرمانے کے لئے غزالی زماں، رازی دوراں امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی مدظلہ العالی (مرکزی صدر جماعت اہلسنت پاکستان) بھی تشریف لانے والے تھے مگر وہ اپنی شدید علالت کے باعث تشریف نہ لا سکے تاہم انہوں نے اپنا پیغام بھجوا دیا جو ان کے مخلص مرید اور محب خاص محترم محمد خالد جذبی سعیدی نے پڑھ کر سنایا۔

حضرت غزالی زماں نے اپنے پیغام میں فرمایا:

''مرکزی دارالعلوم ریاض المدینہ ان شاء اللہ مستقبل قریب میں علم وعمل کا گہوارہ ثابت ہو گا۔ پوری دنیائے سنیت اس کی تعمیر و تکمیل کی منتظر ہے۔ موجودہ مادی دور میں ایسی کثیر المقاصد درس گاہ کا قیام یقیناً وقت کا اہم تقاضا تھا۔ گوجرانوالہ شہر کے علماء، اصحاب ثروت اور خدمت خلق کے احساس سے سرشار عوام نے جس عظیم جذبے سے سرشار ہو کر یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا اس کا اجر یقیناً بارگاہ رب العزت اور دربار مصطفوی ﷺ سے انہیں عطا ہو گا۔ میری دعا ہے کہ یہ گہوارۂ علم وادب صحیح معنوں میں علم وحکمت کی روشنی پھیلانے کا باعث بنے اور مستقبل میں ایک عظیم مینارہ نور ثابت ہو۔''

صوبائی وزیر مال جناب چوہدری محمد اقبال نے اپنے خطاب میں کہا:

''ہمارے ملک پاکستان کی بقاء اور ترقی کا راز اس میں مضمر ہے کہ ہم اسلام کی طرف رجوع کریں اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے بھرپور اور اَن تھک کوششیں کریں۔ کیونکہ یہ ملک صرف اور صرف اسلام ہی کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا۔''

چوہدری محمد اقبال نے جب واشگاف الفاظ میں اپنے یہ الفاظ دہرائے کہ:

''ہماری بقاء کا راز اسی میں ہے کہ ہم اسلام کا دامن مضبوطی سے تھام لیں اور بزرگان دین اور اولیائے کرام کا دل سے احترام کریں۔ کیونکہ اپنے محسنوں کو بھول جانے والی قومیں کبھی ترقی نہیں کرتیں۔ ہمیں اسلام کی دولت انہی عظیم ہستیوں کے وجود مسعود کی بدولت نصیب ہوئی ہے۔'' تو فضا ''اولیاء کا فیضان، پاکستان، پاکستان'' کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ وفاقی وزیر محنت و افرادی قوت جناب حاجی محمد حنیف طیب سٹیج پر تشریف لائے تو حاضرین نے جوش وخروش کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور فلک شگاف نعرے لگائے۔ وزیر

Marfat.com

موصوف نے اس عظیم اجتماع میں نظم وضبط اور تنظیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

اگر آپ منظم ہو کر جوش کے ساتھ ساتھ ہوش کے ساتھ اپنے شب وروز گزاریں تو دنیا کی ہر عزت اور ہر منصب آپ کو حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر آپ کو کسی بھی مطالبہ کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

محترم حاجی صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''الحمد للہ! آپ دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہیں۔ دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی کی بدولت آپ یہ ایمان رکھیں کہ کامیابی آپ کا مقدر ہے۔ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ اپنے اندر تنظیم پیدا کریں اور تنظیم کے لئے ایک دوسرے کی دل سے عزت کرنا، محبت کی فضا میں رہنا، درگزر کو شیوہ بنانا، تحمل و بردباری کا مظاہرہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ اوصاف اگر ہم اپنے اندر پیدا کرلیں گے تو سرکار دو عالم ﷺ کے دامن اقدس سے وابستگی کے طفیل دنیا کی ہر مشکل ہمارے لئے آسان ہو جائے گی۔''

سپریم کورٹ آف پاکستان کے جج حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے جو اس دارالعلوم کے تعلیمی بورڈ کے سربراہ بھی ہیں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے کہ محبوب آقا ﷺ کے غلام جس جس خطہ زمین میں پہنچے، جہاں پہلے کفر تھا، جہاں پہلے شرک تھا، جہاں پہلے خدا فراموشی کا عالم تھا، جہاں پہلے جہالت اور فسق وفجور کی آندھیاں چل رہی تھیں، میرے آقا ﷺ کے غلام جب وہاں پہنچے تو وہاں علم وعرفان کی شمعیں روشن ہوتی گئیں۔ وہاں علم کے وہ دریا بہے کہ وہ بنجر علاقے سیراب ہو گئے۔ علم ومعرفت کے وہ گلشن آباد ہوئے کہ جن میں کھلنے والے پھول اور جن میں کھلنے والی کلیاں مشامِ جاں کو اس وقت بھی معطر کرتی تھیں، اب بھی معطر کرتی ہیں اور قیامت تک معطر کرتی رہیں گی۔ دنیا کے گوشے گوشے میں علم وعرفان کی شمع لے کر جانا غلامان مصطفیٰ ﷺ کا کام ہے۔ اس لئے آؤ اب وقت ہے کہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے پیغام قرآن کریم کی روشنی کو دنیا کے چپے چپے تک پہنچا دیں۔

جہاں جہاں مسلمانوں کی بستیاں ہیں، وہاں دارالعلوم قائم کرنا، جہاں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے وہاں مدارس قائم کرنا، اپنے بچوں کو دینی تعلیم دینا، یہ ہر مسلمان کا فرض ہے اور امت کے سرکردہ افراد کی ذمہ داری ہے جس کیلئے وہ دنیا میں بھی جواب دہ ہیں

Marfat.com

اور قیامت میں بھی ان سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

پیر صاحب قبلہ کی ولولہ انگیز اور ایمان افروز تقریر کے بعد محترم پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں اپنی تقریر دلپذیر سے حاضرین کے دلوں کو گرمایا۔ افسوس کہ ان کی تقریر فنی خرابی کے باعث کیسٹ میں محفوظ نہ رہ سکی۔

پروگرام کے اختتام پر دارالعلوم کے چیف آرگنائزر حضرت مولانا محمد سعید احمد مجددی نے تمام حاضرین و مقررین کا شکریہ ادا کیا اور حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ العالی کی دعائے خیر کے ساتھ یہ روح پرور اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔

Marfat.com

جلسہ دستار فضیلت وعرس مبارک بھیرہ شریف

رپورٹ: محمد رضاءالدین صدیقی

بہار کی ہر صبح دلکش و دلربا ہوتی ہے۔ سورج افق مشرق سے ہر روز طلوع ہو کر خوابیدہ غنچوں کو اس طرح جگاتا ہے کہ وارفتہ حسن فطرت عش عش کر اٹھتا ہے۔ نسیم سحر کی مست خرامی فرحت و انبساط کے نئے نئے باب رقم کرتی ہے، لیکن 25 مارچ کی صبح بہاراں کا منظر ہی کچھ اور تھا۔ آج امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مقدسہ کی مبارک ساعتیں تھیں اور ساتھ ہی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فارغ التحصیل علماء کی دستار بندی تھی۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ نام ہے ایک انقلاب آفریں علمی تحریک کا جو بھیرہ جیسے دور افتادہ اور پس ماندہ شہر کے در و دیوار سے اس طرح اٹھی ہے کہ اہل نظر کی آرزوؤں کا مرکز بن گئی ہے۔

اس ادارہ علمی کی بنیاد حضرت پیر امیر شاہ صاحب کے جانشین پیر محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 1925ء میں رکھی، لیکن 1957ء کا سال دار العلوم کی تاریخ میں ایک اہم سال ثابت ہوا۔ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے مسند سجادگی پر رونق افروز ہوتے ہی اس دار العلوم کی نشأۃ ثانیہ کا بیڑہ اٹھایا۔ یہ وہ وقت تھا جب ملک عزیز کو طوق غلامی اتارے 10 سال ہو چکے تھے لیکن وہ مقاصد جن کے حصول کے لئے آگ اور خون کے سمندر سے گزرنا پڑا، ہنوز تشنہ تکمیل تھے۔ لارڈ میکالے کا نظام تعلیم ہماری درس گاہوں میں ابھی تک نافذ تھا اور اس کے مضر اثرات سرطان کی مانند نوجوان نسل کی رگوں میں سرایت کر رہے تھے اور ملک وملت کے ناخدا خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ اس نظام تعلیم کے ذریعے یہ سازش کی گئی تھی کہ مسلمانوں کو انگریزوں کا نظریاتی غلام بنا دیا جائے۔ ملت بیضاء سے اس کی علمی اور روحانی اقدار چھین لی جائیں اور ان کی نگاہیں مغرب کی چکاچوند سے اس طرح خیرہ ہو جائیں کہ انہیں اسلام کی انقلاب آفریں تعلیمات حقیر محسوس ہونے لگیں۔ یہ اسی نظام کا نتیجہ تھا کہ ہمارے معاشرے میں مسٹر اور ملا کی تفریق نظر آنے لگی اور دین وسیاست کے راستے جدا جدا ہو گئے۔ جو علم جدید پڑھ رہے تھے وہ سامراجیت واشتراکیت کے امڈتے طوفانوں سے مرعوب تھے اور جو علم قدیم کے محصل تھے وہ نئے دور کے تقاضوں سے بے خبر۔ ضیاء الامت نے سوچا کیوں نہ جدت ورجعت کی تاریکیوں میں ایک قندیل روشن کی جائے۔ قدیم وجدید کے بُعد کو ختم کیا جائے۔

Marfat.com

لینن اور میکاوَلی کے سیاسی و معاشی نظریات کے مقابلے میں محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آفاقی تعلیمات کا شعور دلایا جائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ایسا نظام تعلیم تشکیل دیا جائے جس کی تحصیل کرنے والے ہر دو قسم کے علوم پر بصیرت افروز نگاہیں رکھتے ہوں۔ جو قرآن وحدیث کے چشمۂ صافی سے تشنہ لب انسانیت کی پیاس بجھا سکیں۔ بھٹکے ہوئے آہوؤں کو سوئے حرم لے جا سکیں اور حیرت کدۂ مغرب کے مرعوب ذہنوں کی توجہ طیبہ وبطحاء کی ضیاء بار کرنوں کی طرف مبذول کرا سکیں۔ انہیں مقاصد کے پیش نظر آپ نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے لئے ایک نیا نصاب تعلیم تجویز کیا، جس میں علوم اسلامیہ (قرآن، حدیث، فقہ) کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ (انگلش، اکنامکس، پولیٹیکل سائنس) کو بھی سمو دیا گیا تاکہ اس ادارۂ علمی کے فضلاء قرآن وسنت پر مجتہدانہ نظر بھی رکھتے ہوں اور نئے دور کے تقاضوں سے بھی کماحقہ واقف ہوں۔ واقفان حال جانتے ہیں کہ آپ کی یہ کوشش کس قدر کامیاب رہی۔ آپ کے پروردہ شاہین جہاں بھی گئے عظمت اسلام کے نقوش ثبت کر آئے۔ آج اسی مادر علمی کے ان فرزندوں کی دستار بندی کا پروگرام تھا جو پچھلے دس سالوں میں یہاں سے اکتساب فیض کے بعد میدان کارزار میں مصروف عمل ہیں۔

سورج کی روپہلی کرنیں کچھ دیر تو فضائے بسیط پر جگمگاتی رہیں لیکن جلد ہی آفتاب کا درخشاں چہرہ بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔ شاید وہ باطل کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر مسکرانے والے پرجلال چہروں کی تاب نہیں لا سکا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ماحول کی رونقیں بڑھتی چلی گئیں اور زائرین کی گہما گہمی میں اضافہ ہوتا گیا۔ آنے والے کبھی گلستان کرم کے ان دلربا پھولوں کی طرف دیکھتے جن کی مہک صحراؤں میں گلشن کھلا رہی ہے تو کبھی ان نودمیدہ کلیوں کی طرف جو مہمانوں کے استقبال کے لئے مصروف عمل دکھائی دے رہی ہیں۔ صبح دس بجے عرس کی پہلی نشست کا آغاز ہو گیا اور ساتھ ہی بادلوں سے ہلکی ہلکی پھوار بھی برسنے لگی۔ برسات وبہار کے اتصال کا یہ منظر بڑا ہی دلکش تھا۔ دو حسین جیسے باہم اسرار کی باتیں کریں۔ اسی پرکیف عالم میں مجلس وعظ وتلقین کا آغاز ہوا۔ ابتدا طلباء دارالعلوم کی تقاریر سے ہوئی اور اس کے بعد فارغ التحصیل علماء نے شریعت کے اسرار ورموز سے نقاب کشائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ پہلی مجلس کے بعد نماز جمعہ ادا کی گئی۔ عصر کے بعد امیہ السالکین کے مرقد منور پر چادر چڑھائی گئی۔ دستار بندی کا پروگرام عشاء کے بعد تھا۔ جوں جوں مجلس طرازی کا وقت قریب آ رہا تھا نگاہوں کی بے تابیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ دارالعلوم سے محبت رکھنے والے اس کے خواہش مند تھے اور کیوں کر نہ ہوتے۔ ان شاہینوں کے پرعزم چہرے دیکھ کر تو انہیں یقین ہو گیا ہے کہ وہ دن دور نہیں

Marfat.com

جب اسلام کی عظمت رفتہ کا جاہ وجلال از سرنو کفر کی ریشہ دوانیوں کو خاک میں ملا کر رکھ دے گا۔نماز عشاء کے بعد لوگ جوق در جوق خانقاہ کے مجلس خانے میں جمع ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے جلسہ گاہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔اب انتظار تھا میر محفل زیب آستانہ عالیہ سیال شریف خواجہ محمد حمید الدین صاحب سیالوی مدظلہ العالی کا جنہیں ضیاء الامت کے شاہینوں کے سر پر دستار فضیلت سجانی تھی۔جب خواجہ صاحب، پیر محمد کرم شاہ کی معیت میں نمودار ہوئے تو فضا نعرہ ہائے تکبیر ورسالت سے گونج اٹھی۔ بے قرار نگاہوں کی مراد بر آئی۔ مچلتے ہوئے لبوں نے اپنی تشنگی کا مداوا سعادت دست بوسی سے کیا۔آپ سٹیج پر رونق افروز ہوئے تو محفل پر ایک مقدس سناٹا چھا گیا۔واللہ وہ منظر کتنا حسین تھا۔ایک طرف خواجہ سیال کا نورانی سراپا، اس کے جلو میں حضرت ضیاء الامت کا شاداب چہرہ، جس پر آج فرحت و مسرت کی وہ کیفیتیں طاری ہیں جن کا بیان ناممکن ہے۔یہ مسرت ایک ایسے باغباں کی مسرت ہے جس کی مساعی نے ویرانوں کو گلزار بنا دیا ہے اور اس نے لالہ وگلاب کے ایسے پھول کھلائے ہیں کہ جن کی مہک لافانی ہے۔جن کی تر و تازگی باد سموم کے جھونکے بھی ختم نہیں کر سکتے۔یہ فرحت ایک ایسے مصور کی فرحت ہے جس کا شاہکار جمیل ایک عالم سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔یہ خوشی ایک ایسے معمار کی خوشی ہے جس کے فردوس تخیل میں تعمیر ہونے والے تاج محل پیکر محسوس کی صورت میں سامنے آ گئے ہیں۔ایک طرف سٹیج پر نور ونکہت کا یہ سماں تھا تو دوسری جانب سیاہ جبوں میں ملبوس فضلائے دار العلوم کا جمگھٹا، جن کے دلکش چہرے مہ و پروین کو شرما رہے تھے اور جب ناظم اجلاس شیخ الحدیث علامہ معراج الاسلام صاحب نے تلاوت قرآن پاک کے لئے قاری محمد اسحاق صاحب کو پکارا اور ان کی پرسوز آواز فضا شناس ہوئی تو ماحول کا حسن اور یمن و برکت کا نزول اپنے عروج پر جا پہنچا۔یہ منظر اتنا دلکش، اتنا پرکیف اور اس قدر پر اثر تھا کہ مکینان سمٰوٰت بھی اپنے اشتیاق کو نہ چھپا سکے۔مہ وستارہ جو اب تک بادلوں کی اوٹ میں چھپے بیٹھے تھے ایک ایک کر کے اپنے چہرے کے نقاب الٹنے لگے۔ چاند کی ٹھنڈی چاندنی نے رنگ محفل کو دو آتشہ بنا دیا، جسے پہلے ہی قمقموں کی مسکراہٹ نے رشک ارم بنا دیا تھا۔مدحت خواجہ کونین ﷺ کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے دار العلوم کے مقاصد و عزائم پر مختصر روشنی ڈالی۔جب آپ تعارف کرا چکے تو حضرت خواجہ صاحب یوں گویا ہوئے: علم تو اور جگہوں پر بھی پڑھایا جاتا ہے لیکن اس دار العلوم کے طلباء کی سب سے بڑی خصوصیت ان کا ادب و احترام ہے۔

خواجہ صاحب کی زبان فیض ترجمان سے ان گوہر ہائے تابدار کا جھڑنا تھا کہ متعلقین دار العلوم

Marfat.com

نہال ہو گئے۔ضیاء الامت کے چہرے پر شادابی کا رنگ اور بھی گہرا ہو گیا۔میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ساقی مے کدہ کے لئے یہ بات کتنی روح پرور تھی کہ اس کے دست کرم سے شراب حکمت و معرفت کے جرعے پینے والے تمام تر کیف و مستی کے باوجود بھی باہوش ہیں۔ان کے انداز میں شائستگی ہے۔ان کی گفتگو میں وقار ہے۔ان کی نگاہوں میں احترام ہے۔اب فارغ التحصیل علماء کا نام باری باری پکارا جانے لگا۔جن کا نام پکارا جاتا وہ سٹیج پر حاضر ہوتے اور خواجہ صاحب اپنے دست شفقت سے سر پر دستار سجاتے اور ایک زریں ہار ان کے گلے میں پہنا دیتے اور حضرت ضیاء الامت انہیں سند اعزاز عطا فرما دیتے۔کتنے حسین تھے وہ لمحے، کتنی دلکش تھیں وہ ساعتیں۔اے کاش! وقت کی رفتار تھم جاتی اور یہ مناظر ہمیشہ کے لئے نگاہوں میں سمو جاتے۔علماء کی تعداد 112 تھی لیکن آفریں ہے خواجہ کریم کی نگاہ لطف و عطاء پر، آپ نے ہر ایک کی دستار بندی فرمائی۔درمیان میں اپنی خوشگوار باتوں اور چھوٹے چھوٹے جملوں سے رنگ کو پھیکا نہ پڑنے دیا۔جب آخری خوش نصیب کو بھی یہ اعزاز مل چکا تو خواجہ صاحب نے دست دعا بلند فرما دیئے۔یوں محسوس ہو رہا تھا کہ حاضرین محفل ہی نہیں یہ ماہ درخشاں، یہ مسکراتے ہوئے ستارے، روضہ کا سنہری عکس، چمکتے ہوئے قمقمے، دارالعلوم کی پر جلال عمارت کے در و دیوار غرض ہر چیز خواجہ صاحب کی ہم نوا بنی ہوئی ہے اور بارگاہ قدس میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا گو ہے۔ضیاء الامت اور فضلائے دارالعلوم کی خاموش نگاہیں رب ذوالجلال کے حضور میں سجدہ تشکر ادا کر رہی تھیں کہ بار الٰہا! ہمیں اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرما۔ہماری ان تمام کوششوں کا مقصد تیرے اور تیرے محبوب ﷺ کے پیغام محبت کا فروغ ہے۔اے رب کعبہ! ہمیں توفیق عطاء فرما کہ ہم کفر کے کاشانوں پر صاعقہ بن کر گریں۔ہم طوفان بن کر فتنہ و فساد کے شعلوں کو نیست و نابود کر دیں۔ہم ابلیسی و طاغوتی نظام کے تار پود کو بکھیر کر رکھ دیں۔صلوٰۃ و سلام اور دعا کے بعد یہ مقدس اور روح پرور تقریب اختتام کو پہنچی اور خواجہ صاحب کشاں کشاں القمر کیمپس کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے روانہ ہوئے۔

القمر کیمپس نام ہے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی عمارت کے لئے توسیعی منصوبے کا۔دارالعلوم کی موجودہ زیر استعمال عمارت جو تقریباً پچاس کمروں پر مشتمل ہے طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ناکافی ثابت ہو رہی ہے۔لہٰذا اس کی توسیع کے لئے موجودہ عمارت کے قریب ہی 52 کنال کا پلاٹ خریدا گیا ہے، جس میں 500 طلبہ کے لئے ایک سہ منزلہ ہوسٹل، عظیم الشان مسجد، لائبریری اور لیکچر ہال، اساتذہ کے لئے رہائشی مکانات، مہمان خانہ، کھیل کے میدان، علاقہ کے عوام اور طلبہ کی سہولت کے

Marfat.com

لئے ایکسرے پلانٹ اور لیبارٹری اور ایک ڈگری گرلز کالج شامل ہے۔ اس تمام منصوبے کو حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی پر ''القمر کیمپس'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ خواجہ صاحب کی آمد سے پیشتر بنیادیں کھودی جا چکی تھیں۔ آپ اس مقدس اور مبارک منصوبے کے آغاز کے لئے سیال شریف کے مقدس مقام سے اینٹیں اپنے ہمراہ لے کر آئے تھے جنہیں آپ نے مجوزہ مقام پر اپنے دست مبارک سے نصب فرما دیا۔ دوسرے دن عرس مقدس کا آخری اجلاس بھی انہیں کیفیات اور رنگ و نور کی باران رحمت کو اپنے جلو میں سمیٹے ہوئے منعقد ہوا اور بخیر و اطمینان اختتام تک پہنچا۔ بلاشبہ یہ دو ایام دار العلوم کی تاریخ کے یادگار ایام ہیں۔ یہ لمحے ہمارے جذبہ شوق کو مہمیز لگا گئے ہیں اور ہمارے عزم کو مزید پختہ بنا گئے ہیں ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش　　اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

Marfat.com

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے اعزاز میں ایک تقریب

منعقدہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ خیابان کرم اسلام آباد

رپورٹ: افتخار الحسن میاں

2 مئی 1993ء اتوار کا دن دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، خیابان کرم، چک شہزاد اسلام آباد کے لئے بے حد اہمیت و عزت کا حامل تھا۔ اس روز دنیائے اسلام کے نہایت قابل فخر سائنس دان جناب ڈاکٹر عبد القدیر خان صاحب یہاں رونق افروز ہوئے۔ ان کی آمد کے موقع پر اسے بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا۔ شام پانچ بجے ان کی آمد پر حضرت ضیاء الامت دامت برکاتہم، دارالعلوم کے پرنسپل حضرت مولانا مختار احمد ضیاء، دیگر اساتذہ کرام اور متعلقین نے ڈاکٹر صاحب کو ہار پہنا کر اور طلبہ نے گل پاشی کر کے ان کا شایان شان استقبال کیا۔ اپنی آمد کے فوراً بعد انہوں نے حضرت ضیاء الامت اور چند دیگر احباب سے آدھ گھنٹہ تک الگ ملاقات کی جس میں باہمی دلچسپی کے امور زیر بحث آئے۔ بعد میں جناب اکٹر صاحب کے خیالات و افکار سے طلبہ کو مستفید کرنے کی غرض سے دارالعلوم میں ایک سادہ اور باوقار تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ اس تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ بعد میں دارالعلوم کے ایک ہونہار طالب علم جناب خالد حسنین نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق نعت بہت پرسوز آواز میں پڑھی۔ نعت کا پہلا شعر یہ تھا۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں   جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

اس کے بعد ایک اور طالب علم طاہر علی شاہ نے "ڈاکٹر صاحب کی عہد ساز شخصیت اور ان کے فقید المثال کارنامے" کے حوالے سے ترجمان حقیقت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام پیش کیا:

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زباں تو ہے
یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

درج ذیل اشعار سن کر محفل پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ ہر آنکھ فرط عقیدت سے پرنم ہوگئی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا گویا یہ شعر حضرت علامہ نے خاص کر ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے لئے کہے تھے:

Marfat.com

تیری نسبت براہیمی ہے معمار جہاں تو ہے حنا بندِ عروس لالہ ہے خون جگر تیرا
نبوت ساتھ جس کو لے گئے وہ ارمغاں تو ہے جہان آب و گل سے عالم جاوید کی خاطر

کلام اقبال کی تاثیر اور مجسم تعبیر سے محفل کا عجیب سماں تھا۔ اس کے بعد معزز مہمان کی خدمت میں راقم نے درج ذیل سپاسنامہ پیش کیا:

صدر مجلس مفسر قرآن، صاحب تفسیر ضیاء القرآن، حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری جج سپریم کورٹ آف پاکستان و پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا

مہمان گرامی فخر پاکستان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب

معزز حاضرین! آج ہمارے درمیان عالم اسلام کی وہ عظیم شخصیت تشریف فرما ہے جس نے عالم ایجادات میں مسلمانوں پر طاری صدیوں پرانا جمود توڑا اور انہیں ایک بار پھر اقوام عالم میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل بنایا۔ ہمارے معزز و محترم مہمان گرامی خصوصی ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے سائنس کے شعبہ میں اپنی خداداد صلاحیتوں، مقصد سے لگن، اپنی انتھک اور مسلسل محنت کی بدولت پاکستان کو ناقابل تسخیر بنا دیا۔ انہوں نے اس طرح نہ صرف مسلمانوں کا اپنے نہایت قابل فخر اسلاف سے تعلق تازہ کیا بلکہ اس میں ایک ناقابل فراموش باب کا اضافہ کیا۔

مہمان گرامی! آپ ہر محب وطن پاکستانی کے دل میں بستے ہیں۔ آپ کو دیکھ کر نوجوان نسل میں اپنے ملک و قوم کے لئے کچھ کرنے کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔ دار العلوم محمدیہ غوثیہ خیابان کرم، چک شہزاد، اسلام آباد میں آپ کی تشریف آوری ہمارے لئے بے حد باعث عزت ہے۔ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود یہاں تشریف لا کر آپ نے جو ہمیں عزت بخشی ہے اس کے لئے ہم سراپا سپاس ہیں۔

محترم و مکرم جناب ڈاکٹر صاحب! آپ کو یہ جان کر یقیناً خوشی ہو گی کہ امت مسلمہ کی محرومیوں کے تدارک کے لئے جو خدمات آپ نے شعبہ سائنس میں سر انجام دی ہیں، دینی علوم کے احیاء اور اسلامیان پاکستان کو جہالت کے اندھیروں سے نکالنے اور ان کے صدیوں پرانے علمی و فکری جمود کو توڑنے کی عدیم المثال خدمات ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے حصہ میں آئی ہیں۔ آپ نے دینی مدارس کے صدیوں پرانے نصاب تعلیم میں آج سے ٹھیک چھتیس برس پہلے، عصر حاضر کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں کیں۔ یہاں مڈل پاس طلبہ کو ادیب عربی اور فاضل عربی سمیت دورۂ حدیث تک دینی تعلیم دینے کے لئے ساتھ ساتھ میٹرک، ایف اے اور بی اے تک کی لازمی تعلیم بھی شامل نصاب ہے۔ نصاب تعلیم میں ان تبدیلیوں کا مقصد ایسے علمائے حقہ تیار کرنا

Marfat.com

ہے جو دینی علوم کے ساتھ ساتھ ضروری عصری علوم پر بھی گہری نظر رکھتے ہوں تا کہ وہ موجودہ دور میں اسلام کو درپیش چیلنجوں اور ان کے مضمرات کو سمجھ کر علمی اور عملی سطح پر احسن انداز میں صحیح اسلامی نقطہ نظر پیش کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت و تزکیہ سے آراستہ ان علمائے حق میں اسلام کی خوشبو ایسی رچی بسی ہو کہ انہیں دیکھ کر ہی لوگ اسلام کی عظمت و آفاقیت کو تسلیم کرلیں۔ نہ صرف یہ بلکہ حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا قرآنی حل پیش کرنے اور قرآن حکیم سے ہمارے ٹوٹے ہوئے تعلق کو پھر استوار کرنے کی غرض سے اردو زبان میں قرآن حکیم کی پانچ جلدوں میں ایک جامع تفسیر ''ضیاء القرآن'' بھی تحریر فرمائی جسے غیر جانبدار ناقدین نے اردو زبان میں بہترین تفسیر قرار دیا ہے۔

مہمان گرامی! پاکستان کی تعمیر و ترقی اور عظمت کا جو خواب آپ نے دیکھا اور جس کی تعبیر کے لئے آپ اپنے شعبے میں شبانہ روز محنت کر رہے ہیں اس خواب اور اس کی تعبیر میں ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ ہماری منزل ایک ہے۔ یوں یہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ، خیابان کرم، چک شہزاد اسلام آباد بھی آپ کا اپنا دار العلوم ہے۔ آپ نے یہاں تشریف لا کر اس کی عزت میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ ہم بجا طور پر توقع کرتے ہیں کہ اس دار العلوم میں آپ کی دعائیں اور سرپرستی آئندہ بھی حاصل رہے گی۔ آخر میں میں ایک بار پھر صدر مجلس، دار العلوم کے مجاہد صفت پرنسپل جناب مولانا مختار احمد ضیاء، اساتذہ کرام، طلبہ اور دیگر متعلقین کی جانب سے آپ کی تشریف آوری پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ہدیہ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں۔ سپاسنامہ پیش کیے جانے کے بعد مہمان خصوصی دنیائے اسلام کے عظیم سائنسدان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے کہا:

میرے لئے آج یہاں آنا باعث فخر و عزت ہے۔ میں اور قبلہ حضرت صاحب یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ پر ایک ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ وہاں مجھے ان کے خیالات سے مستفید ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ان کی دلچسپی صرف سائنس کی حد تک محدود نہیں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب محض ایک سائنس دان ہیں اور دین سے شاید ان کا تعلق نہ ہو تو وہ انتہائی غلط فہمی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور دیندار والدین کی تربیت کی وجہ سے الحمد للہ مجھے دین سے گہری محبت اور واقفیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے چار دفعہ حج کیا اور کئی عمرے کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ بلکہ جب بھی میں پریشان ہوتا ہوں تو سیدھا حرمین شریفین کا رخ کرتا ہوں۔ اپنے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کی مدد کی دعائیں کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جہاں

Marfat.com

تک تعلیم کا تعلق ہے آپ (طلبہ) ماشاء اللہ بہت ہی اچھے دارالعلوم میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مجھے سپاسنامے میں یہ سن کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ نہ صرف دینی تعلیم بلکہ موجودہ ترقی یافتہ علوم بھی حاصل کر رہے ہیں۔ اس کا آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ جب آپ دوسرے لوگوں سے گفتگو کریں گے تو وہ آپ کو صرف محدود قسم کے تعلیم یافتہ تصور نہیں کریں گے بلکہ آپ ان سے تمام موضوعات پر گفتگو کر سکیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ عیسائی اور یہودی طلبہ یا ان کے علماء نہ صرف اپنی مذہبی تعلیم حاصل کرتے ہیں بلکہ وہ دوسرے مذاہب کے بارے میں اس قدر معلومات رکھتے ہیں اور موجودہ ترقی یافتہ مضامین میں بھی اس قدر عبور حاصل کر لیتے ہیں کہ جب وہ دوسروں سے ان کے مذاہب کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو انہیں لاجواب کر دیتے ہیں۔ یہی چیز آپ کے پیش نظر ہونی چاہئے کہ آپ نہ صرف اسلام کے بارے میں گہری اور ٹھوس معلومات حاصل کریں بلکہ دیگر مذاہب کے بارے میں اتنا زیادہ جانتے ہوں کہ جب آپ کو ان سے بحث کا اتفاق ہو تو آپ اپنے ٹھوس دلائل کی بنا پر انہیں بہت ہی اچھی طرح قائل کر سکیں اور انہیں مضبوط دلائل دے کر یہ بتا سکیں کہ اسلام نے جو نظریہ حیات پیش کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی کلام تعلیم اور علم نہیں ہو سکتا۔ اپنے خطاب کے آخر میں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں قبلہ پیر صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک مقاصد میں کامیاب کرے۔"

اس پر کیف تقریب کے آخر میں صدر مجلس ضیاء الامت" نے اپنے خطبہء صدارت میں دارالعلوم کے طلبہ کو خصوصیت سے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ بڑے خوش قسمت طالب علم ہیں جن کو اپنی تعلیم کے دور میں حضرت علامہ اقبال کے مرد مومن کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حکیم الامت بڑی حسرت سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ۔

عمرها در کعبه و بت خانه می نالد حیات   تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

جس دانائے راز کے لئے اقبال راتوں کو جاگ جاگ کر اور رو رو کر اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیں کرتے رہے اور جس کی راہیں دیکھنے کے لئے ان کی نگاہیں ہمیشہ ترستی رہیں۔ ان کی دعاؤں کی وجہ سے وہ دانائے راز آج ہمیں اپنی آنکھوں سے دیکھنا نصیب ہوا۔ انہوں نے دارالعلوم میں آمد پر ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے مہربانی فرمائی اور اپنے قیمتی وقت میں سے چند لمحے نکال کر یہاں تشریف لائے تاکہ ہمارے بچوں کے ذہنوں کو جلا بخشیں۔ ان کی آنکھوں کو روشن کریں اور ان کے حوصلوں کو رفعت عطا کریں۔ انہوں نے سپاس نامے کے حوالے سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کی

Marfat.com

خدمت میں ہم نے جو معروضات پیش کی ہیں اور جن افکار و جذبات کا اظہار کیا ہے وہ ہمارے دل کی آواز ہے۔ یہ ہمارے دلی احساسات تھے جن کا اظہار ہمارے نشر و اشاعت کے سیکرٹری افتخار الحسن نے کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے دارالعلوم سے تعاون کا یقین دلایا ہے۔ اگر وہ اس دارالعلوم اور اس کے طلبہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں تو یہ ہماری سب سے بڑی سعادت ہوگی۔ یہ آپ کے وہ سپاہی ہیں جو آپ کی دعوت پر اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لے کر حاضر ہو جائیں گے۔ حضرت ضیاء الامت نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہم اس کارواں کے ادنیٰ سپاہی ہیں جس کے جناب ڈاکٹر صاحب سالار ہیں۔ آپ نے راتوں کو جاگ جاگ کر اپنا آرام و سکون پاکستان پر قربان کیا ہے۔ آپ جیسے افراد ہی قوموں کی کامیابی کی نوید ہوا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ افراد کوئی چیز نہیں، قوم بڑی چیز ہے لیکن مجھے اس بات سے سخت اختلاف ہے۔ قوم اس وقت بنتی ہے جب اس میں کوئی قابل قدر فرد پیدا ہوتا ہے۔ ایک صلاح الدین ایوبی پیدا ہوا تو اس نے سارے یورپ کے دانت کھٹے کر کے رکھ دیئے۔ جب وہ دنیا سے گئے قوم تو وہ ساری تھی، ملک بھی وہ سارے تھے، حکومتیں بھی ساری تھیں لیکن ان میں کوئی صلاح الدین ایوبی نہ تھا۔ اس لئے آج ہماری یہ حالت ہے۔ جب بھی کسی قوم میں صلاح الدین ایوبی پیدا ہوتا ہے، فاروق اعظم جیسی ہستی پیدا ہوتی ہے اور جب کسی ملک و قوم میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان جیسا آدمی موجود ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم پر راضی ہو گیا ہے۔ اس قوم کے گناہوں کو معاف کر دیا گیا۔ اس کی نحوست کے دن ختم ہونے والے ہیں اور خزاں کا زمانہ گزر چکا۔ اب بہار کے دور کا آغاز کیا جاتا ہے۔

انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی ذات گرامی ہمارے لئے ایک نوید ہے۔ ایک مژدۂ جانفزا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تمہارا دشمن بڑا قوی سہی، ان کے رہبر اپنی قوم اور اس کے مفادات کے لئے بڑے دیانتدار سہی، ہم ان ساری چیزوں میں بظاہر ان سے پیچھے ہیں لیکن جس رب کریم نے ہمیں ڈاکٹر عبدالقدیر عطا کیا ہے وہ ہمیں کبھی مایوس نہیں کرے گا۔ آپ کا قافلہ ہمیشہ آگے ہی بڑھے گا۔ محمد عربی ﷺ کے غلام ہمیشہ آگے ہی بڑھتے ہیں گے۔ پیچھے قدم ہٹانا محمد عربی ﷺ کے غلاموں کو زیب نہیں دیتا۔ انہوں نے اس یقین کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ جیسی زیرک، دانا، معاملہ فہم اور قربانی پیش کرنے والی ایک بے مثال ہستی عطا فرمائی ہے تو ہم صرف آپ کو دیکھ کر یہ اندازہ لگا رہے ہیں کہ ہمارے بدبختی کے دن اب ختم ہونے والے ہیں۔ ہمارے خزاں کے دن اب بہار آشنا ہونے والے ہیں۔ آپ کا وجود اللہ

Marfat.com

تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایک نوید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم آپ کی صحیح قدرو منزلت پہچان سکیں۔ جو مقام قوم کے دلوں میں، ذہنوں میں، آنکھوں میں اور زبانوں پر آپ جیسی ہستی کے بارے میں ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا ادراک عطا فرمائے۔

دارالعلوم میں آمد پر ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حضرت ضیاء الامت نے کہا کہ آج ہم اپنے اندر جذبہ افتخار محسوس کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک چہیتے سائنس دان نے ہماری اس درویشانہ درس گاہ میں قدم رنجہ فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی یہ عزت افزائیاں اور یہ ادائیں ہمیشہ آپ کو نصیب رکھے۔ آپ کو دیکھ کر اور سن کر ہمارے یقین کے چراغوں میں مزید روشنی اور ضیاء پیدا ہوتی رہے۔

انہوں نے کہا کہ اس مبارک موقع پر ایک انمول تحفہ (جو قرآن کریم کی خدمت کی مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی وہ تحفہ ''تفسیر ضیاء القرآن'' تھا) آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ہم درویشوں کے پاس اس سے زیادہ اور کوئی انمول چیز نہیں ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔

اس یادگار اور باوقار تقریب کا اختتام جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی دعا سے ہوا۔

Marfat.com

تقریب دستار فضیلت واسناد

منعقدہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

رپورٹ: سید سخاوت رضا گیلانی

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی پرشکوہ عمارت اور اس کا دلکش سبزہ زار ہر دیکھنے والے کو دعوت نظارہ دیتا ہے۔ مورخہ 4 اپریل 1994ء رنگ برنگی جھنڈیاں، خوبصورت اور دلکش استقبالیہ بینرز اس کے حسن کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ یہ سب اہتمام ان شاہین صفت نوجوانوں کو جبہ و دستار اور اسناد پیش کی جانے والی عظیم تقریب کے لئے کیا گیا تھا جنہوں نے ایک طویل عرصہ تک اس چشمہ صافی سے اپنی علمی تشنگی کا مداوا کیا۔ معلوم نہیں انہوں نے علم کی گتھیاں سلجھانے کے لئے اپنی کتنی راتیں جاگ کر کاٹیں۔ یہ وہ خوش نصیب علماء ہیں جنہیں براہ راست حضور ضیاء الامت سے اکتساب فیض کرنے کا شرف حاصل ہوا اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے جملہ اساتذہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔

تقسیم اسناد و دستار فضیلت کی یہ پروقار تقریب دارالعلوم کے حسین وجمیل الفرید آڈیٹوریم میں انعقاد پذیر ہوئی۔ اجلاس میں صدارت آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین امیر شریعت حضرت قبلہ خواجہ محمد حمید الدین سیالوی صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی جبکہ تقریب کے مہمان خصوصی شہید صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے بیٹے جناب محمد اعجاز الحق صاحب تھے۔ نقابت کے فرائض ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے مدیر جناب محمد رضاء الدین صدیقی نے انجام دیئے۔ جناب قاری ظہور احمد ایوبی (فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف) نے ذات واجب الوجود کے لاریب کلام مقدس کی تلاوت کی۔ کلام الٰہی کی تلاوت بندگان خدا کو ایک کیف ونشاط اور وجد و مستی سے ہمکنار کر رہی تھی۔

فضاؤں کی ملاحت میں حسین ترزمزمہ عشق و محبت اس وقت چھڑا جب خالد حسنین متعلم (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ چک شہزاد) اسلام آباد اور قاری افضال انجم (لاہور) نے ہدیہ عقیدت پیش کرنا شروع کیے۔ سماں یوں تھا گویا کہ یہ قطعہ زمین ابر رحمت کی پھوار سے متمتع ہو رہا ہے۔

چونکہ امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی دامت برکاتہم العالیہ نے ایک دوسرے پروگرام میں شرکت کرنا تھی۔ اس لئے معمول کے پروگرام کو روک کر بطور تبرک خانوادۂ سادات سے تعلق رکھنے والے علماء کی دستار بندی آپ کے دست اقدس سے کروائی گئی۔ آپ اپنی دعاؤں سے نواز

Marfat.com

کر تشریف لے گئے تو معمول کا پروگرام دوبارہ شروع ہوا۔ سلسلہ خطابت کی پہلی کڑی تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور جامعہ نظامیہ لاہور کے مہتمم استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبدالقیوم صاحب ہزاروی تھے۔ آپ نے علماء کی فضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہی علماء کرام ہیں جن کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "العلماء ورثة الانبیاء" اور علماء کرام کی زندگی کا منشور و مقصد اپنی متاع زیست کو دین کے لئے وقف کر دینا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آج کے دن ان شاہینوں کے لئے میرا پیغام یہی ہے کہ اسلام کی خاطر وہ اپنا سب کچھ نچھاور کر دیں۔ آپ کے بعد کراچی سے تشریف لائے ہوئے معزز مہمان حضرت علامہ غلام محمد سیالوی صاحب (رکن سنی سپریم کونسل) نے خطاب فرمایا۔ آپ نے پہلے علماء کی فضیلت کے بارے میں قرآن مجید کی اس آیہ مقدسہ کی تلاوت فرمائی (یرفع الله الذین امنومنکم والذین اوتو العلم درجات) اور پھر فرمایا کہ جب کوئی شخص علم دین کے حصول کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو اسے مجاہد فی سبیل اللہ کا مقام ملتا ہے اور اگر وہ اس راستہ میں کام آجاتا ہے تو شہادت کا درجہ پاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت جاہل پر ایسی ہی ہے جیسے میری فضیلت تم پر ہے۔ پھر ساری مخلوق اس کے لئے دعا کرتی ہے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں دعائیں کرتی ہیں۔ آپ نے آخر میں علماء کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ اپنے آپ کو اعلیٰ کردار اور اخلاق حسنہ سے مزین کریں۔ ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی کے ڈائریکٹر علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب تکبیر و رسالت کے نعروں کی گونج میں سٹیج پر نمودار ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید کی اس آیہ مبارکہ کو تلاوت فرمایا "فاین تذهبون ان هو الاذکر للعالمین۔" آپ نے اس آیہ مقدسہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ کاروان انسانیت بھٹک گیا تھا۔ قرآن مجید نے انہیں جھنجھوڑا۔ ارے تم کہاں بھٹک رہے ہو۔ تمہارا منشور حیات تو یہ ہے۔

آپ نے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے ذکر کیا کہ حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد دو چیزیں تھیں:

(1) جہالت کا خاتمہ (2) ظلم کا خاتمہ اور علماء پر زور دیا کہ وہ ظلم کو ختم کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ ظلم کی چکی میں پستی انسانیت کو گرداب ظلم سے کھینچ کر باہر نکالیں۔ پھر آپ نے جہالت کے خاتمہ پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اس مادیت کو ختم کرنے اور جہالت کے بادلوں کو دور کرنے کے لئے علم کا نور دنیا کے کونے کونے اور کوچے کوچے میں عام کرو اور علم کے ساتھ محبت کے پروان چڑھتے پودے کی آبیاری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ اپنا تعلق حضور ﷺ کے ساتھ جتنا ہو سکے جوڑو۔ یہی ہماری کامیابی کا راز اور حاصل زیست ہے۔

Marfat.com

جناب پیر آفتاب حسین شاہ صاحب (آستانہ عالیہ چورہ شریف) نے اس پروگرام کے حسن انتظام پر دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔آپ نے شاہین صفت علماء کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا کہ جو علم آپ نے حاصل کیا اور اس میں دسترس حاصل کی اس ضمن میں آپ قرآن مجید کو لازم پکڑیں۔اس کی تعلیمات پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو بھی اس کا درس دیں۔

حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب (مہتمم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی) نے پرانی یادوں کا تذکرہ چھیڑتے ہوئے فرمایا کہ ایک وقت تھا جب وہ اس ادارہ کے طالب علم تھے اور وہ منظر آج بھی یاد ہے جب غازی ملت حضرت خواجہ پیر محمد شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریک ختم نبوت میں اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔اب کئی سال بیت گئے لیکن ان کی روشن پیشانی کا نور آج بھی میرے دل میں چمک رہا ہے۔ یہ ان کا کرم و فیضان تھا کہ آج ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے علم و ادب کا ایک چشمہ بہا دیا ہے۔شاہ صاحب کے بعد سٹیج پر ایک ایسا چہرہ نمودار ہوا جس سے علمی وجاہت ہویدا ہے اور متانت و سنجیدگی کے سوتے ابلتے نظر آ رہے ہیں۔ یہ ہیں نوجوان دانشور ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن (مدیر فکر و نظر اسلام آباد)۔انہوں نے اس تقریب کی وساطت سے علماء دین اور امت محمدیہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس جیسی دینی درسگاہوں سے علم کے موتی اکٹھے کریں تا کہ ایسی شخصیات پروان چڑھیں جن کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت موجزن ہو۔کیونکہ علم بغیر عشق مصطفی ﷺ کے بیکار اور بے نور ہے،جس سے انسان نہ ہی تزکیہ نفس کر سکتا ہے اور نہ ہی دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔آپ نے فقہاء مالکیہ کے حوالہ سے عالم کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ایک عالم اور عارف وہ ہوتا ہے جو اپنی حالت کا ہمیشہ نگران ہو اور اپنے عہد کے حالات سے باخبر ہو۔امور شریعت میں مہارت رکھتا ہو،حالات کے تقاضوں کے مطابق غور و فکر کرنے کا اہل ہو،تو حقیقی معنوں میں وہ شخص عالم کہلانے کا حقدار ٹھہر سکتا ہے اور پھر اس کے اثرات قوم میں نمایاں ہوں اور یہ اثرات اس وقت تک نمایاں نہیں ہو سکتے جب تک عالم کو عوام کے حالات کا علم نہ ہو اور ان کی علمی احتیاجات کا صحیح ادراک نہ ہو۔آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک دوسری اہم بات جو اس عظیم دینی درسگاہ کا طرۂ امتیاز بھی ہے وہ یہ ہے کہ صرف علوم کے انبار لگا لینے کا نام علم دین نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو جانے کا نام دین ہے۔

موصوف نے فارغ التحصیل علماء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ خوش قسمت ہیں جنہوں نے ایسی ہستی کے زیر سرپرستی علم حاصل کیا جو وقت کے غزالی ہیں۔جنہیں خدا اور اس کے رسول

Marfat.com

ﷺ سے بے پناہ محبت ہے۔ علم دین کے ساتھ ساتھ علم دنیا بھی حاصل ہے۔ پھر ایک ایسی آفاقی کتاب کے مفسر ہونے کا شرف بھی حاصل ہے جو حقیقی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ فضلاء دار العلوم کو قرآن اور ضیاء القرآن میں تدبر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (البقرة) مذکورہ آیہ مبارکہ کے تحت پیر صاحب مفسر قرآن مدظلہ نے اہل علم کو جھنجھوڑا ہے اور خصوصاً جو فارغ التحصیل علماء ہیں پیر صاحب نے ان کیلئے قابل فکر بات کی ہے: یہ عزت وسرفرازی جو آدم علیہ السلام کو نصیب ہوئی اس کا سبب علم تکوینی یعنی اشیاء اوران کی خاصیات اوران کے اثرات کا علم ہے۔ وہ امت جس کی آسمانی کتاب میں آدم علیہ السلام کی برتری اور فضیلت کا راز بتایا گیا ہو کہ وہ کائنات کے اسرار سربستہ سے آگاہ کیا گیا تھا وہ امت اگر علم سے محروم ہو۔ سائنس اور حکمت سے ناآشنا ہو تو یہ اس کی اپنی بدبختی ہے۔ اس کے دین نے تو اس کے اسمند شوق کو مہمیز لگانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ وہ دن کب طلوع ہوگا جب مومن اپنے مقام کو پہچانے گا۔ پھر کب اس آسودۂ خواب راحت کو رومی کا سوز اور رازی کا پیچ وتاب نصیب ہوگا۔

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل　　اس شہر کے خوگر کو پھر ذوق تماشا دے

تقریب کے آخر میں مہمان خصوصی جناب اعجاز الحق (ایم این اے) کو دعوت خطاب دی گئی۔ اعجاز الحق صاحب نے صدر محفل کا شکریہ ادا کیا اور اس بات کا برملا اظہار کیا کہ میرے لئے یہ سعادت کا مقام ہے کہ مجھے اس نورانی تقریب میں اور قبلہ پیر صاحب کے زیر سایہ آج اس عظیم دانش گاہ میں حاضر ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ آپ نے مزید کہا کہ جتنی ضرورت تعلیم کو پھیلانے کی آج ہے اتنی پہلے نہ تھی۔ پہلے تو اس کا خمیر تیار ہو رہا تھا جبکہ اب ہمارے سامنے اس کی عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔ آج انسانیت مادہ پرستی میں لگی ہوئی ہے اور علم دین سے کوسوں دور ہے لیکن مادیت کے دور میں ایسی درویش صفت ہستیاں بھی موجود ہیں جنہوں نے آج بھی علم کے چراغ کو گل ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ آپ نے نظام مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ جب سے پاکستان بنا ہے اس میں صدارتی اور پارلیمانی نظام پہ زور دیا جا رہا ہے۔ مگر معاشرہ سے وہ برائیاں ختم نہ ہو سکیں جو ختم کرنا مقصود تھیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ نہیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا نعرہ بلند کرتے ہوئے مسلمان پوری دنیا پر چھا گئے لیکن جب اس نعرہ سے رخ پھیر لیا گیا تو مسلمان مغلوب ہو کر رہ گئے۔

Marfat.com

انہوں نے کہا کہ میرا ایمان ہے کہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے بغیر معاشرتی برائیوں کو ختم کرنا ممکن نہیں۔ فارغ التحصیل علماء کے لئے دعا کی کہ خداوند قدوس انہیں دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی شمع روشن کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سسکتی کراہتی انسانیت کے لئے روشنی کا مینارہ بنائے۔

آخر میں باقی علماء کے سر پر دستار فضیلت جناب مفتی عبدالقیوم صاحب اور قبلہ حضور ضیاء الامت مدظلہ العالی نے باندھی۔ فارغ التحصیل دوسو سے زائد علماء میں اسناد تقسیم کی گئیں۔

آخر میں جناب سید حسین الدین شاہ صاحب نے دعاء خیر فرمائی کہ خداوند قدوس! ان شاہین صفت نوجوانوں کو جنہوں نے اپنے آپ کو تیرے دین کے لئے وقف کر رکھا ہے ان کی خستہ پا آرزوؤں کو تمام فرما۔ تیرے دامن عافیت میں ان کی صبح ہو۔ ان کا انجام کار اور جائے پناہ تیری رحمت ہو۔ ہماری خطاؤں کے گرد وغبار کو عفو ودرگزر کے ابر باراں سے پاک فرما۔ تقویٰ ہمارا زادراہ بنادے۔ ہماری کوشش ومحنت کو اپنے دین کی سربلندی کے لئے منتخب فرما۔ تجھی پر ہمارا بھروسہ ہو اور تیری ہی ذات پر ہمارا توکل ہو۔ (آمین ثم آمین)

اس کے ساتھ ہی یہ پروقار نورانی تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

Marfat.com

علماء و مشائخ کنونشن

منعقدہ اسلام آباد

رپورٹ: حافظ احمد بخش صاحب

یہ محض رسمی بات نہیں بلکہ ایک زندۂ جاوید حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے باشندوں کو اسلام کی جتنی روشنی حاصل ہوئی یہ صرف اور صرف اولیاء کرام کی تبلیغی مساعی کی رہین منت ہے۔ ان نفوس قدسیہ نے اپنی من موہنی تعلیمات کے ذریعے اس خوبصورتی سے دین مبین کا تعارف کرایا کہ لوگوں کے اجڑے دلوں میں کیف و سرمستی کی لہر دوڑنے لگی۔ ان کی پاکیزہ نگاہیں شرم و حیا کا نیا درس دے گئیں اور ان کے معاملات کا حسن ذہنوں کو مسحور کر گیا۔ وہ جہاں گئے جہاں سے گزرے مرکز توجہ بنتے گئے حتیٰ کہ وہ وقت بھی آ گیا کہ جب ان کے اشارہ پر مسلمان سلاطین نے اس علاقہ میں پیش قدمی کر کے ایک عظیم اسلامی سلطنت قائم کر دی۔

حضرت داتا علی ہجویریؒ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانیؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علاوہ سلاسل اربعہ کی بے شمار شخصیات ہیں جنہوں نے یہاں فیصلہ کن کردار ادا کر کے دین کی شمع روشن کی۔

یہی وہ افراد ہیں جنہوں نے ہر دور میں سلاطین کی بہتر انداز میں راہنمائی فرمائی۔ کبھی معاملات میں ان سے تعاون کر کے اور کبھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر شاہی ایوانوں تک اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے۔

جب مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوا اور استعماری قوتیں رفتہ رفتہ یہاں قابض ہو گئیں تو یہ مشائخ کرام ہی تھے جنہوں نے اس دور میں بھی باطنی دنیا کو آباد رکھا اور ظاہری حکومت نہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کو سلک وحدت میں پروئے رکھا۔ دور زوال جب انتہا کو پہنچا اور غلامی کی سخت کالی راتوں کے دبیز سائے سرکنے لگے تو انہیں نفوس قدسیہ نے تحریک آزادی کو اپنا خون ناب مہیا کیا۔ کہنے کو تو بے شمار افراد ایسے ہوں گے جو کہیں گے کہ تحریک پاکستان کے بانی ہم ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ دو قومی نظریہ دینے والے بھی یہی افراد ہیں اور اس کو عملی جامہ پہنانے والے بھی اسی گروہ کے علماء اور ان کے دیدہ ور پیروکار ہیں۔

ان لمحات کو تاریخ کیسے فراموش کر سکتی ہے جب بنارس میں سنی کانفرنس ہو رہی تھی اور مشائخ عظام

Marfat.com

وعلماء اہلسنت متفقہ طور پر یہ قرارداد پاس کر رہے تھے کہ ہمارا یہ اجتماع حصول پاکستان کے لئے مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کا اعلان کرتا ہے اور یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ اگر قائداعظمؒ مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائیں تو ہم کبھی دستبردار نہیں ہوں گے بلکہ مقصد کے حصول تک ہماری جنگ جاری رہے گی۔

ان عظیم ہستیوں کی کاوشوں سے معرض وجود میں آنے والا پاکستان ان دنوں خطرات کی زد میں ہے۔

اسلام کی آفاقی تعلیمات کے بارے میں متزلزل عقیدہ رکھنے والی ایک خاتون اس خطے پر حکمران ہے۔ خانہ جنگی، افراتفری اور بداعتمادی کی فضا پیدا ہو چکی ہے۔ ضمیروں کی سودا بازی ہو رہی ہے۔ عوام کے نمائندوں کی منڈی لگی ہے۔ کمر توڑ مہنگائی نے جینا ناممکن بنا دیا ہے۔ علماء سوء مولانا کے القاب استعمال کر کے دولت لوٹنے میں مصروف ہیں۔ ابوالفضل اور فیضی کے جانشین دندناتے پھر رہے ہیں۔ شرفاء و محب وطن افراد کے لئے جامہ زیست تنگ کر دیا گیا ہے۔

ٹھہر سکا نہ ہوائے چمن میں خیمہ گل یہی ہے فصل بہاری، یہی ہے باد مراد

ہم پریشان تھے کہ ان حالات میں اس خوبصورت پاکستان کے اصلی وارث کہاں چھپ گئے۔ کیوں اتنے آسودہ طبیعت ہو گئے کہ دشمنوں کو کھلی چھٹی مل گئی۔ پے در پے غلطیوں کے سبب کہیں رحمت الٰہی نے ہم سے اعراض تو نہیں کر لیا۔ ڈر رہے تھے کہ ''نَاْتِ بِقَومٍ اٰخَرِیْنَ'' کا وقت تو نہیں آ گیا۔ اس پریشان کن صورت حال میں باد صبا کا ایک ٹھنڈا جھونکا آیا۔ دل کے غنچوں میں گدگداہٹ پیدا ہوئی۔ صحن چمن میں پھول کھلتے نظر آئے۔ ایک مرد درویش کے فرزند ارجمند نے اس گھمبیر اور مایوسیوں سے بھرپور فضا میں نعرۂ مستانہ بلند کیا۔ اپنے بزرگوں کی بارگاہ میں حاضری دی۔

''تو ذرا چھیڑ تو دے تشنۂ مضراب ہے ساز''

والا معاملہ ہوا۔ جس خانقاہ پہ حاضری ہوئی، جس مدرسے میں جانے کا اتفاق ہوا، سب کو ہم خیال پایا۔ اگرچہ وقت کی تنگ دامانی دامن گیر تھی پھر بھی اس نے ہمت کر کے پنجاب کے مختلف اضلاع کا دورہ کیا۔ آگ میں جلتی اور خون میں ڈوبی کراچی پہنچا۔ اہل درد سے ملاقات کی۔ انہیں بھی اپنے جذبات میں شریک پایا۔ پھر سرحد کی طرف رخ کیا۔ کافی بزرگوں سے شرف ملاقات حاصل کیا اور سبھی سے دعائیں لے کر پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کی طرف پلٹا۔ میری مراد حضرت ضیاء الامت کے لخت جگر مجاہد تحریک ختم نبوت صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب ہیں، جنہوں نے علماء و مشائخ سے مسلسل ایک ماہ کے رابطوں کے بعد ہالی ڈے ان اسلام آباد ہوٹل میں ایک عظیم الشان قومی علماء و

Marfat.com

مشائخ کنونشن کا اہتمام کیا۔

یہ کنونشن کیا تھا؟

بانیان پاکستان کی اولاد کا روح پرور اجتماع۔

پاکستان مخالف قوتوں کے خلاف یک جہتی کا عملی اظہار۔

سچی اور مخلص دینی قیادت کی طرف سے ایفائے عہد کی ایک روشن مثال۔

علماء کا لیبل لگا کر اسلام کو بدنام کرنے والے گروہ کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے مشترکہ جدوجہد کا آغاز۔

اگرچہ کنونشن کا اجلاس عام مورخہ 28 ستمبر بعد دوپہر ہوا۔ لیکن مندوبین 27 ستمبر کو ہی پہنچنا شروع ہو گئے۔

میزبانی کا شرف دارالعلوم محمدیہ غوثیہ خیابان کرم چک شہزاد اسلام آباد کو حاصل ہوا۔ ادارہ کے پرنسپل مولانا محمد مختار احمد ضیاء جو فطرتاً ہی خلوص کا پیکر اور بے پناہ محبتوں کے امین ہیں اپنے فرض شناس، جوان ہمت، بلند حوصلہ اساتذہ اور ہنستے مسکراتے من موہنے مکھڑوں والے طلبہ کے ساتھ معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ قیام وطعام کے حسن انتظام نے سفر کی کلفتیں بھلا دیں اور ادارہ کے ماحول نے معزز مہمانوں کو پوری اپنائیت کا سامان مہیا کر دیا۔ 28 ستمبر کو صبح دنیا کے حسین شہر اسلام آباد کی کشادہ شاہراہوں کے کنارے قومی علماء و مشائخ کنونشن کے خوبصورت بینرز لہرا رہے تھے۔ پورا شہر غیر مرئی لیکن محسوس روحانی کیفیت سے معمور تھا۔ گلاب کے غنچے جنھوں نے مادیت گزیدہ ماحول سے تنگ آ کر اپنی خوشبو تک چھپالی تھی آج روحانی پیشواؤں کے استقبال کے لئے نئے جوبن سے کھل رہے تھے۔

دوپہر 12 بجے کے قریب ہی ہوٹل کے آس پاس چہل پہل نظر آنے لگی۔ نماز ظہر ادا کر کے مندوبین نے ہال کی طرف رجوع کیا۔ 750 نشستوں کا اہتمام تھا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے ہال کھچا کھچ بھر گیا۔ انتظامیہ کے افراد نے پوری کوشش کی کہ معزز مہمانوں کو بیٹھنے کیلئے مناسب جگہ مل سکے لیکن ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ کم وبیش تین چار سو کے قریب افراد نے کھڑے کھڑے پروگرام سنا اور دیکھا۔ بہت ساری معزز ہستیاں دیر سے پہنچیں۔ ان کی خدمت میں بیٹھنے کے لئے عرض بھی کیا گیا لیکن کمال نظم و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے انھوں نے کھڑے رہنے کو ہی ترجیح دی۔

کرسی صدارت پر جانشین حضرت شیخ الاسلام امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف جلوہ افروز ہوئے۔ پونے تین بجے کے قریب کنونشن کے مہمان خصوصی میاں محمد نواز شریف صاحب ہال میں پہنچے۔ ان کے آمد کے ساتھ ہی اجلاس کی کارروائی شروع ہوگئی۔

Marfat.com

سٹیج پر صاحب صدر، مہمان خصوصی اور کنونشن کے آرگنائزر صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب کے علاوہ سینیٹر مولانا عبد الستار خان نیازی، سینیٹر راجہ ظفر الحق اور صبغۃ اللہ مجددی کے صاحبزادے رحیم اللہ مجددی تشریف فرما تھے، جبکہ مہمانان گرامی میں مسلم لیگ کی اعلیٰ سطحی قیادت کے ساتھ ساتھ مقتدر مشائخ عظام کی ایک کثیر تعداد تھی۔ پروگرام کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

تلاوت کلام مقدس کی سعادت قاری ظہور احمد ایوبی صاحب نے حاصل کی۔ بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت قاری محمد اشرف سیالوی (انگلینڈ) نے پیش کیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب محمد رضاء الدین صدیقی نے انجام دیئے۔ سب سے پہلے کنونشن کی روح رواں اور میزبان مجاہد ملت صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے اپنی کلیدی گفتگو سے سلسلہ تقاریر کا آغاز فرمایا۔

صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب

آپ نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ...... الخ، کو موضوع سخن بناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ تمام حضرات میری دعوت پر تشریف لائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے والد محترم قبلہ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ساری عمر محنت شاقہ کر کے صبح و شام اللہ کے دین کی خدمت کر کے جو نیک نامی کمائی ہے، جو احترام و اعتبار کا مرتبہ حاصل کیا ہے میں ان سے نسبت ہونے کے سبب آپ سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک جان میں جان ہے اس اعتبار کا بھرم رکھنے کی کوشش کروں گا۔ (مزید فرمایا) میں بے شمار ایسے مشائخ کے پاس حاضر ہوا جن سے پہلے میری کوئی شناسائی نہ تھی لیکن جب میں ان کے پاس پہنچا، انہوں نے جس محبت سے میرا استقبال کیا، میری دعوت کو قبول کیا، اس عنایت پر میں ہمیشہ سراپا سپاس رہوں گا۔ خصوصاً صاحبزادہ نور الحق (پشاور)، صاحبزادہ شمس الدین (مانکی شریف) نے جس محبت سے نوازا، اس کا لطف مجھے ہمیشہ محسوس ہوتا رہے گا۔ اس کے علاوہ باقی احباب نے بھی جس محبت اور الفت سے نوازا میں اس کا بھرم رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عزتوں میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

احباب ذی وقار! دسمبر 94ء میں مجھے انگلینڈ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں دیکھا کہ لوگ احتجاج کر رہے ہیں۔ میں نے ایک ساتھی سے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ جو جانور یہاں سے باہر بھیجے جاتے ہیں ان کے ساتھ ظلم ہوتا ہے۔ سڑکوں میں بریکیں لگنے سے جمپ لگتے ہیں جس سے وہ زخمی ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے پورا انگلینڈ سراپا احتجاج بنا ہوا ہے۔ غور کرو ان لوگوں کو جانوروں سے اتنا پیار ہے۔ ادھر کشمیر اور بوسنیا میں لاکھوں مسلمان ذبح ہو رہے ہیں ان کا احساس تک نہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے مسلمانوں کے بنیادی تصور پر ڈاکہ ڈالنا شروع کیا۔ مسلمانوں کے معاشرتی نظام کو تباہ کرنے کی

Marfat.com

کوشش کی۔ اس لئے آپ کو دعوت دی گئی ہے کہ عالمی سطح پر اسلام کے ساتھ جو ریشہ دوانیاں کی جارہی ہیں ان کے بارے میں سوچیں کیا ہم اپنے فرائض پورے کر رہے ہیں یا نہیں؟

دوسری گزارش یہ ہے کہ پاکستان ہمیں کسی نے تحفے میں نہیں دیا بلکہ ناموس ملت کے آبگینوں کو لٹا کر حاصل کیا ہے۔ پاکستان بنانے والے کون تھے؟ آپ تھے۔ اب آپ کہاں سو گئے ہیں جبکہ آج کل پاکستان کا حلیہ بگاڑا جا رہا ہے۔ اس دھرتی کو کس طرح بے آبرو کیا جا رہا ہے۔ پاکستان بناتے وقت ایک طرف وہ علماء تھے جو کانگریس کے پٹھو تھے اور دوسری طرف علماء حق تھے جنہوں نے قائداعظم سے یہاں تک کہا کہ اگر آپ پاکستان کے مطالبے سے دستبردار بھی ہو جائیں تو ہم دستبردار نہیں ہوں گے۔ اس لئے یہ آپ کی میراث ہے جو لٹ رہی ہے۔ آؤ ملک کی حفاظت کریں۔ وہ کانگریس کے پٹھو جو آج فوائد حاصل کرتے وقت سب سے آگے ہوتے ہیں لیکن جب اس ملک کو نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں: شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہ تھے۔ وہ تو اس ملک کی حفاظت نہیں کریں گے۔

آپ نے فرمایا ”تیسری بات جو میں میاں صاحب سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں آپ سے محبت ہے لیکن غیر مشروط نہیں بلکہ ایک شرط کے ساتھ۔ وہ شرط ہے نبی کریم ﷺ کے ساتھ دلی وابستگی۔ مجھے اسحاق ڈار نے بتایا کہ جب میاں صاحب مدینہ طیبہ حضور نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کی کہ اگر مجھے دوبارہ اقتدار کی مہلت ملی تو میں آپ کو خوش کروں گا۔

میاں صاحب! اگر یہ بات درست ہے تو آپ گنبد خضراء پر نظر رکھیں۔ ہم قدم بہ قدم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ یہ ان لوگوں کا اجتماع ہے جو ناموس نبی ﷺ کے لئے مر مٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ان عاشقان وفا کیش کی عزت و ناموس کا آپ خیال رکھیں، آپ کی پیٹھ پر کھڑا رہنا یہ اہل محبت کی ذمہ داری ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

خان محمد قادری صاحب (لاہور)

آپ نے ان اشعار سے گفتگو کا آغاز فرمایا۔

تقدیر نے جادو ہی جگایا ہے بلا کا　　خطرے میں ہے اے یار! چمن مہر و وفا کا
جلتے ہوئے دیکھے وہی معصوم شگوفے　　تھا جن کو بھروسہ تیرے دامن کی ہوا کا
نہ کہیں آگ نہ شعلے نہ دھواں اٹھتا ہے　　آہ! کس رنگ میں الفت کا نگر جلتا ہے
اشک آنکھوں سے رواں اور جگر جلتا ہے　　کیا قیامت ہے کہ برسات میں گھر جلتا ہے

Marfat.com

احباب فکر و دانش! جب کسی جنگل کے شیر گوشہ نشین ہو کر سو جاتے ہیں تو جنگل میں گیدڑ نکل آتے ہیں اور شور مچاتے ہیں کہ اس علاقے کے حاکم ہم کہلاتے ہیں۔ باغوں میں جب بلبلیں خاموش ہو جاتی ہیں، شہباز ایک طرف ہو جاتے ہیں تو کوے آ کر حاکم بن جاتے ہیں۔

چمن کو جب بھی لہو کی ضرورت پڑی　　سب سے پہلے یہ گردن ہماری کٹی
اب ہمیں سے یہ کہتے ہیں زاغ و زغن　　یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں

صاحبزادہ صاحب کے حکم پر 600 گریجویٹ علمائے کرام کی نمائندگی کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ پہلے ہم انفرادی طور پر درد دل رکھتے تھے۔ اب مشائخ کا دامن تھام کر میدان میں نکلے ہیں۔

چھوڑا نہ کبھی ہم نے تیرے پیار کا دامن　　کہتی رہی دنیا ہمیں پتھر کا پجاری

ہم مدینے والے کے دامن کو تھام کر نکلے ہیں۔ ہماری ابتدا و انتہا گنبد خضریٰ ہے۔ میاں صاحب! اگر آپ ہمارے اس نظریہ سے متفق ہیں تو آپ کو ہماری غیر مشروط حمایت حاصل ہوگی۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے　　دھر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

پیرزادہ امداد حسین صاحب (انگلینڈ)

آپ نے اپنی تقریر کا آغاز اس شعر سے فرمایا۔

ہمت کرو جوانو! کشتی بھنور سے نکلے　　کہیں ایسا نہ ہو بلبل روتا چمن سے نکلے

1947ء کو دنیا کے نقشے پر ایک اور ملک کا اضافہ ہوا جس کا نام میرا تیرا پاکستان ہے۔ اس کے دو حصے تھے: مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان۔ دونوں حصوں کے باشندوں نے ایک ساتھ رہنے کا عہد کیا تھا۔ قابل غور بات ہے کہ اس وقت کون سی طاقت تھی جس نے ہمیں اکٹھا کیا تھا اور 1971ء میں وہ قدر مشترک کیوں ختم ہو گئی۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے نظریہ پاکستان کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ ان دونوں کے درمیان جغرافیائی اعتبار سے سینکڑوں میلوں کا فاصلہ تھا، زبان میں اختلاف تھا، اگر کوئی قدر مشترک تھی تو صرف خدا اور مصطفیٰ ﷺ ایک تھے۔

پاکستان کا وجود اسلام کا مرہون منت ہے۔ اسلام نہ ہوتا تو دنیا کے نقشے پر پاکستان نہ ہوتا۔ پاکستان کا مطلب ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ قائداعظم سے پوچھا گیا کہ پاکستان کے لئے کون سا نظام وضع کیا ہے؟ فرمایا کہ ملک کے لئے نیا نظام کا فر حکومتیں بناتی ہیں ہمیں یہ طرۂ امتیاز حاصل ہے کہ ہمارا نظام 1400 سال پہلے بن چکا ہے۔ ہمارا کام نیا نظام بنانا نہیں بلکہ بنے ہوئے نظام کو نافذ کرنا ہے۔ اگر نظام مصطفیٰ ﷺ قائم کر دیا جاتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ بنگال جدا ہو جاتا۔ بلکہ عین ممکن تھا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کی برکتوں سے پورا بھارت مسلمان ہو جاتا۔

Marfat.com

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھئے منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

پاکستان میں اسلام کا نفاذ دنیا کے سیاسی حالات کے پیش نظر آسان نہیں بالخصوص روس کے ٹوٹنے کے بعد کیوں کہ ہماری حکومتیں اور ہمارا نظام غیروں کی بیساکھیوں پر چل رہا ہے اور ہم جب تک ان بیساکھیوں کو توڑ نہ لیں پاکستان اپنے قدموں پر کھڑا نہیں ہوسکتا۔ عرصہ دراز کے بعد اللہ تعالیٰ نے میاں نواز شریف کی صورت میں ہمیں ایک ایسا لیڈر عطا کیا جس نے اعلان کیا ہے کہ ہم غیروں کی بیساکھیوں پر لعنت بھیجتے ہیں اور پاکستان کو اپنے قدموں پر کھڑا کریں گے تو یہ بات غیروں کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اقتدار کے ایوانوں میں ہلچل مچ گئی۔ ایجنسیاں حرکت میں آ گئیں کہ ایسا لیڈر کہاں سے آ گیا۔ اس کو پیچھے ہٹاؤ۔ میاں صاحب! یہ آپ کے خلاف سازش نہ تھی بلکہ پورے عالم اسلام کے خلاف سازش تھی۔

انہوں نے مزید کہا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میری نظر میاں صاحب کے کارخانوں کے گرد طواف کر رہی ہے۔ مجھے دولت کی ضرورت نہیں۔ میں انگلینڈ میں ایک کروڑ ڈالر کا اسلامی ادارہ چلا رہا ہوں لیکن اس وقت میرا اپنا مکان نہیں ہے۔

یہ صدقہ ہے حضور پیر سیال لجپال کا اور میرے مرشد کریم حضرت ضیاء الامت کا۔

تیری نسبت نے سنوارا میرا انداز حیات میں اگر تیرا نہ ہوتا سگ دنیا ہوتا

مولانا فضل سبحان صاحب (مردان)

انہوں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

کہ اس پروگرام کے منعقد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان پر اس سے قبل بھی کئی نازک اور آزمائش کی گھڑیاں آ چکی ہیں لیکن اب جو آزمائش کا وقت ہے میرے خیال میں اس سے قبل نہیں آیا۔ اس وقت ملک کا یہ حال ہے کہ اسے مکمل طور پر امریکی سٹیٹ بنایا جا رہا ہے۔ ملک کے قانونی مجرموں کو امریکی عدالت میں سزا دی جاتی ہے۔ کیا یہ ہماری بے عزتی نہیں۔ کیا ہمارے ملک میں قانون کی عدالتیں اور جج نہیں۔ کیا کوئی ادارہ نہیں جس میں مجرموں کو پیش کیا جائے۔ کونسی بات میں ہم خودمختار ہیں۔ ہماری قومی غیرت کے لئے چیلنج ہے۔ اسلاف کی قربانیوں کا خون ہو رہا ہے اور اس خون کے ہوتے ہوئے ہم زندہ ہیں۔ ہم اپنی آنکھوں سے ملک کی تباہی کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کنونشن میں یہ سوچنا ہے کہ کونسی تدبیر ہے کہ ملک کو بچا سکیں۔ میں پورے صوبہ سرحد کے علماء کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ آپ ملک وملت کے لئے جو قدم اٹھائیں گے انہیں ساتھ پائیں گے۔

Marfat.com

سید حسین الدین شاہ صاحب

انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے پاکستان بنایا تھا، وہ علمائے اہلسنت تھے لیکن آج علمائے کرام، پر دینی مدارس پر، خانقاہوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ آج اس ظلم کو مٹانے کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں۔ میں مشائخ سے استدعا کروں گا کہ علمائے کرام اور بزرگوں کی خانقاہوں پر بیٹھنے والوں کی لاج رکھ لیں اور علمائے حق ہی تھے کہ بنارس سنی کانفرنس میں شریک ہوئے اور کہا کہ جو مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے گا ہم اس کو اپنے قبرستان میں دفن نہیں کریں گے، آج بھی مسلم لیگ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔

مولانا وزیر القادری (بلوچستان)

آپ نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

جب بھی جس وقت بھی دین کے خلاف کوئی سازش ہوئی تو علمائے حق میدان عمل میں کود پڑے اور دین متین کو بچالیا۔ جماعت اہلسنت آج سے نہیں بلکہ پاکستان بنانے سے پہلے بھی موجود تھی اور پاکستان بنانے میں مقدم رہی۔ ہم نے ہمیشہ کرسی کا لالچ نہیں کیا۔ ہر صاحب اقتدار کو یہی کہا کہ اگر تو نے کملی ﷺ والے کا نظام نافذ کیا تو ہم تیرے ساتھ ہیں۔ میاں صاحب! اگر آپ اسلامی نظام کا نفاذ کریں تو ہم آپ کو بھی کہتے ہیں کہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ ہمیں دولت کی ضرورت نہیں۔ ہم چٹائیوں پر بھی گزارا کرلیں گے۔ ہمیں صرف نظام مصطفیٰ ﷺ کی ضرورت ہے۔

میاں سعید احمد صاحب شرقپوری (ایم پی اے)

انہوں نے فرمایا:

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان کے بنانے میں مسلم لیگ اور علماء و مشائخ کا مرکزی کردار ہے۔ جب بھی اس کی بقا اور سلامتی کو خطرہ لاحق ہوا تو اس کے تحفظ کے لئے ہمیشہ اہلسنت میدان میں نکلے، جس کی مثال آج کا یہ عظیم الشان اجتماع ہے۔ 1933ء میں جب ہم نے محسوس کیا کہ سیاسی مذہبی جماعتیں منفی کردار ادا کر رہی ہیں تو علماء و مشائخ نے کہا کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔ اسی سلسلے میں بہت سے اجتماعات منعقد ہوئے جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دینی جماعتوں کا ووٹ مسلم لیگ کے لئے ہے۔ جب پاکستان بنانے کا وقت آیا تھا تو قائداعظم نے ہمیں دعوت دی تھی اور جب اس کی سالمیت کے تحفظ کا وقت آیا تو علماء و مشائخ نے میاں صاحب کو دعوت دی کہ آئیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ میاں صاحب! آج آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ علماء نے جس مقصد کے لئے پاکستان بنایا تھا اس کے

Marfat.com

نفاذ کے لئے آپ ہمارا ساتھ دیں۔اگر خواجہ حمید الدین سیالوی صاحب نے ہمارا ساتھ دیا تو بے نظیر کو ہٹانے میں دیر نہیں لگے گی۔

سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی

آپ یوں رطب اللسان ہوئے:

پاکستان کو بنے ہوئے آدھی صدی گزر گئی ہے۔پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے علماء کے مختلف گروہ تھے۔ایک گروہ وہ تھا جو کہتا تھا کہ پاکستان کی پ بھی نہیں بننے دیں گے۔ایک وہ گروہ تھا جو انگریز کے بوٹ چاٹ رہا تھا اور ایک وہ تھا جو قائداعظم کے ارشادات پر جانیں قربان کر رہا تھا اور آج بھی انہیں علمائے اہلسنت نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور وہ علماء جو عورت کے پیچھے لگے ہوئے ہیں ان سے بھی یہ گذارش کرتا ہوں کہ وہ واپس آجائیں ورنہ تاریخ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی اور علماء سے یہ بھی گزارش ہے کہ حجرہ کو چھوڑ کر میدان عمل میں آجائیں۔

میاں صاحب! انشاء اللہ پوری قوم آپ کے ساتھ ہے۔یہ اہل وفا کا گروہ ہے۔آپ کو دوستی کا مزہ آجائے گا۔اس سے قبل آپ کے ساتھ وہ لوگ تھے جو نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں لیکن نبی ﷺ کے ساتھ وفا نہیں کرتے۔

اب منزل قریب آچکی ہے اور وہ وقت دور نہیں کہ آپ کی سیاسی صلاحیتیں رنگ لائیں گی۔علماء کرام کا یہ اجتماع اور یہ موسم بتا رہا ہے کہ مطلع صاف ہونے والا ہے۔

صاحبزادہ فضل کریم صاحب (فیصل آباد)

آپ یوں گویا ہوئے:

اے امت مسلمہ! آج آپ کا امتحان ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس کی سربراہی کسی عورت کے ہاتھ میں ہو۔میں ان علماء سے پوچھتا ہوں جو سیاست کو پروان چڑھانے کے لئے، اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے بے نظیر کے ساتھ ہیں۔کیا پاکستان معاشی اعتبار سے کمزور ہوا یا نہیں۔پاکستان میں اسلامی شعائر کا تمسخر اڑایا گیا کہ نہیں۔قرآن کی سزاؤں کو ظالمانہ کہا گیا یا نہیں۔اے علماء و مشائخ! میدان عمل میں اترو اور بے نظیر حکومت کا خاتمہ کردو اور نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ کردو۔میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا واحد مذہب ہے جس میں سیاست سے لے کر معاشرت تک، معاشرت سے لے کر تہذیب تک، تہذیب سے لے کر تمدن تک تمام مسائل کا حل اگر کسی نے پیش کیا تو محمد عربی ﷺ کی ذات نے پیش کیا۔

Marfat.com

نواز شریف! آپکا قصور یہ تھا کہ آپ نے یہ کہا تھا کہ میں کشکول لے کر مدد نہیں مانگوں گا کیونکہ مسلمان اللہ سے مدد مانگتا ہے اور اس کے رسول ﷺ سے مدد مانگتا ہے۔ بے نظیر اگر اقتدار میں رہیں تو سندھ ٹوٹے گا۔ بے نظیر سندھ جاتی ہیں تو اس صوبے کے کاز کی بات کرتی ہیں۔ سرحد، پنجاب و بلوچستان میں ان کے کاز کی باتیں کرتی ہیں جب کہ ہم مصطفیٰ ﷺ کے کاز کی بات کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اسلام کے مخالفوں کو پاش پاش کر دیں۔

حاجی حنیف طیب صاحب (کراچی)

آپ یوں رطب اللسان ہوئے:

میاں صاحب! سامعین کے چہروں کو دیکھیں۔ ایسے نورانی چہرے آپ کو کسی اور اجتماع میں نہیں مل سکتے اور ایسی روحانی نسبتیں بھی کسی اور اجتماع میں نہیں ملیں گی۔ ان کو قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی نسبتیں حاصل ہیں۔ ایسے لوگوں کی رفاقت آپ کو دنیا میں بھی کام دے گی اور آخرت میں بھی۔

قائداعظم کوئی کم پایہ لیڈر نہیں تھے۔ لیکن اس کے باوجود مسلم لیگ کو سوچنا پڑا کہ عوامی رنگ پیدا نہیں ہو رہا۔ بالآخر طے پایا کہ نوابزادہ لیاقت علی خان کو علماء و مشائخ کے ساتھ رابطہ کرنا چاہئے۔ جب مشائخ نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی تو تحریک کا رنگ ہی نرالا ہو گیا۔ انہوں نے کراچی کی صورتحال کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ

کراچی جو پورے ملک کا 60% خرچ برداشت کرتا تھا اور صوبہ سندھ 92% خرچ برداشت کرتا تھا اب وہ جل رہا ہے۔ کوئی بھی صوبائی یا قومی حکومت اس کے جائز حقوق دینے پر توجہ نہیں دیتی۔ وہاں عالم یہ ہے کہ پولیس والے نوجوانوں کو پکڑتے ہیں اور ان کی شرٹیں اتار کر بطور پٹیاں ان کی آنکھوں پر باندھتے ہیں۔ اس حکومت کے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ پٹیاں خرید لے۔

انہوں نے کہا ''ایسے دور میں میاں صاحب نے جس حوصلے کا مظاہرہ کیا ہے کاروباری آدمی سے ایسے حوصلے کی توقع نہ تھی۔ 150 سے زیادہ مقدمات بنائے گئے۔ ان کے والد محترم کو بھی ایذا دی گئی لیکن انہوں نے ہمیشہ استقامت کا مظاہرہ کیا۔ ہمیں ان سے توقع ہے کہ وہ اسی روش پر گامزن رہیں گے۔''

میاں محمد نواز شریف صاحب

آخر میں پروگرام کے مہمان خصوصی میاں محمد نواز شریف صاحب اسٹیج پر تشریف لائے۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

مجھے خوشی ہے کہ آپ اس پروگرام میں تشریف لائے اور مجھے بھی دعوت دی۔ جو عزم اور جذبہ مجھے

Marfat.com

آپ کی تقاریر سے محسوس ہوا میں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے حوصلہ افزا ہے۔ اگر یہ جذبہ پیدا ہو گیا تو ہم ان شاء اللہ اپنے مقصد کو حاصل کر لیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ دانستہ کوئی غلطی نہیں کی۔ کوئی انسان اپنے آپ کو مکمل نہیں سمجھتا۔ بہرکیف اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اپنی رضا کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علماء حق نے آج جن جذبات کا اظہار کیا ہے میں انہیں سلام پیش کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی جو خدمت آپ نے مجھ سے لینی ہے اللہ کی توفیق سے کروں گا لیکن علماء سوء کا محاسبہ کرنا آپ کا فرض ہے۔ اگر آج اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ مجھے حاضری کی توفیق دی ہے تو آپ کو مجھ سے کام لینے کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ پاکستان اور اسلام کے لئے جو خدمت آپ مجھ سے لینا چاہتے ہیں آپ میری ڈیوٹی لگائیں۔ ان شاء اللہ میں اسے نیک نیتی کے ساتھ نبھانے کی کوشش کروں گا۔ میرے اور آپ کے نظریات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ آپ جو سوچتے ہیں اس کا اظہار آپ نے کیا۔ میرے خیالات بھی آپ کی طرح ہیں۔ ان شاء اللہ آپ کی امنگوں کے مطابق نظام قائم ہوگا۔

اس وقت ہمارے کندھوں پر سب سے بڑی ذمہ داری اس منحوس حکومت سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے۔ اس لئے میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ میدان عمل میں نکلیں اور اس وقت تک نہ بیٹھیں جب تک یہ حکومت ختم نہ ہو جائے۔

انہوں نے کراچی کی صورت حال پر حکومتی رویہ اور حکومت کی خارجہ پالیسی پر شدید تنقید کی اور علماء ومشائخ سے کہا کہ ان حالات سے نپٹنے کے لئے آپ اپنا فورم بنائیں جس کے ذریعے ہمارے ساتھ رابطہ رکھیں۔

خواجہ حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی

آپ نے نہایت اختصار کے ساتھ چند اختتامی ارشادات فرمائے۔ آپ نے فرمایا:

مجھے امید ہے آپ علماء ومشائخ کی کوششوں سے پاکستان کی تقدیر بدل جائے گی اور جلد ہی نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہوگا۔ علماء کا کردار ایسا ہونا چاہئے کہ آپ نہ بک سکیں اور نہ جھک سکیں۔ وہ علماء نہیں جو دن کو کسی اور کے ساتھ اور شام کو کسی اور کے ساتھ ہوتے ہیں اور ذاتی مفادات کیلئے ملک کو تباہ کر رہے ہیں۔ آخر میں آپ نے اجازت چاہتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

اور اس طرح دعائے خیر کے ساتھ کنونشن اپنے اختتام کو پہنچا۔

Marfat.com

فارغ التحصیل علماء کنونشن

منعقدہ بھیرہ شریف

پروفیسر حافظ احمد بخش

عظیم علمی وفکری درسگاہ ''دارالعلوم محمدیہ غوثیہ'' کا سنگ بنیاد غازی ملت، فضیلت مآب پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے 1925ء میں رکھا اور اس کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز مفکر اسلام، مفسر قرآن، عظیم سیرت نگار ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے 1957ء میں فرمایا۔

آپ نے ''الازہر'' سے فارغ ہونے کے بعد اپنی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے دین کی خدمت کے لئے وقف کرنے کا عہد کیا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے اپنی مومنانہ فراست اور دوررس نگاہوں سے یہ جان لیا تھا کہ اب ایسے نصاب تعلیم کی ضرورت ہے جو دینی و دنیوی دونوں علوم کو محیط ہو اور مستقبل کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔ جس کی تحصیل کے بعد انسان کی (دین و دنیا کی) دونوں آنکھیں روشن ہوں، جو فرنگی تہذیب کی چکاچوند سے خیرہ نہ ہوں اور جلوۂ غیر کو سامنے کی بجائے وہ خاک مدینہ ونجف کو اپنا سرمہ بنائے۔ آنے والے خطرات کا بآسانی مقابلہ کر سکے اور باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کر سکے جس کی وجہ سے باطل کو منہ کی کھانا پڑے۔

گویا آپ نے یہ نصاب مرتب فرما کر طریق شاہبازی فاش کر ڈالا۔ اسی وجہ سے دارالعلوم کے فارغ التحصیل علماء کو ''شاہین'' کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت کے علماء نے آپ کے اس بروقت اہم اقدام کو ناپسند کیا اور اس کو ''مجذوب کی بڑ'' اور ''دیوانے کا خواب'' گردانا۔ لیکن الحمد للہ آج ''دارالعلوم محمدیہ غوثیہ'' عالم اسلام کا عظیم مرکز بن چکا ہے، جس کی عظمت کے اپنے تو اپنے غیر بھی معترف ہیں کیونکہ آپ کا مرتب کردہ نصاب علوم قدیمہ وجدیدہ کا حسین امتزاج ہے اور دور حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق ہے، جس کو عالم اسلام کی تمام بڑی یونیورسٹیوں نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ گویا ''دارالعلوم محمدیہ غوثیہ'' وہ مرکز علم وعرفان ہے، جس میں رعنائی افکار کے ساتھ ساتھ لذت اسرار سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔ اس عظیم ومنفرد مادر علمی سے فیض یاب ہونے والوں کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی ہے لیکن باقاعدہ سند یافتہ علماء کرام ساڑھے پانچ سو کے قریب ہیں جو مختلف شعبوں میں بحسن وخوبی اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

اس ''چشمہ صافی'' سے فیض یافتہ علماء حضرات کا ہر دو سال بعد کنونشن منعقدہ ہوتا ہے۔ جس میں یہ

Marfat.com

مستقبل کے لئے لائحہ عمل وضع کرتے ہیں اور آنے والے خطرات کی نشاندہی کر کے ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے اپنے آپ کو ہمہ وقت خدمت اسلام کے لئے مستعد رکھتے ہیں۔

امسال بھی 22، 23، 24 نومبر 1997ء کو یہ کنونشن ''مرکز علم و دانش'' میں انعقاد پذیر ہوا۔ شاہین صفت فارغ التحصیل علمائے کرام کے استقبال کے لئے خوبصورت اور دلکش آویزاں استقبالیہ بینرز ''دارالعلوم'' کے حسن کو چار چاند لگا رہے تھے۔ ہر طرف بہار کا سماں تھا۔ ضیاء الامت کی ضیاء پاشیاں دعوت نظارہ دے رہی تھیں۔

استقبال کرنے والے طلباء کے دلوں میں خوشی کے عجب جذبات مچل رہے تھے کہ وہ ''غزالی وقت'' سے شرف تلمذ حاصل کرنے والے اپنے برادران گرامی سے ملاقات کا شرف حاصل کریں گے اور اپنے دلوں کی تسکین کا سامان فراہم کریں گے۔ تشریف لانے والے علماء کرام کے چہرے علم و آگہی کے نور سے چمک رہے تھے اور ان سے وفور جذبات میں محبت کی فراوانیاں جھلک رہی تھیں۔ ''العلماء ورثة الانبیاء'' کے مصداق علمائے کرام کے قدم کشاں کشاں اپنی اس ''مادر علمی'' کی طرف کھنچے چلے آرہے تھے جس میں انہوں نے اپنی زندگی کا ایک قیمتی حصہ گذارا۔ ان کے دلوں میں یہ آرزو چٹکیاں لے رہی تھی کہ ہم اپنے مربی و محسن حضور ضیاء الامت مدظلہ العالی کی شراب دید سے شاد کام ہوں گے، اپنے مشفق اساتذہ کرام کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور عزیز طلباء ساتھیوں سے جو اس مرکز علم و دانش سے فیض یاب ہو رہے ہیں شناسائی ہوگی۔

پہلی نشست 22-11-97 بروز ہفتہ بعد نماز عشاء

اس کا آغاز رب قدوس کے مقدس کلام سے ہوا۔ اس کے بعد نعت شریف کا ہدیہ بحضور تاجدار عرب و عجم ﷺ پیش کیا گیا۔ یہ نشست خالصتاً تعارفی تھی۔ اس میں راقم (پروفیسر احمد بخش) نے کنونشن کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا اور مستقبل کے چیلنجز کا جوانمردی سے مقابلہ کرنے کو کہا۔

اس نشست میں مختلف شعبہ ہائے حیات میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والے علماء حضرات میں سے بعض نے اپنے شعبہ کی نمائندگی کی جن میں آرمی سے کیپٹن مظفر علی شاہ صاحب، شعبہ تدریس سے جناب علامہ محمد اکرم صاحب الازہری، شعبہ تبلیغ و ارشاد و خطابت سے جناب علامہ خان محمد قادری صاحب اور انتظامی امور کے شعبہ سے جناب مولانا محمد انور قریشی صاحب شامل ہیں۔ صلوٰۃ و سلام کے ساتھ یہ نشست برخاست ہوئی۔

درس قرآن 23-11-97 اتوار

فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد تمام علمائے کرام و طلباء دارالعلوم الفرید آڈیٹوریم کا رخ کر رہے

Marfat.com

تھے۔ کیونکہ ان کے دل میں یہ آرزو مچل رہی تھی کہ ہم اپنے عظیم دارالعلوم کے عظیم سابق شیخ الحدیث جناب عزت مآب حضرت علامہ مولانا محمد معراج الاسلام مدظلہ العالی کا دیدار بھی کریں گے اور ان کا درس قرآن بھی سنیں گے۔ تلاوت و مدحت کے ساتھ اس مقدس محفل کا آغاز ہوا۔ بعدازیں دارالعلوم کے سابق شیخ الحدیث صاحب نے ''ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة'' کو موضوع سخن بنایا اور دورِ حاضر میں تبلیغ وارشاد کی اہمیت پر شستہ گفتگو فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ مغربی تہذیب جس کے پیچھے ہماری نوجوان نسل لگی ہوئی ہے یہ تو سراب کی مانند ہے۔ یہ تہذیب نہیں بے حیائی ہے اور مغرب کا تمدن نہیں بلکہ جنگل کا قانون ہے۔ اگر آج مغرب کے ہاتھ میں مادی آلات ہیں تو تمہارے پاس بھی روحانی آلات کا ہونا لابدی ہے۔ اگر اس کے پاس ٹی وی کے چینلز ہیں تو تمہارے پاس بھی دل کا چینل ہونا چاہئے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ جب مبلغ کے پاس بہت سارے لوگ جمع ہوں اس کے لئے یہ مرحلہ نازک ہوتا ہے۔ اس کے دل میں رشک وحسد کے جذبات ابھریں تو سمجھ لینا کہ وہ دعوت الی اللہ نہیں بلکہ دعوت الی النفس دے رہا ہے۔ دعائے خیر کے ساتھ یہ مقدس محفل اختتام پذیر ہوئی۔

دوسری نشست

ساڑھے نو بجے صبح منعقد ہوئی۔ تلاوت وگلدستہ عقیدت کے بعد تمام حاضرین وسامعین کی نظریں سٹیج پر لگی ہوئی تھیں اور وہ اپنے دل کی دھڑکن، امیدوں کے مرکز اور حضور ضیاء الامت مدظلہ العالی کے خلف الرشید مجاہد تحریک ختم نبوت، جگر گوشہ ضیاء الامت، کوکب فلک کرم، نباض عصر عزت مآب جناب صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب دامت برکاتھم العالیہ کے دیدار سے اپنے بے چین دلوں کو سامان نشاط فراہم کررہے تھے۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب نے اس مجلس میں کلیدی خطاب فرمایا:

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین و علی الہ

واصحابہ اجمعین اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل ان صلوٰتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین صدق اللہ مولانا العظیم۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے شاہین صفت علماء وفضلاء!

حضور ضیاء الامت نے مصر سے واپسی پر عہد کیا تھا کہ میں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے

Marfat.com

پیارے محبوب ﷺ کے دین کی سربلندی کے لئے اس انداز سے بسر کروں گا کہ میری وساطت سے امت کے نونہالوں کو علم کی روشنی حاصل ہو اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔ نیز امت مسلمہ کے وہ طبقے جو ایک دوسرے سے ظاہری طور پر دور دور نظر آتے ہیں وہ قربتوں کے امین بن جائیں۔

زمانہ گواہ ہے، آپ نے اس وعدے کو احسن انداز میں نبھایا۔ علم کی وہ شمع جو آپ نے 1957ء میں جلائی تھی آج ماہ کامل کی صورت میں ایک جہان کو روشن و منور کر رہی ہے۔ پانچ طلبہ اور مسجد سے متصل ایک چھوٹے سے کمرے سے ابتداء کرنے والی اس مادر علمی کی کیفیت اب یہ ہے:

☆ مرکزی ادارہ کے علاوہ تقریباً 25 تعلیمی ادارے مرکز سے وابستہ ہیں اور وہ ادارے جو ہمارے باقاعدہ نظام میں مربوط نہیں بلکہ انہیں حضور ضیاء الامت مدظلہ العالی کی سرپرستی حاصل ہے وہ اس کے علاوہ ہیں۔

☆ باقاعدہ مربوط اداروں میں تقریباً 3500 طلبہ زیر تعلیم ہیں جن کے قیام و طعام کا بندوبست اداروں کے ذمہ ہے۔

☆ ان اداروں میں 148 اساتذہ تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

☆ اساتذہ کے علاوہ چھوٹے عہدوں پر 80 کے قریب افراد کو روزگار حاصل ہے۔

☆ مرکزی ادارہ اور اس کی ذیلی شاخوں سے 518 سند یافتہ فارغ التحصیل علماء مختلف شعبہ ہائے حیات میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

☆ ان میں سے 125 کے قریب دینی مدارس میں، 100 کے قریب گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں میں، 55 افراد پاک فوج میں، 10 افراد شعبہ صحافت و تحقیق میں ...... اور باقی...... 225 کے قریب پرائیویٹ سیکٹر میں متفرق عہدوں پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں جن سے ایک اندازے کے مطابق 40000 کے لگ بھگ افراد براہ راست استفادہ کر رہے ہیں۔

☆ جملہ اداروں کی عمارات دیدہ زیب اور جاذب قلب و نظر ہیں۔ ان جملہ اداروں کا سالانہ بجٹ تقریباً دو کروڑ ہے۔

حضور ضیاء الامت نے اپنی توجہات صرف ایک تعلیمی ادارے پر ہی مرکوز نہ کیں بلکہ امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا جائزہ لے کر تصنیف و تالیف اور صحافت کے میدان میں بھی اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

تفسیر ضیاء القرآن، سیرت رسول ﷺ کے موضوع پر ضیاء النبی ﷺ، فتنہ انکار سنت کے رد میں سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مختلف اہم ترین موضوعات پر سینکڑوں مقالات آپ کی وہ

Marfat.com

عظیم کامرانیاں ہیں جن کا ایک زمانہ معترف ہے۔

اہلسنت و جماعت جب صحافت کے میدان میں مسکینی کی زندگی بسر کر رہے تھے آپ نے اس وقت ماہنامہ ضیائے حرم کا اجراء کر کے اپنے ادارتی مضامین میں ظالم و جابر حاکمان وقت کے سامنے کلمہ حق بلند کیا اور اہلسنت کے سر فخر سے بلند کر دیئے۔ ان ساری مصروفیات کے باوجود ملکی یا عالمی سطح پر آپ کو جب بھی کسی اہم دینی کام کے لئے دعوت دی گئی تو آپ نے مصروفیات کا بہانہ بنا کر اس سے انکار نہیں کیا بلکہ ہر چیلنج کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور، قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد، جامعہ اسلامیہ انٹرنیشنل اسلام آباد کے سنڈیکیٹ کی ممبر شپ کے علاوہ مختلف سفارشاتی کمیٹیوں اور کمشنوں میں بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ سے سپریم کورٹ تک اور ملکی اداروں سے عالمی دار المال الاسلامی تک آپ نے ہر جگہ اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔

آپ نے اپنی سرگرمیوں کو نہ صرف علمی کاوشوں تک محدود رکھا بلکہ وقت آنے پر مختلف سیاسی تحریکوں میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ اس راستہ میں قید و بند کی مشقتیں بھی برداشت کیں اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ بنفس نفیس پی این اے کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کی نشست کے لئے الیکشن مہم میں شامل ہو گئے لیکن ضیاء الحق کے مارشل لاء کے باعث وہ الیکشن نہ ہو سکے۔ یہ ہمہ جہت کامیابیاں اور کوششیں ایک شخصیت کی ہیں اور اپنی جملہ روحانی و نسبی اولاد کو دعوت فکر دے رہی ہیں کہ ہر منزل پر میرے نقوش پا مرتسم ہیں، اے میری آنے والی اولاد ان سب راستوں کو تم نے اپنی جہد عمل سے روشن کرنا ہے ۔

آنے والو! دل جلا کر ظلمتوں کے دور میں   ہم نے جو رستہ بنایا کہکشاں ہو جائے گا

میں اپنے سارے بھائیوں سے جو یہاں تشریف فرما ہیں یا کسی وجہ سے نہیں آ سکے، پوری دیانتداری سے وعدہ کرتا ہوں کہ حضور ضیاء الامت نے ہمارے لئے جو راہ عمل متعین کی ہے میں اس پر گامزن رہوں گا اور اس مقدس مشن سے کبھی بے وفائی نہیں کروں گا جس کی امانت مجھے سونپی گئی ہے۔

آج ہم یہاں اس لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ مل بیٹھ کر سوچیں اور فیصلہ کریں کہ بہتر مستقبل کے حصول کے لئے کس انداز سے کام کرنا چاہئے۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے قابل فخر فضلاء اور حضور ضیاء الامت مدظلہ الاقدس کی آنکھ کے تارو!

عالمی حالات بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں، قومیں اپنے اپنے مقصد کے حصول کے لئے پوری جانفشانی سے سرگرم عمل ہیں۔ خود اسلامی ممالک میں نئی سے نئی تحریکیں جنم لے رہی ہیں۔ جہاد کے حوالے سے اسلحے کے انبار اکٹھے ہو رہے ہیں۔ وسائل کو سمیٹنے کے لئے نئے سے نئے حربے استعمال ہو رہے ہیں۔ لیکن ایک سواد اعظم اہلسنت و جماعت ہے کہ جن میں حرکت کم اور ان کے کام کی رفتار سست

Marfat.com

ہے۔ یہ بات بے شک خوش آئند ہے کہ اہلسنت کی صفوں سے بھی کچھ نئی تحریکیں ابھری ہیں جنہوں نے نوجوان نسل کی توجہ اپنی جانب مبذول کی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک کمزوری بھی در آئی ہے کہ ان میں باہمی وحدت عمل کی بجائے مخاصمت و مخالفت کے جذبات پروان چڑھ رہے ہیں۔ ان بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا ہے کہ ہم بھی اپنے عملی اور فکری جمود کو توڑ کر حالات کے تقاضوں کے مطابق قوم کی رہنمائی کریں۔ بے شک اس سلسلہ میں رکاوٹیں بھی ہیں، عملی مشکلات بھی ہیں۔ لیکن واضح رہے، کام کرنے سے ہوتا ہے۔ محض گفتگو اس کا کوئی حل نہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے کہنے دیجئے کہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے جملہ متعلقین ایک فیملی یا خاندان ہیں۔ اس خاندان کے کسی فرد کو تکلیف ہوتی ہے تو یہ ہم سب کی تکلیف ہے۔ اس خاندان کے بچوں، بچیوں کی کفالت، ان کی اعلیٰ تعلیم اور ان کے سنہرے مستقبل کا تحفظ یہ ہم سب کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

میرے عزیز بھائیو!

آپ جس جگہ اور جہاں بھی کام کر رہے ہیں آپ اس خاندان کی روح رواں ہیں۔ آپ کے بچے اگر ذہین ہیں، وہ زندگی کے اعلیٰ میدانوں میں جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن آپ کے پاس وسائل نہیں تو یہ صرف آپ کا المیہ نہیں بلکہ ہم سب کے لئے سوہان روح ہے۔ ہم میں سے خدانخواستہ کسی کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے۔ حادثہ کا شکار ہونے والے کے بچوں کے ہم سب وارث ہیں۔ دارالعلوم کا پورا خاندان وارث ہے۔ میں آپ کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ اس موضوع پر آپ سوچیں اور بہتر مستقبل کے لئے اپنی آراء سے نوازیں۔

اگرچہ میرے بعض دوستوں نے مخالفت کی لیکن میں نے آج سے تین سال قبل "الکرم ویلفیئر فنڈز" کے قیام کا اعلان کیا۔ مجھے اس مسئلہ میں اب انتہائی پذیرائی مل رہی ہے اور ان شاء اللہ 2000ء تک ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ ہمارے بچے کسی کے محتاج نہیں رہیں گے۔

برادران اسلام!

ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے تقویم کے سال، ہجری کے حوالے سے چلتے ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ دنیا پر مغرب کا تسلط ہے اور سارا نظام انہی کی تقویم کے حوالے سے چل رہا ہے۔ اس تناظر میں پوری دنیا میں اکیسویں صدی کا شور ہے۔ ممالک اور قومیں اکیسویں صدی میں داخلے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ میں نے بھی اس سلسلہ میں ایک پروگرام سوچا ہے کہ دارالعلوم اکیسویں صدی میں داخل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے خود کفیل ہو۔ میں نے اپنے مخالف مکاتب فکر کے اداروں کا جائزہ لیا ہے۔ وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔ اس سلسلے میں کئی عملی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مجھے قوی توقع ہے

Marfat.com

کہ آپ میرے ساتھ بھرپور تعاون کریں گے۔ صرف معاشی کفالت حاصل کر لینا ہی کامیابی نہیں۔ یہ تو محض ایک ذریعہ ہے کام کرنے کا۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم جہاں جہاں بھی سرگرم عمل ہیں اپنے کام میں مزید خلوص پیدا کریں۔ زیادہ لگن اور محنت کے ساتھ اپنے اہداف حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ عربی مدارس یعنی ہمارے اپنے اداروں میں کام کرنے والے اساتذہ اپنے بچوں کی بہتر سے بہتر انداز میں تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں۔ آپ ہی یقیناً وہ افراد ہیں جن پر ہماری ساری تحریک کا دارومدار ہے۔ آپ کو معاوضے کم ملتے ہیں، آپ کو ذہنی مشقت زیادہ برداشت کرنا پڑتی ہے۔ لیکن یاد رکھیں آپ نبی ﷺ کے تعلیمی مشن کے اصلی وارث ہیں۔ خداوند قدوس آپ کو ہمیشہ اپنی برکات سے نوازتا رہے۔

میرے جو بھائی سکولوں، کالجز اور یونیورسٹیوں میں تعلیم دے رہے ہیں ان کی ذمہ داریاں بھی کم نہیں۔ وہ جہاں بھی ہیں قوم کے بچوں پر اپنی تربیت کے مستحکم نقوش چھوڑیں۔

ہماری افواج پاکستان میں بے شک ہمارے ساتھ ناانصافیاں ہو رہی ہیں۔ لیکن یہ اجتماعی مسئلہ ہے۔ ہم نے اس موضوع پر ماہنامہ ضیائے حرم کے نومبر کے شمارہ میں اپنا موقف کھل کر پیش کیا۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ محنت، لگن اور کوشش کے ساتھ اپنا وجود منوائیں تاکہ پاک فوج کی اعلیٰ قیادت آپ کے ادارے کے بارے میں اعلیٰ تصورات قائم کر سکے۔ چھوٹی چھوٹی تنظیمیں اور جماعتیں اپنا لٹریچر فروخت کر کے اپنے آپ کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ہم بہت بڑا کنبہ ہیں، ہم میں سے بہت سے دوست دوسری تنظیموں کا لٹریچر بھی فروخت کرتے ہیں۔ دیگر اداروں کے لئے فنڈز اکٹھا کرنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں لیکن اپنے گھر کے بارے میں اکثر وہ خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ حضور ضیاء الامت نے آپ کی جو تربیت کی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم سفیروں کی طرح لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے پھریں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنے ادارہ کو آباد کرنے کے لئے کسی کو تعاون کی اپیل بھی نہ کریں۔ آپ کا مرکزی ادارہ آپ کے جملہ ذیلی ادارے، تفسیر ضیاء القرآن، ماہنامہ ضیائے حرم، ضیاء النبی ﷺ اور دیگر لٹریچر آپ کے تعاون کے منتظر ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ ادارہ کا ہر فارغ التحصیل عالم اپنے حلقہ اثر میں اپنا لٹریچر یعنی ضیاء القرآن کی مطبوعات بھی متعارف کرائے گا اور زیادہ نہیں تو کم از کم پانچ عدد ضیائے حرم کے شماروں کی ایجنسی کا اہتمام کرے گا۔ خداوند قدوس آپ کا حامی وناصر ہو اور مجھے بہتر سے بہتر انداز میں آپ کی خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے۔

قبلہ صاحبزادہ صاحب کے پرتاثیر کلیدی خطاب کے بعد فارغ التحصیل علماء میں سے بعض نے تجاویز پیش کیں۔ صلوٰۃ وسلام کے ساتھ اس محفل کا اختتام ہوا۔

Marfat.com

تیسری نشست

(بعد نماز ظہر) کا آغاز رب قدوس کے پاک کلام اور نعت حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء سے ہوا۔ اس میں قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں شعبہ تاریخ کے ڈین جناب ڈاکٹر محمد اسلم صاحب سید نے ''اسلامی تعلیمات کے بارے میں ہمارا رویہ معذرت خواہانہ کیوں ہے۔'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ انہوں نے تاریخی حقائق کے آئینے میں ہمیں بتایا کہ یہ سائنس جس سے ہم مرعوب ہیں، ہمارے آباؤ اجداد کا ورثہ ہے۔ ساتویں صدی عیسوی سے لے کر تیرہویں صدی عیسوی تک مسلمانوں نے سائنسی انکشافات میں ایک دھوم مچا رکھی تھی۔ سائنس کو بنیادیں تو اسلامی دور میں عطا ہوئیں۔ گویا یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے سائنس کو فکری انداز سے نکال کر تجرباتی بنیادوں پر استوار کیا۔ یہ وہ دور تھا جب یورپ پورا جہالت کے سمندر میں غلطاں و پیچاں تھا۔ انہوں نے دعوت فکر دیتے ہوئے مزید کہا کہ قرآن کریم کی 6666 آیات میں سے 756 (نواں حصہ) آیات مظاہر فطرت، تخلیق ارض وسماء، موسموں کے تغیر و تبدل، گردش لیل و نہار، سمندروں، بادلوں، چاند، سورج، ستاروں نیز وہ قوانین جو ان میں مضمر ہیں کے بارے میں سوچنے کی دعوت دیتی ہیں۔ گویا وہ بزبان اقبال علیہ الرحمہ حاضرین و سامعین میں سے ہر ہر فرد کو جھنجھوڑتے ہوئے یہ کہتے دکھائی دے رہے تھے:

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

جناب ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ''دار العلوم'' کا نصاب دیکھ کر مجھے انتہائی مسرت ہوتی ہے، کیونکہ اس میں بہترین تاریخی و علمی کتب کو منتخب کیا گیا ہے۔ صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

چوتھی نشست

(بعد از نماز عشاء) عشاء کے وقت کائنات کے پالنہار جل شانہ کے حضور اپنی عاجزی کا اظہار کرنے کے بعد تمام حضرات کا رخ پھر الفرید آڈیٹوریم کی طرف تھا۔ تلاوت آیات و ہدیہ نعت کے بعد جس شخصیت کو خطاب کے لئے دعوت دی گئی وہ ایک فرد نہیں بلکہ تحریک ہیں۔ جن کے دل میں درد محبت بھی ہے اور غم ملت سے بھی آشنا ہیں۔ جن کی پیشانی علم کے نور سے اور دل عشق رسول ﷺ سے فروزاں ہے اور جو کئی کتاب کے مصنف بھی ہیں اور مترجم بھی۔ میری مراد حضرت علامہ مولانا یادگار

Marfat.com

اسلاف، فضیلت ماب جناب مفتی محمد خان صاحب قادری دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ انہوں نے اہلسنت کے موجودہ علمی کام کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ الحمد للہ پاکستان سمیت سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک میں اہلسنت کا تحقیقی و علمی کام جاری و ساری ہے۔ انہوں نے ''دارالعلوم'' کے فارغ التحصیل ''شاہینوں'' کو دعوت فکر دی کہ اب نئے لٹریچر کی ضرورت ہے۔ اس لئے انہوں نے زور دیا کہ نئی کتب تصنیف کی جائیں۔ نئے اور عمدہ حاشیے تحریر کئے جائیں۔ تراجم کا بندوبست کیا جائے۔ تحقیقی مراکز قائم کئے جائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ دور سائنس و ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ آج بغیر دلیل کے کوئی بات قابل تسلیم نہیں۔ اس لئے اپنے ذہن کو وسعت دو اور ہر بات قرآن و حدیث کی روشنی میں کرو۔

اس نشست میں ایک مشاورتی کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے دوسرے دن 24 نومبر صبح کافی دیر تک باہمی مشاورت کے بعد لائحہ عمل تیار کیا۔ اس کمیٹی نے شعبہ تحقیقات، شعبہ دعوت وارشاد اور خود کفالتی فنڈ کے لئے عملی اقدامات کی منظوری دی اور ان میں اہداف کے حصول کے لئے جماعت جند اللہ کی ضلعی سطح پر تنظیم سازی کا حتمی فیصلہ بھی دیا، جس کا اعلان قبلہ صاحبزادہ صاحب نے اپنے الوداعی خطاب میں فرمایا۔ بعد میں (شاہین صفت علماء) کو نئے جوش و جذبہ اور نئی امنگوں کے ساتھ الوداع فرمایا۔

المختصر ''فارغ التحصیل علماء کنونشن'' ہر لحاظ سے کامیاب رہا اور شکریہ کے مستحق ہیں وہ طلباء جنہوں نے اپنے آرام کو تج کر کے آنے والے معزز مہمانوں کی خدمت کی اور کنونشن کو کامیاب کیا۔

امریکہ سے ایک نومسلم کا خط

کیلی فورنیا (امریکہ) کے مشہور سیاح مسٹر ڈیوڈ ایف سمتھ، جنہوں نے سائیکل پر ساری دنیا کا چکر لگایا انہوں نے حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ حضرت پیر صاحب نے ان کا اسلامی نام محمد عابد داؤد رکھا۔ کچھ عرصہ قبل انہوں نے راقم کو ایک طویل خط لکھا جس کے بعض حصوں کا ترجمہ قارئین کی ضیافت طبع کے لئے حاضر ہے:

(عابد نظامی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسٹر نظامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مجھے یقین نہیں کہ آپ نے مجھے یاد رکھا ہو۔ آپ بے حد مصروف رہتے ہیں۔ ایک عظیم الشان اسلامی ماہنامے کی خدمت و اشاعت اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی معاونت، مصروفیت اور ذمہ داری کے کام ہیں۔ میں آپ کو اپنی تصویر بھیج رہا ہوں۔ تصویر میں میرے

Marfat.com

ساتھ میری دس سالہ بچی...... ہے۔امید ہے کہ آپ مجھے پہچان لیں گے۔

مائی ڈیئر نظامی! پاکستان میں میرے مسلمان بھائیوں کا کیا حال ہے؟ مجھے افسوس ہے کہ میں گزشتہ سال رمضان شریف کے پورے روزے نہ رکھ سکا تھا۔ البتہ اس سال میں نے پورے روزے رکھے ہیں۔ گذشتہ سال بعض روزے چھوٹ جانے کی وجہ یہ تھی کہ میں یورپ کے بعض ملکوں کا سائیکل پر سفر کر رہا تھا لیکن کیلی فورنیا پہنچتے ہی میں نے روزے رکھے اور تیس پورے کر لئے۔ الحمد للہ! آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ مسلم برادری کے درمیان رہتے ہیں۔ اس سے خود بخود اسلامی احکامات کو بجا لانے کی تحریک ہوتی رہتی ہے۔ جب میں پاکستان سے روانہ ہوا تھا تو میں نے بیلجیئم سے برطانیہ تک ہوائی سفر کیا۔ پھر کولمبیا کینیڈا گیا اور وہاں سے بذریعہ سائیکل ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ لاس اینجلس گیا۔ اس سفر سے میں اس قدر لطف اندوز ہوا کہ اسے بیان کرنا مشکل ہے۔

لاس اینجلس میں میں نے کچھ عرصہ گوشت اور سمندری جانوروں سے خوراک تیار کرنے والی کمپنی میں کام کیا۔ یہاں قریب ہی ایک مسجد تھی جہاں میں باقاعدگی کے ساتھ ہر روز نماز پنجگانہ ادا کرتا رہا۔ مسٹر نظامی! میں بتا نہیں سکتا کہ مسجد میں اللہ تعالیٰ کے حضور سر نیاز جھکا کر مجھے کتنا لطف اور سکون حاصل ہوتا تھا۔

لاس اینجلس سے واپسی پر مجھے بڑی فکر تھی کہ راستے میں مسجد میں باجماعت نماز نہیں مل سکے گی، تاہم میں سب نمازیں ادا کرتا رہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہاں میرے گھر کے قریب مسجد ہے جو زندگی کا محور ہے۔ میں صبح اذان سنتے ہی بیدار ہو جاتا ہوں اور نماز کے لئے مسجد میں چلا جاتا ہوں۔ ہر جمعہ کی شب مسجد میں اجتماع ہوتا ہے جس میں کوئی ایک اسلامی بھائی اسلام کے بارے میں بات چیت کرتا ہے۔ اس سے ہمیں اسلام کی کافی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس جمعہ کی شب ایک مقرر نے عربی زبان میں تقریر کی۔ ساتھ مترجم بھی تھی۔ 11 اردو مترجم اور 5 انگلش مترجم۔

مسجد میں اجتماعی بات چیت کے بعد ہم سب اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔ اسی طرح ہفتے میں ایک بار ہم کسی دوسری مسجد میں بھی جاتے ہیں اور وہاں کے مسلمانوں سے تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ جو مسلمان مسجد میں نہیں آتے ہم ان کے گھر چلے جاتے ہیں اور انہیں محبت سے مسجد میں آ کر نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس جگہ جہاں میں رہتا ہوں تقریباً 20 ہزار مسلمان رہتے ہیں لیکن آپ کو یہ سن کر افسوس اور حیرانی ہوگی کہ جمعہ کی نماز میں صرف چار سو مسلمان آتے ہیں اور فجر اور عشاء کی نماز میں تو پانچ دس سے زیادہ نمازی نہیں ہوتے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے مسلمان جو امریکہ آئے ہوئے ہیں لالچ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ایک مسلمان جو میرے کمرے میں رہتا ہے، شراب خانے جاتا

Marfat.com

ہے۔(اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے اور ہدایت دے) ستم یہ ہے کہ شراب خانے کا مالک بھی ایک مسلمان ہی ہے۔شراب خانے کا مالک نماز نہیں پڑھتا لیکن رمضان شریف کے ماہ میں روزے رکھتا ہے۔یہ دوعملی مجھے حیران کر دیتی ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد میری زندگی میں جو عملی تبدیلی رونما ہوئی ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ قبول اسلام سے پہلے میرا جمعہ کا دن ایسے دوستوں کی محفل میں گزرتا تھا جو شراب اور سگریٹ نوشی کے رسیا تھے اور جہاں جمعہ کے دن جام پر جام لنڈھائے جاتے تھے۔

لیکن اب میرا جمعہ کا دن مسجد میں گزرتا ہے۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ اس تبدیلی سے مجھے کتنا ذہنی اور جسمانی سکون ملتا ہے۔ میں ہر روز اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ میرے گھر والوں، عزیزوں اور دوستوں کے پاس ایسے ٹھوس دلائل نہیں ہیں، جن سے وہ مجھے اس بات پر قائل کر سکیں کہ میں نے عیسائیت کو ترک کر کے کسی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ دراصل امریکہ میں ہر آدمی قانوناً اپنی پسند کا مذہب اختیار کر سکتا ہے۔ البتہ کسی کو تبلیغ کی اجازت نہیں ہے۔ ہر آدمی اپنے حال میں مگن اور خوشحال زندگی کے لئے کوشاں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ لوگ مذہب کو محض فلسفہ خیال کرتے ہیں۔ لوگ مجھ سے اسلام کے بارے میں سوال نہیں کرتے، تاہم مجھ سے اسلام کی تبلیغ کے لئے جو کچھ ہو سکا ضرور کروں گا۔ ان شاء اللہ میں ان لوگوں کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ آگے اللہ مالک ہے۔

گذشتہ دنوں میں نے ان چار امریکیوں سے دلچسپ بات چیت کی، جو مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ عیسائی ہو گئے ہیں۔ ابتدائی بات چیت کے بعد میں نے انہیں اسلام کے بارے میں چند کتابیں دیں، انہوں نے مجھے عیسائیت کے بارے میں لٹریچر دیا۔ ان چیزوں کے مطالعہ کے بعد ہم اکٹھے ہوئے۔ میں نے ان کے سامنے اسلام کی حقیقی تصویر پیش کی۔ اگرچہ ان لوگوں کے پاس کوئی سوال نہ تھا، تاہم انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ میں دنیا کے مختلف حصوں میں گیا ہوں اور وہاں کے مسلمانوں سے ملا ہوں۔ ان ملکوں میں مراکو، ٹوگو، لیبیا، مصر، ایتھوپیا، ارٹیریا، سعودی عرب، اردن، لبنان، شام، کویت، ایران، پاکستان، بھارت، تھائی لینڈ، ویت نام، کمبوڈیا، ملائیشیا اور انڈونیشیا شامل ہیں۔ میں ان ملکوں میں مساجد میں بھی گیا ہوں اور مسلمانوں سے دینی گفتگو کی اور ان کے نقطہ نظر کو جانچا۔

جب میں امریکہ میں پہلی بار مسجد میں گیا، تو میں نے تین مصری لڑکوں کو دیکھا جو جگہ نہ ہونے کے باعث مسجد میں رہتے تھے۔ اس وقت ان کے پاس تھوڑی سی رقم تھی اور وہ بے کار تھے۔ دو ماہ تک وہ اسی مسجد میں رہے اور پھر انہیں وہ مسجد چھوڑنا پڑی۔ میں نے دو بیڈ کا ایک کمرہ ڈھونڈا اور ہم سب اس

Marfat.com

میں رہنے لگے۔ بعد میں ایک لبنانی مسلمان بھی ہمارے ساتھ مل گیا۔ گویا دو بیڈ کے کمرے میں ہم پانچ مسلمان تھے۔ امریکن سٹینڈرڈ کے لحاظ سے یہ ناکافی تھا لیکن میرے لئے یہ اس اعتبار سے اچھا رہا کہ ان لوگوں کے ساتھ ایک فیملی کی طرح رہنے کا موقعہ ملا۔ یہ تمام عربی بولتے تھے۔ اس طرح مجھے بھی عربی بولنی آ گئی۔ میں یہاں آ کر دوبارہ امریکن معاشرے میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکا۔ دراصل میں اس معاشرے کو قطعی پسند نہیں کرتا جس کو میں چھوڑ چکا ہوں۔ مجھے اسلامی معاشرہ پسند ہے جہاں ہر طرف اسلام کے عملی مظاہر نظروں کے سامنے ہوں۔ اس کے برعکس امریکہ میں کھلم کھلا لالچ ہے۔ یہاں لوگ وہی کچھ کرتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔

فیملی کے بغیر کوئی زندگی نہیں، میں ان شاء اللہ کنبہ بناؤں گا لیکن مغربی معاشرے میں نہیں۔ اس کے لئے مجھے ایک مسلم معاشرے کی تلاش ہے۔ میرا ایک ساتھی عنقریب کویت جا رہا ہے۔ وہاں وہ میرے لئے نوکری تلاش کرے گا۔ میرا ارادہ وہاں ایک سکول میں داخل ہونے کا ہے جہاں انگلش بولنے والے مسلمانوں کو پڑھایا جاتا ہے۔ اگر مجھے شرق اوسط میں کام مل گیا تو پھر میں دوسرے اسلامی ممالک کا بھی دورہ کروں گا اور حالات کا جائزہ لوں گا۔ اگر کویت میں داخلہ اور کام نہ ملا تو پھر اگلے سال رمضان کے بعد اپنا سفر شروع کروں گا۔ اس دفعہ میرا ارادہ ہے کہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کا مطالعہ کروں۔ میں افریقہ، مشرق وسطیٰ، پاکستان، بھارت، ملائیشیا اور انڈونیشیا بھی جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کہیں نہ کہیں میرے رہنے کے اسباب پیدا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری راہنمائی فرمائے۔ آپ اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ بھی میرے لئے دعا فرمائیں۔

والسلام

آپ کا مخلص

محمد عابد داؤد

کیلی فورنیا (امریکہ)

Marfat.com

ایک دینی سفرنامہ

تحریر: محمد ظریف

یوں تو ماہنامہ ضیائے حرم گزشتہ سولہ برس سے برطانیہ کے تاریک گوشوں میں روشنی کے ایک مینار کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے اور اس کے قارئین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور جماعت جند اللہ (انگلستان) اس محبوب مجلّہ کو ملک بھر کے خواندہ حضرات تک پہنچانے میں ہمہ وقت دلجمعی کے ساتھ کوشاں ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ میں ضیائے حرم کی حقیقی خدمت واشاعت کا سہرا اس پیکر صدق واخلاص کے سر ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمیں داغ مفارقت دے گیا ہے۔ یہ صوفی محمد اکرم مرحوم ہی کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ ہے کہ آج انگلستان کا کوئی ایسا شہر یا قصبہ نہیں جہاں اردو خواں حضرات ضیائے حرم کے نام سے واقف نہ ہوں۔

صوفی صاحب مرحوم بے شمار کمالات وصفات کا مجموعہ تھے۔ ان کی زندگی کا محبوب ترین مشغلہ ضیائے حرم کے ذریعہ برطانیہ بھر کے طول وعرض میں خفتہ دلوں کو بیدار کرنا تھا اور اس کی خاطر انہوں نے جس ایثار کا ثبوت دیا اس کی نظیر شاید ہی مل سکے۔ خداوند کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور میدان عمل میں خلوص وایثار کے جو تابندہ نقوش وہ چھوڑ گئے ہیں ہمیں ان کو خضر راہ بنانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (آمین)

جماعت جند اللہ انگلستان کے 13 جولائی کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا تھا کہ ملک کے طول وعرض میں صوفی صاحب کی وفات سے قارئین ضیائے حرم کو جو صدمہ پہنچا ہے ممکن ہے کہ وہ برطانیہ میں ضیائے حرم کے مستقبل کے بارے میں کسی پریشانی یا تشویش میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے ایسے وفود کو تشکیل دیا جائے جو ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ کر کے قارئین کو اطمینان بھی دلائیں اور ساتھ ہی ضیائے حرم کو زیادہ سے زیادہ خواندہ حضرات تک پہنچانے کی کوشش بھی حسب سابق جاری رکھیں۔ اس سلسلہ میں شمالی انگلستان کے اضلاع یورک شائر، لنکا شائر اور ناٹنگھم وغیرہ کے لیے جو وفد تشکیل دیا گیا اس میں راقم السطور کو بھی شامل کیا گیا۔

بزرگ برادر طریقت الحاج نذیر احمد بٹ صاحب کی سربراہی میں جواں سال مجاہد جند اللہ جناب اللہ داد صاحب اور یہ خاکسار 27 جولائی کی صبح دس بجے جناب صوفی محمد اکرم مرحوم کے گھر پر حاضری دینے کے لئے روانہ ہوئے۔

Marfat.com

اس گھر سے ہماری بے شمار یادیں وابستہ ہیں جو ہماری زندگی کا نہایت گرانقدر سرمایہ ہیں۔ یہ گھر عرصہ دراز تک جماعت جنداللہ (انگلستان) کی سرگرمیوں کا مرکز رہ چکا ہے۔ لیکن آج وہ گھر تو موجود تھا لیکن مرکزی کردار ادا کرنے والا ہراول دستے کا سرخیل اس گھر میں موجود نہ تھا۔ وہ اپنے مالک حقیقی کو پیارا ہو چکا تھا۔ سفر پر روانگی سے قبل اس گھر کی حاضری نے ہمارے قوائے عمل کو توانائیاں عطا فرمائیں۔

ہماری پہلی منزل دارالعلوم جامعہ الکرم ملٹن کینز تھی جہاں جماعت کا سالانہ اجلاس جناب محمد امداد حسین پیرزادہ صاحب کی زیر صدارت ہو رہا تھا۔ اجلاس میں برطانیہ کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے اراکین نے شرکت فرمائی اور آئندہ سال کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا۔ یہ اجلاس شام پانچ بجے اختتام پذیر ہوا تو ہمارا قافلہ جناب پیرزادہ صاحب سے اجازت لے کر شمالی انگلستان کے لئے عازم سفر ہوا۔ شام کے آٹھ بجے مدرسہ ضیاء القرآن برمنگھم پہنچے۔

برمنگھم میں راجہ گل نواز صاحب ضیائے حرم کے دیرینہ خدمت گاروں میں سے ہیں۔ وہ سفر حج پر روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے ہماری ان سے ملاقات تو نہ ہو سکی مگر چالیس عدد ضیائے حرم ان کی وساطت سے برمنگھم کے قارئین تک پہنچانے کے لئے مہتمم مدرسہ کے حوالے کر کے شہر کے مختلف محلوں کا دورہ کیا۔ ضیائے حرم کے قارئین سے ملاقاتیں کیں اور سالانہ خریداروں کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوا۔

رات کے بارہ بجے برمنگھم سے روانہ ہو کر اگلی صبح ہم اڑھائی بجے مانچسٹر پہنچ گئے۔ مانچسٹر میں ہمارا قیام ڈاکٹر محمد نواز کے گھر پر تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ہماری جماعت کے صدر ڈاکٹر الحاج محمد اعظم صاحب کے فرزند ارجمند ہیں اور بائیو کیمسٹری میں ڈگری حاصل کرنے کے بعد مانچسٹر یونیورسٹی کے شعبہ تحقیق میں کام کر رہے ہیں۔ ضیائے حرم کی خدمت کے معاملے میں آپ اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔ آپ کی رہنمائی میں ہم نے شہر کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ اس سلسلہ میں چیتھم ہل جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا قمر الزمان اعظمی سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ کو ہماری آمد کے مقصد کا علم ہوا تو بے حد خوش ہوئے۔ چونکہ آپ حضور ضیاء الامت کے مشن کو نہایت قدر و تحسین کی نظروں سے دیکھتے ہیں اس لیے آپ نے ہماری بے حد حوصلہ افزائی فرمائی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ جمعہ کو اپنے خطاب کے دوران ضیائے حرم کا تعارف بیان فرمائیں گے۔ نماز ظہر ہم نے اسی مسجد میں ادا کی اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب سے بری روانگی کے لئے اجازت طلب کی۔ آپ نے بادل ناخواستہ اس اقرار پر ہمیں اجازت دی کہ آنے والا جمعہ ہم یہیں ادا کریں گے۔ نماز عصر کے وقت ہم جامع مسجد بری پہنچ گئے اور مسجد کمیٹی کے چیئرمین جناب مزمل حسین صاحب سے ملاقات کی جو ضیائے حرم کے مستقل قاری ہیں اور اس کی اشاعت کے لئے مخصوص جذبہ

Marfat.com

کے حامل ہیں۔ قصبہ کے دوسرے کئی احباب سے بھی ملاقاتیں کیں اور اسی شام بعد نماز مغرب مزمل حسین صاحب کے ہاں کھانا کھانے کے بعد ان سے اجازت حاصل کر کے سٹاکپورٹ کے لئے روانہ ہو گئے اور الحاج محمد الیاس قادری کے در دولت پر رات کے ڈیڑھ بجے پہنچ گئے۔ آپ ہماری آمد کے پہلے سے ہی منتظر تھے۔ قادری صاحب صوفی محمد اکرم مرحوم کے دیرینہ دوستوں میں سے ہیں اور ضیائے حرم کے مستقل کرم فرما ہیں۔ آپ برطانیہ کی سرزمین سے انگریزی زبان میں شائع ہونے والے اہلسنت کے ترجمان ماہنامہ (دی اسلامک ٹائمز) کے مینجنگ ایڈیٹر ہیں۔ برطانیہ میں آباد مسلمانوں کی موجودہ نسل اردو زبان سے کم آشنا ہے جس کے باعث ان کے لئے اپنے دین اسلام کی حقیقی روح سے آشنا ہونے کے لئے انگریزی زبان میں لٹریچر کی از حد ضرورت ہے۔ آپ اس مقصد کی خاطر شب و روز انتھک محنت کر رہے ہیں۔ (دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کا حامی و ناصر ہو)

رات آپ کے ہاں قیام کرنے کے بعد صبح سٹاکپورٹ کے احباب سے ملاقات کی غرض سے نکلے تو پہلی ملاقات جناب قاری افتخار احمد ابدالوی سے ہوئی۔ آپ وہاں کی جامع مسجد کے خطیب ہیں اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ کو جب ہماری آمد کی خبر ہوئی تو اس وقت آپ تدریس میں مصروف تھے۔ وقت نکال کر آپ نے ہم سے ملاقات کی، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، ضیاء القرآن اور ضیائے حرم کا نام سنتے ہی آپ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ آپ نے ہماری کمر ہمت کو مزید مضبوط کیا اور ارشاد فرمایا کہ وہ بھی اس مقصد کی خاطر بھرپور تعاون کریں گے۔

یہاں کا دورہ مکمل کرنے کے بعد ہم اولڈھم کے لئے روانہ ہوئے اور نماز ظہر سے قبل صوفی محمد فاضل چشتی کے گھر پہنچ گئے۔ آپ ضیاء القرآن اور ضیائے حرم کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہیں اور آپ کی وساطت سے تیس سے چالیس عدد تک ضیائے حرم ہر ماہ اولڈھم اور قرب و جوار کے قارئین تک پہنچتے ہیں۔ وہ ڈیوٹی پر جانے کی تیاری کر رہے تھے مگر ہماری خاطر آپ نے آج کا دن رخصت حاصل کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ ہم نے بصد التماس انہیں رضامند کیا کہ چھٹی کا پروگرام ترک کر دیں کیونکہ ہمارے پاس زیادہ دیر قیام کرنے کے لئے وقت ناکافی ہے۔ اپنے موضوع کے بارے میں تبادلہ خیالات کرنے اور آپ کے جذبہ شوق سے درس حاصل کرنے کے بعد ہم یہاں کی جامع مسجد کے خطیب مولانا محمد بشیر سیالوی سے ملاقات کی غرض سے مسجد پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا قریب ہی حاجی محمد جی صاحب کے گھر تشریف فرما ہیں۔ یہیں ہمیں ان سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہم نے صاحب خانہ کو بے لوث اور مخلص مہمان نواز پایا۔ ہمارے پہنچتے ہی انہوں نے ہمارے دوپہر کے کھانے کا بندوبست کر دیا۔ مولانا سیالوی سے کافی دیر ضیائے حرم کے موضوع پر تبادلہ خیالات ہوا۔

Marfat.com

آپ پہلے ہی اس قصبہ میں ضیائے حرم کے سلسلہ میں محترم محمد فاضل چشتی کے محسن ہیں۔ ہم نے آپ سے خصوصی درخواست کی کہ ملحقہ قصبہ بولٹن میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ہونے کے باوجود ایک بھی ضیائے حرم وہاں نہیں پہنچتا تو اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ اگلے مہینہ سے دس عدد مزید ضیائے حرم اس قصبہ کی خاطر ارسال کر دیا کریں۔

یہاں کے میزبانوں کی حوصلہ افزائی کے بعد ہم نے ان سے اجازت لی اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد راچڈیل کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہاں ہماری ملاقات جامع مسجد کے خطیب مولانا اعظم چشتی سے ہوئی۔ آپ ضیائے حرم کے مستقل قاری ہیں اور آپ کی وساطت سے کئی دوسرے احباب بھی اس ماہنامہ سے متعارف ہو چکے ہیں۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اس عزم کا اظہار فرمایا کہ ضیائے حرم کو زیادہ سے زیادہ قارئین تک پہنچانے کی کوشش جاری رکھیں گے۔ ہم نے اس قصبہ میں کم و بیش چار گھنٹہ کے قیام کے دوران یہاں کے ضیائے حرم کے قارئین سے ملاقاتیں کیں اور انہیں اطمینان دلایا کہ ضیائے حرم حسب سابق ہر ماہ ان کے گھروں تک پہنچتا رہے گا۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد ہمارا قافلہ اسی رات ایکرنگٹن کے لئے روانہ ہو گیا جہاں خاکسار کی دختر حقیقی کے گھر شب کے گیارہ بجے پہنچ گئے۔

رات بسر کرنے کے بعد صبح ایکرنگٹن، بیکسنڈن، کلیٹن اور کلدرو کے کئی احباب اور قارئین ضیائے حرم سے ملاقاتیں کیں۔ اس سلسلہ میں برادر طریقت حاجی محمد اعظم چشتی نے ہمارا والہانہ خیر مقدم کیا اور ارشاد فرمایا کہ آئندہ ہر ماہ ان کے نام دس عدد ضیائے حرم مزید اس قصبہ کے لئے ارسال کیے جائیں۔

ایکرنگٹن میں مسلک حقہ اہلسنت کی دو مساجد ہیں۔ ایک مسجد کے خطیب مولانا ابو الفضل محمد یوسف ہیں جو گزشتہ چند سالوں سے ضیائے حرم کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ آپ فریضہ حج کی ادائیگی کی خاطر حرمین شریفین تشریف لے جا چکے تھے اس لئے ہماری ان سے ملاقات نہ ہو سکی اور ان کی وساطت سے یہاں کے قارئین کو پہنچنے والے ضیائے حرم ان کے برادر نسبتی حاجی محمد یعقوب کے حوالہ کیے جنہوں نے ہماری مزید حوصلہ افزائی فرمائی۔ دوسری مسجد کے خطیب جناب قاضی غلام مرتضٰی صابر قادری ہیں جن سے ملاقات کچھ دیر بعد متوقع تھی کیونکہ آپ قریب ہی کہیں تشریف لے گئے تھے۔ وقت ناکافی ہونے کے باعث میر کارواں جناب بٹ صاحب نے خاکسار کو اس قصبہ میں مامور فرمایا اور خود مجاہد اللہ داد کو ساتھ لے کر جناب سید رسول صاحب، حافظ محمد امین صاحب اور نیلسن برنلے اور برائر فیلڈ کے دوسرے برادران و احباب سے ملاقات کی غرض سے تشریف لے گئے۔

خاکسار کو جناب قاضی صاحب کی خدمت میں حاضری کا شرف نماز ظہر کے بعد حاصل ہوا، جبکہ

Marfat.com

آپ اپنے معتقدین کی محفل میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اس خاکسار پر خصوصی توجہ اور شفقت فرمائی۔ حضرت قبلہ پیر صاحب اور ضیائے حرم کا نام سنتے ہی بے اختیار آپ کی زبان مبارک پر وہ اشعار آ گئے جو آپ نے جناب پیر صاحب کی انگلینڈ تشریف آوری کے وقت دارالعلوم جامعہ الکرم ملٹن کینز کے سنگ بنیاد کے موقع پر پڑھے تھے مگر زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے تھے۔ ان اشعار نے حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری کر دی اور خاکسار نے انہیں ضیائے حرم میں اشاعت کے لئے محفوظ کر لیا، جو ذیل میں درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:

تیرے کرم پہ فدا جان و دل خدائے کرم
دیار کفر میں ضوبار ہے ضیائے حرم
بلند جس نے کیا دہر میں وفا کا علم
جہان عشق میں مینار نور جس کا قدم
وہ ذکر یار میں رطب اللسان ہے جس کی زبان
جہان شوق کا ہے شہسوار جس کا قلم
خطاب زیبا ہے تجھ کو ضیائے امت کا
تیری ضیاء سے ہوئے مستنیر عرب و عجم
نبی کی تجھ پہ نگاہ کرم ہے پیر کرم
کرم سے تیرے نہ کیوں بہرہ ور ہوں عرب و عجم
ہے جس کے فیض سے سیراب شرق و غرب جہاں
دیار جودو سخا کا تو ہے وہ ابر کرم
کھلے ہیں غنچے دلوں کے تمہاری آمد سے
تمہاری دید سے سب مٹ گئے رنج و الم
ہیں حسن یار کے جلوے تری نگاہوں میں
تیری زبان پہ ہے مدح و ثنائے شاہ امم ﷺ
نگاہ لطف کا پیاسا ہے صابر عاصی
کرم کی اس پہ بھی ہو اک نگاہ شاہ کرم

(قاضی غلام مرتضٰی صابر قادری خطیب ایکرنگٹن انگلینڈ)

اس کے بعد محترم قاضی صاحب سے ضیائے حرم کے متعلق تبادلہ خیالات ہوا تو آپ نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت قبلہ پیر صاحب ضیائے حرم کے ذریعہ ناقہء بے زمام کو سوئے قطار لانے کا اہم فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اور ہم سب پر لازم ہے کہ اس کارِ خیر میں ان کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ آپ کی ایمان پرور گفتگو کے سلسلہ کو منقطع کرنے کو جی تو ہرگز نہیں چاہتا تھا مگر وقت کی تنگدامنی نے مجبور کر دیا۔ اس اثناء میں میرے ساتھی بھی ملحقہ قصبہ جات کے دورہ سے واپس آ چکے تھے تو جناب قاضی صاحب سے اجازت طلب کی اور ہمارا مختصر سا قافلہ بلیک برن کے لئے روانہ ہو گیا۔

بلیک برن شہر کے وسط میں واقع گجرات تندوری ریسٹورنٹ کے پروپرائٹر ضیائے حرم کے کرم فرماؤں میں سے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی اور وہاں ہی گل سرسبدِ سادات سید مزمل حسین شاہ کی محفل میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پون گھنٹہ کی محفل میں ضیائے حرم کے متعلق مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال ہوا اور آپ نے ماہنامہ مذکور کے لئے اپنے تعاون کا یقین دلایا۔

اس کے بعد اس قصبہ کے مختلف حلقوں میں آباد ضیائے حرم کے شائقین اور قارئین سے ملاقاتیں کیں جن سے ہماری از حد حوصلہ افزائی ہوئی اور نماز عصر کے بعد پریسٹن کے لئے روانہ ہو گئے۔ نماز مغرب کا وقت ہونے کو تھا کہ ہم ملک فضل حمید بھیروی کے دولت کدہ پر پہنچ گئے۔ یہ وہ مکان ہے جس میں حضرت قبلہ پیر صاحب نے انگلستان تشریف آوری کے موقع پر قدم رنجہ فرمایا تھا اور ایک رات بھی بسر فرمائی تھی۔ قبلہ پیر صاحب نے جس بستر پر آرام فرمایا تھا محترم ملک صاحب نے اس بستر کو بطور تبرک جوں کا توں محفوظ رکھا ہوا ہے اور صبح و شام اس کی زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ بستر کے سرہانے کی جانب طاق میں سبز رنگ کا بینر لگا ہوا ہے۔ جس پر یہ الفاظ تحریر ہیں ''مرحبا حضرت پیر محمد کرم شاہ اہلاً و سہلاً مرحبا۔''

جناب ملک فضل حمید صاحب نے برادر طریقت صوفی محمد اکرم مرحوم کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ ان کے لئے فاتحہ خوانی اور مغفرت کی دعا کی گئی۔ قارئین ضیائے حرم سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اگرچہ صوفی صاحب مرحوم کی وفات نے دلوں پر رنج و الم کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں بایں ہمہ قارئین کو یہ جان کر اطمینان ہوا کہ ضیائے حرم حسب سابق آئندہ بھی ان تک پہنچتا رہے گا۔ یہاں کے احباب کا حسن اخلاق تقاضا کر رہا تھا کہ محفل کو برخواست نہ کیا جائے لیکن وقت اجازت دینے پر رضامند نظر نہیں آتا تھا۔ بالآخر بعد نماز مغرب ملک صاحب سے اجازت کی درخواست کی اور رات کے دس بجے نیلسن کے لئے روانہ ہو گئے۔ چونکہ پچھلے دنوں کچھ دوستوں سے ملاقات نہ ہو سکی تھی اس لئے دوبارہ ضروری سمجھا گیا۔

یہاں سے روانگی کے وقت مجھے کئی بار قافلہ سالار محترم بٹ صاحب کا خیال آیا کہ اتنے دنوں کی

Marfat.com

مسافت، سفر کی طوالت اور کم خوابی اور بے آرامی کی کلفت کے علاوہ آپ دل کے عارضہ میں بھی مبتلا ہیں اور لنڈن کے مشہور امراض قلوب کے ہسپتال سے ان کے دل کا اپریشن بھی ہو چکا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ سن و سال کے اعتبار سے بھی وہ ہم میں بزرگ ترین ہیں اور عمر کے اس حصہ کو پہنچ چکے ہیں جہاں ضعیفی و نقاہت سے قوائے عمل مضمحل ہو جایا کرتے ہیں مگر صد تحسین کہ ان تمام صعوبتوں کے باوجود آپ کے جذبہ شوق اور وارفتگی میں سرمو فرق نہ آنے پایا اور برابر ہماری ہمت افزائی کی۔ کچھ اس طرح لگ رہا تھا جیسے آپ نے کسی گوہر گرانمایہ کا سراغ لگایا ہے اور اس کے حصول کی خاطر مصروف جدوجہد اور برسر پیکار ہیں۔ کبھی کبھار اگلی نشست پر بیٹھے اونگھ لیتے تھے مگر خاکسار کے نزدیک ان کی یہ اونگھ بھی عبادت میں شمار تھی۔

شب کے گیارہ بجے ہم نیلسن میں پینڈل پاکستان ایسوسی ایشن کے عہدیدار اور برطانیہ کی لیبر پارٹی کے سرگرم رکن چوہدری ارشد اقبال کے ہاں پہنچے۔ آپ لوکل کونسلر کے انتخاب میں بھی بطور امیدوار حصہ لے چکے تھے۔ آپ نے ضیائے حرم کے سلسلے میں ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ یہاں کے ضیائے حرم کے دوسرے قارئین سے بھی ملاقاتیں کیں۔ اس سلسلہ میں رات کے بارہ بجے کنسرویٹو پارٹی برطانیہ کے فعال ممبر اور پاکستان ویلفیئر ایسوسی ایشن کے خازن چوہدری محمد اشرف سے ملاقات ہوئی۔ آپ بھی یہاں کی سیاست میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں اور لوکل کونسلر کے امیدوار کی حیثیت سے انتخاب بھی لڑ چکے ہیں۔ آپ نے ضیائے حرم کے لئے نہایت خلوص و ایثار کا مظاہرہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ وہ کم از کم دس مزید قارئین ضیائے حرم کے نام و پتہ جات عنقریب ہمیں ارسال فرمائیں گے۔ رات کا پچھلا پہر ہو چلا تھا اور محفل سے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر چونکہ آج کی ہماری منزل مانچسٹر تھی اور ہم نے ڈاکٹر محمد نواز صاحب اور حضرت مولانا قمر الزمان اعظمی صاحب سے اقرار بھی کر رکھا تھا اس لئے سوا ایک بجے یہاں کے میزبانوں سے اجازت حاصل کر کے مانچسٹر روانگی اختیار کی اور صبح دو بجے ڈاکٹر صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ اپنے جمعہ کے خطاب کے بعد حضرت مولانا نے حسب ارشاد ضیاء الامت کا تعارف کچھ اس انداز میں کرایا کہ ادائیگی نماز کے بعد ہم شائقین ضیائے حرم کے نرغہ میں تھے۔ کئی احباب نے سالانہ خریداری کے لئے اپنے نام و پتہ جات درج کروائے اور اس طرح راہ خدا کے مسافروں کی منزل قریب سے قریب تر نظر آنے لگی۔

ہماری اگلی منزل ہڈرسفیلڈ تھی۔ اس شہر میں بانی جماعت جند اللہ حضرت قبلہ عالم پیر محمد شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کے پھوپھی زاد بھائی کے فرزند ارجمند جناب پیر محمد مقبول شاہ صاحب کا مسکن ہے۔ میں آپ کی زیارت اور ملاقات کا شوق کشاں کشاں لئے جا تو رہا تھا مگر وقتاً فوقتاً اس خیال کا آنا ہمارے

Marfat.com

لئے باعث پریشانی بن جاتا تھا کہ بغیر اطلاع دیئے حاضر خدمت ہو رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کسی وجہ سے گھر پر موجود نہ ہوں۔ مگر شام کے سات بجے جب ہم آپ کی رہائش گاہ کے سامنے گاڑی کھڑی کر کے باہر نکلے تو اس وقت ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ آپ اپنے مکان کی کھڑکی میں سے ہمیں دیکھ کر کچھ اس طرح زیرلب مسکرا رہے ہیں جیسے پہلے ہی ہماری آمد کے منتظر ہیں۔ آپ سے ملاقات اور صحبت کے فیض نے ہمارے عزم کو مزید پختگی عطا فرمائی۔ حضرت پیر غلام حیدر شاہ مرحوم اور صوفی محمد اکرم مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ نماز مغرب کے بعد بذریعہ ٹیلیفون آپ نے اپنے احباب کو ضیائے حرم سے متعارف کرایا اور اپنے ساتھ ہمیں یہاں کی جامع مسجد میں لے گئے جہاں مولانا محمد سلیم نقشبندی خطابت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ حضرت مولانا پہلے ہی ضیائے حرم کے کرم فرماؤں میں سے ہیں۔ ارشاد فرمانے لگے کہ ان شاء اللہ اگلے جمعہ کو اپنے خطاب میں تمام حاضرین کو ضیائے حرم سے متعارف کرائیں گے۔

نماز عشاء کے بعد وقت کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہم نے قبلہ پیر صاحب اور حضرت مولانا صاحب سے اجازت طلب کی اور ہیلی فاکس کے لئے روانہ ہو گئے، جہاں رات کے بارہ بجے راجہ محمد سعید کے گھر پہنچ گئے۔ راجہ صاحب موصوف ان بلند کردار عالی حوصلہ نوجوانوں میں سے ہیں جن کے عزم و ارادہ کی پختگی کے مقابلے میں تہذیب مغرب کی صناعی ٹکرا کو پاش پاش ہو جایا کرتی ہے۔ آپ میکینکل انجینئرنگ میں ڈپلومہ ہولڈر ہیں مگر ضیائے حرم کی اشاعت کے لئے آپ کے جنون کی یہ کیفیت ہے کہ کئی کئی گھنٹے پیدل چل کر قارئین کو اس محبوب ماہنامہ سے متعارف کراتے اور ہر ماہ ان تک پہنچاتے ہیں۔ آپ کی محفل میں بیٹھے بیٹھے رات کے دو بجے کا وقت ہو گیا مگر ہم میں سے کوئی بھی محفل کو برخاست کرنے پر راضی نظر نہیں آتا تھا۔ آخر کار صاحب خانہ نے آداب مہمان نوازی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیں آرام کرنے کا مشورہ دیا مگر ہم نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں کیونکہ پروگرام کے مطابق ہمیں نماز فجر لیڈز میں ادا کرنا تھی۔ بادل نخواستہ آپ نے اجازت عطا فرمائی اور ہم اپنے اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔

اب ہم اپنے مرحوم برادر طریقت صوفی محمد اکرم کے حقیقی بھائی صوفی محمد مطلوب میر کے گھر جا رہے تھے۔ عین اس وقت جبکہ ہماری گاڑی لیڈز کی جانب روانہ ہوئی ہمارے خیالات واحساسات کی وادیوں میں صوفی صاحب کی یاد نے تلاطم برپا کر دیا اور قلب کی گہرائیوں سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ آج سے کم وبیش دو ماہ قبل ان کی ہمراہی میں ہم یہاں ایک تقریب میں آئے تھے۔ مگر آج ہم ان کے بغیر وہاں جا رہے تھے۔ وہ ہماری محفلوں کے سنگار ہوا کرتے تھے۔ مگر آج وہ ہم میں موجود نہیں تھے۔ وہ

Marfat.com

ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے تھے اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے تھے۔ ان کی قبل از وقت موت کا صدمہ ہمیں احاطہ کئے ہوئے تھا۔ ڈھارس بندھتی تھی تو اس اطمینان پر کہ ہم اس منزل کی طرف گامزن تھے جس کی خاطر عمر بھر آپ مصروف تگ و دو رہے اور انہی کے نقوش قدم کو خضر راہ بنا کر ہم اپنے مرحوم بھائی کے ساتھ وفا کر رہے تھے۔ اس خیال سے ہمارے نہاں خانہ دل میں ہلکی سی خوشی کی ایک لہر بھی جنم لے رہی تھی۔ آج ماہرین نفسیات کو ہمیں یہ بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں تھی کہ خوشی اور غم کے جذبات جب یکجا مرتکز ہو جاتے ہیں تو اشکوں میں تبدیل ہو جایا کرتے ہیں۔ شنید سے بڑھ کر دید ہوا کرتی ہے اور دید سے بڑھ کر رسید۔ آج ہم اس کیفیت میں مبتلا تھے کہ ہر دو جذبات کی آمیزش کے باعث ہماری آنکھوں سے آنسو امڈ امڈ کر پلکوں پر تیر رہے تھے اور جب پلکوں کی نزاکت ان کا بوجھ سہارنے سے قاصر ہو جاتی تھی تو بے ساختہ ٹپک پڑتے تھے۔

مرحوم کی یادوں کو سینے میں دبائے رات کے تین بجے ہم صوفی محمد مطلوب میر کے گھر پہنچ گئے۔ نماز فجر کے بعد آرام کیا اور صبح صوفی صاحب موصوف نے اپنی جملہ مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہاں کے قارئین ضیائے حرم سے ہماری ملاقاتیں کرائیں۔ مولانا قاری محمد ابراہیم، مولانا محمد نذیر اور کئی دوسرے احباب سے ملاقات ہوئی، جنہوں نے اس ماہنامہ کے لئے نیک خواہشات کا اظہار فرمایا۔ جامع مسجد کے خطیب پروفیسر حافظ فتح محمد (ایم۔اے) سے ملاقات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے ضیائے حرم کی توسیع و اشاعت کے لئے گرانقدر مشوروں سے نوازا اور اس عزم کا اظہار فرمایا کہ وہ زیادہ سے زیادہ احباب کو ضیائے حرم سے متعارف کرانے کی کوشش کریں گے۔

لیڈز کے احباب کی حوصلہ افزائی کے بعد صوفی محمد مطلوب صاحب کی معیت میں ہم یہاں سے چند میل دور باٹلے گئے جہاں حضرت مولانا ابوالانعام محمد عبدالباری (ایم۔اے) اور حضرت مولانا عبد الرسول ارشد (ایم۔اے گولڈ میڈلسٹ) سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

یہ حضرات دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کے شاہین ہیں اور چند ایک مقامی مجبوریوں کے باوجود آپ یہاں ضیائے حرم کی شمع کو فروزاں کئے ہوئے ہیں۔ آپ کی نوازشات کریمانہ سے ہمیں بیش بہا قیمتی ہدایات حاصل ہوئیں اور ہمارے عزم و استقلال کو مزید تقویت پہنچی۔

یہاں کے قارئین حضرات سے ملاقات کرنے کے بعد ہم ملحقہ قصبہ ہیکمنڈ وائک پہنچے جہاں کی جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا گل محمد سیالوی ہیں اور آپ کے ہاں ہی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ جو کہ عالمی دعوت اسلامیہ کی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے برطانیہ آئے ہوئے تھے، بطور مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں گھنٹہ آپ

Marfat.com

کی صحبت سے اکتساب فیض کرنے کے بعد ضیائے حرم کے احباب سے تبادلہ خیالات ہوا اور ان کی آراء سے مستفید ہونے کے بعد شام کو واپس صوفی محمد مطلوب صاحب کے گھر آ گئے۔

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وقت کی قلت کے پیش نظر ہم لیڈز میں بھی دو گروپوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ جس وقت ہم اس شہر کے قرب و جوار اور اندرون شہر کا دورہ کر رہے تھے اس وقت مجاہد اللہ داد صاحب کیتھلے میں قارئین ضیائے حرم کی ملاقاتوں میں مصروف تھے۔ دوسرے دن علی الصبح وہ واپس تشریف لے آئے تو ہم نے جناب صوفی محمد مطلوب میر سے اجازت حاصل کی اور بریڈفورڈ کے لئے اکٹھے عازم سفر ہوئے۔ یہاں پہنچ کر ہم پہلے علامہ ابوالمحمود شاہ محمد نشتر کی ملاقات کی غرض سے ان کے مسکن پر گئے تو معلوم ہوا کہ آپ گھر پر موجود نہیں ہیں۔ یہاں آپ کے برادر حقیقی محمد اسحاق قادری سے ملاقات ہوئی، جبکہ آپ بھی ضیائے حرم کے لئے کافی دلچسپی رکھتے ہیں۔ قادری صاحب کے حسن اخلاق نے ہمیں اس قدر متاثر کیا کہ وقتی طور پر ان کے برادر اکبر کی غیر موجودگی کے احساس نے بھی شدت اختیار نہ کی۔ کافی دیر تک ضیائے حرم کے موضوع پر تبادلہ خیال ہوا اور آپ نے بخوشی اس کار خیر کی خاطر اپنے قیمتی وقت کا مزید حصہ صرف کرنے کا اظہار فرمایا۔

بریڈفورڈ کو عرف عام میں چھوٹا پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں پر ہزاروں کی تعداد میں مسلمان رہائش پذیر ہیں جن میں کارخانہ دار بھی ہیں مزدور بھی، دکاندار بھی ہیں اور ملازم بھی۔ پاکستانی طرز کے ہوٹل ریسٹورنٹ اور بازاروں اور سڑکوں پر لاہور نما چہل پہل اور رونق ہے۔ جا بجا اردو زبان کے اشتہار اور بینر لگے ہوئے ہیں۔

بیسیوں مساجد ہیں جہاں پنجگانہ باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے اور اسلامک مشنری کالج بھی ہے جو حکومت برطانیہ کا منظور شدہ ہے اور جس کے بانی و سرپرست شیخ طریقت پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی قادری ہیں۔ یہاں کے قارئین ضیائے حرم کی کثیر تعداد سے ملاقاتیں کرنے کے بعد جناب پیر صاحب سے ملاقات کی غرض سے جامع مسجد ساؤتھ فیلڈ اسکوائر پہنچے تو نماز عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ یہاں حضرت نوشہ گنج بخش قادریؒ کا سالانہ عرس ہو رہا تھا جس میں شرکت کے لئے اطراف و جوانب سے سینکڑوں کی تعداد میں عقیدت مند آئے ہوئے تھے۔ اس نورانی اور بابرکت محفل کے نگران بھی حضرت پیر صاحب تھے۔ عرس مبارک کی اس پاک محفل میں ہم نے بھی چند گھنٹے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ قبلہ پیر صاحب کی زیارت سے مشرف ہوئے اور یہاں سے فارغ ہونے کے بعد محترم لیاقت حسین صاحب سے ضیائے حرم کے موضوع پر اطمینان بخش اور حوصلہ افزا تبادلہ خیال کیا۔ کیونکہ آپ دینی کاموں میں قبلہ پیر صاحب کے دست راست ہیں اور ضیائے حرم کی اشاعت کی ذمہ داری بھی پیر

Marfat.com

صاحب کی وساطت سے آپ ہی کے ذمہ ہے۔ جناب طارق مجاہد جہلمی سے بھی ملاقات ہوئی اور آپ ہی کی وساطت سے قبلہ پیر صاحب سے اجازت حاصل کی۔

پروگرام کے مطابق اس کے بعد ہمیں حافظ محمد ارشد جمیل صاحب (فارغ التحصیل دار العلوم محمدیہ غوثیہ) اور مولانا شبیر حسین ربانی کی خدمت میں حاضر ہونا تھا۔ یہ دونوں حضرات دامے، درمے، سخنے، قدمے ہر طرح ضیائے حرم کی خدمت کو اپنا اخلاقی فریضہ خیال کرتے ہیں اور اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہوئے اس سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کر رہے ہیں۔ مولانا شبیر حسین ربانی صاحب کے بارے میں علم ہوا کہ آپ گلاسکو تشریف لے گئے ہیں اور حافظ محمد ارشد جمیل صاحب سے سالانہ اجتماع کے موقع پر ملاقات ہو چکی تھی اور ضیائے حرم کے بارے میں کافی کچھ تبادلہ خیالات ہو چکا تھا اس لئے ہم نے پروگرام میں ترمیم کر کے شیفیلڈ کے لئے روانگی اختیار کی اور نصف شب کے قریب برادر طریقت میر اکبر چشتی کے گھر پہنچ گئے۔ آپ سے ملاقات کر کے ہمیں انتہائی خوشی محسوس ہوئی۔ آپ نے ہمارے عزم و ہمت کو مزید مستحکم کیا اور فرمایا کہ وہ زیادہ سے زیادہ حضرات کو ضیائے حرم کے قارئین بنانے کی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ رات کو ہم نے آرام کیا اور صبح یہاں کے رہنے والے قارئین ضیائے حرم سے ملاقاتیں کیں۔ جن میں جناب افتخار حسین شاہ، مولانا منیر الزمان چشتی اور مولانا حافظ محمد رفیق سیالوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جن سے ہمارے عزم و ارادہ کو مزید تقویت پہنچی۔ خصوصاً حافظ محمد رفیق سیالوی کا جذب و جنون تو ہمارے لئے درس آموز بھی تھا اور دعوت عمل بھی دے رہا تھا۔ آپ دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ نے ہمارا پرتپاک خیر مقدم کیا اور جب ہم نے اپنی آمد کی غرض و غایت بیان کی تو فرمانے لگے کہ ضیائے حرم کی خاطر مجھ سے درخواست نہ کریں بلکہ (بقول ان کے) حکم دیا کریں۔ ان شاء اللہ میں تعمیل ارشاد کو اپنی عزت اور حوصلہ افزائی سمجھا کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں صرف اسی شہر میں ہی نہیں بلکہ ملحقہ قصبوں تک بھی ضیائے حرم کو پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ یہاں کے دوسرے قارئین سے ملاقات کرنے اور دورہ مکمل کرنے کے بعد ہم نے واپس اپنے برادر طریقت کے گھر آ کر کھانا کھایا اور آپ سے اجازت حاصل کر کے ناٹنگھم کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

آج اس مقدس سفر پر روانہ ہوئے ہمیں نو یوم ہو چکے تھے اور تقریباً نو صد میل کا سفر کر چکے تھے۔ اس ساری مسافت میں ڈرائیونگ کی ذمہ داری جناب مجاہد اللہ داد صاحب پر تھی۔ مجھے رہ رہ کر ان کی معذوری کا خیال آ رہا تھا کیونکہ چند سال قبل ایک صنعتی حادثہ میں ان کے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ چکی تھیں اور ان کی ڈرائیونگ کا انحصار زیادہ تر بائیں بازو پر ہی تھا جبکہ دوسرا ہاتھ سٹیرنگ پر گرفت کے

Marfat.com

قابل نہ تھا۔ دوران سفر مجھے چند بار شبہ بھی ہوا کہ آپ بائیں بازو اور پٹھے میں درد محسوس کر رہے ہیں مگر آفریں ہے اس مرد مجاہد کے عزم و استقلال پر جو اپنی ذاتی معذوری کی بنا پر ایک بار بھی حرف شکایت زبان پر نہ لایا اور متواتر ہمیں داد شجاعت دیتا رہا۔ یہ مجاہد اللہ داد ہی کی جرأت رندانہ کا ثمر تھا کہ جو کام اپنی نوعیت کے اعتبار سے بادی النظر میں ہفتوں میں ہونے والا تھا وہ چند دنوں ہی میں سرانجام پا گیا۔

ناٹنگھم میں ہم نماز عصر کے وقت پہنچے اور فارسٹ فیلڈ کی جامع مسجد کے خطیب و امام مولانا سید زاہد حسین شاہ صاحب سے ملاقات کی غرض سے سیدھے ان کے گھر گئے۔ وہ گھر پر موجود نہیں تھے مگر جلد ہی ان کی واپسی متوقع تھی۔ اس دوران ہم نے یہاں کے دوسرے احباب اور قارئین حضرات سے ملاقاتیں کیں۔ جن میں چوہدری رب نواز صاحب اور قریشی قربان حسین کے علاوہ کئی دوسرے احباب بھی شامل ہیں۔ ہمیں یہاں کے احباب سے مل کر بے حد خوشی ہوئی اور انہوں نے ہمیں اطمینان دلایا کہ وہ حسب سابق ضیائے حرم کی خاطر اپنا دست تعاون بڑھاتے رہیں گے۔ قریشی عبدالرحمان کے ہاں شام کا کھانا کھانے اور نماز مغرب ادا کرنے کے بعد دوبارہ حضرت مولانا صاحب کے ہاں پہنچے تو اس دفعہ آپ کو گھر موجود پا کر ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپ کے حسن سلوک، خلوص عمل اور ضیائے حرم کی سرپرستی کے جذبہ نے ہمیں آپ کا گرویدہ بنا دیا۔ دیر گئے تک آپ کی محفل سے مستفیض ہوتے رہے مگر قلت وقت نے ہمیں بالآخر آپ سے اجازت کی درخواست کرنے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے اجازت فرماتے وقت ہمیں اگلے سفر کے لئے یہاں بیٹھے بیٹھے ہی نقشہ پر پوری رہنمائی فرما دی جس کے نتیجہ میں ہم بسہولت تمام اپنی اگلی منزل لیسٹر میں نصف شب کے قریب پہنچ گئے۔

رات ہم نے صوفی محمد اکرم رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ دوست اور ہمدرد صوفی امیر سجاول کے ہاں قیام کیا اور علی الصبح جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا شاہد رضا صاحب سے ملاقات کی کوشش کی۔ آپ کی کوششوں سے یہاں پر ضیائے حرم کی ایک معقول تعداد ہر ماہ قارئین تک پہنچتی ہے۔ آپ چونکہ لنڈن تشریف لے جا چکے تھے اس لئے آپ سے ملاقات تو نہ ہو سکی مگر آپ کے معاون صلاح الدین چغتائی صاحب اور دوسرے احباب سے ملاقات کا موقع ملا جو پہلے سے ہی ضیائے حرم کے خیر خواہ ہیں۔ انہوں نے آئندہ کیلئے بھی ہمیں اطمینان دلایا کہ اس کام میں اپنا تعاون بدستور جاری رکھیں گے۔ یہاں کے دورہ کو مکمل کرنے کے بعد ہم نے صوفی امیر سجاول سے اجازت حاصل کی اور برمنگھم اور کوونٹری کے قارئین ضیائے حرم سے ملاقات کرتے ہوئے مرحوم برادر طریقت صوفی محمد اکرمؒ کے برادر اصغر الحاج صوفی زاہد اقبال کے گھر ملٹن کینز پہنچے جہاں نماز ظہر ادا کی اور دارالعلوم جامعہ الکرم پہنچ کر حضرت مولانا محمد امداد حسین پیرزادہ صاحب کی خدمت میں حاضری دی اور دورہ سے بخیریت

Marfat.com

واپسی کی اطلاع دی۔ان دنوں محترم پیرزادہ صاحب نہایت مصروف تھے کیونکہ دارالعلوم کے دوسرے اساتذہ کرام ادائیگی فریضہء حج کی خاطر حرمین شریفین گئے ہوئے تھے اور درس و تدریس کے علاوہ دوسرے انتظامی امور کی ذمہ داری بھی واحد آپ پر ہی تھی۔آدھ گھنٹہ کے قریب ان سے تبادلہ خیالات ہوا اور نماز عصر کے بعد ہم ان سے اجازت حاصل کر کے واپس بخیر و عافیت ہائی ویکمب پہنچ گئے۔اس دورہ میں ہم نے دس دنوں میں ایک ہزار ساٹھ میل کا سفر طے کیا۔**الحمد لله علی ذلک**

Marfat.com

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور، کراچی۔ پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

حضور ضیاء الامت

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی

یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن ۵ جلد

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن

سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب

ضیاء النبی ۷ جلد

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

سنت خیر الانام

فتنہ انکار سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب

مقالات

قصیدہ اطیب النغم

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

- گنج بخش روڈ، لاہور 7221953-7220479
فیکس 7238010
- ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور 7225085-7247350
- ۱۴۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی 2630411-2212011
فیکس 2210212

Marfat.com